# حیاتِ سرورِ کائنات

# محمد

صلی اللہ علیہ وسلم

مارٹن لنگز
Martin Lings
(ابوبکر سراج الدین)

toobaa-elibrary.blogspot.com

# حیاتِ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم

مارٹن لنگس MARTIN LINGS
(ابوبکر سراج الدین)

مترجم
سید معین الدین احمد قادری

toobaa-elibrary.blogspot.com

الفیصل
ناشران و تاجرانِ کتب
غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور

toobaa-elibrary.blogspot.com

IQBAL ACADEMY PAKISTAN
LIBRARY.
Acc. No. 24657
LAHORE.

toobaa-elibrary.blogspot.com

بار اول مارچ ۱۹۹۳ء

محمد فیصل نے
زاہد بشیر پرنٹرز سے چھپوا کر شائع کی۔

قیمت -/300 روپے

toobaa-elibrary.blogspot.com



# فہرست ابواب

پیش لفظ ۹
مصنف ۔ مارٹن لنگس ۔ ابوبکر سراج الدین ۱۲
تصنیف ۱۵
ترجمہ ۔ کیوں اور کیسے؟ ۱۸
بیت اللہ ۲۳
نقصان عظیم ۳۰
وادی کے قریش ۳۴
ایک نقصان کی تلافی ۴۱
ایک بیٹے کو قربان کرنے کی نذر ۴۶
ایک نبی کی ضرورت ۵۲
عام الفیل ۶۰
ریگستان ۶۸
دو سانحے ۷۷
بحیرٰی راہب ۸۱

toobaa-elibrary.blogspot.com



| | |
|---|---|
| مظلوموں اور زبردست اشخاص کی حمایت کا معاہدہ | ۸۶ |
| شادی کے ضمن میں سوالات | ۹۲ |
| کعبہ | ۹۹ |
| کعبہ کی تعمیر نو | ۱۰۹ |
| پہلی وحی | ۱۱۳ |
| عبادت | ۱۱۹ |
| خبردار کرو اپنے کنبے کو | ۱۲۸ |
| قریش کا اقدام | ۱۳۳ |
| اوس اور خزرج | ۱۴۱ |
| ابوجہل اور حمزہؓ | ۱۴۶ |
| قریش کی پیشکش اور مطالبات | ۱۵۱ |
| سرداران قریش | ۱۵۹ |
| اُمید و استعجاب | ۱۶۵ |
| خاندان کا بٹوارہ | ۱۷۱ |
| وہ گھڑی | ۱۸۱ |
| تین سوالات | ۱۸۶ |
| حبش | ۱۹۴ |
| عمرؓ ابن الخطاب | ۲۰۳ |
| مقاطعہ اور اس کی تنسیخ | ۲۰۸ |
| جنّت و ابدیت | ۲۱۸ |

toobaa-elibrary.blogspot.com



| | |
|---|---|
| عام الحزن | ۲۲۴ |
| تیری تجلی ذات | ۲۳۶ |
| عام الحزن کے بعد | ۲۴۳ |
| یثرب کا ردِ عمل | ۲۴۸ |
| متعدد مہاجرین | ۲۵۹ |
| ایک سازش | ۲۶۴ |
| ہجرت | ۲۶۹ |
| مدینہ میں تشریف آوری | ۲۷۹ |
| اتفاق و نااتفاقی | ۲۸۳ |
| نیا گھرانا | ۲۹۷ |
| جنگ کی دہلیز پر | ۳۰۴ |
| بدر کی جانب کوچ | ۳۱۰ |
| غزوۂ بدر | ۳۲۵ |
| ہزیمت خوردہ فوج کی واپسی | ۳۳۰ |
| قیدی | ۳۴۴ |
| بنی قینقاع | ۳۵۴ |
| اموات اور شادیاں | ۳۶۱ |
| اصحاب صفہ | ۳۷۰ |
| متفرق جھڑپیں | ۳۷۶ |
| جنگ کی تیاریاں | ۳۸۱ |

toobaa-elibrary.blogspot.com



| | |
|---|---|
| اُحد کی جانب کوچ | ۳۹۱ |
| غزوۂ اُحد | ۳۹۷ |
| انتقام | ۴۱۷ |
| تدفینِ شہداء | ۴۲۲ |
| اُحد کے بعد | ۴۳۰ |
| انتقام کے شکار | ۴۳۸ |
| بنی نضیر | ۴۴۷ |
| صلح اور جنگ | ۴۵۳ |
| خندق | ۴۷۳ |
| محاصرہ | ۴۸۳ |
| بنی قریظہ | ۵۰۴ |
| محاصرے کے بعد | ۵۱۵ |
| منافقین | ۵۲۱ |
| ہار | ۵۲۷ |
| دروغِ بے فروغ | ۵۳۴ |
| قریش کا معمہ | ۵۴۲ |
| فتح مبین | ۵۵۴ |
| حدیبیہ کے بعد | ۵۶۴ |
| خیبر | ۵۷۵ |
| آپ سب سے زیادہ کس کو پیار کرتے ہیں | ۵۹۱ |

toobaa-elibrary.blogspot.com




| | |
|---|---|
| خیبر کے بعد | ۶۰۰ |
| عمرہ اور واقعات مابعد | ۶۱۳ |
| اموات اور ایک ولادت کی اُمید | ۶۲۵ |
| عارضی جنگ بندی کی خلاف ورزی | ۶۳۵ |
| فتح مکہ | ۶۴۸ |
| غزوۂ حنین اور محاصرۂ طائف | ۶۶۳ |
| مصالحتیں | ۶۷۲ |
| فتح کے بعد | ۶۸۲ |
| غزوۂ تبوک | ۶۹۰ |
| تبوک کے بعد | ۶۹۷ |
| درجات | ۷۱۱ |
| مستقبل | ۷۱۸ |
| حجۃ الوداع | ۷۲۳ |
| انتخاب | ۷۳۳ |
| جانشینی اور تدفین | ۷۴۶ |
| وادی کے قریش ۔ شجرہ | ۷۵۶ |
| ماخذ و حوالہ جات | ۷۵۷ |

toobaa-elibrary.blogspot.com

# انتساب

اہلیہ مرحومہ (سعدیہ خاتون) کے نام

toobaa-elibrary.blogspot.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# پیش لفظ

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر بے شمار کتابیں دنیا کی مختلف زبانوں میں لکھی جا چکی ہیں۔ اس سلسلے میں بہترین تصانیف تو عربی، فارسی اور اُردو جیسی مشرقی زبانوں میں ہیں جو براہ راست اسلام کے زیرِ اثر اور مسلمانوں کے ہاتھوں پروان چڑھی ہیں، جب کہ مغربی زبانوں بالخصوص انگریزی میں سیرت کی اکثر کتابیں یا تو جاہلانہ انداز میں ہیں یا متعصبانہ جذبے کے تحت ہیں لہٰذا غیر مستند اور غیر معتبر ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ عیسائی ابھی تک نہ تو یہ بھولے ہیں کہ اسلام نے فلسطین کی فتح کے وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں دنیا کے اقتدار کی کنجی اپنے ہاتھوں میں لے کر عیسائیت کو صدیوں کے لیے عالمی اقتدار سے بے دخل کر دیا، نہ سلطان صلاح الدین ایوبیؒ کے ہاتھوں صلیبی جنگوں میں اپنی شکست فاش کو وہ فراموش کر سکے ہیں بلکہ اقتدار سے بے دخلی اور جنگ میں شکست کے انتقام لینے کا جذبہ تمام ذہنی وعلمی ترقیات کے باوجود آج بھی ایک بالکل جاہل اور وحشی قوم کی طرح تمام نسلی عیسائیوں کے دلوں میں یہودیوں ہی کے مانند موجزن ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب یورپ اور امریکہ کے اہلِ قلم اسلام اور آخری پیغمبرِ اسلامؐ کے موضوع پر اظہارِ خیال کرتے ہیں تو بالعموم قرآن کے لفظوں میں اُن کی زبانوں سے عداوت اور ان کے دلوں میں اس سے بھی بدتر جذبے کا اظہار ہوتا ہے۔

اسلام کے ساتھ سیرتِ رسولؐ کو جن مصنفین نے نشانۂ ستم بنایا ہے وہ سمجھتے ہیں کہ درحقیقت یہ رسولؐ کی سیرت ہی ہے جو ڈیڑھ ہزار سال تمام آفات و حوادث اور سیاسی نشیب و فراز کے باوجود مسلمانوں کے سوادِ اعظم کو ایک مرکز پر جمع کیے ہوئے ہیں، لہٰذا وہ مصنفین پوری عیاری کے

toobaa-elibrary.blogspot.com



ساتھ رسولؐ پر وحی کے نزول سے لے کر ان کے کردار تک پر حملہ کرتے ہیں۔ اس حملے کا مقصد اول تو عیسائیوں کو اسلام کے کہربائی اثر سے محفوظ رکھنا ہے، دوسرے خود مسلمانوں کو اپنے دین سے برگشتہ کرنا۔۔۔ چنانچہ جن انگریزی دانوں نے فقط مغربی زبانوں میں سیرتِ رسولؐ کا مطالعہ کیا ہے وہ دنیا کے بہترین انسانؐ کے متعلق طرح طرح کی غلط فہمیوں میں مبتلا ہیں۔

اس صورت حال میں مغربی اور انگریزی ماحول یا معاشرے کے پروردہ کسی مصنف سے یہ توقع نہیں کی جا سکتی کہ وہ دین اسلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت و شریعت کے ساتھ انصاف کر سکے گا۔ جو لوگ جان بوجھ کر حقائق کو مسخ کرتے ہیں ان کے علاوہ اگر کوئی شخص قدرے عقیدت یا حقیقت پسندی کے ساتھ بھی سیرت رسولؐ پر اظہار خیال کرتا ہے تو اس کی تحریر یا تقریر کے بارے میں یہ احتمال ہے کہ وہ خلوص کے ساتھ بعض غلط یا ناقص معلومات پر کم از کم جزوی طور سے مشتمل ہو۔ اس معاملے میں نو مسلم حضرات سے جو حسن ظن کیا جا سکتا ہے اس میں اس حقیقت کو مدنظر رکھنا چاہیے کہ وہ عیسائی معاشرے اور مغربی ماحول میں پروان چڑھنے کے سبب بعض ایسے میلانات کے شکار ہوں گے جن کے تحت ان سے کچھ خطائیں نادانستہ سرزد ہو جائیں۔

ایک انگریز نومسلم کی زیرِ نظر کتاب کو اسی نقطۂ نظر سے پڑھنا چاہیے۔ یقیناً مصنف نے اس کتاب میں بڑی محنت اور خلوص سے حقائق پیش کرنے کی کوشش کی ہے جو اکثر و بیشتر کامیاب ہے مگر بعض جگہ کتاب میں کچھ ایسی باتیں بھی ہو سکتی ہیں جو محلِ نظر ہوں۔ مثلاً وفات کے بعد رسول اللہؐ کی تدفین کے مقام کے متعلق جو لکھا گیا ہے کہ صحابہ کی غنودگی کے عالم میں ندائے غیب نے فیصلہ کیا وہ بہت معتبر نہیں ہے بلکہ احادیث کی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ رسولِ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے خود اپنی زندگی ہی میں اپنے مدفن کی طرف اشارہ کر دیا تھا۔ بہرحال یہ ایک عمدہ اور معیاری کتاب ہے جس کا مطالعہ دل چسپی سے خالی نہیں ہوگا۔

اس دل چسپی کے پیدا کرنے میں ایک بڑا حصہ اس کے اُردو ترجمے کا ہے جو ایک لائق صاحبِ قلم

toobaa-elibrary.blogspot.com



نے بڑی احتیاط اور صحت کے ساتھ کیا ہے۔ ترجمے میں سلاست، روانی اور شستگی ہے۔ انگریزی کتاب اُردو ترجمے میں پڑھنے سے یہ محسوس نہیں ہوتا کہ یہ ترجمہ ہے بلکہ اگر اس کو ترجمہ نہیں کہا جاتا تو اس کے اصل متن ہونے کا شبہ ہوتا۔ یہی ترجمے کی بڑی سے بڑی کامیابی ہے جو مترجم نے نمایاں طور پر اپنی علمی قابلیت اور ادبی صلاحیت کی بناء پر حاصل کی ہے۔ مجھے توقع ہے کہ عام اُردو قارئین سیرت رسولؐ پر ایک اچھی کتاب کا مطالعہ شوق سے کریں گے اور مصنف و مترجم دونوں کو داد دیں گے۔

عبدالمغنی۔ ۱۷ ستمبر ۱۹۸۹ء

پروفیسر کوارٹرس، سائنس کالج کیمپاؤنڈ پٹنہ ۵

toobaa-elibrary.blogspot.com



# مصنّف — مارٹن لنگس — ابوبکر سراج الدین

کسے خبر تھی کہ ارضِ مغرب کا ایک مسیحی نوجوان، فلسفہ اور ادبیات مغرب کے بحر کا شناور ہیں اس دور میں جب مغربی تہذیب، مغربی فلسفہ اور مغربی سائنس کا ستارہ اپنے نقطۂ عروج پر تھا اس کرۂ ارض کے ایک روشن ضمیر، ہادی برحق، سراپا خیر و برکت اور مجسم رحمت پیغمبر ﷺ کا گرویدہ و شیدائی بن جائے گا اور عیسائیت کو خیرباد کہہ کر اسلام کی شمع سے اپنے حریم دل کے طاق کو منوّر کرے گا۔

مارٹن لنگس سے ابوبکر سراج الدین تک ایک طویل ذہنی سفر ہے جو اس نوجوان نے بڑی خوش اسلوبی سے طے کیا ہے۔ لنکاشائر کے شہر برنیج (Burnage) میں ۱۹۰۹ء میں زندگی کی پہلی کرن سے ہم کنار ہونے والا یہ ذہین و دراک نوجوان ۱۹۳۰ء میں آکسفورڈ یونیورسٹی کے گریجویٹ اور انگریزی ادب کے ایک اسکالر کی حیثیت سے منصۂ شہود پر آیا اور درس و تدریس کے مشغلے میں منہمک ہوگیا۔ چند سال لتھوانیا کی یونیورسٹی آف کاناس میں انگریزی لسانیات کے شعبے سے منسلک رہا۔

۱۹۳۸ء میں پروفیسر رینے گینوں (شیخ عبدالواحد یحییٰ) کے وسیلے سے اسے اسلام کی روشنی حاصل ہوئی لیکن اس سے قبل اپنے مطالعہ و مشاہدہ کی بنا پر اس کے بیدار، حساس اور حقیقت رس دماغ نے زندگی کی سب سے بڑی صداقت ـــــ اسلام ـــــ تک رسائی حاصل کر لی تھی۔ ایمان و یقین کی اسی حرارت کے ساتھ مارٹن لنگس نے مصر کا سفر کیا اور قاہرہ یونیورسٹی میں انگریزی ادب کے استاد کی حیثیت سے ان کا تقرر ہوا۔ وہاں ایک عرصہ تک قیام کے دوران انھوں نے اسلامی تصوّف اور صوفیاء کے افکار کا گہرائی سے مطالعہ کیا۔ ۱۹۵۲ء میں وہ انگلینڈ واپس آگئے اور ایک بار پھر طالب علمانہ زندگی شروع کی اور لندن یونیورسٹی سے عربی میں ڈگری حاصل کی۔ تصنیف و تالیف

toobaa-elibrary.blogspot.com



کا سلسلہ جاری رہا اور مشرقی علوم و افکار کے ایک ممتاز اسکالر کی حیثیت سے پوری دنیا میں متعارف ہوگئے۔

۱۹۷۰ء میں برٹش میوزیم میں اورنٹل مخطوطات اور مطبوعہ کتب کے نگراں مقرر کیے گئے۔

۱۹۷۶ء میں ورلڈ آف اسلام نمائش کے مشیر کی حیثیت سے ان کا انتخاب ہوا۔

لنگس کے مزاج میں زاہدانہ استغنا اور صوفیانہ سیر چشمی کی خصوصیات ہیں۔ ان کے اندر انتھک کام کرنے اور انکشاف حقائق کے لیے مسلسل عرق ریزی کرنے کی صلاحیت موجود ہے۔ عربی زبان میں قدیم ترین اسلامی ماٰخذ کا انھوں نے باریک بینی سے مطالعہ کیا ہے۔ اور ان معمولی معمولی نکات پر بھی ان کی نظر جا کر ٹھہر گئی ہے جن سے بیشتر اہل علم بے خبری سے گزر گئے ہیں۔

لنگس نے دنیا کے مختلف ممالک کی وسیع پیمانے پر سیاحی کی ہے اور بہت سی اسلامی کانفرنسوں میں شرکت کر چکے ہیں۔ وہ رائل ایشیاٹک سوسائٹی کے فیلو، اس کی کونسل کے ممبر اور برٹش میوزیم سوسائٹی کے بھی ممبر ہیں۔ انگریزی زبان میں ان کی مطبوعات کی فہرست طویل ہے جس میں تصوف، ادب، قرآنی علوم، شاعری وغیرہ سے متعلق تصنیفات شامل ہیں۔ ان میں کئی کتابوں کے فرانسیسی، عربی اور اُردو میں تراجم ہو چکے ہیں۔ انھوں نے کئی مقالے انسائیکلو پیڈیا آف اسلام کے لیے تحریر کیے۔ انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا کے لیے صوفی ازم کے عنوان کے تحت ایک مبسوط مقالہ لکھا۔ کیمبرج یونیورسٹی کی ایک اہم تصنیف (Religion In The Middle East) کے لیے تصوف پر ایک باب تحریر کیا۔ اس کے علاوہ متعدد علمی جرائد کے لیے معیاری مقالات کی اچھی خاصی تعداد ان کے قلم سے منظر عام پر آئی۔

پیش نظر تصنیف "حیاتِ سرورِ کائنات" مارٹن لنگس کا شاہکار ہے جس میں ان کے علمی تعمق، سوز و گداز قلب اور سلیقۂ اظہار کے جلوے قاری کو مسحور کر لیتے ہیں۔ وہ انسانی مقدرات کو بدل دینے والی ایک کہانی، ایک دل موہ لینے والے طرز ادا اور حیرت میں ڈال دینے والی تفصیلات

toobaa-elibrary.blogspot.com



کے ساتھ بیان کرتے جاتے ہیں اور ہم اس کہانی کے مرکزی کردار کی انقلاب آفریں شخصیت کے والہ و شیدا ہوتے جاتے ہیں۔ لنگس نے اس تصنیف کے سلسلے میں آٹھویں نویں صدی عیسوی کے عربی مآخذ پر انحصار کیا ہے اور یہاں پہلی بار ہم ان نادر اقتباسات سے روشناس ہوتے ہیں جنھیں سیرت کے دیگر مصنفین نظر انداز کر گئے ہیں اور ان اقتباسات و تفصیلات سے لنگس غیر معمولی نتائج اخذ کرتے ہیں۔

ابوبکر سراج الدین (مارٹن لنگس) تصوف کے شیدائی اور صوفیا کے قدرشناس رہے ہیں اور اس موضوع پر یورپ کی علمی دنیا میں ان کی تحریریں سند کا درجہ رکھتی ہیں۔ عربی کتب کے ان کے انگریزی تراجم کی قطعیت و صحت پر تمام اہل علم نے ان کو داد دی ہے لیکن مجھے یقین ہے کہ وہ اپنے موجودہ شاہکار — حیاتِ سرورِ کائنات — کی بنا پر اس صدی کے انگریزی زبان کے ممتاز مصنف اور بلند پایہ سیرت نگار قرار دیے جائیں گے۔

(ڈاکٹر) سید عبدالباری

toobaa-elibrary.blogspot.com



# تصنیف

عام طور پر سیرت کے موضوع پر کسی تصنیف میں ابواب کی ترتیب کم و بیش اس قسم کی ہوتی ہے :

۱۔ زمانۂ ماقبل اسلام پر ایک نوٹ ۔

۲۔ قریش کے مختلف قبائل بالخصوص بنی ہاشم اور بنوامیہ کی باہمی رقابت کا اجمالی تذکرہ ۔

۳۔ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش، بچپن، والدین اور عزیز و اقارب ۔

۴۔ جوانی اور پھر رسالت سے پہلے اور بعد کے واقعات ۔

یا پھر آپ کے حالات زندگی اور دعوت اسلامی کی مزاحمت کی تفصیلات (ظلم و تشدد، غزوات، سیاسی اور فوجی کش مکش) کی الگ الگ منفرد اور مستقل بالذات ابواب کی شکل میں ترتیب ۔

ابواب کی اس قسم کی ترتیب میں سب کچھ الگ الگ خانوں میں بٹا ہوا ہوتا ہے۔ تاریخی ترتیب کے قائم رہنے کے باوجود حالات و واقعات اس طرح مربوط نہیں ہوتے کہ بعد میں آنے والی بات پہلی سے ابھرتی ہوئی معلوم ہو اور اس طرح پوری کتاب میں ایک تخلیق یا انشاء (Composition) کی حیثیت سے منطقی ترتیب کے لاینفک (Inherent Logical Order) فقدان کا احساس نہ پایا جائے ۔

پیش نظر تصنیف MOHAMMAD (Based on Earliest Sources) مصنفہ مارٹن لنگس (ابوبکر سراج الدین) کا وصف یہ ہے کہ اس کے مطالعہ سے ان کمیوں کا احساس نہیں ہوتا حالانکہ اس کے ابواب کچھ اس طرح پڑھے جاتے ہیں جیسے کہ ان کے موضوعات بالکل ایک دوسرے سے جدا ہوں گے مگر حقیقت میں وہ اس طرح مربوط ہیں کہ قاری کے لیے ایک دوسرے سے ابھرتے اور ارتقا پذیر ہوتے ہوئے معلوم ہوتے ہیں یوں کہ پوری کتاب رسول اللہ صلی اللہ

toobaa-elibrary.blogspot.com



علیہ وسلم کی زندگی اور ان کے اردگرد ہونے والی تبدیلیوں اور ان کے توسط سے معاشرے میں ہونے والے غیر معمولی انقلابات کی ایک مکمل اور جامع تصویر پڑھنے والے کے ذہن میں ابھرتی ہے۔

ابواب کے عنوانات بھی دوسری تصانیف کے مقابلے میں بڑی حد تک غیر روایتی دلکش، تجسس پیدا کرنے والے اور منفرد ہیں۔

ایک اور بات جو مجھے اس تصنیف کے مطالعے کے دوران محسوس ہوئی وہ یہ ہے کہ اس طرح کی دوسری کتابوں میں عموماً ان کے مصنفین چودہ صدی قبل کی عرب دنیا کے انسانوں کے ذہن، زندگی معاملات و واقعات کی تصویرکشی اور اس کا بیان کچھ اس زبان میں اور اس طرح کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں جیسے کہ وہ ہمارے دور کے لائق احترام بزرگوں کا تذکرہ کر رہے ہوں۔ قاری کو محسوس ہوتا ہے کہ اس دور کے اصل خط و خال عقیدت (جن کہ بلاشبہ وہ اس کے حق دار ہیں) کی دبیز تہ کے نیچے ڈھک گئے ہوں۔ ان کی شخصیت سے فطری رابطہ (جیسا کہ انسان اور انسان کے درمیان ہوتا ہے) استوار نہیں ہو رہا ہے۔ ایسا اس لیے ہوتا ہے کہ یہ مصنف بحیثیت تخلیق کار زمان و مکان (Time And Space) کی مناسبت سے اپنے آپ کو اس دور میں (Project) کر پانے کی صلاحیت نہیں رکھتے جس کا وہ بیان کر رہے ہیں اس طرح تاریخی فاصلے کی نفی یا اس کو مسخ کرنے (Distortion) کے جس عمل کا ارتکاب ہوتا ہے اس سے تخلیق کی حیثیت استناد مجروح ہوتی ہے اور اس کی یقین آفرینی، ثقاہت و صداقت کو نقصان پہنچتا ہے جو سیرت جیسے مہتم بالشان موضوع پر کسی تصنیف کے سلسلے میں ناقابل تلافی ہوتا ہے۔

مطالعے کے دوران اس تصنیف میں ایسی کسی کمی کا احساس نہیں ہوتا بلکہ مصنف نے زبان، بیان، کردار نگاری، حالات و واقعات کے بیان کو ہر لحاظ سے قاری کے لیے زیادہ سے زیادہ قابل یقین اور قابل قبول بنا دیا ہے۔ یہ بڑی حد تک اس لیے ممکن ہو سکا کہ بیانیہ

toobaa-elibrary.blogspot.com



جگہ جگہ استعمال کیے گئے مکالمے، زبان اور تخاطب کے لہجے (Ton of Narration) کے انداز کو کتاب میں اس طرح برتا گیا ہے کہ وہ انسانی تہذیب کے اس دور کے انسانوں کے ذہن، زبان اور مزاج سے ہم آہنگ ہو۔

مصنف کا یہ طریقۂ کار جہاں قاری کو اشخاص و واقعات کو ان کے صحیح تاریخی تناظر میں رکھ کر جاننے اور سمجھنے میں مدد دیتا ہے وہیں بحیثیت ایک تخلیق کے اس تصنیف کے درجۂ استناد و اعتماد (Credibility And Authenticity) کو بڑی حد تک بڑھا دیتا ہے۔ اس طرح قاری کے ذہن پر اس کتاب کی اثر اندازی (Impact) میں یقیناً قابلِ قدر اضافہ ہوتا ہے۔

بلا شبہ اپنے موضوع پر یہ ایک ممتاز و منفرد تصنیف ہے!

سید خالد قادری
(استاذ شعبۂ انگریزی، عثمانیہ یونیورسٹی)
نشیمن۔ سید علی گوڑہ۔ حیدر آباد دکن۔

toobaa-elibrary.blogspot.com



# ترجمہ — کیوں اور کیسے؟

سیرت کے موضوع پر دنیا کی مختلف زبانوں اور ماضی کے مختلف ادوار میں اشاعت یافتہ مومنین ومعاندین اہل قلم کی حدِ شمار سے باہر تصانیف کے علاوہ خود اُردو زبان میں بلند پایہ مصنفین کی ضخیم، مستند، مبسوط اور حوالہ جاتی اہمیت رکھنے والی تصانیف موجود ہیں۔ اس کے باوجود انگریزی زبان میں ایک انگریز نومسلم کی تصنیف کا آئندہ صفحات میں پیش کیا جانے والا ترجمہ کس ضرورت کی تکمیل کرتا ہے اور اپنا کیا جواز رکھتا ہے اس سوال کا جواب دینا مترجم کی حیثیت سے میری ذمہ داری ہے۔ ایجاز واختصار کے ساتھ جواب درج ذیل ہے۔

میرے نزدیک اپنے موضوع پر یہ ایک منفرد تصنیف ہے۔ اس کا امتیاز یہ نہیں ہے کہ یہ ایک ضخیم، مبسوط، ناقدانہ اور سیرت سے متعلق مہمات مسائل ومباحث سے تفصیلی اور سیر حاصل بحث کرنے والی تحقیقی تصنیف ہے۔ نہ مصنف کا یہ ادّعا ہے اور نہ اس نے قاری کو یہ تأثر دینا چاہا ہے۔

سیرت کے قدیم ترین ابتدائی مآخذ اور روایات احادیث کی مدد سے مصنف نے ایک سرزمین، ایک سماج اور تاریخ انسانی کے عظیم ترین انقلاب کی ایک ایسی کہانی سنائی ہے جس میں سارے کردار وواقعات سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد گردش کرتے ہیں۔ آپ ہی کی شخصیت اور حیات کہانی کا مرکز ومحور ہے۔

اس تصنیف کا امتیاز یہ ہے کہ اس کا مطالعہ قاری کے لیے قابل قبول ہی نہیں جاذب توجہ بھی ہے۔ اپنے اسلوب کے اعتبار سے اُردو میں کوئی تصنیف اس کے کچھ قریب پہنچتی ہے تو وہ مولانا منظور حسین ماہر القادری مرحوم کی "دُرِ یتیم" ہے لیکن والہانہ انداز بیان اور شاعرانہ زبان نے اس کو ایک ایسی کہانی نہیں بننے دیا ہے جس میں مصنف ایک فریق نہ معلوم

toobaa-elibrary.blogspot.com



ہو بلکہ کہانی خود اثر انداز ہو کر دل ودماغ کے دریچے روشن کرتی جائے۔

یہ بات نوٹ کرنے کی ہے کہ اس کے باوجود کہ مصنف ہر شک وشبہے سے بالاتر ایک مخلص صوفی منش، کتاب وسنت کا وسیع وعمیق علم رکھنے والے مسلمان ہیں انھوں نے سرورق اور خاتمۂ کلام کے سوا رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے نام نامی کے ساتھ صلوٰۃ وسلام کے الفاظ اور صحابۂ کرام کے اسمائے گرامی کے ساتھ احترام وعقیدت کے کلمات پوری کتاب میں کہیں استعمال نہیں کیے ہیں۔ یہ نہ امر اتفاقی ہے اور نہ بالقصد اُس احترام کی بجا آوری سے اِبا وانحراف جو لازمی تقاضائے ایمان ہے۔ غالباً مصنف کے پیش نظر مسلمان قارئین ہی نہیں اپنے ہم وطن اور ہم زبان غیر مسلم قارئین خاص طور پر تھے۔ انھوں نے اپنے عقیدہ وعقیدت کو کہانی کا حصہ بنائے بغیر ایک ایسی کہانی سنائی ہے جو فطری طور پر اثر پذیر بھی ہوتی ہے، جس سماج میں خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اس کی بے کم وکاست ہو بہو سچی تصویر بھی ہے، دلکش بھی ہے، اور یقین آفریں بھی۔

اس تصنیف کا امتیاز یہ بھی ہے کہ ایک جلد اور مختصر حجم میں مصنف نے ایک پورے سماج اور اس کے بے شمار افراد کے ذہن وضمیر میں رونما ہونے والے تغیر کی تصویر سجا دی ہے۔ جزئیات کا جیسا استقصا اور قبائلی رشتوں کی جیسی تفصیلات اس تصنیف میں ملتی ہیں قدیم ترین سیرت نگاروں کی تصانیف کے سوا اردو کی کسی مبسوط ترین تصنیف میں بھی مشکل سے ملیں گی۔ اشخاص وواقعات کے ضمن میں مصنف کا تجزیہ وتبصرہ بہت باوزن، عالمانہ اور فکر انگیز ہے۔

جیسے جیسے کہانی آگے بڑھتی ہے بدلتا ہوا سماج اور فرشتگان سماوی نہیں ہر نوع کی کمزوریاں رکھنے والے بدلتے ہوئے افراد ابھر کر سامنے آتے جاتے ہیں اور کہانی ختم ہونے تک یہ انقلاب عظیم ایک نارمل تغیر معلوم ہونے لگتا ہے جو کسی انسانی سماج میں سیرت سرور کائنات

toobaa-elibrary.blogspot.com


کے حوالے اور دعوت اسلامی کی طاقت ور اور ہمہ گیر اثر انگیزی کے ذریعہ انسانی تمدن کے کسی بھی مرحلے پر ہمیشہ برپا ہو سکتا ہے۔ یہ یقین آفرینی ہی اگر اس تصنیف کے مطالعے کا حاصل ہو تو کسی درجے میں بھی کامیاب اس کے اُردو ترجمے کی قدر و قیمت اور جواز سے کون انکار کر سکتا ہے؟

ترجمہ کا فیصلہ فی الواقع ایک لمحاتی اور جذباتی فیصلہ تھا۔ ہر چند کہ مشکلات کے شعور سے خالی نہ تھا اس لیے کہ انگریزی سے ترجمے کا قدرے تجربہ پہلے سے تھا لیکن اہلیہ مرحوم کے سانحۂ ارتحال کے اثرات مابعد کا سامنا کرنے کے لیے شدید اور مرکوز ذہنی مصروفیت ضروری تھی جو ایسی ہو کہ اس سے علامہ شبلی مرحوم کے الفاظ میں خاتمہ بالخیر ہونے کی آس بھی لگائی جا سکے۔ اس ترجمے کی مشغولیت ہر دو مطالبات پورے کر سکے گی۔ حق ناشناسی ہو گی اگر میں مصنف علام کا شکر گزار نہ ہوں جنھوں نے ترجمے کی اجازت مرحمت فرمائی ۔۔۔ میرے علم و اطلاع میں برصغیر کے اس حصے میں کوئی اور اس تصنیف کا ترجمہ نہیں کر رہا ہے اور نہ ترجمے کی اشاعت میری جانب سے اسی حصے کے لیے مخصوص ہو گی جیسا کہ اصل تصنیف کی پاکستان کے لیے ہے۔ میں سہیل عمر صاحب کا بھی ممنون ہوں کہ انھوں نے تصنیف کا تازہ ترین ایڈیشن ہدیۃً بلا تاخیر مہیا فرما کر بارِ غم کو ہلکا کرنے میں بروقت میری مدد فرمائی۔

فیصلے پر عمل شروع کر دیا گیا۔ ابتداءً ترجمہ قلم برداشتہ تھا۔ نظر ثانی کا مرحلہ بعد میں آیا۔ سترؔ ابواب تک پہنچا تھا کہ دورۂ قلب کے حملے نے معذور اور بستر گزیں بنا دیا۔ قدرے نقاہت کم ہوئی بھی تو بس اتنا ہو سکا کہ میں ترجمہ املا کرا دوں۔ ترجمہ نظر ثانی کے بعد تکمیل کے مراحل تک پہنچ ہی نہ پاتا اگر عزیزی کمال الدین خاں صاحب کا مخلصانہ اور سعادت مندانہ تعاون مجھے حاصل نہ ہوتا۔ جتنا کا بیشتر حصہ انھیں کی تحریر ہے۔ میں رسمی شکریے سے ان کے اخلاص اور اپنی منت پذیری کو آلودہ نہیں کرنا چاہتا۔ دعا کرتا ہوں کہ قادرِ مطلق انھیں اس کارِ خیر میں تعاون کے اجر سے بہرہ ور فرمائے۔

ترجمے کی صحت و معیار کے بارے میں پروفیسر عبدالمغنی صاحب کی رائے انگریزی سے ترجمہ کرنے والے کسی شخص کے لیے سند ہو سکتی ہے کہ وہ خود انگریزی کے استاد اور انگریزی اور اُردو

toobaa-elibrary.blogspot.com



کے معروف صاحبِ قلم ہیں۔ انھوں نے پیش لفظ تحریر فرمانے کی زحمت گوارا فرمائی۔ میں ان کا ممنون ہوں۔

ڈاکٹر سید عبدالباری صاحب نے میری ہمت اور حوصلے کو مہمیز کرتے رہنے کا اگر مستقل معمول نہ بنالیا ہوتا تو کمال الدین خاں صاحب کے تعاون کے باوجود ترجمہ مکمل نہ ہو پاتا۔ اشاعت کی ضمانت بھی ان کی رضا کارانہ مساعی ہی ہیں۔ میں عزم وہمت سے عاری اور معذور انسان ہوں جنگ و دو کا حریف نہیں ہو سکتا۔ مصنف کے بارے میں ان کا ایک سیر حاصل پر از معلومات مقالہ ترجمے کی اشاعت سے ان کی ذاتی دل چسپی کی واضح شہادت بھی ہے اور لطف خاص بھی۔

تصنیف کے بارے میں نورِ چشم سید خالد قادری سلمہ کے تاثرات اور ان کی جانب سے تصنیف کی انفرادیت کے محض بنیادی پہلوؤں کی اپنے انداز میں نشان دہی ان کے اپنے مطالعے کا نتیجہ ہے۔ مجھے طمانیت بہم پہنچی کہ انھوں نے کتاب کا مطالعہ دقتِ نظر کے ساتھ اپنے طور پر کیا اور اس کی قدر و قیمت کا جو تعین (Evaluation) کیا وہ بہر حال وزن رکھتا ہے۔

میں نے کوشش کی ہے کہ ترجمے کی سطح اور معیار دو مختلف زبانوں کے مزاج (Temper) اور روزمرہ کو نظر انداز کیے بغیر اصل سے قریب تر رہ سکے۔ مجھے کس حد تک کامیابی ہو سکی ہے قارئین کو اس کا فیصلہ کرنا ہے مجھے نہیں۔ وما توفیقی الا باللہ!

**سید معین الدین احمد قادری**

سعدیہ منزل، سروار روڈ، سول لائن۔ سلطان پور (۲۲۸۰۰۱)

۱۲ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۰ھ ([illegible])

toobaa-elibrary.blogspot.com



لَقَدْ
كَانَ لَكُمْ فِیْ
رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ

سورۃ الاحزاب: ۲۱

درحقیقت تم لوگوں کے لیے اللہ کے رسولؐ میں بہترین نمونہ ہے

toobaa-elibrary.blogspot.com



## باب - ۱

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# سب سے پہلا وہ گھر خدا کا
# بیت اللہ

(بائبل کی) کتاب پیدائش ہمیں بتاتی ہے کہ ابراہیم علیہ السلام لاولد تھے۔ اولاد کی کوئی اُمید (آئندہ بھی) نہ تھی کہ ایک رات خدا نے انھیں ان کے خیمے کے باہر بلایا اور فرمایا: "اب آسمان کی طرف نگاہ کر اور اگر تو ستاروں کو گن سکتا ہے تو کر ان کا شمار" اور جب ابراہیم نے ستاروں پر نگاہ جمائی تو پھر آواز سنائی دی "ایسی ہی ہوگی تیری اولاد" (لاتعداد اور بےشمار)۔[1]

toobaa-elibrary.blogspot.com



حضرت ابراہیمؑ کی اہلیہ سارہؓ کی عمر اس وقت ۷۰ سال تھی اور خود وہ پچاسی سال کے ہو رہے تھے۔ سارہؓ نے اپنی مصری کنیز ہاجرہؓ پر ان کو اختیار دے دیا تھا کہ اس کو اپنی دوسری بیوی بنا لیں لیکن مالکہ اور کنیز میں رنجش ہو گئی اور سارہؓ کی خفگی سے ڈر کر ہاجرہؓ گھر سے چل دی اور اس نے رو کر اللہ کو پکارا۔ خدا نے اس کی طرف ایک فرشتہ بھیجا جس نے یہ بشارت دی "میں تیری اولاد کو اتنا بڑھاؤں گا کہ اس کی گنتی نہ ہو سکے گی"۔ فرشتے نے یہ بھی کہا "دیکھ تو حاملہ ہے تو ایک بیٹا جنے گی اس کا نام اسمٰعیل رکھنا۔ اس لیے کہ خداوند نے تیرا دکھ سن لیا"۔ تب ہاجرہؓ ابراہیمؑ اور سارہؓ کے پاس لوٹ آئی اور فرشتے کی باتیں انھیں بتائیں۔ پھر جب بیٹے کی پیدائش ہوئی تو ابراہیمؑ نے اس کا نام اسمٰعیل رکھا جس کا مطلب ہے "اللہ ضرور سنے گا"۔

بچہ تیرہ سال کا ہوا تو ابراہیمؑ سو سال پورے کر رہے تھے اور سارہؓ کی عمر نوے سال ہو چکی تھی اور خدا پھر ابراہیمؑ سے ہمکلام ہوا اور انھیں بشارت دی کہ سارہؓ سے بھی ان کے ہاں ایک بیٹا ہوگا اس کو اسحٰق کہہ کر پکارنا۔ اس ڈر سے کہ دوسرے بیٹے کی پیدائش سے بڑا بیٹا خدا کی نگاہِ عنایت سے محروم نہ ہو جائے، ابراہیمؑ نے دعا کی "کاش اسمٰعیل تیرے حضور جیتا رہے"۔ خدا نے فرمایا "اسمٰعیل کے حق میں تیری دعا میں نے سن لی۔ دیکھ میں اس کو برکت دوں گا اور میں اس کو بڑی قوم بناؤں گا لیکن میں اپنا عہد اسحٰق سے باندھوں گا جو اگلے سال اسی وقتِ معین پر سارہؓ سے پیدا ہوگا"۔

سارہؓ نے اسحٰق کو جنم دیا اور خود رضاعت کی۔ جب بچے کی شیر خوارگی کا زمانہ ختم ہوا تو بی بی سارہؓ نے ابراہیمؑ سے کہا "اب ہاجرہؓ اور اس کا بچہ اس گھر میں نہیں رہیں گے"۔ ابراہیمؑ یہ سن کر بہت دکھی ہوئے۔ اسماعیل سے ان کو بڑی محبت تھی لیکن پھر خدا نے ان سے کلام کیا اور ان سے کہا کہ سارہؓ کی تجویز پر عمل کریں اور ملول نہ ہوں اور پھر اپنا وعدہ دہرایا کہ اسمٰعیل کو برکت دی جائے گی۔

toobaa-elibrary.blogspot.com



مشیت الٰہی کا فیصلہ تھا کہ ابراہیم علیہ السلام دو عظیم قوموں کے مورثِ اعلیٰ ہوں۔ دو بڑی قومیں یعنی دو ہدایت یافتہ قوتیں دو وسیلے جن کے ذریعے آسمانی ارادہ روبعمل آئے۔ کیونکہ خدا برکت کے طور پر کسی ایسی شے کا وعدہ نہیں کرتا جو سر تا سر آلودگی ہو، نہ اللہ کی نگاہ میں روحانی عظمت کے سوا عظمت کا کوئی مفہوم ہے۔ (اسمٰعیلؑ کے لیے برکت دیے جانے کا وعدہ اپنی حقیقت کے اعتبار سے عظمت روحانی عطا کیے جانے کا وعدہ تھا) چنانچہ ابراہیمؑ دو چشموں کا سرچشمہ اور منبع ہوئے جن کو ایک دوسرے کے ساتھ مل کر نہیں رواں ہونا تھا بلکہ ہر ایک کی اپنی راہ الگ رہنی تھی۔ انھوں نے ہاجرہؑ اور اسمٰعیلؑ کو اللہ کی رحمت کے حوالے کیا اور فرشتوں کی امان میں دیا، اس یقین کے ساتھ کہ سب کچھ ان دونوں کے حق میں بہتر ہوگا۔

دو روحانی دھارے، دو اذیان، دو دنیائیں، دونوں اللہ کی، دو دائرے اس لیے دو مرکز۔ کوئی مقام کسی کے چاہنے سے مقدس نہیں بن جاتا۔ تقدس کا فیصلہ آسمان پر ہوتا ہے۔ حضرت ابراہیمؑ کے مدار میں دو مقدس مراکز تھے ان میں سے ایک تو قریب ہی تھا دوسرے کا شاید انھیں علم نہ تھا اور کنعان کے جنوب، اونٹ کے سفر سے چالیس دن کی مسافت پر عرب کی ایک بے آب و گیاہ وادی میں یہ دوسرا ہی مرکز تھا۔ ہاجرہؑ اور اسمٰعیلؑ کو جس کی راہ دکھائی گئی۔ اس وادی کو بکّہ کے نام سے پکارا گیا۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ یہ نام اس لیے پڑا کہ یہ ایک تنگ وادی ہے۔ سب طرف پہاڑوں سے گھری ہے۔ البتہ تین درّے ہیں۔ ایک شمال میں، ایک جنوب میں اور ایک بحر احمر کی سمت۔ بحر احمر یہاں سے جانب مغرب پچاس میل کے فاصلے پر ہے۔ صحائف سے پتا نہیں چلتا کہ ہاجرہؑ اور ان کا بیٹا کیسے بکّہ پہنچے۔ شاید کچھ مسافروں نے ان کی دیکھ بھال کی ہو۔ (یہ بات اس لیے قرین قیاس ہے کہ) یہ وادی ایک بڑے کاروانی راستے پر واقع تھی۔ اس راستے کو کبھی کبھی "جادۂ خوشبو" بھی اس لیے کہا جاتا تھا کہ بخورات، عطریات اور اس قسم کے دوسرے تجارتی سامان

toobaa-elibrary.blogspot.com



تجارت عرب کے جنوبی حصے سے بحیرۂ روم کے ساحل تک اسی راستے سے لائے جاتے تھے اور اس میں شک نہیں کہ جوں ہی یہ مقام آیا ہاجرہؑ کو غیب سے اشارہ ملا کہ قافلے کا ساتھ چھوڑ دیں (وہ یہاں رک گئیں۔ قافلہ آگے بڑھ گیا) کچھ ہی دیر ہوئی تھی کہ ماں بیٹے دونوں پر پیاس کی شدت کا غلبہ ہوا۔ تشنگی ایسی غالب تھی کہ ہاجرہؑ کو یوں لگا کہ اسمٰعیل دم توڑ رہے ہیں۔ ان کی بعد کی نسل میں جو روایات مشہور تھیں ان کے مطابق وہ ریت پر نڈھال پڑے خدا سے فریاد کر رہے تھے اور ان کی ماں ایک قریبی ٹیلے کے دامن میں واقع ایک چٹان پر حیران کھڑی ہر سمت نگاہ دوڑا رہی تھیں کہ کہیں سے مدد ملنے کی کوئی صورت نظر آجائے۔ کوئی دکھائی نہ پڑا تو وہ تیزی سے ایک دوسرے مقام پر جا کھڑی ہوئیں جہاں سے دور تک نگاہ دوڑائی جا سکتی تھی لیکن وہاں سے بھی ایک متنفس تک نظر نہ آیا۔ نیم بدحواسی کے عالم میں انھوں نے دونوں مقامات کے درمیان سات چکر کاٹے۔ ساتویں چکر کے خاتمے پر جب وہ تھک کر مقابل کی چٹان پر ذرا دم لینے بیٹھی تھیں کہ فرشتے نے انھیں آواز دی۔ کتاب پیدائش کے الفاظ میں:

"اور خدا نے اس لڑکے کی آواز سنی اور خدا کے فرشتے نے آسمان سے ہاجرہ کو پکارا اور اس سے کہا اے ہاجرہ تجھ کو کیا ہوا؟ مت ڈر کیوں کہ خدا نے اس جگہ سے جہاں لڑکا پڑا ہے اس کی آواز سن لی ہے۔ اٹھ اور لڑکے کو اٹھا اور اسے اپنے ہاتھ سے سنبھال کیوں کہ میں اس کو ایک بڑی قوم بناؤں گا پھر خدا نے اُس کی آنکھیں کھولیں اور اس نے پانی کا ایک کنواں دیکھا؟" ۵

یہ پانی دراصل ایک چشمے کا تھا جو اسمٰعیلؑ کی ایڑی کی رگڑ کے نتیجے میں بہ حکم الٰہی ریت سے ابل پڑا تھا۔ اس کے بعد پانی کی انتہائی خوبی اور بہتات کے سبب یہ وادی جلد ہی قافلوں کا پڑاؤ بن گئی اور کنوئیں کا نام زمزم پڑ گیا۔

جہاں تک کتاب پیدائش کا تعلق ہے یہ اولاد ابراہیمؑ کی دوسری شاخ کا نہیں اسحٰقؑ اور اولاد اسحٰقؑ کا صحیفہ ہے۔ اسمٰعیلؑ کے بارے میں کتاب پیدائش ہمیں بتاتی ہے:

toobaa-elibrary.blogspot.com



"اور خدا اس لڑکے کے ساتھ تھا اور وہ بڑا ہوا اور بیابان میں رہنے لگا اور تیرانداز بنا۔"[۶]
اس کے بعد اس کتاب میں شاذونادر ہی کہیں ان کا ذکر ملتا ہے، سوا یہ خبر دینے کے کہ اسمٰعیلؑ اور اسحٰقؑ دونوں بھائیوں نے مل کر اپنے باپ کو حبرون میں دفن کیا اور چند برس بعد ایسو نے اپنی رشتہ دار اسمٰعیلؑ کی بیٹی سے نکاح کیا؛ تاہم اسمٰعیلؑ اور ان کی ماں کی بالواسطہ مدح و ثنا زبور میں وارد ہوئی ہے۔ آغاز یوں ہوتا ہے: "اے لشکروں کے خداوند تیرے مسکن کیا ہی دلکش ہیں!" اور زبور میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ وادی سے ان کا گزرنا زمزم کے معجزے کا سبب بنا: "مبارک ہے وہ آدمی جس کی قوت تجھ سے ہے جس کے دل میں ان کے طور طریقے ہیں جو وادی بکہ سے گزر کر اس کو چشمہ زار بنا دیتے ہیں۔"[۷]
ہاجرہؑ اور اسمٰعیلؑ (مرضی الٰہی کے مطابق) اپنی منزل پر جس زمانے میں پہنچے اس کے بعد بھی ابھی ابراہیم علیہ السلام کو پچھتر سال اور جینا تھا۔ وہ بیٹے سے ملنے اس پاک جگہ تشریف لے گئے جس کی جانب راشارۂ غیبی کے ذریعے، ہاجرہؑ کی رہنمائی کی گئی تھی۔ قرآن ہمیں بتاتا ہے کہ خدا نے چاہِ زمزم کے قریب ان کو ٹھیک وہ جگہ بھی دکھا دی جہاں انھیں اور اسمٰعیلؑ کو ایک حرم تعمیر کرنا لازم تھا۔ انھیں یہ بھی بتا دیا گیا کہ تعمیر کے سلسلہ میں کس طرز کو ملحوظ رکھنا واجب ہوگا۔ اس کا نام کعبہ اس کی شکل کے سبب ہے جو قریب قریب مکعب نما ہے۔ اس کے چاروں کونے قطب نما کی چار سمتوں (مشرق، مغرب، شمال، جنوب) کے رخ ہیں۔ (اس عمارت کا تقدس اپنی جگہ پر) لیکن اس مقدس مقام میں مقدس ترین شے ایک آسمانی پتھر ہے جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ پاس کی ابوقبیس کی پہاڑی سے ایک فرشتہ ابراہیم علیہ السلام کے پاس لایا تھا۔ زمین پر آنے کے بعد سے اب تک یہ پتھر وہیں محفوظ رکھا گیا تھا۔ "جنت سے جب یہ نیچے آیا تھا تو دودھ سے زیادہ سفید تھا لیکن ابنائے آدم کے گناہوں نے اس کو حجرِ اسود (کالا پتھر) بنا دیا۔"[۹] اس سیاہ پتھر کو انھوں نے کعبہ کے مشرقی گوشے میں چن دیا اور جب حرم کی تعمیر مکمل ہوگئی تو خدا نے ابراہیمؑ سے پھر کلام کیا اور انھیں ہدایت

toobaa-elibrary.blogspot.com



کی کہ بکہ ـــــ یا مکہ وہ نام جس سے بعد میں اس نے شہرت پائی ـــــ کی جانب حج کے مناسک کو رواج دیں: "میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور قیام و رکوع و سجود کرنے والوں کے لیے پاک رکھو اور لوگوں کو حج کے لیے اذنِ عام دے دو کہ وہ تمھارے پاس ہر دور دراز مقام سے پیدل اور اونٹوں پر جنھیں بُعدِ مسافت نے لاغر کر دیا ہو سوار آئیں گے"

یہ ہوا کہ ہاجرہؑ نے ابراہیم علیہ السلام کو مدد کی جستجو میں اپنی بھاگ دوڑ کا حال بتایا تھا چنانچہ انھوں نے اس عمل کو کہ حاجی سات بار صفا اور مروہ ـــــ "جن دو ٹیلوں کے درمیان ہاجرہ علیہا الصلوٰۃ والسلام نے چکر کاٹے تھے ان کا اب یہی نام پڑ گیا تھا" ـــــ کے درمیان سعی کریں مناسک حج کا حصہ بنا دیا۔

اور بعد میں حضرت ابراہیمؑ نے دعا کی، شاید کنعان پہنچنے پر۔ گرد و پیش گیہوں اور اجناس کے لہلہاتے کھیتوں اور شاداب چراگاہوں پر نگاہ ڈالتے ہوئے:

"پروردگار! میں نے ایک بے آب و گیاہ وادی میں اپنی اولاد کے ایک حصے کو تیرے محترم گھر کے پاس لا بسایا ہے۔ پروردگار! یہ میں نے اس لیے کیا ہے کہ یہ لوگ یہاں نماز قائم کریں لہٰذا تو لوگوں کے دل کو ان کا مشتاق بنا اور انھیں کھانے کو پھل دے شاید کہ یہ شکر گزار بنیں۔"

---

## حوالہ جات، حواشی، تشریحات

۱۔ بائبل ۱۵: ۵

۲۔ ۱۶: ۱۱۔۱۰

۳۔ حضرت ابراہیمؑ کی اس بادشاہ مصر نے نہایت قدر و منزلت کی اور جب وہ وہاں سے وطن کو واپس ہوئے تو اس نے اپنی بیٹی ہاجرہؑ کو بھی ساتھ کر دیا تاکہ اسی نیک خاندان میں اس کی تربیت ہو۔ ہاجرہؑ کو صرف یہی شرف حاصل

toobaa-elibrary.blogspot.com



نہیں کہ وہ شہزادی ہیں بلکہ توراۃ سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا کے یہاں ان کا درجہ بالاتر تھا۔ کتاب پیدائش ۱۱:۱۸ سے واضح ہے کہ خدا کے فرشتے ہاجرہ کے سامنے خود آتے اور خدا کا حکم اسے پہنچایا کرتے تھے مگر سارہ کے سامنے کبھی کوئی فرشتہ نہیں آیا۔ (رحمۃ للعالمین قاضی محمد سلیمان منصور پوری ج ۲ ص ۲۵ ح ۱) اضافہ مترجم

۴۔ ۱۷ : ۱-۲۰

۵۔ ۲۱ : ۲۰-۱۷

۶۔ حوالہ سابق

۷۔ زبور ۸۴ : ۶-۵

۸۔ ۲۲ : ۲۶

۹۔ ترمذی : ۷۰ ۹م

۱۰۔ ۲۲ : ۶-۷

۱۱۔ ۱۴ : ۳۷

toobaa-elibrary.blogspot.com



باب-۲

# نقصانِ عظیم

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا مستجاب ہوئی اور عرب کے تمام حصوں اور بیرون عرب سے روز افزوں تعداد میں جو زائرین حرم پاک کی زیارت کو آتے ان کے ذریعے قیمتی ہدایا اور تحائف برابر مکہ پہنچنے لگے۔ اصل حج تو سال میں ایک ہی بار ہوتا تھا لیکن کعبے کی تکریم کے لیے چھوٹا حج (عمرہ) سال کے کسی بھی حصے میں ہو سکتا تھا۔ یہ مناسک انھیں ضابطوں کے مطابق جو حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ نے مقرر کیے تھے۔ جوش اور عقیدت کے ساتھ ادا کیے جاتے رہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com



اولادِ اسحاقؑ بھی ایک ایسی عبادت گاہ کی حیثیت سے جو حضرت ابراہیمؑ کے ہاتھوں تعمیر ہوئی تھی کعبے کا احترام بجالاتی تھی۔ ان کی نگاہ میں اس کی حیثیت رب العزت کے معبدوں میں سے ایک دورافتادہ معبد کی تھی۔ پھر جوں جوں صدیاں گزرتی رہیں توحید خالص میں شرک کی آلودگی بڑھتی گئی۔ یہ صورت حال اس طرح پیش آئی کہ اولادِ اسماعیلؑ کی تعداد میں گزرتی ہوئی صدیوں کے دوران اتنا اضافہ ہوگیا کہ مکہ کی وادی میں ان کی سکونت کی گنجائش نہ رہی۔ جو لوگ مکہ چھوڑ کر دوسری جگہ سکونت اختیار کرنے نکلے وہ اپنے ساتھ حرم کے پتھر لیتے گئے، اور انھیں کے حوالے سے (اپنی نئی رہائش گاہ میں) رسوم ادا کرنے لگے۔ بعدازاں ہمسایہ بت پرست قبائل سے اثر پذیری کے نتیجے میں ان پتھروں کے ساتھ (جو ابھی تک محض یادگار کی حیثیت رکھتے تھے) بتوں کا اضافہ ہوتا گیا۔ بالآخر یہ معمول بن گیا کہ یہ لوگ حج و زیارت کے لیے مکہ آتے تو اپنے ساتھ پتھروں کو بھی لے آتے اور ہمسایہ بت پرست قبائل سے حاصل کردہ بتوں کو بھی ـــــ اور ان کو کعبہ میں نصب کر دیتے۔ یہ وہ مرحلہ تھا جب یہودیوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تعمیر کردہ عبادت گاہ کی زیارت ترک کر دی ہے

بت پرستوں کا دعویٰ تھا کہ ان کے بت وہ قوتیں ہیں جو انسان اور خدا کے مابین واسطہ کا کردار ادا کرتی ہیں۔ اس عقیدے کے نتیجے میں وہ بتدریج خدا سے دور ہوتے گئے اور خدا سے ان کا راست تعلق کم سے کم تر ہوتا گیا اور وہ خدا سے جتنا دور ہوتے گئے آنے والی دنیا (آخرت) کے حقیقت ہونے کا احساس ان کے اندر ماند پڑتا گیا۔ یہاں تک کہ ان میں سے بہت سے لوگوں کا ایمان ہی حیات بعد الموت (مرنے کے بعد کی زندگی) پر سے اٹھ گیا لیکن انھیں کے درمیان کچھ ایسے لوگ بہرحال موجود تھے جو آخرت کی توجیہ کر سکتے تھے (آخرت کا عقلی وجوب دنیوی زندگی کے منطقی نتیجے کے طور پر ثابت کر سکتے تھے) ان کے نزدیک واضح شہادت اس بات کی موجود تھی کہ وہ حق سے دور جا پڑے ہیں۔

اب ان کی رسائی چاہ زمزم تک نہ تھی۔ وہ یہ تک بھول گئے تھے کہ فی الحقیقت وہ ہے

toobaa-elibrary.blogspot.com



کہاں۔ اس صورت حال کی راست ذمہ داری قبیلہ جُرہُم کے لوگوں پر تھی جو یمن سے آئے تھے۔ وہ مکّہ کے کرتا دھرتا بن بیٹھے تھے اور اولادِ ابراہیمؑ نے ان کی اس کارروائی کو اس لیے گوارا کر لیا تھا کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی دوسری اہلیہ قبیلہ جُرہُم کی قرابت دار خاتون تھیں لیکن ایک وقت آیا کہ اس قبیلے کے لوگ ہر قسم کی ناانصافی پر اتر آئے جس کے باعث آخر کار ان کو نکال باہر کیا گیا۔ جانے سے پہلے انھوں نے چاہ زمزم کو پاٹ کر زمین کے نیچے دفن کر دیا۔ اس میں شبہ نہیں کہ یہ حرکت انھوں نے انتقامی کارروائی کے طور پر کی تھی لیکن یہ احتمال بھی ہے کہ ان کو امید رہی ہو کہ وہ کبھی نہ کبھی واپس آئیں گے اور اس کنوئیں میں مدفون خزانے سے اپنا گھر بھر لیں گے۔ اسی غرض سے انھوں نے وہ سارا خزانہ جو تحائف، ہدایا اور نذرانے کی شکل میں خانہ کعبہ کے اندر مدت الایام سے ڈھیر چلا آ رہا تھا اس کنوئیں میں پوشیدہ کر کے اس کو ریت سے ڈھک دیا تھا۔ (کہ جب کبھی واپس آئیں گے تو برآمد کر لیں گے)

ان کے (جُرہُم) بعد قبیلہ خزاعہ نے مکّے کا اقتدار سنبھالا۔ یہ ایک عرب قبیلہ تھا جو اولادِ اسمٰعیلؑ سے تھا اور ترک وطن کر کے یمن چلا گیا تھا۔ بعد ازاں شمال کی جانب واپس آ گیا۔ لیکن قبیلہ خزاعہ کے لوگوں نے اس چشمے کو دریافت کرنے کی کوئی کوشش نہ کی جو معجزانہ طور پر ان کے مورثِ اعلیٰ کو عطا ہوا تھا۔ وجہ یہ تھی کہ حضرت ابراہیمؑ کے بعد مکّہ میں دوسرے کنوئیں بھی کھودے جا چکے تھے۔ بنا بریں اس عطیۂ خداوندی کی چنداں احتیاج باقی نہ رہ گئی تھی اور یہ مقدس کنواں تقریباً یادداشت سے محو ہو گیا تھا۔

اس طرح قبیلہ خُزاعہ بھی قبیلہ جرہُم کے جرم میں شریک و سہیم بن گیا۔ اس قبیلے کے لوگ ایک اور وجہ سے بھی موردِ الزام ٹھہرے کہ ان کے ایک سردار نے شام سے واپس ہوتے ہوئے مُوآبیوں سے خواہش کی کہ اپنے بتوں میں سے ایک بت اس کو دے دیں۔ انھوں نے ہُبَل نامی اپنا بت اس کو دے دیا۔ وہ اس بت کو مکّے لے آیا اور عین کعبہ کے

toobaa-elibrary.blogspot.com

24657



اندر اس کو نصب کر دیا۔ اب یہ مکہ کا سب سے بڑا بت قرار پایا۔ (مشرکین مکہ جوش میں آنے پر یا جوش دلانے کے لیے اسی کی جے پکارا کرتے تھے)۔

---

## حوالہ جات، حواشی، تشریحات

۱۔ ابن اسحٰق ۱۵۱

toobaa-elibrary.blogspot.com



باب - ۳

# وادی کے قریش

حضرت ابراہیم کی ہی نسل سے تعلق رکھنے والا ایک اور طاقت ور قبیلہ قریش تھا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے چار سو سال پہلے اس قبیلے کے قُصَی نامی ایک شخص نے حُلیل کی بیٹی سے شادی کرلی۔ حلیل ہی اس زمانہ میں قبیلہ خُزاعہ کا سردار تھا۔ حُلیل داماد کو بیٹوں پر فوقیت دیتا تھا۔ وجہ یہ تھی کہ اپنی خصوصیات کے سبب قصی اس زمانے کے عربوں میں ممتاز تھا۔ حُلیل کی موت پر ایک خونریز جنگ کے بعد جو ثالثی پر ختم ہوئی بالآخر اس پر اتفاق

toobaa-elibrary.blogspot.com



ہو گیا کہ قصی مکے کا حکمراں ہوگا اور کعبے کا متولی بھی۔

بعدازاں وہ قریش کے اپنے ان رشتہ داروں کو باہر سے لے آیا جو قریب ترین تھے اور انھیں حرم کے پہلو میں آباد کردیا۔ یہ تھے اس کا بھائی زُہرہ، اس کا چچا تیم ایک دوسرے چچا کا بیٹا مخزوم اور ایک یا دو چچیرے بھائی جو نسبتاً کم قریب تھے۔ یہ اور ان کی بعد کی نسلیں وادی کے قریش کہلائے۔ قصی کے نسبتاً دور کے رشتہ دار آس پاس کی پہاڑیوں کی گھاٹیوں اور ان کے پاس دیہات میں بس گئے۔ ان کو مضافاتی قریش کہا جاتا تھا۔ قصی ان سب پر بادشاہ کی مانند حکومت کرتا تھا۔ اس کے اقتدار کا کوئی حریف نہ تھا اور وہ اس کو اپنے مویشیوں پر ٹیکس ادا کرتے تھے تاکہ اُن زائرین کے کھانے کا بندوبست کرے جو غربت کے باعث اپنے کھانے کا بندوبست نہ کرسکتے تھے۔ اس زمانے تک حرم کی نگہداشت کرنے والے اس کے گرد خیموں میں رہا کرتے تھے لیکن اب قصی نے ان سے کہا کہ وہ اپنے لیے مکانات بنالیں۔ اس نے خود اپنے لیے ایک کشادہ رہائش گاہ بنالی جس کو دارالندوہ کہتے تھے۔

اب تک سب ٹھیک ٹھاک چل رہا تھا لیکن نااتفاقی کے بیج بوئے جانے لگے تھے۔ قصی کی شاخ کی ایک نمایاں خصوصیت یہ تھی کہ ہر نسل میں کوئی ایک شخص ہوتا تھا جو بہ حیثیت مجموعی سب پر فائق ہوتا تھا۔ قصی کے چار بیٹوں میں یہ شخص عبدمناف تھا۔ عبدمناف کو باپ کی زندگی ہی میں بالفعل عزت واحترام حاصل تھا لیکن قصی اپنے سب سے بڑے بیٹے عبدالدار کو باقی سب پر ترجیح دیتا تھا اگرچہ وہ اپنے بھائیوں میں سب سے کم اہلیت رکھتا تھا۔ اپنی اس جانب داری کے زیر اثر اپنی موت سے کچھ پہلے اس نے عبدالدار سے کہا "فرزند من" اس کے باوجود کہ لوگ دوسروں کی عزت تجھ سے زیادہ کرتے ہیں۔ میں تجھ کو ان کا ہم پلہ اور حریف بنادوں گا۔ وہی کعبے میں داخل ہوسکے گا جس کو تو اجازت دے۔ صرف تیرا ہاتھ ہوگا جو قریش کے پرچم جنگ کو گرہ لگائے گا۔ یہ اعزاز کسی دوسرے کو حاصل نہ ہوگا۔ کوئی زائر مکے کے حدود میں کنویں سے

toobaa-elibrary.blogspot.com



پانی نہ کھینچ سکے گا مگر وہ جس کو تیری جانب سے یہ حق عطا کیا گیا ہو۔ ہر زائر وہی کھانا کھائے گا جو تیرے بندوبست میں مہیا کیا گیا ہو۔ قریش کوئی قرارداد نہ کریں گے مگر وہ جو تیرے گھر (دارالندوہ) میں کی گئی ہو۔"[۱] اس طرح اپنے تمام حقوق واختیارات عبدالدار کو عطا کرنے کے بعد اس نے بیت الندوہ کی ملکیت بھی اس کو منتقل کر دی۔

عبدمناف کی یہ فرزندانہ سعادت مندی تھی کہ اس نے باپ کی خواہش کے سامنے بے چون و چرا سر تسلیم خم کر دیا لیکن اگلی نسل میں عبدمناف کا آدھا خاندان ہاشم کا طرف دار اور حامی بن گیا اور اس میں شبہ نہیں کہ ہاشم کو اپنے زمانے میں نمایاں ترین مقام حاصل تھا چنانچہ مطالبہ کیا گیا کہ تمام حقوق جو عبدالدار کے خاندان کو حاصل تھے ہاشم کے خاندان کو منتقل کر دیے جائیں۔ زہرہ اور تیم کی اولاد اور خاندان کی سب سے بڑی شاخ کو چھوڑ کر قصی کی باقی اولاد ہاشم اور اس کے بھائیوں کی حامی تھی۔ مخزوم کے خاندان کے لوگ اور دوسرے نسبتاً دور کے چچازاد بھائیوں کی اولاد اس رائے پر قائم تھی کہ ان حقوق کو عبدالدار کے خاندان میں بحال رہنا چاہیے۔ جوش وخروش اتنا بڑھا کہ عبدمناف کے گھرانے کی عورتیں بہت قیمتی عطر سے بھرا ایک پیالہ لائیں۔ انھوں نے پیالے کو کعبے کے پاس رکھ دیا۔ ہاشم اس کے بھائیوں اور اس کے اتحادیوں نے اس میں ہاتھ ڈبوئے اور سچے دل سے حلف لیا کہ وہ ایک دوسرے کا ساتھ نہ چھوڑیں گے۔

اس عہد واقرار کو انھوں نے اور پختہ کرنے کے لیے کعبے کے پتھروں پر اپنے خوشبو بھرے ہاتھ رگڑے۔ اسی بنا پر خاندان کی اس جماعت کو مطیبین کہا جاتا ہے۔ عبدالدار کے اتحادیوں نے بھی اسی طرح قسم کھائی اور اتحاد واتفاق کا عہد کیا۔ وہ متوافقین کہلائے۔ تشدد ممنوع تھا نہ صرف حرم کعبہ میں بلکہ مکے کے گرد کئی میل کے قطر میں اس لیے دونوں کہیں دور جا کر آخری سانس تک لڑ مر کر جان دینے کے لیے چل پڑنے ہی والے تھے کہ سمجھوتے کی ایک راہ نکل آئی۔ اس امر پر اتفاق ہو گیا کہ عبدمناف کے بیٹے ٹیکس عائد کرنے کے

toobaa-elibrary.blogspot.com


حق دار ہیں اور زائرین کے لیے کھانے کا بندوبست کرنے کے۔ا ور عبدالدار کی اولاد کے پاس کلید برداری اور اس کے علاوہ دوسرے حقوق بحال رہیں۔ نیز ان کا گھر حسب سابق دارالندوہ بنا رہے۔

ہاشم کے بھائیوں نے اس پر اتفاق کر لیا کہ زائرین کے کھانے کی ذمہ داری ہاشم ہی پر ہے۔ حج کا وقت آتا تو وہ دارالندوہ میں کھڑے ہو کر اعلان کرتا "اے اہل قریش تم ہمسایۂ خدا ہو۔ اس کے گھر والے ہو۔ تمھارے یہاں اس کے گھر کے زائرین آئے ہیں۔ یہ خدا کے مہمان ہیں۔ اس کے مہمانوں سے بڑھ کر تمھاری دریا دلی کا حق دار کون ہو سکتا ہے؟ اگر میں اس قدر دولت مند ہوتا کہ اس ذمہ داری سے عہدہ برآ ہو سکتا تو تم پر یہ بوجھ نہ ڈالتا۔"

وطن میں بھی اور اس کے باہر بھی ہاشم کو بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ یہ وہی تھا جس نے مکے سے (سالانہ) دو کاروانِ تجارت کی روانگی کو رواج دیا تھا۔ رحلۃ الشتاء جاڑے کا سفر یمن کی جانب، رحلۃ الصیف گرمی کا سفر عرب کے شمال مغرب کی سمت اور آگے شام اور فلسطین تک جو اس وقت رومی سامراج کے ایک حصّہ کے طور پر بازنطینی حکومت کے زیرنگین تھا۔ دونوں سفر "شاہراہ خوشبو" پہ ہوتے تھے۔ گرمی کے سفر کا پہلا خاص پڑاؤ، مکے سے اونٹ کے ذریعہ گیارہ دن کے فاصلے پر یثرب کا نخلستان تھا۔ اس مقام پر کسی زمانے میں زیادہ تر یہودی آباد تھے لیکن اب اس پر عرب جنوب کے ایک قبیلے کا تسلط تھا تاہم یہودی یہاں کی سماجی زندگی میں شریک رہ کر خاصی فراغت اور خوش حالی کی زندگی بسر کر رہے تھے۔

یثرب کے عربوں میں یہ روایت چلی آرہی تھی کہ (باپ کے بجائے) ماں سربراہِ خاندان ہوا کرتی تھی۔ چنانچہ وہ سب مجموعی طور پر ایک عورت کی طرف منسوب تھے جس کو وہ اپنی نسل کی "خاتون بزرگ" قرار دیتے تھے۔ وہ "قایلہ" کی اولاد کہلاتے تھے لیکن اب قایلہ ہی کے دو بیٹوں اوس اور خزرج کے نام پر دو خاندانوں میں بٹ گئے تھے۔

قبیلہ خزرج میں سب سے بااثر سلمیٰ بنت عمرو نامی ایک خاتون تھی۔ اس کا تعلق

toobaa-elibrary.blogspot.com


خاندان بنی نجار سے تھا۔ ہاشم نے اس کو شادی کا پیغام دیا جس کو اس نے مشروط طور پر قبول کر لیا۔ شرط یہ تھی کہ وہ اپنے معاملات میں کلیۃً خود مختار ہوگی اور اگر اس سے کوئی لڑکا ہوا تو چودہ سال یا اس سے کچھ زائد عمر تک وہ اس کو یثرب ہی میں رکھنے کی مجاز ہوگی۔ ہاشم کو ان شرائط سے اختلاف نہ تھا وجہ یہ تھی کہ نخلستان کا بخار نووارد کے لیے تو ضرور خطرناک ہوتا تھا مگر مقامی باشندے اس کی خطرناکی سے محفوظ تھے۔ وہاں کی آب و ہوا مکے کے مقابلے میں صحت بخش تھی۔ مزید یہ کہ وہ اکثر و بیشتر (تجارتی اغراض کے لیے) شام کا سفر کیا کرتا تھا۔ آمد ورفت کے دوران ادھر جاتے ہوئے اور واپس ہوتے ہوئے وہ سلمیٰ اور اپنے بیٹے کے ساتھ قیام کرتا لیکن عمرِ دراز ہاشم کے لیے مقدر نہ تھی۔ ایک سفر کے دوران وہ فلسطین میں غزہ کے مقام پر بیمار پڑا اور وہیں اس کا انتقال ہو گیا۔

ہاشم کے دو حقیقی بھائی تھے عبد شمس اور مطلب اور ایک سوتیلا بھائی تھا نوفل۔ لیکن عبد شمس بسلسلۂ تجارت پہلے یمن میں اور بعد میں شام میں زیادہ مصروف رہتا تھا۔ نوفل کا کاروبار عراق میں تھا اور وہ بھی وہاں کم مصروف نہ تھا۔ دونوں اپنی تجارت اور کاروباری مصروفیات کے باعث بڑی لمبی مدت تک مکے سے غیر حاضر رہا کرتے تھے۔ اس وجہ سے یا شاید کچھ اور وجوہ سے بھی ہاشم کے چھوٹے بھائی مُطّلب نے زائرین کو پانی پلانے کا (سقایہ) اور ان کے کھانے کے بندوبست (رفادہ) کے ضمن میں ٹیکس عائد کرنے کا اختیار اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ اب اس نے محسوس کیا کہ یہ بھی اس کا فرض ہے کہ اپنے جانشین کی فکر کرے۔ سلمیٰ کے علاوہ بیویوں سے ہاشم کے تین بیٹے پہلے سے تھے۔ لیکن جو کچھ مشہور تھا اگر وہ سچ تھا تو ان میں سے کوئی اور خود مطلب کے بیٹوں میں سے کوئی سلمیٰ کے بیٹے کا ہم پلہ نہ ہو سکتا تھا۔ اپنی کم سنی کے باوجود شَیْبَہ میں ــــــ سلمیٰ نے اس کا یہی نام رکھا تھا۔ قائدانہ صلاحیت کے آثار و علائم ابھی سے نمایاں تھے اور ان لوگوں کے ذریعہ جو دوران سفر یثرب کے نخلستان سے گزرتے تھے اس کے بارے میں

toobaa-elibrary.blogspot.com



بڑی اچھی خبریں برابر مکہ پہنچ رہی تھیں۔ بالآخر مطلب نے یثرب جانے کا فیصلہ کیا اور خود یہ دیکھنے گیا کہ ان خبروں میں کہاں تک صداقت ہے۔ اسی کے ذاتی مشاہدے نے اس کے اندر تحریک پیدا کی کہ سلمیٰ سے کہے کہ بھتیجے کو اس کے سپرد کردے۔

سلمیٰ خود راضی نہ تھی کہ بیٹے کو چچا کے ساتھ بھیج دے اور بیٹے نے بھی ماں کی رضامندی کے بغیر اس کو چھوڑ کر جانے سے انکار کر دیا۔ مگر مطلب ہار ماننے والا آدمی نہ تھا۔ اس نے ماں اور بیٹے دونوں پر واضح کیا کہ ان دونوں کے لیے مکے میں ناموری اور فراغت کے (جو امکانات ہیں یثرب میں قطعاً نہیں ہیں۔ سارے عرب کی زیارت گاہ 'خانۂ خدا' کے نگراں کی حیثیت سے قریش کو جو مقام حاصل ہے اس کے سبب عرب کا کوئی قبیلہ اس کی ہمسری نہیں کرسکتا اور اس کا قوی امکان ہے کہ ایک دن شیبہ وہ منصب حاصل کرے جس پر اس کا باپ فائز تھا لیکن اس مقام بلند تک پہنچنے کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے قبیلے میں گھل مل جائے۔ باہر سے آیا ہوا کوئی محض بیرونی شخص (خواہ وہ قریش سے تعلق بھی رکھتا ہو) اس سرفرازی کی توقع نہیں کرسکتا۔ مطلب کی بات سلمیٰ کے دل میں اتر گئی۔ اس نے دل کو سمجھایا کہ بیٹا چلا بھی گیا تو بھی یہ تو بہرحال آسان ہوگا کہ وہ مکے جاکر بیٹے کو دیکھ آئے یا بیٹا خود ہی آکر ماں کو دیکھ جائے۔ چنانچہ وہ راضی ہوگئی۔ مطلب بھتیجے کو اونٹ پر بٹھا کر لے چلا۔ اس شان سے یہ لوگ مکے میں داخل ہوئے تو مطلب نے سرِ راہ کھڑے ہوئے کچھ نوجوانوں کو صدا لگاتے سنا "عبدالمطلب' مطلب کا غلام" جا لاہی اس نے کہا "یہ کوئی اور نہیں میرے بھائی ہاشم کا بیٹا ہے"۔ اس کی بات کا استقبال ایک زوردار قہقہے سے کیا گیا اور نوجوانوں کی یہ غلط فہمی مکے کے گلی کوچے میں زبان زد ہوکر دل لگی کا موضوع بن گئی۔ یہ نوجوان شیبہ کے بجائے عبدالمطلب ہوگیا۔ لوگ پیار سے اس کو اسی نام سے یاد کرنے لگے۔

مکے پہنچنے پر زیادہ دن نہ گزرے تھے کہ اس کو باپ کی جائداد کے سلسلے میں اپنے سوتیلے چچا نوفل سے جھگڑے میں الجھنا پڑ گیا لیکن ایک طرف سرپرست چچا کی

toobaa-elibrary.blogspot.com



حمایت دوسری جانب یثرب کے ننہالی خاندان کا دباؤ عبدالمطلب نے اپنا حق حاصل کرلیا۔ اس نے ان توقعات کو کبھی غلط نہ ثابت ہونے دیا جو آثار و علائم کی بنا پر اس کی ذات سے قائم کی گئی تھیں۔ چنانچہ کئی سال بعد جب مطلب کا انتقال ہوا اور زائرین کو پانی پلانے (سقایہ) اور کھانا کھلانے (رفادہ) کی بھاری ذمہ داری اس کے سر پر آ پڑی تو جانشینی کے سوال پر کسی نے بھتیجے کی صلاحیت و اہلیت کو متنازعہ فیہ نہ قرار دیا بلکہ لوگوں نے یہاں تک کہا کہ ان فرائض کی انجام دہی میں وہ باپ چچا دونوں سے بازی لے گیا۔

---

## حوالہ جات، حواشی، تشریحات

۱۔ ابن اسحٰق : ۸۳

۲۔ ایضاً : ۸۷۔ اس تمام تصنیف میں توسین کے اندر جو عبارت ہے وہ روایتی تصانیف (مآخذ) سے ترجمہ شدہ ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com


باب-۴

# ایک نقصان کی تلافی

کعبہ کی شمالی مغربی سمت سے متصل ایک چھوٹا سا احاطہ ہے جو نصف دائرے کی شکل میں ایک نیچی دیوار سے گھرا ہوا ہے۔ اس دیوار کے دونوں سرے (ایک دوسرے سے مل جانے کے بجائے) بیت اللہ کے شمالی اور مغربی گوشے تک نہیں پہنچتے۔ اس طرح ان دونوں کے درمیان ایک خلا رہ جاتا ہے جو زائرین کے لیے گزرگاہ کا کام دیتا ہے لیکن اکثر زائرین (طواف کے) دائرے کو وسیع کر کے (مذکورۂ بالا) احاطے کو بھی طواف کے اندر کر لیتے ہیں اور

toobaa-elibrary.blogspot.com



طواف کے دوران نیچی دیوار کے باہر باہر چکر کاٹتے ہیں۔ احاطے کے اندر کی جگہ کو حجر اسمٰعیل کہتے ہیں اس لیے کہ اس کے پتھر کے فرش کے نیچے اسمٰعیلؑ اور ہاجرہؑ کی قبریں ہیں۔

عبدالمطلب کو کعبے کے قریب رہنے سے بڑا شغف تھا چنانچہ وہ کبھی کبھی حکم دیتے تھے کہ حجر میں ان کے لیے ایک گدا بچھا دیا جائے ــــ اور ایک شب جب وہ حسب معمول وہاں سو رہے تھے ایک پرچھائیں جیسی شکل خواب میں ان کے پاس آئی اور اس نے کہا "برآمد کرو شیریں شفاف" انھوں نے سوال کیا "شیریں شفاف کیا؟" لیکن سوال کا جواب دینے کے بجائے (انھیں) مخاطب کرنے والا غائب ہوگیا تاہم جب وہ بیدار ہوئے تو انھوں نے ایسی مسرت اور ایسا روحانی سکون محسوس کیا کہ اگلی شب بھی اسی جگہ سونے کی ٹھان لی۔ آنے والا پھر آیا اور بولا "برآمد کرو برکت" لیکن پھر ان کے سوال کا جواب نہ ملا۔ تیسری شب ان سے کہا گیا "برآمد کرو مدفون خزانہ" مگر اس بار بھی ان کے سوال کرنے پر انھیں مخاطب کرنے والا غائب ہوگیا لیکن چوتھی رات کا حکم تھا "برآمد کرو زمزم" اور اس بار جب انھوں نے سوال کیا "زمزم کیا؟" تو جواب ملا:

برآمد کر اس کو تو خجل نہ ہوگا
کیوں کہ وہ تیری میراث ہے
تیرے جدِ اعلیٰ کی جانب سے
وہ نہ خشک ہوگا نہ قاصر رہے گا
جمعیت حجاج کو سیراب کرنے سے!

پھر کلام کرنے والے نے ہدایت کی ایسی جگہ تلاش کرو جہاں خون اور گوبر ہو، چیونٹی کا بل ہو اور چونچ مارتے کوّے ہوں اور آخر میں ان سے کہا گیا کہ دعا کریں "وافر رواں شفاف پانی کے لیے جو حج کی تمام مدت اللہ کے دربار میں حاضری دینے والوں کو سیراب کرے۔"

جب سپیدۂ سحر نمودار ہو رہا تھا عبدالمطلب اٹھے اور بیت اللہ کے شمالی گوشے سے

toobaa-elibrary.blogspot.com


جس کو زاویہ عراقی کہا جاتا ہے حجر کے باہر چلے گئے. بعدازاں شمال مشرقی دیوار سے لگ کر چلتے رہے جس کے دوسرے کنارے پر کعبہ کا دروازہ ہے اور اس سے گزرنے کے بعد وہ چند قدم آگے جاکر مشرقی گوشے پر رُکے جہاں انھوں نے ادب و احترام کے ساتھ حجرِ اسود کو بوسہ دیا۔ انھوں نے وہاں سے طواف کی ابتدا کی (پلٹ کر کعبے کے) دروازے سے آگے چلے، عراقی گوشے میں پہنچے، حجر سے گزر کر مغربی گوشے ـــــ شامی زاویے ـــــ تک آئے اور وہاں سے یمنی گوشے میں جو جانب جنوب ہے اولادِ ابراہیمؑ (بالعموم) اور ایسے ہی اسمٰعیلؑ اور اسحٰقؑ کی خاندانی شاخ کے لوگ اپنے مقدس مقامات کا طواف سورج کے مخالف سمت میں ہوکر کرتے ہیں۔

جب عبدالمطلب یمنی گوشے سے حجرِ اسود کی جانب بڑھ رہے تھے تو وہ بُوقبیس کی سیاہ ڈھلوان کو دیکھ سکتے تھے اور اس کے اور آگے مشرقی پہاڑیوں کو جن کے آثار زرد روشنی کے مقابل نمایاں نظر آرہے تھے۔ انھوں نے سات چکر لگائے اور ہر بار روشنی خوش آیند انداز میں بڑھتی جا رہی تھی۔ وجہ یہ کہ جزیرۂ عرب میں سویرے اور دھندلکے مختصر ہوتے ہیں۔ طواف سے فارغ ہونے کے بعد وہ حجرِ اسود کے پاس سے چل کر (کعبے کے) دروازے تک گئے اور دھات کا حلقہ (کُنڈا) جو قفل سے لٹک رہا تھا اس کو پکڑ کر انھوں نے دعا کی جس کی انھیں ہدایت کی گئی تھی۔

دُعا کر ہی رہے تھے کہ بازوؤں کے پھڑپھڑانے کی آواز ہوئی۔ ان کے پیچھے ریت میں ایک پرندہ اترا، پھر ایک اور پرندہ اُترا۔ انھوں نے دعا ختم کی اور مڑے۔ انھوں نے دیکھا کہ وہ پرندے ایک شان تبختر سے اکڑ اکڑ کر کوّے کی چال چلتے ہوئے دو حسین بت نما چٹانوں کی طرف بڑھ رہے تھے جو کوئی سو گز آگے قریب قریب دروازے کے بالمقابل تھیں۔ ان چٹانوں کو بت بنالیا گیا تھا اور انھیں چٹانوں کے درمیان جہاں قریش اپنے جانوروں کی قربانی کرتے تھے۔ عبدالمطلب بھی جانتے تھے اور کوّے بھی کہ وہاں ریت میں اس جگہ پر ہمیشہ خون پایا جاتا ہے۔ وہاں گوبر بھی تھا اور اس کے پاس جاکر انھیں اب یہ بھی نظر آیا

toobaa-elibrary.blogspot.com



کر وہاں چیونٹیوں کا ایک بل بھی ہے۔

وہ اپنے گھر گئے۔ وہاں سے انھوں نے دو کدال لیے۔ ان میں سے ایک اپنے بیٹے حارث کے لیے جس کو وہ اپنے ساتھ لے گئے۔ اس جگہ جہاں وہ جانتے تھے کہ انھیں کھدائی کرنی ہی ہے ریت میں کدالوں کے بعد اکے اور اس غیر معمولی منظر نے ــــ کیوں کہ یہ حصہ ہر جانب سے نظر آتا تھا ــــ جلد ہی ایک جمِ غفیر کو متوجہ کر لیا اور اس احترام کے باوجود جو عبدالمطلب کا عام طور پر ملحوظ رکھا جاتا تھا، زیادہ دیر نہ گزری کہ کچھ لوگوں نے احتجاج کیا کہ بتوں کے درمیان قربان گاہ کے مقام پر کھدائی (بتوں کی) بے حرمتی ہے اور اس حرکت سے انھیں یقیناً باز رہنا چاہیے۔ عبدالمطلب نے کہا وہ کھدائی نہیں روکیں گے اور حارث کو ہدایت کی کہ کھڑے ہو کر دیکھتا رہے کہ کوئی ان کی کھدائی میں خلل انداز نہ ہو۔ یہ ایک ہیجان انگیز لمحہ تھا اور (عبدالمطلب کی ضد کا) انجام ناخوش گوار ہو سکتا تھا لیکن دونوں ہاشمیوں نے پہلے ہی ٹھان رکھی تھی اور یک رائے تھے (کہ کھدائی تو ہونی ہی ہے) جب کہ دوسری طرف تماشائی یک بارگی اس صورت حال سے دوچار ہو گئے تھے۔ یہ بات بھی نہ تھی کہ یہ بت ــــ اساف اور نائلہ ــــ مکّہ کے بتوں میں کوئی اونچا مقام رکھتے تھے۔ کچھ لوگ تو یہاں تک کہتے تھے کہ یہ دونوں قبیلۂ جُرہُم کے مرد اور عورت تھے جو اپنے اس جرم کی پاداش میں کہ انھوں نے (کعبے کے اندر باہم بدکاری کر کے) کعبہ کو ناپاک کر دیا تھا، پتھر بنا دیے گئے تھے۔ (غالباً یہی وجہ تھی کہ) عبدالمطلب کھدائی کرتے رہے۔ کسی نے روک ٹوک کی کوشش نہ کی۔ کچھ لوگ حرم سے جا ہی رہے تھے کہ ان کی کدال اس پتھر سے ٹکرائی جس سے (زمزم کے) کنوئیں کو ڈھک دیا گیا تھا۔ انھوں نے بلند آواز میں اللہ کا شکر ادا کیا۔ مجمع پلٹ پڑا۔ جمِ غفیر اکٹھا ہو گیا اور بڑھنے لگا اور جب انھوں نے وہ خزانہ برآمد کرنا شروع کیا جو قبیلۂ جُرہُم کے لوگوں نے وہاں دفن کیا تھا تو ہر شخص اپنے حصّے کا طلب گار ہوا۔ عبدالمطلب اس پر راضی ہو گئے کہ جو شے بھی (کنوئیں سے) برآمد ہو اس

toobaa-elibrary.blogspot.com



پر قرعہ اندازی ہو ـــــ قرعہ اندازی یہ معلوم کرنے کے لیے کہ وہ شے حرم میں (حسبِ سابق) محفوظ رکھی جائے یا ذاتی طور پر ان کے حصے میں آئے یا قبیلے میں تقسیم کر دی جائے کسی بھی ایسے معاملے کو جو نزاعی شکل اختیار کر لے، طے کرنے کا یہی قرعہ اندازی ـــــ ایک مسلّم ضابطہ بن چکا تھا اور یہ کام فال کے تیروں کے ذریعے کعبے کے اندر موآبیوں کے دیے ہوئے بت ہبل کے حضور کیا جاتا تھا۔ اس موقع پر کچھ خزانہ کعبے کو گیا، کچھ عبدالمطلب کے حصے میں آیا لیکن قریش کے عام افراد کے حصے میں کچھ بھی نہ آیا۔ اس پر اتفاق ہو گیا کہ بنو ہاشم زمزم کے متولی ہوں گے۔ کیوں کہ زائرین کے لیے پانی کا انتظام (سقایہ) بہرحال ان کی ذمہ داری تھی۔

---

## حوالہ جات، حواشی، تشریحات

۱۔ ابن اسحٰق: ۹۳

toobaa-elibrary.blogspot.com



## باب۔ ۵

# ایک بیٹے کو قربان کرنے کی نذر

قریش کے لوگ عبدالمطلب کی عزت ان کی فیاضی، معتبری اور دانش مندی کے سبب کرتے تھے۔ وہ بہت ہی خوبرو اور کسی بھی مجمع میں سب سے بارعب شخصیت ہوا کرتے تھے۔ ان کی دولت بھی ایک چیز تھی جس کی بنا پر انھیں اپنے آپ کو خوش نصیب تصور کرنا چاہیے تھا اور ان سب امتیازات کا نقطۂ عروج اب یہ بات تھی کہ زمزم کی دوبارہ دریافت اور اس کی بحالی ان کے ہاتھوں ہوئی تھی اور اس کے لیے وہ تہِ دل سے خدا کے شکر گزار تھے لیکن اب

toobaa-elibrary.blogspot.com



بھی ان کی روح میں اس لمحے کی یاد نے ایک خلش کو جاگزیں کر رکھا تھا جب ان سے کہا گیا تھا کہ کھدائی روک دیں وہ لمحہ جب معلوم ہوتا تھا کہ ہر چیز داؤ پر لگ گئی ہے۔ الحمدللہ کہ سب کچھ بخیر و عافیت ہو گیا لیکن اس سے پہلے انھوں نے کبھی بھی اتنی شدت سے اپنے آپ کو بے برگ و نوا نہیں محسوس کیا تھا۔۔۔ ان کے اندر کچھ اسی قسم کا احساس تھا۔۔۔ بے برگ و نوا اس معنی میں کہ ان کے صرف ایک بیٹا تھا۔ مثال کے طور پر ان کے برادر عم زاد عبد شمس کے سربراہ امیہ کو کئی بیٹوں سے نوازا گیا تھا اور کھدائی کرنے والا مخزوم کا سردار مغیرہ ہوتا تو اس کے بیٹوں نے اس کے گرد ایک بڑا اور طاقتور دائرہ بنا لیا ہوتا لیکن خود ان کا یہ حال تھا کہ ہر چند کہ ان کے ایک سے زائد بیویاں تھیں لیکن ان کی حمایت کے لیے تنہا ایک بیٹا تھا۔ انھوں نے اس محرومی پر اپنے آپ کو نیم راضی کر لیا تھا لیکن وہ خدا جس نے ان کو زمزم عطا کیا تھا دوسرے پہلوؤں سے بھی انھیں سرفراز کر سکتا تھا۔ ابھی ابھی جس عنایت خاص سے وہ بہرہ ور ہوئے تھے اس سے حوصلہ پا کر انھوں نے خدا سے دعا کی کہ وہ ان کو ایک اور بیٹا عطا فرمائے۔ انھوں نے اپنی دعا میں اس عہد کا بھی اضافہ کیا کہ اگر ان کو دس بیٹوں سے نوازا گیا اور انھیں عمرِ بلوغ تک پہنچنے دیا گیا تو وہ ان میں سے ایک کو کعبے میں خدا کے نام پر قربان کر دیں گے۔

ان کی دعا سن لی گئی۔ سال گزرتے رہے اور ان کے نو بیٹے پیدا ہوئے۔ جب انھوں نے یہ عہد کیا تھا تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ ایک بعید ترین امکان کے حوالے سے یہ عہد کر رہے ہیں۔۔۔ لیکن وہ وقت آیا جب کم سن بیٹے عبداللہ کے سوا ان کے سب بیٹے بالغ ہو چکے تھے۔ اب ان کا عہد ان کے خیالات پر مسلط تھا۔ انھیں اپنے سب بیٹوں پر فخر تھا لیکن وہ یکساں طور پر سب کے لیے جذبات شفقت نہ رکھتے تھے اور بہت پہلے ان پر یہ بات کھل چکی تھی کہ وہ سب سے بڑھ کر عبداللہ کو چاہتے تھے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com



شاید خدا بھی اُسی بیٹے کو فوقیت دیتا تھا۔ اس نے اس کو ہی نمایاں حسن وجمال ودیعت کیا تھا اور شاید قربانی کے لیے بھی وہ اسی کو منتخب کرے گا بہرحال جو کچھ بھی ہو عبدالمطلب اپنی بات کے پکے شخص تھے۔ قسم توڑ دینے کا خیال ان کے دماغ میں داخل نہ ہوا۔ وہ انصاف کی پاسداری کرنے والے شخص بھی تھے۔ ذمہ داری کا گہرا احساس رکھتے تھے جس کا مطلب یہ تھا کہ وہ یہ جانتے تھے کہ کون سی ذمہ داریاں ایسی ہیں جنھیں سر لینے سے احتراز کیا جانا چاہیے۔ وہ یہ بار اپنے ذمہ لینے کے لیے تیار نہ تھے کہ فیصلہ کریں کہ کس بیٹے کو قربان کیا جانا چاہیے۔ اس لیے جب عبداللہ کو محض غیر نشو نما یافتہ بچہ قرار دینے کی مزید گنجائش نہ رہ گئی تو انھوں نے اپنے تمام بیٹوں کو جمع کیا۔ اللہ سے اپنی نذر کے بارے میں انھیں بتایا اور ان سے خواہش کی کہ وہ ان کے عہد کے ایفا میں ان کی مدد کریں۔ بیٹوں کے لیے ان سے اتفاق کرنے کے سوا چارہ نہ تھا۔ ان کے باپ کا حلف ان کا حلف تھا لہٰذا انھوں نے دریافت کیا کہ انھیں کیا کرنا ہے۔ انھوں نے بیٹوں سے کہا کہ الگ الگ ایک تیر پر ان میں سے ہر ایک اپنا نشان لگائے۔ اس اثنا میں انھوں نے تیر سے فال نکالنے والے قریش کے سرکاری کاہن کو کہلا بھیجا کہ کعبے میں موجود رہے۔ بعد ازاں وہ حرم میں بیٹوں کو لے گئے۔ ان کو ساتھ لیے خود آگے آگے بیت اللہ میں داخل ہوئے۔ وہاں پہنچ کر انھوں نے فال گیر کاہن کو اپنی نذر کے بارے میں بتایا۔ ہر بیٹے نے اپنا اپنا تیر پیش کیا۔ عبدالمطلب ہُبل کے پہلو میں کھڑے ہوئے۔ انھوں نے ایک بڑی چھری جو وہ اپنے ساتھ لائے تھے نکالی۔ تیر پھینکے گئے اور وہ عبداللہ کا تیر تھا جس پر قربانی کا فیصلہ نکلا۔ ان کے والد نے اس کا ہاتھ پکڑا اور دوسرے ہاتھ میں چھری لیے وہ انھیں دروازے تک لے گئے۔ ارادہ تھا کہ انھیں لیے ہوئے سیدھے قربان گاہ پہنچیں جیسے کہ وہ اپنے آپ کو غور و تامل کا موقع نہ دینا چاہتے ہوں۔

لیکن انھوں نے گھر کی عورتوں کا عندیہ نہیں معلوم کیا تھا۔ خاص کر عبداللہ کی ماں

toobaa-elibrary.blogspot.com



فاطمہ کا۔ ان کی دوسری بیویاں مضافاتی قبائل سے تعلق رکھتی تھیں اور مکہ میں نسبتاً ان کا اثر کم تھا لیکن فاطمہ قریش کی عورت تھی۔ قریش کے ایک طاقتور قبیلے مخزوم سے تعلق رکھتی تھی۔ جبکہ ماں کی جانب سے وہ قصی کے بیٹوں میں سے ایک یعنی عبد کی اولاد میں سے تھی۔ اس کے خاندان کے سب لوگ قریب ہی موجود تھے۔ آسانی سے ان تک پہنچا جاسکتا تھا۔ ضرورت پڑ جائے تو مدد کے لیے تیار بھی تھے۔ دس بیٹوں میں سے تین ـــــ زبیر، ابوطالب اور عبداللہ ـــــ اس کے اپنے حقیقی بیٹے تھے۔ وہ عبدالمطلب کی پانچ بیٹیوں کی بھی ماں تھی جو اپنے بھائیوں پر جان چھڑکتی تھیں۔ یہ عورتیں چپ چاپ بیٹھی نہیں رہ گئی تھیں۔ بلاشبہ دوسری بیویاں اس خطرے کے خلاف جو سب دس بیٹوں کے سر منڈلا رہا تھا۔ جن میں سے کوئی ایک بہرحال قربانی کے تیر کا مالک تھا ـــــ فاطمہ سے مدد طلب کر چکی تھیں۔ جس وقت تک کہ تیر پھینکے گئے ایک بڑی بھیڑ حرم کے صحن میں اکٹھی ہو گئی۔ عبدالمطلب اور عبداللہ کعبے کی دہلیز پر نمودار ہوئے دونوں کے چہروں پر موت کی زردی چھائی ہوئی تھی۔ اب مخزومیوں پر یہ حقیقت آشکارا ہو گئی کہ ان کی بہن کا ایک بیٹا ہدف بننے جا رہا ہے تو انھوں نے بڑبڑانا شروع کیا۔ ایک آواز آئی "یہ چاقو کہاں جا رہا ہے؟" دوسرے نے سوال کو دہرایا حالانکہ معلوم تھا کہ جواب کیا ہوگا۔ عبدالمطلب نے انھیں اپنے حلف کے بارے میں بتانا شروع کیا لیکن مخزوم کے سردار مغیرہ نے انھیں ٹوکا اور روک دیا۔ "تم اس کو قربان نہیں کرو گے بلکہ اس کی جگہ ایک جانور کی قربانی پیش کرو گے خواہ اس کا فدیہ مخزوم کی اولاد کی کل جائداد ہی کیوں نہ ہو۔ ہم اس کو چھٹکارا دلائیں گے۔" عبداللہ کے بھائی اس وقت کعبے کے باہر آ چکے تھے ان میں سے کسی نے زبان سے ایک حرف نہیں نکالا تھا لیکن اب انھوں نے اپنے باپ کی طرف رُخ کیا اور ان سے درخواست کی کہ ان کے بھائی کو چھوڑ دیں اور کفارے کے طور پر جانوروں کی قربانی پیش کریں۔ کوئی آدمی نہ تھا جس نے ان کی تائید نہ کی ہو۔ عبدالمطلب

toobaa-elibrary.blogspot.com



دل سے چاہتے تھے کہ انھیں راضی کرنے کی کوشش جاری رہے لیکن اپنی اصول پسندی کے سبب پس و پیش میں مبتلا تھے بالآخر انھوں نے اس بات پر اتفاق کر لیا کہ وہ یثرب کی ایک دانش مند خاتون سے صلاح لیں۔ وہ بتا سکتی ہے کہ آیا اس مخصوص معاملے میں کفارہ ممکن ہے اور اس کی کیا صورت ہے؟

عبداللہ اور اپنے ایک یا دو بیٹوں کو ساتھ لے کر عبدالمطلب سواری پر اپنی جائے پیدائش کی جانب چلے مگر وہاں پہنچ کر انھیں یہ اطلاع ملی کہ وہ خاتون خیبر جا چکی ہے۔ یہ ایک دولت مند یہودی بستی تھی جو یثرب سے تقریباً سو میل کے فاصلے پر ایک زرخیز وادی میں واقع تھی۔ اس لیے انھوں نے اپنا سفر جاری رکھا اور جب انھوں نے اس عورت کو پالیا اور اس کو ساری باتیں بتائیں تو اس نے وعدہ کیا کہ وہ اپنے مؤکّل سے رجوع کرے گی اور انھیں ہدایت کی کہ اگلے دن اس سے دوبارہ ملاقات کریں عبدالمطلب نے اللہ سے دعا کی اور اگلی صبح اس عورت نے کہا "مجھے جواب مل گیا ہے تم لوگوں میں ایک آدمی کا خوں بہا کیا ہوتا ہے؟" انھوں نے جواب دیا "دس اونٹ" اس نے کہا "اپنے دیار واپس جاؤ اور اپنے آدمی اور دس اونٹوں کو سامنے رکھ کر فال نکالتے جاؤ۔ اگر فال تمھارے آدمی کے نام نکلے تو اونٹوں کی تعداد بڑھا دو اور جب تک اونٹوں کے نام فال نہ نکلے ان کی تعداد بڑھاتے رہو۔ یہاں تک کہ مالک ان کو قبول کرلے اور فال اونٹوں کے نام نکل آئے تب اونٹوں کو قربان کر دینا اور آدمی کو جینے دینا۔"

وہ فی الفور مکہ واپس ہوئے اور ادب و عقیدت کے ساتھ عبداللہ اور دس اونٹوں کو کعبے کے صحن میں لے گئے۔ عبدالمطلب کعبے کے اندر گئے اور ہُبل کے پہلو میں کھڑے ہو کر انھوں نے اللہ سے دعا کی کہ وہ جو کچھ کر رہے ہیں اس کو شرف قبولیت عطا فرمائے۔ بعد ازاں انھوں نے تیروں کے ذریعہ فال نکالی جو عبداللہ کے نام نکلی۔ مزید دس اونٹوں کا اضافہ کر دیا گیا۔ پھر قرعہ اندازی ہوئی لیکن اس سے یہی ظاہر ہوا کہ

toobaa-elibrary.blogspot.com



اونٹ زندہ رہیں اور عبد اللہ کو قربان کر دیا جائے۔ وہ برابر قرعہ اندازی کرتے رہے اور اونٹوں کی تعداد میں اضافہ کرتے رہے۔ یہاں تک کہ اونٹوں کی گنتی سو تک پہنچ گئی تب جاکر قرعہ اونٹوں کے نام پر آیا لیکن عبد المطلب انتہائی دیانت دار اور با اصول آدمی تھے انھوں نے کہا ایسے اہم معاملے میں صرف ایک تیر کی شہادت کافی نہیں۔ انھوں نے اقرار کیا کہ دوسری اور تیسری بار قرعہ اندازی ہو۔ چنانچہ قرعہ اندازی ہوئی لیکن ہر بار اونٹوں ہی کا نام نکلا۔ آخر کار ان کو یقین آگیا کہ خدا نے ان کا کفارہ قبول کر لیا ہے۔ اونٹ مقررہ ضابطے کے مطابق قربان کر دیے گئے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com



باب-۶

# ایک نبی کی ضرورت

عبدالمطلب ہبل سے دعا نہیں کرتے تھے (انھوں نے اس وقت بھی ہبل یا کسی اور بت سے مدد نہیں طلب کی، جب کعبہ پر ابرہہ نے فوج کشی کی تھی۔ اس افتاد پر تو کسی نے بھی مکہ میں دیوی دیوتاؤں کو نہیں پکارا) وہ ہمیشہ اللہ سے دعا کرتے تھے تاہم دادا یوں کا عطیہ ہبل نامی بت بیت اللہ کے اندر نصب تو تھا ہی اور قریش کے نزدیک برکت کے مادی اور حجری پیکر کی حیثیت رکھتا تھا جس کی موجودگی روح کو متاثر کرنے والے ایک عنصر کا درجہ

toobaa-elibrary.blogspot.com


رکھتی تھی۔ پورے جزیرۂ عرب میں کم تر درجے کے معبد بھی بکھرے ہوئے تھے۔ ان میں ان کے پرستاروں کے زعم کے مطابق خدا کی تین بیٹیوں کا معبد سب سے اہم تھا۔ یہ تین بیٹیاں لات، عزّیٰ اور منات تھیں۔ عبدالمطلب کو ایام طفولیت ہی سے منات سے عقیدت و احترام کے جذبات وابستہ رکھنے کی تربیت ملی تھی۔ اس کا معبد نخلستان (یثرب) کے ٹھیک سمت مغرب ساحل بحر احمر پر قُدَید میں واقع تھا۔ مگر سرسری طور پر قریش کی نگاہ میں اہم تر معبد مکّہ سے اونٹ کے ذریعے ایک دن کے سفر کے فاصلے پر جانب جنوب وادیٔ نخلہ میں عزّیٰ کا بت تھا۔ اسی سمت مزید ایک دن کے سفر کے بعد عقیدت کیش طائف پہنچ جاتا تھا۔ ایک سرسبز لہلہاتی سطح مرتفع پر چہار دیواری کے اندر ایک قصباتی آبادی تھی جس میں عرب کے ایک بڑے قبیلے ہوازن کی ایک شاخ ثقیف کے لوگ سکونت پذیر تھے۔ لات طائف کی خاتون محترم تھی۔ اس کا بت ایک شان دار معبد کے اندر نصب تھا۔ ثقیف کا قبیلہ اس معبد کا نگراں اور پروہت تھا اور اس حیثیت سے اپنے آپ کو قریش کا مدّمقابل تصور کر کے خوش ہوتا تھا۔ اور ان کی اس خوش فہمی کی تائید قریش کے لوگ اس حد تک تو کرتے ہی تھے کہ جب معمول کے مطابق رَو میں بات کرتے تو ایک ساتھ دونوں کے لیے "قریتین اور "عظیم" کے الفاظ استعمال کرتے۔ لیکن "چمنِ حجاز"۔۔۔ طائف کو اسی نام سے یاد کیا جاتا تھا۔۔۔ کے باشندے اس کے بہترین موسم اور زرخیزی کے باوجود شمال میں وادی غیر ذی زرع (بے آب وگیاہ وادی) کو ایسا نہ تھا کہ نگاہ حسد و رقابت سے نہ دیکھتے ہوں۔ سبب یہ تھا کہ ان کا دل اندر ہی اندر کہتا تھا اور وہ بخوبی جانتے تھے کہ وہ اپنے معبد کی رونق میں خواہ چار چاند لگا دیں وہ کبھی بھی بیت اللہ کا ہم پلّہ نہ ہو سکے گا۔ یہ بھی نہ تھا کہ وہ چاہتے ہوں کہ دونوں معبدوں کی حیثیتوں کا فرق بالکل معکوس شکل اختیار کر لے۔ وہ بھی تو اسمٰعیل کے اخلاف تھے۔ ان کی جڑیں بھی مکے میں تھیں۔ وہ (بیت اللہ سے متعلق) مکے والوں کے ہی جیسے جذبات رکھتے تھے اور کبھی کبھی متضاد بھی۔۔۔

toobaa-elibrary.blogspot.com


دوسری جانب قریش کسی کے خلاف رشک و رقابت کے جذبات نہ رکھتے تھے۔ وہ جانتے تھے کہ وہ نافِ زمین پر سکونت گزیں ہیں اور ان کے جوار میں ایک ایسی مقناطیسی تعمیر ہے جو یہ طاقت رکھتی ہے کہ محیطِ عالم کے ہر نقطے سے زائرین کو کھینچ لائے۔ ان کی ذمہ داری تھی کہ وہ ایسا کام نہ کریں جو ان کے اور مضافاتی قبائل کے مابین خوش گوار تعلقات کو کمزور کر دے۔

زائرین کعبہ کی میزبانی کے جس منصب پر عبدالمطلب فائز تھے وہ ان پر یہ ذمہ داری عائد کرتا تھا کہ وہ مذکورہ بالا امور سے متعلق گہری واقفیت رکھیں۔ ان کا ضابطۂ کار بین القبائلی نوعیت کا تھا اور اس میں ایک حدِ خاص تک قریش کے تمام لوگ شریک و سہیم تھے۔ سب کے لیے لازم تھا کہ زائرین کے ساتھ ان کا برتاؤ ایسا ہو کہ وہ اپنے آپ کو مکّہ میں اجنبی نہ محسوس کریں۔ بلکہ ان کا احساس یہ ہو کہ مکّے کی جانب ان کا سفر گھر سے گھر کی جانب سفر ہے۔ نیز ان کے خیر مقدم کا مطلب اس کا خیر مقدم ہے جس کی وہ پرستش کرتے ہیں۔ بنابریں ان اصنام کے احترام و عقیدت میں ہرگز کوئی کوتاہی سرزد نہ ہونی چاہیے جو زائرین اپنے ساتھ لائیں۔ بتوں کے انسانی زندگی پر اثر انداز اور فعال ہونے کا یقین اور ان کو ماننے کا جواز اور سند محض روایت اور معمول تھا۔ یعنی ان کے آبار و اجداد یہی کرتے آئے تھے۔ بایں ہمہ عبدالمطلب کے لیے اللہ ایک عظیم حقیقت تھا۔ اور بلاشبہ وہ ہوازن، خزاعہ قریش اور عرب کے دیگر قبائل کے اپنے معاصرین کے مقابلے میں دین ابراہیمی سے قریب تر تھے۔ تاہم کچھ لوگ تھے ــــ اور ایسے لوگ ہمیشہ سے تھے ــــ جو براہیمی عبادت کی تمام تر اصلیت کو پائندہ اور استوار رکھے ہوئے تھے۔ وہی تھے جو اس حقیقت کا شعور رکھتے تھے کہ بت پرستی یا شرک کا روایت سے دور کا بھی علاقہ نہیں۔ وہ ایک جدّت ہے ایک خطرہ جس کا تدارک ہونا چاہیے۔ لیکن اس حقیقت تک رسائی کے لیے تاریخ پر ایک طویل المیعاد نگاہ درکار تھی۔ یہ حنفاء تھے ــــ انھوں نے اپنے لیے یہی لقب

toobaa-elibrqry.blogspot.com

انتخاب کیا تھا۔ بتوں سے کوئی سروکار نہ رکھتے تھے۔ وہ مکے میں ان کی موجودگی کو الحاد و آلودگی قرار دیتے تھے۔ ان کے اس طرزِ فکر اور اس کے سلسلے میں کسی سمجھوتے سے انکار اور اکثر و بیشتر صاف گوئی نے انھیں مکی سماج کی آخری صفوں میں کھڑا کر دیا تھا۔ جہاں کچھ ان کی شخصیت اور کچھ اس بات کے فرق کے ساتھ کہ ان کا خاندان ان کو تحفظ دیتا ہے یا نہیں، ان کا احترام کیا جاتا تھا یا انھیں گوارا کر لیا جاتا تھا یا ان کے ساتھ بدسلوکی ہوتی تھی۔

چار حُنفائے عبد المطلب کی رسم و راہ تھی۔ ان میں سے ایک جن کا نام وَرَقہ تھا اور جن کو نسبتاً زیادہ عزت و احترام سے دیکھا جاتا تھا عبد المطلب کے یک جدی رشتہ دار قبیلۂ اسد کے نوفلؓ کے بیٹے تھے۔ وَرَقہ عیسائی ہو گئے تھے اور اس علاقے کے عیسائیوں کا عقیدہ تھا کہ ایک نبی کی بعثت کا زمانہ قریب آ لگا ہے۔ یہ عقیدہ بہت عام نہ رہا ہو لیکن مشرقی چرچ کے دو ایک لائق احترام عہدہ دار نیز ستارہ بیں، کاہن اس کی تائید اور حمایت کرتے تھے۔ جہاں تک یہودیوں کا تعلق ہے ــــ جن کے لیے اس کا قائل ہونا آسان تر تھا کیوں کہ انبیاء کا سلسلہ مسیحؑ پر ختم ہو چکا تھا (اور مدت سے کوئی نبی نہیں آیا تھا) ــــ ایک نبی کا انتظار کرنے کے بارے میں تقریباً وہ سب کے سب متفق تھے۔ ان کے ربّی اور دانش مند انھیں یقین دلاتے تھے کہ ایک نبی بس آنے ہی والا ہے۔ اس کی آمد سے متعلق بیشتر علامات جن کی پیشین گوئی ہو چکی تھی ظاہر ہو چکی تھیں۔ یہ ربّی یہودیوں کو یہ بھی یقین دلاتے تھے کہ آنے والا نبی یہودی ہی ہوگا۔ کیوں کہ وہی "برگزیدہ امت" ہیں۔ عیسائی ــــ اور وَرَقہ ان میں سے ایک تھے ــــ اس مسئلے میں اپنے شکوک رکھتے تھے۔ انھیں کوئی وجہ نظر نہ آتی تھی کہ آخر وہ نبی قبائل عرب میں سے کیوں نہ ہو۔ یہودیوں سے بڑھ کر عربوں کو ایک نبی کی حاجت تھی۔ یہودی کم از کم اس حد تک تو دینِ ابراہیمی کے پیرو تھے کہ ان کے یہاں بت نہ تھا اور وہ خدائے واحد کے پرستار تھے اور ایک

toobaa-elibrary.blogspot.com



نبی کے سوا کون تھا جو عرب کے بادیہ نشینوں کو معبودانِ باطل کی پرستش سے نجات دلا سکتا تھا۔ کعبے کے گرد ایک وسیع دائرے میں اس سے کچھ ہی فاصلے پر تین سو ساٹھ بت نصب تھے۔ مزید براں مکّے کے تقریباً ہر گھر کا ایک دیوتا ہوتا تھا۔ بت بڑا ہو یا چھوٹا خانگی زندگی میں مرکزی حیثیت رکھتا تھا۔ گھر سے کہیں باہر جانا ہو تو پہلے اس سے برکت حاصل کی جاتی تھی اور واپس آکر پہلے یہی عمل دہرایا جاتا تھا۔ یہ رواج مکّہ کے ساتھ مخصوص نہ تھا۔ عرب کے بیشتر حصّے میں عام تھا۔ یہ صحیح ہے کہ کچھ عرب عیسائی فرقوں کی جانب جنوب یمن میں اور شمال کی سمت شام کی سرحدوں پر مستقل آبادیاں تھیں (لیکن اندرونِ عرب کے باشندوں نے اپنے ان ہم نسل قبائل سے کوئی اثر قبول نہیں کیا تھا۔) قریبی زمانے میں خدا نے درمیان میں آکر بحر متوسط اور یورپ کے وسیع علاقے کا حلیہ بدل کر رکھ دیا تھا۔ مگر تقریباً چھ سو سال کی طویل مدت میں اس غیر متمدن کافر سماج کو جو مکّے کی عبادت گاہ کے گرد سکونت پذیر تھا اس نے عملی طور پر بالکل متاثر نہ کیا تھا۔ حجاز اور اس کے مشرق میں نجد کے میدانی علاقے کے عربوں کا عالم یہ تھا کہ جیسے انجیل کا پیغام ان کے سروں پر سے گزر گیا ہو۔

یہ بات نہ تھی کہ قریش اور دوسرے مشرک قبائل کو مسیحیت سے کوئی عناد رہا ہو۔ عیسائی ابراہیمؑ کی تعمیر کردہ عبادت گاہ کی زیارت کے لیے بھی آتے تھے جیسے دوسروں کو خوش آمدید کہا جاتا تھا ان کو بھی کہا جاتا تھا۔ مزید براں عیسائیوں کو نہ صرف اجازت تھی بلکہ ان کی ہمت افزائی بھی کی جاتی تھی کہ وہ کعبے کی اندرونی دیوار پر مسیحؑ کے ایامِ طفلی کی اور مریم عذرا کی شبیہہ موقلم سے بنادیں۔ یہ شبیہیں وہاں دیوار پر پینٹ کی ہوئی دوسری شبیہوں سے نمایاں طور پر مختلف اور متضاد تھیں۔ لیکن قریش کو اس تضاد کا احساس نہ ہونے کے برابر تھا۔ ان کے نزدیک بتوں کی کثیر تعداد میں ان دو کا اور اضافہ کوئی خاص بات نہ تھی۔ ایک حد تک ان کی اس رواداری نے بھی ان سے

toobaa-elibrary.blogspot.com



رہدایت کا) اثر قبول کرنے کی صلاحیت سلب کرلی تھی۔

اپنے قبیلے کے بیشتر افراد کے خلاف وَرقہ خواندگی کی استعداد رکھتے تھے۔ انھوں نے اپنے طور پر صحائف اور دینیات کا مطالعہ بھی کیا تھا اس لیے وہ یہ دیکھنے کی اہلیت رکھتے تھے کہ مسیح کے مواعید میں سے ایک میں جس کی تعبیر عیسائی یہ کرتے تھے کہ اس میں (Pentecost) کے معجزے کی جانب اشارہ کیا گیا ہے۔ چند اجزا ایسے موجود ہیں جو اس معجزے کے چوکھٹے میں ٹھیک نہیں بیٹھتے اس لیے ناگزیر ہے کہ یہ سمجھا جائے کہ وہ کسی اور بات کا اشارہ کرتے ہیں۔ کوئی ایسی بات جو ابھی تشنۂ تکمیل ہے "وہ اپنی طرف سے بات نہ کرے گا بلکہ وہ جو سنے گا وہی کہے گا۔" یوحنا ۱۳:۱۶

وَرقہ کی ایک بہن تھی جس سے ان کو بڑا لگاؤ تھا۔ وہ اکثر و بیشتر اسی سے ان مسائل پر گفتگو کیا کرتے تھے۔ وہ ان کی باتوں سے اتنا متاثر تھی کہ ایک نبی کے متوقع آمد کا خیال ہمہ وقت اس کے دماغ میں گردش کرتا رہتا تھا۔ وہ سوچا کرتی تھی، کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ وہ (آنے والا) نہ ہو بلکہ آچکا ہو) ہمارے درمیان موجود ہو۔

عبداللہ کے عوض سَو اونٹوں کی قربانی ہوگئی تو عبدالمطلب نے فیصلہ کیا کہ اپنے نجات یافتہ بیٹے کے لیے شریک حیات تلاش کریں۔ کچھ سوچ بچار کے بعد ان کی نظرِ انتخاب آمنہ پر ٹک گئی۔ وَہب سے قدیم رشتہ داری بھی تھی۔ وہ قصی کے بھائی زہرہ کا پوتا تھا۔

وہب زہرہ کے قبیلے کا سردار تھا۔ چند سال قبل اس کا انتقال ہو چکا تھا۔ اس لیے اب آمنہ اس کے بھائی وُہیب کی سرپرستی میں تھی جو وہب کا جانشین قرار پایا تھا۔ اور اب قبیلے کا سردار تھا۔ خود وُہیب کی بھی ایک بیٹی تھی اور وہ شادی کے قابل ہو چکی تھی۔ اس کا نام ہالہ تھا۔ عبدالمطلب اپنے بیٹے کا رشتہ آمنہ سے طے کر چکے تو انھوں نے خواہش کی کہ ہالہ کو ان کی زوجیت میں دے دیا جائے۔ وُہیب نے دوسری تجویز

toobaa-elibrary.blogspot.com

سے بھی) اتفاق کر لیا اور بیک وقت دونوں شادیوں کے انتظامات کر لیے گئے۔ تاریخ مقررہ پر عبدالمطلب نے بیٹے کا ہاتھ پکڑا اور باپ بیٹے ایک ساتھ بنی زہرہ کی قیام گاہ کی طرف چل پڑے۔ راہ میں انھیں بنی اسد کی بستی سے گزرنا تھا اور ہوا یہ کہ ورقہ کی بہن قتیلہ اپنے گھر کے دروازے پر کھڑی تھی۔ شاید بالارادہ ہی باپ بیٹے کو شادی کے لیے جاتے دیکھنے ہی کی خاطر۔ کیوں کر اس شان دار شادی کا بڑا چرچا تھا اور ہر کوئی اس سے باخبر تھا۔ عبدالمطلب کی عمر تو اب ستر سال ہو چکی تھی لیکن سن و سال کو دیکھتے ہوئے ان کی عمر بہت کم معلوم ہوتی تھی۔ باپ بیٹے دھیمی چال سے آگے بڑھ رہے تھے۔ ان کے فطری جمال و وقار نے موقع و محل کی سنجیدگی سے مل کر فی الواقع ایک پرکشش منظر پیش کر دیا تھا لیکن جب وہ آگے بڑھے اور قتیلہ کے گھر کے سامنے سے گزرے تو اس کی نگاہ نسبتاً کم عمر شخص پر جم کر رہ گئی۔ حسن و جمال کے لحاظ سے عبداللہ اپنے زمانے کے یوسف تھے۔ قریش کے معمر ترین مرد اور عورت یاد نہ کر پاتے تھے کہ ان جیسا خوبرو نوجوان انھوں نے پہلے کبھی دیکھا ہو۔ اس وقت ان کی عمر پچیس سال تھی۔ عنفوان شباب کا عالم تھا۔ پہلے بھی ان کی شخصیت قتیلہ کو جاذب توجہ معلوم ہوا کرتی تھی لیکن آج جس چیز نے اس کی ساری توجہ کو عبداللہ کے چہرے پر مرکوز کر دیا وہ اس کی چمک تھی۔ ماورائے کائنات کا نور! کیا ایسا ہو سکتا تھا کہ عبداللہ ہی وہ نبی ہو جس کی آمد متوقع ہے یا وہ اس نبی کا باپ بننے جا رہا ہے۔ اس نے سوچا!

● دونوں اس کے سامنے سے گزر ہی رہے تھے کہ ایک فوری جذبے سے مغلوب ہو کر اس نے عبداللہ کو آواز دی۔ عبدالمطلب نے بیٹے کا ہاتھ چھوڑ دیا۔ اشارہ یہ تھا کہ اپنی چچیری بہن سے بات کرے۔ عبداللہ اُدھر مڑے تو اس نے پوچھا "کہاں جا رہے ہو؟" "اپنے باپ کے ساتھ" جواب اتنا مختصر تھا۔ اس لیے نہیں کہ وہ کم گو اور خاموش تھے بلکہ اس لیے کہ وہ جانتے تھے کہ اس کو معلوم ہے کہ وہ کہاں اور کیوں جا رہے ہیں۔

"مجھ ہی سے شادی کر لو، ابھی اور یہیں اور تم کو اتنے اونٹ مل جائیں گے جتنے قربان کر کے

toobaa-elibrary.blogspot.com

تمھاری گلو خلاصی ہوئی ہے۔" "میں اپنے باپ کے ساتھ ہوں، میں انھیں چھوڑ نہیں سکتا ان کی مرضی کے خلاف نہیں کر سکتا۔" عبداللہ نے جواب دیا۔[۶]

دونوں شادیاں منصوبے کے مطابق انجام پاگئیں اور دونوں جوڑے چند دنوں وہیب کے مہمان رہے۔ اس اثنا میں عبداللہ کسی ضرورت سے گھر گئے۔ اب کی بار پھر قتیلہ کا اور ان کا سامنا ہوا۔ اس نے ان کے چہرے کو ایسے تلاش و تجسس کے انداز میں دیکھا کہ وہ چلتے چلتے رک گئے۔ انھوں نے سمجھا کہ وہ کچھ کہنے ہی جا رہی ہے۔ جب وہ خاموش رہی تو انھوں نے کہا "کل جو تم نے بات کہی تھی آج کیوں نہیں کہتی ہو؟"[۵] اس نے جواب دیا "وہ نور تم سے رخصت ہو چکا جو کل تمھاری جبیں سے ضیا بار تھا۔ آج تم میری وہ ضرورت پوری نہیں کر سکتے ہو جو مجھے کل تم سے تھی۔"[۶]

شادی کا سال ۵۶۹ء تھا۔ اس کے بعد والا سال عام الفیل تھا۔ ایک سے زائد وجوہ کی بنا پر یہ سال بڑا اہتمام بالشان تھا۔

---

## حوالہ جات، حواشی، تشریحات

۱۔ حنفاء: حنیف کی جمع بمعنی "یکسو"۔ ملاحظہ ہو قرآن: ۱۶/۱۲۰

۲۔ الیاس: یہاں ہاشم کا بھائی نوفل مراد ہے۔ قبیلہ نوفل جس کی جانب منسوب تھا۔

۳۔ یوحنا: ۱۶/۱۳

۴۔ ابن اسحٰق: ۱۰۰

۵۔ ایضاً: ۱۰۱

۶۔ یوم خمیس۔ طور سینا پر دس احکام کے نزول کی سالگرہ

toobaa-elibrary.blogspot.com


باب ۔ ۶

# عام الفیل

(وہ سال جو دو عظیم واقعات کا امین ہے)

اس زمانے میں یمن حبش کی حکومت کے ماتحت تھا اور ابرہہ نامی ایک حبشی وہاں نائب السلطنت کے منصب پر فائز تھا۔ حبش کی حکومت ایک عیسائی حکومت تھی۔ اور ابرہہ بھی ایک عیسائی تھا۔ اس نے صنعا (یمن کا دارالسلطنت) میں ایک شان دار کلیسا تعمیر کیا۔ اس کو توقع تھی کہ اس کا بنا کردہ کلیسا پورے عرب کے لیے ایک عظیم زیارت گاہ کی حیثیت سے کعبے پر سبقت لے جائے گا۔ وہ ملکہ سبا کے افتادہ اور ویران محل کے

toobaa-elibrary.blogspot.com



کھنڈر سے سنگ مرمر اٹھا لایا۔ کلیسا میں آبنوس اور ہاتھی دانت کے منبر نصب کیے۔ چاندی اور سونے کی صلیبوں سے اس کی زیب وزینت دوبالا کی ـــــ اور یہ سب کر چکنے کے بعد اس نے اپنے ولی نعمت نجاشی (حبش کے شاہی خاندان کا یہی خطاب ہوا کرتا تھا) کو لکھا:

"شاہِ ذی وقار! میں نے آپ کے لیے ایک چرچ تعمیر کیا ہے ایسا کہ اس جیسا چرچ آپ سے پہلے کسی کے لیے نہیں تعمیر کیا گیا۔ میں نے عزم مصمم کر رکھا ہے کہ اس وقت تک چین سے نہ بیٹھوں گا جب تک عربوں کے سفر زیارت کا رُخ کعبے کے بجائے اس تعمیر شدہ کلیسا کی جانب نہ کر دوں۔" اس نے اپنے منصوبے کو پردۂ راز میں بھی نہ رکھا۔ اس منصوبے کی اطلاع سے نجد و حجاز کے قبائل میں ایک سرے سے دوسرے سرے تک غیظ وغضب کی آگ بھڑک اٹھی۔ قریش جیسا ایک قبیلہ کنانہ کا قبیلہ بھی تھا۔ جوش انتقام میں اس کا ایک شخص کلیسا کی بے حرمتی کرنے کے ارادے ہی سے وہاں پہنچا اور اس کے اندر غلاظت کر کے اس نے اپنے ارادے کو عملی جامہ پہنا بھی دیا اور اطمینان سے اپنے قبیلے میں واپس بھی آ گیا۔

ابرہہ کو اس ناروا حرکت کی اطلاع ہوئی تو اس نے قسم کھائی کہ وہ کلیسا کی اس بے حرمتی کا انتقام لے کر رہے گا اور کعبے کو منہدم کر کے زمین کے برابر کر دے گا۔ چنانچہ اس نے تیاریاں شروع کر دیں اور جلد ہی تیاریاں مکمل ہونے کے بعد ایک بھاری فوج لے کر مکہ کی جانب روانہ ہو گیا۔ فوج کے ہراول دستے کے آگے اس کی ہدایت کے مطابق ایک ہاتھی تھا۔ صنعاء کے شمال میں کچھ عرب قبائل نے اس کی راہ روکنے کی کوشش کی مگر وہ قاصر رہے۔ حبشیوں نے انھیں بھاگ کھڑا ہونے پر مجبور کر دیا اور ان کے سردار قبیلہ خشعم کے نُفَیل ابن حبیب کو پکڑ لیا۔ نُفَیل نے جان بچانے کی خاطر بدرقہ (ایسا شخص جو راستوں سے بخوبی واقف ہو اور اجنبی مقامات پر رہنمائی کر سکے) کی خدمت انجام دینے کے لیے اپنے آپ کو پیش کر دیا۔

toobaa-elibrary.blogspot.com



جب یہ فوج طائف پہنچی تو قبیلۂ ثقیف کے لوگ شہر کے باہر ان سے ملنے آئے۔ انھیں ڈر تھا کہ کہیں کعبے کے دھوکے میں ابرہہ لات کے استھان کو منہدم اور مسمار نہ کر دے۔ انھوں نے اس پر یہ واضح کرنے میں عجلت برتی کہ وہ ابھی اپنی منزل مقصود پر نہیں پہنچا ہے اور کوچ کے باقی حصے کے لیے بدرقہ کی پیش کش کی جو ابرہہ نے قبول کر لی۔ حالانکہ قبیلۂ خثعم کا نُفیل اس خدمت کو انجام دینے کے لیے پہلے ہی سے اس کے ساتھ تھا لیکن قبیلۂ ثقیف کا آدمی مکے سے دس میل پہلے مُغَمِّس کے مقام پر انتقال کر گیا۔ انھوں نے اس کو وہیں دفن کر دیا۔ بعد کے زمانے میں عربوں کا معمول تھا کہ وہ اس قبر کے پاس سے گزرتے تو اس پر پتھراؤ کرتے۔ عرب آج بھی اس پر پتھراؤ کرتے ہیں۔

ابرہہ مُغَمِّس کے مقام پر مع اپنی فوج کے ٹھہر گیا اور اس نے ایک سوار دستہ ابتدائی پیش قدمی کے طور پر مکے کی بیرونی آبادی کی جانب روانہ کر دیا۔ اس دستے کو راہ میں جو کچھ ملا اس کو اس نے قبضے میں لے لیا اور پیچھے ابرہہ کے پاس بھیج دیا۔ عبدالمطلب کے دو سو اونٹ بھی پکڑ لیے گئے اور دوسرے ساز و سامان کے ساتھ مُغَمِّس بھیج دیے گئے۔ قریش اور ہمسایہ قبائل اس صورت حال سے نپٹنے کے بارے میں مشورے کی خاطر اکٹھا ہوئے۔ فیصلہ یہ ہوا کہ مزاحمت بے سود ہے۔ اس دوران ابرہہ نے اپنا ایک قاصد مکہ بھیجا اور اس کو ہدایت کی کہ یہ پتہ لگائے کہ وہاں کا سربرآوردہ شخص کون ہے۔ وہ شخص مل جائے تو اس کو یہ پیغام دے کہ ہم لڑنے اور کشت و خون کرنے نہیں آئے ہیں۔ ہم صرف ان کے معبد کو ڈھانا چاہتے ہیں۔ کشت و خون سے بچنا ہے تو وہ ہمارے کیمپ میں فی الفور حاضر ہو جائے۔

عبدالدار اور عبدمناف کے خاندانوں کے مابین حقوق اور ذمہ داریوں کی تقسیم کے بعد سے قریش کا کوئی ایک مانا ہوا سردار نہ تھا۔ البتہ اس سلسلے میں کچھ لوگ یہ رائے

toobaa-elibrary.blogspot.com



رکھتے تھے کہ سرداران قبائل میں سے حق کی بنیاد پر نہیں حقیقت کی بنیاد پر مکہ کی ممتاز ترین شخصیت ایک ہی ہے۔ چنانچہ دریافت کرنے پر قاصد کو عبدالمطلب کے گھر کا راستہ دکھا دیا گیا۔ انھوں نے کوئی تامل نہ کیا اور اپنے بیٹوں کے ساتھ قاصد کے ہمراہ ابرہہ کے کیمپ کی جانب روانہ ہو گئے۔

ابرہہ نے عبدالمطلب کو دیکھا تو ان کی وجاہت و شباہت سے اتنا متاثر ہوا کہ اپنے شہ نشین سے اترا، انھیں خوش آمدید کہا اور قالین پر ان کے برابر ہی بیٹھ گیا۔ اس نے ترجمان سے کہا: "ان سے دریافت کرو کہ یہ مجھ سے کیا رعایت و عنایت چاہتے ہیں؟" ترجمان نے عبدالمطلب سے دریافت کیا تو انھوں نے جواب دیا کہ "فوج نے میرے دو سو اونٹ پکڑ لیے ہیں وہ مجھے واپس مل جائیں۔" یہ جواب سن کر ابرہہ حیرت میں پڑ گیا۔ اس نے کہا کہ اس کو ان کے بارے میں بڑی مایوسی ہوئی۔ ان کا دین خطرے میں ہے۔ وہ ان کی عبادت گاہ کو منہدم کرنے آیا ہے انھیں اس کی فکر نہیں، اپنے اونٹوں کی فکر ہے (یہ بات تو کسی غیرت مند اور اپنے دین سے محبت کرنے والے کے شایان شان نہیں ہے)۔ عبدالمطلب نے جواب دیا "جیسے میں اپنے اونٹوں کا مالک ہوں ویسے ہی اس گھر کا بھی ایک مالک ہے جس کو تم زمین کے برابر کرنے آئے ہو، وہ اس کی حفاظت کرے گا۔" ابرہہ نے کہا "وہ میرے مقابلے میں کامیاب نہ ہو گا۔" عبدالمطلب بولے "دیکھیں گے، تم تو میرے اونٹ مجھے واپس کر دو۔" ابرہہ نے حکم دیا "اونٹ واپس کر دیئے جائیں۔"

عبدالمطلب قریش کے پاس واپس آئے اور ان کو صلاح دی کہ شہر سے متصل بلندیوں کی جانب پہاڑیوں پر چلے جائیں۔ اس کے بعد وہ اپنے خاندان کے کچھ اشخاص اور بعض دوسرے لوگوں کے ساتھ حرم میں داخل ہوئے۔ وہ سب ان کے پہلو میں کھڑے ہو گئے اور خدا سے دعا کی کہ وہ ابرہہ اور اس کی فوج کے خلاف ان کی حمایت و نصرت فرمائے اور خود

toobaa-elibrary.blogspot.com



انھوں نے کعبے کے دروازے کا کنڈا پکڑ کر یوں دعا کی: "اے اللہ! تیرا بندہ اپنے گھر کی حفاظت کرتا ہے تو اپنے گھر کی حفاظت فرما۔" دعا سے فارغ ہونے کے بعد وہ دوسروں کے ساتھ قریش کے باقی افراد سے جا ملنے کے لیے پہاڑی پر چلے گئے ایسی جگہ جہاں سے وہ دیکھ سکیں کہ نیچے وادی میں کیا ہو رہا ہے۔

اگلی صبح شہر میں داخلے کی تیاریاں شروع ہو گئیں۔ خیال یہ تھا کہ آبادی سے تعارض نہیں کرنا ہے۔ کعبے کا انہدام چشم زدن میں ہو جائے گا۔ اس کے بعد ابرہہ اپنی فوج کے ساتھ صنعاء واپس چلا جائے گا۔ فوج پہلے ہی صف بستہ تھی۔ سب سے آگے ایک گرانڈیل ہاتھی فوج ہی کی مانند مکہ کے رُخ کھڑا تھا۔ اس پر ایک شان دار جھول پڑی تھی۔ اس کا مہاوت اُنیس روانگی کا اشارہ پانے کے لیے پیچھے مڑا کہ اسی اثنا میں نفیل نے جو ابھی تک بدرقہ کی حیثیت سے فوج کے آگے آگے چل رہا تھا ـــــ اور اس نے دوران سفر وہ الفاظ سیکھ لیے تھے جو اُنیس ہاتھی سے بیٹھنے اور کھڑا ہونے یا چل پڑنے کے لیے کہا کرتا تھا اور ہاتھی ان الفاظ کو سمجھتا تھا ـــــ ہاتھی کا پنکھے جیسا کان پکڑا اور دھیمی لیکن طاقت ور آواز میں اس کو حکم دیا کہ بیٹھ جائے۔ ہاتھی دھیرے دھیرے لیکن فیصلہ کن انداز میں زمین پر بیٹھ گیا۔ ابرہہ اور پوری فوج یہ منظر دیکھ کر مبتلائے حیرت و دہشت میں مبتلا تھی۔ اُنیس نے ہاتھی کو اٹھ کھڑا ہونے کا حکم دیا لیکن نفیل کے الفاظ کے ساتھ ہی اس کو ایک ایسا حکم پہنچ چکا تھا جو کسی بھی انسانی حکم کے مقابلے میں زیادہ طاقت اپنے اندر رکھتا تھا۔ انھوں نے اس کو اٹھا کھڑا کرنے کی پوری کوشش کر ڈالی، جو وہ کر سکتے تھے۔ اس کے سر پر لوہے کی سلاخ سے ضربیں لگائیں، اس کے پیٹ میں آنکس گھسیڑ دیا مگر ہاتھی اپنی جگہ سے ٹس سے مس نہ ہوا۔

اب انھوں نے ایک اور تدبیر آزمائی۔ فوج کا رُخ مکے کے بجائے یمن کی جانب کر دیا۔ تھوڑی دور چلے ہاتھی اٹھ کھڑا ہوا۔ یمن کی جانب مڑا اور ان کے پیچھے آہستہ آہستہ چلنے لگا۔

toobaa-elibrary.blogspot.com



فوج ایک بار پھر مڑی۔ مکہ کی جانب رُخ کیا اور چل پڑی۔ ہاتھی بھی مڑا لیکن جوں ہی مکہ کی جانب اس کا رُخ ہوا بیٹھ گیا۔

یہ ایک واضح اشارہ تھا اس بات کا کہ مزید پیش قدمی روک دی جائے لیکن اپنے تعمیر کردہ معبد کے تعلق سے اس کی ذاتی حوصلہ مندی اور اپنے تعمیر کردہ معبد کی حریف عبادت گاہ کو منہدم کرنے کی دُھن ابرہہ کے سر پر ایسی سوار تھی کہ اس نے اس کو اندھا کر دیا تھا۔ اگر وہ اس غیبی اشارے کو پا لیتے اور اسی وقت واپس ہو جاتے تو سب کے سب ہلاکت سے بچ جاتے۔ لیکن اب دیر ہو چکی تھی۔ وہ نفسیاتی لمحہ گزر چکا تھا۔ یکبارگی اب کچھ نہ ہو سکتا تھا...... یکایک آسمان پر سیاہی چھاگئی۔ ایک عجیب و غریب آواز سنائی دینے لگی سمندر کی جانب سے سیاہی ابھری تھی۔ پھر پھیلتی گئی جیسے ایک موج تند ہو جو آگے بڑھ رہی ہو اور اس کے ساتھ شور بھی بلند ہوتا جاتا ہو۔ اب حدِ نظر تک ان کے سروں پر پرندے ہی پرندے تھے۔ جو اس تباہی سے بچ نکلے تھے ان کا بیان تھا کہ ان پرندوں کی اڑان ابابیل کی اُڑان کی مانند تھی۔ ہر پرندہ خشک مٹر کے دانے کے برابر تین سنگ ریزے لیے ہوئے تھا۔ ایک چونچ میں اور ایک ایک دونوں پنجوں میں۔ وہ فوج کی قطاروں پر کبھی آگے کی جانب کبھی پیچھے جھپٹ کر گرتے اور سنگ ریزے برساتے۔ یہ سنگ ریزے اتنے سخت تھے اور ایسی تیزی اور طاقت سے گرتے تھے کہ فولادی زرہوں کو توڑ کر اندر گھس جاتے تھے کوئی نشانہ خطا نہ ہوتا تھا اور جس پر ان کی چوٹ پڑتی تھی وہ جان سلامت نہ لے جا سکتا تھا۔ کیوں کہ سنگ ریزوں کے جسم سے مس ہوتے ہی گوشت گلنے لگتا تھا۔ کسی پر یہ عذاب فی الفور شروع ہو جاتا تھا اور کسی پر بتدریج۔ یہ بھی ہے کہ یہ سنگ ریزے بلا استثنا سب پر نہ برسے جو بچ نے ان میں سے ایک اُنیس تھا اور اس کے ساتھ ہاتھی وہ بھی سنگ ریزوں کی مار سے محفوظ رہا لیکن دہشت زدہ سب ہی تھے۔ بچ جانے والوں میں سے کچھ لوگ یمن واپس نہ گئے حجاز ہی میں رہ گئے۔ بھیڑ بکریاں چَرا کر روزی کمانے لگے۔ کچھ نے

toobaa-elibrary.blogspot.com



مزدوری پر گزر بسر شروع کر دی۔ البتہ فوج کی اصل نفری اور بڑا حصّہ تتر بتر ہو کر واپس پہنچا۔ کچھ لوگ واپسی میں سرِ راہ جاں بحق ہو گئے۔ کچھ ایسے تھے جن میں ابرہہ بھی شامل تھا جو راستے میں تو نہ مرے لیکن صنعا پہنچ کر جلد ہی نذرِ اجل ہو گئے۔ نُفیل پرندوں کی آمد اور سنگ ریزوں کی بارش سے پہلے ہی جب لوگ ہاتھی کو مکے کے رخ چلانے کی تدبیریں کر رہے تھے چپکے سے کھسک گیا تھا۔ اس نے وادیٔ مکہ کی بالائی پہاڑیوں کی راہ لی تھی۔ اسے خراش تک نہ آئی تھی۔

اس واقعے کے بعد عرب کے لوگ قریش کو "اللہ کا کنبہ" کہہ کر پکارتے تھے۔ ان کی نگاہوں میں قریش کی عزت پہلے سے زیادہ ہو گئی تھی۔ اللہ نے قریش کی بات سن لی تھی اور کعبے کو منہدم ہونے سے بچا لیا تھا۔ قریش کو عزت و احترام اب بھی حاصل ہے لیکن بڑی حد تک اس کا سبب ایک دوسرا واقعہ ہے۔ بلاشبہ یہ دوسرا واقعہ ـــــ جو عام الفیل رہا تھی کے سال ہی میں وقوع پذیر ہوا ـــــ پہلے سے بے تعلق نہیں ہے۔

عبدالمطلب کے بیٹے عبداللہ پرندوں کے کرشمے کے وقت فلسطین اور شام کے تجارتی سفر پر گئے ہوئے تھے۔ وطن واپس ہوتے ہوئے وہ یثرب میں اپنے ننہال میں ٹھہر گئے۔ یہیں دورانِ قیام وہ بیمار پڑے۔ قافلہ ان کو وہیں چھوڑ کر مکہ روانہ ہوا۔ قافلے کے ذریعہ جب عبدالمطلب کو بیٹے کی علالت کی خبر ملی تو انھوں نے دوسرے بیٹے حارث کو بھیجا کہ جوں ہی عبداللہ سفر کے قابل ہوں انھیں ساتھ لے کر آجائے۔ حارث اپنے رشتہ داروں میں پہنچے تو دریافتِ خیریت کا جواب انھیں ایسے غمناک لہجے میں ملا کہ وہ جان گئے کہ ان کا بھائی داغِ مفارقت دے چکا۔

حارث تنہا واپس ہوئے تو مکے میں رنج و غم کا سماں چھا گیا۔ البتہ آمنہ کے لیے ایک وجہِ تسلی متوفّی شوہر کا نومولود بچہ تھا۔ جیسے جیسے زچگی کا زمانہ قریب آتا گیا، ان کی طمانیت بحال ہوتی گئی۔ انہیں اپنے باطن میں ایک نور کا احساس تھا...... اور ایک دن

toobaa-elibrary.blogspot.com



ایسا آیا کہ وہ شام میں بُصریٰ کے محل دیکھ سکتی تھیں۔ وہ نور ایسا ضیا بار ہوا ___ انھوں نے ہاتف کو یہ کہتے سُنا۔ "تم اپنے رحم میں اس قوم کے سردار کو لیے پھرتی ہو جب وہ پیدا ہو تو کہنا "میں اس کو ہر حاسد کے شر سے خدائے واحد کی پناہ میں دیتی ہوں۔ اس کا نام محمدؐ رکھنا۔"

چند ہفتہ بعد بچے کی ولادت ہوئی۔ آمنہ اپنے چچا کے گھر تھیں۔ انھوں نے عبدالمطلب کو کہلا بھیجا کہ پوتا پیدا ہوا ہے۔ اس کو دیکھ جائیں۔ وہ آئے۔ پوتے کو گود میں لے کر حرم میں پھر کعبے کے اندر گئے اور اس عنایت خاص پر اللہ کا شکر ادا کیا۔ بچے کو ماں کے پاس واپس کرنے سے پہلے اس کو اپنے گھر لے گئے۔ گھر والوں کو دکھایا، خود ان کے یہاں آمنہ کی چچازاد بہن ہالہ سے ایک دوسرے بیٹے کی ولادت ہونے والی تھی۔ اس وقت ان کے سب سے چھوٹے بیٹے عباس تھے۔ ان کی عمر تین سال تھی۔ عباس انھیں اپنے گھر کے دروازے پر ہی ملے۔ نومولود کو انھیں دکھاتے ہوئے عبدالمطلب نے کہا "یہ تمھارا بھائی ہے۔ اس کو پیار کرو۔" عباس نے بچے کو چوم لیا۔

---

toobaa-elibrary.blogspot.com



باب ۔ ۸

# ریگستان

عرب شہروں کے تمام بڑے خاندانوں میں یہ دستور تھا کہ ولادت کے فوراً بعد اپنے بچوں کو ریگستان میں بھیج دیں تاکہ ایام رضاعت وہاں بسر کریں اور رضاعت کی مدت ختم ہونے کے بعد بھی اپنے بچپن کا ایک حصہ بدوی قبائل میں سے کسی ایک میں گزاریں۔ کوئی وجہ بھی کہ مکہ اس دستور سے مستثنیٰ رہتا۔ رہا تو اس دستور پر عمل کرنے کے لیے ایک قوی سبب بھی موجود تھا) وبائیں نادر الوقوع نہ تھیں اور بچوں کی شرح اموات بہت اونچی تھی۔ یہ محض

toobaa-elibrary.blogspot.com



ریگزار کی تازہ ہوا تھی جس میں سانس لینے کے لیے وہ اپنے بچوں کو بھیجتے تھے۔ وہ ان کے جسموں کے لیے تھی۔ مگر ریگستان ان کی روحوں کے لیے بھی اپنی فیاضی رکھتا تھا۔ ابھی کچھ ہی دن گزرے تھے کہ قریش نے (صحرانوردی ترک کر کے) پابند مقام رہائش (Sedentary Life) اختیار کی تھی۔ اس سے پہلے قصیٰ نے انھیں حرم کے گرد اپنے مکانات بنالینے کی ہدایت کی۔ وہ کم و بیش خانہ بدوش اور صحرانورد ہی تھے۔ جمی جمائی بستیاں شاید ناگزیر تھیں لیکن تھیں وہ خطرناک۔ ان کے اسلاف کی زندگی زیادہ شریفانہ تھی — خیمہ گزینوں کی زندگی — ہمیشہ محوِ سفر، رواں دواں!! شرافتِ نفس اور آزادی غیر منفک ہیں۔ صحرانورد مرد آزاد ہوا کرتا ہے۔ ریگ زار میں آدمی کو احساس ہوتا ہے کہ پہنائی فضا کا وہ مالک و مختار ہے۔ اور چوں کہ وہ مالک و مختار ہے اس لیے ایک معنی میں زمانے کے تسلط سے اس کو مفر بھی حاصل ہے۔ (پہنائی فضا اس کے زیرِ نگیں ہے اور وہ بندِ شب و روز سے آزاد ہے) خیمہ برہم کر کے اپنے جتنے گزرے ہوئے ”کل“ تھے سب کو وہ مرگ آشنا حقیقت بنا دیتا ہے — اور آنے والا کل اگر اس کے کب اور کہاں کو ابھی آنا باقی ہے تو اس کی ہلاکت آفرینی کم ہی لگتی ہے۔ اس کے برخلاف شہر کا باشندہ ایک قیدی ہوتا ہے اور ایک جگہ پابہ گل ہو کر رہنا — دوش امروز و فردا (گردش روز و شب کا چکر) — زمانے کا ہدف بنتا ہے۔ زمانہ سب چیزوں کو تباہ و برباد کر دینا جس کا کام ہے شہر بداطواری کے اڈے ہوتے ہیں۔ کاہلی اور سہل انگاری ان کی دیواروں کے سائے میں ڈیک کر بیٹھی رہتی ہے۔ اس تاک میں کہ انسان کی چستی اور پھرتی۔ حزم اور احتیاط اور بیدار مغزی کی دھار کو کند کر دے۔ ہر شے وہاں روبہ زوال رہتی ہے حتیٰ کہ انسان کی متاع گراں بہا اس کی زبان بھی۔ کم ہی عرب خواندگی کی استعداد رکھتے تھے۔ لیکن حسن کلام ایک ایسی خوبی تھی جس کو سب عرب والدین اپنے بچوں میں دیکھنے کے خواہش مند تھے۔ کسی آدمی کی قدر و قیمت کا پیمانہ اس کی

toobaa-elibrary.blogspot.com



فصاحت اور طلاقت لسان ہوتی تھی اور فصاحت کا تاج شاعری تھی۔ خاندان میں کسی شاعر کا پایا جانا فی الواقع سرمایۂ افتخار سمجھا جاتا تھا اور بہترین شعرا تقریباً ہمیشہ بدوی قبائل میں سے کسی ایک یا دوسرے ہی میں سے ہوا کرتے تھے۔ کیوں کہ ریگستان ہی میں بولی کی زبان شاعری سے قریب ترین ہوتی تھی۔

اس لیے ہر نسل میں ریگستان سے رابطے کی تجدید کرنی پڑتی تھی۔ پھیپھڑوں کے لیے تازہ ہوا، زبان کے واسطے خالص عربی، روح کی خاطر آزادی۔ قریش کے بہت بچے کوئی آٹھ سال تک ریگستانوں میں رکھے جاتے تھے تاکہ ریگ زار کی آب و ہوا کا ان پر پائدار اثر ہو سکے۔ حالانکہ کم تر برسوں کا قیام بھی اس کے لیے کافی تھا۔

بعض قبائل بچوں کی نگہداشت اور پرورش کے تعلق سے اونچی شہرت رکھتے تھے۔ ان میں سے ایک ہوازن کی ایک مضافاتی شاخ بنی سعد بن بکر کا خاندان تھا۔ جس کا علاقہ مکہ کے جنوب مشرق میں واقع تھا۔ بی بی آمنہ بیٹے کو اسی قبیلے کی کسی عورت کی نگہداشت میں دینے کی موافقت میں تھیں۔ وہ وقفے وقفے سے شیر خوار بچے حاصل کرنے آیا کرتے تھے۔ ان میں سے کچھ کی آمد قریبی زمانے میں متوقع تھی۔ اس موقع پر ان کے سفر کا حال بعد کے برسوں میں انہی میں سے ایک عورت ابو ذُوَیب کی بیٹی حلیمہ نے بیان کیا ہے۔ اس کے ساتھ اس کا شوہر حارث تھا اور خود ان دونوں کا نومولود بچہ جس کو وہ دودھ پلا رہی تھی۔ اس نے بیان کیا ' یہ قحط کا سال تھا اور ہمارے پاس (ساماں خورد و نوش میں سے) کچھ نہ رہ گیا تھا۔ میں اپنی ایک بھوری گدھی پر سوار ہو کر چل پڑی۔ ہمارے ساتھ ایک بوڑھی اونٹنی تھی جو ایک قطرہ بھی دودھ نہ دیتی تھی۔ تمام رات ہمارا بیٹا ہم کو جگائے رکھتا۔ وہ بھوک کے مارے روتا رہتا۔ میری چھاتی میں اس کے پلانے بھر دودھ نہ تھا اور میری وہ گدھی اتنی ناتواں تھی اور ایسی لاغر (اور لاغری اور کم زوری کے سبب ایسی سست رفتار) کہ اکثر میں دوسروں کو (اس لیے کہ مجھے بھی ساتھ

toobaa-elibrary.blogspot.com



لیں) منتظر رکھتی۔

اس نے بتایا کس طرح انھوں نے اپنا سفر جاری رکھا۔ کچھ نہ تھا جس سے وہ امید وابستہ کرتے۔ سوا بارش کے جس کے نتیجے میں (توقع تھی کہ) اونٹنی اور گدھی کو یہ سہولت بہم پہنچ جائے گی کہ کچھ چرائی کر لیں کہ ان کے تھن کچھ بھر جائیں۔ لیکن ان کے مکہ پہنچنے تک ذرا بھی بارش نہ ہوئی تھی۔ وہاں پہنچنا تھا کہ انھوں نے شیر خوار بچوں کی تلاش شروع کر دی۔ بی بی آمنہ نے اپنا بیٹا پہلے ایک کو (رضاعت اور پرورش کے لیے) پیش کیا۔ پھر دوسری کو اور بالآخر انھوں نے سب سے کہہ کر دیکھ لیا۔ سب نے انکار کر دیا۔ حلیمہ نے وضاحت کی۔ "ایسا اس لیے ہوا کہ بیٹے کے باپ سے ہم لطف و کرم کے امیدوار رہا کرتے تھے۔ ہم نے سوچا کہ ایک یتیم بچے کی ماں اور اس کا دادا ہمارے لیے کیا کر سکیں گے۔" ایسا نہیں تھا کہ وہ اپنی خدمات کے معاوضے میں راست ادائیگی کے طلب گار ہوتے (یعنی دو ٹوک انداز میں رقم کا مطالبہ کرتے) کیوں کہ کسی بچے کو دودھ پلانے کی اجرت لینا عورت کے لیے بے عزتی کی بات سمجھی جاتی تھی۔ مکافات (معاوضے کا تبادلہ) خواہ کم راست اور کم فوری کیوں نہ ہو کہیں زیادہ گنجائش رکھتی تھی۔ شہریوں اور بدویوں کے مابین منافع کا یہ باہمی تبادلہ صورت حال کا فطری تقاضا تھا۔ کیوں کہ ہر فریق اُس معاملے میں محتاج تھا جس میں دوسرا غنی تھا۔ صحرا نورد کے پاس دینے کے لیے دیرینہ عطیہ الٰہی (اس کا) طرزِ زندگی تھا۔ ہابیل کا طرز (حیات) ـــــ قابیل کی ذریات ـــــ کیوں کہ قابیل ہی تھا جس نے پہلے گاؤں بسائے ـــــ املاک و اقتدار رکھتی تھیں۔ صحرا نشینوں کا فائدہ اس میں تھا کہ عظیم خانوادوں میں سے کسی ایک کے ساتھ پائندہ اور پائدار تعلق قائم کر لیں رضاعی ماں ایک نیا بیٹا پالیتی تھی (جس سے وہ توقع رکھتی تھی کہ اپنی اصل پہلی ماں کے علاوہ) وہ دوسری ماں کی حیثیت سے اس کو دیکھے گا اور اس سے متعلق اپنی فرزندانہ ذمہ داری محسوس کرے گا اور اس کے اپنے بچے (رضاعی بھائی) کو اپنا بھائی سمجھے گا۔

toobaa-elibrary.blogspot.com



(رضاعی ماں کا شیرخوار بچے سے) یہ تعلق محض برائے نام ہی نہ ہوتا تھا۔ عربوں کی رائے ہے کہ چھاتی توارث کے وسائل میں سے ایک واسطہ اور وسیلہ ہے۔ اور یہ کہ شیرخوار (دودھ کے ساتھ) وہ صفات بھی اپنی فطرت میں اخذ کرتا ہے جو اس کی رضاعی ماں میں ہوتی ہیں لیکن خود شیرخوار سے بہت کم یا کچھ بھی توقع وابستہ نہیں کی جاسکتی۔ جب تک کہ وہ سنِ رشد کو نہ پہنچ جائے۔ اس دوران عام طور پر اس کے باپ پر ہی انحصار کیا جاسکتا تھا کہ وہ فرائض جو (دراصل) اس کے بیٹے پر عائد ہوتے ہیں ان کو وہ پورا کرے گا۔ دادا کا بہت دور سے تعلق ہوتا ہے اور اس معاملے میں انھوں نے جان ہی لیا ہوگا کہ عبدالمطلب بوڑھے آدمی ہیں جن کے بارے میں معقولیت کے ساتھ یہ توقع نہیں کی جاسکتی کہ زیادہ دن جئیں گے۔ جب ان کا انتقال ہوگا تو ان کا وارث ان کا بیٹا ہوگا پوتا نہ ہوگا۔ جہاں تک بی بی آمنہ کا تعلق ہے وہ مفلس ہیں۔ رہا بیٹا تو اس کے باپ کی عمر اتنی کم تھی کہ وہ دولت کیا اکٹھا کر پاتے۔ انھوں نے اپنے بیٹے کے لیے بس کوئی پانچ اونٹ، بھیڑ بکریوں کا ایک چھوٹا سا گلہ اور ایک لونڈی چھوڑی تھی۔ ابن عبداللہ اس میں شک نہیں کہ عظیم خانوادوں میں سے ایک خاندان کا بچہ تھا لیکن (یہ بھی حقیقت ہے کہ) اس سال جتنے بچے (رضاعت اور پرورش کے لیے) ان عورتوں کو پیش کیے گئے تھے ان میں سب ہی سے کہیں زیادہ غریب بچہ تھا۔

دوسری جانب رضاعی والدین کے بارے میں ہر چند کہ یہ توقع نہ کی جاتی تھی کہ دولت مند ہوں تاہم یہ خواہش ضرور ہوتی تھی کہ بے حد غربت زدہ نہ ہوں اور یہ ظاہر تھا کہ حلیمہ اور اس کا شوہر اپنے ساتھیوں میں سے ہر کسی کے مقابلے میں زیادہ مفلوک الحال تھے۔ جب اس کے اور کسی دوسری عورت کے مابین موازنہ کیا جاتا تو دوسری ہی کو ترجیح دی جاتی اور وہی منتخب ہوتی۔ چنانچہ زیادہ وقت نہ گزرا کہ حلیمہ کے سوا بنی سعد کی سبھی عورتوں کو ایک ایک بچہ دستیاب ہوگیا جو سب سے غریب عورت تھی اس کو کوئی

toobaa-elibrary.blogspot.com



شیر خوار نہ ملا تھا اور جو سب سے غریب شیر خوار تھا اس کو کوئی رضاعی ماں نہ ملی تھی۔

حلیمہ نے بیان کیا "جب ہم نے مکہ سے رخصت ہونے کا فیصلہ کیا تو میں نے اپنے شوہر سے کہا اگر کسی شیر خوار بچے کے بغیر مجھے اپنی سہیلیوں کی معیت میں واپس جانا گوارا نہیں۔ میں جاکر اس یتیم بچے کو لے لیتی ہوں۔" شوہر نے کہا "جیسی تمہاری مرضی ہو۔ ہوسکتا ہے اس بچے کے طفیل اللہ ہم پر فضل فرمائے۔" چنانچہ میں گئی اور اس کو میں نے لے لیا۔ ایسا کرنے کی اس کے سوا کوئی وجہ نہ تھی کہ مجھے کوئی بچہ نہ ملا تھا۔ میں واپس ہوکر اس کو وہاں لے گئی جہاں ہماری سواریاں رکی ہوئی تھیں۔ میں نے اس کو چھاتی سے لگایا ہی تھا کہ میرے سینے سے اس کے لیے دودھ کا چشمہ جاری ہوگیا۔ اس نے سیر ہوکر پیا۔ اسی طرح اس کے ساتھ اس کا رضاعی بھائی بھی شکم سیر ہوا۔ پھر دونوں سوگئے۔ میرا شوہر ہماری اس بوڑھی اونٹنی کے پاس گیا۔ دیکھتا کیا ہے کہ اس کے تھن دودھ سے بھرے ہیں اس نے اونٹنی کو دوہا اس کا دودھ پیا۔ میں نے بھی اس کے ساتھ پیا۔ یہاں تک کہ اور پینے کی سکت نہ رہی۔ ہماری بھوک کو تشفی ہوگئی۔ ہم نے وہ رات بہترین بسر کی اور صبح میں میرے شوہر نے مجھ سے کہا "خدا کی قسم حلیمہ ایک بابرکت مخلوق ہے جس کو تم نے لے لیا۔" میں نے کہا "واقعی میں یہی امید کرتی ہوں۔" پھر ہم چل پڑے۔ میں اپنی گدھی پر سوار ہوئی۔ اس (بچہ) کو ساتھ لے کر بیٹھی۔ میری گدھی نے پوری ٹولی کو پیچھے چھوڑ دیا۔ ان کی گدھیوں میں سے کوئی بھی اس سے قدم ملاکر نہ چل سکی۔ وہ بولیں "استیاناس ہو تیرا" ہمارا انتظار تو کر ہمیں بھی ساتھ ہو لینے دے۔ کیا یہ وہی گدھی نہیں ہے جس پر تو آئی تھی۔" میں بولی "بخدا یہ بالکل وہی ہے۔" انھوں نے کہا "تب تو کوئی عجوبہ اس کے ساتھ ہوگیا۔"

ہم بنی سعد کے علاقے میں اپنے خیموں میں پہنچ گئے۔ اللہ کی زمین پر میں کوئی جگہ نہیں جانتی جو اس سے زیادہ بنجر رہی ہو جتنا اس زمانے میں وہ علاقہ تھا لیکن جب

toobaa-elibrary.blogspot.com



اس بچے کو اپنے ساتھ رہنے کے لیے ہم لے آئے۔ تو حال یہ ہوا کہ ہمارا ریوڑ ہر شام شکم سیر اور دودھ بھرے تھن لیے گھر آتا۔ ہم انھیں دُہتے۔ دودھ پیتے، جبکہ دوسروں کو ایک قطرہ دودھ بھی نصیب نہ تھا۔ ہمارے پڑوسی اپنے چرواہوں سے کہتے "چلو جاؤ، اپنے ریوڑ کو وہاں چراؤ جہاں وہ چراتا ہے ــــ 'وہ' سے مراد میرا چرواہا۔ پھر بھی ان کا ریوڑ بھوکا گھر لوٹتا، بالکل دودھ نہ دیتا۔ اس کے برعکس میرا ریوڑ خوب چرچگ کر اور بافراط دودھ لیے آتا اور اس برکت سے ہماری بہرہ مندی میں فرق نہ آیا۔ یہاں تک کہ بچے کے دو سال گزر گئے اور میں نے اس کا دودھ چھڑا دیا۔"

اپنا بیان جاری رکھتے ہوئے حلیمہ نے کہا "اس کی نشوونما خاصی ہو رہی تھی۔ پروان چڑھنے میں دوسرے بچوں میں سے کوئی بھی اس جیسا نہ تھا۔ اس وقت تک کہ اس کی عمر دو سال ہوئی وہ اچھے ڈیل ڈول کا ایک بچہ ہو چکا تھا۔ ہم پھر اس کو اس کی ماں کے پاس لے گئے۔ حالانکہ اس برکت کی خاطر جو وہ اپنے ساتھ لایا تھا، ہم جی سے چاہتے تھے کہ وہ ہمارے ساتھ ہی رہے۔ چنانچہ میں نے ان سے کہا کہ میرے بچے کو میرے پاس ہی رہنے دیجیے، تاآں کہ اور قوی اور توانا ہو جائے۔ میں ڈرتی ہوں مبادا کہ وہ مکے کے طاعون کی زد میں آجائے۔ ہم نے اتنا اصرار کیا کہ بالآخر ایک بار اور انھوں نے اس کو ہماری نگہداشت میں دے دیا اور ہم اس کو لے کر اپنے گھر آگئے۔

ہماری واپسی کے کئی ماہ بعد ایک دن جب وہ اور اس کا بھائی (رضاعی) ہمارے کچھ میمنوں کے ساتھ ہمارے خیموں کے پیچھے تھے۔ بھائی دوڑتا ہوا ہمارے پاس آیا اور بولا "وہ میرا قریشی بھائی، سفید لباس میں ملبوس دو آدمی اس کو لے گئے، لٹایا، اس کا سینہ شق کیا اور (اب) اپنے ہاتھوں کو (سینے کے اندر) گھما پھیر رہے ہیں۔" چنانچہ میں اور اس کا (رضاعی) باپ اس کے پاس گئے۔ ہم نے اس کو کھڑا پایا مگر اس کا چہرہ بہت زرد تھا۔ ہم نے اُس کو گلے لگایا اور پوچھا "میرے لال، تجھے

toobaa-elibrary.blogspot.com



کیا تکلیف ہے؟" اس نے جواب دیا۔ "سفید لباس میں ملبوس میرے پاس دو آدمی آئے۔ انھوں نے مجھے لٹایا، میرا سینہ شق کیا پھر اس کے اندر ٹٹولتے رہے۔ مجھے معلوم نہیں کیوں۔ کس چیز کی تلاش تھی ان کو۔"

حلیمہ اور اس کے شوہر حارث نے ادھر دیکھا اُدھر دیکھا لیکن ان آدمیوں کا کوئی پتہ نہ تھا۔ نہ وہاں خون ہی تھا، نہ کوئی زخم جس سے اس بات کی تصدیق ہوتی جو بچوں نے بتائی تھی۔ کتنی جرح کی گئی لیکن وہ نہ ان کو بیان واپس لینے پر آمادہ کر سکی، نہ اپنے بیان میں کسی قسم کی ترمیم پر، لیکن ان کے رضاعی بیٹے کے سینے پر خراش کا نام و نشان تک نہ تھا، نہ اس کے ننھے بھرے پرے جسم پر کوئی داغ دھبہ ہی تھا۔ واحد غیر معمولی شے اس کی پیٹھ کے وسط میں دونوں شانوں کے بیچ تھی۔ ایک چھوٹا مگر واضح بیضاوی نشان جہاں گوشت خفیف سا اُبھرا ہوا تھا جیسے پیالہ نما شیشے کو رکھ کر دبا دینے سے ابھر آئے لیکن یہ ابھار وہاں اس کی پیدائش کے وقت بھی موجود تھا۔

بعد کے برسوں میں آپ اس واقعے کو زیادہ تفصیل سے بیان کر سکتے تھے (چنانچہ آپ نے فرمایا) "میرے پاس دو شخص آئے سفید پوش۔ وہ ایک طلائی ظرف لے کر آئے تھے جو برف سے بھرا تھا۔ انھوں نے مجھے پکڑا، میرا سینہ چاک کر کے میرا دل باہر نکال دیا۔ ویسے ہی دل کو بھی چیر ڈالا اور اس میں سے ایک سیاہ منجمد خون کا لوتھڑا نکالا اور دور پھینک دیا۔ بعد ازاں انھوں نے میرے دل اور میرے سینے کو برف سے دھویا۔"

آپ نے مزید فرمایا:

"ہر ابن آدم کو جس دن اس کی ماں اس کو جنتی ہے شیطان چھوتا ہے

toobaa-elibrary.blogspot.com



سوا مریمؑ اور ابن مریم کے۔[6]

---

## حوالہ جات، حواشی، تشریحات:

[1] ابن اسحٰق: ۱۰۵

[2] حوالہ سابق۔

[3] ابن سعد ۱/۱/ ۹۲

[4] بخاری: ۷۰/ ۵۴۳

toobaa-elibrary.blogspot.com



باب - ۹

# دو سانحے

حلیمہ اور حارث کو یقین تھا کہ بچے سچ بول رہے ہیں۔ اس یقین نے دونوں کو جھنجھوڑ دیا۔ حارث کو یہ ڈر سمایا ہوا تھا کہ اس کے رضاعی بیٹے پر کسی بد روح کا اثر ہو گیا ہے یا پھر یہ جادو کا کرشمہ ہے۔ اس نے اپنی بیوی سے کہا۔ "اس سے پہلے کہ جو ضرر اس کو پہنچ چکا ہے بالکل عیاں ہو جائے جس قدر جلد ممکن ہو اس بچے کو اس کی ماں کو دے آؤ۔ چنانچہ حلیمہ اس بچے کو لے کر ایک بار پھر مکہ گئیں۔ انھوں نے

toobaa-elibrary.blogspot.com



سوچا تھا کر راستے اصرار سے بچے کو رے جانے کے بعد واپس لے آنے کی وجہ کے بارے میں وہ خاموشی اختیار کریں گی لیکن جو کچھ ہو رہا تھا وہ اتنا یکایک اور غیر متوقع تھا کہ حضرت آمنہ دھوکہ نہ کھا سکتی تھیں۔ بالآخر انھوں نے سارا قصہ معلوم ہی کر لیا۔ پوری کہانی سننے کے بعد انھوں نے حلیمہ کا خوف یہ کہہ کر دفع کر دیا کہ "میرے بیٹے کا مستقبل عظیم الشان ہے۔" بعد ازاں انھوں نے حلیمہ کو زمانۂ حمل کے واقعات بتائے۔ دوران حمل انھیں ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے ان کے شکم میں کوئی نور ہے۔ حلیمہ تو مطمئن ہو گئیں لیکن حضرت آمنہ نے فیصلہ کیا کہ اب وہ بیٹے کو اپنے پاس ہی رکھیں گی۔ انھوں نے کہا "اس کو میرے پاس ہی رہنے دو اور آرام سے گھر جاؤ۔"

تین ماہ خوشی خوشی بچہ ماں کے ساتھ مکہ میں رہا۔ اسے ہر جانب سے محبت و شفقت مل رہی تھی۔ دادا کی شفقت، چچاؤں، پھوپھیوں کی اور بہت سے رشتہ دار بچوں کی جن کے ساتھ وہ کھیلتا تھا۔ اس کو خصوصاً بالخصوص حمزہ اور صفیہ سے پیار تھا۔ یہ دونوں عبدالمطلب کی آخری شادی سے تھے، جو اسی دن ہوئی تھی جس دن محمدؐ کے والدین کی شادی ہوئی تھی۔ حمزہ اس کے ہم سن تھے۔ صفیہ کچھ چھوٹی تھیں۔ دونوں باپ کی طرف سے چچا اور پھوپھی تھے۔ ماں کی جانب سے خالہ زاد بھائی بہن ـــــ اس طرح تینوں کے مابین ایک پائدار اور پائندہ رابطہ قائم تھا۔

بچہ چھ سال کا ہو گیا تو ماں نے طے کیا کہ وہ اس کو یثرب اپنے قرابت داروں کے یہاں جائیں گی۔ وہ شمال کی طرف جانے والے ایک قافلے کے ساتھ ہو گئیں۔ وہ دو اونٹوں پر الگ الگ تھے۔ ایک پر حضرت آمنہ خود، دوسرے پر جان چھڑکنے والی لونڈی برکہ کے ساتھ بچہ ـــــ بعد کی زندگی میں آپؐ بتایا کرتے تھے کہ آپؐ نے تالاب میں تیرنا کیسے سیکھا۔ یہ تالاب آپؐ کے خزرجی قرابت داروں کی ملکیت تھا جن کے ساتھ آپؐ اپنی والدہ کی معیت میں قیام فرما رہے تھے۔ آپؐ یہ بھی بتاتے کہ لڑکوں نے آپؐ کو پتنگ اڑانا کیوں کر سکھایا۔ ابھی واپسی سفر پر روانہ ہوئے ہی

toobaa-elibrary.blogspot.com



تھے کہ راہ میں حضرت آمنہ بیمار پڑیں اور ان لوگوں کو قافلے کا ساتھ چھوڑنا اور سفر ملتوی کرنا پڑا۔ چند دن بعد ابوا کے مقام پر جو یثرب سے زیادہ دور نہ تھا، حضرت آمنہ کا انتقال ہوگیا اور وہ وہیں مدفون ہوئیں۔ بَرکہ نے (جو اب تنہا مونس و غم خوار رہ گئی تھیں) بچے کو تسلی دینے کی ہر ممکن کوشش کی جو باپ کی شفقت پہلے ہی نہ پا سکا تھا ماں کے سایۂ عاطفت سے بھی اب محروم ہوگیا۔ دوہری یتیمی کا ہدف بن گیا بچہ مسافروں کے ساتھ ہو کر وہ اس کو مکے لے آئی۔

اس کے دادا نے اب اس کی نگہداشت اپنے ذمے لے لی۔ صاف معلوم ہوتا تھا کہ انھیں جو شفقت عبداللہ کے حال پر تھی اب وہ ابن عبداللہ کی جانب منتقل ہوگئی ہے۔ عبدالمطلب کعبے کے قریب رہ کر بڑے خوش و خرم اور پُر طمانیت رہتے۔ یہ حال ان کا اس وقت بھی تھا جب حِجر میں آرام فرما رہنے کے دوران انھیں زمزم کو کھود نکالنے کا حکم ملا تھا۔ بیت اللہ کے سائے میں ان کے لیے ایک گدا بچھا دیا جاتا۔ باپ کے ادب و لحاظ سے ان کا کوئی بیٹا حتیٰ کہ حمزہ بھی اس گدے پر بیٹھنے کی جسارت نہ کرتے مگر ان کا کمسن پوتا بلا تامل اس پر ان کے پہلو میں آ بیٹھتا۔ چچا اس کو الگ بیٹھنے کو کہتے تو خود عبدالمطلب انھیں یہ کہہ کر خاموش کر دیتے کہ "میرے بیٹے کو بیٹھنے دو ــــ بخدا ــــ اس کا مستقبل شان دار ہے۔" پیٹھ تھپتھپاتے اور اپنے برابر بٹھا لیتے۔ پوتا کچھ بھی کر رہا ہوتا وہ اس کو دیکھ کر ہمیشہ مسرور اور شاداں رہتے۔ تقریباً ہر دن دونوں ایک ساتھ دیکھے جاتے۔ ایک دوسرے کے ہاتھ میں ہاتھ دیے حرم کعبہ یا مکے میں کسی جگہ۔ حتیٰ کہ عبدالمطلب جب دارالندوہ میں شرکت کے لیے جاتے تو وہاں بھی پوتے کو ساتھ لے جاتے۔ اس مجلس میں شہر کے عمائد شریک ہوتے۔ سب کے سب چالیس سال سے زائد عمر کے لوگ ہوتے۔ مختلف معاملات پر غور و خوض ہوتا اور اسّی سال کا بوڑھا سات سال کے بچّے کی رائے دریافت کرتا رہتا۔ کبھی اس معاملے میں کبھی اُس

toobaa-elibrary.blogspot.com



مسئلے میں۔ ان کے اس طرزِ عمل پر معززینِ شہر انگشت نمائی کرتے تو وہ ہمیشہ ایک ہی جواب دیتے "ایک شان دار مستقبل میرے بیٹے کا منتظر ہے۔"

ماں کے انتقال کے دو سال بعد یہ یتیم دادا کی شفقت و سایۂ عاطفت سے بھی محروم ہوگیا۔ عبدالمطلب نے جب ان کا انتقال ہو رہا تھا پوتے کو ابوطالب کی سپردگی میں دے دیا۔ ابوطالب اس لڑکے کے باپ کے حقیقی بھائی تھے اور یہ حقیقت ہے کہ انھوں نے اُسی محبت و شفقت کا تسلسل قائم رکھا اور اس کو درازی بخشی جو ان کے بھتیجے کو ایک سن رسیدہ بزرگ سے مل رہی تھی۔ اپنی سپردگی میں لینے کے بعد بھتیجا ان کے نزدیک خود اپنے بیٹوں میں سے ایک بیٹا تھا۔ ان کی اہلیہ فاطمہؓ نے بھی ہر کوشش کی کہ اس کے لیے ماں کی جگہ لے سکیں۔ بعد کے دنوں میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ انھوں نے اپنے حقیقی بیٹوں کو بھوکا رکھا مگر آپ کو نہیں۔

---

## حوالجات، حواشی، تشریحات:

ا۔ وہ عبدالمطلب کے سوتیلے بھائی اسد کی بیٹی تھیں۔ اس طرح ابوطالب کی مانند وہ بھی ہاشم کی پوتی تھیں۔

toobaa-elibrary.blogspot.com



باب — ۱۰

# بُحیریٰ راہب

عبدالمطلب کی دولت وثروت ان کی عمر کے آخری دنوں میں کم سے کم تر ہوتی گئی تھی۔ انھوں نے اپنی موت کے وقت جو مال ومتاع چھوڑا وہ بس اتنا تھا کہ ہر ایک بیٹے کے حصے میں بہت معمولی سا تر کہ آسکے۔ ان میں سے بعض بالخصوص عبدالعزیٰ — جو ابولہب کی کنیت یا لقب سے شہرت عام رکھتا تھا — نے خود اپنی ذات سے دولت حاصل کر لی تھی مگر ابوطالب تنگ حال اور کثیر العیال تھے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com



بنابریں بھتیجے نے جس کو دادا نے مرتے وقت ان کی سپردگی میں دیا تھا ضروری سمجھا کہ گزر بسر کے لیے وہ خود بھی کچھ کرے۔ چنانچہ اس نے بھیڑ بکریاں چرانے کا شغل اختیار کر لیا۔ اس مشغلے کے باعث وہ کئی کئی دن مکّے کی بالائی پہاڑیوں اور ان سے پرے وادی کی ڈھلوان میں اپنے گلّے کے درمیان رہ جاتا۔ کبھی کبھی یہ بھی ہوتا کہ چچا اس کو اپنے ساتھ سفر پر لے جاتے۔ چنانچہ ایسے ہی ایک موقع پر جب وہ نو برس یا ایک دوسری روایت کے مطابق بارہ برس کا تھا اس کو ساتھ لے کر وہ ایک قافلۂ تجارت کے ساتھ شام گئے۔ وہاں بصریٰ کے مقام پر اس جگہ جہاں معمول کے مطابق مکہ کے تجارتی قافلے منزل کیا کرتے تھے، ایک خانقاہ تھی جس میں عیسائی راہب کئی نسلوں سے رہا کرتے تھے۔ ایک کا انتقال ہو جاتا تو دوسرا اس کی جگہ لے لیتا اور خانقاہ کے ساز و سامان کی ملکیت اس کی جانب منتقل ہو جاتی۔ اس ساز و سامان میں کچھ قدیم مخطوطات بھی تھے۔ ان میں ایک وہ مخطوطہ بھی تھا جس میں یہ پیشین گوئی درج تھی کہ عربوں میں ایک نبی آنے والا ہے اور بحیرؔیٰ ــــ وہ راہب جو اب اس خانقاہ میں سکونت گزیں تھا ــــ اس کتاب کے مندرجات سے بخوبی واقف تھا۔ اس کو اس پیشین گوئی سے بڑی دلچسپی تھی۔ وجہ یہ کہ وَرَقہ (ابن نوفل) کی مانند اس کو بھی احساس تھا کہ "اس نبی" کی بعثت اس کی زندگی ہی میں ہوگی۔

مکہ کے تجارتی قافلے اکثر آیا کرتے اور جس جگہ منزل کیا کرتے تھے وہ جگہ خانقاہ سے زیادہ فاصلے پر نہ تھی اسی لیے وہ ان کو دیکھا بھی کرتا تھا مگر اب کی بار جو قافلہ آیا اس میں راہب نے ایک عجیب بات دیکھی جس نے خاص طور پر اس کو اپنی جانب متوجہ کر لیا۔ یہ بات اس نے اس سے پہلے آنے والے قافلوں میں مشاہدہ نہ کی تھی۔ ایک پارۂ ابر سطح زمین سے نسبتاً قریب تر فضا میں معلق آہستہ آہستہ ان کے ساتھ ساتھ ان کے سروں پر سایہ کرتا ہوا چل رہا تھا۔ وہ بڑے

toobaa-elibrary.blogspot.com



اشتیاق کے ساتھ اس منظر کا مشاہدہ کرتا رہا مگر اس کا اشتیاق شدید حیرت میں تبدیل ہوگیا۔ جب اس نے دیکھا کہ جب یہ لوگ ایک پیڑ کے نیچے پہنچ کر رک گئے تو ان کے سروں پر بادل کا وہ ٹکڑا بھی رک گیا۔ ساتھ ہی درخت نے اپنی شاخیں جھکا کر ان لوگوں پر سایہ کرلیا۔ اب ان پر دہرا سایہ تھا۔ درخت کا سایہ اور اس سے اوپر بادل کا سایہ۔ بحیرٰی جانتا تھا کہ اس طرح کا عجوبہ چاہے زندگی کی عام رفتار میں مخل نہ ہو مگر رکھتا بڑی اہمیت اور معنویت ہے۔ اس کی توجیہہ کسی عظیم روحانی ہستی کی موجودگی ہی ہوسکتی ہے۔ اس خیال کے ساتھ ہی اس کے ذہن میں متوقع نبی کی آمد کا خیال بھی آیا۔ کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ "وہ" آگیا ہے اور ان مسافروں کے درمیان موجود ہے۔

خانقاہ میں کچھ ہی دنوں پہلے سامان خورد و نوش ذخیرہ کیا گیا تھا۔ اس نے جو کچھ بھی اس کے پاس تھا اس کو اکٹھا کر کے قافلے والوں کو کہلا بھیجا "اے اہل قریش میں نے آپ لوگوں کے لیے کھانا تیار کیا ہے۔ میری خواہش ہے کہ آپ لوگ آئیں، جوان بوڑھا، آزاد اور غلام، کوئی رہ نہ جائے۔ چنانچہ وہ لوگ خانقاہ میں آئے تو مگر اس کی تاکید کے باوجود محمدؐ کو سامان اور اونٹوں کی نگرانی کے لیے چھوڑ آئے۔ وہ آ رہے تھے اور بحیرٰی ہر چہرے کا جائزہ لے رہا تھا لیکن کسی چہرے میں وہ علامتیں نظر نہ آئیں جو کتاب میں درج تھیں۔ نہ ان میں کوئی ایسا آدمی تھا جس کی شخصیت ان دونوں معجزات کی عظمت سے مناسبت رکھتی ہو۔ شاید سب نہیں آئے۔ کوئی نہ کوئی آنے سے رہ گیا ہے۔ "اہل قریش!" اس نے کہا۔ "دیکھو تم میں کوئی چھوٹ نہ جائے۔" "کوئی پیچھے نہیں رہ گیا ہے۔" انھوں نے جواب دیا، "سوا ایک لڑکے کے جو ہم سب ہی سے کم عمر ہے۔" "ایسا نہ کرو" بحیرٰی نے کہا "اُسے بھی بلالو اور اپنے ساتھ کھانے میں شریک کرو۔" ابوطالب اور دوسرے لوگوں کو اپنی اس غلطی کا احساس ہوا۔ ان میں سے ایک نے کہا "واقعی یہ غلطی ہماری تھی۔ ہمیں ابن عبداللہ کو وہاں چھوڑنا

toobaa-elibrary.blogspot.com



نہ چاہیے تھا؛ اپنے ساتھ لانا چاہیے تھا۔" یہ کہنے کے بعد وہ اٹھ کر گیا لڑکے کو گلے لگایا اور اس کو ساتھ لاکر اوروں کے ساتھ بٹھا دیا۔

بحیریٰ ابن عبداللہ کو کھانے کے دوران بہت غور سے دیکھتا رہا۔ اس نے لڑکے کے ڈیل ڈول میں بہت سی ایسی نشانیاں دیکھیں جو کتاب میں مندرج علامتوں سے مطابقت رکھتی تھیں۔ ان معجزات کا مطلب اس کی سمجھ میں آگیا۔ اسی لیے جب سب لوگ کھانا کھا چکے تو راہب اپنے سب سے کم عمر مہمان کے پاس گیا اور اس کے رہن سہن نیز اور دوسری باتوں کے بارے میں سوالات کرنے لگا۔ محمدؐ نے سارے سوالات کا بلاتامل جواب دیا کیوں کہ سوالات ایک قابل احترام شخصیت کی جانب سے کیے جا رہے تھے اور پھر انداز بھی مشفقانہ اور خوش خلقی پر مبنی تھا۔ اور جب آخر میں راہب نے ان سے خواہش کی کہ وہ ان کی پیٹھ دیکھنا چاہتا ہے تو انھوں نے بلاتامل اپنی عبا اتار دی۔ بحیریٰ کو یقین تو پہلے ہی ہو چکا تھا لیکن اب اس یقین کو دوگونہ تقویت پہنچ گئی کیوں کہ اس نے دیکھا کہ آپؐ کے دونوں شانوں کے درمیان ٹھیک اسی قسم کا نشان ہے جیسا کہ اس کو توقع تھی۔ کتاب میں دی ہوئی تفصیلات کے مطابق، ویسا ہی نشان ٹھیک اسی جگہ ——— مہرِ نبوت! اُس نے مڑ کر ابوطالب سے کہا۔ "آپ سے اس لڑکے کا کیا رشتہ ہے؟" "یہ میرا بیٹا ہے۔" ابوطالب نے جواب دیا۔

راہب نے کہا۔ "یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ اس لڑکے کا باپ زندہ ہو۔" "یہ میرے بھائی کا بیٹا ہے۔" ابوطالب نے کہا۔ "تو پھر اس کا باپ کہاں ہے؟" راہب نے استفسار کیا۔ "لڑکا ابھی رحمِ مادر ہی میں تھا کہ اس کے باپ کا انتقال ہو گیا۔" "یہ سچ ہے۔" بحیریٰ نے کہا "اپنے بھائی کے بیٹے کو اپنے وطن واپس لے جاؤ،

toobaa-elibrary.blogspot.com


اور یہودیوں سے اس کو بچائے رکھو۔ میں اس کے بارے میں جو کچھ جانتا ہوں اگر وہ جان گئے تو اس کو گزند پہنچ سکتا ہے۔ تمھارا بھتیجا بڑا نصیبے والا ہے۔ اس کی پیشانی میں عظمت و بلندی کا نور جگمگا رہا ہے۔"

toobaa-elibrary.blogspot.com


باب۔ ۱۱

# مظلوموں اور زیردست اشخاص کی حمایت کا معاہدہ

شام میں اپنے تجارتی کاروبار سے فارغ ہو کر ابو طالب بھتیجے کے ساتھ مکہ واپس آگئے اور بھتیجے نے اپنی سابقہ تنہائی کی زندگی پھر اپنائی۔ لیکن چچا نے اپنی اس منشا کی تکمیل کر ہی لی کہ وہ، عباس اور حمزہ اسلحہ جنگ کے استعمال کی تربیت حاصل کر لیں۔ حمزہ کے بارے میں ابھی سے عیاں تھا کہ وہ بھاری ڈیل ڈول کے طاقت ور اور توانا آدمی ہوں گے۔ یہ خصوصیات قدرت نے ان کو ودیعت کی تھیں۔ وہ پہلے ہی سے تلوار کے

toobaa-elibrary.blogspot.com



دھنی اور کشتی کے ماہر تھے۔ البتہ محمدؐ اوسط قد و قامت اور ویسی ہی جسمانی طاقت و قوت کے مالک تھے۔ ان میں تیراندازی کی نمایاں اہلیت موجود تھی۔ تیراندازی ان کے عظیم اسلاف ابراہیمؑ و اسماعیلؑ کا ورثہ تھی۔ اس صفت کے تعلق سے ان کی قوت بینائی ان کی اصل متاع تھی۔ مشہور یہ تھا کہ وہ عِقد ثریا کے مجموعے میں سے ستاروں کی جس تعداد کا شمار کر سکتے ہیں وہ بارہ سے کسی طرح کم نہیں ہوتی۔

ان برسوں میں قریش کسی طویل المدت لڑائی میں اُلجھے نہ تھے البتہ ایک غیر مسلسل اور وقفے وقفے سے برپا ہونے والی کش مکش موجود تھی جو حرب فجار کے نام سے شہرت پاگئی تھی۔ اس لیے کہ مسلمہ ضابطے کے خلاف ان مہینوں میں سے ایک میں شروع ہوئی تھی جو اشہر حرم کہلاتے تھے۔ یعنی وہ مہینے جن میں رزم آرائی اور خوں ریزی ممنوع تھی۔ کِنانہ کے ایک اوباش نے نجد کے قبائل ہوازن میں سے قبیلہ عامر کے ایک شخص کو دھوکے سے قتل کر دیا اور خود فرار ہو کر خیبر کی ناقابل تسخیر قلعہ بند بستی میں پناہ گزیں ہو گیا تھا۔ صورت حال نے وہی شکل اختیار کر لی جو ریگستان کی زندگی کا خاصّہ ہوتی ہے ــــ یعنی خون کے بدلے خون' اور عزت و آبرو کے بدلے عزت و آبرو۔ چنانچہ مقتول کے قبیلے نے کنانہ کے قبیلے پر حملہ کر دیا۔ قریش کو اس شرمناک اور اہانت آمیز لڑائی میں خواہ مخواہ شریک ہونا پڑا۔ کیوں کہ وہ کنانہ کے حلیف تھے۔ اس نزاع کا سلسلہ تو تین چار سال تک چلتا رہا۔ مگر فی الواقع معرکہ آرائی صرف چار پانچ دن ہوئی۔ اس وقت قبیلہ ہاشم کے سردار زبیر تھے جو ابوطالب کی مانند (محمدؐ کے والد عبداللہ کے) حقیقی بھائی تھے۔ زبیر اور ابوطالب ابتدائی جنگوں میں سے ایک میں اپنے بھتیجے (حضرت محمدؐ) کو بھی ساتھ لے گئے تھے لیکن کم سنی کی وجہ سے اُن کو جنگ میں عملاً حصّہ نہیں لینے دیا گیا۔ البتہ یہ کام ان کے سپرد کر دیا گیا کہ دشمن کے جو تیر نشانہ خطا کر گئے تھے اور میدان جنگ میں بکھرے پڑے تھے ان کو چُن چُن کر

toobaa-elibrary.blogspot.com


لائیں اور اپنے چچا کو دیتے رہیں تاکہ وہ پلٹ کر انھیں سے دشمنوں کو نشانہ بنائیں لیکن بعد کی لڑائیوں میں سے ایک میں ـــ جو قریش والوں کے حق میں بدترین تھی اُس کو اپنی تیراندازانہ صلاحیت کے مظاہرے کی چھوٹ دے دی گئی اور اسے اس موقع پر جرأت و شہامت کی داد بھی ملی۔

جنگ نے اُس روز افزوں بے اطمینانی کو ہوا دینے میں مدد کی۔ جس سے ہر خانہ نشین طبقہ قدرتی طور پر ریگستان کے قانون کے خلاف محسوس کرنے کی جانب مائل ہوتا ہے۔ قریش کے بیشتر عمائد شام کا سفر کر چکے تھے۔ انھوں نے بچشم خود دیکھا تھا کہ ان کے یہاں کے مقابلے میں رومی شہنشاہیت کے ماتحت عدل و انصاف کا کیسا دور دورہ ہے۔ حبش میں بھی جنگ کے بغیر انصاف کا حصول ممکن تھا لیکن عرب میں کوئی ایسا نظام قانون نہ تھا جس کا مقابلہ رومی قانون سے کیا جا سکے۔ جس کے ذریعہ کوئی مظلوم یا اُس کا خاندان دادرسی حاصل کر سکے۔ یہ بالکل فطری امر تھا کہ اس نامقدس جنگ اور اس جیسے اس سے پہلے کے تنازعات کے باعث کچھ دماغ ایسے طریقہ ہائے کار کے بارے میں سوچنے لگ گئے ہوں جن سے پیش آمدہ صورت حال کے بار بار رونما ہونے کو روکا جا سکے۔ تاہم اس بار معاملہ صرف غور و فکر ہی کا نہ تھا بلکہ کچھ کرنے کا بھی ارادہ تھا۔ جہاں تک قریش کا تعلق تھا اب ان کے اندر وسیع پیمانے پر عملی اقدام کے لیے آمادگی پائی جاتی تھی۔ لڑائی ختم ہونے کے چند ہفتوں کے بعد ہی ایک شرمناک واقعہ رونما ہوا جس نے ان کے شعور عدل کو آزمائش میں ڈال دیا

یمن کے زَبید نامی بندرگاہ کے ایک تاجر نے کچھ قیمتی سامان قبیلۂ سہم کے ایک معروف شخص کے ہاتھ فروخت کیا تھا۔ قبیلۂ سہم کے اس شخص نے سامان پر تو قبضہ جما لیا لیکن وعدے کے مطابق قیمت ادا کرنے سے منکر ہو گیا۔ قبیلۂ سہم کا وہ شخص بخوبی واقف تھا کہ بے چارہ تاجر مکّہ میں اجنبی ہے اور پورے شہر میں اس

toobaa-elibrary.blogspot.com



کا نہ کوئی حلیف ہے نہ سرپرست، جس کے پاس وہ مدد کے لیے جاسکے لیکن وہ تاجر بھی فریقِ مقابل کی گستاخانہ خود یقینی سے مرعوب ہوجانے والا آدمی نہ تھا۔ بوقبیس کے ڈھلوان پر کھڑے ہوکر بلند آواز میں اور پُرزور فصاحت کے ساتھ پوری قریش برادری سے اس نے اپیل کی کہ وہ اس بات کا بندوبست کریں کہ انصاف کیا جائے۔ فی الفور مثبت ردِّعمل کا اظہار ہوا۔ ان بیشتر قبائل کی جانب سے جو قبیلۂ سہم کے ساتھ روایتی اتحاد میں منسلک نہ تھے۔ قریش نے قبیلے کی پروا کیے بغیر ہر چیز کو پس پشت ڈال کر (عدل وانصاف کی پاسداری کی خاطر) متحد رہنے کی ٹھان رکھی تھی۔ لیکن اس اتحاد کے اندر اُس تفرقے کا ادراک موجود تھا جس نے قصیٰ کی وراثت کے معاملے میں ان کو تقسیم کر دیا تھا اور وہ دو ٹولیوں میں بٹ گئے تھے۔ دوسری ٹولی کے قائدین اور مکہ کے دولت مند لوگوں میں سے اس وقت ایک شخص قبیلۂ تیم کا سردار عبداللہ بن جدعان تھا اُس نے اپنا لق ودق مکان تمام محبان عدل کے مل بیٹھنے کی جگہ کے لیے پیش کر دیا۔ مطیبین<sup></sup> میں سے صرف عبدشمس اور نوفل کے خاندان اس اجتماع سے غیر حاضر رہے۔ ہاشم، مطلب، زُہرہ، اسد اور تیم کے خاندان کی اس میں اچھی خاصی نمائندگی تھی۔ ان کے ساتھ عدی کا خاندان بھی شامل ہوگیا جو توافقین میں سے تھا۔ سنجیدہ بحث وتمحیص کے بعد طے پایا کہ مظلوموں اور زیردستوں کی مدد کے لیے ایک انجمن کی بنیاد رکھنا لازمی اور ناگزیر ہے۔ عدل وانصاف کو فروغ دینا اور کمزور طبقے کو تحفظ عطا کرنے کی یہی ایک صورت ہے۔ وہ ایک جمعیت بنا کر حرم کعبہ میں گئے۔ انھوں نے حجرِ اسود پر پانی انڈیلا اور اس کو بہہ کر نیچے ایک جگہ اکٹھا ہونے دیا۔ بعدازاں ہر ایک نے اس متبرک پانی کو پیا اور پھر دائیں ہاتھ کو سر سے اونچا کر کے حلف لیا کہ آج کے بعد سے ظلم و زبردستی اور اذیت رسانی کی ہر حرکت پر وہ سب فردِ واحد کی مانند ظالم کے خلاف اور مظلوم کی حمایت میں اٹھ کھڑے ہوں گے تاآنکہ دادرسی

Scented ۱

toobaa-elibrary.blogspot.com


عمل میں آجائے۔ مظلوم خواہ قریش کا کوئی فرد ہو یا کوئی باہر سے آیا ہوا نو وارد ــــــ

بعد ازاں قبیلہ سہم کے اس شخص کو مجبور کر دیا گیا کہ وہ اپنا قرض ادا کر دے۔ ان قبائل تک سے جو اجتماع سے غیر حاضر رہے تھے کسی شخص نے بھی وعدہ خلاف خریدار کو امداد کی پیش کش نہ کی۔

جو لوگ اس انجمن کے بنیادی رکن تھے ان میں تیم کے سردار کے ساتھ قبیلہ ہاشم کے زبیر بھی ایک رکن تھے۔ وہ اپنے بھتیجے محمدؐ کو بھی ساتھ لے گئے تھے۔ جس نے حلف برداری میں حصہ لیا تھا اور برسوں بعد ایک موقع پر کہا۔ ° ایسے بہترین معاہدے کے موقع پر میں عبداللہ ابن جدعان کے مکان پر موجود تھا۔ اب اسلام کے بعد بھی اس معاہدے میں شرکت کے عوض اگر کوئی مجھے سرخ اونٹ بھی دے تو میں اس تبادلے پر راضی نہ ہوں گا اور اگر از سرِ نو مجھے اس کی دعوت دی جائے تو میں بخوشی اس دعوت کو قبول کروں گا۔"[ الف] حاضرین میں ایک اور شخص میزبان کے حقیقی برادر عم زاد قبیلہ تیم کے ابو قحافہ بھی تھے۔ ان کے ساتھ ان کے بیٹے ابو بکر بھی موجود تھے جو محمدؐ سے عمر میں ایک دو سال چھوٹے تھے اور مستقبل میں ان کے قریب ترین دوست بن کر ابھرنے والے تھے۔

---

## حوالجات، حواشی، تشریحات

° الف: اس معاہدے کو سیرت نگاروں نے حلف الفضول کا نام دیا ہے۔ عام طور پر اس کی وجہ تسمیہ یہ بتائی جاتی ہے کہ اس کے محرک اشخاص کے نام مادہ "فضل" سے مشتق تھے۔ مثلاً فضیل ابن حرث یا مفضل وغیرہ۔ لیکن امام سہیلی نے مسند حارث ابن اسامہ سے ایک حدیث نقل کی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس نام کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس معاہدے میں یہ الفاظ تھے "تَرُدُّ الْفُضُوْلَ عَلٰی اَھْلِھَا" (شبلی سیرت النبی ۱: ۱۸۳، بحوالہ پیغمبر اعظم و آخر ڈاکٹر نصیر احمد ناصر ص ۱۹۵)

toobaa-elibrary.blogspot.com



ب : آپ کی سیرت کے حوالے سے حلف الفضول کی اہمیت یہ ہے کہ اس مستند تاریخی ریکارڈ سے دو باتیں ثابت ہوتی ہیں۔ ایک یہ کہ آپ کا دل عنفوان شباب میں بھی غم انسانیت سے معمور تھا اور دوسری یہ کہ آپ مظلوموں کی حمایت میں اپنی زندگی کی غایت مضمر دیکھتے تھے۔ آپ کے دل میں ظلم کے استیصال کی تڑپ موجود تھی۔ (ح۔ س) اضافہ مترجم

لہ ابن ہشام : ۱۱۹

کہ ابن سعد : ۱۸۱

کہ ابن اسحٰق : ۴۹/۱

toobaa-elibrary.blogspot.com


باب - ۱۲

# شادی کے ضمن میں سوالات

محمدؐ کی عمر اب بیس سال سے آگے بڑھ چکی تھی اور جیسے جیسے عمر آگے بڑھ رہی تھی کبھی ایک کبھی دوسرے رشتہ دار کی جانب سے آپؐ کو اپنے بیرونی سفر میں شرکت کی زیادہ سے زیادہ دعوت دی جا رہی تھی۔ آخر کار وہ دن آیا کہ ایک تاجر کی جانب سے جو خود سفر کے قابل نہ تھا یہ خواہش کی گئی کہ آپؐ اُس کا سامان تجارت اپنی تحویل میں لے کر سفر پر جائیں۔ اس سفر میں جو نمایاں کامیابی آپؐ کو حاصل ہوئی اس نے آپؐ

toobaa-elibrary.blogspot.com



کے بہت سے مسائل حل کر دیئے ۔۔۔ آپ کی مالی حالت بہتر ہو گئی اور ازدواجی زندگی اپنانے میں آپ کو جو رکاوٹ تھی وہ بھی دور ہوتی نظر آنے لگی ۔

آپ کے چچا اور سرپرست ابو طالب کے تین بیٹے تھے ۔ سب سے بڑے بیٹے طالب کی عمر تقریباً اتنی ہی تھی جتنی خود آپ کی ۔ عقیل تیرہ چودہ سال کے تھے اور جعفر چار سال کے بچے تھے ۔ آپ کو بچوں سے بڑا انس تھا ۔ آپ ان کے ساتھ کھیلنا پسند کرتے تھے ۔ خاص طور سے جعفر سے آپ کو لگاؤ ہو گیا تھا ۔ جعفر ایک خوب صورت اور ذہین بچّہ تھے جنھوں نے چچازاد بھائی کی محبت کا جواب ایسی قلبی وابستگی سے دیا جو پائدار ثابت ہوئی ۔ ابو طالب کی بیٹیاں بھی تھیں ان میں سے ایک شادی کے قابل ہو چکی تھی ۔ اس کا نام فاختہ تھا مگر بعد میں اُمِّ ہانی کہلائی ۔ یہی وہ نام ہے جس سے وہ ہمیشہ سے معروف ہیں ۔ اس لڑکی اور محمدؐ میں باہم اُنس تھا اسی لیے انھوں نے چچا سے خواہش کی کہ اس کا عقد اُن سے کر دیں مگر ابو طالب کے ذہن میں اپنی بیٹی سے متعلق دوسرے منصوبے تھے ۔ قبیلۂ مخزوم کے ان کے ماموں کے بیٹے ہُبَیرہ نے بھی اُمِّ ہانی سے عقد کی خواہش کی تھی اور ہُبَیرہ نہ صرف یہ کہ ایک باوزن شخصیت کا مالک تھا بلکہ خود ان کی طرح ایک فطری شاعر بھی تھا ۔ مزید برآں قبیلۂ مخزوم کی طاقت میں روز افزوں اضافہ ہو رہا تھا اور قبیلۂ ہاشم کا زور اور اثر رو بہ انحطاط تھا ۔

ابو طالب نے ہُبَیرہ سے اُمِّ ہانی کی شادی کر دی اور جب بھتیجے نے اس پر دبی زبان سے شکوہ کیا تو انھوں نے بس اتنا کہا " انھوں (قبیلۂ مخزوم) نے اپنی بیٹیوں کی شادی ہمارے خاندان میں کی ہے ۔ بلاشبہ اس سے ان کا اشارہ خود اپنی ماں کی جانب تھا ۔۔۔ اور ایک فیاض آدمی کے لیے لازم ہے کہ وہ فیاضی کا بدلہ دے ۔" یہ جواب قائل کرنے والا نہ تھا ۔ کیوں کہ عبدالمطلب خود اپنی دو بیٹیوں عاتکہ اور بَرّہ کی قبیلۂ مخزوم میں پہلے ہی شادی کر کے زیر بحث قرض چکا چکے تھے ۔ بلاشبہ محمدؐ

toobaa-elibrary.blogspot.com



نے چچا کے اس جواب کا مطلب یہی سمجھا کر صاف صاف کہنے کے بجائے شائستگی اور شفقت سے چچا نے یہ واضح کیا ہے کہ تم ابھی شادی کرنے کی حیثیت اور مقدرت نہیں رکھتے۔ جو بات بھی رہی ہو، اب آپ نے اپنے لیے یہی فیصلہ کر لیا کہ فی الحال شادی نہیں کرنا ہے لیکن غیر متوقع حالات نے رونما ہو کر آپ کو اپنا ارادہ بدلنے پر آمادہ کر دیا۔

مکّہ کے دولت مند تاجروں میں ایک خاتون تھیں ــــ قبیلۂ اسد کے خویلد کی بیٹی خدیجہؓ ــــ وہ وَرَقہ کی ــــ جو عیسائی تھے ــــ اور ان کی بہن قتیلہ کی چچازاد بہن تھیں ــــ اور انھی دونوں کی مانند وہ بھی ہاشم کی دور کی رشتہ دار تھیں۔ ان کی دو شادیاں پہلے ہو چکی تھیں۔ دوسرے شوہر کے انتقال کے بعد ان کا معمول ہو گیا تھا کہ اپنی جانب سے تجارتی کاروبار کی خاطر وہ لوگوں کو اُجرت پر رکھ لیتی تھیں۔ ادھر محمدؐ سارے مکّہ میں امین کے لقب سے مشہور تھے۔ اس شہرت کی ابتداء ان لوگوں کے بیان سے ہوئی جنھوں نے مختلف مواقع پر آپ کو اپنے اموالِ تجارت کا حوالہ دار بنایا تھا۔ خدیجہؓ نے بھی اپنے خاندانی ذرائع سے آپ کی بڑی تعریف سنی تھی۔ چنانچہ ایک دن انھوں نے آپ کے پاس کہلا بھیجا کہ آپ ان کا کچھ مالِ تجارت لے کر شام جائیں۔ آپ کی اُجرت اس اُجرت سے دُگنی ہو گی جو زیادہ سے زیادہ کبھی بھی وہ قریش کے کسی آدمی کو دے چکی ہوں گی۔ انھوں نے سفر کے دوران اپنے ایک ملازم میسرہ نامی لڑکے کی خدمات بھی آپ کو پیش کیں۔ آپ نے ان کی تجویز قبول کر لی اور ان کا سامان لے کر لڑکے کے ساتھ شام کو روانہ ہو گئے۔

جب دونوں شام کے جنوب میں بُصریٰ کے مقام پر پہنچے تو محمدؐ ایک پیڑ کے سائے میں ٹھہر گئے۔ یہ پیڑ نسطورا نامی ایک راہب کی خانقاہ کے قریب ہی تھا۔ چونکہ مسافروں کی فرودگاہ اکثر و بیشتر ایک ہی رہتی ہے بدلتی نہیں ہے ہو سکتا ہے کہ یہ پیڑ وہی رہا ہو

toobaa-elibrary.blogspot.com



جس کے سائے میں پندرہ سال پہلے انھوں نے اس وقت قیام کیا تھا جب وہ چچا کے ساتھ بصریٰ سے ہوکر گزرے تھے۔ شاید بحیریٰ کا انتقال ہو چکا تھا اور اب نسطور اس کا جانشین تھا۔ بات فی الواقع جو بھی رہی ہو ـــــ ہمیں تو وہ معلوم ہے جو میسرہ نے بیان کیا ـــــ راہب خانقاہ سے باہر آیا اور لڑکے سے دریافت کیا "پیڑ کے نیچے وہ کون آدمی ہے؟" میسرہ نے جواب دیا" وہ ایک قریشی ہے۔ پھر مزید وضاحت کر دی۔ یعنی ان میں سے ایک شخص ہے جو حرم کے متولی ہیں"۔ نسطور نے کہا" جو درخت کے نیچے بیٹھا ہے وہ کوئی اور نہیں ایک نبی ہی ہے۔"

اندرونِ شام آگے کا سفر جاری تھا اور نسطور کے الفاظ میسرہ کے دل کی گہرائیوں میں اُترتے جا رہے تھے۔ تاہم یہ بات نہ تھی کہ ان الفاظ نے اس کو بہت زیادہ حیرت زدہ کر دیا ہو۔ وجہ یہ تھی کہ سفر کے دوران اس کو پہلے ہی اندازہ ہو چکا تھا کہ وہ جس ہستی کے ساتھ سفر کر رہا ہے وہ ان تمام لوگوں سے مختلف ہے جن سے اب تک اس کی ملاقات ہو چکی تھی۔ وطن واپس ہوتے ہوئے اس نے جو کچھ دیکھا اس نے اس تاثر کی مزید توثیق کر دی۔ اُس نے بارہا دیکھا تھا کہ سورج کی تمازت کا محمدؐ پر کوئی اثر نہیں ہوتا تھا۔ ایک دن تو دوپہر کے قریب اس نے بچشم سر مشاہدہ کیا کہ دو فرشتے شعاعِ آفتاب سے بچانے کے لیے محمدؐ پر سایہ کیے ہوئے ہیں۔

مکہ پہنچ کر محمدؐ خدیجہ کے گھر وہ سامان لے کر گئے جو انھوں نے شام کے بازاروں میں اپنے سامان کے بدلے میں خریدا تھا۔ وہ سفر کا حال بیان کرتے رہے اور جو کاروبار انھوں نے کیا تھا اس کی تفصیلات بتاتے رہے اور خدیجہ بیٹھی سنتی رہیں۔ یہ سودے بہت منافع بخش ثابت ہوئے۔ کیوں کہ وہ اپنا نیا حاصل شدہ اثاثہ اس سے تقریباً دگنی قیمت پر فروخت کر سکتی تھیں جتنی قیمت میں وہ خریدا گیا تھا لیکن ان باتوں کا انھیں دُور دُور دھیان نہ تھا ان کا ذہن تو خود روداد سفر بیان کرنے والے کی ذات پر مرکوز تھا۔ محمدؐ کی عمر اس وقت پچیس سال تھی۔ وہ میانہ قد و قامت کے

toobaa-elibrary.blogspot.com



آدمی تھے۔ مائل بہ نازک اندامی ___ سر بڑا، شانے چوڑے چکلے، سر اور داڑھی کے بال گھنے اور سیاہ۔ بالکل سیدھے نہیں بلکہ کسی قدر گھنگھریالے۔ آپ کے گیسو درازی میں کانوں کی لَو اور شانوں کے درمیان تھے۔ درازی چہرے کی مطابقت سے موزوں۔ نکو آثار کشادہ پیشانی آنکھیں بڑی اور حلقۂ چشم فراخ۔ پلکیں دراز ___ ابرو گھنے اور کسی قدر خمیدہ مگر باہم ملے ہوئے نہیں۔ بیشتر ابتدائی بیانات کے مطابق پتلیاں سیاہ لیکن ایک دو روایات یہ کہ بھوری یا ہلکی بھوری تھیں۔ آپ کی ناک عقابی اور دہن کشادہ اور خوش شکل تھا ___ ایک قبول صورتی ہمیشہ نمایاں۔ کیونکہ داڑھی تو آپ نے چھوڑ رکھی تھی لیکن مونچھوں کو کبھی آپ اوپری ہونٹوں سے آگے بڑھنے نہ دیتے تھے۔ آپ کی جلد سفید تھی لیکن (تمازت) آفتاب کے اثر سے مائل بہ سرخی تھی۔ فطری حسن و جمال کے علاوہ آپ کے چہرے پر ایک قسم کی چمک تھی ___ وہی جو آپ کے والد کے چہرے سے ضیا بار رہتی تھی لیکن بیٹے میں یہ زیادہ طاقت ور تھی ___ اور یہ چمک آپ کی کشادہ پیشانی اور آنکھوں میں زیادہ نمایاں تھی۔ دونوں غیر معمولی طور پر درخشاں تھے۔ خدیجہؓ اپنے بارے میں جانتی تھیں کہ وہ اب بھی خوب صورت ہیں لیکن انھیں یہ بھی معلوم تھا کہ وہ آپ سے عمر میں پندرہ سال بڑی ہیں۔ کیا آپ (عمر کے خاصے تفاوت کے باوجود) ان سے شادی کرنے پر راضی ہو جائیں گے۔؟

جوں ہی آپ ان کے پاس سے رخصت ہوئے انھوں نے نُفَیسہ نامی اپنی ایک سہیلی سے مشورہ کیا۔ سہیلی نے پیش کش کی کہ اگر ان کی مرضی ہو تو وہ ان کی جانب سے آپ سے بات کریں اور ممکن ہو تو دونوں کی شادی کرا دیں۔ اس اثنا میں مَیسَرہ آیا اور اس نے اپنی مالکہ سے دو فرشتوں کے بارے میں بتایا اور وہ جو راہب نے کہا تھا۔ مَیسَرہ کی باتیں سن کر وہ اپنے چچا زاد بھائی وَرَقَہ کے پاس گئیں اور ان سے مَیسَرہ کی ساری باتیں

toobaa-elibrary.blogspot.com



دہرائیں۔ "خدیجہ! اگر یہ سچ ہے" انھوں نے کہا "تو محمدؐ ہماری قوم کے نبی ہیں۔ ایک مدت سے میرے علم میں ہے کہ ایک نبی کی آمد متوقع ہے اور اب اس کا زمانہ آگیا ہے۔"[۳]

اس دوران نفیسہ محمدؐ کے پاس آئیں اور انھوں نے آپ سے دریافت کیا "آخر تم نے شادی کیوں نہیں کی ہے؟" "میرے پاس شادی کے وسائل نہیں ہیں۔" آپ نے جواب دیا۔ "لیکن اگر وسائل مہیا ہو جائیں اور تمھیں ایسے ازدواجی تعلقات کی پیش کش کی جائے جہاں حسن و جمال بھی ہو، جائداد و شرافت بھی اور دولت و ثروت کی فراوانی۔ بھی تب بھی تم شادی کرنے پر راضی نہ ہو گے؟" "کون ہے وہ؟" آپ نے سوال کیا "خدیجہ۔" نفیسہ نے جواب دیا۔ "بھلا وہ مجھ سے شادی کرنے کے لیے کیسے تیار ہو سکتی ہیں؟" آپ نے کہا۔ "یہ مجھ پر چھوڑ دو۔" جواب ملا۔ "جہاں تک میرا تعلق ہے۔" آپ نے کہا "میں راضی ہوں۔"[۴]

نفیسہ یہ خبر لے کر خدیجہؓ کے پاس گئیں۔ انھوں نے آپ کو بلا بھیجا۔ جب آپ آئے تو انھوں نے کہا "آپ سے جو مجھے قرابت کا تعلق ہے اس کے سبب مجھے آپ سے محبت ہے میرے چچا کے فرزند! اس لیے کہ آپ ہمیشہ میانہ روی اختیار کرتے ہیں۔ آپ لوگوں کے درمیان کسی ایک فریق کے طرف دار ہو کر نہیں رہتے نہ اِس کی جانبداری نہ اُس کی۔ آپ بھروسے کے قابل انسان ہیں۔ حسنِ اخلاق اور خوبی کردار کی صفت سے متصف ہیں۔ آپ صادق القول ہیں۔"[۵] بعد ازاں انھوں نے اپنے آپ کو شادی کے لیے پیش کیا اور دونوں کے مابین طے ہوا کہ آپ اپنے چچا سے اور وہ اپنے چچا عمرو ابن اسد سے تذکرہ کریں گی۔ کیونکہ ان کے والد خُویلد کا انتقال ہو چکا تھا۔ حمزہؓ اگرچہ نسبتاً کم عمر تھے لیکن ہاشمیوں نے اس موقع پر انہی کو اپنی جانب سے نمائندگی سپرد کی۔ بلاشبہ اس لیے کہ وہ اسد کے خاندان سے سب سے زیادہ قریب تھے۔ اُن کی حقیقی بہن صفیہؓ کی شادی کچھ ہی دنوں پہلے خدیجہؓ کے

toobaa-elibrary.blogspot.com



بھائی عوامؓ سے ہوئی تھی۔ حمزہؓ بھتیجے کو لے کر عمرو کے پاس گئے[۵] اور ان سے بھتیجے کے لیے خدیجہؓ کا رشتہ مانگا۔ طے ہوا کہ محمدؐ ان (خدیجہؓ) کو مہر کے طور پر بیس اونٹنیاں دیں گے۔

---

## حوالہ جات، حواشی، تشریحات

۱ ابن سعد: ۱۰۸/۰۸

۲ ابن سعد: ۱/۱ ۱۰۵۔ اسلامی روایت کے مطابق محمدؐ Shiloh کے علاوہ کوئی اور نہیں ہیں جن کی جانب "بعد کے دنوں میں" روحانی اقتدار منتقل کر دیا جائے گا جو اس وقت یہودیوں کا امتیاز خصوصی رہا ہوگا۔ خود مسیحؑ یہوداہ کی شاخ کے آخری نبی تھے۔ زیر بحث پیشین گوئی یعقوبؑ نے اپنی وفات سے متصل پہلے کی تھی۔ یعقوبؑ نے اپنے بیٹوں کو بلایا اور کہا تم اکٹھا ہو جاؤ تاکہ میں تم کو وہ بات بتاؤں جس کا تم کو آخری ایام میں سامنا ہوگا۔ ... اقتدار یہوداہ کے ہاتھ سے جائے گا نہ کوئی قانون عطا کرنے والا اس کے قدموں کے درمیان سے تاآنکہ Shiloh آئے۔ اس کے گرد لوگ جمع ہو جائیں گے۔ (کتاب پیدائش ۴۹: ۱۰)

۳ ابن اسحٰق: ۱۲۲

۴ ابن سعد: ۸۴/۱/۱

۵ ابن اسحٰق: ۱۲۰

toobaa-elibrary.blogspot.com



## باب ۔۱۳

# کنبہ

آپ نے اپنے چچا کے گھر کو خیرباد کہہ دیا اور اپنی زوجہ (خدیجہؓ) کے گھر تشریف لے آئے۔ خدیجہؓ صرف آپ کی بیوی ہی نہ تھیں بلکہ آپ کی ہمدم بھی تھیں اور بڑی حد تک آپ کے فکری میلانات و رجحانات اور نصب العین میں نمایاں طور پر حصہ دار بھی تھیں۔ ہر چند کہ ان کی ازدواجی زندگی محرومیوں اور مصائب سے خالی نہ تھی مگر حیرت انگیز حد تک بابرکت اور عظیم مسرت سے معمور تھی۔ ان سے دو بیٹے چار بیٹیاں

toobaa-elibrary.blogspot.com



کل چھ اولاد ہوئیں۔۔۔ سب سے بڑے قاسم نامی بیٹے تھے۔ انھی کی نسبت سے آپ کی کنیت ابوالقاسم پڑی لیکن دوسرے ہی سال ان کا انتقال ہوگیا۔ دوسری بچی تھی جس کا نام زینب رکھا گیا۔ ان کے بعد تین بیٹیاں ہوئیں۔ رقیہؓ، اُم کلثومؓ اور فاطمہؓ؛ اور آخر میں ایک بیٹا ہوا جو بہت کم دن زندہ رہا۔

اپنی شادی کے دن محمدؐ نے اُس وفادار لونڈی برکہ کو جو انھیں اپنے والد سے ترکہ میں ملی تھی، آزاد کر دیا۔ اسی دن خدیجہؓ نے بھی اپنے غلاموں میں سے ایک کو آپؐ کی خدمت میں ہدیۃً پیش کر دیا۔ یہ پندرہ سال کا ایک نوجوان تھا جس کا نام زیدؓ تھا۔ انھوں نے برکہ کی شادی یثرب کے ایک شخص سے کر دی۔ اُس سے اُن کے یہاں ایک بیٹا پیدا ہوا۔ اس بیٹے ہی کے نام پر وہ اُم ایمن کہلائیں۔ زیدؓ کو کچھ اور نوجوانوں کے ساتھ خدیجہؓ کے بھتیجے (ان کے بھائی حزام کے بیٹے) حکیم نے کچھ ہی دنوں پہلے عکاظ کے بڑے میلے میں خریدا تھا اگلی بار جب اس کی پھوپھی (خدیجہؓ) اس کے یہاں گئیں تو حکیم نے اپنے خرید کردہ غلاموں کو طلب کیا اور ان کو پیش کش کی کہ ان غلاموں میں سے کسی ایک کو اپنے لیے انتخاب کر لیں۔ یہ زیدؓ تھے جن کو انھوں نے پسند کر لیا۔

زیدؓ کو اپنے سلسلۂ نسب پر بڑا فخر تھا۔ ان کے والد ایک عظیم شمالی قبیلے کے ایک فرد تھے جس کا نام قبیلۂ کلب تھا۔ اس قبیلے کا علاقہ عراق اور شام کے بیچ میدانوں میں واقع تھا۔ ان کی ماں طے کے قبیلے سے تعلق رکھتی تھیں۔ جو کسی بھی طرح پڑوس کا کم نامور قبیلہ نہ تھا۔ آخرالذکر قبیلے کا اس وقت سردار ملک الشعراء حاتم تھا۔ جو اپنی جواں مردی اور افسانوی سخاوت و فیاضی کے لیے تمام عرب میں مشہور تھا۔ اب سے کئی سال پہلے زیدؓ کی والدہ انھیں لے کر اپنے مائکے گئیں۔ یہ لوگ جس گاؤں میں ٹھہرے تھے اس پر بنی قین کے گھڑسواروں نے حملہ کر دیا۔ لڑکے (زیدؓ) کو پکڑ کر لے گئے اور غلام کی حیثیت سے فروخت کر دیا۔ ان کے والد حارثہ نے ان کی تلاش کی لیکن ان کی جستجو عبث

toobaa-elibrary.blogspot.com



ثابت ہوئی۔ زیدؓ کو بھی قبیلہ کلب کا کوئی مسافر نہ ملا جس سے وہ اپنے والدین کو پیغام بھیج سکتے لیکن کعبہ تو عرب کے ہر حصے سے زائرین کو کھینچ بلاتا تھا اور ایک دن موسم حج کے دوران جب محمدؐ کی غلامی میں ان پر کئی ماہ گزر چکے تھے انھوں نے مکہ کی گلیوں میں خود اپنے قبیلے اور خاندان کے کچھ مردوں اور عورتوں کو دیکھا۔ اگر ایک سال پہلے انھوں نے ان لوگوں کو دیکھا ہوتا تو ان کے احساسات بہت مختلف ہوتے۔ ایسی ملاقات کی ان کو بڑی تمنا رہی تھی۔ تاہم آخرکار اب جو یہ موقع آیا بھی تو اس نے ان کو گومگو میں ڈال دیا۔ وہ جان بوجھ کر اپنے خاندان کو اپنی موجودگی اور مقام سے بے خبر نہ رکھ سکتے تھے لیکن وہ انھیں کیا پیغام بھیج سکتے تھے اس کا خلاصہ اور مرکزی مضمون کچھ بھی ہو فرزند ریگ زار کی حیثیت سے وہ جانتے تھے کہ اس موقع پر ایک نظم سے کم کوئی چیز برمحل نہ ہوگی انھوں نے کچھ اشعار نظم کیے جن سے ان کی منشا و مفہوم کا قدرے اظہار ہوتا تھا لیکن جتنا اظہار ہوتا تھا اس سے زیادہ ان اشعار میں مضمر تھا۔ بعد ازاں انھوں نے قبیلہ کلب کے لوگوں سے صاحب سلامت کی اور ان کو یہ بتانے کے بعد کہ کس طرح وہ مکے پہنچے۔ انھوں نے کہا کہ یہ اشعار میرے خاندان والوں تک پہنچا دینا میں جانتا ہوں وہ میرے لیے بہت ملول اور افسردہ خاطر ہوں گے۔

ہر چند کہ میں خود تو دور ہوں تاہم میرا پیغام لے جاؤ۔
میرے لوگوں کے پاس مقدس گھر میں۔
میں رہتا ہوں ان مقامات پر جن کو خدا نے تقدس بخشا ہے۔
افسردگی کو کنارے کر دو جس میں تم مبتلا رہے ہو۔
اونٹوں کو دوڑا کر میرے لیے تکان زدہ نہ کرو۔
کیوں کہ میں الحمدللہ بہترین شریف خاندان میں ہوں
اپنی پوری شاخ میں عظیم!

جب زائر خوش خبری لے کر وطن واپس ہوئے تو حارثہ فی الفور اپنے بھائی کعب

toobaa-elibrary.blogspot.com



کے ہمراہ مکے کے لیے روانہ ہوگیا اور محمدؐ کے پاس جا کر دونوں نے درخواست کی کہ زیدؓ کو رہائی دے دیں اور زیادہ سے زیادہ جو قیمت چاہیں طلب کرلیں۔ آپؐ نے فرمایا "اسی کو انتخاب کر لینے دو، اگر وہ تمہارا انتخاب کرتا ہے تو بغیر کسی تاوان کے وہ تمہارا ہے اور اگر وہ مجھے پسند کرتا ہے تو میں کسی ایسے شخص پر جو مجھے انتخاب کرتا ہے کسی دوسرے کو مسلط کرنے والا نہیں۔" بعد ازاں آپؐ نے زیدؓ کو پکارا اور یہ دریافت کیا کہ آیا وہ ان دونوں اشخاص کو جانتے ہیں؟ نوجوان نے کہا۔ "یہ میرے والد ہیں اور یہ میرے چچا۔" محمدؐ نے کہا "مجھے تم جانتے ہو اور تم کو میری معیت کا تجربہ ہے۔ اس لیے اب تم میرے اور ان کے درمیان انتخاب کرلو۔" لیکن زید تو پہلے ہی انتخاب کر چکے تھے۔ انھوں نے فوراً کہا "میں آپؐ پر فوقیت دے کر کسی کو بھی نہیں اپناؤں گا۔ آپؐ میرے لیے باپ بھی ہیں اور ماں بھی۔"

"دور ہو زیدؓ۔" کلب کے لوگ پکار اُٹھے۔ کیا تو اپنے باپ، اپنے چچا اور اپنے خاندان کو نظر انداز کر دے گا اور غلامی کو آزادی پر ترجیح دے گا۔" زیدؓ نے جواب دیا "ہاں ایسا ہی ہے اس لیے کہ میں نے اس ہستی میں ایسی باتیں دیکھی ہیں کہ میں اس پر کسی دوسرے کو فوقیت دے ہی نہیں سکتا۔"

آگے کی بات محمدؐ نے مختصر کر دی۔ انھوں نے ان لوگوں سے کہا "میرے ساتھ کعبہ چلو اور حجر میں کھڑے ہو کر انھوں نے بلند آواز میں کہا۔ "تمام وہ لوگ جو موجود ہو، گواہ رہو کہ، زیدؓ میرا بیٹا ہے میں اس کا وارث ہوں وہ میرا۔"[۱]

اس طرح باپ اور چچا کو بے نیل مرام واپس ہونا پڑا۔ لیکن جو کہانی انھوں نے اپنے قبیلے کو سنائی وہ اہانت آمیز نہ تھی۔ یہ کہانی تھی باہمی محبت کی جس کے نتیجے میں یہ تبنیت (گود لینے کی کارروائی) عمل میں آئی تھی۔ جب انھوں نے دیکھا کہ زیدؓ (غلام نہیں) آزاد ہیں۔ ان کی عزت برقرار ہے۔ ساتھ ہی اس مقدس عبادت گاہ کے

toobaa-elibrary.blogspot.com



لوگوں میں بلند مقامی کی ضمانت بھی موجود ہے۔ ایسی کہ اس کے بعد آنے والے برسوں میں ان کے بھائیوں اور رشتہ داروں کو بھی فائدہ پہنچنے کی توقع ہے تو وہ لوگ مطمئن ہو گئے۔ اور بغیر کسی تلخی و ناگواری کے اپنی راہ واپس گئے۔ اس دن سے یہ نیا ہاشمی مکے میں زید ابن محمدؐ مشہور ہو گیا۔

گھر میں سب سے زیادہ آنے والوں میں محمدؐ کی سب سے چھوٹی پھوپھی صفیہؓ تھیں۔ جو خود ان سے بھی چھوٹی تھیں جواب خدیجہؓ کی بھاوج تھیں اور اپنے ساتھ وہ اپنے چھوٹے منے بیٹے زُبیر کو بھی لاتی تھیں جس کا نام انھوں نے اپنے بڑے بھائی کے نام پر رکھا تھا۔ اس طرح وہ اپنے بچپن ہی سے محمدؐ کی بیٹیوں —— اپنی رشتہ داروں —— سے بڑی اچھی طرح واقف تھے۔ صفیہؓ کے ساتھ ان کی ایک وفادار خادمہ سلمیٰؓ بھی آیا کرتی تھی۔ جس نے خدیجہؓ کو اپنے سب بچوں کی دیکھ بھال سے آزاد کر دیا تھا۔ وہ اپنے آپ کو اس گھر کا ایک فرد سمجھتی تھی۔

سال گزرتے رہے۔ وقفے وقفے سے محمدؐ کی رضاعی ماں حلیمہ بھی آجایا کرتی تھیں۔ خدیجہؓ ہمیشہ ان کے ساتھ فیاضی کا برتاؤ کرتی تھیں۔ ایک بار وہ سخت اور دور و نزدیک پھیلی ہوئی خشک سالی کے زمانے میں آئیں جس کے نتیجے میں ان کا ریوڑ اندیشہ ناک حد تک گھٹ کر تھوڑا رہ گیا تھا۔ خدیجہؓ نے ان کو ایک ہودہ اونٹ اور چالیس بھیڑیں تحفے میں دیں۔ یہی خشک سالی تھی جس نے حجاز میں قحط کی سی صورت حال پیدا کر دی تھی اور یہی خشک سالی کنبے میں ایک اہم اضافے کا سبب بھی بن گئی۔

ابو طالب جتنے بچوں کی آسانی سے کفالت کر سکتے تھے اس سے زیادہ ان کے بچے تھے۔ ادھر قحط کا دباؤ بھی ان پر بڑھتا جا رہا تھا۔ محمدؐ نے اس صورت حال کا جائزہ لیا اور محسوس کیا کہ اس سلسلے میں کچھ کیا جانا چاہیے۔ ان کے چچاؤں میں ابولہب

toobaa-elibrary.blogspot.com



سب سے زیادہ مال دار تھا مگر باقی خاندان سے وہ کچھ بے تعلق سا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اس کا نہ کوئی حقیقی بھائی تھا نہ بہن۔ وہ اپنی ماں کا اکلوتا بیٹا تھا۔ محمدؐ نے مدد مانگنے کے لیے ابولہب کے بجائے عباس کو ترجیح دی۔ کیونکہ وہ ایک صاحب حیثیت کامیاب تاجر تھے اور چونکہ وہ دونوں ایک ساتھ پلے بڑھے بھی تھے۔ اس لیے باہم ایک دوسرے سے قریب بھی تھے۔ عباس کی بیوی ام الفضل کچھ کم قریب نہ تھیں بلکہ کچھ زیادہ ہی تھیں۔ وہ آپ کو بہت چاہتی تھیں اور ہمیشہ آپ کو اپنے گھر پر خوش آمدید کہتی تھیں۔ اس لیے آپ ان کے پاس گئے کہ ان کے دونوں کنبے تاآنکہ حالات روبہ اصلاح ہوں ابوطالب کے بیٹوں میں سے ایک ایک کو اپنے پاس رکھ لیں اور ان کی کفالت کی ذمہ داری لے لیں۔ انھوں نے بلاتامل اس تجویز سے اتفاق کر لیا۔ اب دونوں ابوطالب کے پاس گئے۔ ابوطالب نے جب ان کی تجویز سنی تو کہا کہ " جو چاہو کرو، مگر عقیل اور طالب کو میرے ہی پاس رہنے دو۔ جعفر کی عمر اب پندرہ[۵] سال ہو چکی تھی اور اب ان کا شمار خاندان کے سب سے کم سن فرد کی حیثیت سے نہ ہوتا تھا۔ ان کی ماں فاطمہ سے ابوطالب کے ایک اور بیٹا ہو چکا تھا جو جعفر سے تقریباً دس سال چھوٹا تھا۔ انھوں نے اس کا نام علی رکھا تھا۔ عباس نے کہا وہ جعفر کو اپنی نگرانی میں لیں گے۔ محمدؐ راضی ہو گئے۔ انھوں نے کہا ٹھیک ہے۔ میں علی کو لیے لیتا ہوں۔ یہی زمانہ تھا جب خدیجہؓ کے یہاں آخری بچے کی ولادت ہوئی لیکن وہ قاسم سے بھی کم دن زندہ رہا۔ اور انتقال کر گیا۔ ایک طرح سے علیؓ نے اس کی جگہ لے لی۔ علیؓ کی پرورش چار بہنوں (زینبؓ، رقیہؓ، ام کلثومؓ اور فاطمہؓ) کے بھائی کی حیثیت سے ہوئی۔ ان کی عمر تقریباً اتنی ہی تھی جتنی رقیہؓ اور ام کلثومؓ کی۔ وہ زینبؓ سے کچھ چھوٹے اور فاطمہؓ سے کچھ بڑے تھے۔ اس طرح یہ پانچ اور ان کے ساتھ زیدؓ سے مل کر محمدؐ اور خدیجہؓ کے اصل خاندان کی شکل بنتی تھی تاہم ان کے

toobaa-elibrary.blogspot.com



علاوہ بھی کئی دوسرے رشتہ دار تھے جن کے ساتھ آپؐ گہرا لگاؤ محسوس کرتے تھے اور جنھیں ایک کردار ادا کرنا ہے ـــــ چھوٹا یا بڑا ـــــ اس تاریخ میں جو ان سطور میں رقم ہو رہی ہے۔
محمدؐ کے سب سے بڑے چچا حارث نے جن کا اب انتقال ہو چکا تھا کئی بچے چھوڑے تھے۔ ان میں سے اس کا ایک بیٹا ـــــ ان کا چچا زاد بھائی ابوسفیان ـــــ ان کا رضاعی بھائی بھی تھا۔ خود ان کے چند سال بعد حلیمہ سعدیہ ہی نے اس کو بھی دودھ پلایا تھا۔ لوگ کہا کرتے کہ ابوسفیان محمدؐ سے قریب تر خاندانی مشابہت رکھتا ہے، اور دونوں کے مابین جو امتیاز قدرِ مشترک کی حیثیت رکھتا ہے وہ فصاحت اور گویائی ہے ـــــ لیکن ابوسفیان شاعری کی خداداد قابلیت رکھتا تھا ـــــ اور اپنے دونوں چچا زبیر اور ابوطالب سے بھی اس میدان میں آگے ہی تھا ـــــ جب کہ دوسری طرف محمدؐ نے شعر گوئی کی طرف اپنے رجحان کا کبھی اظہار ہی نہ کیا۔ ہر چند کہ عربی زبان پر قدرت رکھنے اور حسنِ کلام میں کوئی ان کی گرد کو بھی نہ پہنچتا تھا۔

ابوسفیان آپؐ کا ہم عمر، دوست اور ہم نشین جیسا تھا اور خونی قرابت کے اعتبار سے نسبتاً آپؐ سے کچھ زیادہ ہی قریب تھا۔ آپؐ کے والد کی حقیقی بہنوں کے متعدد بچے تھے ـــــ یعنی عبدالمطلب کی پانچ سب سے بڑی بیٹیوں کے بچے۔ ان بھائیوں میں سب سے بڑے آپؐ کی پھوپھی اُمیمہ کے بچے تھے۔ امیمہ کی شادی جحش نامی ایک شخص سے ہوئی تھی۔ ان کا تعلق شمالی عرب کے قبیلے اسدؓ سے تھا ان کا گھر مکے میں تھا اور کسی شخص کے لیے جو کسی دوسرے قبیلے کے درمیان سکونت گزیں ہو جزوی طور پر اس کا حصہ بن گیا ہو اور ایک حد تک اس کی ذمہ داریاں اور حقوق دونوں میں شریک ہو یہ ممکن تھا کہ باہمی اتحاد کے ذریعہ اس قبیلہ کے کسی شخص کا حلیف بن جائے۔ حرب جواب عبدشمس کی امویؓ شاخ کے خاندان کا سردار تھا اس نے جحش کو اپنا حلیف بنالیا تھا۔ اب جو امیمہ کی شادی جحش سے ہوئی تو یہ کہنا ـــــ

toobaa-elibrary.blogspot.com



قریب قریب درست ہی تھا کہ ان کی شادی عبد شمس کے قبیلے ہی کے ایک فرد سے ہوئی۔ ان دونوں کا سب سے بڑا بیٹا جس کا نام بھائی کے نام پر امیمہ نے عبداللہ رکھا تھا محمدؐ سے کوئی بارہ برس چھوٹا تھا اور دونوں بھائی ایک دوسرے سے بڑی محبت کرتے تھے۔ امیمہ کی بیٹی زینب بھی ــــ جو بھائی سے کئی سال چھوٹی اور غیر معمولی حد تک حسین وجمیل لڑکی تھی ــــ اس رشتۂ الفت میں منسلک تھی۔ بچپن ہی سے محمدؐ ان دونوں کو جانتے تھے اور ان سے محبت کرتے تھے۔ یہی معاملہ دوسرے بھائی بہنوں کا تھا۔ خاص کر ان کی پھوپھی برہ کے بیٹے ابو سلمہ کا۔

طاقت و کشش جس کا مرکز الامینؐ تھے (اب آپ اکثر و بیشتر اسی لقب سے یاد کیے جاتے تھے) خاندان تک ہی محدود نہ تھی۔ اس کا دائرہ خاندان کے باہر بہت دور تک پھیلا ہوا تھا اور اس مرکز کشش میں خدیجہؓ بھی آپ کے ساتھ تھیں۔ اس کی ضیا باری کے وسیع دائرے میں جو آتا وہ ان سے محبت کرتا' ان کو عزت دیتا۔ یہ ایک ایسا دائرہ تھا جس میں خدیجہؓ کے بہت سے رشتہ دار بھی داخل تھے۔ خاص طور پر ان سے قریب ان کی بہن ہالہ تھیں جن کا بیٹا ابو العاص گھر میں اکثر آتا جاتا رہتا تھا۔ خدیجہؓ اس بھانجے سے اپنے بیٹے جیسی محبت کرتی تھیں۔ اکثر ہالہ خدیجہؓ سے رائے مشورہ کیا کرتی تھیں اور کبھی کبھی مدد کی درخواست بھی کرتی تھیں۔ ایک روز انھوں نے خدیجہؓ سے کہا کہ ابو العاص کے لیے ایک اچھا سا رشتہ تلاش کر دیں خدیجہؓ نے اس سلسلے میں اپنے شوہر سے مشورہ کیا تو انھوں نے اپنی اور خدیجہؓ کی بیٹی زینبؓ کا نام لیا۔ وہ جلد ہی شادی کے قابل ہو جانے والی تھیں۔ چنانچہ جب وہ وقت آیا تو دونوں کی شادی ہو گئی۔

ہاشم اور مطلب کے قبیلے سیاسی اعتبار سے ایک ہی شمار ہوتے تھے۔ ان دونوں کی ساری امیدیں اپنے انحطاط پذیر اثرات کی بحالی کے سلسلے میں محمدؐ کی

toobaa-elibrary.blogspot.com



ذات سے وابستہ تھیں۔ قبیلے کے سوال سے قطع نظر قریش کے تمام سرداروں کو یقین تھا کہ ان کے بعد آنے والی نسل میں سب سے زیادہ باصلاحیت شخص الامینؐ ہی تھے۔ جن کے ذریعہ سے قریش کا کھویا ہوا اقتدار و احترام عرب کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک بحال ہوگا۔ اور اُسے دوام نصیب ہوگا۔ الامینؐ کی مدح و ثنا مسلسل و پیہم لوگوں کی زبان پر تھی۔ شاید اسی وجہ سے ابولہب اپنے بھتیجے کے پاس یہ تجویز لے کر آیا کہ رُقیہؓ اور اُمِ کلثومؓ کی منگنی اس کے بیٹوں عُتبہ اور عُتیبہ سے کر دی جائے۔ آنحضرتؐ نے تجویز سے اتفاق کر لیا۔ کیونکہ ان کی رائے ان دونوں برادرانِ عم زاد کے بارے میں اچھی تھی۔ چنانچہ منگنی ہو گئی۔

یہی موقع تھا جب اُمِ ایمن پھر کنبے کی ایک رکن بن گئیں تحریری شہادتوں سے پتہ نہیں چلتا کہ وہ بیوہ ہو گئیں تھیں یا شوہر نے ان کو طلاق دے دی تھی۔ لیکن ان کو اس بارے میں ذرا بھی شک نہ تھا کہ ان کی جگہ وہیں ہے اور جہاں تک محمدؐ کا تعلق ہے وہ کبھی کبھی ان کو "ماں" کہہ کر پکارتے تھے اور ان کے بارے میں دوسروں سے کہتے تھے "میرے گھر والوں میں سے میرے لیے جو باقی رہ گیا ہے وہ بس وہی (اُمِ ایمن) ہیں۔"[۵]

## حوالہ جات، حواشی، تشریحات

۱ ابن سعد : ۳/۱، ۴۸ ۲ ابن سعد : ۱/۱، ۷۱

۳ اسد ابن خُزیمہ۔ ایک قبیلہ جو مکّے کے شمال مشرق میں آباد تھا۔ اس کا علاقہ نجد کے میدان کی شمالی انتہا پر تھا۔ غلط فہمی نہ ہو یہ قریش کے قبیلہ اسد سے الگ ایک قبیلہ تھا۔

۴ حرب کے باپ اُمیّہ ابن عبد شمس کی جانب قبیلے کی نسبت۔

۵ ابن سعد : ۸/ ۱۶۲

toobaa-elibrary.blogspot.com



باب ــ ۱۴

# کعبہ کی تعمیرِ نو

گزشتہ صفحات میں جن واقعات کا ذکر ہوا ان کے پیش آنے سے کچھ پہلے ـــــ اس زمانے کے آس پاس جب علی (ابن ابی طالب) کی (آں حضرتؐ اور خدیجہؓ کے) کنبے میں شمولیت ہوئی ـــ جب محمدؐ کی عمر پینتیس ۳۵ سال تھی۔ قریش نے کعبے کی تعمیرِ نو کا فیصلہ کیا۔ اس وقت نقشہ یہ تھا کہ دیواریں قدِ آدم سے ذرا اونچی تھیں کوئی چھت نہ تھی۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ دروازہ مقفل ہو تب بھی اندر رسائی آسان

toobaa-elibrary.blogspot.com



تھی اور ابھی کچھ ہی دنوں پہلے اس میں اکٹھا کی ہوئی کچھ چیزوں کی چوری ہوئی تھی۔ یہ ذخیرہ ایک تہہ خانے میں ڈھیر تھا جو اسی مقصد سے کھود کر عمارت کے اندر بنایا گیا تھا۔ ان کے پاس پہلے ہی سے اتنی لکڑی موجود تھی جتنی چھت کے لیے ضروری تھی۔ ایک یونانی تاجر کا جہاز سمندری طوفان میں جدہ کے ساحل سے ٹکرا کر خشکی پر چڑھ گیا تھا اور ناقابلِ مرمت حد تک ٹوٹ پھوٹ گیا تھا۔ اس کی لکڑی شہتیروں کا کام دینے کے لیے انھوں نے لے لی تھی۔ اور اتفاق سے مکے میں اس زمانے میں ایک قبطی بھی موجود تھا جو ایک ماہر بڑھئی تھا۔

لیکن کعبے کی ایسی ہیبت ان پر چھائی ہوئی تھی کہ اس کو ہاتھ لگاتے ہوئے وہ ہچکچا رہے تھے۔ ان کا منصوبہ یہ تھا کہ اس کی دیواروں کو جو یوں ہی پتھروں پر پتھر رکھ کر کھڑی کر دی گئی تھیں، ڈھا دیں اور بالکل نئے سرے سے ان کو دوبارہ تعمیر کریں لیکن وہ ڈرتے تھے کہ ایسا کرنے سے کہیں بے حرمتی کا گناہ ان سے نہ سرزد ہو جائے۔ ان کی ہچکچاہٹ کہیں زیادہ بڑھ گئی جب انھوں نے ایک بڑے سانپ کو نمودار ہوتے دیکھا جس نے معمول بنا لیا تھا کہ روزانہ تہہ خانے سے نکل کر آ جاتا اور کعبے کی دیوار سے لگ کر دھوپ کھایا کرتا تھا۔ کوئی اس کے قریب جاتا تو وہ سر اٹھاتا اور بڑا سا منھ کھول کر پھنکار مارتا اور لوگ ہیبت زدہ ہو کر رہ جاتے۔ لیکن ایک دن جب وہ دھوپ کھا رہا تھا، خدا نے (اس کا تدارک کرنے کے لیے) ایک عقاب بھیج دیا۔ جس نے اس کو دبوچ لیا (پکڑا) اور لے کر اڑ گیا۔ یہ دیکھ کر اہلِ قریش نے آپس میں کہا "اب درحقیقت ہم امید کر سکتے ہیں کہ جو کچھ کرنے کی ہماری نیت ہے اس سے خدا خوش ہے۔ ہمارے پاس ایک کاریگر ہے جس کا دل ہمارے ساتھ ہے۔ ہمارے پاس لکڑی ہے اور خدا نے ہم کو سانپ سے نجات بھی دے دی ہے۔

دیواروں میں سے ایک کا سب سے اوپری پتھر جس نے اٹھایا وہ محمدؐ کی دادی فاطمہ کا بھائی، قبیلہ مخزوم کا ابو وہب تھا لیکن جوں ہی پتھر اٹھایا گیا وہ اس کے ہاتھ سے اچھل کر

toobaa-elibrary.blogspot.com



پھر اپنی جگہ جا رکا۔ یہ دیکھ کر سب لوگ کعبے سے پیچھے ہٹ گئے، اور تعمیر کے کام کو جاری رکھنے سے ڈر گئے۔ تب مخزوم کے سردار مغیرہ ـــــ جو اب مر چکا تھا ـــــ کے بیٹے ولید نے ایک کدال لی اور کہا میں تمھاری طرف سے دیوار گرانا شروع کرتا ہوں اور کعبے کے قریب جا کر اس نے کہا۔ "اے اللہ ہم غیر مشتبہ ہیں، اے خدا ہماری نیت نیک ہے۔" بعد ازاں اس نے یمنی گوشے اور حجرِ اسود کے درمیان دیوار کا ایک حصہ یعنی جنوب مشرقی دیوار کو ڈھا دیا۔ لیکن باقی لوگ ٹھٹکے کھڑے رہے۔ "انتظار کرو اور دیکھو۔" انھوں نے کہا اگر اس کی سرزنش ہوتی ہے تو مزید دیوار مسمار نہ کریں گے بلکہ جیسی تھی ویسی ہی کر دیں گے لیکن اگر اس پر مار نہیں پڑتی تو اس کا مطلب ہوگا کہ خدا ہمارے کام سے راضی ہے اور ہم ساری دیوار کو زمین کے برابر کر دیں گے۔" رات بغیر کسی سانحے کے بیت گئی اور ولید نے اگلی صبح سویرے پھر اپنا کام شروع کر دیا۔ اس لیے اب دوسرے بھی اس کے ساتھ شامل ہو گئے، اور جب ابراہیم کی بنیاد تک ساری دیوار گر گئی تو انھیں سبزی مائل ترشے ہوئے کوہان شتر کی مانند پتھر ملے جو برابر رکھے ہوئے تھے۔ ایک آدمی نے سبّل لیا اور دو پتھروں کے بیچ میں اس کو رکھ کر چاہا کہ اُن میں سے ایک کو ہلا کر باہر نکال لیں لیکن پتھر کی پہلی ہی جنبش پر پورے مکہ میں ایک سرے سے دوسرے سرے تک زلزلے کی سی لرزش دوڑ گئی۔ اس کا مطلب انھوں نے یہ لیا کہ بنیاد کو جوں کا توں رہنے دینا چاہیے۔

حجرِ اسود کے گوشے کے اندرونی حصے میں انھیں سُریانی زبان میں ایک تحریر ملی تھی۔ انھوں نے اس کو رکھ لیا۔ انھیں پتا نہ تھا کہ وہ ہے کیا؛ تا آنکہ ایک یہودی نے انھیں تحریر پڑھ کر بتایا "میں خدا ہوں ربِ بکّہ۔ میں نے اس کی تخلیق اسی دن کی تھی جس دن میں نے آسمانوں اور زمین کی تخلیق کی۔ جس دن میں نے سورج بنایا، چاند بنایا، میں نے اس کے گرد سات فرشتے متعین کر دیے جو میرے حکم کی

toobaa-elibrary.blogspot.com



خلاف ورزی نہیں کر سکتے۔ یہ بستی اس وقت تک قائم رہے گی جب تک اس کی دونوں پہاڑیاں کھڑی رہیں گی۔ میں نے اس کو پانی اور دودھ سے بابرکت بنا دیا ہے۔" دوسری تحریر مقام ابراہیمؑ میں زیرِ زمین دریافت ہوئی۔ کعبے کے دروازے کے قریب ایک چھوٹی سی چٹان جس پر ان کے قدم کا معجزانہ نشان ہے۔ "مکہ خدا کا مقدس گھر ہے اس کو استحکام اور طاقت تین سمتوں سے بہم پہنچتی ہے۔ اس کے باشندوں کو اس کی بے احترامی میں پہل نہ کرنا چاہیے۔"

قریش نے اس غرض سے کہ عمارت کی بلندی میں اضافہ ہو جائے۔ جتنے پتھر پہلے سے موجود تھے ان کے علاوہ بھی پتھر اکٹھا کر دیئے تھے۔ ہر قبیلہ تعمیر کا کام الگ الگ اپنے قبیلے کے لوگوں کے ساتھ کرتا رہا۔ یہاں تک کہ دیواریں اتنی اونچی ہو گئیں کہ اب حجرِ اسود کو دوبارہ اس کے گوشے میں نصب کرنے کا وقت آگیا۔ اس موقع پر ان کے درمیان تشدد آمیز اختلاف پھوٹ پڑا۔ ہر قبیلہ خواہش مند تھا کہ حجرِ اسود کو اٹھا کر اس کی جگہ رکھنے کا شرف اس کو حاصل ہو۔ یہ تعطل تین چار دن قائم رہا اور جوش و خروش اس نقطے تک پہنچ چکا تھا کہ جتھے بندی ہونے لگی اور لڑائی کی تیاریاں ہونے لگیں کہ حاضرین میں سے ایک معمر ترین شخص نے ایک حل تجویز کیا۔ اس نے کہا "اے اہلِ قریش، جس معاملے میں تم کو ایک دوسرے سے اختلاف ہے اس کے سلسلے میں اُس شخص کو حکم مان لو جو (کل صبح) اس مسجدؑ کے دروازے سے سب سے پہلے داخل ہو۔" کعبے کے اردگرد کے احاطے کو مسجد کہتے تھے۔ (اب بھی کہتے ہیں)۔۔۔ سجدہ کرنے کی جگہ ۔۔۔ کیونکہ بیت الحرام کی جانب رُخ کر کے سجدہ کرنا وہ کام ہے جو ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ کے زمانے سے کیا جاتا تھا۔ انھوں نے بوڑھے آدمی کے مشورے سے اتفاق کر لیا اور دوسرے دن صبح پہلا آدمی جو داخل ہوا وہ محمدؐ تھے جو کچھ دن غیر حاضر رہنے کے بعد ابھی ابھی مکہ واپس آئے تھے۔ آپ پر نگاہ پڑتی تھی کہ فوری اور بے ساختہ طور پر

toobaa-elibrary.blogspot.com



لوگ پکار اُٹھے کہ یہ ہے اس کام کے لیے موزوں شخصیت۔ آپؐ کی آمد کا استقبال زیرِ لب اور بلند آہنگ برجستہ اظہارِ طمانیت سے کیا گیا۔ "یہ ہے الامینؐ" کچھ نے کہا، "ہمیں ان کا فیصلہ قبول ہے" دوسرے پکار اُٹھے "یہ محمدؐ ہیں"۔ جب ان لوگوں نے صورتِ حال کی وضاحت کی تو آپؐ نے فرمایا "مجھے ایک چادر دو اور جب وہ آپؐ کو مل گئی تو آپؐ نے اسے زمین پر بچھا دیا اور حجرِ اسود کو لے کر اس کے وسط میں رکھ دیا۔" اچھا اب ہر قبیلہ اس چادر کا کنارہ پکڑ لے"۔ آپؐ نے ہدایت کی "اب تم سب مل کر اس کو اوپر اٹھاؤ" اور جب انھوں نے اس کو ٹھیک بلندی پر اٹھا لیا تو آپؐ نے حجرِ اسود کو اٹھا کر اپنے ہاتھوں سے گوشے میں نصب کر دیا۔ اس کے اوپر تعمیر جاری رہی اور مکمل کر دی گئی ہے[۴]

---

## حوالجات، حواشی، تشریحات

۱۔ باقوم۔ (پیغمبرِ اعظم و آخر۔ ڈاکٹر نصیر احمد ناصر)

۲۔ ابوامیہ ابن المغیرہ (رح۔ س)۔ ابن اسحٰق : ۲۳۲

۳۔ ابن اسحٰق : ۱۲۵

۴۔ یہ واقعہ قبل از نبوت آپؐ کی ذات سے متعلق دو شہادتیں فراہم کرتا ہے۔

(۱) آپؐ عادل، احسان پیشہ تھے اور معاملات سے عہدہ برآ ہونے کی حکیمانہ صلاحیت نبوت سے پہلے بھی رکھتے تھے۔

(۲) اہلِ مکہ بلا اختلاف آپؐ کو "امین" کہتے اور جانتے تھے۔ (مترجم)

toobaa-elibrary.blogspot.com



## باب - ۱۵

# پہلی وحی

آپ کے مشن اور وقار و اعتبار کی اس خارجی علامت (جو کعبہ کی تعمیر نو اور حجر اسود کے دوبارہ نصب کرنے کے سلسلے میں ظاہر ہوئی اور جس کا گزشتہ صفحات میں ذکر ہوا) پر زیادہ مدت نہ گزری تھی کہ آپ کو طاقت ور باطنی علامات کا بھی تجربہ ہونے لگا۔ یہ ان علامات کے علاوہ تھیں جن کا احساس آپ کو پہلے ہی سے تھا۔ ان کے بارے میں جب آپ سے دریافت کیا گیا تو آپ نے رویائے صادقہ کے بارے میں بتایا جو نیند کی حالت میں

toobaa-elibrary.blogspot.com



آپ کو نظر آتے تھے اور فرمایا کہ وہ سپیدۂ سحر کے نمودار ہونے سے مماثلت رکھتے ہیں۔ ان خوابوں کا فوری نتیجہ یہ ہوا کہ آپ خلوت پسند ہو گئے اور آپ روحانی خلوت گزینی کے لیے کوہِ حرا کے ایک غار میں چلے جاتے تھے جو مکہ کے مضافات سے زیادہ دُور نہ تھا۔ یہ کوئی ایسی بات نہ تھی کہ قریش کو خاص طور پر عجیب معلوم ہوتی۔ کیونکہ خلوت گزینی اخلاف اسمٰعیلؑ کے یہاں ایک روایتی عمل رہا تھا اور ہر نسل میں ایک دو آدمی ایسے ہوا کرتے تھے جو وقفے وقفے سے کسی تنہائی کے مقام پر چلے جاتے تھے تاکہ انھیں ایسی فرصت بہم پہنچ جائے جو انسانوں کی دنیا سے غیر آلودہ ہو۔ اس دیرینہ معمول کے مطابق محمدؐ کھانے پینے کا کچھ سامان ساتھ لیتے اور مقررہ تعداد میں کچھ راتیں اللہ کی عبادت کے لیے وقف کر دیتے (اس مدت کے خاتمے کے بعد) پھر آپ گھر والوں کے پاس لوٹ آتے اور واپس آنے کے کچھ وقت بعد کھانے پینے کا اور سامان لیتے اور پھر پہاڑ پر چلے جاتے۔ ان چند برسوں میں اکثر یہ ہوتا کہ آپ شہر سے باہر نکلتے اور اپنی خلوت گاہ کے قریب پہنچ ہی رہے ہوتے کہ واضح الفاظ میں یہ صدا کانوں سے ٹکراتی "السلام علیک یارسول اللہ" آپ مڑتے یہ دیکھنے کے لیے کہ صدا دینے والا کون ہے لیکن کوئی نظر نہ آتا اور ایسا لگتا جیسے یہ صدا کسی پتھر یا درخت سے آئی ہو۔

آپ کی عمر چالیس سال کی ہو چکی تھی۔ رمضان کا مہینہ تھا جو اعتکاف اور خلوت گزینی کا روایتی مہینہ کہلاتا ہے ـــــ اس کے آخری عشرہ کی ایک رات آپ غار میں تن تنہا تھے کہ ایک فرشتہ انسانی شکل میں آپ کے پاس آیا۔ فرشتے نے آپ سے کہا "پڑھو" آپ نے کہا "میں پڑھا نہیں ہوں"۔ اس کے بعد جیسا کہ خود آپ نے بیان فرمایا "اس نے مجھے پکڑ کر زور سے بھینچا کہ میں نڈھال ہو گیا۔ تب اس نے مجھے چھوڑ دیا۔ پھر کہا "پڑھو" میں نے وہی جواب دیا۔ اس نے پھر مجھے زور سے بھینچا میں نڈھال ہو گیا۔ اس نے مجھے چھوڑ دیا اور کہا "پڑھو" پھر میں نے وہی جواب دیا۔

تب اس نے تیسری بار جیسے پہلے بھینچا تھا ویسے ہی بھینچا پھر چھوڑ دیا۔ اور کہا:
"پڑھو اپنے رب کے نام کے ساتھ جس نے پیدا کیا۔ اس نے انسان کی تخلیق کی جمے ہوئے خون کے ایک لوتھڑے سے۔ پڑھو اور تمہارا رب بڑا کریم ہے۔ جس نے قلم کے ذریعہ علم سکھایا۔ انسان کو وہ علم دیا جو وہ نہ جانتا تھا۔" ؎

آپ نے یہ الفاظ فرشتے کے ساتھ زبان سے ادا کر دیئے۔ اس کے بعد وہ آپ کے پاس سے چلا گیا۔ آپ نے فرمایا "ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے یہ الفاظ میرے دل پر تحریر ہو گئے" لیکن آپ کو اندیشہ تھا کہیں آپ جن کے زیر اثر آئے ہوئے شاعر تو نہیں ہو رہے ہیں یا کوئی روح تو آپ کے اندر حلول نہیں کر رہی ہے۔ آپ غار سے تیزی کے ساتھ چل دیے۔ آدھا راستہ طے کر چکے تھے اور پہاڑ کے ڈھلوان پر تھے کہ بلندی کی جانب سے آپ نے آواز سنی۔ کوئی کہہ رہا تھا "اے محمدؐ آپ اللہ کے رسول ہیں، اور میں جبرئیل ہوں۔" آپ نے نگاہ آسمان کی جانب اٹھائی دیکھا تو وہی فرشتہ موجود تھا جو آپ کے پاس (کچھ پہلے) آیا تھا اب بھی پہچانا جا سکتا تھا لیکن اب فرشتہ کی شکل میں تھا۔ جس نے پورے افق کو ڈھانپ رکھا تھا۔ اس نے پھر کہا "اے محمدؐ تم اللہ کے رسول ہو اور میں جبرئیل ہوں۔" نبیؐ اس پر نگاہ جمائے کھڑے رہے۔ اب آپ نے رخ موڑ لیا لیکن آپ جدھر رخ کرتے فرشتہ ادھر موجود ہوتا۔ سارے افق کو محیط تھا شمال ہو یا جنوب، مشرق ہو یا مغرب۔ بالآخر فرشتہ مڑ کر چل دیا اور نبیؐ ڈھلوان سے اتر کر اپنے گھر آ گئے۔

"مجھے اڑھاؤ، مجھے اڑھاؤ" آپ نے خدیجہؓ سے کہا معلوم ہوتا تھا آپ کا دل اب بھی کانپ رہا ہے۔ وہ گھبرا رہی تھیں لیکن آپ سے سوال کرنے کی ہمت نہ پڑ رہی تھی۔ جلدی سے ایک چادر لائیں اور آپ کے اوپر ڈال دی لیکن جب خوف کی شدت

toobaa-elibrary.blogspot.com



کم ہوئی تو آپ نے جو کچھ دیکھا اور سنا تھا وہ سب ان سے بیان کر دیا۔ خدیجہؓ آپ سے تسلی اور اطمینان کی باتیں کرنے کے بعد اپنے چچازاد بھائی ورقہ کے پاس گئیں۔ ورقہ اب بوڑھے اور نابینا ہو چکے تھے۔ انھوں نے کہا "سبحان سبحان" اس ہستی کی قسم جس کے قبضے میں ورقہ کی جان ہے محمدؐ کے پاس ناموس اکبر آیا ہے۔ وہی جو موسیٰؑ کے پاس آتا تھا۔ بالیقیں محمدؐ اس قوم کے نبی ہیں۔ ان سے کہو یقین رکھیں۔" لہٰذا خدیجہؓ گھر واپس گئیں اور نبیؐ سے یہ باتیں دہرا دیں۔ چنانچہ طمانیت قلب کے ساتھ آپؐ غار کو واپس گئے تاکہ خدا کی عبادت کے لیے خلوت گزینی کے مقرر دنوں کی تعداد پوری کر لیں۔ جب یہ تعداد پوری ہوگئی تو آپ اپنے معمول کے مطابق سیدھے کعبے تشریف لے گئے، طواف کیا اور بعدازاں بوڑھے اور نابینا ورقہ سے جن کو آپؐ نے دوسرے لوگوں کے درمیان مسجد حرام میں بیٹھے دیکھ لیا تھا سلام و کلام کیا۔ ورقہ نے کہا "برادر زادے مجھ سے بتاؤ تم نے جو دیکھا ہے اور جو سنا ہے۔" نبیؐ نے ساری روداد بیان کر دی۔ روداد سن کر مرد بزرگ نے وہی بات پھر کہی جو اس نے خدیجہؓ سے کہی تھی لیکن اس بار اتنا اضافہ اور کیا "تم کو جھوٹا کہا جائے گا۔ تمھارے ساتھ برا سلوک کیا جائے گا اور لوگ تم کو نکال دیں گے تم سے جنگ کریں گے۔ اگر میں زندہ رہا اور مجھے وہ دن دیکھنا نصیب ہوا تو خدا جانتا ہے میں اس کی مرضی کی حمایت کروں گا۔" اس کے بعد وہ آپ کی طرف جھکے اور آپؐ کی پیشانی چوم لی۔ نبیؐ اپنے گھر واپس ہوئے۔

خدیجہؓ اور ورقہ کے تسلی آمیز کلمات کے بعد عالم بالا سے بھی ایک دوسری وحی کی صورت میں تسلی اور طمانیت بہم پہنچی۔ اس وحی کے نزول کا طریقہ تحریر میں نہیں آیا ہے لیکن جب دریافت کیا گیا کہ وحی کیسے آتی ہے تو نبیؐ نے دو طریقوں کا ذکر کیا "صدائے جرس کے تموج کی مانند اور یہ طریقہ میرے لیے بہت پرصعوبت ہوتا ہے جب میں ان کے ذریعہ منتقل کیے ہوئے پیغام سے آگاہ ہو جاتا ہوں تو لرزشیں ہلکی پڑ جاتی

toobaa-elibrary.blogspot.com


ہیں اور کبھی فرشتہ انسانی شکل اختیار کرتا ہے اور مجھ سے ہم کلام ہوتا ہے اور وہ جو کچھ کہتا ہے اس سے آگاہ ہو جاتا ہوں۔

دوسری بار وحی ایک مفرد حرف سے شروع ہوئی۔ یہ اُن پُراسرار حروف کی بالکل ابتدائی مثال تھی جن سے قرآن کی متعدد سورتیں شروع ہوتی ہیں۔ اس حرف کے بعد ہی اللہ کی جانب سے ایک قسم ہے جو قلم کی کھائی گئی ہے (وَالْقَلَمِ) قلم کا تذکرہ ایک ابتدائی ذریعہ کی حیثیت سے جو انسانوں کو اپنا علم و دانش عطا کرنے کی خاطر خدا اختیار کرتا ہے پہلی ہی وحی میں کیا جا چکا تھا۔ قلم کے بارے میں دریافت کیا گیا تو نبیؐ نے فرمایا: "پہلی چیز جو اللہ نے تخلیق فرمائی وہ تھا قلم۔ اس نے لوح کی تخلیق فرمائی اور قلم سے فرمایا "لکھ"۔ قلم نے جواب دیا "میں کیا لکھوں؟" اس نے کہا "میری تخلیق کے بارے میں میرا جو علم روزِ قیامت تک ہے اس کو تحریر کر"۔ تب قلم نے شروع سے آخر تک تحریر کر دیا جو مقدر ہو چکا تھا۔" قلم کی قسم کے بعد ایک دوسری قسم وارد ہوئی "بقسم اس کی جو وہ لکھتے ہیں" اور ان چیزوں میں جو وہ یعنی (فرشتے) عالم بالا میں کم تر درجے کے قلموں اور کم تر درجے کے الواح پر لکھتے ہیں وہ ہے قرآن کا اصل سماوی نسخہ جس کی جانب بعد کی نازل شدہ آیاتِ وحی میں "لوحِ محفوظ برذی شان قرآن" کے لفظ اور "اُمّ الکتاب" سے تعبیر کیا گیا ہے۔ مذکورہ دونوں قسموں کے بعد خدا کی جانب سے اطمینان دہانی ہے۔

"ن" قسم ہے قلم کی اور اس چیز کی جسے لکھنے والے لکھ رہے ہیں۔ تم اپنے رب کے فضل سے مجنون نہیں ہو اور یقیناً تمہارے لیے ایسا اجر ہے جس کا سلسلہ کبھی ختم ہونے والا نہیں اور بے شک تم اخلاق کے بڑے مرتبے پر ہو۔

پہلی وحی کے بعد کچھ عرصہ وحی کا نزول موقوف رہا یہاں تک کہ آپؐ اندیشہ محسوس فرمانے لگے کہ شاید آپؐ نے کسی طرح عالم بالا کی ناراضی مول لے لی ہے۔ حالانکہ حضرت خدیجہؓ

toobaa-elibrary.blogspot.com



برابر آپ کو اطمینان دلاتی رہیں کہ ایسا ممکن نہیں تب بالآخر سکوت ٹوٹا. مزید تسلی اور یقین دہانی آئی. اس کے ساتھ ہی آپ کے مشن سے براہ راست متعلق پہلا حکم بھی۔

"قسم ہے روزِ روشن کی اور رات کی جب وہ سکون کے ساتھ طاری ہو جائے (اے نبیؐ) تمہارے رب نے تم کو ہرگز نہیں چھوڑا اور نہ وہ ناراض ہوا اور یقیناً تمہارے لیے بعد کا دور پہلے دور سے بہتر ہے۔ عنقریب تمہارا رب تم کو اتنا دے گا کہ تم خوش ہو جاؤ گے۔ کیا اس نے تم کو یتیم نہیں پایا اور ٹھکانا فراہم کیا اور تمہیں ناواقفِ راہ پایا اور پھر ہدایت بخشی اور تمہیں نادار پایا اور پھر مالدار کر دیا. لہٰذا یتیم پر سختی نہ کرو اور سائل کو نہ جھڑکو اور اپنے رب کی نعمت کا چرچا کرو۔"[۱۲]

---

## حوالجات، حواشی، تشریحات

۱ بخاری: ۳/۱
۲ ابن اسحٰق: ۱۵۱
۳ قرآن، ۹۶: ۱-۵
۴ بخاری: ۳/۱ ۔ ابن اسحٰق: ۱۵۳
۵ بخاری: ۳/۱
۶ (NOMOS) یونانی لفظ، الٰہی قانون یا صحیفہ ۔ یہاں مراد فرشتۂ وحی
۷ ابن اسحٰق: ۱۵۳-۴
۸ بخاری: ۳/۱
۹ ترمذی: ۴۴
۱۰ یہی لفظ ان (آیات) وحی کا نام پڑا جن پر اسلام مبنی ہے۔
۱۱ قرآن: ۶۸: ۱-۴
۱۲ قرآن: ۹۳

toobaa-elibrary.blogspot.com



باب - ۱۶

# عبادت

گزشتہ باب کے ان آخری دو الفاظ (سورہ والضحیٰ کے آخری فقرے اپنے رب کی نعمت کا چرچا کرو.) کے مطابق آپ نے فرشتے اور وحی کا تذکرہ ان لوگوں سے کرنا شروع کر دیا جو آپ کی اہلیہ کے بعد آپ سے قریب تر اور آپ کو عزیز تر تھے۔ تاحال آپ کا اُن سے کوئی مطالبہ نہ تھا سوائے اس کے کہ وہ آپ کے راز کو اِفشا نہ کریں لیکن یہ صورتِ حال زیادہ دِنوں قائم نہ رہی۔ ایک دن مکہ کی اوپری بلندی پر جبرئیل آپ کے

toobaa-elibrary.blogspot.com



پاس آئے۔ اپنی ایڑی سے پہاڑی کی گھاس کو ٹھوکر لگائی ایک چشمہ جاری ہوگیا۔ پھر انھوں نے (اس چشمے کے پانی سے) وضو کیا تاکہ نبیؐ کو دکھائیں کہ عبادت کے لیے اپنے آپ کو کیسے طاہر کیا جائے اور آنحضرتؐ نے ان کی مثال کی تقلید کی۔ بعد ازاں انھوں نے نماز کی ہیئات و حرکات قیام، رکوع، سجود، قعود اور مکرر تکبیرات یعنی اللہ اکبر (اللہ بہت بڑا ہے) اور (نماز کے خاتمے پر) سلام یعنی السلام علیکم (سلامتی ہو تم سب پر) کر کے دکھایا۔ نبیؐ نے اُن سب کی بھی پیروی کی اس کے بعد فرشتہ ان کے پاس سے رُخصت ہوگیا اور نبیؐ اپنے گھر واپس آئے۔ آپ نے حضرت خدیجہؓ کو وہ سب کچھ سکھا دیا جو خود سیکھا تھا۔ اب دونوں ایک ساتھ نماز ادا کرنے لگے۔

وضو اور نماز کی بنیاد پر اب دین کا قیام عمل میں آچکا تھا۔ خدیجہؓ کے بعد پہلے دو اشخاص جو ایمان لائے وہ علیؓ اور زیدؓ تھے اور نبیؐ کے دوست قبیلۂ تیم کے ابوبکرؓ۔ علیؓ کی عمر ابھی دس سال تھی اور زیدؓ کا مکے میں کوئی اثر نہ تھا۔ البتہ ابوبکرؓ سے لوگ محبت بھی کرتے تھے اور ان کی عزت بھی ہوتی تھی۔ وہ بے تکلف انداز و اطوار اور وسیع معلومات رکھنے والے بھی تھے اور جس محفل میں ہوں پسندیدہ شخصیت بھی۔ بہت سے لوگ مختلف معاملات و مسائل میں ان سے مشورہ کرنے آتے تھے۔ جس کے بارے میں وہ سمجھتے کہ اس پر اعتماد کیا جا سکتا ہے اس کو وہ رازدارانہ انداز میں اسلام کی دعوت دیتے اور تحریک کرتے کہ نبیؐ کی پیروی کرے۔ بہت سے لوگوں نے ان کے ذریعہ دعوت قبول کرلی۔ بالکل ابتدا میں دعوت قبول کرنے والوں میں دو اشخاص ماں کی طرف سے نبیؐ کے ایک دور کے رشتہ دار قبیلۂ زہرہ کے عبدعمرو ابن عوف اور بنی حارث کے عبیدہ ابن جراح تھے[1]۔

ان میں سے پہلے شخص عبدعمرو کے ذریعہ اہمیت کی حامل ایک نظیر قائم ہوگئی۔ وحی کے نمایاں ترین اجزا میں دو اسمائے الٰہی الرحمان اور الرحیم تھے۔ رحیم راحم کا

toobaa-elibrary.blogspot.com


اسم مبالغہ ـــــ مہربان بہت مہربان' بے انتہا مہربان کے مفہوم میں رائج تھا۔ الرحمان جو اس کے مقابلے میں کہیں زیادہ مبالغہ کا مفہوم رکھتا ہے اس کے مفہوم کو ادا کرنے والے کسی تصور کے فقدان کے سبب متروک ہوگیا تھا۔ وحی نے نئے دین کی بنیادی ضرورت ـــــ درجۂ کمال کی انتہا کے اظہار ـــــ کے لیے اس کو دوبارہ رائج کیا الرحیم (بہت مہربان) سے زیادہ اپنے مفہوم میں مبالغہ سے متصف ہونے کے سبب الرحمان مہربانی کے اصل اور جوہر کو ظاہر کرتا ہے ـــــ اللہ کی لامتناہی رحمت و عنایت یا اچھائی ـــــ اور قرآن اس کو صراحت کے ساتھ اسمِ ذات اللہ کے مساوی قرار دیتا ہے۔ اللہ کو پکارو یا رحمان کو جس کو بھی پکارو سب اس کے اسمائے حسنیٰ ہیں۔ ۳۰

الرحمان (اللہ کا اسم صفت) نبیؐ کو بہت عزیز تھا اور چونکہ عبد عمرو ـــ عمرو کا بندہ ـــ حد سے زیادہ کافرانہ تھا اس لیے آپؐ نے نئے مومن کا نام تبدیل کر کے عبدالرحمان کر دیا۔ بے انتہا مہربان کا بندہ اور ابن عوفؓ تنہا نہ تھے جن کا نام نبیؐ نے تبدیل کیا ہو۔

بالکل ابتدائی زمانے کے بعض ردعمل ایسے تھے جو ایسے محرکات کے زیر اثر ارتقا پذیر ہوئے جن کو ترغیب دینے کی کسی انسانی کوشش پر محمول نہیں کیا جا سکتا۔ ایک مدت سے مکے میں ابوبکرؓ کو یہ شہرت حاصل تھی کہ وہ خواب کی تعبیر بتلا سکتے ہیں چنانچہ ایک صبح ایک طاقت ور شمسی سردار سعید ابن العاص کا بیٹا خالد غیر متوقع طور پر ان کے یہاں پہنچا۔ نوجوان کے چہرے سے ظاہر تھا کہ قریبی زمانے میں کسی ہیبت زدہ کرنے والے تجربے کے نتیجے میں وہ دہشت زدہ ہے۔ اس نے بلا تاخیر بتانا شروع کر دیا کہ رات اس نے ایک خواب دیکھا جس کی تعبیر تو اس کو نہیں معلوم لیکن وہ یہ جانتا ہے کہ یہ خواب معنویت و اہمیت ضرور رکھتا ہے۔ کیا ابوبکرؓ اس کی تعبیر بتا

toobaa-elibrary.blogspot.com



سکیں گے ہ اُس نے خواب دیکھا کہ وہ ایک گڑھے کے کنارے کھڑا ہے۔ اس میں آگ بھڑک رہی ہے کافی دُور تک اس کو نظر نہیں آتا۔ پھر اس کا باپ آیا اور اس نے اس گڑھے میں اس کو ڈھکیلنے کی کوشش کی۔ گڑھے کے کنارے دونوں کی کش مکش جاری تھی اور وہ اس کی دہشت زدگی کا نازک ترین لمحہ تھا کہ اس نے محسوس کیا جیسے کوئی دونوں ہاتھوں سے اس کی کمر کو مضبوطی سے پکڑ رہا ہو اور اس کی گرفت نے اس کے باپ کی ہزار کوشش کے باوجود اس کو پیچھے روک رکھا ہو گڑھے میں گرنے نہ دیا۔ مڑ کر جو اس نے دیکھا تو اس کو گڑھے میں گرنے سے بچانے والے "الامین" محمدؐ ابن عبداللہ تھے۔ یہی لمحہ تھا کہ وہ جاگ اٹھا۔ ابوبکرؓ نے کہا "میں تمھیں شادمانی کی دعا دیتا ہوں۔ یہ شخص جس نے تم کو بچایا اللہ کا رسول ہے اس کی پیروی کرو۔ نہیں ـــــ پیروی تو اس کی تم کو کرنا ہے ہی اور اس کے ذریعہ اسلام میں داخل ہونا ہے ـــــ یہ عمل تمھیں آگ میں گرنے سے محفوظ کر دے گا۔ خالد سیدھے نبیؐ کے پاس گئے اپنے خواب کا حال بتانے کے بعد انھوں نے دریافت کیا کہ آپ کا پیغام کیا ہے اور انہیں کیا کرنا چاہیے۔ نبیؐ نے انہیں تعلیم دی اور خالد داخل اسلام ہو گئے۔ انھوں نے اس کو اپنے خاندان والوں سے مخفی رکھا ہے

اسی زمانے میں عبد شمس کے خاندان کا ایک دوسرا شخص ایک تاجر جو شام سے وطن واپس آ رہا تھا ایک شب ایک آواز نے اس کو نیند سے بیدار کر دیا۔ ریگستان میں صدا گونج رہی تھی "سونے والے بیدار ہو جا اس لیے کہ مکہ میں احمدؐ کا ظہور ہو چکا ہے" تاجر عفان اُموی کا بیٹا عثمانؓ اپنی ماں کی جانب سے نبیؐ کی پھوپھی عبدالمطلب کی بیٹیوں میں سے ایک اُم حکیم البیضاء کا نواسا تھا۔ یہ الفاظ اس کے دل میں سما گئے۔ اگرچہ ظہور سے کیا مراد ہے وہ سمجھتا نہ تھا نہ وہ یہ جانتا تھا۔ اسم تفضیل احمدؐ "ستودہ صفات ترین" سے مراد محمد مصطفیٰؐ ہیں۔ لیکن مکہ پہنچے

toobaa-elibrary.blogspot.com



سے پہلے پیچھے سے طلو نامی ایک شخص نے اس کو آ لیا۔ اس کا تعلق قبیلہ تیم سے تھا۔ وہ ابوبکرؓ کا رشتہ دار تھا۔ وہ بصریٰ سے گزرا تھا اور وہاں اس سے ایک راہب نے دریافت کیا تھا کہ "کیا حرم کے باشندوں میں احمدؐ کا ظہور ہو گیا ہے؟"

طلو نے سوال کیا "احمدؐ کون؟" راہب نے جواب دیا "ابن عبداللہ ابن عبدالمطلب یہ ان کا مہینہ ہے اور وہ خاتم الانبیاء (آخری نبی) ہیں۔" طلو نے عثمان سے یہ الفاظ دہرائے اور عثمان نے خود اپنا تجربہ (ریگستان کی صدا) بیان کیا۔ طلو نے صلاح دی کہ دونوں اس کے برادرِ عم زاد ابوبکرؓ کے پاس چلیں۔ ان کے بارے میں معلوم ہے کہ وہ اس ہستی کے قریب ترین دوست ہیں جو اس وقت دونوں کے دماغ پر چھائی ہوئی ہے۔ چنانچہ دونوں ابوبکرؓ کے پاس گئے اور جب انھوں نے وہ بتایا جو کچھ انھوں نے سنا تھا تو وہ ان کو فوراً نبیؐ کے پاس لے گئے تاکہ یہ لوگ آنحضرتؐ کے سامنے صحرا کی صدا اور راہب کا قول دہرا سکیں۔ یہ کرنے کے بعد انھوں نے ایمان کا اقرار کر لیا۔

قبولِ اسلام کا چوتھا واقعہ عبداللہؓ ابن مسعود کا تھا جو اپنے وقوع کے انداز کے اعتبار سے ان دونوں سے کم غیر معمولی نہ تھا۔ وہ قبیلۂ زہرہ کے نوجوان حلیف تھے۔ اپنے قبولِ اسلام کا حال بتاتے ہوئے انھوں نے کہا "میں اس وقت کچی عمر کا ایک نوجوان تھا۔ عقبہ ابن ابی مُعَیط کا ریوڑ چرا رہا تھا کہ ایک دن نبیؐ اور ابوبکرؓ ادھر سے گزرے۔ نبیؐ نے مجھ سے دریافت کیا کچھ دودھ ہوگا جو میں انھیں پینے کے لیے دوں۔ میں نے جواب دیا ریوڑ میرا نہیں ہے۔ بس دیکھ بھال کے لیے میری سپردگی میں ہے۔ میں آپ کو پینے کے لیے دودھ نہیں دے سکتا۔ نبیؐ نے کہا "تمھارے پاس کوئی جوان بھیڑ ہے جو ابھی حاملہ نہ ہوئی ہو؟" میں نے جواب دیا "ہے" اور ان کے پاس اس کو لے آیا۔ اس کو باندھ کر نبیؐ نے اس کے تھن پر ہاتھ رکھا اور دعا فرمائی

toobaa-elibrary.blogspot.com



اس کا تھن دودھ سے بھر کر پھول گیا اور ابوبکرؓ چٹان کا ایک ٹکڑا لے آئے جو پیالے کی شکل میں بیچ میں گہرا تھا۔ نبیؐ نے اس میں اس کا دودھ دُوہا اور ہم سب نے پیا۔ بعدازاں انھوں نے تھن سے کہا ”خشک ہو جا“ تو وہ خشک ہو گیا۔“ چند دنوں بعد عبداللہ نبیؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام میں داخل ہو گئے۔ یہی نہیں زیادہ مدت نہ گزری کہ انھوں نے آپ سے سن کر ستر سورتیں زبانی یاد کر لیں۔ اس معاملے میں وہ غیر معمولی حد تک باصلاحیت تھے اور جلد ہی انتہائی مستند قاریوں میں سے ایک ہو گئے۔

عالم بالا کے طویل سکوت (نزولِ وحی میں طویل وقفہ) سے نبیؐ فکر مند اور مبتلائے تشویش تھے تاہم کلام الٰہی کے نزول کے دوران کی شدت سے اب بھی ان کا دل ڈرتا تھا۔ اس کیفیت کا تذکرہ خود وحی الٰہی نے بعد کی نازل شدہ آیات نے کیا ہے۔ ”اگر ہم نے یہ قرآن کسی پہاڑ پر بھی اتار دیا ہوتا تو تم دیکھتے کہ وہ اللہ کے خوف سے دبا جا رہا ہے اور پھٹا جا رہا ہے۔“ وہ احساس جس نے انھیں پکار اٹھنے پر مجبور کیا تھا ”مجھے ڈھانپ دو، پھر دوبارہ ”مجھے ڈھانپ دو“ اکثر ان پر واپس آجاتا تھا۔ ایک شب جب آپؐ اپنی چادر میں لپٹے استراحت فرما رہے تھے۔ آپؐ کی تنہائی کو ایک حکم الٰہی نے برہم کر دیا۔ اب تک جتنے احکام موصول ہوئے تھے ان سے کہیں زیادہ فوری اور کہیں زیادہ شدید آہنگ اور لہجے میں آپ کو حکم دیا گیا کہ لوگوں کو روزِ قیامت سے خبردار کریں۔ ”اے اوڑھ لپیٹ کر لیٹنے والے اٹھو اور خبردار کرو، اپنے رب کی بڑائی کا اعلان کرو اور اپنے کپڑے پاک رکھو۔ گندگی سے دور رہو...... کیونکہ جب صور میں پھونک ماری جائے گی وہ دن بڑا ہی سخت دن ہوگا۔ کافروں کے لیے ہلکا نہ ہوگا۔“ اس کے فوراً بعد ایک دوسری شب مزید احکام کے ذریعہ آپ کو بیدار کیا گیا، حکم دیا گیا کہ ”آپ سے اور آپ کے ماننے والوں سے جو عبادت متوقع ہے اس میں زیادہ تندہی اور مشقت سے کام لیں اور ذمہ داری کے جس بارِ عظیم کے تصور سے

toobaa-elibrary.blogspot.com



آپ ترساں رہتے تھے اس کی توثیق کی گئی کہ وہ عائد ہونے والی ہے۔* "اے اوڑھ لپیٹ کر سونے والے بیشتر رات کو نماز میں کھڑے رہا کرو ـــ مگر کم ـــ آدھی رات یا اس سے کچھ کم کر دو یا اس سے کچھ زیادہ بڑھا دو اور قرآن کو خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھو۔ ہم تم پر ایک بھاری کلام نازل کرنے والے ہیں۔"* اسی سورۃ میں آگے یہ حکم بھی تھا "اپنے رب کے نام کا ذکر کیا کرو اور سب سے کٹ کر اسی کے ہو رہو۔ وہ مشرق و مغرب کا مالک ہے اس کے سوا کوئی خدا نہیں۔ لہٰذا اسی کو اپنا وکیل بنا لو۔" مزید آیات بھی نازل ہوئیں ان کا لہجہ نرم تھا جس سے آپ کا اعتماد بحال ہوا اور آپ کی اس طمانیت میں اضافہ ہوا جو پہلے ہی بخشی گئی تھی۔ ایک موقع پر حضرت آپ کو نظر آیا جیسا کہ عام طور پر معمول تھا۔ فرشتے نے آپ سے کہا "خدیجہؓ کو اس کے رب کی جانب سے سلام پہنچاؤ۔" چنانچہ آپ نے اُن سے کہا "اے خدیجہؓ جبرئیلؑ آئے ہیں تمھیں تمھارے رب کا سلام پہنچاتے ہیں۔" اور جب خدیجہؓ جو اس فضلِ خاص سے بے حد متاثر تھیں، لب کشا ہو سکیں تو انھوں نے کہا "پروردگار ہی سلامتی ہے سلامتی اس کی جانب سے ہے جبرئیلؑ پر سلامتی ہو۔"*

دین کے ابتدائی پیرو ان آیات کو جن کا خطاب نبیؐ کی جانب ہوتا تھا اپنے آپ سے بھی متعلق قرار دیتے تھے اس لیے آپ کی طرح وہ بھی شب زندہ دار رہتے تھے۔ معمول کی عبادت کا جہاں تک تعلق ہے تو وہ اس کی تیاری کے لیے وضو کرتے تھے اس بات کا یقین حاصل کرتے تھے کہ ان کے کپڑے نجاست سے پاک ہیں اور جلد ہی قرآن کا جتنا حصہ نازل ہو چکا تھا اس کو زبانی یاد کر لیا کرتے تھے تاکہ وہ اپنی نمازوں کے ایک حصے کے طور پر اس کی تلاوت کر سکیں۔ اب وحی کا نزول بکثرت شروع ہو گیا جو لوگ آپ کے ساتھ ہوتے آپ نازل شدہ آیات انھیں سنا دیتے۔ اس کے بعد وہ زباں زد ہو کر ایک دوسرے تک منتقل ہوتی رہتیں۔ لوگ زبانی یاد کر لیتے۔ ان کی تلاوت ہونے لگتی ـــ ایک طویل بسرعت اضافہ پذیر سلسلہ آیات کی جن میں تمام موجوداتِ

toobaa-elibrary.blogspot.com



ارضی کی بے ثباتی، موت، دوبارہ اٹھائے جانے (بعث بعد الموت) کے یقینی ہونے، آخری فیصلے اور اس کے بعد جنت یا دوزخ سے واسطہ پڑنے کا ذکر کیا گیا ہے لیکن اس سب سے بڑھ کر ان میں اللہ کی شان اس کی ناقابل تقسیم وحدانیت، اس کی حقانیت حسن وخوبی، رحمت، فضل اور قوت وشوکت کا بیان ہے اور بذریعہ توسیع اس کی نشانیوں یعنی عجائبات فطرت اور ان کی ایک ساتھ کارکردگی جو بڑے کھلے انداز میں اپنے تنہا خالق کی وحدانیت کی تصدیق کرتی ہے، کی طرف مسلسل اشارہ کیا گیا ہے یکسانیت کثرت پر نقشِ توحید ہے اور قرآن انسان کے موضوع تفکر وتفحص کی حیثیت سے ہم آہنگی کی جانب توجہ دلاتا ہے۔

جب برسرِ پیکار کفار کی موجودگی مزاحمت کار نہ ہوتی تو اہل ایمان باہم وہ سلام کرتے جو جبرئیلؑ نے نبیؐ کو بتایا تھا کہ اہل جنت کا سلام ہے۔ السلام علیکم، اس کا جواب ہوتا وعلیکم السّلام۔ جمع کی ضمیر استعمال ہوتی تاکہ اس شخص کے دو محافظ فرشتے بھی شامل ہو جائیں جس کو سلام کیا جا رہا ہے۔ حمد وشکر کی بذریعہ وحی نازل شدہ آیات، ان کی زندگی اور زاویہ نگاہ کے ضمن میں بیش از بیش بامعنی کردار ادا کر رہی تھیں قرآن شکرگزاری اور منت پذیری پر زور دیتا ہے اور شکر ادا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ کہا جائے الحمدللہ رب العالمین۔ حمد ہے اللہ کی جو پروردگار عالم ہے۔ نذرِ بندگی یہ ہے کہ کہا جائے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ـــ خدا کے نام سے جو بے انتہا مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔ یہ قرآن کی ہر سورت کی پہلی آیت تھی ﷺ اور نبیؐ کی پیروی میں وہ ہر سورت کی تلاوت کی ابتدا اس سے کرتے تھے اور وسعت دے کر ہر دوسری تقریب کی ابتدا بھی اور مزید وسعت دے کر ہر عمل اور اقدام کی ابتدا بھی اسی سے کرتے تھے۔ یہ دین کسی ملحدانہ فکر وعمل کی اجازت نہ دیتا تھا۔

toobaa-elibrary.blogspot.com



## حوالجات، حواشی، تشریحات :

۱ ملاحظہ ہو شجرۂ نسب

۲ قرآن: ۱۷/ ۱۱۰

۳ ابن سعد: ۳/۱/ ۲۸

۴ ابن سعد: ۳/۱/ ۳۰

۵ ابن سعد: ۳/۱/ ۱۰۷

۶ قرآن میں غیر مساوی طوالت کی ۱۱۴ سورتیں ہیں۔ طویل ترین میں ۲۸۶ آیات ہیں۔ مختصر ترین میں ۳۔

۷ ق ۵۵: ۲۱۔ ضمیر متکلم سے ضمیر غائب کی جانب یکایک انتقال: "ہم ...... اللہ" قرآن پاک میں عام ہے۔

۸ ق ۴۳: ۱-۱۰

۹ ۴۳: ۱-۵

۱۰ ۴۳: ۸-۹

۱۱ ابن اسحٰق: ۱۵۶

۱۲ صرف سورۃ نمبر ۹ (براۃ) بسم اللہ کے بغیر شروع ہوتی ہے مگر وہ اس وقت تک نازل نہ ہوئی تھی۔

toobaa-elibrary.blogspot.com



## باب-۱۷

# "خبردار کرو اپنے کنبے کو"

ابھی تک اسلام کی دعوت علانیہ نہ تھی۔ پھر بھی مخلص مؤمنوں، خضوع وخشوع اور صدق دل سے عبادت گزار مردوں اور عورتوں ــــ دونوں کی تعداد میں برابر اضافہ ہو رہا تھا۔ ان میں بیشتر نوجوان تھے۔ اس سے پہلے جن لوگوں کے اسلام لانے کا ذکر ہو چکا ہے ان کے علاوہ جو لوگ شروع ہی میں داخل اسلام ہوئے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی زبیرؓ اور جعفرؓ تھے۔ پھر آپ کے اور ان کے دوسرے رشتہ دار،

toobaa-elibrary.blogspot.com



پھوپھی امیمہ کے بیٹے عبداللہ ابن جحش اور ان کے بھائی عبیداللہ اور ان کی خالہ کے بیٹے ابوسلمہ، آپ کی ماں کی طرف سے دور شتہ دار قبیلہ زہرہ کے ابو وقاص کے بیٹے سعدؓ اور ان کے چھوٹے بھائی عمیر تھے لیکن آپ کے چاروں چچاؤں سے کسی نے بھی آپ کی پیروی کا میلان ظاہر نہ کیا۔ ابوطالب نے اپنے دو بیٹوں جعفرؓ اور علیؓ کے اسلام لانے پر تو کوئی اعتراض نہ کیا۔ البتہ خود اپنے بارے میں کہا کہ وہ اپنے آباؤ اجداد کے دین کو ترک کر دینے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ عباس ٹال مٹول کر رہے تھے اور حمزہ کے بات سمجھ میں نہ آئی تھی۔ اگرچہ دونوں نے شخصی طور پر آپ کو اپنی غیر متزلزل شفقت کا یقین دلایا۔ البتہ ابولہب نے بغیر کسی لاگ لپیٹ کے صاف صاف اپنے اس یقین کا اظہار کیا کہ اس کا بھتیجا فریبی نہ سہی فریب خوردہ ضرور ہے۔

اَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ (۲۶:۲۱۴) اپنے قریبی رشتہ داروں کو خبردار کرو۔

جب یہ آیت نازل ہوئی تو آپ نے علیؓ (خدیجہؓ سے آپ کی شادی ہو جانے کے بعد آپ کے چچا جو کثیر العیال اور تنگ حال تھے کا بار ہلکا کرنے کے لیے ان کو اپنے یہاں کر لیا تھا) کو بلا کر فرمایا "خدا نے حکم دیا ہے کہ میں اپنے خاندان والوں کو خبردار کروں ــــ اپنے قریب ترین عزیزوں کو ــــ اور یہ کام میری طاقت سے باہر ہے پھر بھی کھانا تیار کرو ــــ بکری کی ایک ٹانگ اور ایک پیالہ دودھ ــــ اور بنی عبدالمطلب کو اکٹھا کرو تاکہ میں ان سے وہ بات کہہ دوں جس کے کہنے کا مجھے حکم دیا گیا ہے۔" حضرت علیؓ نے ٹھیک ویسے ہی کیا جیسے ان کو ہدایت کی گئی تھی۔ (بکری کی ایک ٹانگ ایک پیالہ دودھ) نہ کم نہ زیادہ۔ اور خاندان ہاشم کے بیشتر لوگ ــــ تقریباً چالیس اشخاص ــــ دعوت میں آئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے (اس موقع پر جو کچھ ہوا اس کی تفصیلات بتاتے ہوئے) کہا: "جب سب اکٹھا ہو گئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے کھانا لانے کو کہا جو میں نے (حسب ہدایت) تیار کر رکھا تھا۔ (کھانا آ گیا تو) آپ نے گوشت کی ایک بوٹی لی۔ اس کو دانت سے کاٹا اور پھر

toobaa-elibrary.blogspot.com



رکابی میں ڈال دیا یہ فرماتے ہوئے کہ "لو، بسم اللہ"۔ بیک وقت کئی کئی آدمیوں نے ٹولیوں میں کھایا۔ کھاتے رہے تا آنکہ مزید کھا ہی نہ سکے۔ لیکن کھانے کی مقدار میں فرق نہ آیا سوا اس کے کہ لوگوں نے ہاتھوں سے اس کو گھنگھول دیا تھا ____ اور بہجان خود کہ اگر ان سب کی جگہ ایک ہی آدمی ہوتا تو جتنا کچھ میں نے ان لوگوں کے سامنے رکھا تھا وہ اکیلے ہی کھا لیتا۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "مشروب لاؤ"! چنانچہ میں دودھ کا پیالہ اٹھا لایا۔ ہر ایک نے سیر ہو کر پیا۔ حالانکہ (اس میں دودھ بس اتنا ہی تھا کہ) ایک ہی آدمی پی لیتا اور پیالہ خالی کر دیتا۔ اب جبکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حاضرین سے وہ بات کہنے والے تھے جس کی خاطر انھیں اکٹھا کیا گیا تھا تو ابولہب آپ سے پہلے ہی بول اٹھا۔ اس نے کہا "تمھارے میزبان نے تم پر جادو کر دیا ہے"۔ یہ سننا تھا کہ آپ کی بات سنے بغیر ہی سب اِدھر اُدھر چلتے ہوئے۔

اگلے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ سے کہا کہ ٹھیک وہی سب بندوبست کریں جو انھوں نے کل کیا تھا۔ چنانچہ وہی ساری تیاری ہوئی جو ایک دن پہلے ہوئی تھی۔ اس فرق کے ساتھ کہ ابکی بار آپ خبردار اور محتاط تھے اور آپ نے ایسا کچھ کیا کہ یہ موقع ضائع نہ ہو اور یقینی طور پر آپ اپنی بات ان سے کہہ لیں۔ آپ نے انھیں مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

"اے بنی عبدالمطلب میں کسی عرب کو نہیں جانتا جو اپنی قوم کے پاس اس سے نکوتر پیغام لے کر آیا ہو جو میں لایا ہوں۔ اس میں تمھارے لیے اس دنیا کی بھی بھلائی ہے اور دوسری دنیا کی بھی۔ اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تم کو اس کی طرف بلاؤں۔ اس کام میں کون میری مدد کرے گا۔ میرا بھائی بنے گا۔ میری منشا کا تعمیل کنندہ اور تمھارے درمیان میرا نائب ہوگا۔؟"

پورے خاندان پر سکوت طاری تھا۔ جعفرؓ اور زیدؓ گویا ہو سکتے تھے مگر وہ جانتے

toobaa-elibrary.blogspot.com



تھے کہ ان کا اسلام معرضِ بحث میں نہیں ہے اور یہ بھی کہ اس اجتماع کا مقصد ان کے علاوہ دوسروں کو دائرہ اسلام میں لانا ہے لیکن جب مہرِ سکوت نہ ٹوٹی تو تیرہ سال عمر کے علیؓ نے اپنے آپ کو لب کشا ہونے پر مجبور پایا۔ انھوں نے کہا "اے اللہ کے نبیؐ میں اس کام میں آپ کا مددگار ہوں گا۔" نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے علیؓ کی گردن کی پشت پر ہاتھ رکھا اور فرمایا "یہ ہے میرا بھائی، میری منشا کا تکمیل کنندہ اور تمہارے درمیان میرا جانشین؛ اس کی بات توجہ سے سنو اور اس کی اطاعت کرو۔" لوگ اٹھ کھڑے ہوئے۔ قہقہہ لگاتے ہوئے اور ابوطالب سے کہتے ہوئے "لیجیے" "سنیئے یہ حکم دے رہے ہیں کہ آپ اپنے برخوردار کی بات توجہ سے سنیئے اور اس کی اطاعت کیجیے۔"

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی صفیہؓ نے بھی اپنے بیٹے زبیرؓ کی مانند آپ کی پیروی میں تامل نہ کیا لیکن ان کی پانچ (اور) بہنیں کسی فیصلے پر اپنے آپ کو آمادہ نہ کر سکیں۔ اروی کا طرزِ عمل ان سب سے الگ اور عجیب و غریب تھا۔ وہ کہا کرتیں "میں انتظار کر رہی ہوں دیکھوں میری بہنیں کیا کرتی ہیں۔" اس کے برعکس دوسری طرف ازدواجی رشتے سے آپ کی چچی مذبذب عباس کی بیوی ام الفضل خدیجہؓ کے بعد ہی اسلام میں داخل ہو گئی تھیں اور جلد ہی وہ یہ کر سکیں کہ انھوں نے اپنی تین بہنوں —— اپنی حقیقی بہن میمونہؓ اور دو سوتیلی بہنوں سلمہؓ اور اسماء کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر کر دیا۔ ام الفضلؓ ہی کے گھر میں جعفرؓ کی پرورش ہوئی تھی۔ اسی دوران انھوں نے ام الفضلؓ کی سوتیلی بہن اسماء کو جانا تھا اور اُن سے اُنس محسوس کیا تھا۔ ابھی کچھ دنوں پہلے دونوں کی شادی ہوئی تھی۔ دوسری بہن سلمہ کی شادی حمزہؓ سے ہوئی۔ پہلے اسلام لانے والوں میں ایک خاتون اُمّ ایمنؓ تھیں ان کا اصل نام برکہ تھا۔ آپ کے والد کی کنیز تھیں۔ آپ کو ترکے میں ملی تھیں۔ بچپن میں انھوں نے آپ کو کھلایا بھی تھا۔ آپ ان کو پیار سے "امی" کہا کرتے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے

toobaa-elibrary.blogspot.com



بارے میں فرمایا: ”جو شخص خواہش مند ہو کر خاتون جنت میں سے کسی سے شادی کرے۔ اس کو چاہیئے کہ ام ایمنؓ سے رشتۂ ازدواج قائم کرے۔“ آپؐ کی یہ بات زیدؓ نے سن لی اور ان کے دل سے لگ گئی۔ ام ایمنؓ زیدؓ کے مقابلے میں بہت سن رسیدہ تھیں لیکن اس بات سے ان کا حوصلہ ٹھنڈا نہ ہوا اور انھوں نے اپنے دل کی بات نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہہ دی اور آپؐ کو اس شادی کے لیے ام ایمنؓ کو راضی کرنے میں کوئی مشکل پیش نہ آئی۔

ان سے زیدؓ کے یہاں ایک بیٹا پیدا ہوا جس کا نام ان دونوں نے اسامہؓ رکھا اور ان کی پرورش نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پوتے کے طور پر ہوئی۔ آپؐ ان سے بہت محبت فرماتے تھے۔

## حوالجات، حواشی، تشریحات:

لہ ا-س-۸-۱۶۲

toobaa-elibrary.blogspot.com


باب — ۱۸

# قریش کا اقدام

اسلام کے ان ابتدائی دنوں میں نبیؐ کے صحابہؓ مکے کے باہر ایک ساتھ ٹولیاں بنا کر کسی تنگ گھاٹی میں چلے جاتے تھے جہاں لوگوں کی نگاہ سے اوجھل رہ کر ایک ساتھ نماز ادا کرلیں لیکن ایک دن کچھ بت پرست عین حالت نماز میں ادھر آنکلے اور بدتمیزی کے ساتھ ہنسی اڑاتے ہوئے نماز میں خلل انداز ہوئے۔ بالآخر نوبت زد و کوب تک پہنچی قبیلۂ زُہرہ کے سعدؓ نے ان میں سے ایک کافر پر اونٹ کے جبڑے کی ہڈی سے وار کیا،

toobaa-elibrary.blogspot.com



اور اس کو زخمی کر دیا۔ یہ پہلا خون تھا جو اسلام کے آنے کے بعد کسی مسلمان کے ہاتھ سے بہا لیکن بعد ازاں انھوں نے تشدد کا طریقہ دفاع میں بھی اختیار کرنے سے باز رہنے کا فیصلہ کیا تا آنکہ اللہ ہی اس کے برعکس فیصلہ فرما دے کیونکہ وحی کے ذریعہ مسلسل نبیؐ کو صبر کی ہدایت کی جا رہی تھی اور آپ کے واسطے سے آپ کے پیروؤں پر بھی صبر لازم تھا " جو باتیں لوگ بنا رہے ہیں ان پر صبر کرو اور شرافت کے ساتھ ان سے الگ ہو جاؤ "[۱] " کفار کے ساتھ نرمی سے پیش آؤ اور ان کو تھوڑی مہلت دو "[۲]

دونوں جانب سے تشدد کا یہ طرز عمل ایک استثنائی حیثیت رکھتا تھا کیونکہ قریش مجموعی طور پر نئے دین کو گوارا کرنے کی جانب مائل تھے۔ یہاں تک کہ اس وقت بھی جب آپؐ نے اس کا اعلان فرما دیا تھا اور وہ ایک خفیہ دعوت نہیں رہ گئی تھی تا آنکہ انھوں نے دیکھا کہ اس کا رخ ان کے قدیم الایام اور رچے بسے آداب و اطوار ان کے اصولوں اور ان کے دیوتاؤں کے خلاف ہے۔ ایک بار جب ان پر یہ حقیقت منکشف ہو گئی تب بھی بہر حال ان کی کچھ نمایاں شخصیتیں اجتماعی شکل میں ابوطالب کے پاس گئیں اور ان پر زور دیا کہ بھتیجے کی سرگرمیوں پر روک لگائیں۔ انھوں نے ایک مصالحتی قسم کا جواب دے کر رخصت کر دیا۔ لیکن جب انھوں نے دیکھا کہ ابوطالب نے فی الحقیقت کچھ کیا ہی نہیں تو وہ دوبارہ آئے اور انھوں نے کہا " اے ابوطالب ہمارے درمیان آپ کا مقام بلند اور باعزت ہے۔ ہم نے آپ سے خواہش کی ہے کہ آپ اپنے بھائی کے بیٹے کو قابو میں رکھیں لیکن آپ نے ایسا نہیں کیا۔ بخدا ہم اس کی اجازت نہ دیں گے کہ ہمارے آباؤ اجداد کو ذلیل کیا جائے اور ہمارے دیوتاؤں کی مذمت کی جائے۔ یا تو آپ ان کو باز رکھیں یا ہم آپ دونوں کے خلاف برسرپیکار ہوں گے "۔ بعد ازاں وہ ان کے پاس سے چل دیئے۔ ابوطالب نے بڑی پریشانی کے عالم میں بھتیجے کو بلا بھیجا اور جو دھمکی دے کر وہ لوگ گئے تھے اس کی خبر دے کر انھوں نے کہا " بھتیجے مجھے زحمت میں نہ ڈالو اور اپنے آپ کو

toobaa-elibrary.blogspot.com



بھی۔ مجھ پر اتنا بوجھ نہ ڈالو جو میں برداشت نہ کر پاؤں؟ نبیؐ نے انھیں جواب دیا: "خدا کی قسم اگر وہ میرے دائیں ہاتھ میں سورج اور بائیں ہاتھ میں چاند رکھ دیں اس شرط کے ساتھ کہ میں اس کام سے باز آجاؤں تو بھی اس سے پہلے کہ اللہ اس دین کو فتح و کامرانی بخشے یا میں اس کی راہ میں ہلاک ہو جاؤں" میں اس سے باز نہ آؤں گا۔"[8] بعد ازاں اشک آلود آنکھوں کے ساتھ آپ اٹھے اور جانے کے لیے مڑے لیکن چچا نے واپس بلالیا۔ انھوں نے کہا "بھتیجے جاؤ جو کہتے ہو کہتے رہو۔ میں کسی حال میں تم کو بے یار و مددگار نہ چھوڑوں گا۔"

انھوں نے دیکھا کہ ابوطالب سے انھوں نے جو کچھ کہا اس کا کچھ حاصل نہ ہوا۔ تب بھی قریش ان کے بھتیجے پر راست حملہ کرنے سے ہچکچا رہے تھے کیونکہ سردار قبیلہ کی حیثیت سے ابوطالب کو حق حاصل تھا کہ وہ کسی کو ناقابل تنسیخ تحفظ دے دیں اور یہ بات مکہ کے ہر دوسرے قبیلے کے سردار کے مفاد میں تھی کہ اس بات پر نگاہ رکھی جائے کہ سرداری کے حقوق کا واجبی احترام ملحوظ رہے اس لیے انھوں نے وقتی طور پر اپنی سرگرمی کو اس بات تک محدود رکھا کہ نئے دین کے اُن ماننے والوں کو بڑھ چڑھ کر اذیت دی جائے جنھیں تحفظ دینے والا کوئی نہ ہو۔[9]

جس مخمصے سے وہ دوچار تھے اس کے سلسلے میں ایک مشترک حکمت عملی وضع کرنے کی خاطر انھوں نے آپس میں مشورہ کیا۔ صورتِ حال بڑی سنگین تھی۔ حج کا موسم سر پر تھا اور تمام عرب سے زائرین مکہ آنے والے تھے ـــــ قریش ـــــ میزبانی کے معاملے میں عظیم شہرت رکھتے تھے۔ محض خورد و نوش کے حوالے سے نہیں بلکہ اس لیے بھی کہ وہ ہر شخص کو خوش آمدید کہتے تھے۔ ہر شخص کو اس کے دیوتاؤں کو بھی لیکن اس سال زائرین محمدؐ اور ان کے پیروؤں کی زبان سے ان کے دیوتاؤں کی مذمت سنیں گے اور ان کی ذلت ہوتی دیکھیں گے۔ ان سے کہا جائے گا کہ آبا و اجداد کے دین کو چھوڑ دیں

toobaa-elibrary.blogspot.com



اور نئے دین کو قبول کرلیں۔ جو ظاہر ہے کہ بڑے نقصانات اور بہت مضرتیں رکھتا ہے۔ خلاً یہ کہ زائرین میں سے بہت سے لوگ دوبارہ مکہ نہ آئیں گے۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ محض تجارت ہی متاثر نہ ہوگی بلکہ وہ عزت و احترام بھی خاک میں مل جائے گا جس کے ساتھ حرم کے متولیوں کو اب دیکھا جاتا ہے۔ بدترین صورتِ حال یہ بھی ظہور پذیر ہو سکتی ہے کہ سارا عرب جتھے بندی کرکے ان کو مکے سے نکال باہر کردے جیسا انھوں نے خزاعہ کے ساتھ کیا تھا اور خود خزاعہ نے جُرہُم کے ساتھ۔ اس لیے یہ بے حد ضروری ہے کہ عرب زائرین سے کہا جائے کہ محمدؐ قریش کی قطعاً نمائندگی نہیں کرتے۔ اگرچہ یہ آسان ہے کہ ان کی نبوت کا انکار کر دیا جائے مگر اس کا مطلب محض ایک رائے کا اظہار ہوگا۔ دوسروں کو بالواسطہ دعوت دینے کے مترادف ہے کہ ان کے دعوے کو سنیں اور خود فیصلہ کریں اس لیے محض نبوت کا انکار نہ کرنا چاہیئے بلکہ مزید کچھ اور بھی کہنا چاہیئے اور یہی ان کی بہت بڑی کمزوری تھی کیونکہ کچھ لوگوں نے کہنا شروع کر دیا تھا کہ آپؐ کاہن ہیں۔ دوسرے کہتے تھے آپ پر جن کا سایہ ہے۔ کچھ اور لوگ کہتے تھے آپؐ شاعر ہیں۔ دوسرے کچھ لوگ آپ کو جادوگر بتاتے تھے۔ غرض یہ کہ جتنے منہ اتنی باتیں۔ خود وہ متفق الرائے نہ تھے۔ انھوں نے ولید ابن مغیرہ سے مشورہ کیا وہ غالباً اس وقت قبیلے کا سب سے بااثر شخص تھا۔ انھوں نے اس سے دریافت کیا کہ ان الزامات میں سے کون سب سے زیادہ وزنی ہے، جس سے لوگوں کو قائل کیا جاسکے۔ اس نے سب کو رد کر دیا کہ یہ سارے تیر خطا کر جانے والے ہیں۔ سارے الزامات بالکل بے وزن ہیں۔ ان پر چسپاں نہ ہوں گے لیکن دوبارہ غور کرنے کے بعد اس نے فیصلہ کیا کہ شخص مذکور اگرچہ جادوگر یقیناً نہیں ہے لیکن ایک بات اس میں اور جادوگروں میں مشترک ہے۔ اس میں یہ طاقت ہے کہ کسی کو باپ سے چھڑا دے، بھائی سے برگشتہ کر دے، بیوی سے بے تعلق کر دے یا عمومی طور پر پورے خاندان سے ترک تعلقات پر آمادہ کر دے۔ اس نے ان کو مشورہ دیا

toobaa-elibrary.blogspot.com


کہ ان کی متفقہ افترا پردازی انہیں خطوط پر ہونی چاہیئے۔ سب کو مل کر کہنا چاہیئے محمدؐ ایک خطرناک جادوگر ہیں۔ ان سے ہر قیمت پر دور ہی رہنا چاہیئے۔ اس کے مشورے پر سب راضی ہو گئے اور یہ فیصلہ کیا کہ شہر میں باہر سے تمام راستے جو مکہ آتے ہیں ان پر آدمی مقرر کر دیے جائیں اور یہ کہ زائرین کو پیشگی خبردار کر دیا جائے کہ محمدؐ سے ہوشیار رہیں۔ اس لیے کہ وہ ذاتی تجربے سے جانتے ہیں کہ وہ دل جیتنے کی کیسی قدرت رکھتے ہیں۔ کیا تبلیغ شروع کرنے سے پہلے وہ مکہ کے سب سے بڑھ کر ہر دل عزیز شخص نہ تھے؟ نہ ان کی زبان نے اپنی طلاقت و فصاحت کھوئی ہے نہ ان کی موجودگی نے اپنی بے بس کر دینے والی عظمت و شان۔

وہ اپنے منصوبے کو بڑے جوش و جذبے اور جزئیات و تفصیلات کو نظر انداز کیے بغیر روبہ عمل لائے۔ کم از کم ایک مخصوص معاملے میں۔ بہر حال ناکامی بالکل ابتدا سے ان کا مقدر بنی رہی۔ قبیلہ بنی غفار کے ایک شخص نے جس کا نام ابوذرؓ تھا ـــــ اس کا قبیلہ شمال مغرب میں آباد تھا۔ یہ مقام بحر احمر سے زیادہ دور نہ تھا۔ اب سے پہلے اس نے آپ کا نام سنا تھا اور مکہ کے لوگوں کی آپ کی مخالفت کے بارے میں اس کو معلوم ہو چکا تھا۔ اپنے قبیلے کے دوسرے لوگوں کی مانند ابوذر بھی ایک رہزن تھے۔ لیکن عام عربوں کے برخلاف بتوں کے لیے نذرانۂ احترام کے وہ قطعی منکر تھے ان کا بھائی اُنیس کسی ضرورت سے مکہ گیا۔ لوٹا تو اس نے بتایا قبیلہ قریش میں ایک آدمی ہے جو دعویٰ کرتا ہے کہ وہ نبی ہے اور کہتا ہے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اس دعوے کے نتیجے میں اس کے قبیلے والوں نے اس سے قطع تعلق کر لیا ہے۔

ابوذر بھائی سے یہ خبر پاتے ہی بلا تاخیر چل پڑے اس یقین کے ساتھ کہ آپ نبیِ صادق ہیں وہاں پہنچے تو قریش کے وہ لوگ جو مکہ کو بیرون شہر سے آنے والے راستوں کی نگرانی کر رہے تھے قبل اس کے کہ وہ دریافت کرتے خود ہی وہ سب باتیں بتا دیں جو وہ جاننا چاہتے تھے۔ چنانچہ

toobaa-elibrary.blogspot.com


وہ بغیر کسی زحمت کے نبیؐ کے گھر پہنچ گئے۔ آنحضرتؐ صحن میں ایک تخت پر استراحت فرما رہے تھے۔ آپؐ کا چہرہ آپؐ کی آستین سے ڈھکا ہوا تھا۔ ابوذرؓ نے آپؐ کو جگایا اور سلام کیا۔ "علیکم السلام" نبیؐ نے فرمایا۔ بدوی نے کہا: "آپؐ جو کچھ لوگوں سے کہتے ہیں اس کو ذرا اچھی آواز اور انداز میں مجھے سنائیے۔" نبیؐ نے جواب دیا "میں شاعر نہیں، میں جو زبان سے ادا کرتا ہوں وہ قرآن ہے اور قرآن میرا کلام نہیں، اللہ کا کلام ہے۔" ابوذرؓ نے کہا "مجھے سنائیے۔" آپؐ نے ایک سورت کی تلاوت ان کے سامنے کی۔ اس پر ابوذرؓ نے کہا "میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمدؐ اللہ کے رسول ہیں۔" نبیؐ نے دریافت فرمایا "کس قبیلے کے ہو؟" اور ابوذرؓ کے جواب پر آپؐ نے ان کو اوپر سے نیچے تک حیرت سے دیکھا اور فرمایا "بالیقین اللہ جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔" [۲۸]

سب جانتے تھے کہ قبیلہ بنی غفار کے بیشتر افراد رہزن ہیں۔ ان کو اسلام کی تعلیم دے کر آپؐ نے ان کو ہدایت کی کہ اپنے قبیلے میں واپس جائیں اور آپؐ کے احکام کا انتظار کریں۔ چنانچہ وہ بنی غفار میں واپس چلے گئے۔ ان کے ذریعہ اس قبیلے کے بہت سے افراد داخلِ اسلام ہوئے۔ اس دوران میں انھوں نے رہزنی کا اپنا پیشہ جاری رکھا۔ خصوصی توجہ قریش کے قافلوں پر تھی لیکن جب وہ کسی قافلے کو لوٹتے تو ساتھ ہی یہ پیش کش بھی کرتے کہ اگر وہ لوگ توحید و رسالت محمدیؐ کی شہادت دیں تو جو کچھ انھوں نے لوٹا ہے واپس کر دیں گے۔

نبیؐ ایک دوسرے شخص کا سامنا ہوا اور اسلام قبیلہ بنی دوس میں پہنچ گیا۔ یہ لوگ بھی مغرب کے ایک دور دراز قبیلے سے تعلق رکھتے تھے۔ اس قبیلے کے ایک شخص طفیلؓ نے بعد میں بتایا کہ کس طرح جب وہ مکہ پہنچا تو اس کو جادوگر محمدؐ سے بات کرنے یہاں تک کہ ان کی بات سننے سے بھی خبردار کیا گیا۔ مبادا کہ وہ اپنے قبیلے سے کٹ کر رہ جائے۔ طفیل ایک شاعر تھا، اپنے قبیلے میں اس کی بڑی عزت تھی۔ اس لیے قریش نے اس کو خبردار کرنے

toobaa-elibrary.blogspot.com



میں بہت زور لگایا۔ انھوں نے اس کو سحر زدہ ہونے سے اتنا خوفزدہ کر دیا کہ حرم میں داخل ہونے سے پہلے ہی اس نے کانوں میں روئی ٹھونس لی۔ نبیؐ وہاں تشریف فرما تھے۔ جیسا کہ آپؐ کا معمول تھا۔ یمنی گوشے اور حجراسود کے درمیان یروشلم کی جانب آپؐ کا رُخ تھا۔ کعبے کی جنوب مشرقی دیوار بالکل آپؐ کے سامنے تھی۔ آپؐ قرآن پاک کی آیات کی تلاوت ہلکی آواز میں کر رہے تھے۔ پھر بھی کچھ آیات اس کے کانوں میں پہنچ ہی گئیں۔ اس نے کہا "کانوں میں روئی ٹھونسنے کے باوجود کچھ آیتوں کی بھنک خدا نے میرے کانوں تک پہنچا ہی دی۔۔۔ وہ حسین اور پرتاثیر الفاظ۔ میں نے دل میں کہا میں صاحب بصیرت انسان ہوں۔ ایک شاعر ہوں۔ یہ بھی نہیں کہ میں نیک و بد کی تمیز نہ رکھتا ہوں۔ تو پھر یہ شخص جو کہہ رہا ہے اس کو میں کیوں نہ سنوں۔ اگر بات معقول ہوئی تو میں قبول کروں گا اور اگر نامعقول ہوئی تو رد کر دوں گا۔ میں اتنی دیر رُکا رہا کہ نبیؐ وہاں سے چلے گئے۔ میں ان کے پیچھے پیچھے چل دیا۔ وہ اپنے گھر میں داخل ہوئے۔ میں بھی ان کے پیچھے داخل ہو گیا اور میں نے کہا 'اے محمدؐ تمھارے لوگوں نے طرح طرح کی باتیں مجھ سے بتائیں۔ انھوں نے مجھے تم سے ایسا خائف کر دیا تھا کہ میں نے اپنے کانوں میں روئی ٹھونس لی۔ مبادا میں تمھاری بات سن لوں۔ مگر اللہ کو یہ منظور نہ ہوا۔ اس نے تمھاری بات سنوا ہی دی۔ اب تم ہی بتلاؤ سچ مچ تم ہو کیا؟"

نبیؐ نے اس کو اسلام کا مطلب سمجھایا۔ قرآن کی تلاوت کی اور طفیلؓ نے اسلام قبول کر لیا۔ بعدازاں وہ اپنے قبیلے میں واپس گئے اس عزم کے ساتھ کہ وہ قبیلے کے لوگوں کو اسلام کی دعوت دے کر داخلِ اسلام کر لیں گے۔ ان کے والد اور ان کی اہلیہ نے اسلام لانے میں اُن کی تقلید کی لیکن قبیلۂ دَوس کے باقی سب لوگ اسلام نہ لائے۔ وہ بہت مایوس اور غضب ناک مکہ واپس ہوئے۔ رسولؐ کی خدمت میں یہ درخواست لے کر کہ آپؐ ان لوگوں کے حق میں بددعا فرمائیں۔ تاہم نبیؐ نے ان کی خواہش کے برخلاف

toobaa-elibrary.blogspot.com


اُن کے قبیلے کے باقی لوگوں کے حق میں ہدایت کی دعا فرمائی اور طفیلؓ سے کہا۔ اپنے لوگوں میں واپس جاؤ۔ انھیں پھر اسلام کی دعوت دو اور ان سے نرمی کے ساتھ پیش آؤ۔ انھوں نے ان ہدایات کی لفظ بہ لفظ پابندی کی اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ قبیلۂ دوس کے بیش از بیش افراد داخلِ اسلام ہوتے گئے۔

نبیؐ سے ملاقات کرنے سے پہلے طفیلؓ آپؐ کے دشمنوں سے ہی ملے تھے لیکن دوسرے زائرین (دشمنوں کے علاوہ) آپؐ کے پیروؤں سے بھی ملتے تھے جنھوں نے اس داستان سے مختلف داستان بیان کی جو آپؐ کے دشمنوں نے سنائی تھی اور ہر شخص نے (اپنی اپنی استعداد کے مطابق) اس بات کا یقین کر لیا جو خود اس کی فطرت سے ہم آہنگ تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ نئے دین کا اچھا یا برا چرچا پورے عرب میں ہو گیا لیکن کہیں بھی اس کا ذکر اتنا نہ تھا جتنا یثرب میں۔

## حوالہ جات، حواشی، تشریحات:

سے ۱ ۷۳ : ۱۰
سے ۲ ۸۶ : ۱۷
سے ۳ ابن اسحٰق : ۱۹۸
سے ۴ ابن سعد : ۴/۱۶۴
سے ۵ ابن اسحٰق : ۴۰۔ ۲۵۲

toobaa-elibrary.blogspot.com



## باب — ۱۹

# اَوس
# اور
# خزرج

اَوس وخزرج کے قبیلہ والوں کے اُن یہودی قبائل سے حلیفانہ روابط تھے جو ان کے پڑوس میں رہتے تھے، لیکن اکثر وبیشتر ان کے مابین تعلقات تلخ اور کشیدہ ہی رہتے تھے۔ اس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ موحد یہودی اپنے آپ کو خدا کی برگزیدہ قوم سمجھتے تھے اور مشرک عربوں کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ حالانکہ عددی برتری کے سبب ایک خاص حد تک انھیں ان کی عزت وتکریم بھی کرنی پڑتی تھی۔ یہودیوں کے بارے میں مشہور

toobaa-elibrary.blogspot.com



سنا کہ وہ مایوسی اور جھنجلاہٹ کے لمحات میں کہا کرتے تھے "ایک نبی کی بعثت کا وقت قریب آن لگا ہے اس کا ظہور ہونے دو، ہم تمھیں ویسے ہی قتل کر دیں گے جیسے عاد اور ارم قتل کر دیے گئے۔" اور جب ان کے ربیوں اور کاہنوں سے دریافت کیا جاتا کہ کدھر سے وہ نبی آئے گا تو یمن کی سمت اشارہ کرتے۔ ان کے لیے وہی سمت مکہ کی بھی تھی۔ لہٰذا جب یثرب کے عربوں نے سنا کہ مکہ میں فی الواقع ایک شخص نے اعلان کر دیا ہے کہ وہ نبی ہے تو وہ سراپا گوش بن گئے اور ان کی دل چسپی میں مزید اضافہ ہوا جب انھیں اس کے پیغام کے بارے میں کچھ باتیں بتائی گئیں کیوں کہ وہ پہلے ہی سے روایتی مذہب (Orthodox Religion) کے کئی اصولوں سے مانوس تھے۔ نسبتاً زیادہ دوستانہ لمحات میں یہودی اکثر خدا کی وحدانیت اور انسان کے آخری انجام کی بات کیا کرتے تھے اور وہ آپس میں ان سوالات پر بحث وتمحیص بھی کرتے رہتے تھے۔ مشرکین کے لیے اس نظریے کو کہ وہ مرنے کے بعد دوبارہ اٹھیں گے قبول کرنا خاص طور پر مشکل تھا۔ یہ دیکھ کر ربیوں میں سے ایک نے جنوب کی سمت اشارہ کیا اور کہا وہاں سے ایک نبی کا ظہور ہونے ہی والا ہے۔ وہ موت کے بعد دوبارہ اٹھائے جانے کی توثیق کرے گا۔

لیکن مکے سے موصول ہونے والی خبر کا واسطہ دراصل ایک یہودی تھا جس کا نام ابن الہیبان تھا۔ وہ شام سے منتقل ہو کر یثرب میں آباد ہو گیا تھا اور اس نے ایک سے زائد مواقع پر بارش کی دعا کر کے سبزہ زارِ یثرب کو خشک سالی سے بچایا تھا۔ اس بزرگ شخص کا اسی زمانے کے آس پاس انتقال ہوا جب نبیؐ پر پہلی وحی نازل ہوئی تھی اور جب اس نے محسوس کیا کہ اس کا وقتِ آخر آگیا ہے اور اجل آپہنچی ہے۔ جیسا کہ اوس اور خزرج سے بعد میں بتایا گیا۔ تو اس نے ان لوگوں سے جو اس کے گرد و پیش تھے کہا "وہ کیا چیز تھی ذرا سوچو تو جس نے مجھ کو روٹی اور شراب کی سر زمین چھوڑ کر سختی اور فاقے کی سرزمین میں آبسنے پر مجبور کر دیا۔" لوگوں نے جواب دیا۔

toobaa-elibrary.blogspot.com



"آپ بہتر جانتے ہیں۔" اس نے کہا "میں اس سرزمین میں ایک نبی کے ظہور کی امید لے کر آیا تھا۔ اس کا وقت اب قریب آن لگا ہے۔ اس سرزمین کی جانب وہ ہجرت کرے گا۔ مجھے امید تھی کہ اس کی بعثت ایسے موقع سے ہوگی کہ میں اس کی پیروی کرسکوں۔ اس کی بعثت کی گھڑی تمھارے سروں پر آن پہنچی ہے بالکل قریب ہے۔" یہ الفاظ بعض یہودی نوجوانوں کو دل سے لگ گئے جنھوں نے ان الفاظ کو سنا تھا اور انھی کے زیرِ اثر وہ اس قابل ہوئے کہ جب وقت آیا تو انھوں نے نبیؐ کی نبوت تسلیم کرلی۔ ہر چند کہ آپؐ یہودی نہیں تھے (عام یہودی ذہنیت کسی غیر یہودی کی نبوت تسلیم کرنے پر آمادہ نہ تھی۔)

لیکن سرسری طور پر کہا جا سکتا ہے کہ ایک طرف عرب جہاں تک آپؐ کی ذات کا تعلق ہے آپؐ کے حامی تھے لیکن آپؐ کے لائے ہوئے پیغام کے خلاف تھے۔ دوسری جانب یہودی پیغام کے حامی تھے لیکن شخصی حیثیت سے آپؐ کے خلاف تھے۔ استدلال یہ تھا کہ ایسا کیوں کر ہو سکتا ہے کہ خدا کسی ایسے شخص کو نبی بنا کر بھیجے جو برگزیدہ قوم سے تعلق نہ رکھتا ہو۔ بایں ہمہ جب زائرین نبی کی خبر یثرب لائے تو یہودی نہ چاہتے ہوئے بھی دل چسپی لینے سے اپنے آپ کو روک نہ سکے اور اب بڑے اشتیاق کے ساتھ زائرین سے مزید تفصیلات کے طالب ہوئے اور جب نخلستان کے عربوں کو ان کے اشتیاق کی بھنک لگ گئی اور انھوں نے دیکھ لیا کہ پیغام کی توحیدی نوعیت نے کیوں کر ربیوں کی دل چسپی کو دس گنا بڑھا دیا ہے تو ہو ہی نہ سکتا تھا کہ وہ متاثر نہ ہوتے جیسا کہ خود خبر لانے والے متاثر تھے۔

ان تمام باتوں سے قطع نظر قبیلہ خزرج کو معلوم تھا کہ اس شخص سے جو نبوّت کا دعوے دار ہے ان کا رشتہ داری کا گہرا تعلق ہے۔ وہ اپنی ماں کے ساتھ بچپن میں اور اس کے بعد بھی ایک سے زیادہ بار یثرب آچکا ہے۔ رہا اَوس کا معاملہ تو ان میں

toobaa-elibrary.blogspot.com



کے ایک ممتاز شخص ابوقیس نے مکہ کی ایک عورت سے شادی کرلی تھی جو ورقہ اور خدیجہؓ کی پھوپھی تھی۔ ابوقیس اپنے سسرال والوں کے یہاں اکثر قیام کرچکا تھا اور وہ نبی کے بارے میں ورقہ کی رائے کا احترام کرتا تھا۔

ان سارے عوامل نے جس کو زائرین اور مکہ سے دوسرے آنے والوں کے مسلسل بیانات سے تقویت اور تائید مل رہی تھی۔ اب یثرب کے لوگوں پر اثر انداز ہونا شروع کردیا لیکن وقتی طور پر ان کی تمام تر توجہ خود اپنے بعض اندرونی مسائل پر مرکوز تھی۔ اوس اور خزرج کے دو افراد کے مابین ایک نزاع نے جو خوں ریزی پر منتج ہوئی تھی، بتدریج دونوں قبیلوں کے زیادہ سے زیادہ خاندانوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔ یہاں تک کہ یہودی بھی ایک یا دوسرے فریق کے ساتھ جڑ گئے تھے۔ تین جنگیں اب تک ہو چکی تھیں لیکن بجائے اس کے کہ ان سے آتش عناد سرد پڑتی اور یہ فیصلہ کن ثابت ہوتیں۔ انھوں نے لوگوں کو مزید مشتعل کردیا تھا اور انتقام کی طلب میں شدت پیدا کردی تھی۔ ایک چوتھی لڑائی وسیع تر پیمانے پر ناگزیر نظر آرہی تھی اور درحقیقت یہی پیش نظر تھا کہ اوس کے سرداروں کو ایک وفد مکہ بھیجنے کا خیال پیدا ہوا تاکہ خزرج کے خلاف قریش سے مدد طلب کریں۔

ابھی وہ قریش کے جواب کا انتظار ہی کر رہے تھے کہ نبیؐ ان کے پاس تشریف لائے آپؐ نے ان سے دریافت فرمایا کیا جس چیز کے لیے وہ آئے ہیں اس سے کوئی بہتر بات وہ پسند کریں گے؟ انھوں نے سوال کیا" وہ بات کیا ہو سکتی ہے؟" آپؐ نے ان کو اپنے مشن اور اس دین کے بارے میں بتایا جس کی تبلیغ کا آپؐ کو حکم دیا گیا تھا۔ بعد ازاں آپؐ نے قرآن کا کچھ حصہ تلاوت کرکے انھیں سنایا اور جب آپؐ نے تلاوت ختم فرمائی تو ایاس ابن معاذ نامی نوجوان پکار اٹھا" لوگو! بخدا یہ اس سے کہیں بہتر ہے جس کے لیے تم آئے ہو۔ لیکن وفد کے قائد نے ایک مٹھی خاک لی اور نوجوان کے منہ پر یہ کہتے ہوئے جھونک

toobaa-elibrary.blogspot.com



دی۔" یہ سب اپنے پاس رکھ۔ اپنی جان کی قسم ہم لوگ اس کام سے مختلف مقصد لے کر آئے ہیں۔" ایاس چپ ہو کر بیٹھ گئے اور نبیؐ ان کے پاس سے رخصت ہو گئے۔ قریش نے امداد کی ان کی درخواست رد کر دی اور وہ بے نیلِ مرام مدینہ واپس آگئے۔ اس کے کچھ ہی دنوں بعد ایاس کا انتقال ہو گیا اور جو لوگ ان کے انتقال کے وقت موجود تھے۔ وہ کہتے تھے کہ انھوں نے ایاس کو مسلسل خدا کی وحدانیت کی تصدیق کرتے اور آخری سانس تک اس کی حمد و ثنا کرتے سنا۔ ان کا شمار اسلام میں داخل ہونے والے یثرب کے پہلے شخص کی حیثیت سے ہوتا ہے۔

---

## حوالجات، حواشی، تشریحات :

لے ایک قدیم عرب قبیلے جس پر اس نبی کی پیروی کے انکار کے نتیجے میں یکبارگی عذاب آیا تھا جس کی بعثت ان میں ہوئی تھی۔ (وہ نبی ہودؑ تھے)۔

toobaa-elibrary.blogspot.com



## باب — ۲۰

# ابوجہل
# اور
# حمزہؓ

مکہ میں ایمان لانے والوں کی تعداد میں برابر اضافہ ہو رہا تھا اور اس کے ساتھ ہی ساتھ کافروں کی اسلام دشمنی بھی شدت اختیار کرتی جا رہی تھی۔ ایک دن جب قریش کے کچھ سربرآوردہ لوگ حجر میں بیٹھے ایک دوسرے کی آتش غضب کو نبیؐ کے خلاف زوروں سے بھڑکا رہے تھے کہ اتفاق سے اسی وقت خود آنحضرتؐ حرم میں داخل ہوئے۔ کعبہ کے مشرقی گوشے میں جاکر آپؐ نے حجر اسود کو بوسہ دیا اور طواف

toobaa-elibrary.blogspot.com



کے سات چکر شروع کر دیے۔ طواف کے دوران جب آپ حجر سے گزرے تو انھوں نے بلند آواز میں آپ کے خلاف افترا پردازی اور بدکلامی کا آغاز کر دیا اور آپ کے چہرے کے تاثرات سے عیاں تھا کہ انھوں نے جو کچھ کہا تھا آپ نے اس کو سن لیا تھا۔ دوسرے چکر میں آپ پھر ان کے پاس سے گزرے اور پھر انھوں نے آپ کا مضحکہ اڑایا اور بدکلامی کی لیکن جب انھوں نے تیسری بار بھی آپ کے ادھر سے گزرنے پر بدتمیزی جاری رکھی تو آپ رکے اور فرمایا: "اے اہل قریش میری سنو گے؟ اس کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے، میں تمھارے لیے قتل عام کی بد دعا کرتا ہوں۔" یہ الفاظ اور جس انداز میں آپ نے ان کو ادا فرمایا تھا، دونوں سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ان کو سحر زدہ کر دیا تھا اور وہ ساکت وصامت ہو گئے۔ نہ کوئی اپنی جگہ سے ہلا نہ کسی نے اپنی زبان کھولی تا آنکہ ان میں سے ایک شخص نے جو سب سے زیادہ مائل بہ تشدد تھا سکوت کو توڑا اور بڑے نرم لہجے میں کہا "اے ابوالقاسم آپ اپنی راہ جائیے۔ خدا کی قسم آپ کوئی جاہل احمق انسان نہیں ہیں" لیکن وقفۂ سکوت زیادہ دیر قائم نہ رہا کیونکہ جلد ہی وہ لوگ ایسے غیر معمولی طور پر ہیبت زدہ ہونے پر اپنے آپ کو ملامت کرنے اور الزام دینے لگے۔ انھوں نے قسم کھائی کہ وہ آئندہ اس لمحاتی "کمزوری" کی تلافی کر دیں گے۔

اسلام کے بدترین دشمنوں میں سے قبیلۂ مخزوم کا ایک شخص تھا جس کا نام عمرو تھا۔ گھر والے اور دوست اس کو ابو الحکم کہتے تھے جس کو ابوجہل سے بدلنے میں مسلمانوں نے ذرہ برابر سست رفتاری اور سہل انکاری کا ثبوت نہ دیا۔ ابوجہل کے معنیٰ ہیں "پدرِ جہالت"۔ وہ مغیرہ کا پوتا اور سن رسیدہ سردارِ قبیلہ — ولید کا بھتیجا تھا۔ ابوجہل کو یقین تھا کہ وہ چچا کا جانشین ہوگا۔ اس نے اپنی دولت اور نمائشی مہمان نوازی کے ذریعہ اپنے لیے مکہ میں ایک خاص مقام پیدا کر لیا تھا اور کسی قدر اس باعث بھی اس کی دھاک بیٹھی ہوئی تھی کہ وہ نہایت قسی القلب تھا اور ہر اس شخص کے خلاف

toobaa-elibrary.blogspot.com



آمادۂ انتقام رہتا تھا جو اس کی مخالفت کرتا۔ حج کے موسم میں جو لوگ باہر سے مکہ آنے والے راستوں کی چوکسی کر رہے تھے ان میں وہ سب سے زیادہ انتھک اور سرگرم تھا اور نبیؐ کو خطرناک جادوگر قرار دے کر بدنام کرنے والوں میں سب سے بڑھ چڑھ کر وہی سرگرم گفتار بھی تھا۔ وہ خود اپنے خاندان کے نسبتاً بے بس اہل ایمان کی ایذا رسانی میں اور دوسرے خاندانوں کو یہی رویّہ اپنانے پر اکسانے میں بھی سب سے آگے تھا۔ لیکن ایک دن اس نے اپنی خواہش کے برخلاف نئے دین کے تعلق سے بالواسطہ ایک بڑی خدمت انجام دے دی۔

ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسجد حرام کے باہر باب صفا کے قریب تشریف رکھتے تھے ــــ اس دروازے کا یہ نام اس لیے پڑ گیا کہ اسی سے زائرین نکل کر کوہ صفا کے ــــ جو اس دروازے کے قریب ہی ہے ــــ اور کوہ مروہ کے درمیان جو کوئی ۴۵۰ گز شمال میں ہے، سات بار سعی کرنے کے مناسک ادا کرنے جاتے ہیں۔ صفا کی تلی میں ایک چٹان سے قدیم مناسک کی ابتداء کی جاتی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس مقدس مقام پر تنہا تھے جب ابوجہل اس مقام سے گزرا۔ یہ موقع تھا اس مخزومی کے لیے کہ ثابت کر دے کہ کم از کم وہ آپؐ سے غیر معمولی طور پر مرعوب نہ تھا۔ آنحضرتؐ کے سامنے کھڑے ہو کر جتنی گالیاں اس کو یاد تھیں سب دے کر وہ آپؐ سے بدزبانی کرنے لگا۔ نبیؐ محض اس کو دیکھتے رہے آپؐ نے زبان سے ایک لفظ بھی نہ نکالا اور بالآخر تمام ذلتوں اور اہانتوں کا جو اس کے ذہن میں آسکیں آپؐ پر انبار کر کے ابوجہل مسجد حرام میں داخل ہوا تاکہ ان لوگوں کے پاس جا بیٹھے جو حجر میں اکٹھا تھے۔ نبیؐ اپنی جگہ سے اٹھے اور افسردہ خاطر اپنے گھر واپس تشریف لے گئے۔

انھیں گئے ہوئے مشکل سے کچھ ہی دیر ہوئی ہو گی کہ مخالف سمت سے حمزہؓ آتے ہوئے نظر آئے۔ وہ شکار سے واپس آ رہے تھے۔ ان کے شانے سے کمان لٹک رہی تھی۔

یہ ان کا معمول تھا کہ وہ شکار سے واپس آتے تو اپنے کنبے کے پاس جانے سے پہلے بیت الحرام کے آداب و تکریم بجالاتے۔ ان کو قریب آتے دیکھ کر ایک عورت اپنے گھر سے نکلی۔ اس کا گھر باب صفا کے قریب ہی تھا اس نے ان کو مخاطب کیا۔ وہ قبیلہ تیم کے متوفی عبداللہ بن جدعان کے گھرانے کی آزاد کردہ کنیز تھی۔ عبداللہ ابن جدعان ان اشخاص میں سے ایک تھا جس نے بیس سال قبل حلف الفضول ــــ معاہدہ فتوت ــــ کا افتتاح کیا تھا۔ جدعان کا خاندان ابوبکرؓ کا رشتہ دار تھا اور وہ عورت خود نبیؐ اور آپؐ کے دین کے بارے میں نیک خواہشات رکھتی تھی۔ ابوجہل کی بدتمیزی اور بدکلامی سے غضب ناک تھی۔ جس کا ایک ایک لفظ اس کے کانوں تک پہنچ چکا تھا۔ "ابو عمارہؓ!" اس نے حمزہؓ سے کہا۔ "کاش تم نے دیکھا ہوتا، ابھی ابھی تمھارے بھائی کے بیٹے محمدؐ سے ابوالحکم ابن ہشام نے کیسا برتاؤ کیا۔ اس نے ان کو یہاں بیٹھا پایا اور انتہائی نفرت انگیز انداز میں ان سے بدکلامی کی۔ انھیں گالیاں دیں پھر وہ انھیں چھوڑ کر چل دیا۔" اس نے مسجد حرام کی جانب اشارہ کیا یہ بتانے کے لیے کہ وہ کدھر گیا ــــ "اور محمدؐ نے ایک لفظ بھی جواب میں زبان سے نہ نکالا۔" حمزہؓ دوستانہ مزاج اور سیدھی طبیعت کے انسان تھے لیکن ساتھ ہی قریش کے تنومند ترین شخص بھی تھے اور اگر ان کو برانگیختہ کر دیا جائے تو ہیبت ناک اور آسانی سے قابو میں نہ آنے والے بھی۔ ان کا طاقت ور جسم کانپ رہا تھا ایسا کہ اس سے پہلے ان کو کبھی تجربہ نہ ہوا تھا۔ ان کے غیظ و غضب نے ان کی روح میں مقید کسی شے کو آزاد کر دیا تھا اور ان کے عزم کو جو تکمیل کے درمیانی مرحلے میں تھا تکمیل سے آشنا کر دیا۔ لمبے ڈگ بھرتے ہوئے وہ مسجد حرام میں داخل ہوئے۔ سیدھے ابوجہل کے پاس پہنچے۔ اس کے پاس کھڑے ہو کر انھوں نے اپنی کمان فضا میں بلند کی، اور پوری طاقت سے اس کی پیٹھ پر دے ماری۔ "تو ان کی توہین کرے گا؟" انھوں نے کہا "اب جب کہ میں نے ان کا دین قبول کر لیا ہے جو وہ کہتے ہیں وہی میں کہتا ہوں! طاقت ہو

toobaa-elibrary.blogspot.com



تو وار کے بدلے وار مجھ پر کر۔" ابوجہل میں ہمت و جرأت کی کمی نہ تھی۔ لیکن اس موقع پر بظاہر اس نے محسوس کیا کہ اس واردات کو رفع دفع کرنا ہی بہتر ہوگا۔ چنانچہ جب کچھ مخزومی اس کی مدد کو اٹھ کھڑے ہوئے تو اس نے یہ کہتے ہوئے ان کو بیٹھ جانے کا اشارہ کیا "چھوڑو ابوعمارہ کو! واقعی میں نے ان کے بھائی کے بھتیجے کی ذلت کی ہے میں نے اس کو دو ٹوک انداز میں گندی گالیاں دی تھیں۔"

---

## حوالہ جات، حواشی، تشریحات:

۵ ابن اسحٰق : ۱۸۳۔

۶ عمارہ حمزہ کی بیٹی تھیں۔ عربوں میں نرم اور شائستہ خطاب کا طریقہ تھا کہ باپ یا ماں کی نسبت اولاد کی طرف کرتے تھے۔ ایسے مرکب اضافی کو کنیت کہتے ہیں۔

toobaa-elibrary.blogspot.com



باب — ۲۱

# قریش کی پیش کش اور مطالبات

اس دن سے حمزہؓ صدق دل کے ساتھ اپنے اسلام پر قائم رہے اور نبیؐ کے تمام احکام کی پیروی کرتے رہے ایسا بھی نہیں کہ ان کی تبدیلیٔ مذہب کا قریش پر کوئی اثر ہی نہ ہوا ہو۔ وہ اب نبیؐ کو براہِ راست تنگ کرنے میں زیادہ ہچکچاہٹ محسوس کرتے تھے۔ جانتے تھے کہ حمزہؓ آپؐ کو تحفظ دیں گے۔ دوسری جانب اس بالکل غیر متوقع واقعہ نے ان کو چونکا دیا اور حالات کی سنگینی پر سنجیدگی کے ساتھ غور کرنے پر مجبور کر دیا۔

toobaa-elibrary.blogspot.com


اس لیے اس صورتِ حال کا حل دریافت کرنے اور ایک ایسی تحریک کا سدباب کرنے کی ضرورت کو وہ بڑی شدت سے محسوس کرنے لگے۔ حالات کے پس منظر میں وہ دیکھ رہے تھے کہ یہ تحریک ان کے اُس وقار اور منصب کو تباہ کر کے رہے گی ——————— جو عربوں میں انھیں حاصل ہے۔ اس خطرے کے پیش نظر عبد شمس کے عمائدین میں سے ایک شخص عتبہ ابن ربیعہ کے مشورے پر ——— جو اس نے دار الندوہ میں دیا تھا ——— عمل کرنے اور اپنی حکمتِ عملی تبدیل کر لینے پر انھوں نے اتفاق کر لیا۔ "کیوں نہ میں محمدؐ کے پاس جاؤں؟" اس نے کہا "اور ان کے سامنے کچھ تجاویز رکھوں۔ ہو سکتا ہے ان میں سے بعض کو وہ قبول کر لیں اور جو تجویز وہ قبول کر لیں اس کی سہولت ہم انھیں مہیا کر دیں اس شرط پر کہ وہ ہمیں چین سے رہنے دیں؟" خبر ملی کہ نبیؐ کعبہ کے پہلو میں تنہا تشریف فرما ہیں۔ عتبہ فی الفور مجلس سے اٹھ کھڑا ہوا اور مسجد حرام میں جا پہنچا۔ اس نے اس کام کے لیے اپنے آپ کو تجویز کیا تھا۔ جزوی طور پر اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ ہاشم کے بھائی عبد شمس کا پوتا تھا اور ہر چند کہ قبائل جو عظیم قصی کے بیٹے عبد مناف کے ان دو بیٹوں (عبد شمس، عبد الدار) کے نام سے موسوم تھے ایک دوسرے سے بیگانہ ہو گئے تھے لیکن مشترک اجداد سے نسبت رکھنے کے سبب ان کے باہمی اختلافات آسانی سے ختم ہو سکتے تھے۔ مزید برآں قریش کے بیشتر اشخاص کے مقابلے میں عتبہ نسبتاً کم متشدد اور زیادہ مصالحانہ افتادِ طبع رکھنے والا تھا نیز وہ دوسروں کے مقابلے میں ذہین بھی زیادہ تھا۔ اس نے نبیؐ کو مخاطب کیا "بھتیجے تم قبیلے کے ایک عالی منش انسان ہو۔ تمھارے نسب اور خاندان نے تمھارے لیے مرتبہ و عزت کو یقینی حیثیت دے دی ہے مگر تم نے اپنی قوم کے لیے شدید فکرمندی کا مسئلہ پیدا کر دیا ہے۔ تم نے ان کی جماعت میں تفرقہ ڈال دیا ہے۔ تم نے اعلان کر دیا کہ ان کا طرزِ زندگی احمقانہ ہے تم نے ان کے دین اور معبودوں کی مذمت کی؛

toobaa-elibrary.blogspot.com


اوران کے اجداد کو کافر قرار دے دیا۔ اب ذرا میری بات سنو۔ میں تمھارے سامنے کچھ تجاویز رکھتا ہوں۔ دیکھو ان میں سے کوئی تمھارے لیے قابل قبول ہے (جو کچھ تم کر رہے ہو) اگر اس لیے ہے کہ تم کو دولت کی جستجو ہے تو ہم اپنی مختلف جائدادوں سے اتنی دولت تمھارے لیے اکٹھا کردیں گے کہ تم ہمارے درمیان سب سے مال دار شخص ہو جاؤ گے۔ اگر تم عزت کے خواہش مند ہو تو ہم تم کو اپنا سردار بنائے لیتے ہیں۔ کسی معاملے کا فیصلہ تمھاری مرضی کے بغیر نہ کریں گے۔ اگر تم بادشاہی چاہتے ہو تو ہم تمھیں اپنا بادشاہ تسلیم کیے لیتے ہیں اور اگر تم پر کوئی جن آتا ہے اور تم اس کو دفع کرنے پر خود قادر نہیں ہو تو ہم تمھارے لیے طبیب فراہم کریں گے۔۔۔ اور (تمھارے علاج پر) اپنی دولت خرچ کریں گے تا آنکہ تم پورے طور پر صحت مند ہو جاؤ۔" جتنی دیر عتبہ باتیں کرتا رہا آنحضرتؐ خاموش سنتے رہے۔ جب وہ اپنی بات ختم کر چکا تو نبیؐ نے اس سے فرمایا "اب تم میری سنو اے ابوالولید!" عتبہ نے کہا "ہاں میں سنوں گا۔" پس نبیؐ نے ایک وحی کا جو قریبی زمانے میں نازل ہوئی تھی کچھ حصہ تلاوت کر کے اس کو سنایا۔

عتبہ دلچسپی کی ہلکی سی نمائش کے لیے آمادہ تھا۔ اس شخص کے تعلق سے محض حکمت عملی کے طور پر جس کو ہم نوا بنانے کی وہ توقع رکھتا تھا لیکن چند جملوں کے بعد ہی یہ خیالات ہوا ہو گئے اور الفاظ و عبارت ہی نے اس کو محوِ حیرت بنا دیا۔ وہ اپنے دونوں ہاتھ پیچھے زمین پر ٹیکے غور سے سنتا رہا۔ حسنِ زبان سے حیرت زدہ! اور یہ موج خوبی اس کے کانوں میں اترتی جا رہی تھی۔ آیات جو تلاوت کی گئیں ان میں خود وحی کے بارے میں کلام کیا گیا تھا۔ آسمان و زمین کی تخلیق کے بارے میں۔ بعد ازاں انبیا، اور قدیم اُمتوں کے بارے میں جنھوں نے ان (انبیاؑ) کی مزاحمت کی اور جس کے نتیجے میں وہ تباہ کر دی گئیں اور دوزخ ان کا ٹھکانہ قرار پائی۔ بعد ازاں اہل ایمان کا تذکرہ تھا ان سے اس دنیا کی زندگی میں ملائکہ کے ذریعہ حفاظت کا اور آخرت میں ان کی ہر خواہش کی تشفی کا وعدہ کیا گیا

toobaa-elibrary.blogspot.com



تھا۔ نبیؐ نے اپنی تلاوت ان الفاظ کے ساتھ ختم کی "اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں یہ رات اور یہ دن اور یہ سورج اور یہ چاند۔ سورج اور چاند کو سجدہ نہ کرو بلکہ اس خدا کو سجدہ کرو جس نے انھیں پیدا کیا۔ اگر فی الواقع تم اسی کی عبادت کرنے والے ہو۔" اس کے بعد آپؐ نے سجدہ کے لیے پیشانی زمین پر رکھ دی پھر آپؐ نے فرمایا "اے ابوالولید آپ نے سن لیا جو کچھ سن لیا اب آپ جانیں اور آپ کا کام۔"

جب عتبہ لوٹ کر اپنے ساتھیوں کے پاس گیا تو اس کے چہرے کے بدلے ہوئے تاثرات کو دیکھ کر وہ ایسا چونکے کر پکار اٹھے "اے ابوالولید تم کو کیا ہو گیا؟" اس نے ان کے جواب میں کہا "میں نے ایسا کلام سنا کہ اس سے پہلے کبھی نہ سنا تھا۔ خدا کی قسم نہ یہ شعر ہے نہ سحر ہے نہ کہانت۔ اے اہل قریش میری بات پر کان دھرو۔ میں جو کہتا ہوں اسے مان لو۔ اس شخص اور اس کے مشن کے آڑے نہ آؤ۔ اس کو اس کے حال پر چھوڑ دو۔ کیونکہ بخدا جو کلام میں نے اس سے سنا ہے اس کا ایک مہتم بالشان خبر کی حیثیت سے استقبال کیا جائے گا۔ اگر عرب اس پر غالب آ گئے تو تم دوسروں کے ہاتھوں اس سے چھٹکارا پا جاؤ گے اور اگر وہ عربوں پر غالب آ جاتا ہے تو اس کی بادشاہت تمھاری بادشاہت ہو گی۔ اس کی طاقت تمھاری طاقت ہو گی اور تم انتہائی خوش نصیب قوم ہو گے۔" لیکن انھوں نے اس کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا۔ "اس نے تم کو اپنی طلاقت لسان سے سحر زدہ کر دیا ہے۔" عتبہ نے کہا "میں نے اپنی رائے دے دی۔ اب تم جانو تمھارا کام۔ جو بہتر سمجھو کرو۔" اس نے مزید ان کی مخالفت نہ کی۔ قرآنی آیات کا اس پر اثر بھی عارضی نوعیت کا چلتا ہوا تھا۔ اس اثنا میں جو بھی سوالات اس نے کیے تھے چونکہ عتبہ ان کا کوئی جواب نہیں لایا تھا۔ (اس کی ساری گفتگو اس بے بنیاد مفروضے پر مبنی تھی کہ آپؐ کسی ذاتی مفاد کے درپے ہیں اور ظاہر ہے کہ اس کا حقیقت سے کوئی علاقہ نہ تھا) اس لیے ایک دوسرے شخص نے کہا "آؤ ہم محمدؐ کو بلا بھیجیں، ان سے

toobaa-elibrary.blogspot.com



بات کریں۔ بحث کر کے ان کو قائل کرنے کی کوشش کریں تاکہ بعد میں ہمارے اوپر یہ الزام نہ آئے کہ ہم نے مصالحت کا کوئی پہلو بغیر کوشش کیے چھوڑ دیا۔ چنانچہ انھوں نے آپ کو کہلا بھیجا: تمھاری قوم کے عمائد تم سے بات کرنے کے لیے مجتمع ہیں۔ آپ بہ عجلت وہاں پہنچے۔ خیال تھا کہ شاید کہ سن گران لوگوں کو طرز عمل بدلنے پر راضی کر لیا جائے۔ آپ کی تمنا تھی کہ ان کو راہِ حق دکھا دیں لیکن جب انھوں نے بات شروع کی تو وہ ماند پڑ گئی کیونکہ انھوں نے وہی پیش کش دہرائی جو عتبہ پیش کر چکا تھا۔ جب وہ اپنی بات ختم کر چکے تو آپ نے ان سے فرمایا۔ "مجھ پر جن کا سایہ نہیں۔ نہ میں تمھارے درمیان عزو شرف کا خواہاں ہوں نہ تم پر بادشاہی کرنا چاہتا ہوں۔ مجھے خدا نے تمھارے پاس رسول بنا کر بھیجا ہے۔ مجھ پر بذریعہ وحی ایک کتاب نازل کی اور مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمھارے لیے خوش خبری دینے والا اور ڈرانے والا بنوں۔ چنانچہ میں نے اپنے رب کا پیغام تم تک پہنچا دیا اور میں تمھیں نیک صلاح دے چکا۔ میں جو کچھ لایا ہوں اگر تم اس کو قبول کر لیتے ہو تو یہ تمھاری خوش نصیبی ہوگی۔ اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی لیکن جو میں لایا ہوں اگر تم اس کو رد کر دیتے ہو تب میں صبر کے ساتھ انتظار کروں گا کہ خدا ہم دونوں کے درمیان کیا فیصلہ کرتا ہے۔"

ان کا جواب صرف یہ تھا کہ جہاں سے انھوں نے شروع کیا تھا وہیں پھر پہنچ گئے اور کہنے لگے کہ اگر تم ہماری پیش کش نہیں قبول کرتے تو کوئی ایسی بات کر کے دکھاؤ جس سے ثابت ہو کہ تم اللہ کے رسول ہو اور ساتھ ہی وہ ایسا کام ہو جو ہمارے لیے زندگی کو آسان کر دے۔ اپنے خدا سے کہو کہ ان پہاڑوں کو جنھوں نے ہم کو چاروں طرف سے گھیر رکھا ہے ہٹا دے۔ ہماری زمین کو چپٹی اور ہموار کر دے۔ یہاں ویسے ہی دریا رواں ہو جائیں جیسے عراق اور شام میں رواں ہیں اور ہمارے کچھ آباء واجداد کو قبر سے زندہ اٹھا دے۔ قصی بھی ان میں ہوں تاکہ ہم ان سے دریافت کر سکیں کہ تم جو کچھ کہتے

toobaa-elibrary.blogspot.com



ہو وہ سچ ہے یا جھوٹ۔ اگر تم یہ سب نہیں کر سکتے تو اپنے ہی لیے اللہ سے انعام طلب کرو۔ خدا سے کہو وہ تمھارے ساتھ کوئی فرشتہ بھیج دے جو تمھاری بات کی تصدیق کرے اور ہمیں جھٹلادے اور تمھیں قصر وایوان اور چاندی سونے کے خزانے عطا کردے تاکہ ہم جان سکیں کہ اللہ کے یہاں تمھارا کیا مقام ہے۔" نبیؐ نے ان کے جواب میں فرمایا "میں وہ شخص نہیں ہوں جو اپنے رب سے ایسی چیزوں کا طلب گار ہو۔ نہ میں اس کے لیے بھیجا گیا ہوں۔ خدا نے تو مجھے خبردار کرنے کے لیے اور خوش خبری دینے کے لیے بھیجا ہے۔" آپ کی بات ماننے سے انکار کرتے ہوئے انھوں نے کہا "تب ایسا کرو کہ آسمان ٹکڑے ٹکڑے ہو کر ہمارے سروں پر پھٹ پڑے۔" یہ حقارت آمیز اشارہ تھا پہلے ہی نازل شدہ آیات کی جانب "اگر ہم چاہیں تو زمین شق ہو کر ان کو نگل لے یا آسمان کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے ان کے اوپر گرا دیں۔" آپ نے فرمایا "یہ فیصلہ کرنا اللہ کا کام ہے۔ اس کی مشیت ہوئی تو وہ ایسا کرے گا۔"

انھوں نے کوئی جواب نہ دیا بس استہزا آمیز انداز میں ایک دوسرے کو کنکھیوں سے دیکھتے رہے اور ایک دوسرے نکتے پر جا پہنچے۔ ان کے لیے وحی کا سب سے زیادہ الجھن میں ڈالنے والا عنصر ایک عجیب وغریب نام رحمٰن کا مسلسل اور پیہم وارد ہونا تھا۔ بظاہر اس نام کا تعلق اس ذات سے تھا جس سے نبیؐ کو بصیرت حاصل ہوتی تھی۔ نازل شدہ ایک سورت اس جملے سے شروع ہوئی تھی "وہ جو انتہائی خوب (الرحمٰن) ہے اس نے قرآن نازل کیا" اور چونکہ اس افواہ کو کہ یمامہ میں ایک شخص ہے جو محمدؐ کو ان آیات کی تعلیم دیتا ہے درست تسلیم کرنے میں وہ مسرت محسوس کرتے تھے۔ اس موقع پر انھوں نے آخری چوٹ کرتے ہوئے کہا "ہم نے سنا ہے کہ یمامہ میں ایک شخص ہے جس کو رحمٰن کہتے ہیں اس نے تم کو یہ سب سکھایا ہے اور رحمٰن پر تو ہم ہرگز ایمان نہ لائیں گے۔" نبیؐ خاموش رہے اور انھوں نے اپنی بات جاری رکھی۔ "محمدؐ ہم نے اپنے آپ کو تمھارے سامنے برسرِ حق ثابت کر دیا اور خدا کی قسم ہم تم کو چین نہ لینے دیں گے اور نہ اس برتاؤ سے باز آئیں گے جو ہمارا تمھارے ساتھ ہے تا آنکہ ہم تم کو برباد کر دیں

toobaa-elibrary.blogspot.com



یا تم ہم کو“۔ ان میں سے ایک نے اتنا اور اضافہ کیا ”ہم تم پر ایمان نہ لائیں گے جب تک کہ تم خدا اور فرشتوں کو ہمیں خبردار کرنے کے لیے لا کھڑا نہ کرو۔“ یہ سن کر آپؐ اٹھ کھڑے ہوئے اور آپؐ چل پڑنے ہی والے تھے کہ قبیلہ مخزوم کا عبداللہ ابن ابو امیہ بھی اٹھ کھڑا ہوا اور اس نے آپؐ سے کہا ”میں تم پر کبھی ایمان نہ لاؤں گا — نہیں، تاآنکہ تم ایک سیڑھی لو اور میں دیکھوں کہ تم اس پر چڑھ کر آسمان تک پہنچ گئے ہو اور ...... تم چار فرشتوں کو لا کھڑا کرو جو تصدیق کریں کہ تم وہ ہو جو ہونے کا تم دعویٰ کرتے ہو — اور میرا خیال ہے کہ تب بھی میں تم پر ایمان نہ لاؤں گا۔“ یہ عبداللہ اپنے باپ کی طرف سے ابوجہل کا چچیرا بھائی تھا لیکن اس کی ماں عبدالمطلب کی بیٹی عاتکہ تھیں اور انھوں نے بیٹے کا نام اپنے بھائی نبیؐ کے والد کے نام پر رکھا تھا اس لیے نبیؐ گھر لوٹے تو بہت رنجیدہ خاطر تھے کہ اتنے قریبی رشتہ دار سے ان کو ایسی باتیں سننی پڑیں۔ یہ رنج و غم اس تاسف پر مزید تھا جو اس فاصلے کے سبب تھا جو اب آپؐ کے اور آپؐ کی قوم کے سرداروں کے درمیان پایا جاتا تھا۔

تاہم قبیلہ مخزوم جس میں آپؐ کے لیے اتنی نفرت مرکوز و مجتمع تھی اس میں سے کم از کم ابوسلمہ کی عقیدت اور شدید وابستگی آپؐ کو حاصل تھی۔ ابوسلمہ آپؐ کی پھوپھی برہ کے بیٹے تھے اور اب اس سمت سے ایک غیر متوقع امداد اور طاقت دینِ اسلام کو مل گئی۔ باپ کی جانب سے ابوسلمہ کے ایک دولت مند رشتہ دار تھے ان کا نام ارقمؓ تھا ـــــ ان کے مخزومی اجداد آپس میں بھائی تھے — ارقمؓ نبیؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دونوں کلموں کا انھوں نے اقرار کر لیا۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ۔ محمدؐ اللہ کے رسول ہیں۔ بعد ازاں انھوں نے اپنا وسیع مکان جو کوہ صفا کی تلی میں واقع تھا اسلام کی خدمت کے لیے پیش کر دیا۔ اس وقت سے اہل ایمان کو شہر مکہ کے مرکز میں ایک پناہ گاہ فراہم ہو گئی۔

toobaa-elibrary.blogspot.com



جہاں وہ بغیر اس اندیشے کے کر دیکھ لیے جائیں گے اور ان سے چھیڑ چھاڑ کی جائے گی مل بیٹھ سکتے تھے ۔ عبادت کر سکتے تھے ۔

---

## حوالہ جات، حواشی، تشریحات :

ے۱ ۴۱ : ۳۷
ے۲ ابن اسحٰق : ۱۸۸
ے۳ ۳۴ : ۹
ے۴ ص ص ۹ ، ۴۰۹ (اصل تصنیف)
ے۵ ۵۵ : ۱

toobaa-elibrary.blogspot.com



## باب - ۲۲

# سردارانِ قریش

آنحضرتؐ کے پیروؤں میں برابر اضافہ ہو رہا تھا لیکن جب کبھی کوئی نیا شخص — مرد ہو یا عورت — قبولِ اسلام کے ارادے سے بیعت کے لیے آتا تو اکثر و بیشتر وہ کوئی غلام ہوتا، آزاد کردہ غلام ہوتا۔ قریش کے ان قبائل کا کوئی شخص ہوتا جو مضافات میں سکونت گزیں تھے یا نہیں تو وادی کے قریش میں سے کوئی نوجوان مرد ہوتا یا عورت ہوتی جس کا تعلق ایک با اثر خاندان سے تو ہوتا لیکن ایسے لوگ خود اپنی ذات سے با اثر نہ

toobaa-elibrary.blogspot.com



ہوتے تھے۔ ان کے قبولِ اسلام سے ان کے بزرگ رشتہ داروں یا والدین کے غیظ و غضب اور دشمنی میں دس گنا اضافہ ہو جاتا تھا۔ عبدالرحمٰنؓ، حمزہؓ اور ارقمؓ مستثنیات میں سے تھے لیکن یہ لوگ سربراہی اور سرداری کے منصب سے کہیں دور تھے۔ نبیؐ کی تمنا تھی کہ سرداروں میں سے کچھ لوگ دائرۂ اسلام میں داخل ہو جاتے جن میں سے ایک نے بھی حتیٰ کہ آپؐ کے چچا تک نے آپؐ کے ساتھ شمولیت کا ذرہ برابر رجحان ظاہر نہ کیا۔ آپؐ کو اپنے پیغام کی اشاعت میں بڑی مدد ملتی اگر آپؐ کو ابوجہل کے چچا ولید کی تائید حاصل ہو جاتی۔ وہ صرف قبیلہ مخزوم ہی کا سردار نہ تھا بلکہ —— اگر اس قسم کی بات کہی جا سکتی ہو تو —— وہ مجموعی طور پر قریش کا غیر آئینی سردار تھا۔ مزید برآں دوسروں کے مقابلے میں ویسا شخص معلوم ہوتا تھا جو کھلے دل سے دلائل کو سن سکتا تھا اور ایک دن نبیؐ کے لیے ایسا موقع پیدا ہو گیا کہ تنہا ولید سے بات کریں لیکن جب یہ لوگ گفتگو میں بالکل محو تھے ایک نابینا شخص پاس سے گزرے۔ وہ بھی کچھ ہی دن پہلے داخلِ اسلام ہوئے تھے۔ رسولؐ کی آواز سنی تو درخواست کی کہ انہیں قرآن کے کسی حصے کی تلاوت کر کے سنا دیں۔ جب ان سے کہا گیا کہ ٹھہر جائیں اور ذرا بہتر موقع کا انتظار کریں تو وہ اتنے مصر ہوئے کہ نبیؐ کی پیشانی پر شکن آگئی اور آپؐ نے ان کی طرف سے رُخ موڑ لیا (ولید سے) آپؐ کی بات چیت تو چوپٹ ہو گئی لیکن (نابینا شخص کی) مداخلت بجائے خود کسی نقصان کا باعث نہ تھی کیونکہ ولید اس سے زیادہ کھلا ہوا نہ تھا جتنا وہ دوسرے جن کے بارے میں معلوم ہوتا تھا کہ مایوس کُن حد تک قبولِ حق کے رجحان سے خالی ہیں۔ ایک نئی سورۃ (اس واقعہ کے) تقریباً فوراً بعد نازل ہوئی۔ وہ یوں شروع ہوتی ہے۔ "ترش رو ہوا اور بے رُخی برتی اس بات پر کہ اندھا اس کے پاس آگیا!" سورت کا سلسلۂ بیان جاری رکھتے ہوئے آگے کہا گیا "جو شخص بے پروائی برتتا ہے اس کی طرف تو تم توجہ کرتے ہو حالانکہ اگر وہ نہ سدھرے تو تم پر اس کی کیا ذمہ داری؟ اور جو

toobaa-elibrary.blogspot.com



تمہارے پاس دوڑا آتا ہے اور وہ ڈر رہا ہوتا ہے اس سے تم بے رُخی برتتے ہو۔"

اس واقعہ پر زیادہ دن نہ گزرے تھے کہ ولید نے یہ کہہ کر اپنے ذاتی زعم کا پردہ فاش کر دیا۔ "کیا وحی محمدؐ پر ہی نازل ہوتی ہے مجھ پر نہیں۔ حالانکہ میں قریش کا سربرآوردہ شخص اور ان کا سردار ہوں، کیا وہ نہ مجھ پر نازل ہوتی ہے نہ ثقیف کے سردار ابو مسعود پر حالانکہ دو عظیم قریات کے ہم ہی "دو عظیم اشخاص ہیں؟" ابوجہل کے ردِ عمل میں ٹھنڈی خود اعتمادی اور جذباتیت زیادہ تھی۔ "ایک لمحے کے لیے بھی اس امکان کو قبول کر لینا کہ محمدؐ نبی ہو سکتے ہیں حد سے زیادہ ناقابلِ برداشت ہے۔" اس نے کہا "ہم اور بنی عبد مناف۔ عز و شرف میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کرتے رہے ہیں۔ انھوں نے زائرین کو کھانا کھلایا تو ہم نے بھی کھانا کھلایا۔ انھوں نے دوسروں کا بار اٹھایا تو ہم نے بھی دوسروں کا بار اٹھایا۔ انھوں نے (فیاضی کا جوہر دکھانے کے لیے) دیا تو ہم نے بھی دیا۔ اور جب گھٹنے سے گھٹنا ملا کر ہم دو گھوڑوں کی مانند مسابقت کے میدان میں دوڑ رہے تھے تو وہ کہتے ہیں، "ہمارا ایک آدمی نبی ہے۔ اس پر آسمان سے وحی نازل ہوتی ہے۔ ہم اس معاملے میں کہاں برابری کر سکیں گے۔ خدا کی قسم ہم اس پر کبھی ایمان نہ لائیں گے۔ ہم کبھی نہ مانیں گے کہ وہ صادق القول اور حق گو ہے۔ جہاں تک شمسی خاندان کے عتبہ کا تعلق ہے اس کا ردِ عمل نسبتاً کم منفی تھا لیکن تقریباً یکساں طور پر تناسب کے احساس سے عاری تھا۔ اس لیے کہ اس کا پہلا خیال یہ نہ تھا کہ محمدؐ نبی ہوں تو لازمی طور پر ان کی پیروی کی جائے بلکہ یہ کہ اگر وہ نبی ہوں تو اس سے بنی عبد مناف کو عزت و مکرمت حاصل ہوگی۔ چنانچہ ایک دن ابوجہل نے تمسخر کے انداز میں اپنی نفرت کے ہدف کی جانب اشارہ کرتے ہوئے عتبہ سے کہا "اے بنی عبد مناف وہ ہے تمہارا نبی۔" عتبہ نے تڑ سے جواب دیا۔ "تمھیں کیوں کھل رہا ہے اگر ہم میں ایک نبی یا بادشاہ ہو۔" آخری لفظ کا اشارہ قصی کی جانب تھا اور مخزومی کو ایک لطیف یاد دہانی کہ عبد مناف قصی کا بیٹا تھا جبکہ مخزوم اس کا محض برادر عم زاد۔

toobaa-elibrary.blogspot.com



نبی صلی اللہ علیہ وسلم اتنے قریب تھے کہ آپ نے دونوں کی تو تو میں میں سن لی۔ آپ ان کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا: "اے عتبہ، تم کو نہ خدا کی فکر ہے نہ رسول کی۔ بس اپنی ہی فکر میں ہو اور جہاں تک تیرا تعلق ہے ابوجہل، تجھ پر تو آفت آکر رہے گی تو ہنسے گا کم اور روئے گا زیادہ۔"

قریش کے مختلف قبائل کے فروغ و فراغت میں مسلسل تفاوت ہوتا رہتا تھا۔ جس کا ذکر چل رہا ہے، اس وقت عبدشمس اور مخزوم دو طاقتور قبائل تھے۔ عتبہ اور اس کا بھائی شیبہ شمسی قبیلے کی ایک شاخ کے سربرآوردہ لوگ تھے۔ اس کے برادر عم زاد حرب کی موت پر جو شمسی قبیلے کی اموی شاخ کا سردار تھا۔ اس کا بیٹا ابوسفیان اس کا جانشین ہوا تھا۔ ابوسفیان نے دوسری بیویوں کے علاوہ عتبہ کی بیٹی ہند سے بھی شادی کرلی تھی۔ تجارت و سیاست دونوں میں ابوسفیان کی کامیابی نتیجہ تھی کچھ تو ٹھنڈے اور پر ثبات غور و فکر کی اس کی اہلیت اور اس کی جبلت میں قوت فیصلہ کی محفوظ مقدار کا اور اس بات کا کہ اگر اس کی پرذہانت موقع شناسی اس کے اندر یہ احساس پیدا کرتی کہ وہ کسی خاص موقع سے کوئی فائدہ حاصل کرسکتا ہے تو وہ تحمل و برداشت سے بھی کام لے سکتا تھا۔ یہ بات کہ وہ ٹھنڈے دماغ کا آدمی تھا۔ اکثر و بیشتر تندخو اور جلد غضب ناک ہوجانے والی ہند کے اشتعال کا سبب بن جاتی تھی لیکن جب وہ ایک بار فیصلہ کرلے تو وہ شاذ و نادر ہی اس کو موقع دیتا تھا کہ اس کو (اپنے قائم کردہ فیصلے سے) متزلزل اور منحرف کرسکے چنانچہ حسب توقع نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی دشمنی میں ابوجہل کے مقابلے میں وہ کم متشدد تھا۔

تاہم قریش کے سردار رسول اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنے طرز عمل میں خواہ کسی قدر باہم مختلف رہے ہوں وہ آپ کے نفس پیغام کو رد کرنے کے معاملے میں متفق اور یک زبان تھے۔ سب ہی نے زندگی میں کامیابی کا ایک نقطۂ عروج اپنے معیار و تصورات کے مطابق پالیا تھا۔

toobaa-elibrary.blogspot.com



یہ اور بات ہے کہ نئی نسل اس کو محض ابتدائی مرحلہ قرار دیتی تھی۔ انھیں معلوم تھا کہ انھوں نے وہ کچھ پا لیا ہے جس کو اتفاق عام کے حوالے سے عرب میں انسانی عظمت کا آئیڈیل اور مطمع نظر قرار دیا جاتا ہے۔ دولت اس عظمت کی ہیئت ترکیبی کا کوئی حصہ یا اس کا کوئی رُخ نہ تھی۔ لیکن حصولِ مقصد کے ذریعہ کی حیثیت عظمت کے لیے تقریباً شرط لازم کا درجہ رکھتی تھی۔ حلیف اور تحفظ دہندہ کی حیثیت سے ایک عظیم شخصیت کی بڑی مانگ تھی اور یہ مقام اسی شخص کو حاصل ہوتا تھا جس کے حلیفوں اور اتحادیوں کی تعداد پہلے ہی سی خاصی ہو۔ اس کا بندوبست وہ خود اپنے ازدواجی تعلق اور اپنے بیٹے بیٹیوں کے ازدواجی رشتوں کے ذریعہ تعلقات کا طاقت ور اور ناقابل شکست جال بُن کر ہی کر سکتا تھا۔ اس سلسلے میں بڑی حد تک کامیابی کا وسیلہ دولت ہوا کرتی تھی۔ دولت کی ضرورت ایک سربرآوردہ شخص کو میزبان کی حیثیت سے بھی ہوتی تھی کیونکہ حسن سلوک بالخصوص فیاضی کو بھی نشان عظمت قرار دیا جاتا تھا اس لیے نہیں کہ اس سے انعام سماوی یا اجر آخرت متوقع ہے۔ نیکی کی اہمیت ان کے نزدیک آخرت کے حوالے سے نہ تھی بلکہ دنیوی شہرت وناموری کے اعتبار سے جوان کا آئیڈیل تھی۔ وہ آبرومندی اور ابدیت جوان کے نزدیک زندگی کو فی الواقع مفہوم عطا کرتی ہے یہ تھی کہ بے دریغ سخاوت کے لیے، شیرانہ جسارت کی بنا پر عہد واقرار کی پاسداری کے سبب ــــ عہد کسی نوعیت کا ہو، اتحاد کا، امان وتحفظ کا، ضمانت یا کسی غرض وغایت کی بجا آوری کا ــــ سارے فضائل وکمالات کے لیے کسی شخص کی پورے عرب میں یا شاید بیرون عرب بھی، زندگی میں اور مرنے کے بعد تک زبان خلائق پر ثنا خوانی اور مدح وستائش ہو۔ ولید جیسے لوگ اپنے بارے میں بالیقین محسوس کرتے تھے کہ اس نوع کی عظمت سے بہرہ ور ہیں۔ یہ یقین ان کے اندر اس سہل انکاری اور دل جمعی کو تقویت پہنچاتا تھا جو ایک ایسے پیغام کے لیے ان کے کان بہرے کرتی تھی جو حیات ارضی کی بے ثباتی پر زور دیتا تھا ــــ اس بندوبست ہی کو بے ثبات قرار دیتا تھا جس میں ان کی کامیابی وقوع پذیر ہوئی

toobaa-elibrary.blogspot.com



تھی۔ ان کی ابدیت کا انحصار اس پر تھا کہ عرب ویسا ہی رہے جیسا کہ ہمیشہ سے تھا۔ اس پر تھا کہ عرب مطامح و اہداف (Ideals) تسلسل کے ساتھ ماضی سے مستقبل تک پائندہ اور پائیدار رہیں۔ وہ سب ہی لوگ کلام وحی میں لسانی و ادبی حسن کا شعور یقیناً رکھتے تھے لیکن جہاں تک مفہوم کا تعلق ہے ان کے دل کے دروازے ایسی آیات کے لیے آپ ہی آپ بند ہو جاتے تھے۔ جیسے یہ آیت جو اُن پر واضح کرتی ہے کہ وہ اور ان کے معزز آبا و اجداد نے کوئی کارنامہ انجام نہ دیا اور یہ کہ ان کی ساری تگ و دو بے محل تھی۔ "دنیوی زندگی محض لہو و لعب ہے۔ ہاں آخرت کی زندگی حقیقت میں زندگی ہے۔ کاش لوگ واقف ہوتے"[۲]

---

## حوالجات، حواشی و تشریحات

[۱] ۲۹-۶۴

[۲] ۸۰: ۵-۱۰

[۳] ابن اسحٰق: ۲۳۸ دیکھیے ق، ۴۳

[۴] طبری: ۳، ۱۲۰۳

toobaa-elibrary.blogspot.com


باب - ۲۳

# اُمید و استعجاب

ایسا نہیں تھا کہ سب ہی نوجوانوں نے یا ان لوگوں نے جو زندگی کے معاملات میں (رائج معیار کے مطابق) کم کامیاب تھے پیغامِ الٰہی کو سنتے ہی قبول کر لیا ہو۔ لیکن اتنا ضرور تھا کہ سہل انگاری نے اس دعوت کی تندی و تیزی کے لیے ان کے کان بہرے نہیں کر دیے تھے۔ یہ دعوت ایک للکار تھی جو ان کی چھوٹی سی دنیا میں یک بارگی ایسے گونجی تھی جیسے نقارے پر چوٹ پڑی ہو۔ صحرا میں بلند ہوتی ہوئی جو صدا عثمانؓ نے سنی تھی " سونے والو

toobaa-elibrary.blogspot.com



جاگو" خود اس پیغام کے مماثل تھی اور جنھوں نے اس پیغام کو قبول کیا، واقعہ یہ ہے کہ نیند ہی سے جاگے تھے اور ایک نئی زندگی ہی میں داخل ہوئے تھے۔

ماضی اور حال کے منکرین کے انداز فکر کا خلاصہ ان آیات میں بیان کر دیا گیا ہے "زندگی جو کچھ ہے اسی دنیا کی ہے ...... ہم (مرنے کے بعد) اٹھائے نہ جائیں گے" اس کا خدا کی جانب سے جواب یہ تھا "ہم نے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے ان سب کی تخلیق کھیل کے طور پر نہیں کی ہے" "کیا تم سمجھے ہو کہ ہم نے تمھاری تخلیق بیکار میں کی ہے اور تم ہماری طرف لوٹائے نہ جاؤ گے" ان لوگوں کے لیے جن کے اندر کفر راسخ نہیں ہوا تھا، ان الفاظ میں صداقت کی گونج تھی اور یہ معاملہ وحی کے ساتھ بہ حیثیت مجموعی تھا، وحی جو اپنے آپ کو نور کا نام دیتی ہے، جو اپنے اندر ہدایت کی طاقت رکھتی ہے، دعوت کو قبول کرنے کی ایک متوازی طاقت در علت خود رسولؐ کی ذات تھی، ایک ایسا شخص جس کے بارے میں ان کو یقین تھا کہ وہ سچائی سے ایسا بھرپور ہے کہ اس کے لیے فریب دہی ممکن ہی نہیں اور اتنی دانش وبینش رکھتا ہے کہ اس کے خود فریبی میں مبتلا ہونے کا امکان ہی نہیں ہے۔ دعوت آگاہی بھی ہے اور وعدہ بھی۔ تنبیہ ان کو عمل پر ابھارتی تھی اور وعدہ انھیں مسرت آگیں کرتا تھا۔

"جن لوگوں نے کہا اللہ ہمارا رب ہے اور پھر وہ اس پر ثابت قدم رہے یقیناً ان پر فرشتے نازل ہوتے ہیں اور ان سے کہتے ہیں" نہ ڈرو، نہ غم کرو اور خوش ہو جاؤ اس جنت کی بشارت سے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے۔ ہم اس دنیا کی زندگی میں بھی تمھارے ساتھی ہیں اور آخرت میں بھی۔ وہاں تم جو کچھ چاہو گے تم کو ملے گا۔ یہ ہے سامان ضیافت اس ہستی کی جانب سے جو غفور اور رحیم ہے" اور جنت سے متعلق متعدد آیات جو اب تک نازل ہو چکی تھیں، ان میں سے ایک میں تذکرہ ہے "ابدی جنت کا جس کا وعدہ پرہیزگاروں سے کیا گیا ہے" جنت کی یہ صفت بیان کی گئی ہے "اس میں

toobaa-elibrary.blogspot.com



ان کی ہر خواہش کا سامان مہیا ہوگا جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ جس کا عطا کرنا تمہارے رب کے ذمے ایک واجب الایفا وعدہ ہے۔ [۴۴]

سچے اہل ایمان کی شناخت یہ بتائی گئی کہ وہ "ہم سے ملنے کی آس لگاتے ہیں اور کافروں کی یہ کہ ہم سے ملنے کی توقع نہیں رکھتے اور دنیا کی زندگی پر راضی اور مطمئن ہوتے ہیں اور جو لوگ ہماری نشانیوں سے غافل ہیں۔" [۴۵] وہ خواب جیسا فریب نظر جس میں کافر ڈوبے ہوئے تھے اس کا ایک پہلو یہ تھا کہ وہ قدرت کی برکات کو اپنے لیے فطری اور مسلّم قرار دیتے تھے۔ حقیقت کے تعلق سے ذہن کے بیدار ہونے کا مطلب صرف یہ نہیں ہے کہ آدمی کی امیدیں اس دنیا سے ہٹ کر آخرت سے وابستہ ہوں بلکہ یہ بھی ہے کہ اللہ کی آیات جو اس دنیا میں بکھری ہیں، ان کا حیرت زا عرفان بھی اس کو ہو۔ "متبرک ہے وہ جس نے آسمان میں برج بنائے اور اس میں ایک چراغ اور ایک چمکتا چاند روشن کیا۔ وہی ہے جس نے رات اور دن کو ایک دوسرے کا جانشین بنایا۔ ہر اس شخص کے لیے جو سبق لینا چاہے یا شکر گزار ہونا چاہے۔" [۴۶]

قریش کے سرداروں نے مخاصمانہ انداز میں نشانی کا مطالبہ کیا جیسے فرشتے کا نزول جو محمدؐ کی نبوت کی تصدیق اور معراج کی تصدیق کرے۔ ایک موقع پر، جب یہ پورے چاند کی رات تھی، ابھی چاند کو طلوع ہوئے کچھ زیادہ وقت نہ گزرا تھا جب وہ کوہ حرا پر معلق نظر آرہا تھا کافروں کی ایک جماعت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور کہا کہ اس بات کی علامت کے طور پر کہ آپ فی الحقیقت اللہ کے رسول ہیں، چاند کے دو ٹکڑے کر دیجیے۔ بہت سے دوسرے لوگ بھی موجود تھے۔ اہل ایمان بھی ان میں شامل تھے اور مذبذبین بھی۔ اور جب یہ مطالبہ کیا گیا تو ہر نگاہ چاند پر جم گئی۔ لوگوں کی حیرت کی انتہا نہ رہی کہ وہ دو ٹکڑے ہو گیا اور دونوں ٹکڑے ایک دوسرے سے دور ہوتے گئے یہاں تک کہ پہاڑ کے دونوں جانب چاند کا ایک ایک ٹکڑا آب وتاب سے چمک رہا تھا۔ "گواہ رہو،" نبی صلی اللہ علیہ وسلم

toobaa-elibrary.blogspot.com


نے فرمایا۔[۸] لیکن جن لوگوں نے مطالبہ کیا تھا انھوں نے اس مرئی معجزے کو یہ کہہ کر رد کر دیا کہ یہ محض جادو ہے۔ آپ نے ان پر جادو کر دیا ہے۔ دوسری جانب اہلِ ایمان نے مسرت کا اظہار کیا اور کچھ مذبذبین داخلِ اسلام ہوئے۔ کچھ لوگ اسلام لانے سے قریب تر ہوئے۔

تمسخر آمیز چیلنج کا یہ آسمانی جواب ایک استثنائی صورت تھی۔ دوسرے معجزات جن کا مطالبہ قریش نے کیا فی الحقیقت دکھا دیئے گئے لیکن ٹھیک اسی شکل میں نہیں جس میں انھوں نے مانگ کی تھی۔ نہ ان کے وقت پر بلکہ خدا کی جانب سے منتخب کردہ وقت پر۔ کچھ کمتر درجے کے معجزات بھی تھے جن کا مشاہدہ صرف اہل ایمان کو ہوا لیکن ان عجائبات کو مرکزی حیثیت پانے نہ دی گئی کیونکہ کتاب الٰہی خود مرکزی معجزہ تھی۔ الٰہی مداخلت جواب وقوع پذیر ہو رہی تھی جیسے مسیح علیہ السلام کی ذات، سابقہ مداخلت کا مرکزی معجزہ تھی۔

قرآن کے مطابق مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ کے رسول اور اس کا کلمہ تھے جو اللہ نے مریم کی طرف بھیجا اور ایک روح تھے اللہ کی طرف سے۔[۹] اب جو معاملہ کلمہ کو گوشت و پوست دیئے جانے کا تھا وہی اب تمثیلی انداز میں کلمہ کو کتاب کی شکل دیئے جانے کا تھا۔ کلمہ کی بشکل کتاب دنیا میں الوہیت افزا موجودگی کے وسیلے سے حقیقی معنوں میں آخرت سے تعلق یا ربط پیدا ہوتا ہے۔ ایک ازلی مذہب ہونے کی حیثیت سے جیسا کہ اسلام کا دعویٰ ہے کلمہ بشکل کتاب انسان میں انسانیت کی ابتدا کا وہ استعجاب پھر سے بیدار کر دے گا جو امتدادِ زمانہ کے ساتھ دھندلا پڑ گیا ہے یا اس نے غلط رُخ اختیار کر لیا ہے اس لیے قریش جب بھی عجائبات کا مطالبہ کرتے ہیں تو قرآن کا اصل جواب ہوتا ہے اُن عجائبات کی طرف اشارہ کر دینا جو ہمیشہ ان کی نگاہوں کے سامنے ہیں لیکن وہ ان کو نہیں دیکھتے۔

«کیا وہ اونٹ کو نہیں دیکھتے۔ کیوں کر اس کی تخلیق ہوئی ہے اور

toobaa-elibrary.blogspot.com



آسمان کو، کیوں کر اس کو بلند کیا گیا ہے اور پہاڑوں کو کیسے ان کو قائم کیا گیا ہے اور زمین کو کیسے اس کو پھیلایا گیا ہے؟ [۵۵]

استعجاب اور امید جس کا اہل ایمان میں پایا جانا مطلوب ہے خدا کی جانب واپسی کا طرز و انداز ہے۔ حمد ـــ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ۔ استعجاب پر مشتمل ہے وہ ہستی جس کی حمد کی جاتی ہے۔ حمد کرنے والے کو واپس ورائے ادراک عام خوبیوں کی اصل کی طرف لے جاتی ہے۔ تسمیہ بہ عجلت روح کو امید کے دعاے پر اسی کی سمت رواں کرتا ہے۔ رجوع کی اسی راہ پر اسلام کی بنیادی عبادت مرکوز ہے۔ الفاتحہ ـــ ابتدائیہ، یہ نام اس لیے کہ یہ قرآن کی پہلی سورت ہے۔ [۵۶]

تعریف اللہ کے ہی لیے ہے جو تمام کائنات کا رب ہے
رحمٰن اور رحیم ہے
روز جزا کا مالک ہے
ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد مانگتے ہیں
ہمیں سیدھا راستہ دکھا
ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام فرمایا
جو معتوب نہیں ہوئے
جو بھٹکے ہوئے نہیں ہیں [۵۷]

اور اسلام کے عقیدے کے مکمل اور جامع اظہار کے لیے بنیادی حیثیت رکھنے والی سورت الاخلاص جو قرآن کے آخر میں دو سورتوں سے پہلے رکھی گئی ہے اور جو اس وقت نازل ہوئی تھی جب ایک بت پرست نے نبیؐ سے کہا تھا کہ اپنے خدا کی تعریف و تحدید کریں۔ (وہ کیسا ہے، کیا ہے)

"کہو وہ اللہ ہے یکتا

toobaa-elibrary.blogspot.com



اللہ سب سے بے نیاز ہے سب اس کے محتاج ہیں نہ اس کی کوئی اولاد ہے اور نہ وہ کسی کی اولاد اور کوئی اس کا ہمسر نہیں ہے ۔[۱۳]

---

## حوالجات، حواشی وتشریحات

[۱] ۲۹ : ۶

[۲] ۱۶ : ۲۱   ۱۸ : ۴۳

[۳] ۱۱۵ : ۲۳

[۴] ۳۱ : ۲ ـ ۳۰

[۵] ۲۵ : ۱۶ ـ ۵

[۶] ۱۰ : ۹

[۷] ۲۵ : ۲ ـ ۶۱

[۸] بخاری : ۷۱ ـ ۴۴

[۹] ۴ : ۱۷۱

[۱۰] ۳۰ : ۳۰

[۱۱] آخری ترتیب کے اعتبار سے پہلی لیکن نزول کے اعتبار سے اسلامی عبادات میں اس کا مقام یہ ہے کہ روزانہ کم از کم سترہ بار پڑھی جاتی ہے ۔

[۱۲] ۱ : ۲ ـ ۷

[۱۳] ۱۱۲

toobaa-elibrary.blogspot.com



باب - ۲۴

# خاندان کا بٹوارہ

طالب اور عقیل، ابوطالب کے بڑے بیٹوں نے اپنے چھوٹے بھائیوں جعفرؓ اور علیؓ کی مثال کی تقلید نہ کی تھی بلکہ اپنے باپ کی مانند مسلمان نہ ہوئے تھے تاہم روادار تھے۔ اُن لوگوں کے مقابلے میں ابولہب کا طرزِ عمل بہت مختلف تھا۔ سردارانِ قریش کی محاذ آرائی کے بعد وہ کھلم کھلا دشمنی پر اتر آیا تھا۔ اس کی بیوی شمسی سردار ابوسفیان کی بہن اُمِّ جمیل نبیؐ سے جلنے لگی تھی۔ ان دونوں نے مل کر اپنے دو لڑکوں پر دباؤ ڈالا کہ رقیہؓ اور اُمِّ کلثومؓ

toobaa-elibrary.blogspot.com



سے ازدواجی تعلق کی نفی کر دیں۔ یہ بات یقینی طور پر معلوم نہیں کہ عقد پہلے ہی ہو چکا تھا یا یہ صاحبزادیاں ابھی تک محض (ان دونوں لڑکوں سے) منسوب تھیں لیکن اس تفریق سے حاصل کردہ اُمِ جمیل کی طمانیت خاک میں مل گئی جب اس کو معلوم ہوا کہ اس کے اموی رشتہ دار حضرت عثمانؓ ابن عفان نے رقیہؓ کے لیے پیغام دیا ہے اور شادی بھی کر لی۔ یہ عقد خدیجہؓ اور نبیؐ کے لیے انتہائی مسرت بخش تھا۔ ان کی بیٹی خوش تھی اور ان کا داماد اس سے اور اس کے والدین سے محبت و عقیدت رکھتا تھا۔ ایک دوسرے پہلو سے بھی وہ اپنے اندر ادائے شکر کی شدید تحریک پاتے تھے۔ رُقیہؓ ان کی بیٹیوں میں سب سے زیادہ خوب صورت اور پورے مکّے میں اپنی نسل کی حسین ترین خواتین میں سے ایک تھیں اور عثمانؓ محسوس اور ممتاز حد تک خوب صورت شخص تھے۔ اس جوڑے کو ایک ساتھ دیکھنا بجائے خود موجب شادمانی تھا۔ "اللہ جمیل ہے اور وہ جمال کو پسند کرتا ہے۔" ان کی شادی پر زیادہ دن نہ گزرے تھے کہ ان کی مکّہ سے غیر حاضری کے زمانے میں نبیؐ نے ان کے پاس ایک قاصد بھیجا جس وقت قاصد کی واپسی کی توقع تھی اس سے خاصی تاخیر کے بعد وہ واپس ہوا۔ اس نے تاخیر کے لیے معذرت کرنی شروع کی تھی کہ نبیؐ نے اس کی بات کاٹ کر فرمایا:

"تم کہو تو میں تم کو بتاؤں کہ تم کو کس چیز نے روک رکھا تھا۔ تم عثمانؓ اور رقیہؓ کو کھڑے دیکھتے رہے اور دونوں کے حسن و جمال سے محوِ حیرت تھے۔"

نبیؐ کی پھوپھی اَرویؓ نے اب فیصلہ کیا کہ داخل اسلام ہوں۔ ان کے اس فیصلے کا فوری سبب اُن کے بیٹے طُلَیبؓ تھے۔ وہ پندرہ سال عمر کے ایک نوجوان تھے۔ انھوں نے ارقمؓ کے مکان میں اپنے اسلام کا اعلان کر دیا تھا۔ جب انھوں نے اپنی والدہ کو اس کی اطلاع دی تو ان کی ماں نے کہا "اگر ہم وہ کر سکے جو لوگ کر سکتے ہیں تو ہم اپنے بھائی

toobaa-elibrary.blogspot.com



کے بیٹے کو تحفظ دے سکیں گے۔" لیکن طلیبؓ نے اس قسم کی مبہم گفتگو کو ماننے سے انکار کر دیا۔ انھوں نے کہا "آپ کو اسلام قبول کرنے سے اور ان کی پیروی سے کیا چیز باز رکھتی ہے۔ آخر آپ کے بھائی حمزہؓ نے یہی کیا ہے؟" اب جب انھوں نے حسبِ معمول عذر کیا کہ وہ بہنوں کا انتظار کر رہی ہیں تو طلیبؓ نے ان کی بات یہ کہہ کر کاٹ دی "میں آپ سے التجا کرتا ہوں خدا کے واسطے جائیے انھیں سلام کیجیے اور کہیے آپ ان پر ایمان لاتی ہیں اور تصدیق کرتی ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔" انھوں نے وہی کیا جو بیٹے نے کہا تھا اور یہ کہنے کے بعد انھوں نے ہمت یکجا کی اور اپنے بھائی ابولہب کو اس برتاؤ کے لیے جو اس نے بھتیجے کے ساتھ روا رکھا تھا ـــ سخت ڈانٹا۔

جہاں تک خدیجہؓ کا تعلق ہے جوں ہی مکے میں اسلام کا چرچا ہوا ان کا سوتیلا بھائی اسلام کا بدترین تشدد پسند دشمن بن گیا لیکن نوفل کی عداوت اس کے بیٹے اسودؓ کو داخلِ اسلام ہونے سے باز نہ رکھ سکی۔ اور یہ بات خدیجہؓ کے لیے نوفل کی دشمنی کا بدل بن گئی۔ لیکن دوسری جانب یہ بات مایوس کن تھی کہ عزیز بھتیجا شمسی ابوالعاص جو چند سال پہلے ہی سے ان کا داماد تھا اپنی شریک حیات زینبؓ کے مانند داخلِ اسلام نہ ہوا تھا اور اس کے اپنے قبیلے کے سربرآوردہ اشخاص اور دوسروں کی جانب سے بڑا دباؤ پڑ رہا تھا کہ وہ زینبؓ کو طلاق دے دے۔ یہاں تک کہ انھوں نے اس کے سامنے یہ تجویز بھی رکھ دی کہ وہ مکے میں کوئی بھی دولت مند ترین قرابت کے بہترین تعلقات رکھنے والی حسین ترین دلہن بتائے، وہ اس سے شادی طے کرا دینے کی کوشش کریں گے بشرطیکہ وہ زینبؓ کو طلاق دے دے ـــ لیکن زینبؓ اور ابوالعاص کو ایک دوسرے سے گہری محبت تھی ـــ وہ برابر امید کرتی رہیں اور دعا بھی کہ وہ ان کے ساتھ اسلام میں شریک ہو جائے۔ دوسری طرف ابوالعاص نے اپنے قبیلے والوں سے سختی کے ساتھ کہہ دیا کہ اس کی بیوی اس کی پسند کی ہے اسے کوئی دوسری نہیں چاہیے۔ حکیم ان کا ایک دوسرا

toobaa-elibrary.blogspot.com



بھتیجا ــــ ان کے بھائی حزام کا بیٹا ــــ جس نے زیدؓ کو تقریباً بیس سال پہلے انھیں ہبہ کے طور پر دیا تھا ــــ ابوالعاص کی مانند وہ پھوپھی اور ان کے گھرانے سے قریش کے دیوتاؤں سے برگشتہ ہوئے بغیر محبت کرتا تھا لیکن حکیم کے بھائی خالدؓ نے اسلام قبول کر لیا تھا۔

"حقیقت ہے کہ تم جسے چاہو ہدایت نہیں دے سکتے۔ ہاں خدا جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔" اس آیت میں جو صداقت بیان کی گئی ہے اس کو پورے قرآن میں مسلسل دہرایا گیا ہے۔ ایسی آیات رسولؐ کے احساس ذمہ داری کو ہلکا کرنے میں مددگار ثابت ہوتی رہی ہوں لیکن اپنے مخزومی رشتہ دار کی بیزاری سے آپ کے حزن و ملال کا مداوا نہ بن سکتی تھیں اور اسی طرح کا ایک دوسرا معاملہ جس نے شاید آپ کو رنجیدہ تر کر رکھا تھا، اپنے چچا حارث کے بیٹے ابوسفیان کے طرز عمل کا تھا۔ وہ آپ کا رضاعی بھائی، چچازاد بھائی اور ایک زمانے میں آپ کا دوست تھا۔ آپ کو امید تھی کہ وہ آپ کی دعوت قبول کرے گا۔ آپ کی توقع کے برعکس دعوت ہی دونوں کے مابین افتراق کا باعث بن گئی اور جیسے جیسے وقت گزرتا گیا ابوسفیان کی بیگانگی اور سرد مہری میں شاید ان کے چچا ابولہب کے اثر سے اضافہ ہوتا گیا۔ مذکورہ بالا آیت کی صداقت دوسروں کو بھی محسوس کرائی گئی۔ ابوبکرؓ کے اسلام لانے کے بعد آپ کی اہلیہ رومانؓ نیز آپ کے بیٹے عبداللہؓ اور بیٹی اسماءؓ جو دوسری بیوی سے تھے اور خیال ہے کہ اس وقت اس بیوی کا انتقال ہو چکا تھا، مسلمان ہو گئے۔ ام رومانؓ سے ابوبکرؓ کے یہاں ایک بیٹی ہوئی جس کا نام انھوں نے عائشہؓ رکھا اور جو زیدؓ کے بیٹے اسامہؓ کی مانند زمانۂ اسلام میں پیدا ہونے والے بچوں میں سے ایک تھی لیکن ہرچند کہ ابوبکرؓ کے زیر اثر اور ان کے ذریعہ بہت سے لوگ بت پرستی ترک کر کے داخلِ اسلام ہوئے تھے۔ وہ اپنے سب سے بڑے بیٹے عبدالکعبہ کو جو ام رومان سے تھا داخلِ اسلام نہ کر سکے وہ سال باپ کی تمام کوششوں کی جو انھوں نے اس کو اپنے دین میں داخل کرنے کے لیے کیں مزاحمت کرتا رہا۔

toobaa-elibrary.blogspot.com



اگر اہلِ ایمان کو مایوسیوں کا سامنا تھا تو دوسری جانب ان کے مخالفین اس احساس کی کوفت میں مبتلا تھے کہ ان کو مکے میں ایک نئی صورتِ حال کا سامنا ہے جس کے بارے میں پہلے سے کوئی اندازہ ہی نہیں کیا جا سکتا۔ جس نے ان کے طرزِ معاشرت میں اختلال کا اندیشہ پیدا کر دیا ہے اور مستقبل کے ان کے تمام منصوبوں کو ناکامی کے خطرے سے دوچار کر دیا ہے۔ بالخصوص وہ جس کا تعلق ان کے بچوں کی شادی بیاہ کے بندوبست سے تھا۔ بنی مخزوم کی کچھ تسلی ہوئی تھی جب ان کے قبیلے کے آدمی عبداللہ نے بھرے مجمع میں ترش روئی کے ساتھ اپنے رشتہ دار محمدؐ کی مخالفت کی تھی۔ عبداللہ کے بھائی زبیر نے ہر چند کہ وہ نئے دین کے خلاف نسبتاً کم معاندانہ جذبات رکھتا تھا، نئے دین میں داخل ہونے سے انکار کر دیا تھا

عبداللہ کی مانند وہ بھی عبدالمطلب کی بیٹی عاتکہ کا بیٹا تھا مگر دونوں کے باپ جس کا اب انتقال ہو چکا تھا کی ایک اور بیوی بھی تھی اس کا نام بھی عاتکہ تھا اس دوسری بیوی سے اس کے ہاں ایک لڑکی ہوئی تھی ہند نام کی۔۔۔۔ جو انتہائی خوش جمال عورت تھی۔ یہ اس کی عمر کا انیسواں سال تھا۔ اپنے دونوں سوتیلے بھائیوں کے رشتہ دار مخزوم کی دوسری شاخ کے ابوسلمہؓ سے اس کی شادی ابھی کچھ ہی دنوں پہلے ہوئی تھی۔ پورا قبیلہ اپنی دو شاخوں کے مابین اس رابطے سے بہت خوش ہوا۔ اس لیے جب ابوسلمہؓ کے مسلمان ہو جانے کی خبر ملی تو شکست خوردگی کا احساس بھی شدید ہوا اور ان کا غم و غصہ دوگنا ہو گیا جب پتا چلا کہ ہند یا اُم سلمہؓ جس نام سے وہ شہرت رکھتی ہیں اپنے شوہر کو چھوڑ دینے کے بجائے اسی کی مانند نبیؐ کی پیرو اور عقیدت کیش بن گئیں۔

ابوسلمہؓ کے باپ کے انتقال پر ان کی ماں بَرّہ نے قریش کے قبیلۂ عامر کے ایک شخص سے شادی کر لی تھی۔ اس دوسرے شوہر سے ان کے یہاں دوسرا بیٹا ہوا۔ اس کا نام 'ابوصبرہ' تھا۔ قبیلۂ عامر کے سردار سُہیل نے کچھ ہی دنوں پہلے اپنی بیٹی

toobaa-elibrary.blogspot.com



اُمّ کلثوم کی ابوصبرہؓ سے شادی کی تھی۔ برّہ اپنی بہن اَروئیؓ کے برخلاف ابھی تک داخل اسلام نہ ہوئی تھیں لیکن ابوصبرہ اپنے سوتیلے بھائی ابوسلمہ ہی نہیں بلکہ اپنی سوتیلی ماں سے اپنے باپ کی دوسری بیویؓ میمونہ کے واسطے سے بھی اسلام سے متاثر تھا۔ میمونہؓ اور اس کی تین بہنوں جعفرؓ، حمزہؓ اور عباسؓ کی بیویوں کی جانب ہی اشارہ تھا جب نبیؐ نے فرمایا "یقیناً یہ تینوں بہنیں سچی مسلمان ہیں۔" اور میمونہؓ کا قبیلہ عامر میں عقدہ دین کی طاقت ور موجودگی بن گیا۔

سُہیل کی ایک اور بیٹی بھی تھی سہلہؓ اس کی شادی اس نے ابوحذیفہ سے کر دی تھی۔ ابوحذیفہؓ شمسی سردار عتبہ کے بیٹے تھے۔ قریبی زمانے میں عامر کی طاقت اور اثر میں بڑا اضافہ ہو گیا تھا اور اس رشتہ کے بارے میں دونوں متعلق قبیلوں کا خیال تھا کہ یہ ان کے مفاد میں ہوگا۔ زیادہ دن نہ گزرے کہ یہ جوڑا داخلِ اسلام ہو گیا اور ان سے پہلے یا بعد ابوصبرہؓ اور اُمّ کلثومؓ دوسرا جوڑا بھی داخل اسلام ہو گیا اس طرح سُہیل کی دو بیٹیاں اور بہت سوچ سمجھ کر انتخاب کیے ہوئے داماد سُہیل کے ہاتھ سے نکل کر دین کے دائرے میں داخل ہو گئے۔ یہی حال اس کے تین بھائیوں حاطبؓ، سَلیطؓ اور سکرانؓ کی بیوی، ان کے رشتہ دار سودہ کا بھی ہوا۔ لیکن سُہیل کے نقطہ نظر سے بدترین بات یہ ہوئی کہ اس کا بڑا بیٹا عبداللہ بھی نبیؐ کا عقیدت مند پیرو بن گیا۔ عبداللہؓ کو توقع تھی کہ ایک دن اس کا باپ بھی آ ملے گا وہ سربرآوردہ لوگوں کے مقابلے میں کہیں زیادہ پرہیزگار اور ذہین تھا۔ حتیٰ کہ اس کے بارے میں مشہور تھا کہ روحانی خلوت پسندی بھی اس کا معمول ہے مگر ابھی تک اس کی جانب سے دینِ اسلام کی دشمنی اور مخالفت کا مظاہرہ ہو رہا تھا۔ تشدد نہ تھا لیکن عزم و صلابت کا انداز نمایاں تھا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اپنے بچوں کی (قبول اسلام کے سلسلے میں) عدم اطاعت نے اس کے رویئے کو زیادہ سخت بنا دیا ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com



قبیلہ عبدشمس میں صرف ابو حذیفہؓ ہی نہ تھے جنھوں نے والدین کے اختیار و اقتدار کو چیلنج کیا ہو۔ خالد جنھوںؓ نے خواب دیکھا تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں آگ سے بچا لیا، انھوں نے اپنے اسلام کو خفیہ رکھا تھا لیکن ان کے باپ کو اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے حکم دیا کہ مرتد ہو جائیں۔ خالدؓ نے کہا میں ابھی جان دے سکتا ہوں لیکن محمدؐ کے دین کو نہیں چھوڑ سکتا۔ جس پر ان کو بے دردی سے زدوکوب کیا گیا اور بغیر کھانے پانی کے ایک کمرے میں قید رکھا گیا۔ لیکن تین دن بعد وہ قید سے بچ نکلے۔ ان کے والد نے ان کے خلاف مزید کوئی اقدام نہ کیا لیکن انھیں عاق کر دیا۔ دوسری طرف عتبہ کی امتیازی خصوصیت یہ تھی کہ ابو حذیفہؓ کے معاملے میں وہ کم تشدد پسند اور زیادہ متحمل مزاج تھا اور ابو حذیفہ کو بھی باپ سے لگاؤ تھا۔ ان کو امید تھی کہ ایک نہ ایک دن اصنام پرستی کی خامی اس پر منکشف ہو جائے گی۔

جہاں تک عبدشمس کی اموی شاخ کا تعلق ہے، عثمانؓ کے اسلام اور رقیہؓ سے شادی کے علاوہ دوسرے سنگین نقصانات بھی اس کو اٹھانے پڑے۔ بنی اسد ابن خزیمہ کے حلیفوں میں سے متعدد اشخاص نے دینِ اسلام پر ایمان کا اعلان کر دیا تھا! ان کی تعداد چودہؓ تھی بشمول جحش کے خاندان کے جو بنی عبدشمس کے رشتہ دار ہونے کی حیثیت سے بلاشبہ پیش پیش تھے۔ یہ اہم حلیف تو ہاتھ سے گئے ہی تھے اموی سردار ابوسفیان نے خود اپنی بیٹی ام حبیبہؓ بھی کھوئی۔ جس کی شادی اس نے عبداللہ کے چھوٹے بھائی عبیداللہ ابن جحش سے کی تھی۔

قبیلہ عدی میں، جو کہ بنو امیہ کے مشہور خاندانوں میں سے تھا، حق کے رشتے کی وہ طاقت جو دیگر رشتوں کو کاٹ دے، آخری نسل میں ظاہر ہو چکی تھی۔ دو مختلف بیویوں سے نفیل کے دو بیٹے تھے۔ خطاب اور عمرو۔ نفیل کے مرنے پر خطاب کی ماں نے اپنے سوتیلے بیٹے عمرو سے شادی کر لی۔ اس شادی سے اس کے یہاں ایک بیٹا ہوا جس

toobaa-elibrary.blogspot.com



کا انھوں نے زید نام رکھا۔ اس طرح خطاب اور زید ماں کی طرف سے سوتیلے بھائی تھے۔ زید ان چند لوگوں میں سے تھا جو ورقہ کی مانند قریش کے بت پرستانہ معمولات کی حقیقت سے باخبر تھے۔ چنانچہ یہی نہیں تھا کہ اس نے ان مراسم میں حصہ لینے سے انکار کر دیا بلکہ کسی ایسی چیز کے کھانے سے بھی انکار کر دیا جو بت پر چڑھائی گئی ہو۔ اس نے اعلان کر دیا کہ وہ خدائے ابراہیمؑ کی عبادت کرتا ہے۔ اس نے اپنی قوم کو علانیہ ملامت کرنے میں بھی تامل نہ کیا۔ دوسری طرف خطاب قریش کے قدیم معمولات کا سختی سے پیرو تھا اور جن دیوی دیوتاؤں کی وہ پرستش کرتے تھے زید کی جانب سے ان کی توہین کو اس نے جھگڑے کی بنیاد بنا لیا اس نے زید کو یہاں تک ستایا کہ وہ وادی مکہ چھوڑنے پر مجبور ہو گئے اور مکہ کی اوپری پہاڑیوں میں رہنے لگے۔ خطاب نے نوجوانوں کی ایک ٹولی بنائی اور انھیں اکسایا کہ ان کو حرم میں داخل نہ ہونے دیں۔ راندہ و درماندہ وہ حجاز سے چل دیئے اور بہت دور عراق کے شمال میں موصل اور وہاں سے جنوب مغرب کی جانب شام نکل گئے۔ دوران سفر وہ برابر راہبوں اور ربیوں سے ابراہیمؑ کے دین کے بارے میں سوالات کرتے رہے۔ یہاں تک کہ بالآخر وہ ایک ایسے راہب سے ملے جس نے بتایا کہ اب وقت قریب آن لگا ہے کہ ایک نبی آئے گا ٹھیک اسی ملک میں جس کو وہ چھوڑ آئے ہیں۔ ایک نبی جو اسی مذہب کی تبلیغ کرے گا جس کی ان کو تلاش ہے۔ زید اُلٹے قدم واپس ہوئے لیکن شام کی جنوبی سرحد پر لخم کے علاقے سے گزر رہے تھے کہ ان پر حملہ ہوا اور مارے گئے۔ ورقہ کو ان کی موت کی خبر ملی تو ان کے فضائل پر مشتمل انھوں نے ایک مرثیہ لکھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان کی تعریف کی اور فرمایا: "حشر کے دن وہ ایک ایسے شخص کی مانند اٹھائے جائیں گے جو تنہا اپنی ذات میں ایک فرد نہیں ایک قوم کی اہلیت کا مالک تھا۔" زید کی موت پر کئی سال گزر چکے تھے۔ خطاب کا بھی انتقال ہو چکا تھا اور اس کے بیٹے عمرؓ کے زید کے بیٹے سعید کے ساتھ جس نے عمرؓ کی بہن فاطمہؓ سے شادی کر لی تھی۔ اچھے

toobaa-elibrary.blogspot.com



تعلقات تھے۔ خاندان کی دونوں شاخوں کے درمیان خلیج پٹ چکی تھی۔ اسلام آیا تو سعید ان پہلے لوگوں میں تھے جنھوں نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ جب کہ عمر جن کی ماں ابوجہل کی بہن تھی اسلام کے خونخوار ترین دشمنوں میں سے ایک تھے۔ فاطمہ نے اپنے شوہر کی تقلید کی لیکن دونوں میں جرأت نہ تھی کہ بھائی کو اس کی خبر دیں۔ وہ ان کے تشدد پسند مزاج سے واقف تھے۔ عمر دوسری جانب سے بھی اسلام کی زد میں تھے۔ ان کی بیوی زینب قبیلہ جمح کے عثمان ابن مظعون کی بہن تھیں۔ یہ عثمان راہبانہ افتاد مزاج رکھتے تھے اور نزول وحی سے پہلے ہی توحید کی جانب مائل تھے۔ وہ اور ان کے دو بھائی، ان لوگوں میں تھے جنھوں نے پہلے ہی مرحلے میں اسلام قبول کر لیا تھا۔ ان بھائیوں اور زینب کے تین بھتیجے تھے جو داخلِ اسلام ہو چکے تھے۔ بلاشبہ عمر کی بیوی زینب کے بارے میں اس نوعیت پر کوئی دستاویزی شہادت فراہم نہیں ہے کیونکہ جہاں کہیں ان کی ہمدردیاں رہی ہوں ان کو پوشیدہ رکھنے کے قوی وجوہ تھے۔ ان کا بھائی عمر کے مقابلے میں کہیں زیادہ (اپنے اصول و معتقدات کے معاملے میں) سمجھوتہ نہ کرنے والا تھا یہ اور بات ہے کہ عمر کے مقابلے میں کم آمادۂ تشدد تھا۔

زینب اور ان کے بھائی سردار قبیلہ امیہ ابن خلف کے کم سن رشتہ دار تھے اور امیہ ابن خلف اپنے خاندان کی مانند اسلام کے کٹر دشمنوں میں سے ایک تھا۔ امیہ ابن خلف کا بھائی اُبی ہی تھا جو ایک دن ایک بوسیدہ ہڈی لے کر نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا اور بولا "تمھارا دعویٰ ہے محمدؐ کہ اللہ اس کو (دوبارہ) زندہ کر دے گا؟" بعد ازاں ایک حقارت آمیز ہنسی کے ساتھ اس نے ہڈی کو اپنے ہاتھ سے مسل ڈالا اور اس کے ذرات کو پھونک مار کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے پر اڑا دیا۔ آپ نے فرمایا "ہاں، میں یہی کہتا ہوں وہ اس کو اٹھائے گا اور تجھ کو بھی جب تو ویسا ہی ہو جائے گا جیسی کہ یہ ہڈی ہے پھر وہ تجھ کو داخلِ جہنم کرے گا۔" ان آیات میں اُبی (ابن خلف)

toobaa-elibrary.blogspot.com



ہی کا ذکر ہے۔[۹] وہ اپنی پیدائش کو بھول گیا اور کہتا ہے، کون زندگی عطا کرے گا ہڈی کو جب وہ بوسیدہ ہو جائے گی۔ کہو جس نے ان کو پہلے وجود بخشا تھا وہ دوبارہ ان کو زندگی بخشے گا۔

---

## حوالہ جات، حواشی، تشریحات

- [۱] احمد ابن حنبل: ۴۔ ۱۳۳
- [۲] سہیلی ۲۰۵
- [۳] ۲۸ : ۵۷
- [۴] ابو سبرہ ابن ابی رہم (حضورؐ کی پھوپھی برّہ بنت عبدالمطلب کے بیٹے) سرور عالمؐ حصہ دوم ص ۱۰ املا مختلف ہے۔
- [۵] ابن سعد: ۸۔ ۲۰۳
- [۶] ابن سعد: ۱/۴: ۱
- [۷] ابن اسحٰق: ۱۲۵
- [۸] ایضاً: ۲۳۹
- [۹] ۳۶ : ۷۸

toobaa-elibrary.blogspot.com


## باب - ۲۵

# وہ گھڑی!

کفار کی جانب سے بار بار کیا جانے والا ایک اعتراض یہ تھا کہ اگر سچ مچ اللہ انھیں کوئی پیغام دینا چاہتا تو اس نے فرشتہ بھیجا ہوتا۔ اس اعتراض کا قرآن نے یہ جواب دیا۔ "اگر زمین میں فرشتے اطمینان سے چل پھر رہے ہوتے تو ہم ضرور کسی فرشتے ہی کو (ان کے لیے) رسول بنا کر بھیجتے" (بے شک جبرئیل وقفے وقفے سے زمین پر اُترتے رہے، لیکن جبرئیل کے وقفے وقفے سے نزول نے رسالت کی اصطلاح کے

toobaa-elibrary.blogspot.com



قرآنی مفہوم میں انھیں رسول نہیں بنا دیا۔ قرآنی مفہوم کے اعتبار سے رسول ہونے کے لیے ضروری تھا کہ جن لوگوں پر اور جن کے درمیان (پیغام) رسالت کو بتدریج واشگاف اور عام ہونا ہو انہی کے بیچ زمین پر رسول کا قیام بھی ہو۔ وحی نے یہ بھی واضح کر دیا:

"لوگ ہمارے حضور پیش ہونے کا اندیشہ نہیں رکھتے، کہتے ہیں، کیوں نہ ہمارے پاس فرشتے بھیجے جائیں یا پھر ہم اپنے رب کو (بچشم سر) دیکھیں۔ بڑا گھمنڈ لے بیٹھے یہ اپنے نفس میں اور حد سے گزر گئے یہ اپنی سرکشی میں۔ جس روز یہ فرشتوں کو دیکھیں گے وہ مجرموں کے لیے کسی بشارت کا دن نہ ہوگا۔ کہیں گے ایک رکاوٹ جو روکتی ہے۔" یعنی وہ عبث چیخیں گے کہ آسمان و زمین کے درمیان کی رکاوٹ ہٹالی جائے۔ جب آسمان سے راست رابطہ زمین پر زمان و مکان کو معدوم کر دے گا اور خود زمین ریزہ ریزہ ہو کر بکھر جائے گی۔ "وہ خاتمہ ہوگا راس دنیا کا)" وہ دن جب لوگ بکھرے ہوئے پروانوں کی طرح اور پہاڑ رنگ برنگے دھنکے ہوئے اون کی طرح ہوں گے۔" "اور وہ دن جو بچوں کو بوڑھا کر دے گا۔" سارے قرآن میں بار بار اس "یوم آخر" کا اعلان ملتا ہے۔ یہ "الساعۃ" ہے جو قریب آن لگی ہے۔ "آسمان اور زمین میں وہ گھڑی بڑی سخت ہوگی۔" وہ گھڑی ابھی نہیں آئی ہے ــــ اور جب صحائف اس کے نزدیک ہونے کی خبر دیتے ہیں (تو اس خبر کے ساتھ اس وضاحت کو بھی دھیان میں رکھنا چاہیے کہ "تیرے رب کے ہاں کا ایک دن تمھارے شمار کے ہزار برس کے برابر ہوا کرتا ہے۔" لیکن عہدِ رسالت قیامت کی آمد کا پیش خیمہ ہے۔ اس گھڑی کی آمد سے متعلق صورتِ حال کا مذکورہ بالا نقشہ اشیار کی عین فطرت کے مطابق ہے۔ محض زمینی اشیار کی فطرت کے مطابق نہیں بلکہ وسیع تر سیاق و سباق میں بھی وہ سب وقوع پذیر ہونا جس کا

toobaa-elibrary.blogspot.com



تذکرہ قرآن کے حوالے سے اوپر ہوا، بالکل فطری ہے۔ کیونکہ اگر ایک نئے دین کے قیام کی خاطر خدائی مداخلت ایک حقیقت ہے تو آسمان اور زمین کے درمیان حجاب حائل ہونے میں ایک خلا یا گزرگاہ کا ہونا بھی ضروری ہے اور وہ گھڑی آنے اور رسالت کی مدت ختم ہوتے ہی حجاب کا بدستور حائل ہو جانا بھی ایسا خلا نہیں ہے جو زمینی حالات کو دگرگوں کر دے تاہم ایسا ضرور ہے کہ نبی کے مشن کے زمانے کو کلیتہً استثنائی بنا دے جیسے نوحؑ، ابراہیمؑ، موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کا زمانہ رہا ہے۔ قرآن شبِ قدر کا ذکر کرتا ہے۔ لیلۃ القدر وہ رات جب جبرئیل علیہ السّلام محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس غارِ حرا میں آئے۔ "لیلۃ القدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ اس میں فرشتے اُترتے ہیں اور روحؑ" اور اس برتری اور بے مثالی کا کچھ حصہ رواں ہو کر لازماً جبرئیل اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مابین مکالمے کی پوری مدت میں شامل ہو گیا۔

اس گھڑی (الساعۃ) کی پیش بینی روزِ حساب کی پیش بینی ہے یہی وجہ تھی کہ قریبی زمانے ہی میں قرآن نے اعلان کیا تھا کہ وہ "الفرقان" ہے۔ حق و باطل کو ایک دوسرے سے ممیز کرنے والا اور اس صفت کا اطلاق ہر نازل شدہ صحیفے پر ہوتا ہے۔ کیونکہ (نازل شدہ) وحی (درحقیقت) جہان بے ثبات میں ایک شے لازوال کی موجودگی ہے اور اس قسم کی موجودگی فیصلہ آخر کی آمد کے تصوّر کو یقینی بنا دیتی ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ اکثر صورتوں میں اس پیشین گوئی کی بنیاد پر نہیں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمائیں بلکہ الگ مستقل بالذات حیثیت میں وحی کے ذریعہ دوزخ یا جنّت کی آخری منازل کھل کر سامنے آگئیں، اور نیکی اور بدی کی مخفی گہرائیاں سطح پر لے آئی گئیں۔ رسول کی موجودگی بھی لازم تھا کہ ایک متوازی اثر اندازی کو حرکت میں لائے کیونکہ اس کی رہنمائی میں پرکشش طاقت، جو لوگ اس رہنمائی کی مزاحمت کرتے تھے ان کی تمام تر بدطینی کی پیمائش کر دیتی تھی اور جو لوگ اس رہنمائی

toobaa-elibrary.blogspot.com



کو قبول کرتے تھے ان کو یہ رہنمائی اپنے دائرۂ کمال میں کھینچ لیتی تھی۔

یہ بات تو فوری طور پر قابلِ فہم تھی کہ وحی نیک لوگوں میں اپنے باطن کی خوبیوں کو درجۂ کمال تک پہنچانے کی تحریک پیدا کرے لیکن بہت سے باایمان لوگوں کے لیے یہ بات محض پریشان کن ہی نہیں بلکہ الجھن میں بھی ڈالنے والی تھی کہ کچھ ایسے لوگ جنھیں وہ ہمیشہ اس نگاہ سے دیکھتے رہے تھے کہ وہ بد نہیں ہیں یکایک سراپا شر بن جائیں۔ قرآن ایسے لوگوں سے جو اس الجھن میں مبتلا تھے کہتا ہے کہ یہ غیر معمولی اور عجیب بات نہیں بلکہ ان کو اسی کی توقع کرنی چاہیے۔ کیونکہ اس کی آیات اپنے بدترین دشمنوں کی دشمنی میں اضافہ ہی کرتی ہیں۔ "ہم نے اس قرآن میں طرح طرح سے لوگوں کو سمجھایا کہ ہوش میں آئیں مگر وہ حق سے اور زیادہ دور بھاگے جا رہے ہیں۔[۹]" "ہم انھیں تنبیہ پر تنبیہ کیے جا رہے ہیں مگر ہر تنبیہ ان کی سرکشی میں اضافہ کیے جاتی ہے۔[۱۰]"

شروع میں کوئی ابولہب کی اصل فطرت سے باخبر نہ تھا۔ اس کے مقابلے میں ایک اور مثال مجمع کے سردار عبدالرحمٰنؓ ابن عوف کی ہے جن کے دوستوں جیسے تعلقات اسلام اور پیغمبرِ اسلام کے بدترین دشمن اُمیّہ ابن خلف سے تھے۔ کون سوچ سکتا تھا کہ ایک ایسے دشمن خدا کے دوست کے لیے زندگی ہی میں اس کی نکوکاری جنت کی ضمانت کا ذریعہ بن جائے گی۔ قرآن ایک بلند تر مثال ایک جلیل القدر نبی کی پیش کرتا ہے۔ نوح علیہ السّلام خدا سے شکایت کرتے ہیں کہ ان کا پیغام ان کے اور ان کی قوم کی اکثریت کے مابین خلیج کو وسیع تر ہی کر رہا ہے۔ اس نے ان کی گمراہی کو بعید تر پہنچا دیا۔[۱۱]

toobaa-elibrary.blogspot.com


## حوالجات، حواشی و تشریحات:

۱؎ ۱۷ : ۹۵

۲؎ ۲۵ : ۲۲ - ۲۱

۳؎ ۱۰۱ : ۵ - ۳

۴؎ ۴۳ : ۱۷

۵؎ ۷ : ۱۸۷

۶؎ ۲۲ : ۴۷

۷؎ ۲۹۷ - ۳

۸؎ یہ سورہ نمبر کا عنوان ہے

۹؎ ۱۷ : ۴۱

۱۰؎ ۱۷ : ۷۰

۱۱؎ ۴۱ : ۹

toobaa-elibrary.blogspot.com


باب ۔ ۲۶

# تین سوالات

قریش کا کوئی بھی اجتماع ہو کچھ نہ کچھ بحث وتمیص اس مسئلے کے بارے میں ضرور ہوتی تھی جو انھیں اپنا سب سے بڑا مسئلہ معلوم ہوتا تھا۔ اس سلسلے میں انھوں نے اب یہ فیصلہ کیا کہ کسی کو یثرب بھیج کر یہودی ربیوں سے صلاح لی جائے۔ انھوں نے جو دو قاصد بھیجے ان کو ہدایت کی ؀ ان سے محمدؐ کے بارے میں دریافت کرنا۔ ان کا حال چال انھیں بتانا اور بتانا کہ وہ کس چیز کی دعوت دیتے ہیں۔ کیونکہ وہ پہلے

toobaa-elibrary.blogspot.com



اہل کتاب ہیں۔ انھیں انبیاء کے بارے میں جو معلومات ہیں وہ ہم کو نہیں ہیں۔" ربیوں نے جواب میں کہلا بھیجا۔ "اُن سے تین سوال کرو جو ہم تمھیں بتاتے ہیں اگر وہ ان کا جواب دے دیتے ہیں تو وہ خدا کے بھیجے ہوئے نبی ہیں لیکن اگر وہ ان کا جواب نہ دیں تو پھر وہ شخص ایک افترا پرداز ہے۔" ان سے دریافت کرو، "قدیم زمانے میں کچھ نوجوان اپنے گھر والوں سے رخصت ہو کر چل دیئے ان کا انجام کیا ہوا؟ کیونکہ ان کی کہانی عجیب و غریب ہے۔ ان سے ایک دور دراز سفر کرنے والے کے بارے میں دریافت کرو جو مشرق و مغرب میں زمین کے کنارے تک پہنچا۔ ان سے سوال کرو، روح کیا ہے؟" اگر وہ ان تین سوالوں کے جواب دے دیں تو ان کی تقلید کرو۔ کیونکہ وہ نبی ہیں۔"

جب قاصد یہ خبر لے کر مکہ واپس ہوئے تو سردارانِ قریش نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پیغام بھیجا اور آپؐ سے مذکورہ بالا تین سوالات کیے۔ آپؐ نے جواب دیا۔ "میں کل تمھیں بتاؤں گا لیکن آپؐ نے انشاءاللہ نہیں فرمایا۔ دوسرے دن جب وہ لوگ جواب لینے آئے تو آپؐ نے انھیں ٹال دیا، اور ٹالنے کا یہ سلسلہ ایک دن کے بعد دوسرے دن چلتا رہا یہاں تک کہ پندرہ راتیں بیت گئیں۔ جس وقت سردارانِ قریش نے یہ سوالات کیے تھے اس کے بعد سے اتنے دنوں تک نہ جبرئیلؑ آپؐ کے پاس آئے نہ کسی قسم کی کوئی وحی آپؐ پر نازل ہوئی۔ مکہ کے لوگوں نے طنز و تعریض شروع کر دی۔ وہ جو کچھ کہتے تھے اس کو سُن سُن کر آپؐ بہت افسردہ خاطر تھے۔ فکرمندی اور افسردگی اس بات پر کہ آپؐ جس مدد کی توقع رکھتے تھے وہ آپؐ کو فراہم نہ ہوئی۔—— اب جبرئیلؑ وحی لے کر آئے جس میں آپؐ کی قوم کے لوگ جو کچھ کہہ رہے تھے اس سے آپؐ کے فکرمند اور افسردہ خاطر ہونے پر ملامت کی گئی تھی اور سردارانِ قریش کے تینوں سوالات کے جواب بھی بتلائے گئے تھے۔ طویل انتظار جس کی کوفت آپؐ کو جھیلنی پڑی: اس کی وجہ بھی ان الفاظ میں بیان کی گئی۔ "کسی کام کے بارے میں یہ نہ کہو کہ میں کل ایسا کروں گا

toobaa-elibrary.blogspot.com



بغیر اس کے کر ساتھ ہی یہ بھی کہو کہ اگر اللہ نے چاہا۔[۵۴]

لیکن اس وحی کے نزول میں تاخیر ہر چند کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے پیروؤں کے لیے تکلیف دہ تھی لیکن حقیقت کے اعتبار سے تقویت کی حیثیت رکھتی تھی۔ آپ کے بدترین دشمنوں نے تو اس سے کوئی نتیجہ نکالنے سے انکار کر دیا لیکن قریش کے ان بہت سے لوگوں کے لیے جو مذبذب تھے یہ تاخیر ایک قوی تائید تھی آپ کے اس دعوے کی کہ آپ پر آسمان سے وحی نازل ہوتی ہے اور یہ کہ اس میں آپ کا نہ کوئی دخل ہوتا ہے نہ اس پر آپ کا کوئی قابو ہے۔ کیا یہ بات تصور میں بھی آسکتی ہے کہ اگر محمدؐ نے سابقہ وحی کی اختراع کی تھی تو تازہ ترین اختراع سے پہلے اتنی لمبی تاخیر کی ہوتی بالخصوص جب کہ معلوم ہوتا تھا کہ بہت کچھ داؤں پر لگا ہوا ہے۔

اہلِ ایمان نے ہمیشہ کی طرح خود وحی سے بھی تقویت پائی۔ جب اہلِ قریش نے نوجوانوں کے ـــــ جو زمانۂ قدیم میں اپنے گھر والوں کو چھوڑ کر چلے گئے تھے ـــــ قصّے کے بارے میں دریافت کیا ـــــ ایک ایسی کہانی جو مکّے میں کسی نے پہلے نہ سنی تھی ـــــ تو ان کو معلوم نہ تھا کہ وہ قصّہ موجودہ صورت حال کی بھی عکاسی کرتا ہے اور اس سے مسلمانوں کی فضیلت اور اُن کی مذمت کا پہلو نکلتا ہے۔ اس کو اکثر "اِفیسس (Ephsus) کے خوابندگان کی کہانی" بھی کہا جاتا ہے کیونکہ یہی مقام تھا جہاں تیسری صدی عیسوی کے وسط میں کچھ نوجوان ایک خدا کی عبادت پر صدق دل سے قائم تھے جبکہ ان کی قوم کے لوگ توحید سے برگشتہ ہو کر بت پرستی میں مبتلا ہو گئے تھے اور ان کو اس بات پر اذیت دے رہے تھے کہ وہ ان کی تقلید نہیں کرتے۔ اس تعذیب سے بچنے کے لیے انھوں نے ایک غار میں پناہ لی جہاں وہ معجزانہ طور پر تین سو سال سے زیادہ مدت تک خوابیدہ رکھے گئے۔

یہودی جو کچھ پہلے سے جانتے تھے اس پر قرآن کے بیان نے کچھ ایسی تفصیلات کا

toobaa-elibrary.blogspot.com



اضافہ کر دیا جس کا مشاہدہ کسی انسانی آنکھ نے نہ کیا تھا۔ مثلاً یہ کہ جب وہ اپنے غار میں سو رہے تھے ایسی نیند جو صدیوں کے دوران کسی کے مشاہدے میں نہ آئی تھی تو سونے والے کیسے نظر آ رہے تھے اور کس طرح ان کا وفادار کتا اپنے اگلے پیر پھیلائے ہوئے (غار کی) دہلیز میں لیٹا تھا۔

جہاں تک دوسرے سوال کا تعلق ہے عظیم سیاح کو ذوالقرنین کے نام سے یاد کیا گیا ہے ــــ "دو سینگوں والا" ــــ وحی اس کے مغرب بعید اور مشرق بعید تک سفر کا تذکرہ کرتی ہے اور بعد ازاں جتنا دریافت کیا گیا تھا اس پر اضافہ کر کے جواب دیتے ہوئے ــــ ایک پراسرار تیسرے سفر کا ذکر کرتی ہے۔ ایک ایسے مقام تک جو "دو پہاڑوں" کے درمیان تھا جہاں لوگوں نے اس سے درخواست کی کہ وہ ایک "سد" (بند) کی تعمیر کرے جو ان کا یاجوج ماجوج اور دوسرے جنوں سے تحفظ کر دے جو ان کے ملک کو تاراج کر رہے تھے اور اللہ نے اس کو طاقت عطا کی کہ ارواحِ خبیثہ کو ایک مخصوص خطے میں محصور کر دے جس میں سے اللہ کی جانب سے مقرر کیے ایک مخصوص دن تک وہ باہر نہ آ سکیں گے۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق وہ روئے زمین پر ہیبت ناک تباہی لائیں گے۔ آخری ساعت سے پہلے ان کا باہر نکل پڑنا وقوع پذیر ہوگا تاہم وہ علامتوں میں سے ایک (علامت) ہوگا اس بات کی کہ انجام قریب آن لگا ہے۔

تیسرے سوال کے جواب میں وحی نے صراحت کی کہ روح ماورائے ادراک حقیقت ہے انسانی دماغ جس کی گرفت کی استعداد نہیں رکھتا۔ "تم سے روح کے بارے میں دریافت کرتے ہیں۔ کہو روح میرے رب کے حکم سے متفرع ہوتی ہے اور تم کو علم دیا گیا ہے لیکن تھوڑا ہی"۔

یہودیوں کو بڑی حیرت آمیز فکر تھی یہ جاننے کی کہ محمد نے ان کے سوالات کے کیا جواب دیئے اور علم سے متعلق اس آخری جملے کے بارے میں کیا کہا۔ پہلا موقع ملتے ہی انھوں نے

toobaa-elibrary.blogspot.com



دریافت کیا کہ اس جملے میں ان کی قوم کی جانب اشارہ ہے یا خود یہودیوں کی جانب۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تم دونوں کی جانب"۔ اس پر انھوں نے احتجاج کرتے ہوئے کہا کہ ان کو تمام چیزوں کا علم دیا گیا ہے۔ کیونکہ انھوں نے توراۃ پڑھی ہے جس میں ہر چیز کی تشریح کی گئی ہے جیسا کہ خود قرآن تصریح کرتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا "وہ سب اللہ کے علم کی نسبت سے قلیل ہی ہے تاہم تمھارے پاس کافی ہے تمھاری ضرورت بھر، بشرطیکہ تم اس پر عمل کرو۔" یہی موقع تھا جب کلام الٰہی کے بارے میں وحی نازل ہوئی جس سے اللہ کے علم کے ایک حصے کا اظہار ہوتا ہے۔ "اگر زمین پر جتنے درخت ہیں سب قلم ہو جائیں اور سات سمندر روشنائی بن جائیں یا اس سے زیادہ تب بھی اللہ کے کلمات ختم نہ ہوں گے۔

سردارانِ قریش نے اپنے آپ کو یہودیوں کے مشورے کا پابند نہیں کیا تھا اور نہ ربوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلیم کیا۔ اس کے باوجود کہ آپؐ نے ان کے سوالات کا جواب ان کی تمام توقعات سے بڑھ کر دے دیا تھا لیکن ان جوابات نے لوگوں کو قدیم مذہب کو ترک کرنے اور مذہب تبدیل کرانے کا کام کیا اور آپؐ کے پیروؤں میں جتنا زیادہ اضافہ ہوا اتنا ہی آپؐ کے مخالفوں نے محسوس کیا کہ ان کی قوم اور ان کا طرزِ زندگی خطرے میں ہے اور وہ اتنے ہی پختہ عزم کے ساتھ اُن نو مسلموں کو ستانے کا بندوبست کرنے لگے جن کو وہ آزادی سے ستا سکتے تھے۔ ہر قبیلے نے اپنے اندر کے مسلمانوں کو سنبھال لیا۔ وہ انھیں محبوس کر دیتے، زدوکوب کرتے، بھوکا پیاسا مارتے، تمازتِ آفتاب سے تپتی ہوئی مکہ کی زمین پر لٹاتے جبکہ آفتاب کی تپش اپنے عروج پر ہوتی تاکہ وہ دینِ اسلام سے پھر جائیں۔

قبیلہ جمح کے سردار اُمیہ کا بلالؓ نامی ایک حبشی غلام تھا۔ وہ پکا مومن تھا۔ اُمیہ عین دوپہر میں اس کو کھلی جگہ لے جاتا اور لٹا کر اس کے سینے پر ایک بڑا پتھر رکھ دیتا تھا تاکہ وہ اپنی جگہ سے ہل نہ سکے اور قسم کھا کر کہتا کہ اس کو اسی حالت میں رہنا پڑے گا تا آنکہ

toobaa-elibrary.blogspot.com



جاں بحق ہو جائے یا محمدؐ سے ترکِ تعلق کر کے لات اور عزیٰ کی پرستش کرنے لگے۔ بلالؓ یہ سب جھیلتا رہتا اور "اَحَد" کہتا رہتا۔ ایسا اتفاق ہوا کہ سن رسیدہ ورقہؓ اس کے پاس سے گزرے جب وہ یہ اذیت برداشت کر رہا تھا اور "اَحَد، اَحَد" کہہ رہا تھا" وہ فی الواقع اَحَد ہے، اے بلال" بعد ازاں اُمیّہ کی طرف مڑتے ہوئے انھوں نے کہا۔" خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر تو نے اس کو اذیت دے کر اس طرح ہلاک کر دیا تو میں اس کی قبر کو زیارت گاہ بنا دوں گا۔"

قریش کا ہر فرد خود اپنے ہی قبیلے میں نہ رہتا تھا۔ چنانچہ ابوبکرؓ نے بھی جمح کی رہائش گاہ میں ایک گھر حاصل کر لیا تھا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ اس قبیلے کے لوگوں کو دوسرے بیشتر قبائل کے مقابلے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے کے زیادہ مواقع حاصل تھے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر سہ پہر ابوبکرؓ کے یہاں تشریف لے جاتے تھے اور کہا جاتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام کا ایک حصّہ آپ کے چہرے پر تحریر ہوتا تھا۔ ابوبکرؓ کا چہرہ ایک نوع کی کتاب تھا۔ اُن کی مکّہ کے اس علاقے میں موجودگی کو پہلے خوش آمدید کہا گیا اور اس کو پورے قبیلے کی جانب سے ایک اثاثہ سمجھا جاتا تھا لیکن اب اس میں ان کی موجودگی قبیلے کے سرداروں کے لیے تشویش کا سرچشمہ بن گئی تھی۔ بلالؓ کے داخلِ اسلام ہونے کا وہی واسطہ اور ذریعہ بنے تھے۔ پھر ہوا یہ کہ جب انھوں نے دیکھا کہ کفار انھیں کیسی اذیتیں دے رہے ہیں تو انھوں نے اُمیّہ سے کہا۔" کیا تم کو خدا کا کوئی خوف نہیں ہے کہ اس غریب آدمی کے ساتھ ایسا برتاؤ کر رہے ہو؟" اُمیّہ نے پلٹ کر جواب دیا "تم نے اس کو بگاڑا ہے۔ سو تم ہی اب اس کو اس صورتِ حال سے نجات دلاؤ جس کا تم مشاہدہ کر رہے ہو۔" ابوبکرؓ نے کہا " بے شک میں بچاؤں گا۔ میرے پاس ایک حبشی نوجوان ہے جو بلالؓ کے مقابلے میں کہیں تگڑا اور تنومند ہے۔ تمھارا ہم مذہب ہے۔ میں اس کو بلالؓ کے عوض تمھیں دیتا ہوں۔" اُمیّہ نے اس تجویز سے اتفاق کر لیا۔ ابوبکرؓ نے

toobaa-elibrary.blogspot.com



بلالؓ کو لے کر آزاد کر دیا۔

وہ اس سے پہلے چھؓ کو آزادی دلا چکے تھے۔ پہلے عامرؓ ابن فہیرہ تھے۔ وہ بڑی روحانی طاقت کے مالک شخص تھے۔ بالکل ابتدا میں اسلام لانے والوں میں سے ایک تھے۔ وہ گلہ بان تھے۔ آزاد ہونے کے بعد انھوں نے ابوبکرؓ کے گلے کی نگرانی اپنے ذمے لے لی۔ ابوبکرؓ نے جن لوگوں کو آزاد کرایا ان میں ایک کنیز بھی۔ آزادی سے پہلے اس کے مالک عمر تھے۔ وہ داخل اسلام ہو گئی تھی۔ عمر ایک دن اس کو زدوکوب کر رہے تھے کہ مرتد ہو جائے اتنے میں ابوبکرؓ ادھر سے گزرے۔ انھوں نے دریافت کیا آیا وہ اس کو فروخت کرنے کو تیار ہیں۔ عمر راضی ہو گئے۔ حضرت ابوبکرؓ نے اس کو خرید کر آزاد کر دیا۔

اذیت دینے والوں میں سب سے زیادہ ضدی ابوجہل تھا۔ اسلام قبول کرنے والا اگر کسی طاقت ور خاندان کا فرد ہوتا جو اس کی پشت پناہی کے قابل ہوتا تو ابوجہل بس اس کی تحقیر و تذلیل پر اکتفا کرتا اور دھمکی دیتا کہ وہ اس کی شہرت و نیک نامی کا قلع قمع کر دے گا اور اس کو محوکہ روزگار بنا دے گا۔ تاجر ہوتا تو اس سے کہتا کہ اس کی تجارت ٹھپ کر دے گا۔ اس کے سامان کے بائیکاٹ کا ایسا منظم بندوبست کرے گا کہ وہ برباد ہو جائے۔ کوئی کمزور شخص ہوتا جس کو کوئی تحفظ حاصل نہ ہوتا اور خود اس کے قبیلے کا شخص ہوتا تو وہ اس کو اذیت دیتا۔ کئی دوسرے قبیلوں میں اس کے طاقت ور حلیف تھے وہ انھیں ورغلاتا کہ اپنے اپنے قبیلے کے داخل اسلام ہونے والے اشخاص کے ساتھ یہی معاملہ کریں۔

وہی تھا جس کی وجہ سے اس کے قبیلے کے لوگوں نے تین نسبتاً تنگ حال حلیفوں، یاسرؓ، سمیہؓ اور اُن کے بیٹے عمارؓ کو مبتلائے عذاب کیا۔ اس کے باوجود انھوں نے ترکِ اسلام سے انکار کر دیا۔ سمیہؓ اس اذیت رسانی کے نتیجے میں جس کا انھیں ہدف بنایا گیا شہید ہو گئیں لیکن مخزوم اور دوسرے قبیلوں کے ہاتھوں ظلم و تعدی کے شکار

toobaa-elibrary.blogspot.com



اذیت کی تاب نہ لاسکے اور اس حال کو پہنچ گئے کہ کچھ بھی کہنے پر راضی ہو گئے۔ ان سے کہا جا: "کیا لات و عزّیٰ تمہارے معبود نہیں ہیں جیسا کہ اللہ ہے؟" وہ کہہ دیتے "ہاں" "ایک بھونرا رینگتا ہوا ان کے پاس سے گزرتا تو سوال کرتے "کیا یہ بھونرا تمہارا دیوتا نہیں ہے اور اللہ بھی؟" وہ اذیت سے بچنے کے لیے جس کی تاب ان میں نہ رہ گئی تھی، کہہ دیتے "ہاں"

اقرار بس ان کے ہونٹوں پر ہوتا تھا دل میں نہیں۔ لیکن جو اقرار کر چکے، وہ تنہائی میں ہی اسلام پر عمل کر سکتے تھے علانیہ نہیں۔ اور کچھ ایسے تھے جنہیں قطعاً تنہائی میسر ہی نہ تھی۔ ان کے لیے قریبی زمانے میں نازل شدہ قصے میں نمونہ تھا ان نوجوانوں کا جنھوں نے اپنی قوم سے کنارہ کشی اختیار کرنے اور اللہ کی پناہ میں چلے جانے کو اس بات پر ترجیح دی تھی کہ دوسرے دیوتاؤں کی پرستش گوارا کرلیں۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ آپ خود تو اذیت رسانی سے امان میں ہیں آپ کے بہت سے پیرو نہیں ہیں تو آپ نے ان سے فرمایا "حبش چلے جاؤ۔ تم دیکھو گے کہ وہاں کسی کو ظلم و ناانصافی کا سامنا نہیں ہوتا۔ وہ دین میں اخلاص کا ملک ہے۔ اس مدت تک کے لیے جب اللہ اس مصیبت سے جو تم جھیل رہے ہو نجات کی راہ پیدا کر دے[۹]۔" چنانچہ آپ کے کچھ صحابہؓ حبش کی جانب چل پڑے اور یہ اسلام میں پہلی ہجرت تھی۔

---

## حوالہ جات، حواشی، تشریحات:

ہے اس سوال کا جواب سورۂ بنی اسرائیل رکوع ۱۰ میں دیا گیا ہے مگر سورۂ کہف اور بنی اسرائیل کے زمانۂ نزول میں کئی سال کا فرق ہے اور سورۂ کہف میں دو کے بجائے تین قصے بیان کیے گئے ہیں اس لیے ہم سمجھتے ہیں کہ دوسرا سوال دراصل قصۂ خضر سے متعلق تھا نہ کہ روح سے متعلق۔ خود قرآن میں ایک ایسا اشارہ ملتا ہے جس سے ہمارے خیال کی تصدیق ہوتی ہے (تفہیم ج ۳ ص ۹ حاشیہ ۲ تمہید سورۂ کہف) (اضافہ مترجم) ۔ ہے ۱۸: ۲۳-۲۴ ہے ایضاً: ۹-۲۵ ہے ایضاً: ۹-۲۰ ہے ۰۵:۱۷ ہے ۱۵۲:۶

ہے ابن اسحٰق: ۲۱ : ۲۷ ہے ۲۰۸

toobaa-elibrary.blogspot.com



باب ـ ۲۷

# حبش

حبش میں مہاجرین کی اچھے ڈھنگ سے پزیرائی ہوئی۔ انھیں عبادت کی پوری آزادی دی گئی۔ بچوں کو چھوڑ کر ـــــ جنھیں وہ ساتھ لے گئے تھے ـــــ ان کی مجموعی تعداد تقریباً اسّی تھی، لیکن وہ سب کے سب بیک وقت نہیں گئے تھے۔ ہجرت کی منصوبہ بندی خفیہ ہوئی تھی اور اس پر عمل چھوٹی چھوٹی ٹولیوں میں بے روک ٹوک ہوا تھا۔ ان کے خاندان والے روک ٹوک کرتے اور کر سکتے تھے اگر ان کو پتہ چل جاتا۔ مگر یہ اقدام قطعاً غیر متوقع

toobaa-elibrary.blogspot.com



تھا۔ جو کچھ ہوا اس کا اندازہ کرنے سے وہ قاصر رہے۔ یہاں تک کہ مسلمان مہاجرین اپنی منزلِ مقصود پر پہنچ گئے۔ سردارانِ قریش نے بھی بہرحال تہیہ کر رکھا تھا کہ ان کو چین سے نہ رہنے دیا جائے گا کہ ان کی دسترس سے دور ایک خطرناک جماعت وہاں قدم جمائے جس میں اگر دوسرے نومسلم اُن سے جاملے تو دس گنا اضافہ بھی ہو سکتا ہے۔ چنانچہ انھوں نے بعجلت ایک تدبیر سوچی۔ انھوں نے ایسے تحائف کی خاصی مقدار بہم کی جن کو حبش کے لوگ بڑی قدر و قیمت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ وہ سب سے بڑھ کر چمڑے کی صنعت کو گراں قدر قرار دیتے تھے۔ اس لیے بڑی تعداد میں عمدہ کھالیں اکٹھا کی گئیں۔ اتنی خاصی تعداد میں کہ نجاشی کے ہر جرنل کے لیے بیش بہا رشوت بن سکے۔ خود نجاشی کے لیے بھی بہت قیمتی تحائف تھے ـــــ اور انھوں نے بڑی احتیاط سے دو اشخاص کا انتخاب کیا۔ ان میں سے ایک قبیلۂ سہم کا عمرو بن العاص تھا۔ قریش نے انھیں اچھی طرح سمجھایا کہ انھیں کرنا کیا ہے۔ ہدایت کے مطابق انھیں ہر جرنل سے الگ الگ ملاقات کرنی تھی۔ اس کے تحائف اسے پیش کرنا تھے۔ اس سے کہنا تھا "ہماری قوم کے کچھ بے وقوف مردوں اور عورتوں نے اس سلطنت میں پناہ لے رکھی ہے۔ وہ خود اپنے دین سے پھر گئے ہیں، تمھارا دین قبول کرنے کے لیے نہیں بلکہ ایک ایسے دین کے لیے جو انھوں نے خود اختراع کر لیا ہے۔ جس کو نہ ہم جانتے ہیں نہ خود تم۔ ان کی قوم کے عمائد نے ہمیں اپنی جانب سے تمھارے بادشاہ کے پاس بھیجا ہے تاکہ وہ ان کو وطن واپس کر دے۔ لہٰذا جب ہم ان کے بارے میں اس سے بات کریں تو تم اس کو صلاح دو کہ وہ ان کو ہمارے سپرد کر دے اور ان سے کوئی بات نہ کرے۔ ان کی قوم کے لوگ بہتر جانتے ہیں کہ ان کا کیا معاملہ ہے۔" جرنلوں نے اس تجویز سے اتفاق کر لیا اور قریش کے فرستادگان تحائف لے کر نجاشی کے دربار میں حاضر ہو گئے اور اس سے درخواست کی کہ مہاجرین کو ان کے حوالہ کر دیا جائے اور استدلال وہی تھا جو انھوں نے جرنلوں کے سامنے پیش

toobaa-elibrary.blogspot.com



کیا تھا۔ اپنے معروضات کے آخر میں انھوں نے مزید کہا "ان کی قوم کے عمائدین جن میں ان کے باپ چچا اور قریبی رشتہ دار ہیں آپ سے گزارش کرتے ہیں کہ ان لوگوں کو واپس فرمادیں۔" جرنیل دربار میں حاضر تھے۔ اب انھوں نے پہلے سے طے شدہ منصوبے کے مطابق بہ یک آواز نجاشی سے تحریک کی کہ وہ ان کے معروضات کو شرف قبولیت بخشے کیونکہ رشتہ دار ہی رشتہ داروں کے معاملے میں فیصلہ کن ہوتے ہیں لیکن نجاشی برہم ہوا۔ اس نے کہا، "نہیں خدا کی قسم ان کے ساتھ بدعہدی نہ کی جائے گی۔ وہ لوگ جنھوں نے میرا تحفظ چاہا ہے، میری مملکت کو اپنی جائے رہائش بنایا ہے اور...... دوسروں کو چھوڑ کر مجھے چنا ہے میں ہرگز ان سے دست بردار نہ ہوں گا جب تک میں انھیں طلب کر کے ان سے دریافت نہ کروں' ان باتوں کے بارے میں جو یہ لوگ ان کے متعلق کہتے ہیں۔ اگر بات وہی ہے جو انھوں نے ان کے بارے میں بتائی ہے تو میں انھیں ان کے حوالہ کر دوں گا تاکہ یہ لوگ انھیں ان کی قوم کے پاس واپس پہنچا دیں لیکن اگر ایسا نہ ہوا تو میں ان کا ایک اچھا محافظ بنا رہوں گا جتنی مدت وہ مجھ سے تحفظ کے خواستگار رہیں گے۔"

پھر اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کو بلا بھیجا۔ ساتھ ہی اس نے سب مذہبی پیشواؤں کو بھی یکجا کیا جو اپنی مقدس کتابیں ساتھ لائے اور کھول کر انھیں تخت کے گرد پھیلا دیا۔ عمرو ابن العاص اور اس کے ساتھی قاصد کو توقع تھی کہ وہ نجاشی اور مہاجرین کے مابین بالمشافہہ ملاقات کو روک دیں گے اور حقیقت یہی ہے کہ اس سے کہیں زیادہ جتنا ان کو فی الواقع اندازہ نہ تھا یہ بات ان کے مفاد میں تھی کہ ملاقات نہ ہونے دیں کیونکہ وہ اس حقیقت سے بے خبر تھے کہ ہر چند کہ حبش کے باشندے کاروباری اور سیاسی وجوہ کی بنیاد پر انھیں گوارا کر لیتے تھے لیکن کافر و مشرک ہونے کی حیثیت سے وہ انھیں نگاہِ حقارت سے دیکھتے تھے اور کفر و شرک کو اپنے اور ان کے بیچ حائل رکاوٹ محسوس کرتے تھے۔ وہ خود عیسائی تھے۔ ان میں بہت سے خوش عقیدہ، مخلص اور دین دار تھے۔ ان کو

toobaa-elibrary.blogspot.com



بپتسمہ دیا گیا تھا۔ وہ ایک خدا کی عبادت کرتے تھے۔ ان کے گوشت و پوست میں عشائے ربانی کی تقدیس موجود تھی۔ بنا بریں وہ تقدیس اور عدم تقدیس، دین داری اور بے دینی کے مابین امتیاز کا شعور رکھتے تھے۔ انھیں عمرو جیسے لوگوں کے الحاد اور کفر و شرک کی معرفت حاصل تھی۔ اس لیے وہ اور ان سے بھی بڑھ کر نجاشی ۔۔۔ چہروں پر تورع و عفت کے آثار لیے ہوئے نمودار ہونے والی جماعت مسلین کے لیے جن کی شہ نشین کے کمرے میں رہنمائی کی گئی ۔۔۔ سراپا احترام پذیرائی تھا۔ استعجاب کی ایک زیر لب صدا بلند ہوئی۔ مسیحی پیشوایان مذہب اور دوسروں کی جانب سے جب ان پر یہ حقیقت منکشف ہوئی کہ یہ ہیں وہ مرد و عورت جو بہ نسبت قریش کے ایسے لوگوں کے جن سے پہلے کبھی وہ دوچار ہوئے خود ان سے ملتے جلتے ہوئے ہیں۔ مزید برآں ان میں سے بیشتر نوجوان تھے اور بیشتر ایسے تھے کہ ان کے فطری حسن و جمال نے ان کے وضع و انداز کی پاکیزگی میں اضافہ کر دیا تھا۔

ایسا بھی نہ تھا کہ ان میں سب ہی کے لیے ہجرت لازمی رہی ہو۔ حضرت عثمان رضی کے خاندان نے انھیں دین آبائی میں واپس لانے کی کوشش ترک کر دی تھی۔ اس کے باوجود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں جانے کی اجازت دے دی تھی اور اپنے ساتھ رقیہؓ کو لے جانے کی بھی۔ ان دونوں کی موجودگی جلاوطن جماعت کے لیے طاقت کا سرچشمہ بنی ہوئی تھی۔ دوسرا جوڑا جو دیکھنے میں بھلا لگتا تھا جعفرؓ اور ان کی بیوی اسماءؓ تھے۔ ابوطالب کے ذریعہ ان کو اچھا خاصا تحفظ حاصل تھا۔ لیکن مہاجرین کو ان کی جانب سے ایک بولنے والے کی ضرورت تھی اور جعفرؓ ایک خوش گفتار شخص تھے۔ اور ان کی شخصیت میں بڑی جاذبیت تھی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر اُن سے فرمایا "تم میرے جیسے ہو ۔۔۔ چہرے مُہرے میں بھی، سیرت و کردار میں بھی!" جعفرؓ ہی کو آپ نے مہاجرین کا امیر مقرر فرمایا تھا۔ ان کی جیسی ذہانت اور جاذبیت کی صفات نے دوسرے منبر پر عبدالدار کے مُصعبؓ کی شخصیت میں خاصی جگہ پائی تھی۔ وہ ایک نوجوان تھے ان کی فطری صلاحیتوں کی بنیاد پر نبی صلی اللہ

toobaa-elibrary.blogspot.com



علیہ وسلم بعد کے زمانے میں انھیں بڑی اہمیت کا مشن سپرد کرنے والے تھے۔ اسی طرح ایک ممتاز مخزومی نوجوان شماسؓ نامی تھے جن کی ماں عتبہ کی بہن تھی۔ اس کے نام جس کے معنی ہیں ڈیکن (Deacon) کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ ایک موقع پر اسی عہدے پر فائز ایک مسیحی شخصیت مکے میں وارد ہوئی تھی وہ ایسی غیر معمولی شکیل وجمیل شخصیت تھی کہ لوگ بے ساختہ آفرین و مرحبا پکار اُٹھے۔ اس پر عتبہ نے کہا تھا میں تمھیں دکھاؤں گا ایک شماس، اس سے بھی خوب صورت۔ وہ گیا اور بہن کے لڑکے کو ان کے سامنے لے آیا۔ ان لوگوں کے علاوہ اس جماعت میں صفیہؓ کے بیٹے زبیرؓ بھی موجود تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے رشتہ دار بھی اروئیؓ کے بیٹے طلیبؓ۔ اُمیّہ کے دو بیٹے۔ عبداللہ ابن جحش اور عبیداللہ۔ ان کے ساتھ عبیداللہ کی اموی بیوی اُم حبیبہؓ۔ برّہ کے دو لڑکے، ابو قبرہؓ اور ابو سلمہؓ۔ دونوں اپنی بیویوں کی معیت میں یہ خوبرو اُم سلمہ ہیں جن کے ذریعہ اس پہلی ہجرت کی تفصیلات بعد کے لوگوں تک پہنچیں۔

جب سارے مہاجرین اکٹھا ہو گئے تو نجاشی ان سے ہم کلام ہوا۔ اس نے سوال کیا یہ کیا دین ہے جس کے سبب تم اپنی قوم سے الگ تھلگ ہو گئے ہو۔ حالانکہ نہ تم میرے دین میں داخل ہوئے ہو نہ ہمارے گرد و پیش کے کسی اور دین میں؟؟

حضرت جعفرؓ نے جواب دیا ـــــ "اے بادشاہ ہم ایک قوم تھے غرق جہالت، ہم اصنام کی پرستش کرتے تھے۔ مردار کھاتے تھے۔ بے حیائی اور بے شرمی میں مبتلا تھے۔ طاقت ور کم زور کو کھائے جاتا تھا۔ ہمارا یہ حال تھا کہ اللہ نے ہم ہی میں سے ہمارے درمیان ایک رسول بھیجا۔ وہ جس کا نسب معلوم تھا۔ اس کی صداقت، امانت اور دیانت سے ہم باخبر تھے۔ اس نے اللہ کی طرف ہمیں بلایا کہ ہم اس کی توحید کا اقرار کریں اور اسی کی عبادت کریں اور ان کو چھوڑ دیں جن کی ہم اور ہمارے آباء و اجداد پتھروں اور بتوں کی شکل میں پرستش کرتے تھے۔ اس نے ہم کو حکم دیا کہ ہم سچ بولیں۔ وعدہ پورا کریں۔ قرابت کے روابط کا احترام کریں۔ پڑوسی

toobaa-elibrary.blogspot.com



کے حقوق کا پاس کریں، خوں ریزی اور حرام سے باز رہیں۔ چنانچہ ہم صرف خدا کی پرستش کرتے ہیں۔ کسی کو اس کا شریک نہیں گردانتے۔ جس کو اس نے حرام قرار دیا اُس کو حرام مانتے ہیں۔ جس کو اس نے حلال قرار دیا، اُس کو حلال قرار دیتے ہیں۔ یہ وہ باتیں ہیں جن کے باعث ہماری قوم کے لوگ ہمارے خلاف ہو گئے ہیں۔ انھوں نے ہمیں اذیتیں دی ہیں کہ ہم اپنے دین سے پھر جائیں اور خدا کی پرستش چھوڑ کر دوبارہ بتوں کی پوجا کرنے لگیں۔ یہ سبب ہے کہ ہم آپ کے ملک میں آبسے ہیں۔ دوسروں کو چھوڑ کر ہم نے آپ کا انتخاب کیا ہے۔ آپ کے زیرِ تحفظ ہم اب تک خوش اور مطمئن رہے ہیں۔ اور اے بادشاہ ہم اُمید رکھتے ہیں کہ یہاں رہ کر ہم زور و زبردستی کا شکار نہ ہوں گے۔"

شاہی ترجمان نے ان کے معروضات کا ترجمہ کر دیا۔ نجاشی نے دریافت کیا "آیا ان کے پاس کوئی نازل شدہ وحی ہے جو ان کے نبی ان کے پاس خدا کی جانب سے لاتے ہیں" اور جب جعفرؓ نے اثبات میں جواب دیا تو اس نے کہا کہ اس کو میرے سامنے تلاوت کرو۔ جعفرؓ نے سورۂ مریم کے ایک حصے کی تلاوت کی جو ان کی روانگی سے کچھ ہی پہلے نازل ہوئی تھی۔

"اور اس کتاب میں مریم کا حال بیان کرو جبکہ وہ اپنے لوگوں سے الگ ہو کر مشرقی جانب گوشہ نشین ہو گئی تھی اور پردہ ڈال کر اُن سے چھپ بیٹھی تھی۔ اس حالت میں ہم نے اس کے پاس اپنی روح (اپنے فرشتے کو) بھیجا اور وہ اس کے سامنے ایک پورے انسان کی شکل میں نمودار ہوا۔ مریم یکایک بول اُٹھی کہ اگر تو خدا ترس آدمی ہے تو میں تجھ سے رحمٰن کی پناہ مانگتی ہوں۔ اس نے کہا میں تو تیرے رب کا فرستادہ ہوں اور اس لیے بھیجا گیا ہوں کہ تجھے ایک انتہائی پاکیزہ لڑکا دوں۔ مریم نے کہا میرے یہاں لڑکا کیسے ہوگا جبکہ مجھے کسی بشر نے چھوا تک نہیں ہے اور میں کوئی بدکار عورت نہیں ہوں؟ فرشتے نے کہا "ایسا ہی ہوگا۔ تیرا رب فرماتا ہے کہ ایسا کرنا میرے لیے آسان ہے اور ہم یہ اس لیے

toobaa-elibrary.blogspot.com



کریں گے کہ اس لڑکے کو ایک نشانی بنائیں اور اپنی طرف سے ایک رحمت، اور یہ کام ہو کر رہنا ہے۔" جعفرؓ کو ان آیات کی تلاوت کرتے سنا تو نجاشی اور اس کے دینی پیشواؤں کی آنکھیں اشک بار ہو گئیں۔ پھر جب ان آیات کا ترجمہ کیا گیا تو پھر وہ رو دیئے اور نجاشی نے کہا: "حق یہ ہے کہ اس کلام کا سرچشمہ بھی وہی ہے جو اُس کلام کا تھا جو مسیحؑ لائے تھے۔" بعدازاں وہ قریش کے ان دونوں قاصدوں کی جانب مڑا اور کہا "تم جا سکتے ہو۔ خدا کی قسم میں انھیں تمھارے حوالہ نہیں کروں گا نہ ان کے ساتھ بے وفائی کی جائے گی۔"

لیکن جب لوگ دربار سے واپس ہوئے تو عمرو نے اپنے ساتھیوں سے کہا "کل میں اس سے ایک ایسی بات کہوں گا جو ان لوگوں کی سرسبز لہلہاتی فصل کا جڑ سے قلع قمع کر دے گی۔ میں اس کو بتاؤں گا کہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ مسیحؑ ابن مریمؑ ایک غلام ہیں۔" چنانچہ اگلی صبح وہ نجاشی کے پاس گیا اور کہا "اے بادشاہ، یہ لوگ مسیحؑ ابن مریمؑ کے بارے میں ایک نہایت جھوٹی بات کہتے ہیں۔ مہربانی کر کے آپ ان کو بلوائیے اور ان سے دریافت کیجیے کہ اس کے بارے میں ان کا کیا کہنا ہے۔" چنانچہ نجاشی نے انھیں کہلا بھیجا کہ دوبارہ دربار میں آئیں اور بتائیں کہ مسیحؑ کے بارے میں ان لوگوں کا کیا عقیدہ ہے؟ اطلاع ملی تو مہاجرین کو تشویش لاحق ہوئی۔ کیونکہ انھیں اس قسم کی صورتِ حال سے کبھی سابقہ نہ پڑا تھا۔ انھوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ ان سے سوال کیا جائے تو وہ کیا جواب دیں۔ حالانکہ وہ سبھی جانتے تھے کہ ان کے لیے اس کے سوا کوئی متبادل صورت نہ تھی کہ وہی بات کہیں جو خدا نے مسیحؑ کے بارے میں ان سے کہی ہے۔ اس لیے جب وہ شاہی محل میں داخل ہوئے اور ان سے سوال کیا گیا "تم مسیحؑ ابن مریمؑ کے بارے میں کیا کہتے ہو؟"۔ جعفرؓ نے جواب دیا۔ "ہم اُن کے بارے میں وہی بات کہتے ہیں جو ہمارے نبیؐ بذریعہ وحی ہمارے پاس لائے ہیں، یہ کہ وہ اللہ کے بندے اور رسول، اس کی روح، اس کا کلمہ ہیں جو اس نے مریمؑ عذرا مبارکہ کی طرف القا کیا۔" نجاشی نے ایک تنکا زمین سے اٹھایا

toobaa-elibrary.blogspot.com



اور بولا: "مسیح ابن مریم کے بارے میں تم نے جو کچھ کہا وہ اس سے اس تنکے کے برابر بھی زیادہ نہیں۔" اور جب اس کے گرد بیٹھے ہوئے جرنیلوں نے ناگواری کے انداز میں ناک سے آواز نکالی تو اس نے مزید کہا "تمھاری اس غراہٹ کے باوجود۔" پھر وہ جعفرؓ اور ان کے ساتھیوں کی جانب مڑا اور ان سے کہا "اپنی راہ پر قائم رہو۔ تم میرے ملک میں محفوظ ہو۔ سونے کے پہاڑوں کے عوض بھی میں تم میں سے کسی ایک فرد تک کو نقصان نہ پہنچاؤں گا۔" اور قریش کے قاصدوں کی جانب ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے اس نے اپنے خادموں کو حکم دیا "ان دونوں آدمیوں کو ان کے تحائف واپس کر دو۔ وہ میرے کسی کام کے نہیں۔ لہٰذا عمرو اور دوسرا آدمی ذلت کے ساتھ مکہ واپس لوٹ گئے۔

اس اثنا میں مسیح کے بارے میں نجاشی نے جو بات کہی تھی لوگوں میں پھیل گئی۔ ان کو ناگوار ہوا اور اس کی مخالفت میں باہر نکل پڑے۔ انھوں نے اس سے وضاحت طلب کی۔ اس کے خلاف ان کا الزام یہ تھا کہ وہ دین سے پھر گیا ہے۔ اس پر اس نے جعفرؓ اور ان کے ساتھیوں کو بلایا۔ ان کے لیے کشتیاں تیار کروائیں اور انھیں ہدایت کی کہ ان میں سوار ہو جائیں اور تیار رہیں کہ ضرورت پڑے تو بادبان کھول دیں، چل پڑیں۔ بعدازاں اس نے جھلی کا ایک ٹکڑا لیا اور اس پر لکھا کہ "وہ گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمدؐ اس کے بندے اور رسول ہیں نیز یہ کہ مسیحؑ ابن مریمؑ اس کے بندے اور اس کے رسول اس کی روح اور اس کا کلمہ ہیں جو اس نے مریم کی طرف القا کیا۔" اس پارچے کو اس نے اپنی قبا کے اندر رکھا اور اپنے عوام کی طرف گیا جو اس سے ملاقات کے لیے اکٹھا ہوئے تھے۔ اس نے ان سے کہا "باشندگانِ حبش! کیا میں تمھارے بادشاہ ہونے کا بہترین استحقاق نہیں رکھتا؟" انھوں نے جواب دیا کہ وہ رکھتا ہے۔ اس نے کہا "تب میں جو زندگی تمھارے درمیان گزارتا رہا ہوں اس کے بارے میں تمھارا کیا خیال ہے؟" انھوں نے جواب دیا "بہترین زندگی تھی وہ۔" اس نے کہا "پھر کس

toobaa-elibrary.blogspot.com



بات کا شکوہ ہے؟" انھوں نے جواب دیا، "تم نے ہمارا دین ترک کر دیا ہے۔ تم کہتے ہو کہ مسیحؑ غلام ہیں۔" اس نے پوچھا "تم مسیحؑ کے بارے میں کیا کہتے ہو؟" انھوں نے جواب دیا "ہم کہتے ہیں کہ وہ ابن اللہ ہیں۔" تب اس نے اپنا ہاتھ اپنے سینے پر رکھا اس جگہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے جہاں وہ چری ٹکڑا پنہاں تھا اور تصدیق کی "اس کی" جس کا مطلب انھوں نے اپنے الفاظ کی تصدیق سمجھا اس لیے وہ مطمئن ہو کر واپس ہو گئے۔ کیونکہ وہ اس کی حکمرانی کے تحت خوش و خرم تھے صرف اطمینان حاصل کرنا چاہتے تھے کہ وہ ان کے دین سے برگشتہ نہیں ہو گیا۔ نجاشی نے جعفرؓ اور ان کے ساتھیوں کو کہلا بھیجا کہ اب وہ کشتی سے اتر کر آ سکتے ہیں اور اپنی رہائش گاہ کو واپس جائیں، جہاں وہ پہلے کی طرح اطمینان سے رہتے تھے۔

---

## حوالہ جات، حواشی، تشریحات:

ے ابن سعد: ۴/۱، ۴۴

ے ابن اسحٰق: ۲۲۴

toobaa-elibrary.blogspot.com



باب - ۲۸

# عمرؓ ابن الخطاب

دونوں قاصد یہ خبر لے کر مکہ واپس پہنچے کہ ان کو دھتکار دیا گیا اور یہ کہ مسلمانوں کو نجاشی کی حمایت اور ہمدردی حاصل ہو گئی ہے تو قریش کی بڑی ہمت شکنی ہوئی اور ان کو بڑا طیش آیا۔ یہ خبر ملتے ہی انھوں نے مسلمانوں کو اذیت پہنچانے میں مزید شدت برتنی شروع کر دی۔ ابو جہل اس معاملے میں پیش پیش تھا اور اس کا بھانجا عمر بھی جو فطرتاً زیادہ تشدد پسند اور اس کی ہدایات کو روبعمل لانے میں کسی سے پرہیز نہ کرنے والا تھا

toobaa-elibrary.blogspot.com



اس وقت عمر کا سن تقریباً ۲۶ سال تھا۔ وہ ایک سرکش، ضدی، خودرائے اور پختہ عزم کا انسان تھا جس کو کسی اقدام سے جس کا وہ فیصلہ کرلے باز رکھا ہی نہ جاسکتا تھا لیکن ماموں کے برعکس وہ ایک پاکباز نوجوان تھا۔ فی الحقیقت اس کے معاملے میں نئے دین کی مخالفت کی محرک وہ تربیت تھی جس کے تحت وہ سنِ شعور کو پہنچا تھا۔ خطاب نے اس کی تربیت ایسی کی تھی کہ وہ کعبہ کا اور ہر اس چیز کا احترام ملحوظ رکھے جو غیر منفک طور پر اس سے متعلق ہو۔ مثلاً دیوتا ــــ ذکور و اناث اور یہ سب مل کر اس کی نگاہ میں ایک وحدت بناتے تھے اور ایک مقدس رشتۂ اتحاد میں منسلک تھے۔ جس کے متعلق چون و چرا کی گنجائش نہ تھی اور ان کو ہاتھ لگانے کا تو سوال ہی نہ پیدا ہوتا تھا۔ اپنے معبد کی مانند قریش بھی ہمیشہ سے ایک وحدت تھے لیکن مکہ اب دو مذاہب اور دو برادریوں کا شہر بن چکا تھا۔ مزید براں اس کو صاف نظر آرہا تھا کہ فتنے کا صرف ایک سبب ہے۔ اس شخص کو ہٹا دو ہر چیز جلد اسی طرح ہو جائے گی جیسے پہلے تھی۔ (اس کے نزدیک) موجودہ صورت حال کا اور کوئی علاج تھا ہی نہیں۔ ہاں یہی ایک یقینی علاج ہوگا۔ ان خطوط پر وہ عرصہ تک سوچتا رہا۔ بالآخر وہ دن آگیا جب قاصد حبش سے ناکام لوٹے تھے۔ اس دن آناً فاناً اٹھنے والی برہمی کی لہر نے اس کو اقدام کے لیے مہمیز کیا۔ اس نے اپنی تلوار لی اور گھر سے نکل پڑا۔ ابھی گھر سے نکلا ہی تھا کہ نعیم ابن عبداللہ کا سامنا ہوگیا۔ وہ اس کے ہم قبیلہ اشخاص میں سے ایک تھے۔ نعیم داخل اسلام ہو چکے تھے لیکن انھوں نے عمر اور اپنے قبیلے کے دوسرے لوگوں کے خوف سے اس بات کو پوشیدہ رکھا تھا۔ عمر کے چہرے پر سنجیدگی کے آثار دیکھ کر انھوں نے دریافت کیا کہ وہ کہاں جارہا ہے۔ "میں محمدؐ کے پاس جارہا ہوں۔ وہ دین سے برگشتہ، جس نے قریش میں پھوٹ ڈال دی ہے میں اس کو قتل کر دوں گا" عمر نے جواب دیا۔ نعیم نے اس سے یہ کہہ کر کہ وہ خود یقیناً قتل کر دیا جائے گا۔ اس کو باز رکھنے کی کوشش کی۔ لیکن جب انھوں نے دیکھا کہ عمر کے کان اس قسم کی بات سننے کے لیے بہرے ہو چکے ہیں تو انھوں نے دوسری

toobaa-elibrary.blogspot.com



تدبیر سوچی تاکہ کم از کم اس کے اقدام کو اتنا مؤخر کر سکیں کہ مسلمانوں کو بروقت خبردار کر دیں لیکن اس کی واحد صورت یہ تھی کہ کچھ مسلمان ساتھیوں کے راز کو فاش کریں جو انھی کی طرح اپنے اسلام کو مخفی رکھ رہے تھے تاہم وہ جانتے تھے کہ وہ ساتھی اس افشائے راز پر نہ صرف یہ کہ ان کے ساتھ درگزر کا معاملہ کریں گے بلکہ ستائش بھی کریں گے۔ انھوں نے کہا "اے عمرؓ تم پہلے اپنے ہی کنبہ والوں کے پاس کیوں نہ جاؤ اور ان کو راہِ راست پر لاؤ؟" عمرؓ نے کہا "میرے کنبے کے کون لوگ؟" نعیمؓ نے جواب دیا "تمھارے بہنوئی سعیدؓ اور بہن فاطمہؓ۔ وہ محمدؐ کے پیرو ہیں اور ان کے دین میں داخل ہو چکے ہیں۔ آسمان پھٹ پڑے تم پر اگر تم ان کو زندہ چھوڑ دو۔" زبان سے کچھ کہے بغیر عمرؓ مڑے اور سیدھے بہن کے گھر کی طرف چل دیے۔ ادھر قصہ یہ تھا کہ قبیلۂ زہرہ کا خبابؓ نامی ایک غریب حلیف اکثر آتا اور سعیدؓ اور فاطمہؓ کو قرآن کی تلاوت کر کے سناتا۔ اس وقت وہ ان دونوں کے ساتھ تھا۔ اس کے ہاتھ میں کچھ صفحات تھے جن پر سورۂ طٰہٰ تحریر تھی۔ یہ سورت ابھی قریبی زمانے میں ہی نازل ہوئی تھی۔ اس سورت کو یہ تینوں مل کر پڑھ رہے تھے۔ جب ان لوگوں نے عمرؓ کی آواز سنی جو قریب آتے ہوئے برہمی کے ساتھ اپنی بہن کا نام لے کر پکار رہے تھے تو خبابؓ گھر کے ایک گوشے میں چھپ گئے۔ فاطمہؓ نے تحریر کو لے کر اپنے کرتے کے اندر چھپا لیا لیکن عمرؓ نے ان کے پڑھنے کی آواز سن لی تھی۔ چنانچہ جب وہ اندر پہنچے تو انھوں نے دونوں سے کہا "یہ کیا گنگناہٹ تھی جو میں نے سنی؟" دونوں نے ان کو یقین دلانے کی کوشش کی کہ انھوں نے کچھ نہیں سنا۔ عمرؓ نے کہا "سنا میں نے ضرور۔ مجھ کو بتا یا گیا ہے کہ تم دونوں محمدؐ کے پیرو ہو گئے ہو۔" پس ازاں وہ اپنے بہنوئی سعیدؓ پر پل پڑے اور ان سے دست و گریباں ہو گئے۔ جب فاطمہؓ اپنے شوہر کو بچانے پہنچیں تو عمرؓ نے ان پر ایسا وار کیا جس نے جلد کو پھاڑ دیا۔ فاطمہؓ کے جسم سے خون بہہ رہا تھا۔ انھوں نے کہا "ہم مسلمان ہیں خدا اور اس کے رسولؐ پر ایمان رکھتے ہیں تم کر دو جو تمھارے بس میں ہو۔" عمرؓ نے جب

toobaa-elibrary.blogspot.com



خون دیکھا تو اپنے کیے پر نادم ہوا۔ اس میں ایک تبدیلی نمودار ہوئی۔ اس نے اپنی بہن سے کہا "مجھے وہ تحریر دو جو ابھی میں نے تم کو پڑھتے سنا تاکہ میں دیکھوں کہ محمدؐ کیا لائے ہیں؟" بہن کی طرح عمر بھی پڑھ سکتا تھا لیکن جب اس نے تحریر مانگی تو بہن نے کہا "ہم ڈرتے ہیں۔ ہمیں تم پر بھروسہ نہیں ہے۔" عمر بولا "ڈرو نہیں۔" اس نے تلوار کی پیٹی کمر سے کھولی۔ تلوار رکھ دی۔ اپنے دیوتاؤں کی قسم کھائی کہ وہ اس تحریر کو پڑھنے کے بعد واپس کر دے گا۔ فاطمہؓ کو نظر آ رہا تھا کہ عمر میں کچھ گداز پیدا ہوا ہے۔ برف پگھلی ہے اور ان کا دل اس آرزو سے معمور ہو گیا کہ وہ اسلام میں داخل ہو جائیں گے۔ انھوں نے کہا "اے میرے بھائی بت پرستی کے سبب تم نجس ہو اور صرف پاک ہی لوگ اس کو چھو سکتے ہیں۔" عمر گیا اور اس نے جا کر غسل کیا۔ تب فاطمہؓ نے اس کو وہ صفحات دے دیے جن پر سورۂ طٰہٰ کی ابتدائی آیات درج تھیں۔ اس نے تحریر کو پڑھنا شروع کیا اور جب وہ ایک حصہ پڑھ چکا تو اس نے کہا "کتنے خوب صورت اور کیسے پاکیزہ ہیں یہ الفاظ؟" خبابؓ نے یہ سنا تو اپنے چھپنے کی جگہ سے نکل آئے اور کہا "عمر مجھے امید ہے کہ نبیؐ کی دعا کے طفیل خدا نے تم کو چن لیا۔ کل میں نے انھیں یہ دعا کرتے سنا 'اے پروردگار اسلام کو ابوالحکم ابن ہشام یا عمر ابن الخطاب کے ذریعہ تقویت پہنچا دے۔'" عمرؓ نے کہا "خباب اس وقت محمدؐ کہاں ہوں گے؟ میں ان کے پاس جانا چاہتا ہوں۔" خبابؓ نے بتایا کہ باب صفا کے قریب آپ اپنے کئی اصحاب کے ساتھ بیت ارقم میں ہیں۔ عمرؓ نے تلوار کمر سے پھر باندھی اور کوہ صفا پر جا پہنچے۔ گھر کے دروازے پر انھوں نے دستک دی اور بتایا کہ وہ کون ہیں۔ نعیمؓ نے ان لوگوں کو خبردار کر دیا تھا کہ عمر کا آنا غیر متوقع نہیں لیکن ان کی آواز کا دبا دبا لہجہ ان کو کھٹکا۔ صحابہؓ میں سے ایک صاحب دروازے تک گئے۔ ایک دراز سے انھوں نے جھانکا اور کسی قدر بے مزہ ہو کر لوٹے۔ انھوں نے کہا "اے اللہ کے رسولؐ وہ عمر ہی ہے اور اس کی کمر سے تلوار لٹک رہی ہے۔" حمزہؓ بولے:

toobaa-elibrary.blogspot.com



"آنے دو اس کو۔ اگر نیک ارادے سے آیا ہے تو ہماری جانب سے اس کو حسنِ سلوک کی فراوانی ملے گی اور اگر اس کے ارادے بد ہوئے تو ہم اس کو اسی کی تلوار سے قتل کر دیں گے۔" نبیؐ نے اس تجویز سے اتفاق کر لیا کہ ان کو آنے کی اجازت دے دی جائے اور خود ہی آگے بڑھ کر ان کی پیٹی پکڑ کر انھیں کمرے کے وسط میں کھینچ لیا اور فرمایا "کیا چیز تجھ کو یہاں لائی ہے۔۔۔ اے خطاب کے بیٹے میں دیکھتا ہوں کہ تو باز نہ آئے گا تا آنکہ اللہ تجھ پر کوئی عذاب نازل نہ فرما دے۔" عمرؓ نے عرض کیا "اے اللہ کے رسولؐ میں اس لیے حاضر ہوا ہوں کہ خدا اور اس کے رسولؐ اور اس پر جو وہ خدا کی جانب سے لائے ہیں اپنے ایمان ویقین کا برملا اظہار کروں۔" اللہ اکبر۔ رسولؐ نے ایسے انداز میں فرمایا کہ ہر مرد اور عورت نے جو گھر میں تھا جان لیا کہ عمرؓ داخلِ اسلام ہو گئے۔[1] اور سب نے بڑی خوشی منائی۔[2] عمرؓ کے لیے ایمان چھپانے کا کوئی سوال ہی نہ تھا۔ ان کی خواہش تھی کہ ہر کسی کو بالخصوص ان کو جو نبیؐ سے شدید دشمنی رکھتے تھے اس کی خبر دے دیں۔ بعد کے برسوں میں وہ فرمایا کرتے تھے "اس رات جب میں داخلِ اسلام ہوا تو میں نے اپنے جی میں سوچا مکہ کے لوگوں میں کون ایسا ہے جو اللہ کے رسولؐ سے سب سے بڑھ کر دشمنی رکھتا ہے، میں اس کے پاس جاؤں اور اس سے کہوں کہ میں مسلمان ہو گیا ہوں۔ میرا جواب تھا ابوجہل۔ چنانچہ اگلی صبح میں نے جا کر اس کے دروازے پر دستک دی۔ ابوجہل باہر آیا اور بولا: "خوش آمدید۔ میری بہن کے بیٹے۔ کیسے آئے تم؟" میں نے جواب دیا۔ "میں تمھیں بتانے آیا ہوں کہ میں اللہ اور اس کے رسول محمدؐ پر ایمان رکھتا ہوں اور جو وہ لائے ہیں اس کی صداقت کی گواہی دیتا ہوں۔" اس نے کہا "خدا کی لعنت تم پر اور اس چیز پر لعنت جس کی خبر تم دینے آئے ہو۔" اور اس نے دھڑ سے دروازہ بند کر لیا۔[3]

## حوالہ جات، حواشی، تشریحات

[1] ۲۰    [2] ابن اسحٰق: ۲۲۷    [3] ایضاً: ۲۳۰

toobaa-elibrary.blogspot.com



باب — ۲۵

# مقاطعہ اور اُس کی تنسیخ

حضرت عمرؓ کے لیے یہ بات قابلِ برداشت نہ تھی کہ کفار تو بتوں کی پرستش علانیہ کریں اور مسلمان خدا کی عبادت چھپ کر کریں اس لیے وہ کعبہ کے سامنے نماز پڑھا کرتے تھے اور وہ دوسرے مسلمانوں کو بھی ہمت دلاتے تھے کہ ان کے ساتھ وہ بھی نماز پڑھیں۔ کبھی کبھی وہ اور حمزہؓ مسلمانوں کی ایک بڑی جماعت کے ساتھ حرم میں جاتے تو ایسے مواقع پر سردارانِ قریش دُور دُور رہتے۔ (ان کے نزدیک) یہ ان کی آن

toobaa-elibrary.blogspot.com



کے خلاف تھا کر ان کی نگاہوں کے سامنے یہ سب ہو تا رہے۔ تاہم اگر وہ مزاحم ہوتے تو وہ جانتے تھے کہ عمرؓ کسی حد پر رکنے والے انسان نہیں ہیں۔ با ایں ہمہ انھوں نے عزم راسخ کر لیا تھا کہ اس نوجوان کو یہ سمجھ لینے کا موقع نہ دیں گے کہ اس نے ان کو شکست دے دی ہے۔

اور ابوجہل کے دباؤ میں آکر انھوں نے طے کیا کہ بہترین حل اس صورت حال کا یہ ہے کہ باستثنائے ابولہب پورے قبیلے کا مقاطعہ کر دیا جائے۔ دوسری جانب بنی ہاشم اس پر اڑ گئے کہ وہ اپنے رشتہ دار کو نبی مانتے ہوں یا نہ مانتے ہوں مگر اس کو قطعاً تحفظ دیں گے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ایک دستاویز مرتب کی گئی جس کی ایک دفعہ یہ تھی کہ کوئی بھی قبیلہ بنی ہاشم کی کسی عورت سے شادی نہ کرے گا نہ اپنی بیٹی اس قبیلے کے کسی فرد سے بیاہے گا یا کوئی چیز اس قبیلے کے کسی شخص سے خریدے گا یا اس کے ہاتھ فروخت کرے گا۔ یہ پابندی قائم رہے گی تا آنکہ قبیلۂ ہاشم خود ہی محمدؐ کو ذات باہر کر دے یا وہ خود دعوائے نبوت سے باز آجائیں۔ چالیس ۴۰ سے کم سردارانِ قریش نہ تھے جنھوں نے اس دستاویز پر مہر تصدیق ثبت کی۔ حالانکہ ان میں سب ہی اس کی موافقت میں نہ تھے۔ کچھ ایسے تھے جنھیں بہ کوشش ہم نوا بنانا پڑا تھا۔ قبیلۂ عبدالمطلب نے اپنے ہاشمی رشتہ داروں سے قطع تعلق کر لینے سے انکار کر دیا اس لیے ان کو بھی مقاطعے کے دائرے میں داخل کر لیا گیا۔ اس دستاویز کو مظاہرۂ احترام و اہمیت کے ساتھ کعبے میں رکھ دیا گیا۔

باہمی تحفظ کی خاطر بنی ہاشم ابوطالب کے گرد مجتمع ہو گئے۔ وادی کے اس علاقے میں جہاں وہ اور ان کے خاندان کے بیشتر لوگ اقامت گزیں تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور خدیجہ رضی اللہ عنہا اپنے خانگی سامان کے ساتھ وارد ہوئے لیکن ابولہب اور اس کی بیوی نے قریش کے ساتھ اپنی یک جہتی کا ثبوت دینے کی خاطر ایک الگ مکان میں رہائش اختیار کر لی۔

یہ مقاطعہ یکساں طور پر ہمیشہ نافذ العمل نہ رہتا تھا۔ وجہ یہ تھی کہ دوسرے قبیلے

toobaa-elibrary.blogspot.com



میں شادی ہو جانے کے بعد بھی عورت کا تعلق اپنے خاندان سے باقی رہتا تھا۔ اس طرح ہر رخنے کو بند کر دینا ممکن نہ تھا۔ ابوجہل برابر تاک میں رہتا تھا لیکن وہ اپنی منشا مسلط کرنے پر ہمیشہ قادر نہ رہ سکتا تھا۔ ایک دن اس کا سامنا خدیجہؓ کے بھتیجے حکیم سے ہو گیا۔ وہ آٹے کے تھیلے کے ساتھ ایک غلام کو لیے جا رہا تھا اور معلوم ہوتا تھا کہ ان کی منزل بنی ہاشم کی اقامت گاہ ہے۔ اس نے ان پر الزام لگایا کہ وہ دشمن کی مدد کر رہے ہیں اور دھمکی دی کہ وہ قریش کے سامنے حکیم کی پول کھول دے گا۔ ابھی ان دونوں کے درمیان جھک جھک ہو ہی رہی تھی کہ قبیلہ اسد کا ایک اور شخص ابوالبختری آن پہنچا۔ اس نے پوچھا معاملہ کیا ہے؟ اور جب بتایا گیا کہ یہ قصہ ہے تو اس نے ابوجہل سے کہا "یہ اس کی چچی کا آٹا ہے اور اس کے لیے اس نے کہلا بھیجا ہے۔ اس شخص کو اپنی راہ جانے دو۔" نہ حکیم مسلمان تھا نہ ابوالبختری۔ لیکن آٹے کی اس بوری کی خاندان کے ایک فرد کی جانب سے دوسرے کی جانب منتقلی خاندان کے باہر کے کسی شخص کا مسئلہ نہ تھی۔ اس لیے مخزومی کی مداخلت ہتک آمیز اور ناقابل برداشت تھی اور جب ابوجہل اَڑا رہا تو ابوالبختری نے اونٹ کے جبڑے کی ایک ہڈی اٹھائی اور اس کے سر پر ایسی طاقت سے دے ماری کہ وہ نیم بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑا۔ پھر انھوں نے لاتوں سے اس کو خوب روندا۔ حمزہؓ جو اسی لمحہ ادھر آ نکلے تھے ان کو یہ دیکھ کر تسلی ہوئی۔

حکیم اپنے حق کے دائرے میں تھا لیکن دوسرے لوگ مقاطعے کی مزاحمت محض ان لوگوں کی ہمدردی میں کرتے تھے جو اس مقاطعے کا شکار تھے۔ قبیلۂ عامر کے ہشام ابن عمرو کا بنی ہاشم سے کوئی خونی رشتہ نہ تھا لیکن اس کا خاندان قبیلہ بنی ہاشم سے قریبی ازدواجی تعلق رکھتا تھا۔ تاریکیٔ شب کے پردے میں سامان خورد و نوش سے لدا ہوا ایک اونٹ وہ اس جگہ لا کر کھڑا کر دیتا تھا جہاں سے ابوطالب کا علاقہ شروع ہوتا تھا۔ پھر وہ اس کی نکیل نکال لیتا تھا اور اس کے پہلو میں ایک گھونسا مارتا تھا کہ وہ ان کے گھروں

toobaa-elibrary.blogspot.com



کے سامنے سے گزر جائے۔ دوسری شب وہ اس پر کپڑے اور دوسرے تحائف بار کرتا تھا اور سابق عمل کا اعادہ کرتا تھا۔

غیر مسلموں کی جانب سے اس قسم کی امداد کے علاوہ، دوسرے قبیلوں کے مسلمان بالخصوص ابوبکرؓ وعمرؓ مقاطعے کو ناکام بنانے کی تدبیریں نکال لیتے تھے۔ دو سال گزر چکے تھے اور اب ابوبکرؓ ایک دولت مند شخص شمار نہیں ہو سکتے تھے وہ اپنا سرمایہ دعوتِ اسلامی کی نذر کر چکے تھے لیکن اس نوع کی امداد کے باوجود دونوں قبیلوں میں مسلسل اور مستقل غذائی قلت رہتی تھی اور کبھی کبھی تو یہ قلت، قحط کی حد کو چھونے لگتی تھی۔

حرام مہینوں (جن میں جنگ ممنوع تھی) میں جب وہ چھیڑ چھاڑ کے اندیشے کے بغیر آزادی سے اِدھر اُدھر جا سکتے اور اپنی پناہ گاہ سے باہر نکل سکتے تھے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم اکثر حرم میں تشریف لے جاتے اور آنحضرتؐ کی وہاں موجودگی کا فائدہ اٹھا کر قریش کے لوگ آپؐ پر طنز کرتے اور آپؐ کی تحقیر کرتے۔ کبھی کبھی جب آپؐ اُن آیات کی تلاوت کرتے جن میں پچھلی قوموں کے ساتھ جو معاملہ ہوا تھا اس کا ذکر کر کے قریش کو خبردار کیا گیا تھا تو ایسے موقع پر عبدالدار کا نضر اُٹھ کھڑا ہوتا اور کہتا: "خدا کی قسم محمدؐ مجھ سے بڑھ کر گویا اور خوش مقال نہیں ہیں۔ ان کی باتیں پرانے لوگوں کی کہانیاں ہیں۔ یہ کہانیاں ان کے لیے لکھ دی گئی ہیں جیسے میری والی کہانیاں میرے لیے تحریر کر دی گئی ہیں۔ پھر وہ انھیں رستم و اسفندیار کی کہانیاں اور شاہانِ فارس کے قصے سُناتا۔ اسی سلسلے میں بہت سی آیات میں سے وہ ایک نازل ہوئی جس میں قلب کے بارے میں کہا گیا ہے کہ وہ ایک ایسی قوت ہے جس کے ذریعہ آدمی کو مابعد الطبعیاتی حقائق میں بصیرت حاصل ہو جاتی ہے۔ دل کی آنکھ انسانیت و اخلاق سے گرے ہوئے آدمی کی تو بند ہوتی ہے لیکن اس قابل ہوتی ہے کہ روشنی کی لرزش اخذ کر سکے، اور اسی کا نام عقیدہ یا ایمان ہے لیکن بُرا طرزِ زندگی زنگ کی مانند ہے جو قلب پر جم جاتا اور اس کو ڈھک دیتا ہے۔ پھر وہ خدا

toobaa-elibrary.blogspot.com



کے پیغام کے الٰہی اصل کا شعور نہیں کر سکتا۔" جب ہماری آیات اس کو سنائی جاتی ہیں تو وہ کہتا ہے پرانے لوگوں کی کہانیاں ہیں۔ نہیں بلکہ ان کی کمائی ان کے دلوں کا زنگ ہے۔[۵۶]

اس کے برعکس صورتِ حال اور اعلیٰ ترین بصیرت کا جہاں تک تعلق ہے خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔ ایک سے زائد مواقع پر آپ نے فرمایا کہ آپ کے دل کی آنکھیں حالتِ خواب تک میں کھلی رہتی ہیں۔ "میری آنکھیں سوتی ہیں لیکن میرا دل جاگتا رہتا ہے۔[۵۷]"

بہت ہی کم آیات ہیں جن میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے معاصرین میں سے کسی کا نام آیا ہو۔ جن میں آیا ہے ان میں سے ایک اب نازل ہوئی جس میں صراحت کی گئی کہ ابولہب اور اس کی بیوی کا مقدر دوزخ ہے۔[۵۸] ان آیات کو ام جمیل (ابولہب کی بیوی) نے سنا اور وہ پتھر کا ایک موسل لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں مسجد حرام پہنچی۔ آپ وہاں ابوبکرؓ کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ وہ ابوبکرؓ کے پاس آکھڑی ہوئی اور ان سے بولی "کہاں ہے تمہارا ساتھی؟" وہ جانتے تھے کہ اس کی مراد نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے مگر وہ (ابوبکرؓ) اتنے ہکا بکا تھے کہ ان کی زبان سے ایک لفظ بھی نہ نکلا۔ اس نے کہا: "میں نے سنا ہے کہ اس نے میری ہجو کی ہے اور بخدا اگر وہ مجھے مل گیا ہوتا تو میں اس موسل سے اس کے منہ کا بھرکس بنا دیتی۔" پھر بولی۔ "میں بھی شاعرہ ہوں۔" اور اس نے ایک نظم آنحضرتؐ کے بارے میں سنا دی:

ہم مذمم کے نافرمان ہیں
جو احکام وہ دیتا ہے اس کی خلاف ورزی کرتے ہیں
اور اس کے دین سے نفرت کرتے ہیں

جب وہ جا چکی تو ابوبکرؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا "اس نے آپ کو نہیں دیکھا؟" آپ نے فرمایا "اس نے مجھ کو نہیں دیکھا۔ خدا نے اس کی آنکھوں کی روشنی (عارضی طور پر) لے لی کہ وہ مجھے نہ دیکھ سکے۔" جہاں تک مذمم کا تعلق ہے۔ مفہوم کے

toobaa-elibrary.blogspot.com



اعتبار سے یہ لفظ محمدؐ کا اُلٹا ہے۔ محمدؐ کے معنی ہیں ستودہ صفات۔ قریش کے کچھ لوگ آنحضرتؐ کو بدزبانی کے طور پر اس نام سے یاد کرتے تھے۔ آپؐ اپنے اصحاب سے فرماتے۔ "کیا یہ امر تعجب انگیز نہیں کہ کس طرح قریش کی ضرر رسانیوں کو خدا مجھ سے دفع فرماتا ہے؟ وہ دشنام طرازی کے طور پر مجھے مذمم کہتے ہیں جبکہ میں محمدؐ ہوں؟"

بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب کی ناکہ بندی پر دو سال یا اس سے زیادہ مدت گزر چکی تھی اور اس کا کوئی مطلوبہ نتیجہ برآمد نہ ہوا تھا۔ مزید برآں اس کا غیر مطلوبہ اور غیر متوقع نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور زیادہ مرکزِ توجہ بن گئے اور نئے دین کا جزیرۂ عرب کے طول و عرض میں اتنا چرچا ہو گیا جتنا پہلے کبھی نہ ہوا تھا لیکن ان سب باتوں سے قطع نظر یہ ہوا کہ قریش نے مقاطعے کے بارے میں رُک کر دوبارہ سوچنا شروع کیا۔ خاص کر ان لوگوں نے جن کے رشتہ دار اس مقاطعے کا شکار بنے ہوئے تھے۔ اب وہ وقت آ گیا تھا کہ ذہنی تبدیلی واقع ہو اور پہلا شخص جو حرکت میں آیا وہ وہی ہشام بن عمرو تھا جو غلّے سے لدے اونٹ ہاشمیوں کے لیے ابوطالب کے علاقے میں ہانک دیا کرتا تھا مگر وہ جانتا تھا کہ اس کو بذاتِ خود کوئی کامیابی نہ ہو گی۔ اس لیے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی عاتکہ کے دو بیٹوں میں سے ایک زُہیر مخزومی کے پاس گیا اور اس سے کہا: "کیا اس پر راضی ہو کہ تم کھاؤ، کپڑے پہنو، عورتوں سے شادی کرو یہ جانتے ہوئے کہ تمھاری ماں کے رشتہ دار کس حال میں ہیں۔ نہ وہ خرید سکتے ہیں نہ بیچ سکتے ہیں نہ خود شادی کر سکتے ہیں نہ اپنی بیٹیاں کسی کے رشتۂ ازدواج میں منسلک کر سکتے ہیں۔ میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر ان کی جگہ پر ابوالحکم ــــ ان کی مراد تھی ابوجہل ــــ کی ماں کے بھائی بند ہوتے اور تم اس سے وہ کرنے کو کہتے جو اس کے کہنے پر تم اپنے رشتہ داروں کے ساتھ کر رہے ہو، تو وہ ہرگز نہ کرتا۔" "ستیاناس ہو تیرا ہشام، میں کیا کر سکتا ہوں؟" زُہیر نے کہا "میں یکہ و تنہا ہوں اگر میرے ساتھ ایک آدمی اور ہوتا تو میں تب تک چین نہ

toobaa-elibrary.blogspot.com



لیتا جب تک میں اس ناکہ بندی اور مقاطعے کو منسوخ نہ کرالیتا۔" ہشام نے کہا "میں نے ایک شخص پالیا ہے۔" زُہیر نے سوال کیا "کون ہے وہ؟" ہشام نے جواب دیا "میں خود" زُہیر نے کہا "ہمارے لیے ایک تیسرا آدمی ڈھونڈ کر لاؤ۔" چنانچہ ہشام مطعم ابن عدی مطلب اور ہشام کے بھائی نوفل کے پوتے کے پاس گیا۔ جو خود نوفل کے قبیلے کے سربر آوردہ اشخاص میں سے ایک تھا اور کہا "تمھاری کیا منشا ہے عبد مناف کے بیٹوں میں سے دو ہلاک ہو جائیں اور تم ہاں میں ہاں ملانے کے لیے قریش کا منہ دیکھتے رہو۔ خدا کی قسم اگر تم ان کو یہ کرنے کا موقع دیتے رہے تو جلد ہی دیکھو گے کہ وہ یہی تمھارے ساتھ بھی کریں گے۔" مطعم نے کہا "چوتھا آدمی لاؤ۔" اس لیے ہشام قبیلۂ اسد کے ابوالبختری کے پاس گیا۔ وہی شخص جس نے خدیجہؓ کی آٹے کی بوری کے سلسلے میں ابوجہل پر وار کیا تھا اور جب اس نے پانچویں آدمی کا مطالبہ کیا تو ہشام قبیلۂ اسد ہی کے ایک اور شخص زمعہ زیف الاسود کے پاس گیا۔ وہ چھٹے آدمی کا مطالبہ کیے بغیر پانچواں آدمی بننے پر تیار ہو گیا۔ ان سب نے طے کیا کہ وہ اسی شب مکہ کے اوپر حجون کے مضافات میں اکٹھا ہوں گے۔ وہاں انھوں نے اپنے اقدام کے ایک منصوبے پر اتفاق کر لیا اور اپنے آپ کو پابند کیا کہ وہ مقاطعے کی دستاویز کے معاملے کو ٹھنڈا نہ ہونے دیں گے جب تک اس کو کالعدم نہ کرالیں گے ـــــ زُہیر نے کہا "میں اس معاملے سے قریب تر تعلق رکھنے والا ہوں اس لیے پہلے میں بولوں گا۔"

اگلے دن صبح سویرے وہ مسجد حرام کے مجمع میں آملے۔ زُہیر نے جو ایک لمبی عبا پہنے ہوئے تھا۔ پہلے کعبے کا سات بار طواف کیا پھر وہ مجمع کا سامنا کرنے کے لیے مڑا اور بولا: "اے اہل مکہ کیا یہی ہوتا رہے گا کہ ہم کھانا کھائیں گے۔ کپڑے پہنیں گے اور ہاشم کی اولاد ہلاک ہوتی رہے گی۔ نہ خرید سکیں نہ بیچ سکیں۔ خدا کی قسم میں بیٹھوں گا نہیں جب تک یہ نامنصفانہ دستاویز چاک نہیں کر دی جاتی ہے۔" اس کے رشتہ دار ابوجہل نے کہا "تو جھوٹ بولتا ہے۔ وہ چاک نہیں کی جائے گی۔" زمعہ نے کہا "تو

toobaa-elibrary.blogspot.com



اور بڑھ کر جھوٹا ہے۔ ہم اس دستاویز کے جب وہ لکھی گئی موافقت میں نہیں تھے۔"
ابوالبختری نے کہا "زمعہ ٹھیک کہتا ہے۔ اس میں جو کچھ تحریر ہے ہم اس کی موافقت میں نہیں ہیں اور نہ ہم اس دستاویز کے پابند ہیں۔" مطعم نے تائید کی "تم دونوں صحیح کہتے ہو اور جو کہتا ہے "نہیں" وہ جھوٹا ہے۔ ہم اللہ کو گواہ کر کے کہتے ہیں ہم اس دستاویز کے اور اس میں جو کچھ تحریر ہے اس کے سلسلے میں بے قصور ہیں۔ ہم پر اس کی ذمہ داری نہیں ہے۔ ہشام نے بھی زیادہ تر اسی قسم کی باتیں کہیں اور جب ابوجہل نے ان لوگوں پر الزام لگایا کہ ان لوگوں نے رات بھر میں یہ کھچڑی پکائی ہے تو مطعم اس کی بات کاٹ کر دستاویز لانے کعبے کے اندر چلا گیا۔ وہ فاتحانہ انداز میں جھلّی کا ایک ٹکڑا لیے باہر آیا۔ کیڑوں نے مقاطعے کی دستاویز کو کھا لیا تھا۔ بس ابتدائی فقرہ باقی رہ گیا تھا "باسمک یا اللہ" ـــــ تیرے نام سے اے اللہ!

قریش کے بیشتر لوگ فی الواقع پہلے ہی ہم نوا بنا لیے گئے اور چون و چرا سے بالا تر یہ شگون تو قریب قریب بالکل آخری دلیل بن گیا۔ ابوجہل اور اس کے دو ایک ہم خیال جان گئے کہ اب مزاحمت عبث ثابت ہوگی۔ مقاطعے کی رسمی طور پر تنسیخ ہو گئی اور قریش کی ایک جماعت اٹھ کر گئی کہ یہ خوش خبری بنی ہاشم اور بنی المطلب تک پہنچا دیں۔

مقاطعے کی تنسیخ کے بعد مکے میں بڑا اطمینان محسوس کیا گیا اور وقتی طور پر مسلمانوں کے خلاف مخاصمانہ رویہ نرم پڑ گیا یا ڈھیلا ہو گیا۔ اس واقعے کی مبالغہ آمیز خبریں حبش تک پہنچیں۔ جس کے بعد فوراً کچھ مہاجرین نے مکہ واپس جانے کی تیاریاں شروع کر دیں جبکہ کچھ اور لوگوں نے جن میں جعفرؓ شامل تھے طے کیا کہ ابھی مزید کچھ دن وہ وہیں رہیں گے جہاں وہ تھے۔

اس دوران سردارانِ قریش نے اپنی مساعی کو اس پر مرکوز رکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سمجھائیں بجھائیں کہ آپ کسی سمجھوتے پر راضی ہو جائیں۔ یہ قریب ترین پیش رفت تھی

toobaa-elibrary.blogspot.com



جو آپؐ کی جانب کی گئی۔ ولید اور دوسرے سرداروں نے یہ تجویز رکھی کہ ہر دو فریق دونوں مذاہب پر عمل کریں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے انکاری جواب کی ترتیب کی زحمت سے بچ گئے۔ ایک فوری جواب جو آسمان سے چھ آیتوں کی ایک سورہ کی شکل میں نازل ہوا۔ اس نے آپؐ کو جواب مرتب کرنے کی زحمت سے بچا لیا! "کہو اے کافرو! میں اس کی عبادت نہیں کروں گا جس کی عبادت تم کرتے ہو۔ نہ تم اس کی عبادت کرو گے جس کی عبادت میں کرتا ہوں۔ نہ میں نے اس کی عبادت کی ہے جس کی تم عبادت کرتے ہو۔ نہ تم نے اس کی عبادت کی ہے جس کی میں عبادت کرتا ہوں۔ تمھارے لیے تمھارا دین میرے لیے میرا دین" لمحاتی خیر سگالی پہلے ہی خاصی کم ہو چکی تھی جب تک مہاجرین حدودِ حرم کے قریب تک پہنچے عارضی خیر سگالی خاصی کم ہو چکی تھی۔

جعفرؓ اور عبیداللہؓ ابن جحش کو چھوڑ کر نبیؐ کے سارے رشتہ دار واپس آ گئے۔ ان کے ساتھ عثمانؓ اور رقیہؓ بھی آئے۔ شمسی قبیلے کے ایک دوسرے فرد جو عثمانؓ کے ساتھ واپس آئے وہ حذیفہؓ تھے۔ وہ اپنے تحفظ کے لیے اپنے باپ عُتبہ پر تکیہ کر سکتے تھے۔ لیکن ابوسلمہؓ اور ام سلمہؓ خود اپنے قبیلے سے اذیت رسانی کے علاوہ کسی اور چیز کی توقع نہ کر سکتے تھے اس لیے مکّے میں داخل ہونے سے پہلے اپنے ہاشمی چچا ابوطالب کے پاس انھوں نے پیغام بھیجا اور ان سے امان دینے کی خواہش کی جس پر وہ تیار ہو گئے۔ ان کے اس عمل سے قبیلۂ مخزوم خاصا برہم ہوا۔ انھوں نے کہا "تم نے اپنے بھتیجے محمدؐ کو ہمارے مقابلے میں تحفظ دیا لیکن اب تم خود ہمارے قبیلے کے لوگوں کو امان دے رہے ہو۔" ابوطالب نے جواب دیا "وہ میری بہن کا بیٹا ہے۔ اگر میں نے اپنی بہن کے بیٹے کو امان نہ دی تو میں اپنے بھائی کے بیٹے کو بھی نہ بچا سکوں گا۔" ان کے لیے کوئی چارۂ کار نہ تھا سوائے اس کے کہ ان کی سرداری کے حقوق کو روبہ عمل آنے دیں۔ مزید برآں اس موقع پر ابولہب نے اپنے بھائی کی تائید کی اور قبیلۂ مخزوم جانتا تھا کہ نبیؐ کے خلاف وہ ان لوگوں کا قوی ترین اتحادی تھا۔ اس لیے انھوں نے اس کو ناراض کرنا

toobaa-elibrary.blogspot.com



نہ چاہا۔ اپنے طور پر شاید خود اس نے ندامت محسوس کی کہ بائیکاٹ کے موقع پر بھتیجے کے خلاف اس نے نہ تشفی پانے والی نفرت کا مظاہرہ کیا تھا۔ ایسا نہیں تھا کہ اس کی نفرت کسی بھی معنے میں کم ہو گئی ہو بلکہ وہ چاہتا تھا کہ اس کے تعلقات اپنے خاندان سے خوش گوار رہیں۔ وجہ یہ تھی کہ اپنے بڑے بھائی کی موت کے بعد وہ توقع کر سکتا تھا کہ قبیلے کے سردار کی حیثیت سے وہ اس کی جگہ لے لے اور بہت ممکن ہے کہ اب اس نے ابوطالب میں ایسے آثار دیکھے ہوں جن سے پتا چلتا ہو کہ وہ زیادہ دن چلنے والے نہیں۔

---

## حوالجات، حواشی، تشریحات

۱؎ ۸۳ : ۱۴-۱۳

۲؎ ابن اسحٰق : ۱۶۵، بخاری ۱۹/۱۶

۳؎ ق : ۱۱۱

۴؎ ابن اسحٰق : ۲۳۳

۵؎ ق : ۱۰۹

toobaa-elibrary.blogspot.com



باب ۔ ۳۰

# جنّت و ابدیت

حبش سے واپس آنے والے مہاجرین کو خود اپنے قبیلے کے مقابلے میں مدد کی ضرورت تھی۔ عمرؓ بن الخطاب کے برادر نسبتی قبیلہ جمح کے عثمان ابن مظعون تھے۔ وہ بخوبی جانتے تھے کہ ان کے رشتہ دار امیہ اور اُبیؔ ان کو ایذا پہنچانے سے باز نہ آئیں گے اس بار وہ ایک مخزومی تھا جس نے دوسرے قبیلے کے آدمی کو تحفظ فراہم کیا۔ خود ولید نے عثمانؓ کو اپنی امان میں لے لیا لیکن جب عثمانؓ نے دیکھا کہ ان کے ہم عقیدہ مسلمانوں

toobaa-elibrary.blogspot.com



کو اذیت دی جا رہی ہے درآنحالیکہ وہ خود محفوظ ہیں تو وہ ولید کے پاس گئے اور انھوں نے اس کی امان کو رد کر دیا۔ بوڑھا بولا "میرے بھائی کے بیٹے! کیا میرے کسی آدمی سے تم کو گزند پہنچا ہے؟" عثمانؓ نے جواب دیا "نہیں، ایسا نہیں ہے۔ میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں، میں سوا اللہ کے کسی بھی اور کی پناہ کا خواستگار نہیں ہوں۔" چنانچہ وہ ولید کے ساتھ حرم میں گئے اور وہاں اس بات کا اعلان کر دیا کہ آئندہ سے ان کے تحفظ کی ذمہ داری ولید پر نہ ہوگی۔

چند دنوں بعد یہ اتفاق پیش آیا کہ لبید شاعر قریش کو اپنا کلام سنا رہا تھا اور عثمانؓ ابن مظعون اس بڑے ہجوم میں موجود تھے جو اس کا کلام سننے کے لیے اکٹھا ہوا تھا۔ عام طور پر عربوں کو شعر و شاعری کی جو صلاحیت ودیعت ہوئی تھی اس کے مقابلے میں وہاں قدرے بلند تر سطح کے کئی ممتاز اور باصلاحیت شاعر موجود تھے، جیسے ابوطالب، ہُبیرہ اور ابوسفیان ابن حارث، مگر ان سے بھی اور کچھ ایسے تھے جو عظیم شمار کیے جاتے تھے اور لبید کے بارے میں سب مانتے تھے کہ وہ ان میں سے ایک ہے۔ وہ شاید اس وقت سب سے بڑا ...... شاعر تھا اور قریش سرمایۂ افتخار سمجھتے تھے اس بات کو کہ ان کے درمیان ایک ایسا شاعر ہے جس کی عظمت مسلّم ہے۔ اب جو نظم اس نے پڑھی اس کی ابتدا ان اشعار سے ہوئی تھی۔

سنو، اللہ کے سوا ہر شے باطل اور ہیچ ہے

عثمانؓ نے برجستہ داد دی "سچ کہا تم نے۔" لبید نے شعر خوانی جاری رکھتے ہوئے دوسرا مصرع پڑھا:

اور ساری مسرتیں ناپید اور ناپدید ہو جائیں گی

"غلط کہا تم نے۔" عثمانؓ پکار اٹھے "جنت کی خوشیاں کبھی ناپید اور ناپدید نہ ہوں گی۔"

toobaa-elibrary.blogspot.com



لبیدؓ کے جانے کا عادی نہ تھا۔ اہل قریش کو بھی حیرت ہوئی اور وہ محض برہم ہی نہ تھے بلکہ بڑے مخمصے میں بھی پڑ گئے۔ کیونکہ شاعر ان کا مہمان تھا۔ اس نے کہا: "اے اہل قریش جو دوستوں کی حیثیت سے تمہارے ہم جلیس ہوا کرتے تھے وہ ہرگز اس کے عادی نہ تھے کہ ان کے ساتھ بدسلوکی ہو۔ کب سے یہ ہونے لگا؟" مجمع میں سے ایک شخص قبیلے کی جانب سے معذرت کرنے کھڑا ہوا: "یہ شخص محض کندۂ ناتراش ہے، محروم عقل و دانش اشخاص کی ایک جماعت کا فرد ہے جو ہمارے دین سے پھر گئے ہیں۔ یہ جو کچھ کہتا ہے اُس سے آپ کبیدہ خاطر نہ ہوں۔" عثمانؓ نے پلٹ کر ایسی گرم گفتاری سے اس کا جواب دیا کہ وہ شخص بھڑک اٹھا' آیا اور ان کی آنکھ پر ایسی ضرب لگائی کہ ان کی بھنویں نیلی پڑ گئیں۔ ولید پاس ہی بیٹھا تھا۔ جھٹ بولا کہ ان کی آنکھوں پر یہ چوٹ نہ لگی ہوتی اگر وہ اس کی امان میں رہتے۔ عثمانؓ نے کہا: "نہیں، میری وہ آنکھ جو محفوظ ہے، زخمی نہیں ہوئی ہیچ اور بے قدر ہے اس آفت سے محرومی کے باعث جو اللہ کی راہ میں برابر والی آنکھ پر آ پڑی ہے۔ میں ایسے کی امان میں ہوں جو تم سے کہیں زیادہ طاقت والا ہے اور تم سے کہیں زیادہ حامل عزیمت ہے۔" ولید نے کہا: "آ، میرے بھائی کے بیٹے، میرے ساتھ معاہدے کی تجدید کر لے۔" لیکن عثمانؓ نے اس کی پیش کش کو رد کر دیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس مجمع میں تشریف فرما نہ تھے لیکن آپ کو لبید کی نظم خوانی اور پھر اس کے بعد جو ہوا اُس کی اطلاع ملی۔ اس پر آپ کا تبصرہ جس کا ریکارڈ موجود ہے، یہ تھا: "سب سے سچی بات جو کبھی کسی شاعر کی زبان پر جاری ہوئی یہی تھی۔ سنو! اللہ کے سوا ہر شے ہیچ اور باطل ہے۔" متصلاً بعد جو کچھ اس نے کہا، اس پر آپ نے لبید کو الزام نہیں دیا۔ کہا جا سکتا ہے کہ شاعر کی مراد یہ ہے کہ "تمام دنیوی مسرتیں ناپید اور ناپدید ہو جائیں گی۔" اور دوسری جانب ساری

toobaa-elibrary.blogspot.com


جنتیں اور مسرتیں جو جاودانی ہیں، سمجھنا چاہیے کہ ذاتِ باری یا وجہ اللہ میں شامل ہیں۔ اسی زمانے کے آس پاس وحی نازل ہو چکی تھی۔ کل شیءٍ ھالک الا وجھہ "ہر شے فانی ہے سوا ذات باری تعالیٰ کے"؎ اور ایک سابقہ وحی کے یہ الفاظ ہیں: "اور صرف تیرے رب کریم و جلیل کی ذات ہی باقی رہنے والی غیر فانی اور جاودانی ہے"؎۔ جہاں یہ جاوداں کرامت ہوگی وہیں اس سے فیض پانے والے بھی ہوں گے اور ان کی مسرتیں بھی۔

اب ایک واضح تر اور حتمی قسم کی وحی نازل ہوئی جس میں یہ حصۂ متن شامل تھا۔ پہلی آیت میں حشر کا حوالہ ہے۔ "وہ دن جب آئے گا کوئی متنفس لب کشا نہ ہو سکے گا۔ بجز اس کے جسے اللہ کی جانب سے رخصت گویائی عطا ہو۔ شقی و سعید، وہ جو شقی ہوں گے آتش دوزخ میں ہوں گے، آہ و فغاں ان کا مقدر ہوگی۔ وہ اس میں رہیں گے جب تک کہ آسمان و زمین قائم رہیں گے سوا اس کے کہ اللہ کی مشیت کچھ اور ہو۔ بالیقین تمہارا رب جو چاہتا ہے کرتا ہے۔۔۔ اور جو سعید ہوں گے وہ باغ جنت میں رہیں گے جب تک زمین و آسمان قائم ہیں۔ سوا اس کے کہ اللہ کچھ اور چاہے۔ یہ ایسا انعام ہوگا جو واپس نہ لیا جائے گا"۔؎

آخری الفاظ ظاہر کرتے ہیں کہ مشیت الٰہی یہ نہیں ہے کہ فیصلے کے بعد جنت کا جو انعام انسان کو ملے وہ اس سے واپس لیا جائے جیسا کہ پہلی جنت کے سلسلے میں آدم کے ساتھ ہوا تھا۔ مذکورہ بالا آیات سے متعلق دوسرے سوالات کا جواب خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا ہے، جو اپنے پیروؤں سے جنت، دوزخ، حشر و نشر کے بارے میں برابر گفتگو فرماتے رہتے تھے۔ ایک موقع پر آپ نے فرمایا: "خدا جو اپنے جوار رحمت میں جگہ دیتا ہے جس کو چاہتا ہے۔ جنت والوں کو جنت میں داخل فرمائے گا اور دوزخ والوں کو دوزخ میں۔ پس ازاں وہ فرشتوں کو حکم دے گا جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہو اس کو آتش دوزخ سے

toobaa-elibrary.blogspot.com



نکال لو...... تب وہ انسانوں کے ایک جم غفیر کو باہر نکال لیں گے اور عرض کریں گے، "اے ہمارے رب ہم نے کوئی بھی بھلا انسان چھوڑا نہیں ہے جس کو دوزخ سے نکال نہ دیا ہو تب اللہ کا ارشاد ہوگا۔۔۔۔ فرشتے شفاعت کر چکے، انبیاء شفاعت کر چکے، اہل ایمان شفاعت کر چکے۔ اب تو صرف رحمٰن و رحیم کی شفاعت رہ گئی ہے اور وہ ایسے لوگوں کو آتش دوزخ سے باہر نکالے گا جن سے کوئی نیکی سرزد ہی نہیں ہوئی اور ان کو جنت کے دروازے پر واقع ایک دریا میں ڈال دے گا جس کو "زندگی کا دریا" کہتے ہیں ۳۶

اور ان لوگوں کے بارے میں جو جنت میں ہوں گے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اللہ اہل جنت سے سوال کرے گا "تم خوب خوش ہو؟" وہ عرض کریں گے "اے رب، ہم کیوں خوش اور مسرور نہ ہوں گے۔ تو نے ہم پر جو انعام فرمایا، اس سے کسی اور مخلوق کو بہرہ ور نہیں کیا۔" تب اللہ فرمائے گا "میں اس سے بھی بڑھ کر انعام سے تم کو بہرہ مند نہ کر دوں؟" وہ عرض کریں گے "مالک اس سے بھی بڑھ کر کیا ہو سکتا ہے؟" اللہ فرمائے گا "میں اپنا رضوان تم پر نازل کروں گا۔"۳۷ رضوان جس کا ترجمہ کبھی "خوشنودی خوش" کیا جاتا ہے۔ اس کے انتہائی جمال کی تعبیر اللہ کی جانب سے کسی روح کی مطلق اور قطعی قبولیت سے کی جاتی ہے اور اس روح کو اپنے قرب خاص اور دائمی خوشنودی سے سرفراز کرنا ہے۔ اس اعلیٰ ترین جنت کا مطلب، اس جنت سے قطع نظر نہیں جس کا معمول کے مفہوم میں ذکر کیا جاتا ہے۔ کیونکہ قرآن ہر مبارک روح کے لیے "دو جنتوں" کا وعدہ کرتا ہے ۳۸ اور رسول نے آخرت میں اپنے حال کا تذکرہ فرماتے ہوئے اسی طرح کی دوگونہ برکات کا حوالہ دیا ہے "لقائے رب اور جنت"۔ ۳۹

---

toobaa-elibrary.blogspot.com



## حوالہ جات، حواشی، تشریحات :

۱ بخاری: ۲۶،۶۳

۲ ۸۸:۲۸

۳ ۲۷:۵۵

۴ ابن اسحٰق: ۸-۱۰۵

۵ مسلم ۱/ ۷۹؛ بخاری: ۴۴،۴۷

۶ مسلم: ۲-۵۱

۷ ۴۶:۵۵

۸ ابن اسحٰق: ۱۰۰۰

toobaa-elibrary.blogspot.com



باب — ۳۱

# عامُ الحزن
## (غم کا سال)

۶۱۹ء میں سماجی بائیکاٹ کے کالعدم ہونے پر ابھی زیادہ دن نہ گزرے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک نقصانِ عظیم سے دوچار ہو گئے۔ یہ نقصان تھا ام المومنین حضرت خدیجہؓ کی وفات۔ ان کی عمر تقریباً پینسٹھ سال تھی اور آنحضرتؐ پچاس کے قریب پہنچ رہے تھے۔ پچیس سال تک دونوں نے مکمل ہم آہنگی کے ساتھ زندگی بسر کی تھی۔ وہ آپؐ کی محض اہلیہ نہ تھیں بلکہ شمول علیؓ

toobaa-elibrary.blogspot.com



اور زیدؓ آپ کے پورے گھر کی ماں، آپؐ کی دانش مند صلاح کار اور مونس و غم خوار بھی تھیں۔ آنحضرت کی چار بیٹیاں غم سے نڈھال تھیں۔ آپؐ ان کو یہ بتا کر تسلی دے سکے کہ ایک بار ان کی زندگی ہی میں جبرئیلؑ آئے تھے اور انھوں نے کہا تھا کہ خدیجہؓ کو اللہ کا سلام پہنچایئے اور یہ خوش خبری بھی کہ اللہ نے ان کے لیے جنت میں رہائش گاہ تیار کر رکھی ہے۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد ہیؐ ایک دوسرے نقصان نے آلیا۔ یہ افتاد بجائے خود اتنی بڑی نہ تھی نہ اتنی گہرائی میں اُتر جانے والی۔ تاہم خارجی نتائج کے اعتبار سے زیادہ سنگین اور ایسی کہ اس کو بھلانا مقابلتاً کم آسان تھا۔ ابوطالب بیمار پڑے اور جلد ہی واضح ہو گیا کہ وہ قریب المرگ ہیں۔ وہ بسترِ مرگ پر تھے کہ سردارانِ قریش کی ایک جماعت آئی۔ اس میں عبد شمس کے ابوسفیان، شیبہ اور عُتبہ، جمح کا امیہ، مخزوم کا ابوجہل اور دوسرے شامل تھے۔ انھوں نے کہا: "ابوطالب تم جانتے ہو ہم تمھارے لیے عزت و احترام کے کیسے جذبات رکھتے ہیں۔ تم دیکھ رہے ہو کہ اب تمھارا یہ حال ہے۔ ہمیں تمھارے بارے میں اندیشہ ہے آج ہو کل نہیں، تمھیں معلوم ہے تمھارے بھتیجے اور ہمارے درمیان کیسی کش مکش چل رہی ہے۔ تمھارے واسطے سے کچھ رعایت ہم ان کو دے دیں اور کچھ وہ ہم کو دیں۔ وہ ہم کو ہمارے حال پر چھوڑ دیں ہم ان کو ان کے حال پر۔ وہ ہم سے اور ہمارے مذہب سے تعرض نہ کریں؟ ابوطالب نے آپ کو بلا بھیجا اور جب آپؐ آئے تو انھوں نے آپ سے کہا "میرے بھائی کے فرزند تمھاری قوم کے یہ سردار اکٹھا ہو کر آئے ہیں اور تم سے کچھ دے کچھ لے کر سمجھوتہ کرنا چاہتے ہیں۔" رسول اللہؐ نے فرمایا "ٹھیک ہے تم ایک بات میری مان لو جس کے ذریعہ تم عرب پر حکمرانی کرو گے اور اہل فارس تمھاری رعایا ہو جائیں گے" ابوجہل بولا "بہت اچھا، تمھارے باپ کی قسم ایک قول دینے کو تو ہم تیار ہی ہیں،

toobaa-elibrary.blogspot.com



دس قول اور بھی۔" رسول اللہ ؐ نے فرمایا: "اقرار کرو، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اس کے سوا جس کی بھی تم پرستش کرتے ہو اسے چھوڑ دو۔" وہ تالیاں پیٹنے لگے اور بولے "اے محمدؐ کیا تم کئی معبودوں کو ایک معبود بنا دینا چاہتے ہو۔ تمھارا مطالبہ سچ مچ عجیب ہے۔" پھر انھوں نے آپس میں کہا "تم جو چاہتے ہو یہ شخص وہ کچھ نہ مانے گا سو اپنی راہ لو اور آباو اجداد کے مذہب پر ڈٹے رہو تا آنکہ اللہ تمھارے اور اس کے درمیان فیصلہ کر دے۔

وہ لوگ جا چکے تو ابوطالب نے نبیؐ سے کہا۔ "میرے بھائی کے فرزند میں نے دیکھا تم نے ان لوگوں سے غیر معمولی مطالبہ نہیں کیا۔" ان باتوں سے رسول اللہ ؐ کو آرزو ہوئی اے کاش یہ داخلِ اسلام ہو جائیں۔ انھوں نے کہا "چچا جان! آپ وہ الفاظ اپنی زبان سے ادا کر دیجیے تاکہ میں ان کی بنا پر حشر کے دن آپ کی شفاعت کر سکوں۔" ابوطالب نے کہا۔ "بھتیجے اگر مجھے یہ ڈر نہ ہوتا کہ قریش کے لوگ خیال کریں گے کہ میں نے موت کے اندیشے سے یہ الفاظ کہہ دیے تو میں انھیں زبان سے ادا کر دیتا۔ تاہم میرا ان الفاظ کو زبان پر لانا صرف تمھاری خوشنودی خاطر کے لیے ہوتا۔" بعد ازاں جب ابوطالب کی موت کا وقت قریب آیا تو عباس نے دیکھا کہ ان کے ہونٹ ہل رہے ہیں۔ انھوں نے اپنا کان ان کے قریب کیا اور سنا پھر کہا "میرے بھائی نے وہ الفاظ کہہ دیے جنھیں زبان سے ادا کرنے کو تم نے اُن سے کہا تھا۔" لیکن رسول اللہ ؐ نے فرمایا: "میں نے تو نہیں سنا۔"

اب مکہ میں ان تمام لوگوں کو مشکل پیش آتی جا رہی تھی جنھیں سردارانِ قریش کا تحفظ حاصل نہ تھا۔ نبیؐ سے جا ملنے سے پہلے ابوبکرؓ ایک خاصے بااثر آدمی تھے لیکن عمرؓ اور حمزہؓ کی مانند وہ بذاتِ خود خطرناک آدمی نہ تھے۔ اس لیے ان سے لوگوں کو ڈر نہ لگتا تھا۔ ہاں وہ لوگ ضرور ان سے مرعوب تھے جنھوں نے

toobaa-elibrary.blogspot.com



روحانی وجوہ کی بنا پر ان کا احترام کرنا سیکھ لیا تھا اور جب ان کے اسلام نے اُن کے اور سردارانِ قریش کے درمیان رکاوٹ کھڑی کر دی تو ان کا اثر گھٹ کر نہ ہونے کے برابر پہنچ گیا۔ دوسری طرف نئے مذہب کے حامیوں کے درمیان ان کے اثر میں اضافہ ہوگیا۔ ابوبکرؓ کے لیے صورتِ حال میں مزید شدت ان کے بارے میں اس شہرت کے سبب ہوئی کہ وہ ہی تبدیلیٔ مذہب کے متعدد واقعات کے ذمّہ دار ہیں اور ہوسکتا ہے کہ یہ جزوی طور پر اسود ابن نوفل کے اسلام لانے کا انتقام ہی رہا ہو کہ ایک دن حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے سوتیلے بھائی نوفل نے طلحہؓ اور ابوبکرؓ پر ایک حملے کا بندوبست کیا۔ یہ لوگ شاہراہِ عام پر سوتے رہ گئے تھے۔ حملہ آوروں نے دونوں کے ہاتھ پاؤں ایک ساتھ باندھ دیے۔ حضرت ابوبکرؓ کے قبیلے تیم کے لوگوں نے قبیلۂ اسد کے لوگوں کے خلاف کوئی مداخلت نہ کی جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اپنی شاخ کی دو اہم مسلم شخصیتوں کو اپنا تسلیم نہ کرتے تھے۔

اس قسم کے اور بھی واقعات پیش آئے ہوں گے۔ جُمح کے سردار اور بلالؓ کے سابق آقا اُمیّہ اور ابوبکرؓ کے مابین تعلقات بد سے بدتر ہو رہے تھے اور وہ انھی لوگوں کے درمیان رہ رہے تھے۔ ایک وقت ایسا آیا کہ انھوں نے محسوس کیا کہ ترکِ وطن کے سوا اب ان کے لیے کوئی چارہ نہیں۔ نبیؐ سے اجازت حاصل کر لینے کے بعد وہ ان لوگوں سے جا ملنے کے ارادے سے جو ابھی حبشہ میں رہ گئے تھے، چل پڑے لیکن قبل اس کے کہ وہ بحرِ احمر تک پہنچتے ان کی ملاقات ابن الدغنہ سے ہوگئی۔ یہ شخص اس زمانے میں حلیف قبائل کی ایک ٹولی کا جو مکّے سے تھوڑے ہی فاصلے پر فروکش تھی سردار تھا۔ یہ قبائل قریش کے اتحادی تھے۔ یہ بدوی سردار ابوبکرؓ کو ان کی دولت و اثر کے زمانے میں اچھی طرح جانتا تھا لیکن اب وہ ایک صحرا نورد راہب نظر آ رہے تھے۔ اس تغیرِ حال سے متحیر ہو کر اس نے انھیں ٹوکا۔ "میری قوم نے

toobaa-elibrary.blogspot.com



مجھ سے بدسلوکی کی، اور مجھے نکال باہر کیا۔ اب مجھے کوئی اور تمنا نہیں سوا اس کے کہ خدا کی عبادت اور روئے زمین پر سفر کرتا رہوں۔" ابوبکرؓ نے کہا۔ ابن الدغنہ نے سوال کیا۔" انھوں نے یہ کیوں کیا ہے؟ تم تو اپنے قبیلے کی زیب و زینت ہو۔ کوئی افتاد پڑے تو مدد کرنے والے۔ نیکوکار ہمیشہ دوسروں کی حاجت براری کرنے والے، لوٹ چلو کہ اب تم میری امان میں ہو۔" چنانچہ وہ انھیں مکّے واپس لے گیا۔ وہاں اُس نے یہ کہتے ہوئے لوگوں کو مخاطب کیا۔" اے اہلِ قریش میں نے ابو قحافہ کے بیٹے کو تحفظ دیا ہے۔ اس لیے اب کوئی بھی ان کے ساتھ حسنِ سلوک کے سوا پیش نہ آئے۔" قریش نے تحفظ کی توثیق کی اور وعدہ کیا کہ ابوبکرؓ کو گزند نہ پہنچے گا لیکن بنی جمح کے ورغلانے پر انھوں نے ان کو تحفظ دینے والے سے کہا" ان سے کہہ دو کہ یہ اپنے رب کی پرستش اندرونِ خانہ کریں۔ عبادت یا تلاوت جو بھی کرنا ہو، وہاں ہی کریں۔ ہم کو دکھا اور سنا کر ہمیں پریشان نہ کریں۔ کیونکہ ان کی شکل میں کشش ہے اور ان کا اپنا ایک انداز ہے۔ ہم ڈرتے ہیں کہ کہیں یہ ہمارے بیٹوں اور عورتوں کو بہکا نہ لیں۔ ابن الدغنہ نے یہ بات ابوبکرؓ کو بتا دی۔ تھوڑے دن انھوں نے گھر ہی میں عبادت اور وہیں قرآن کی تلاوت کی۔ اور بنی جمح کے بڑوں اور ان کے مابین ہیجان فرو رہا۔ قبیلۂ ہاشم کے سردار کی حیثیت سے ابولہب ابوطالب کا جانشین ہوا۔ ابولہب نے بھتیجے کو جو تحفظ دیا وہ بس برائے نام تھا اور نبیؐ کے ساتھ جتنی بدسلوکی اس زمانے میں ہوئی اس سے پہلے کبھی نہ ہوئی تھی۔ ایک موقع پر ایک راہ گیر نے آپؐ کے دروازے میں جھانکا اور ایک متعفن اوجھڑی آپؐ کے کھانا پکانے کے برتن میں اچھال دی۔ ایک بار جب آپؐ اپنے گھر کے صحن میں نماز پڑھ رہے تھے ایک شخص نے بھیڑ کی بچہ دانی جو غلاظت اور خون سے بھری ہوئی تھی آپؐ کے اوپر پھینک دی۔ اس کو ٹھکانے لگانے سے پہلے آپؐ نے ایک لکڑی

toobaa-elibrary.blogspot.com



کے سر پر اس کو اٹھایا اور اپنے دروازے پر کھڑے ہو کر آواز دی۔ "اے عبد مناف کے بیٹو، یہ کس قسم کا تحفظ ہے جو مجھے تم سے مل رہا ہے؟" آنحضرتؐ نے دیکھ لیا تھا کہ یہ نازیبا حرکت کرنے والا رقیہؓ کے شوہر عثمانؓ کا سوتیلا باپ عبد شمس کے قبیلے کا عُقبہ تھا۔ ایک دوسرے موقع پر جب نبیؐ حرم کعبہ سے باہر تشریف لا رہے تھے تو ایک شخص نے زمین سے مٹی اٹھائی اور آپؐ کے سر اور چہرے پر جھونک دی۔ جب آپؐ اسی حال میں گھر پہنچے تو آپؐ کی بیٹیوں میں سے ایک نے چہرۂ مبارک اور سر کو دھو کر صاف کیا۔ وہ دھوتی جاتی تھیں اور روتی جاتی تھیں۔ آپؐ نے فرمایا ــ

"مِنّی بیٹی رو نہیں، اللہ تیرے باپ کی حفاظت کرے گا"

یہ مرحلہ تھا جب آپؐ نے طائف کے لوگوں اور قبیلۂ ثقیف سے مدد مانگنے کا فیصلہ کیا۔ ایک ایسا فیصلہ جو اس صورت حال کی کھلی ہوئی سنگینی کی واشگاف عکاسی کرتا تھا جس سے آپؐ مکہ میں دوچار تھے کیونکہ سوا اس حقیقت کے کہ سچائی ہر شے پر فتح پا لیتی ہے فی الواقع ثقیف سے" جو اللات دیوی کے مندر کے پروہت تھے "کیا امید کی جا سکتی تھی؟ وہ اس دیوی کی زیارت گاہ کو بیت اللہ کا ہم رُتبہ خیال کرنا پسند کرتے تھے۔ تاہم وہاں بھی کچھ مستثنیٰ شخصیتیں ہو سکتی تھیں جیسے کہ کچھ مکے میں تھیں اور نبیؐ ریگ زار سے خوش آمدید کہنے والے سبزہ زار درختوں کے جھنڈ' باغات اور اناج کے کھیتوں کی طرف جو چہار دیواری سے گھرے ہوئے شہر کی بیرونی حد تھے، سوار ہو کر چلے تو آنحضرتؐ کا دل امید سے خالی نہ تھا۔ وہاں پہنچ کر آپؐ سیدھے ان تین بھائیوں کے گھر گئے جو اس زمانے میں ثقیف کے قائد تھے۔ یہ تینوں ابن امیہ کے بیٹے تھے۔ وہ شخص جس کو ولید طائف میں اپنا مثیل و نظیر سمجھتا تھا "قریتین کے دو بڑے آدمیوں میں سے دوسرا" لیکن جب نبیؐ نے ان سے اسلام لانے اور اپنے مخالفین کے خلاف مدد کے لیے فرمایا تو

toobaa-elibrary.blogspot.com



ان میں سے ایک فوراً بول اٹھا "اگر اللہ نے تم کو رسول بنا کر بھیجا ہے تو میں کعبے کے پردے نوچ کر پھینک دوں گا۔" دوسرے نے کہا "کیا خدا تمھارے سوا کسی دوسرے کو رسول بنا کر نہ بھیج سکتا تھا؟" اور تیسرا یوں گویا ہوا "میں تم سے ہرگز بات نہ کروں گا اس لیے کہ اگر تم اللہ کے رسول ہو جیسا کہ تم کہتے ہو تو تم میری نگاہ میں اتنی بڑی شخصیت ہو کہ میں تم کو مخاطب ہی نہیں کر سکتا اور اگر تم جھوٹ بول رہے ہو تو یہ موزوں نہیں کہ میں تم سے بات کروں۔"

ان کی اس بدکلامی کے بعد نبیؐ ان کے پاس سے اٹھ کر چلے۔ شاید اس ارادے سے کہ طائف میں کہیں اور کوشش کر دیکھیں — لیکن جب آپ ان کے پاس سے چل دیے تو انھوں نے اپنے غلاموں اور خادموں کو بھڑکایا کہ وہ آپ کی ذلت کریں اور آپ پر آوازے کسیں۔ یہاں تک کہ آپ کے خلاف ایک بھیڑ اکٹھا ہو گئی اور آپ مجبور ہو گئے کہ پھلوں کے ایک نجی باغ میں پناہ لیں۔ ایک بار جب آپ اس باغ میں داخل ہو گئے تو ہجوم منتشر ہونا شروع ہو گیا۔ آپ نے اپنے اونٹ کو کھجور کے ایک پیڑ سے باندھ دیا۔ انگور کی بیل کا سایہ تھا اُدھر گئے اور اُس کی چھاؤں میں جا بیٹھے۔

جب آپ نے اپنے کو محفوظ اور بخیر محسوس کیا تو دعا کے لیے ہاتھ اٹھا دیے۔

"بار الٰہا! میں تیرے حضور اپنی بے بسی اور لوگوں کی نگاہ میں اپنی بے قدری کا شکوہ کرتا ہوں۔ تو سارے ہی ناتوانوں کا پروردگار ہے۔ تو ہی میرا پروردگار بھی ہے تو مجھے کس کے حوالے کر رہا ہے۔ دُور دراز کے کسی بیگانے کے؟ جو مجھ سے درشتی کے ساتھ پیش آئے یا دشمن کے جس کو تو نے میرے اوپر قابو پانے کا یارا دے دیا ہے۔ تو مجھ سے ناراض نہ ہو تو مجھے (کسی کی) پروا نہیں، ہاں تیری طرف سے مجھے عافیت نصیب ہو جائے تو میرے لیے اس میں زیادہ کشادگی ہے۔ میں تیری تجلیٔ ذات کی پناہ لیتا ہوں جس سے تاریکیاں بقعۂ نور بن جاتی ہیں اور دنیا و آخرت دونوں کے معاملات سدھر اور سنور جاتے ہیں۔ مبادا کہ تو اپنا غضب مجھ پر نازل فرمائے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تیری ناراضگی میرے

toobaa-elibrary.blogspot.com



نصیب میں آئے۔ میں تیری مرضی پر راضی ہوں تا آنکہ تو (مجھ سے) راضی نہ ہو جائے۔ کوئی انقلاب حال ممکن نہیں، کوئی طاقت بہم نہیں پہنچ سکتی مگر تیری ذات سے۔"

وہ جگہ جہاں رسولؐ نے امن و سکون پایا تھا اتنی سنسان نہ تھی جتنی دیکھنے میں معلوم ہوتی تھی۔ قریش کا ہر شخص اتنی دولت کی آس لگایا کرتا تھا جو طائف کی سرسبز پہاڑی پر ایک گھر اور ایک باغ خریدنے کے لیے کافی ہو جہاں وہ جا کر پناہ لے سکیں جب مکے کی گرمی کی شدت نقطۂ عروج پر ہو۔ یہ میوہ باغ ثقیف کے کسی شخص کی ملکیت نہ تھا بلکہ ایک ایسی جائداد کا حصہ تھا جس پر شمسی قائدین عتبہ اور شیبہ کو حقوق مالکانہ حاصل تھے۔ یہ لوگ اس وقت بھی تاکستان سے متصل اپنے باغ کے ایک گوشے میں بیٹھے تھے جو کچھ ہوا تھا وہ انھوں نے دیکھا تھا اور ایسا بھی نہ تھا کہ ثقیف کے اوباشوں نے قریش کے ایک شخص کے ساتھ جس طریقے سے برتاؤ کرنے کی جسارت کی تھی اس کے خلاف ان کے اندر تصرف کے جذبات نہ رہے ہوں، مزید برآں یہ شخص بھی تو انہی جیسا تھا عبد مناف کی اولاد۔ رہے اختلافات جو ان کے مابین حائل ہو گئے تھے کیا اب وہ تقریباً ختم نہیں ہو گئے تھے۔ انھوں نے آخری بار محمدؐ کو ابوطالب کے بستر مرگ کے پاس دیکھا تھا اور اب وہ بے یار و مددگار اور واضح طور پر نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن کی حالت میں تھا۔ یہ محسوس کر کے کہ اس کے ساتھ ان کے فیاضانہ سلوک کا جواز ہے انھوں نے عداس نامی اپنے عیسائی غلام کو آواز دی اور اس سے کہا "یہ خوشۂ انگور طشتری میں رکھ کر لے جاؤ، اس شخص کو دو، اور اس سے کہو کہ اس میں سے کھائے۔" عداس نے ویسا ہی کیا جیسا انھوں نے اس کو حکم دیا تھا۔ نبیؐ نے انگور کو ہاتھ لگایا اور فرمایا "بسم اللہ"۔ عداس غور سے آپ کے چہرے کو دیکھ رہا تھا۔ اس نے کہا "یہ الفاظ تو اس ملک کے لوگ زبان سے ادا نہیں کرتے۔" نبیؐ نے دریافت کیا "تم کس ملک کے ہو اور تمہارا دین کیا ہے؟"

toobaa-elibrary.blogspot.com



اس نے جواب دیا "میں نینویٰ کی قوم کا ہوں۔" نبیؐ نے سوال کیا۔ "متی کے بیٹے راست باز یونسؑ کے شہر کا؟" عداس نے پوچھا "تم کیا جانو متی کے بیٹے یوناہ کے بارے میں کچھ؟" جواب ملا "وہ ایک نبی تھے، میں بھی ایک نبی ہوں۔" عداس جھکے اور آنحضرتؐ کا سر، ہاتھ اور پیر چوم لیا۔

عتبہ اور شیبہ دونوں نے یہ دیکھا تو دونوں نے ایک دوسرے سے بے ساختہ کہا۔ گویا ایک آواز ہوکر "لو چھٹی ہوئی تمھارے غلام کی۔ وہ بگڑ چکا۔" اور جب عداس ان کے پاس واپس پہنچے نبیؐ کو اطمینان سے انگور کھاتا چھوڑ کر تو انھوں نے کہا "دور ہو عداس کیا دیکھا تونے جو اس شخص کا سر اور ہاتھ اور پیر چوم لیا؟" عداس نے جواب دیا۔ "آقا روئے زمین پر اس شخص سے بہتر کوئی آدمی نہیں۔ انھوں نے مجھے وہ باتیں بتائی ہیں جو ایک نبی ہی جان سکتا ہے۔" انھوں نے کہا "دور ہو تو عداس۔ دیکھنا وہ تجھ کو تیرے دین سے منحرف نہ کر دے۔ تیرا دین اس کے دین سے بہتر ہے۔"

نبیؐ نے جب دیکھا کہ اس نوبت پر قبیلۂ ثقیف سے کسی خیر کی توقع نہیں تو آپؐ طائف سے چل دیے اور مکے کی سمت روانہ ہوگئے۔ رات گئے نخلہ کی وادی میں پہنچے۔ یہ وادی ان دونوں شہروں سے جنھوں نے آپؐ کو رد کر دیا تھا آدھے راستے پر ایک پڑاؤ ہے۔ رد کیے جانے کے شدید احساس کے لمحے میں دور دراز نینویٰ کے ایک باشندے نے آپؐ کی نبوت کا اعتراف کیا تھا اور اب جب کہ آپؐ نخلہ کے مقام پر نماز میں کھڑے ہوئے تھے جنوں کی ایک ٹولی قریب سے گزری ــــ نصیبین میں سے سات جن ــــ اور وہ ٹھٹک کر کھڑے ہوگئے۔ قرآن کی جو آیات آپؐ تلاوت فرما رہے تھے ان سے مسحور ہوکر۔ نبیؐ کو معلوم تھا کہ آپؐ صرف انسانوں کی دنیا کے لیے رسول بنا کر نہیں بھیجے گئے ہیں۔ وحی نے قریبی زمانے میں اس کی صراحت کر دی تھی۔ "ہم نے نہیں بھیجا ہے تم کو مگر عالمین کے لیے رحمت بنا کر"[1] اور ایک ابتدائی سورہ میں

toobaa-elibrary.blogspot.com


جن اور انس دونوں کو مخاطب کر کے جہنم سے جو بدی کی سزا ہوگی خبردار کیا گیا ہے اور دونوں سے جنت کا جو پاک بازی کا انعام ہوگی وعدہ کیا گیا ہے۔ اب یہ وحی نازل ہوئی۔ "اے نبی کہو میری طرف وحی بھیجی گئی ہے کہ جنوں کے ایک گروہ نے غور سے سنا پھر جا کر اپنی قوم کے لوگوں سے) کہا۔ "ہم نے ایک عجیب قرآن سنا ہے جو راہِ راست کی طرف رہنمائی کرتا ہے اس لیے ہم اس پر ایمان لے آئے ہیں" اور ایک دوسری وحی نے بتایا کس طرح جن اپنی قوم کی طرف پلٹے اور اپنی قوم پر زور دیا کہ اللہ کے داعی کی پکار پر لبیک کہیں۔ نبیؐ کو انھوں نے اسی داعی اللہ کے لقب سے یاد کیا۔

نبیؐ کا جی نہ چاہتا تھا کہ پھر اسی ماحول میں واپس جائیں جس نے ابھی دو ہی دن پہلے آپؐ کو گھر بار چھوڑنے پر مجبور کیا تھا۔ ہاں اگر کوئی تحفظ دینے والا ہوتا تو وہ اپنے مشن کو پورا کرنے کا سلسلہ جاری رکھ سکتے تھے۔ بنی ہاشم آپؐ کے کام نہ آئے تھے اس لیے آپؐ کا خیال اپنی ماں کے خاندان کی طرف گیا۔ وہاں صورتِ حال غیر معمولی تھی۔ اس لیے کہ قبیلۂ زُہرہ میں سب سے زیادہ نمایاں اور بااثر شخص اَخنَس ابن شَرِیق تھا جو حقیقی معنوں میں اس خاندان سے تعلق نہ رکھتا تھا: قریش ہی سے اس کا تعلق تھا۔ دراصل وہ قبیلۂ ثقیف کا تھا لیکن لمبی مدت سے قبیلۂ زُہرہ کا حلیف تھا۔ اور وہ اس کو اپنا سردار ماننے لگ گئے تھے۔ آنحضرتؐ نے اس سے مدد مانگنے کا ابھی فیصلہ کیا ہی تھا کہ ایک گھڑسوار پیچھے سے آیا اور آپؐ کے برابر سے گزرا۔ وہ بھی مکے جا رہا تھا اور آپؐ سے زیادہ تیز رفتاری سے سفر کر رہا تھا۔ اس لیے آپؐ سے پہلے مکہ پہنچنے والا تھا۔ بنابریں آپؐ نے اس سے خواہش کی کہ مہربانی کر کے مکہ پہنچنے پر اخنس کے پاس جائے اور کہے کہ "محمدؐ کہتے ہیں کہ کیا تم مجھے اپنی امان میں لو گے کہ میں اپنے رب کا پیغام پہنچا سکوں۔" گھڑسوار مہربان تھا۔ اس نے ذمہ داری لی کہ وہ جواب لے کر واپس آئے گا جو نفی میں نکلا

toobaa-elibrary.blogspot.com



کیونکہ اخنس نے بس اتنا کہا کہ کسی حلیف کو اس خاندان کی جانب سے بات کرنے اور امان دینے کا اختیار نہیں ہے جو پورے خاندان کو جس کا وہ حلیف ہے پابند کر دے۔ نبیؐ نے جو اب مکہ سے بہت دور نہ تھے اسی قسم کا پیغام سہیل کے پاس بھیجا۔ اس کا جواب بھی مایوس کن ہی تھا۔ ہر چند کہ اس نے انکار کی جو وجہ ظاہر کی اس کا اسلام دشمنی سے کوئی تعلق نہ تھا بلکہ ایک بار پھر قبائلی اصول درمیان تھا۔ مکہ کی وادی میں اس کا خاندان باقی سب خاندانوں سے اس لحاظ سے الگ تھا کہ یہ لوگ تنہا عامر ابن لوی کی اولاد تھے جبکہ دوسرے سب عامر کے بھائی کعب کے اخلاف تھے۔ سہیل نے جواب میں صرف اتنا کہا۔ "عامر کے بیٹے کعب کے بیٹوں کے خلاف امان نہیں دیتے۔" یہ جواب سننے کے بعد نبیؐ اس راستے سے جو شہر کو جاتا تھا کترا کے چلے اور آپؐ نے غارِ حرا میں پناہ لی جہاں پہلی وحی آپ پر نازل ہوئی تھی وہاں سے آپؐ نے اپنی درخواست ایک ایسے سرکردہ شخص کے پاس بھیجی جس سے خود آپؐ کی زیادہ قریب کی رشتہ داری تھی۔۔۔۔ مُطعم نوفل کا سردار ان پانچ آدمیوں میں سے ایک جنھوں نے شعب ابی طالب کے مقاطعے کے کالعدم کیے جانے کی خاطر مہم منظم کی تھی۔ مُطعم فی الفور راضی ہو گیا اس نے کہلا بھیجا "شہر میں داخل ہو" اور اگلی صبح اپنے بیٹوں اور بھتیجوں کے ہمراہ پورے طور پر مسلح ہو کر، نبیؐ کو اپنی نگرانی میں کعبے تک لے گیا۔ ابوجہل نے دریافت کیا "آیا وہ محمدؐ کے پیرو ہو گئے ہیں؟" انھوں نے جواب دیا "ہم ان کو امان دے رہے ہیں؟" اور مخزومی بس اتنا کہہ پایا "جس کو تم امان دو اس کو ہم بھی امان دیتے ہیں۔"

toobaa-elibrary.blogspot.com


## حوالہ جات، حواشی و تشریحات :

ا؎ بعض مورخین نے لکھا ہے کہ حضرت خدیجہؓ کی وفات ابوطالب سے پہلے ہوئی۔ واقدی کی روایت پینتیس ۳۵ دن پہلے کی ہے، مگر معتبر اور مشہور بات یہی ہے کہ ابوطالب کا انتقال پہلے ہوا۔ (سیرت سرور عالم ج ۲ صفحہ ۶۲۲۔ مولانا مودودیؒ)

۲؎ وہ عثمانؓ کی ساس اَرویٰؓ کا دوسرا شوہر تھا۔ اَرویٰؓ رسولؐ کی بنت عم (چچیری بہن) تھیں۔ ان کا نام دونوں کی پھوپھی طلیبؓ کی والدہ کے نام پر رکھا گیا تھا۔

۳؎ ۲۱ : ۱۰۷

۴؎ ۵۵

۵؎ ۷۲ : ۱-۲

۶؎ ۴۶ : ۱-۳۰

۷؎ ملاحظہ ہو شجرۂ نسب

toobaa-elibrary.blogspot.com


## باب — ۳۲

# تیری تجلیٔ ذات

ابوطالب کی بیوہ فاطمہؓ اپنے شوہر کی موت یا اس سے پہلے داخلِ اسلام ہو چکی تھیں اور یہی معاملہ علیؓ اور جعفرؓ کی بہن اُمّ ہانیؓ کا بھی تھا لیکن توحید کا پیغام امّ ہانیؓ کے شوہر ہُبیرہ کے سر کے اوپر سے گزر گیا تھا اس نے اس پیغام کا کوئی اثر قبول نہیں کیا تھا تاہم جب نبیؐ اس کے گھر تشریف لے جاتے تو آپؐ کو خوش آمدید کہتا۔ اور اگر آپؐ کی تشریف آوری کے کسی موقع پر نماز کا وقت آجاتا تو

toobaa-elibrary.blogspot.com



گھر کے مسلم افراد ایک ساتھ نماز پڑھ لیتے۔ ایسے ہی ایک موقع پر جب سب لوگ آپ کی امامت میں عشاء کی نماز ادا کر چکے تو اُمِ ہانیؓ نے نبیؐ کو دعوت دی کہ ان کے گھر ہی پر شب بسر فرمائیں آپ نے ان کی دعوت قبول فرمائی۔ لیکن مختصر استراحت کے بعد آپ اُٹھے اور مسجد حرام چلے گئے کیونکہ رات کعبے میں گزارنے سے آپ کو بڑا شغف تھا۔ اس اثنا میں کہ آپ وہاں تھے دوبارہ آپ کو نیند کی خواہش ہوئی اور آپ حجر میں آرام فرما ہوگئے۔

"جب میں حجر میں سو رہا تھا جبرئیلؑ میرے پاس آئے اور انھوں نے مجھے پیر کی ٹھوکر سے ہوشیار کیا اس پر میں سیدھا اٹھ کر بیٹھ گیا تاہم میں نے کچھ دیکھا نہیں پھر لیٹ گیا۔ دوبارہ وہ آئے اور تیسری بار، اور تب انھوں نے میرا بازو پکڑا میں اٹھا اور ان کے پہلو میں کھڑا ہوگیا۔ وہ مجھے مسجد حرام کے دروازے تک لے گئے، وہاں ایک سفید چوپایہ تھا۔ شباہت وجسامت میں خچر اور گدھے کے درمیان، اس کے پہلوؤں میں بال و پر تھے جن کی مدد سے وہ اپنے پیروں کو حرکت دیتا تھا اور اس کا ہر قدم اتنے فاصلے پر پڑتا تھا جتنی دور اس کی نگاہ جا سکتی تھی؛"

نبیؐ نے بتایا کیسے وہ بُراق پر سوار ہوئے۔ یہی اس چوپائے کا نام تھا۔ عظیم فرشتہ پہلو میں راہ دکھاتا رخشِ آسمانی کے قدم سے قدم ملاتا چل رہا تھا۔ وہ شمال کی سمت تیز رفتاری سے بڑھ رہے تھے۔

یثرب کے آگے خیبر کے آگے یہاں تک کہ یروشلم جا پہنچے۔ وہاں آپ کی ملاقات انبیاءؑ کی ایک جماعت سے ہوئی ــــ ابراہیمؑ۔ موسیٰؑ۔ عیسیٰؑ اور دوسرے ــــ اور جب وہاں ہیکل (سلیمانی) کے مقام پر آپ نے نماز ادا فرمائی تو ان سبھوں نے آپ کے پیچھے صف بستہ ہوکر نماز ادا کی۔ بعد ازاں دو برتن آپ کے سامنے لائے گئے اور آپ کو پیش کیے گئے۔ ایک میں شراب تھی دوسرے میں دودھ۔ آپ نے دودھ کا برتن اٹھا لیا اور اس میں سے نوش فرمایا۔ شراب کے برتن کی جانب رُخ نہ کیا۔ جبرئیلؑ نے

toobaa-elibrary.blogspot.com



کہا۲۱ "اے محمدؐ آپ کو راہِ فطرت کی ہدایت عطا ہوئی اور اسی کی ہدایت آپ نے اپنی قوم کو دی اور شراب آپ پر حرام کی گئی۔"

بعدازاں وہی ہوا جو آپ سے پہلے دوسروں کے ساتھ ہو چکا تھا۔ الیاسؑ عیسیٰؑ اور مریمؑ کے ساتھ ــــ محمدؐ لے جائے گئے اس زندگی سے پرے آسمان پر۔ معبد کے محل وقوع کے وسط میں صخرہ سے آپ پھر براق پر سوار ہوئے جس نے اوپر کی سمت اڑان کے لیے اپنے بازوؤں کو حرکت دی اور اپنے سوار کے لیے الیاسؑ کا آتشیں رتھ بن گیا۔ عظیم فرشتے کی رہنمائی میں ــــ جس نے اب اپنے کو ایک آسمانی مخلوق کے روپ میں ظاہر کیا ــــ وہ جسمانی شکلوں، مکان و زمان کے حدود ارضی سے ماوراء صعود کر گئے۲۲ اور جب وہ ہفت افلاک سے گزرے تو پھر ان کی ملاقات ان انبیاءؑ سے ہوئی جن کے ساتھ آپ نے یروشلم میں نماز ادا کی تھی لیکن وہاں وہ آپ کو اس شکل میں نظر آئے تھے جو زمین پر ان کی زندگی کے دوران تھی۔ جب کہ اب آپ نے ان کو ان کی سماوی حقیقت کے روپ میں دیکھا جیسے کہ انھوں نے بھی آپ کو دیکھا۔ آپ کو ان کی تبدیلیٔ صورت پر استعجاب تھا۔ یوسفؑ کے بارے میں آپ نے فرمایا کہ ان کے چہرے میں بدرِ کامل کی آب و تاب تھی۲۳ اور یہ کہ تمام موجود حسن و جمال کا نصف سے کم انہیں یہیں ودیعت کیا گیا تھا۲۴ تاہم اس بات نے اپنے دوسرے بھائیوں کے بارے میں آپ کی حیرت آمیز پسندیدگی کو کم نہ کیا اور آپ نے خاص طور پر ہارونؑ کے رفیع الشان حسن و جمال کا ذکر کیا ہے۲۵۔ مختلف آسمانوں میں جن باغات سے آپ کا گزر ہوا ان کے بارے میں بعد میں آپ نے فرمایا "کمان کے برابر رقبے میں جنت کا ایک ٹکڑا زیر آفتاب تمام اس پنہائی سے بہتر ہے جس پر وہ طلوع و غروب ہوتا ہے۔ اور اگر جنتوں میں سے کوئی عورت اہل زمین کے سامنے جلوہ نما ہو تو وہ زمین اور آسمان کے درمیان ساری فضا کو خوشبو اور روشنی سے مملو کر دے گی۲۶۔" اب ہر شے جو

toobaa-elibrary.blogspot.com



آپ نے دیکھی روح کی اور اپنی روحانی فطرت کی آنکھوں سے دیکھی۔ آپ نے فرمایا "میں اس وقت بھی نبی تھا جب آدمؑ ابھی آب وگل کے درمیان تھے۔"

آپ کے صعود کا نقطۂ عروج سدرۃ المنتہیٰ عالم مادی کی انتہا پر بیری کا درخت تھا۔ اسی نام سے قرآن میں اس کا ذکر ہے اور قدیم ترین تفاسیر میں سے ایک جو نبیؐ کی احادیث پر مبنی ہے اس میں کہا گیا ہے "بیری کے درخت کی جڑ عرش میں ہے۔ اس پر ہر عالم کا علم ختم ہو جاتا ہے۔ فرشتہ بزرگ ہو یا نبیؐ مرسل۔ آگے جو کچھ ہے سرِ مخفی ہے۔ اسے اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔" کائنات کی اس چوٹی پر جبرئیلؑ اپنی پوری ملکوتی شان وشوکت کے ساتھ اس اصلی صورت میں آپ کے سامنے ظاہر ہوئے جس پر پہلی بار وہ پیدا کیے گئے تھے۔ بعد ازاں وحی کے الفاظ میں "اس وقت سدرۃ پر چھا رہا تھا جو چھا رہا تھا نگاہ نہ خیرہ ہوئی اور نہ حد سے متجاوز ہوئی۔ تحقیق دیکھا اس نے اپنے رب کی نشانیاں عظیم ترین۔" تفسیر کے مطابق تجلی الٰہی بیری کے درخت پر اُتری اور اس کو ڈھک لیا اور اس کے علاوہ بھی جو کچھ تھا اس کو بھی اور نبیؐ کی آنکھ نے بے جھپک اور بے انحراف اس کو دیکھا۔ یہ تھا جواب یا ایک جواب التجا کا جو آپ کے الفاظ میں مضمر تھی۔ "میں پناہ لیتا ہوں تیری تجلیٔ ذات میں۔"

سدرۃ المنتہیٰ پر نبیؐ کو اپنی امت کے لیے روزانہ پچاس نمازوں کا حکم ملا۔ اور تب ہی آپ پر وہ وحی نازل ہوئی جو اسلام کے بنیادی عقیدے پر مشتمل ہے۔ "رسول اس ہدایت پر ایمان لایا ہے جو اس کے رب کی طرف سے اس پر نازل ہوئی اور جو لوگ اس رسول کے ماننے والے ہیں انھوں نے بھی اس ہدایت کو دل سے تسلیم کر لیا ہے۔ یہ سب اللہ کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں کو مانتے ہیں ان کا قول یہ ہے کہ ہم اللہ کے رسولوں کو ایک دوسرے سے الگ نہیں کرتے

toobaa-elibrary.blogspot.com



ہم نے حکم سنا اور اطاعت قبول کی مالک ہم تجھ سے خطا بخشی کے طالب ہیں اور ہمیں تیری ہی طرف پلٹنا ہے۔" [۱۱]

جیسے وہ اوپر گئے تھے ویسے ہی سات آسمانوں سے گزر کر نیچے آئے۔ آپ نے فرمایا "اپنی واپسی پر جب میں موسیٰؑ کے پاس سے گزرا اور کتنے اچھے دوست تھے وہ تمھارے انھوں نے مجھ سے سوال کیا "کتنی نمازیں آپ پر لازم گردانی گئی ہیں؟" میں نے ان کو بتایا پچاس نمازیں ہر دن۔" اس پر انھوں نے کہا "نماز با جماعت ایک بار گراں ہے اور آپ کی امت ناتواں ہے۔ آپ اپنے رب کے پاس واپس جایئے اور درخواست کیجیے کر اس بار کو آپ کے لیے اور آپ کی امت کے لیے ہلکا کر دے۔" چنانچہ میں واپس ہوا اور میں نے اپنے رب سے عرض کیا کہ اس بار میں تخفیف فرما دی جائے۔ اور پروردگار نے دس کم کر دیں۔ میں پھر موسیٰؑ کے پاس سے گزرا اور انھوں نے اپنی وہی بات دہرائی جو انھوں نے پہلے کہی تھی۔ اس لیے میں پھر لوٹا اور دس نمازوں کی مجھ پر سے مزید تخفیف کر دی گئی لیکن ہر بار جب میں موسیٰؑ کے پاس لوٹ کر آیا انھوں نے مجھے واپس بھیج دیا۔ یہاں تک کہ بالآخر سب نمازیں معاف ہو چکیں سوائے ہر شب و روز میں پانچ نمازوں کے بعد ازاں میں موسیٰؑ کے پاس لوٹ کر گیا لیکن اب بھی انھوں نے وہی بات کہی جو وہ پہلے سے کہتے آرہے تھے۔ میں نے کہا "میں اپنے رب کے پاس لوٹ کر جاتا رہا اور مانگتا رہا یہاں تک کہ اب یہ نوبت ہے کہ مجھے شرمندگی محسوس ہوتی ہے۔ اب میں اور نہ جاؤں گا۔ اب ایسا ہے کہ جو کوئی بھی اللہ کے فضل پر تکیہ کر کے خلوص نیت کے ساتھ پانچ وقت کی نماز ادا کرتا ہے اس کو پچاس نمازوں کا ثواب ملے گا۔" [۱۲]

جب نبیؐ اور فرشتہ' بزرگ یروشلم میں صخرہ پر اترے تو جس راہ سے وہ آئے تھے اسی سے مکہ واپس ہوئے اور انھوں نے جنوب کی سمت جاتے ہوئے کئی قافلوں

toobaa-elibrary.blogspot.com



کو جالیا۔ ابھی رات ہی تھی کہ وہ کعبہ پہنچے۔ وہاں سے نبیؐ اپنی چچازاد بہن اُمِّ ہانیؓ کے گھر گئے۔ ان کے الفاظ میں "سویرے سے کچھ پہلے آپؐ نے ہم کو جگایا اور جب ہم فجر کی نماز ادا کر چکے تو آپؐ نے فرمایا: "اے اُمِّ ہانیؓ جیسا تم نے دیکھا، کل عشاء کی نماز میں نے تمھارے ساتھ اس وادی میں ادا کی۔ بعد ازاں میں یروشلم گیا۔ وہاں میں نے نماز ادا کی اور اب میں نے نماز فجر تمھارے ساتھ ادا کی ہے جیسا کہ تم دیکھ رہی ہو۔ میں نے آپؐ کی عبا کو اتنے زور سے کھینچا کہ وہ میرے ہاتھ میں آگئی جس سے آپؐ کا پیٹ کھل گیا۔ عبا کیا تھی جیسے ایک سوتی کپڑا ہو جو جسم کے گرد یونہی لپیٹ لیا گیا ہو۔ اے اللہ کے نبیؐ، میں نے کہا یہ بات لوگوں سے نہ کہیے کیونکہ وہ آپؐ کو جھوٹا قرار دیں گے اور آپؐ کی ذلت کریں گے۔" آپؐ نے فرمایا "خدا کی قسم میں ان کو ضرور بتاؤں گا۔" ؎۱۳

آپؐ مسجد حرام میں تشریف لے گئے اور وہاں جس کا بھی سامنا ہوا آپؐ نے اس کو یروشلم تک اپنے سفر کے بارے میں بتلایا۔ آپؐ کے دشمنوں نے فوراً بغلیں بجانا شروع کر دیں کیونکہ انھوں نے محسوس کیا اب ان کے لیے استہزاء اور تمسخر کا ناقابلِ تردید جواز فراہم ہوگیا ہے۔ اس لیے کہ قریش کا ہر بچہ جانتا تھا کہ ایک قافلے کو مکّے سے شام جانے میں ایک مہینہ اور پھر واپس آنے میں ایک مہینہ لگتا ہے اور اب محمدؐ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ ایک رات میں گئے بھی اور آئے بھی۔ ایک جماعت ابوبکرؓ کے پاس گئی اور کہا: "اب تمھارا کیا خیال ہے اپنے دوست کے بارے میں؟ وہ ہم سے کہتے ہیں کہ گزشتہ رات وہ یروشلم گئے وہاں انھوں نے نماز ادا کی اور مکّہ واپس آگئے۔" حضرت ابوبکرؓ نے ان لوگوں کو جھوٹا قرار دیا۔ لیکن انھوں نے ابوبکرؓ کو یقین دلایا کہ محمدؐ اس وقت مسجد حرام میں موجود ہیں اور اپنے سفر کا ہی چرچا کر رہے ہیں۔ ابوبکرؓ نے کہا "اگر وہ ایسا کہتے ہیں تو یہ بات سچ ہے اور اس

toobaa-elibrary.blogspot.com



میں تعجب کی کیا بات ہے۔ وہ مجھ کو بتاتے ہیں کہ آسمان سے زمین پر ان کے پاس دن یا رات کی کسی ساعت میں خبریں آتی ہیں اور میں جانتا ہوں کہ وہ سچ کہتے ہیں۔ تم جس بات پر خوردہ گیری کر رہے ہو یہ اس کے آگے کی بات ہے۔ جو میں بتا رہا ہوں۔[۶] بعد ازاں وہ مسجد حرام گئے[۷] تاکہ سب کے سامنے اپنی توثیق کو دہرا دیں۔[۸] "اگر وہ ایسا کہتے ہیں تو یہ سچ ہے۔" یہی بات تھی جس کے سبب نبیؐ نے ان کو صدیق کا لقب عطا فرمایا۔ جس کے معنی ہیں "سچائی کا عظیم شاہد" یا "صداقت کا عظیم توثیق کنندہ" مزید براں کچھ لوگ جو اس قصے کو ناقابل اعتبار قرار دیتے تھے انھوں نے اپنی رائے پر نظر ثانی شروع کر دی۔ کیونکہ نبیؐ نے وطن واپس آتے ہوئے جن قافلوں کو پیچھے سے آ کر راہ میں جا لیا تھا ان کا حال بیان کیا تھا اور یہ کہ اس وقت وہ کہاں ہیں اور ان کے مکہ پہنچنے کی کب توقع کرنی چاہیئے۔ ان میں سے ہر قافلہ اسی وقت پہنچا جس کی آپ نے پیش گوئی فرمائی تھی اور تفصیلات بھی وہی تھیں جو آپ نے بیان کی تھیں۔ مسجد میں جو لوگ تھے ان سے آپ نے صرف یروشلم تک سفر کا تذکرہ کیا تھا۔ لیکن جب ابوبکرؓ اور آپ کے دوسرے صحابہؓ کے ساتھ آپ تنہا تھے تو آپ نے سات آسمانوں سے گزر کر اپنی معراج کے بارے میں اور جو کچھ آپ نے دیکھا تھا اس کا ایک حصہ بیان کر دیا۔ باقی حصہ بعد کے برسوں میں آپ سوالات کے جواب میں بیان کرتے رہے۔

## حوالہ جات، حواشی و تشریحات

۱ ۱۱:۲۶۴ ۲ ۱۱:۲۷ ۳ احمد ابن حنبل ۳، ۲۸۶ ۴ ۱۱:۲۷۰

۵ ب، ۵۶، ۶ ۶ ترمذی۔ ۱/۳۰ احمد ابن حنبل، ۳-۶۶ ۷ طبری۔ تفسیر، ۵۳

۸ ۱۱:۲۸۰ ب، ۵۹، ۷ ۹ ۵۲:۱۲-۱۸ ۱۰ طبری تفسیر ۵۳ ۱۱ ۳-۱،۱-۲۸۰

۱۲ ۲:۲۸۵ ۱۳ ۱-۱،۲۷۱ ۱۴ ۱-۱،۲۶۷ ۱۵ ۱-۱، ۲۶۵

toobaa-elibrary.blogspot.com


باب — ۳۳

# عام الحزن کے بعد

عام الحزن (رنج وغم کے سال) کے بعد جو سال آیا اس میں حج جون کی ابتداء میں پڑا اور یوم النحر (قربانی کا دن) کو نبیؐ منیٰ تشریف لے گئے جہاں زائرین تین دن قیام کرتے ہیں۔ کئی سال سے آپؐ کا یہ معمول تھا کہ آپؐ ہر خیمے میں تشریف لے جاتے اور ہر اس شخص تک اپنی دعوت کا پیغام پہنچاتے جو آپؐ کی بات پر کان دھرتا اور ان کے لیے نازل شدہ ان آیات کی تلاوت کرتے جن کی تلاوت کی تحریک اپنے اندر

toobaa-elibrary.blogspot.com



محسوس فرماتے۔ مکے کی راہ پر منیٰ کا قریب ترین مقام عقبہ ہے۔ وہ مقام جہاں "بلد حرام" (مقدس شہر) کی سمت جانے والا راستہ یکبارگی اوپر پہاڑ کی طرف بلند ہو جاتا ہے اور یہی سال تھا جب عقبہ کے مقام پر یثرب سے آنے والے قبیلۂ خزرج کے چھ آدمیوں سے آپ کی ملاقات ہوئی۔ ان چھ میں سے آپ کسی کو نہیں جانتے تھے۔ ہاں انھوں نے آپ کے بارے میں اور آپ کے دعوائے نبوت کے بارے میں سنا تھا اور جیوں ہی آپ نے بتایا کہ آپ کون ہیں ان کے چہرے وفورِ اشتیاق سے دمک اٹھے۔ اور انھوں نے آپ کی بات توجہ سے سنی۔ ان میں سے ہر ایک کے کان اپنے پڑوسی یہودیوں کی دھمکی سے آشنا تھے۔ "اب ایک نبی بھیجا ہی جانے والا ہے ہم اس کی پیروی کریں گے، اور ویسے ہی تم کو قتل کردیں گے جیسے عاد اور ارم قتل کر دیئے گئے تھے۔" اور جب نبیؐ اپنی بات ختم کر چکے تو ان لوگوں نے آپس میں ایک دوسرے سے کہا "یہودیوں نے جس نبی کے آنے کی ہم کو دھمکی دی تھی حقیقت میں یہ وہی نبی ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ وہ ان تک پہلے پہنچ جائیں۔" بعد ازاں ایک دو سوال اور ان کا جواب پانے کے بعد ہر ایک نے نبیؐ کے پیغام (نبوت) کی صداقت کی تصدیق کی اور اسلام کی ان شرائط کی تکمیل کا عہد کیا جو آنحضرتؐ نے ان کے سامنے رکھیں۔ "ہم نے اپنی قوم کو اس حال میں چھوڑا ہے۔" انھوں نے کہا "دشمنی اور بدی کے سبب کوئی قوم ایسی ٹکڑے ٹکڑے نہ ہوگی جیسی کہ وہ۔" ہو سکتا ہے کہ خدا آپؐ کے ذریعہ ان کو متحد کر دے۔ اب ہم جاتے ہیں اور ان کو دعوت دیتے ہیں کہ جیسے ہم نے آپ کی دعوت قبول کرلی وہ بھی آپ کا دین قبول کرلیں اور اگر اللہ ان کو آپؐ کے گرد مجتمع کر دیتا ہے تو کوئی شخص آپؐ سے زیادہ طاقت ور نہ ہوگا۔"[1]

آپ کی آمد و رفت ابوبکرؓ کے پاس بنی جمح کی رہائش گاہوں کے درمیان ان کے گھر برابر جاری رہی۔ یہ آمد و رفت ابوبکرؓ کی کم سن بیٹی عائشہ کے بچپن کا یادگار حصہ تھی۔

toobaa-elibrary.blogspot.com



انھیں کوئی ایسا زمانہ یاد نہ تھا جب ان کے ماں باپ مسلمان نہ رہے ہوں اور جب نبیؐ کی اُن کے گھر روزانہ آمدورفت نہ رہی ہو۔

حضرت خدیجہؓ کی موت کے بعد جو سال آیا اسی سال نبیؐ نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص کسی کو ریشمی کپڑے کے ایک ٹکڑے میں لپیٹ کر لیے جا رہا ہے۔ اس آدمی نے آپ سے کہا "یہ تمھاری بیوی ہیں تم اس پر سے کپڑا ہٹاؤ۔" نبیؐ نے ریشمی کپڑے کو اٹھایا، دیکھا تو عائشہؓ تھیں۔ لیکن عائشہؓ کی عمر صرف چھ سال تھی اور آپ کا سن پچاس سال سے آگے بڑھ چکا تھا۔ مزید برآں ابوبکرؓ ان کے رشتہ کے سلسلے میں مطعم سے ان کے بیٹے جابر کے لیے وعدہ کر چکے تھے۔ آپ نے جی ہی جی میں بس اتنا کہا "اگر یہ خدا کی طرف سے ہے تو وہ اس کو روبہ عمل لائے گا۔" چند راتوں بعد آپ نے خواب میں دیکھا کہ ایک فرشتہ وہی ریشم کی گٹھری لیے ہوئے ہے اور اس بار آپ نے فرشتے کو ٹوکا "مجھے دکھاؤ۔" فرشتے نے ریشمی کپڑا اٹھایا اور اس میں پھر وہی عائشہؓ تھیں اور پھر آپ نے کہا "اگر یہ خدا کی جانب سے ہے تو وہ اس (خواب) کو حقیقت بنائے گا۔"

ابھی تک آپ نے ان خوابوں کا ذکر کسی سے نہ کیا تھا۔ ابوبکرؓ سے بھی نہیں۔ لیکن اب اس کی تیسری توثیق ایک دوسری طرح ہوئی۔ خدیجہؓ کی موت کے بعد سے عثمانؓ ابن مظعون کی اہلیہ خولہ نبیؐ کی خانگی ضرورت کا بڑا لحاظ رکھنے لگی تھیں۔ چنانچہ ایک دن جب وہ آپ کے گھر میں تھیں تو انھوں نے مشورہ دیا کہ آپ کو دوسری شادی کر لینی چاہیے۔ جب آپؐ نے دریافت فرمایا کس سے آپ کو شادی کرنا چاہیے؟ تو انھوں نے کہا "ابوبکرؓ کی بیٹی عائشہؓ سے یا پھر زمعہ کی دختر سودہؓ سے۔" سودہؓ، سہیل کی بھاوج اور چچا زاد بہن اب بیوہ تھیں۔ ان کی عمر تقریباً تیس سال تھی۔ ان کے پہلے شوہر سہیل کے بھائی سکرانؓ ان کو اپنے ساتھ حبشہ لے گئے تھے اور وہ دونوں ہجرت حبشہ سے مکے واپس آنے والوں میں اولین اشخاص تھے۔ واپسی پر زیادہ دن نہ گزرے تھے کہ سکرانؓ کا

toobaa-elibrary.blogspot.com



انتقال ہوگیا۔

آپ نے خولہؓ سے کہا کوشش کریں کہ دونوں خواتین میں سے جن کا انھوں نے نام لیا تھا کسی سے آپ کا رشتہ ہوجائے۔ سودہؓ کا جواب تھا۔ "اے اللہ کے رسولؐ میں خدمت کے لیے حاضر ہوں۔" آپ نے کہلا بھیجا۔ "اپنے لوگوں میں سے کسی سے کہو کہ وہ تم کو میری زوجیت میں دے دے۔" انھوں نے اس کام کے لیے اپنے متوفی شوہر کے بھائی حاطبؓ کا انتخاب کیا۔ وہ بھی اس وقت تک حبشہ سے واپس آچکے تھے۔ انھوں نے سودہؓ کو آپؐ کی زوجیت میں دے دیا۔

اس اثنا میں ابوبکرؓ نے مطعم سے بات کی کہ عائشہؓ کے ساتھ اپنے بیٹے کے رشتے سے دست بردار ہوجائے۔ اس کو راضی کرلینے میں زیادہ مشکل پیش نہ آئی؟ اور سودہؓ سے شادی کے کچھ مہینوں بعد ان کے باپ اور آنحضرتؐ کے مابین عقد نکاح کی تکمیل کے ذریعہ عائشہؓ بھی آپؐ کی اہلیہ ہوگئیں۔ اس موقع پر وہ خود موجود نہ تھیں۔ انھوں نے بعد میں کہا کہ ان کو اپنی نئی حیثیت کی بھنک اس وقت ملی جب وہ اپنی سہیلیوں کے ساتھ اپنے گھر سے قریب ہی باہر کھیل رہی تھیں کہ ان کی ماں آئیں انھوں نے ان کا ہاتھ پکڑا اور یہ کہتے ہوئے اندر لے گئیں کہ آئندہ وہ گھر سے باہر کھیلنے نہ جائیں بلکہ ان کی سہیلیاں ان کے پاس گھر میں کھیلنے آئیں۔ ہر چند کہ ان کی ماں نے ساتھ ہی یہ بتایا کہ ان کی شادی ہوگئی ہے لیکن عائشہؓ نے اٹکل سے ان کے طرز عمل کا سبب جان لیا تھا اب سوا اس کے کہ سڑک کے بجائے اپنے گھر کے صحن میں کھیلنا پڑتا تھا۔ ان کی زندگی کا رنگ ڈھنگ پہلے ہی کی طرح چلتا رہا۔

اسی زمانے کے آس پاس ابوبکرؓ نے اپنے گھر کے سامنے مسجد کی تعمیر کا فیصلہ کیا۔ یہ چاروں جانب دیواروں سے گھری ہوئی تھی لیکن اس کی چھت کھلی ہوئی تھی۔ یہاں وہ نماز ادا کرتے اور قرآن کی تلاوت کرتے لیکن دیواریں اتنی اونچی نہ تھیں کہ گزرنے والے ان کے

toobaa-elibrary.blogspot.com



اوپر سے اندر دیکھ سکیں اور اکثر و بیشتر بہت لوگ کھڑے ہو جاتے۔ ان کی تلاوت دھیان سے سنتے۔ ساتھ ہی وحی شدہ صحیفے کے ساتھ ان کی عقیدت کا مشاہدہ کرتے جس نے ان کو ان کے وجود کی گہرائی تک متاثر کیا تھا۔ اُمیّہ کو خوف لاحق ہوا کہ ابوبکرؓ کے ذریعہ مذہب تبدیل کرنے والوں کی تعداد میں مزید اضافہ ہو گا چنانچہ اس کے اشارے پر قریش کے سربرآوردہ لوگوں نے ابن الدغنہ کے پاس ایک وفد بھیجا اور اس کو اپنی بات یاد دلائی جو انھوں نے امان دیئے جانے کے وقت بالکل شروع ہی میں کہی تھی اور توجہ دلائی کہ ابوبکرؓ کی مسجد کی دیواریں اس کو ان کے مکان کا حصہ قرار دینے کے لیے کافی نہیں ہیں۔ "اگر وہ اپنے معبود کی عبادت اندرونِ خانہ کرتے ہیں تو کریں تاہم اگر کھلم کھلا ہی کرنا چاہتے ہیں تو ان سے کہو کہ تم کو امان دینے کی ذمہ داری سے بری کر دیں۔" لیکن ابوبکرؓ نے اپنی مسجد سے دست بردار ہونے سے انکار کر دیا اور یہ کہتے ہوئے ابن الدغنہ کو معاہدے سے بری الذمہ کر دیا کہ "میرے لیے اللہ کی پناہ کافی ہے۔"[۴]

یہی وہ دن تھا جس دن نبیؐ نے ان کو اور دوسرے صحابہؓ کو خبر دی کہ مجھے وہ جگہ دکھا دی گئی جہاں تم کو ہجرت کر کے جانا ہے۔ ایک خوب سیراب زمین، گھنے کھجور کے درخت، سنگِ سیاہ کے دو خطہ ہائے زمین کے درمیان ہے۔[۵]

---

## حوالہ جات، حواشی، تشریحات

۱۔ ابن اسحٰق: ۲۸۷

۲۔ بخاری: ۹۱، ۲۰

۳۔ حوالہ سابق

۴۔ ملاحظہ ہو صفحات صفحہ ۲ (اصل تصنیف)

۵۔ بخاری: ۳۷، ۷

toobaa-elibrary.blogspot.com


باب — ۳۴

# یثرب کا ردِ عمل

"بدی اور بغض سے پارہ پارہ" کچھ ہی دنوں پہلے داخلِ اسلام ہونے والے یثرب کے چھ باشندوں نے اپنی قوم کا ان الفاظ میں نقشہ پیش کرنے میں کوئی مبالغہ نہیں کیا تھا۔ چوتھی اور سب سے بڑھ کر وحشیانہ خانہ جنگی جنگ بعاث پورے طور پر فیصلہ کن ثابت نہ ہوئی تھی اور نہ اس کے بعد کوئی ایسی صلح ہوئی جس کو حقیقی معنوں میں صلح کا نام دیا جا سکے۔ بس اس بات پر اتفاق ہوا تھا کہ عارضی طور

toobaa-elibrary.blogspot.com


پر جنگ بندی ہو جائے۔ خطرناک حد تک طویل المدت مُزمن تلخیوں نے جن کے بطن میں اضافہ پذیر تشدّد کے واقعات پروان چڑھ رہے تھے جانبین کے اعتدال پسند طبقے کو اس رائے کا حامی بنا دیا تھا کہ انھیں ایک ایسے ہمہ گیر سربراہ کی ضرورت ہے جو ان کو اس طرح متحد کر دے جیسے قصّی نے قریش کو متحد کر دیا تھا اور یہ کہ ان کے مسئلے کا اس کے سوا کوئی دوسرا حل ہے ہی نہیں۔ بیشتر اشخاص نخلستان کے سربر آوردہ اشخاص میں سے ایک عبداللہ ابن اُبی کو بادشاہ بنا لینے کی موافقت میں تھے۔ ابھی کچھ پہلے جو آویزش ہوئی اس میں اس نے قبیلۂ اوس کے خلاف جنگ نہ کی تھی۔ بلکہ عین موقع پر اپنے آدمیوں کو واپس کر لیا تھا۔ بہرحال اس کا تعلق قبیلۂ خزرج سے تھا بایں ہمہ یہ امر بہت زیادہ مشتبہ تھا کہ آیا اوس کے لوگ ایک ایسے شخص کو بادشاہ ماننے پر تیار ہو جائیں گے جو ان کے قبیلے سے تعلق نہ رکھتا ہو۔

خزرج کے چھ اشخاص نے اسلام کا پیغام اپنے لوگوں میں سے ان لوگوں تک پہنچا دیا جنھوں نے ان کی بات سنی اور اگلے موسم گرما یعنی ۶۲۱ء میں ان میں سے پانچ دوبارہ سفرِ حج پر گئے تو اپنے ساتھ اور سات آدمیوں کو لے گئے۔ ان سات میں سے دو کا تعلق قبیلۂ اوس سے تھا۔ عقبہ کے مقام پر ان بارہ آدمیوں نے نبیؐ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اس بیعت کو "عقبۂ اولیٰ" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ ان میں سے ایک نے اس بیعت کا حال یوں بیان کیا۔ "عقبۂ اولیٰ" کی شب ہم نے اللہ کے رسولؐ سے اطاعت کا عہد کیا۔ یہ عہد کہ ہم کسی کو اللہ کا شریک نہ گردانیں گے نہ ہم چوری کریں گے نہ زنا کے مرتکب ہوں گے نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گے نہ بہتان طرازی کریں گے اور یہ کہ معروف میں ہم آپؐ کی نافرمانی نہ کریں گے؟ آپؐ نے ان سے فرمایا "اگر تم نے اس عہد کو پورا کیا تو جنّت تمھاری ہوگی۔ تم ان گناہوں میں سے کسی کا

toobaa-elibrary.blogspot.com



ارتکاب کرتے ہو اور اسی دنیا میں اس کی سزا پا جاتے ہو تو وہ سزا تمھارے گناہ کا کفارہ بن جائے گی۔ اگر تم نے حشر و نشر تک اس کو چھپا رکھا تو یہ پھر مرضئ الٰہی پر منحصر ہوگا کہ سزا دے یا معاف کر دے۔ "

جب یہ لوگ واپس یثرب جانے لگے تو آپؐ نے ان کے ساتھ عبدالدار کے مصعبؓ ابن عمیر کو کر دیا جو اس وقت تک حبش سے واپس آچکے تھے ان کے ذمے یہ کام تھا کہ وہ ان کو قرآن سنائیں اور دین کی تعلیم دیں۔ انھوں نے اسعدؓ ابن زرارہ کے پاس قیام کیا جو ان چھ آدمیوں میں سے ایک تھے جو سالِ گزشتہ داخلِ اسلام ہوئے تھے۔ مصعبؓ ہی کو نماز کی امامت بھی کرنی تھی کیونکہ مسلمان ہو جانے کے باوجود ابھی تک نہ اوس نہ خزرج سے کوئی بھی ایک دوسرے کی فوقیت اور برتری برداشت کر سکتا تھا۔ قایلہ کے دونوں بیٹوں کے درمیان رقابت عرصے سے قائم تھی اس کے باوجود دونوں قبائل میں باہمی ازدواجی رشتے بھی ہوتے رہتے تھے۔ ایسے ہی ایک رشتے کا نتیجہ تھا کہ مصعبؓ کے خزرجی میزبان اسعد اوس کے قبائل میں سے ایک کے سردار سعد ابن مُعاذ کے حقیقی خالہ زاد بھائی ہوتے تھے۔ سعد نئے دین کو سخت ناپسند کرتا تھا اس لیے وہ برہم بھی ہوا۔ ساتھ ہی مخمصے میں گرفتار بھی۔ جب اس نے دیکھا کہ اس کا رشتہ دار اسعدؓ، مصعبؓ اور چند نومسلم اس کی قوم کے علاقے کے ایک باغ میں بیٹھے اس کے قبیلے کے لوگوں سے اہم گفتگو میں منہمک اور مشغول ہیں۔ یہ طے تو اس نے کر لیا کہ وہ ایسی سرگرمیوں کا آئندہ کے لیے دروازہ بند کر دے گا۔ لیکن یہ بھی نہیں چاہتا تھا کہ کسی ناخوش گواری میں خود اُلجھے۔ اس لیے اُسید کے پاس گیا جو اختیار و اقتدار میں اس کے بعد دوسرے منبر پر تھا۔ اور بولا " اُن دونوں آدمیوں کے پاس جاؤ جو ہمارے علاقے میں اس لیے آئے ہیں کہ ہمارے کم سمجھ بھائیوں کو بے وقوف بنائیں۔" اس میں شبہ نہیں کہ جب وہ یہ کہہ رہا تھا تو اس کے ذہن میں اس کا متوقع

toobaa-elibrary.blogspot.com



چھوٹا بھائی ایاسؓ تھا جو پہلا آدمی تھا یثرب کا جو داخل اسلام ہوا" ان کو بھگا دو، اور انھیں ہمارے علاقے میں آنے سے منع کر دو۔ اگر اسعد میرے قریبی رشتہ دار نہ ہوتے تو میں تم کو یہ زحمت نہ دیتا لیکن وہ میری خالہ کے بیٹے ہیں اور میں ان کے خلاف کچھ نہیں کر سکتا۔"

اسید نے اپنا نیزہ سنبھالا اور جا کر ان لوگوں کے سر پر کھڑا ہو گیا۔ پھر اپنے لہجے میں انتہائی ممکن حد تک خونخوار بناتے ہوئے اس نے کہا۔ "تم دونوں یہاں کیسے آئے ہو۔ اس لیے کہ ہمارے کم سمجھ بھائیوں کو بے وقوف بناؤ؟ اگر تم کو اپنی جان عزیز ہے تو یہاں سے چل دو۔" مصعبؓ نے اس کی طرف دیکھا اور نرمی سے بولے۔ "آپ بیٹھ جایئے نا، اور میں جو کچھ کہتا ہوں اس کو سن تو لیجئے۔ پھر وہ اگر آپ کے جی کو لگے تو قبول کر لیجئے اور اس کے برعکس ہو تو اس سے کنارہ کش رہیئے۔" اُسید نے جواب دیا "ٹھیک بات کہی گئی۔" نبیؐ کے قاصد کا انداز کلام بھی اس کو پسند آیا تھا اور وہ اس کی شکل و شباہت سے بھی متاثر ہوا تھا۔ اس نے اپنا نیزہ زمین میں گاڑ دیا اور اس کے پہلو میں جا بیٹھا۔ مصعبؓ نے اس کو اسلام کے بارے میں بتایا اور قرآن پڑھ کر سنایا۔ اُسید کے چہرے کا رنگ بدلا ایسا کہ جو لوگ وہاں موجود تھے ان کے چہرے میں اس نور سے جو اس میں ضیا بار تھا اور اس طمانیت سے جس نے اس میں نرمی پیدا کر دی۔ اسلام کو جلوہ نما دیکھ سکتے تھے۔ وہ بے اختیار بول اٹھے "کتنے شان دار الفاظ اور کیسے حسین" اور جب مصعبؓ نے تلاوت ختم کی تو انھوں نے سوال کیا "تم کیا کرتے ہو جب تم اس دین میں داخل ہونا چاہتے ہو۔" انھوں نے بتایا کہ ان پر لازم ہے کہ پہلے غسل کریں۔ سر سے پیر تک تاکہ طاہر ہو جائیں۔ اپنے کپڑے بھی پاک کریں پھر نماز ادا کریں۔ جس باغ میں وہ بیٹھے تھے وہاں ایک کنواں تھا۔ چنانچہ انھوں نے غسل کیا۔ اپنے کپڑے پاک کیے اور شہادت دی: اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ۔ مصعبؓ نے ان کو نماز پڑھنا سکھایا اور

toobaa-elibrary.blogspot.com



انھوں نے نماز ادا کی۔ پھر کہا "میرے پیچھے ایک آدمی ہے جو اگر تمھارا پیرو ہو جائے تو اس کی قوم کا ہر شخص تمھاری پیروی کرنے لگے گا۔"

چنانچہ وہ اپنے قبیلے والوں کے پاس گئے۔ ان کے قریب پہنچنے سے پہلے ہی قبیلے کے لوگ اندازہ کر سکتے تھے کہ وہ بدلے ہوئے انسان ہیں۔ سعد نے دریافت کیا "کیا کیا ہے تم نے؟" اُسیدؓ نے جواب دیا "میں نے ان دونوں آدمیوں سے بات کی اور خدا کی قسم میں نے ان میں کوئی خرابی نہیں پائی۔ تاہم میں نے انھیں یہ سلسلہ مزید جاری رکھنے سے منع کیا۔ جس کے جواب میں انھوں نے کہا "ہم ویسا ہی کریں گے جیسا تم کہو گے۔" سعد نے کہا "میں دیکھ رہا ہوں تم نے کچھ نہ کیا" اور ان کے ہاتھ سے نیزہ چھین کر اُدھر چل دیا جہاں وہ لوگ باغ میں اطمینان سے بیٹھے تھے۔ اس نے اپنے رشتہ دار اسعدؓ سے بحث و تکرار کی۔ ان کو طعنہ دیا کہ انھوں نے باہمی رشتہ داری کا غلط فائدہ اٹھایا لیکن مصعبؓ نے اسی انداز میں کلام کرتے ہوئے جیسے انھوں نے اُسیدؓ سے کیا تھا مداخلت کی، چنانچہ سعد ان کی بات سننے پر راضی ہو گیا اور بالآخر نتیجہ وہی رہا۔

جب سعدؓ نماز ادا کر چکے تو وہ اُسیدؓ اور ان کے ساتھیوں کے پاس واپس گئے اور سب کو ساتھ لے کر اپنے قبیلے کے لوگوں کی پنچایت کے پاس گئے اور ان کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "تم اپنے درمیان میری حیثیت کے بارے میں کیا جانتے ہو؟" انھوں نے جواب دیا "آپ ہمارے سردار واجب الاطاعت ہیں۔ قوتِ فیصلہ میں ہم سب پر فوقیت رکھنے والے اور انتہائی نیک فال قیادت کے حامل ہیں۔" سعدؓ بولے "تب میں تم سے کہتا ہوں کہ میں قسم کھاتا ہوں کہ میں تمھاری عورتوں سے بات کروں گا نہ مردوں سے جب تک کہ تم اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان نہ لے آؤ۔" اور رات آنے تک ان کے قبیلے کی نہ کوئی عورت بچی تھی جو ایمان نہ لے آئی ہو نہ کوئی مرد جو ایمان نہ لے آیا ہو۔

toobaa-elibrary.blogspot.com



حضرت مصعبؓ نے اسعدؓ کے ساتھ تقریباً گیارہ ماہ قیام کیا۔ اس دوران بہت سے لوگوں نے اسلام قبول کر لیا۔ پھر جب اگلے حج کا زمانہ قریب آن لگا تو وہ مکہ واپس ہوئے تاکہ نبیؐ کو مطلع کریں اوس اور خزرج کے مختلف قبائل میں ان کی کیسی گزری تھی۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم جانتے تھے کہ رنگ ہائے سیاہ کی دو قطاروں کے خطے کے درمیان جو اچھی طرح سیراب زمین تھی وہ یثرب ہی کی سرزمین تھی۔ آپ کو یہ بھی معلوم تھا کہ اس بار کے مہاجرین میں آپؐ شامل ہوں گے۔ ادھر قصہ یہ تھا کہ مکے میں کم ہی لوگ تھے جن پر آپؐ اتنا اعتماد کرتے تھے جتنا ازدواجی رشتے سے اپنی چچی اُم الفضل پر۔ آپ کو اس بات پر بھی یقین تھا کہ آپ کے چچا عباس ہر چند کہ وہ داخلِ اسلام نہ ہوئے تھے آپ سے بدعہدی نہ کریں گے اور نہ آپؐ کا راز جس کا ان کو رازدار بنایا جائے گا فاش کریں گے۔ اس لیے آپ نے ان دونوں کو بتا دیا تھا کہ آپ کو یثرب جا کر سکونت پذیر ہونے کی توقع ہے لیکن اس کا بہت کچھ انحصار اس وفد پر ہے جو اگلے موسم حج میں نخلستانِ یثرب سے آنے والا ہے۔ یہ سن کر عباس نے کہا کہ وہ محسوس کرتے ہیں یہ ان کا فرض ہے کہ وہ وفد سے ملاقات کرنے بھتیجے کے ساتھ جائیں اور ان سے بات کریں۔ نبیؐ نے ان کی اس تجویز سے اتفاق کر لیا۔

مصعبؓ کی روانگی کے تھوڑے ہی دنوں بعد جیسا کہ مصعبؓ اور ان لوگوں کے درمیان طے ہوا تھا یثرب کے کچھ مسلمان سفرِ حج پر روانہ ہو گئے۔ وہ کل بہتّر مرد اور عورتیں تھے۔ ان کا ارادہ یہ تھا کہ وہ نبیؐ سے رابطہ قائم کریں گے۔ ان کے سربرآوردہ لوگوں میں سے ایک براءؓ تھے۔ سفر کے ابتدائی دنوں میں مشغولِ خاطر کرنے والا ایک خیال ان پر مسلط رہا۔ خیال یہ تھا کہ وہ مکہ کی راہ پر ہیں۔ وہاں بیت اللہ یعنی کعبہ ہے۔ تمام عرب کے لیے عظیم ترین مرکز حج و زیارت اور وہیں نبیؐ ہیں جن کی خدمت میں حاضر ہونے وہ جا رہے ہیں اور وہیں وہ مقام ہے جہاں قرآن نازل ہوا اور اسی جانب ان کی رو میں

toobaa-elibrary.blogspot.com



اُن سے بھی آگے مشتاقانہ رواں ہیں۔ ایسی صورت میں کیا یہ درست اور معقول بات ہے کہ جب نماز کا وقت آئے تو وہ اس جانب اپنی پشت کریں اور شام کی سمت جانبِ شمال اپنا رُخ کریں؟ ہو سکتا ہے کہ یہ بس ایک ذہنی رَو سے زیادہ کچھ نہ رہا ہو۔ کیونکہ براءؓ اب چند ہی ماہ اور زندہ رہنے والے تھے اور جو لوگ موت سے قریب ہوتے ہیں کبھی کبھی انھیں پیش آگاہی ودیعت ہو جاتی ہے۔ کچھ بھی ہو جو کچھ بھی ان کے دماغ میں تھا انھوں نے اپنے ساتھیوں کو بتا یا۔ اس کے جواب میں ان لوگوں نے کہا کہ جہاں تک ان کو علم ہے نبیؐ کا معمول ہے کہ آپؐ شام کی جانب یروشلم کی طرف رُخ کر کے نماز ادا فرماتے ہیں اور وہ نہیں چاہتے کہ آپؐ سے مختلف طریقہ اختیار کریں۔ براءؓ نے کہا "کچھ بھی ہو میں کعبے کی جانب رخ کر کے نماز پڑھوں گا۔" اور وہ تمام اثنائے سفر یہی کرتے رہے۔ جب کہ باقی دوسرے لوگ یروشلم کی طرف ہی رُخ کر کے نماز پڑھتے رہے۔ ان لوگوں نے ان کو سمجھانے کی کوشش کی لیکن ان کی کوشش عبث ثابت ہوئی۔ بجز اس کے کہ جب وہ مکہ پہنچے تو ان کو کچھ شکوک لاحق ہوئے اور انھوں نے اپنے قبیلے کے ایک نسبتاً کم سن شخص اور یثرب کے شاعروں میں مقابلتاً زیادہ باصلاحیت شاعر کعبؓ ابن مالک سے کہا "میرے بھائی کے بیٹے آؤ ہم اللہ کے رسولؐ کے پاس چلیں اور میں نے سمت قبلہ کے سلسلے میں اس سفر کے دوران جو کیا ہے اس کے بارے میں دریافت کریں۔ کیونکہ اب میرے دل میں شبہات سر اُٹھا رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر کہ تم لوگ میرے خلاف تھے۔" چنانچہ انھوں نے مکہ کے ایک شخص سے دریافت کیا کہ نبیؐ جن کو انھوں نے دیکھا بھی نہ تھا "کہاں ملیں گے؟" اس شخص نے کہا "تم ان کے چچا عباس کو جانتے ہو؟" انھوں نے اثبات میں جواب دیا کیونکہ عباس اکثر یثرب جایا کرتے تھے اور وہاں کے لوگ ان کو بخوبی جانتے تھے۔ مطلع کرنے والے نے کہا "جب تم حرم میں داخل ہو تو عباس کے پہلو میں جو کوئی بیٹھا ہو گا وہ ہی وہ شخص ہو گا۔" چنانچہ وہ لوگ آپؐ کے پاس گئے۔ آپؐ نے براءؓ کے

toobaa-elibrary.blogspot.com



سوال کے جواب میں فرمایا: "تمھارا ایک رُخ تھا اگر تم اس پر رہتے۔" براءؓ دوبارہ یروشلم کی جانب رخ کر کے نماز پڑھنے لگے تاکہ ویسا ہی کریں جیسا نبیؐ کرتے تھے۔ حالانکہ انھیں جو جواب ملا تھا اس کے ایک سے زیادہ مطالب ہو سکتے تھے۔

یثرب کے مسلمانوں نے مکے کا سفر ایک ایسے قافلے میں کیا تھا جس میں مشرک بھی ان کے ساتھ تھے۔ ان مشرکوں میں سے ایک وادیٔ منیٰ میں داخلِ اسلام ہو گیا۔ وہ قبیلہ خزرج کے ایک سربرآوردہ شخص تھے۔ ان کا نام ابو جابر عبداللہؓ ابن عمرو تھا۔ وہ بنی سلمہ کے سردار تھے اور بہت اثر و رسوخ کے آدمی تھے۔ یہ طے ہوا کہ یہ لوگ حج کے فوراً بعد اگلی رات کی دوسری پہر حسب سابق عَقَبہ کے مقام پر نبیؐ سے خفیہ ملاقات کریں گے ان میں سے ایک کا بیان ہے "ہم اپنے لوگوں کے ساتھ اس رات قافلے میں سوئے یہاں تک کہ جب تین پہر رات بیت گئی تو ہم سونے والوں کے بیچ سے دبے پاؤں رسولؐ سے مقررشدہ ملاقات کے لیے آہستہ اور آواز پیدا کیے بغیر "رفتارِ ریگ" کی مانند باہر نکلے۔ تاآنکہ ہم سب عقبہ کے قریب گلی میں اکٹھا ہوئے۔ وہاں ہم انتظار کرتے رہے یہاں تک کہ نبیؐ تشریف لائے اور آپ کے ساتھ آپ کے چچا عباس آئے جو اس وقت اپنی قوم ہی کے دین پر قائم تھے۔ وہ بس یہ چاہتے تھے کہ بھتیجے کی معاملہ داری کے موقع پر موجود رہیں اور یہ یقین حاصل کرلیں کہ جو ان سے وعدہ کیا جا رہا ہے اس پر اعتبار کیا جا سکتا ہے۔ جب نبیؐ تشریف فرما ہو گئے تو عباس سب سے پہلے لب کشا ہوئے:

"خزرج کے لوگو!" ــــ عرب کے لوگ اوس اور خزرج کو اسی طرح خطاب کرتے تھے ــــ "تم جانتے ہو، ہم لوگ محمدؐ کا کیسا احترام کرتے ہیں۔ ہم نے ان کی قوم کے خلاف ان کو امان دے رکھی ہے ایسی کہ ان کو قوم میں عزت و احترام کا مقام بھی حاصل ہے اور وہ صحیح سلامت و محفوظ بھی ہیں۔ پھر بھی انھوں نے طے کر لیا ہے کہ وہ تمھاری جانب رُخ کرلیں گے اور تم سے جا ملیں گے تو اب اگر تم لوگ سمجھتے ہو کہ جو وعدہ تم کر رہے

toobaa-elibrary.blogspot.com



ہو اس کو پورا کرو گے اور ان تمام لوگوں کے مقابلے میں جو ان کی مخالفت کریں گے ان کے لیے سینہ سپر ہو گے تو یہ ایسی ذمہ داری ہے جو تم خود پر قبول کر رہے ہو لیکن اگر تم سمجھتے ہو کہ برا وقت آنے پر تم ان سے بے وفائی کرو گے اور جب وہ تمھارے پاس جا چکے ہوں گے تو تم ان کا ساتھ چھوڑ دو گے تو بہتر ہو گا کہ تم ان کو اسی وقت چھوڑ دو۔" انھوں نے جواب دیا۔ "ہم نے سن لیا جو تم نے کہا" لیکن اے اللہ کے رسولؐ آپ کا اور آپ کے رب کا واسطہ آپ خود ہی اپنی پسند کا فیصلہ فرمائیں۔"

قرآن کی تلاوت اور اللہ اور اسلام کی طرف دعوت دینے کے بعد نبیؐ نے فرمایا۔
"میں تم سے یہ معاہدہ اس شرط پر کرتا ہوں کہ جس اطاعت کا تم مجھ سے عہد کرتے ہو وہ تمھیں پابند رکھے گا کہ تم میری حفاظت اسی طرح کرو گے جیسے تم اپنے بیوی بچوں کی کرتے ہو۔" براءؓ اُٹھے، آپ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور کہا "قسم ہے اُس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ ہم آپ کی ویسے ہی حفاظت کریں گے جیسے ہم ان کی حفاظت کرتے ہیں۔ اس لیے اے اللہ کے رسولؐ ہمارا عہد اطاعت قبول فرمائیے ہم جنگجو لوگ ہیں، اسلحہ بند ہیں جو اسلحہ ہمیں نسلاً بعد نسلٍ باپ سے بیٹے کو ملے ہیں۔"
اوس کے ایک آدمی نے اس موقع پر مداخلت کی اور کہا "اے اللہ کے رسولؐ ہمارے اور کچھ دوسرے لوگوں کے مابین حلیفانہ تعلقات ہیں"۔۔۔۔ اس کی مراد یہودیوں سے تھی۔
"ہم ان سے تعلقات منقطع کرنے کو تیار ہیں لیکن کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم تو یہ کریں اور پھر جب آپ کو خدا منصور و مظفر کر دے تو آپ ہم سے ناطہ توڑ لیں اور اپنی قوم میں واپس چلے جائیں۔" آپ نے تبسم فرمایا اور کہا "نہیں میں تمھارا ہوں اور تم میرے، جس سے تمھاری لڑائی اس سے میری لڑائی، جس سے تمھاری صلح اس سے میری صلح۔"

پھر آپ نے فرمایا "اپنے بارہ آدمی لاؤ جو سربرآوردہ ہوں جو اپنی قوم کے معاملات سے عہدہ برآ ہونے کی اہلیت رکھتے ہوں۔" چنانچہ انھوں نے بارہ سرداروں کو آپ

toobaa-elibrary.blogspot.com



کی خدمت میں پیش کیا۔ ۹ کا تعلق قبیلۂ خزرج سے تھا اور تین کا قبیلۂ اوس سے۔ یہ تناسب اس لیے تھا کہ آنے والوں میں باسٹھ مرد اور دو عورتیں خزرج کی تھیں اور صرف گیارہ افراد قبیلۂ اوس کے تھے۔ خزرج کے ۹ اشخاص میں اسعدؓ اور براءؓ شامل تھے۔ اور اوس کے تین آدمیوں میں اسیدؓ تھے جن کو سعدؓ ابن معاذ نے اپنا نمائندہ بنا کر بھیجا تھا۔

جب یکے بعد دیگرے لوگ آپ سے بیعت کرنے والے تھے خزرج کے ایک صاحب نے جو ان بارہ آدمیوں میں سے ایک تھے جنھوں نے گزشتہ سال بیعت کی تھی اشارہ کیا کہ لوگ ذرا ٹھہریں اور انھوں نے سب کو یوں خطاب کیا۔ "اے اہلِ خزرج، تم جانتے ہو کہ اس شخص کے ہاتھ پر بیعت کرنے کا کیا مطلب ہے؟" انھوں نے کہا "ہم جانتے ہیں!" لیکن اس نے ان کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے اپنا سلسلۂ کلام جاری رکھا۔ "تم اس کے ہاتھ پر بیعت کر کے گورے ہوں یا کالے، دنیا بھر سے لڑائی مول لے رہے ہو۔ پس اگر تمہارا یہ خیال ہو کہ جب تمھارے مال تباہی کے اور تمھارے اشراف ہلاکت کے خطرے میں پڑ جائیں تو تم اسے دشمنوں کے حوالے کر دو گے تو بہتر ہے کہ آج ہی اسے چھوڑ دو۔ کیونکہ خدا کی قسم وہ دنیا و آخرت کی رسوائی ہوگی۔ اور اگر تمھارا ارادہ یہ ہے کہ جو بلاوا تم اس شخص کو دے رہے ہو اس کو اپنے اموال کی تباہی اور اپنے اشراف کی ہلاکت کے باوجود نباہو گے تو بے شک اس کا ہاتھ تھام لو کہ خدا کی قسم یہ دنیا اور آخرت کی بھلائی ہے۔" انھوں نے کہا "ہم اسے لے کر اپنے اموال کو تباہی اور اپنے اشراف کو ہلاکت کے خطرے میں ڈالنے کے لیے تیار ہیں اور ہمیں کیا ملے گا اے اللہ کے رسولؐ اگر ہم اپنا عہد پورا کریں؟" آپ نے فرمایا "جنّت"۔ انھوں نے کہا "اپنا ہاتھ بڑھایئے۔" آپ نے اپنا ہاتھ بڑھا دیا۔ انھوں نے آپ کے ہاتھ بیعت کر لی۔

شیطان عقبہ کی چوٹی سے یہ باتیں سن رہا تھا اور یہ منظر دیکھ رہا تھا، اور جب اس سے مزید ضبط نہ ہو سکا تو جتنی بلند آواز سے چیخنا ممکن تھا اس نے چیخ کر

toobaa-elibrary.blogspot.com



کہ "مذمم" اور نبی جانتے تھے کون تھا جس نے یہ نعرۂ بد لگایا تھا۔ آپ نے یہ کہہ کر اس کا جواب دیا۔ "عدو اللہ میں تجھ کو چین نہ لینے دوں گا۔"

## حوالہ جات، حواشی و تشریحات

۱؎ اشارہ ہے اس رواج کی جانب جو عرب کے مقامی بدویوں میں خاص طور پر قحط کے زمانے میں پایا جاتا تھا کہ وہ غیر مطلوب اولاد (اناث کو زندہ) دفن کر دیا کرتے تھے۔

۲؎ ۱۱ : ۲۸۹

۳؎ دیکھیے صفحہ ۵۰ اصل تصنیف باب ۱۹ پیراگراف چھ

۴؎ یعنی تمام مرد جو بھی ہوں عقبہ کی اس دوسری بیعت کے بعد۔ پہلے عقبہ کی بیعت عورتوں کی بیعت کہلاتی تھی اور وہ اس نام سے یاد کی جاتی رہی مگر صرف عورتوں کے نام پر کیوں کہ اس میں جنگ کی ذمہ داری کا تذکرہ نہ تھا۔

toobaa-elibrary.blogspot.com


## باب — ۳۵

# متعدد مہاجرین

مکہ میں آپ کے جو پیرو تھے اب آپ نے ان کی ہمت افزائی فرمائی کہ وہ یثرب ہجرت کر جائیں تاہم ایک صاحب ایسے تھے جو پہلے ہی یہ کر چکے تھے۔ ابوطالب کی موت نے ان کے بھتیجے ابوسلمہؓ کو کسی امان دینے والی شخصیت سے محروم کر دیا تھا اور انھوں نے محسوس کیا کہ خود اپنے قبیلے (کی ضرر رسانی) سے بچنے کے لیے انھیں کہیں پناہ لینی چاہیے۔ اس لیے وہ شمال کی جانب چل پڑے۔ انھوں نے اپنی بیوی کو اونٹ پر بٹھایا

toobaa-elibrary.blogspot.com


وہ گود میں اپنے بیٹے سلمہ کو لیے ہوئے تھیں اور وہ خود اونٹ کی نکیل پکڑے آگے آگے چل رہے تھے لیکن ام سلمہ کا تعلق قبیلہ مخزوم کی دوسری شاخ بنی مغیرہ سے تھا اور وہ ابوجہل کی حقیقی چچازاد بہن تھیں۔ ان کے خاندان کے کچھ لوگوں نے ان کا پیچھا کیا اور ابوسلمہؓ کے ہاتھ سے اونٹ کی نکیل چھین لی۔ وہ لوگ تعداد میں کہیں زیادہ تھے اور ابوسلمہؓ جانتے تھے کہ ان کی مزاحمت عبث ہوگی۔ اس لیے انھوں نے بیوی سے کہا کہ وہ ان لوگوں کے ساتھ واپس جائیں وہ ان کے لیے کوئی راہ نکالیں گے کہ ان سے جاملیں۔ لیکن جب بنی مخزوم کی ان کی شاخ والوں نے سنا تو وہ بنی مغیرہ پر برہم ہوئے اور یہ دعویٰ کر کے کہ لڑکے کو ان کی تولیت میں رہنا چاہیے۔ انھوں نے معاملے کو سنگین تر بنا دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سنگ دلی کے ساتھ تینوں ایک دوسرے سے جدا کر دیے گئے یہاں تک کہ بالآخر پورے قبیلے کو ترس آیا اور ان کو اجازت مل گئی کہ اپنے بیٹے کو لیں اور اپنے شوہر سے جاملیں۔ وہ ایک اونٹ پر بالکل یکہ وتنہا صرف بیٹے کو ساتھ لیے چل پڑیں لیکن کوئی چھ میل کے فاصلہ پر انھیں قبیلہ عبدالدار کے ایک شخص عثمان ابن طلحہ ملے۔ وہ ابھی تک مسلمان نہ ہوئے تھے۔ انھوں نے اصرار کیا کہ وہ منزل مقصود تک ان کی مشایعت کریں گے۔ انھوں نے سنا تھا کہ ابوسلمہؓ یثرب کے انتہائی جنوبی گوشے جہاں نخلستان کا ایک سرا سنگِ سیاہ کی چٹانوں کے دو سلسلوں میں سے ایک سلسلے سے جاملتا تھا ـــــ قبا نامی ایک گاؤں میں مقیم ہیں۔ وہ جب ایسے مقام پر پہنچے جہاں سے کھجور کے باغات نظر آنے لگے تو عثمان نے کہا: "تمھارے شوہر اسی گاؤں میں ہیں۔ وہاں جاؤ اللہ کی برکت کے سائے میں۔" ام سلمہؓ نے ان کے اس احسان کو کبھی فراموش نہ کیا وہ ان کی شرافت کے ذکر سے تھکتی نہ تھیں۔

عقبہ ثانیہ کی بیعت کے بعد قریش کے مسلمان خاصی تعداد میں ہجرت کرنے لگے۔ پہلے جانے والوں میں نبیؐ کے کچھ دوسرے رشتہ دار جحش اور امیمہ کے بیٹے اور

toobaa-elibrary.blogspot.com



بیٹیاں، عبداللہؓ اور ان کے نابینا بھائی ابو احمدؓ اور ان کی دو بہنیں زینبؓ اور حمنہؓ تھے۔ ان کے ساتھ بنی اسد کے دوسرے بہت سے لوگ گئے جو لمبی مدت سے عبد شمس کے حلیف تھے۔ حمزہؓ اور زیدؓ عارضی طور پر اپنی بیویوں کو مکہ میں چھوڑ کر گئے لیکن عثمانؓ رقیہؓ کو ساتھ لے گئے اور عمرؓ اپنی اہلیہ زینبؓ کو اپنی بیٹی حفصہؓ اور اپنے کم سن بیٹے عبداللہ کو ساتھ لے گئے۔ حفصہؓ کے شوہر قبیلہ سہم کے خنیسؓ بھی ان کے ساتھ تھے۔ سلمہؓ کے سوتیلے بھائی ابو صبرہ اپنی بیوی سُہیل کی بیٹی ام کلثومؓ کو ساتھ لے گئے اور آپ کے دوسرے کم سن چچازاد بھائی جو اب گئے زبیرؓ اور طلیبؓ تھے۔

زیادہ مدت نہ گزری کہ سوا ابو بکرؓ اور علیؓ کے نبیؐ کے تمام قریب ترین ساتھی مکے سے چلے گئے۔ ابو بکرؓ نے آپؐ سے ہجرت کی اجازت طلب کی تھی لیکن آپؐ نے فرمایا: "جانے کی جلدی نہ کرو۔ ہو سکتا ہے کہ خدا تم کو ایک ساتھی عطا کر دے۔" اس لیے ابو بکرؓ سمجھ گئے کہ انھیں نبیؐ کے ساتھ جانے کے لیے انتظار کرنا ہے۔ انھوں نے حکم دیا کہ ان کے یثرب جانے کی تیاری کے سلسلے میں ان کے اونٹوں کو ببول کی پتیوں کا چارہ دیا جائے۔

ہجرت کو روکنے کے لیے قریش نے وہ سب کیا جو کچھ وہ کر سکتے تھے۔ سُہیل کی دوسری بیٹی اب تک اپنے شوہر ابو حذیفہؓ کے ساتھ جا چکی تھیں جیسے کہ اس سے قبل وہ دونوں گئے تھے لیکن سُہیل نے پکا ارادہ کر رکھا تھا کہ اس بار اپنے بیٹے عبداللہ کو بچ کر نکل جانے دے گا اس لیے اس نے اس پر کڑی نگرانی رکھی۔ بالکل اسی قسم کا واقعہ شمسی سردار عاص کے بیٹے ہشام کے ساتھ پیش آیا جو اسی کی مانند حبش ہجرت کرنے والوں میں تھا۔ اُس کا سوتیلا بھائی عمرو تھا۔ عمرو جس کو قریش نے حبش اس لیے بھیجا تھا کہ نجاشی کو مسلم مہاجرین کی مخالفت پر آمادہ کر دے اور ہشام نے اس کی ناکامی اور ہزیمت خوردگی کا منظر دیکھ لیا تھا۔ عمرؓ جو ہشام کے بھائی تھے، دونوں کی مائیں آپس میں بہنیں تھیں۔ انھوں نے بندوبست کیا تھا کہ اب ایک ساتھ یثرب کا سفر کریں گے۔ مکے سے الگ

toobaa-elibrary.blogspot.com



روانہ ہوں گے اور اَضات کے کٹیلے درختوں کے پاس ملیں گے۔ یہ مقام شہر سے دس میل کے فاصلے پر تھا۔ قبیلہ مخزوم کے عیاش کو بھی ان کے ساتھ ہی سفر کرنا تھا لیکن مقررہ وقت اور مقام پر ہشام کا پتہ نہ تھا اس لیے عمرؓ اور ان کا خاندان عیاش کے ساتھ آگے چل دیئے کیونکہ پہلے سے طے تھا کہ وہ ایک دوسرے کا انتظار نہ کریں گے۔ ہشام کے باپ اور بھائی کو ان کے منصوبے کی اطلاع ہو گئی تھی اور انھوں نے ان کو بجبر روک لیا۔ انھوں نے اس پر اتنا دباؤ ڈالا کہ کچھ دنوں بعد ان کی ترغیب کے نتیجے میں وہ ترک اسلام پر راضی ہو گیا۔

جہاں تک عیاش کا تعلق ہے وہ عمرؓ کے ساتھ یثرب پہنچ تو گئے لیکن ان کے دو سوتیلے بھائی ابوجہل اور حارث بھی وہاں وارد ہو گئے اور انھوں نے ان سے کہا کہ ان کی ماں نے جو عیاش کی بھی ماں تھیں، قسم کھا رکھی ہے کہ نہ اپنے بالوں میں کنگھی کرے گی نہ دھوپ سے بچے گی جب تک کہ اپنی آنکھوں سے ان کو دوبارہ دیکھ نہ لے گی۔ اس اطلاع سے عیاش بہت پریشان ہوئے لیکن عمرؓ نے ان سے کہا "یہ لوگ اس کے سوا کچھ نہیں چاہتے کہ تم کو ورغلا کر دین سے برگشتہ کر دیں۔ کیونکہ خدا کی قسم اگر جوئیں تمھاری ماں کو پریشان کریں گی تو وہ ضرور اپنی کنگھی استعمال کرے گی۔ اگر مکہ کی دھوپ سے اس کو اذیت پہنچے گی تو وہ سائے کی پناہ ضرور لے گی۔" لیکن عیاش ان کی فہمائش پر کان دھرنے کو تیار نہ تھے۔ وہ مکہ جانے پر اصرار کرتے رہے تاکہ اپنی ماں کو ان کے حلف سے چھٹکارا دلائیں یہ بھی نیت تھی کہ کچھ رقم جو وہ چھوڑ کر چلے آئے تھے اس کو بھی حاصل کر لیں لیکن ابھی آدھے راستے میں تھے کہ ابوجہل اور حارث ان پر ٹوٹ پڑے اور ان کے ہاتھ پیر باندھ کر قیدی کی طرح گھیرے گئے، اور مکہ میں یہ صدا لگاتے داخل ہوئے "اے اہل مکہ ایسے علاج کرو اپنے احمقوں کا جیسے ہم نے اپنے اس احمق کا کیا ہے۔" ہشام کی طرح عیاش کو بھی دباؤ ڈال کر دین سے پھر جانے

toobaa-elibrary.blogspot.com



پر تیار کر لیا گیا لیکن دونوں میں سے کسی کے معاملے میں یہ ارتداد قطعی اور آخری نہ تھا۔ تھوڑے دنوں بعد دونوں کے ضمیر نے یہاں تک ملامت کی کہ انھوں نے فرض کر لیا کہ ان سے ایسا گناہ سرزد ہوا ہے جس کا کفارہ ممکن نہیں۔ یہی رائے عمرؓ کی بھی تھی لیکن اسی زمانے میں یہ وحی نازل ہوئی۔ [1] "اے میرے بندو، جنھوں نے اپنی جانوں کے خلاف زیادتی کی ہے اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہوں اللہ سب گناہوں کو معاف کرتا ہے وہ غفور و رحیم ہے اللہ سے توبہ کرو اور عذاب آنے سے پہلے اس کی طرف لوٹ آؤ۔ عذاب آنے کے بعد تمھاری کوئی مدد نہ کی جائے گی۔" عمرؓ نے اس وحی کو لکھ لیا اور اس تحریر کو ہشام کے پاس بھیجنے کی راہ پیدا کر لی۔ ہشام نے کہا۔ "جب یہ تحریر مجھ تک پہنچی تو میں نے اس کو نگاہوں سے قریب کیا پھر دور کیا لیکن میں اس کو سمجھ نہ پایا۔ میں یہی کرتا رہا یہاں تک کہ میں نے کہا اے اللہ اس تحریر کو مجھے سمجھا دے۔ تب خدا نے میرے دل میں یہ بات ڈال دی کہ یہ وحی ہمارے ہی بارے میں نازل ہوئی ہے۔ اس ضمن میں ہم اپنے بارے میں کہہ رہے تھے اور جو ہمارے بارے میں کہا جا رہا تھا۔ ہشام نے یہ تحریر عیاش کو دکھائی۔ انھوں نے اپنے اسلام کی تجدید کی اور بچ نکلنے کے لیے موقع کا انتظار کرتے رہے۔

---

## حوالجات، حواشی و تشریحات

[1] ۳۹: ۵۳-۵۴

toobaa-elibrary.blogspot.com



## باب — ۳۶

# ایک سازش

ہشام اور عیاش کا ظاہری ارتداد قریش کی محض ایک معمولی کامیابی تھی۔ جس کو مہاجرین کے مکہ کو خیر باد کہنے کی مستقل اور مسلسل رفتار نے بالکل کم وزن بنا دیا تھا۔ مکہ کے بعض بڑے بڑے گھر خالی پڑے تھے یا جو کبھی بھرے پڑے تھے اب سنسان تھے۔ اب ان میں بس دو ایک بوڑھے رہ گئے تھے۔ ایک ایسے شہر میں جو صرف دس سال پہلے خوش حال اور یک جہت نظر آتا تھا ہر شے بدل گئی تھی۔ اور اس

toobaa-elibrary.blogspot.com



تغیرِ حال کا ذمہ دار صرف ایک شخص تھا لیکن رنج و ملال کا یہ احساس تو آنی جانی شے تھا۔ اس کے برخلاف جو احساس دل سے مٹتا ہی نہ تھا وہ تھا خطرے کا احساس۔ شمال کی جانب اس شہر سے جہاں اتنے بہت سے بالقوۃ دشمن باہم مجتمع ہو رہے تھے جو قرابت کے تعلقات کا اگر وہ اس کے دین سے متصادم ہوں، قطعاً پاس اور لحاظ نہ کرتے تھے۔ انھوں نے نبیؐ کو فرماتے سنا تھا "اے اہلِ قریش میں تمھیں قتلِ عام کی خبر دیتا ہوں۔" وہ اس کو بھولے نہ تھے حالانکہ فی الوقت ڈرنے کی کوئی بات نہ تھی لیکن اگر ان کی نقل و حرکت پر پیہم نگرانی رکھنے کے باوجود اب وہ ان سے بچ نکلے اور یثرب چل دیئے تو اُن کے یہ الفاظ محض وعید و تہدید نہ رہ جائیں گے۔

مطعم جنھوں نے طائف سے واپسی پر نبیؐ کو امان دے رکھی تھی ان کے انتقال نے اقدام کا راستہ صاف کر دیا اور اس کو مزید صاف کرنے کے لیے ابولہب جان بوجھ کر اس اجتماع سے غیر حاضر ہو گیا۔ جو سردارانِ قریش نے اب منعقد کیا۔ بڑی بحث و تمحیص کے بعد جب متعدد تجاویز پیش اور رد ہو چکیں تو انھوں نے اتفاق کیا ـــــ بعض نے بادلِ ناخواستہ ـــــ اس منصوبے سے جس کو ابوجہل نے ان کے مسئلے کے تنہا حل کے طور پر پیش کیا۔ ہر قبیلے کے ذمہ قرار دیا گیا کہ وہ اپنوں میں سے ایک طاقت ور معتمد قرابت کے بہتر تعلقات رکھنے والے نوجوان کو نامزد کرے اور ایک مقررہ وقت پر یہ سب کے سب ایک ساتھ محمدؐ پر ٹوٹ پڑیں اور ہر ایک ان پر مہلک وار کرے تاکہ ان کا قصاص بیک وقت تمام قبائل پر لازم آئے۔ بنی ہاشم قریش کے تمام قبائل سے تنہا نبرد آزما ہونے کے قابل نہ ہوں گے ان کو خون بہا کی رقم قبول کرنی ہی پڑے گی جو ان کو انتقام کے بدلے میں پیش کر دی جائے گی اور اس طرح برادری اس شخص سے چھٹکارا پائے گی جو جب تک بقیدِ حیات رہے گا ـــــ ان کو چین سے نہ رہنے دے گا۔

toobaa-elibrary.blogspot.com



اب جبرئیلؑ نبیؐ کے پاس آئے اور بتایا کہ انھیں کیا کرنا چاہیے۔ دوپہر کا وقت تھا۔ کسی کے پاس جانے کے لیے ایک غیر معمولی وقت ۔۔۔ لیکن نبیؐ سیدھے ابوبکرؓ کے گھر گئے، جنھوں نے آپؐ کو ایسے وقت دیکھتے ہی جان لیا کہ کوئی خاص بات ہوئی ہے۔ عائشہؓ اور ان کی بڑی بہن باپ کے پاس تھیں جب آپؐ داخل ہوئے تو آپؐ نے فرمایا "اللہ نے مجھے شہر چھوڑنے اور ہجرت کرنے کی اجازت دے دی" ابوبکرؓ نے سوال کیا "میرے ساتھ؟" نبیؐ نے جواب دیا "تمھارے ساتھ" اس وقت عائشہؓ اپنی عمر کے ساتویں سال میں تھیں۔ بعد کے دنوں میں وہ کہا کرتی تھیں "اس سے پہلے میں نہیں جانتی تھی کہ خوشی میں بھی کوئی رو سکتا ہے جب تک کہ میں نے ابوبکرؓ کو اس دن روتے نہ دیکھا تھا۔

جب وہ روانگی کا منصوبہ بنا چکے تو نبیؐ اپنے گھر تشریف لے گئے، اور علیؓ سے بتایا کہ آپ عنقریب یثرب جانے والے ہیں اور انھیں ہدایت کی کہ وہ مکّہ ہی میں قیام کریں تا آنکہ امانتیں جو آپؐ کے گھر میں بخیال حفاظت رکھی گئی ہیں ان کے مالکوں کو واپس ہو جائیں۔ کبھی ایسا نہ ہوا کہ آپؐ "امین" کے لقب سے معروف نہ رہے ہوں۔ اور اب بھی کتنے کفار تھے جو اپنی امانت کے بارے میں جتنا آپؐ پر اعتبار کرتے تھے کسی دوسرے پر نہ کرتے تھے۔ آپؐ نے علیؓ کو وہ بھی بتایا جو قریش کی آپؐ کے خلاف سازش کے بارے میں جبرئیلؑ نے آپؐ کو بتایا تھا۔

جو نوجوان آپؐ کو قتل کرنے کے لیے چنے گئے تھے۔ انھوں نے طے کیا کہ رات ہونے پر وہ آپؐ کو دروازے کے باہر ملیں گے لیکن جب وہ انتظار کر رہے تھے کہ ان کی تعداد مکمل ہو جائے تو انھوں نے عورتوں کی آوازیں سنیں جو گھر کے باہر تک سنائی دے رہی تھیں یہ آوازیں تھیں سودہؓ کی، ام کلثومؓ کی، فاطمہؓ اور ام ایمنؓ کی۔ یہ بات ان کے لیے سوچ بچار کا سبب بن گئی اور ان میں سے ایک نے کہا "اگر وہ دیوار پھاند کر اندر داخل ہوتے ہیں تو

toobaa-elibrary.blogspot.com



ہمیشہ کے لیے ان کا نام عربوں میں بدنام ہو جائے گا۔ کیونکہ وہ ایسا کر کے عورتوں کی خلوت میں خلل انداز ہونے کے مرتکب ہوں گے اس لیے انھوں نے طے کیا کہ وہ اس وقت تک انتظار کریں کہ ان کا مطلوب ہدف باہر آئے، جیسا کہ صبح سویرے اس کا معمول ہے۔ یہ ایک مجدانہ بات ہے کہ وہ اس سے پہلے ہی باہر آ جائے۔

نبیؐ اور علیؓ کو ان لوگوں کی موجودگی کا فوراً ہی علم ہو گیا۔ اور آپؐ نے اپنی ایک عبا جس میں آپؐ استراحت فرمایا کرتے تھے علیؓ کو دے کر فرمایا "تم میرے بستر پر لیٹ رہو اور میری اس حضرمی عبا کو اپنے گرد لپیٹ لو اور سو رہو۔ تم کو ان لوگوں سے کوئی مضرت نہ پہنچے گی۔" اس کے بعد آپؐ نے وہ سورۃ پڑھنی شروع کی جس کا عنوان اس کے ابتدائی حروف یعنی یٰس ہیں اور جب آپؐ ان الفاظ پر پہنچے "اور ہم نے ان کو ڈھک دیا اس لیے وہ دیکھتے نہیں" تو آپؐ گھر سے باہر تشریف لے گئے اور اللہ نے ان کی بصارت لے لی۔ چنانچہ انھوں نے آپؐ کو نہ دیکھا۔ آپؐ ان کے بیچ سے گزرے اور اپنی راہ آگے بڑھ گئے۔

ایک شخص مخالف سمت سے آ رہا تھا۔۔۔ ان کے راستے ایک دوسرے کو کاٹتے تھے۔۔۔ اس نے نبیؐ کو پہچان لیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ اپنے راستے پر ایسے مقام سے گزرا جو نبیؐ کے گھر سے بہت دور نہ تھا اور آپؐ کے دروازے پر لوگوں کو دیکھ کر اس نے پکار کر کہا "اگر وہ محمدؐ کی جستجو میں ہیں تو وہ وہاں نہیں ہیں بلکہ تھوڑی ہی دیر ہوئی جا چکے۔" "ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟" ان لوگوں نے سوچا۔ سازشیوں میں سے ایک آپؐ کے گھر کی نگرانی کرتا رہا تھا اور دوسروں کے آنے سے پہلے اس نے دیکھا تھا کہ آپؐ گھر میں داخل ہوئے اور ان کو یقین تھا کہ اس اثنا میں کہ وہ وہاں موجود تھے کوئی گھر سے باہر نہیں گیا لیکن اب انھیں الجھن ہونے لگی۔ یہاں تک کہ ان میں سے ایک جو جانتا تھا کہ آپؐ کہاں آرام فرما ہوا کرتے تھے ایسی جگہ گیا جہاں سے وہ کھڑکی سے دیکھ کر بس اتنا یقین حاصل کر سکا کہ

toobaa-elibrary.blogspot.com



سبز عبا میں لپٹا ہوا کوئی نبیؐ کے بستر پر سو رہا ہے۔ اس لیے اس نے اپنے ساتھیوں کو اطمینان دلایا کہ ان کا ہدف اب بھی وہاں موجود ہے لیکن جب روشنی ہوئی تو علیؓ اُٹھے اور گھر کے دروازے پر گئے۔ اب بھی سبز عبا ان کے جسم کے گرد لپٹی ہوئی تھی اب انھیں معلوم ہوا کہ سبز عبا میں ملبوس کون تھا اور، وہ سوچ میں پڑ گئے، کہ کس طرح ان کو چکمہ دے دیا گیا۔ انھوں نے کچھ دیر مزید انتظار کیا۔ باریک ترین ہلال ـــــ ماہ صفر کے گھٹتے ہوئے چاند میں سے جو کچھ بھی باقی رہ گیا تھا۔ مشرقی پہاڑیوں پر طلوع ہوا تھا اور اب جیسے جیسے روشنی بڑھ رہی تھی وہ زرد پڑنے لگا اب بھی نبیؐ کا پتہ نشان نہ تھا اور ایک فوری جذبے کے زیر اثر انھوں نے طے کیا کہ وہاں سے چل دیں۔ ہر ایک اپنے اپنے قبیلے کے سردار کے پاس آتا کہ انھیں چوکنا کردیں۔

## حوالہ جات، حواشی، تشریحات

لہ ۹:۳۶

toobaa-elibrary.blogspot.com



## باب — ۳۷

# ہجرت

اس اثنا میں نبیؐ ابوبکرؓ کے پاس واپس پہنچ چکے تھے اور ذرا بھی وقت ضائع کیے بغیر ایک پچھلی کھڑکی سے باہر نکل گئے۔ وہاں دو اونٹ پہلے ہی سے کجاوہ کسے تیار کھڑے تھے۔ دونوں آپؐ کا انتظار کر رہے تھے۔ نبیؐ ان میں سے ایک پر سوار ہوئے اور ابوبکرؓ دوسرے پر۔ ان کے صاحب زادے عبداللہ ساتھ ہی پیچھے بیٹھے۔ پہلے سے طے شدہ منصوبے کے مطابق انھوں نے یمن کو جانے والے راستے

toobaa-elibrary.blogspot.com



پر کسی قدر جنوب میں کوہِ ثور پر ایک غار کا رُخ کیا۔ کیونکہ انھیں معلوم تھا کہ جوں ہی آپؐ کے غائب ہونے کا پتہ چلے گا تلاش کرنے والی ٹولیاں شہر کے مضافات میں تمام شمالی راستوں کی نگرانی کے لیے روانہ کر دی جائیں گی۔ ابھی مکہ کے حدود سے تھوڑی دور آگے گئے تھے کہ آپؐ نے اپنا اونٹ روکا اور مُڑ کر دیکھتے ہوئے فرمایا "اللہ کی زمین پر تو مجھے سب سے محبوب جگہ ہے اور تو اللہ کو بھی محبوب ہے۔ اگر میری قوم نے مجھے تیری سرزمین سے نہ نکالا ہوتا تو میں تجھے چھوڑ کر نہ جاتا۔" غلام بن عامرؓ ابن فہیرہ جن کو ابوبکرؓ نے غلام کی حیثیت سے خریدا پھر آزاد کر دیا تھا اور اپنی بھیڑوں کی نگرانی سپرد کر دی تھی اپنے گلّے کے ساتھ پیچھے پیچھے چل رہے تھے تاکہ ان کے نشاناتِ قدم کو ڈھک دیں۔ جب وہ غار پر پہنچے تو ابوبکرؓ نے اونٹوں کے ساتھ بیٹے کو گھر واپس کر دیا۔ ان کو ہدایت کی کہ وہ مکہ میں سن گن لیتے رہیں کہ اگلے دن جب نبیؐ کی غیر موجودگی دریافت ہوئی تو لوگوں نے کیا کہا اور اس کی اطلاع اگلی رات ان کو دیں۔ عامرؓ کے ذمہ تھا کہ وہ معمول کے مطابق دوسرے چرواہوں کے ساتھ اپنی بھیڑیں دن میں چراتے رہیں اور رات کے وقت انھیں غار پر لے آئیں اور ثور و مکہ کے درمیان عبداللہؓ کے نشانِ قدم کو گلّے کے نشانِ قدم سے ڈھکتے رہیں۔

اگلی شب عبداللہؓ غار پر آئے۔ ان کے ساتھ ان کی بہن اسمأؓ بھی کھانا لے کر آئیں۔ وہ یہ خبر لائے کہ قریش نے اس کے لیے جو محمدؐ کا پتہ لگائے اور انھیں مکہ واپس لائے سَو اونٹوں کے انعام کی پیش کش کی ہے۔ گھڑسوار مکہ سے یثرب جانے والے ہر عام راستے پر اس توقع میں کہ وہ دونوں کو جالیں گے، دوڑ رہے ہیں۔ چونکہ یہاں لیا گیا تھا کہ ابوبکرؓ آپؐ کے ساتھ ہیں اس لیے ان کو بھی مکے سے غائب مان لیا گیا تھا۔ لیکن دوسرے لوگ شاید عبداللہؓ ان کو نہ جانتے رہے ہوں۔ خیال کرتے تھے کہ یہ لوگ مکہ کے گرد متعدد پہاڑیوں کے غاروں میں سے کسی ایک میں روپوش ہوں گے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com



مزید برآں ریگستان کے عرب نشان قدم کی شناخت میں خاصے ماہر ہوتے تھے۔ یہاں تک کہ خواہ دو یا تین اونٹوں کے پیچھے بھیڑوں کا گلہ گیا ہو ایک عام بدو ایک نگاہ میں اونٹوں کے پیر کے بڑے نشان کے باقیات کو دیکھ لیتے تھے خواہ چھوٹے نشانات نے تقریباً سبھی کو مٹا دیا ہو۔ اس کا امکان نہیں معلوم ہوتا تھا کہ مفرور اشخاص شہر کے جنوب میں ہوں گے لیکن ایسے لمبے چوڑے انعام کی خاطر ہر امکان کو جانچ لینا لازم تھا اور اونٹ یقیناً بھیڑوں سے پہلے اس راستے پر جو غار ثور کی جانب جاتا تھا گزرے تھے۔

تیسرے دن ان کی پہاڑی خلوت کی خاموشی پرندوں کی آواز سے ٹوٹی۔ ان کا خیال تھا کہ پہاڑی فاختہ کا جوڑا ہو گا جو غار کے باہر بول رہا تھا اور بازو پھڑپھڑا رہا تھا۔ پھر تھوڑی دیر بعد انھوں نے کچھ فاصلے پر اپنے نیچے آدمیوں کے بولنے کی ہلکی سی آواز سنی۔ پھر آواز بلند ہونے لگی جیسے لوگ پہاڑ کے ایک طرف چڑھ رہے ہوں۔ رات ہونے سے پہلے وہ عبداللہ کی توقع نہ کرتے تھے اور ابھی غروب آفتاب میں کچھ گھنٹے باقی تھے۔ اگرچہ عجیب بات تھی کہ وہ جو وقت سمجھتے تھے اس کے حساب سے غار میں روشنی تھوڑی تھی۔ اب آواز زیادہ دور نہ تھی۔ پانچ یا چھ آدمی کم سے کم رہے ہوں گے اور وہ اب بھی قریب بڑھتے آ رہے تھے۔ آپ نے ابوبکرؓ کی جانب دیکھا اور کہا "ملول نہ ہو اللہ ہمارے ساتھ ہے" اور اس کے بعد آپ نے فرمایا "کیا خیال ہے تمہارا ان دو کے بارے میں جن کا تیسرا خدا ہو"۔ اب وہ قدموں کی چاپ سن سکتے تھے جو اب قریب آتی جا رہی تھی۔ پھر رک گئی۔ لوگ غار کے باہر کھڑے تھے وہ فیصلہ کن انداز میں باتیں کر رہے تھے۔ سب اس پر متفق تھے کہ غار میں داخل ہونے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ کسی کے اس کے اندر ہونے کا امکان نہیں۔ پھر وہ جس راہ سے آئے تھے اسی پر واپس گئے۔

جب ان کے واپس جاتے ہوئے قدموں کی چاپ اور خود ان کی آواز سنائی دینی بند

toobaa-elibrary.blogspot.com



ہوگئی تو نبیؐ اور ابوبکرؓ غار کے دہانے پر گئے' وہاں اس کے سامنے تقریباً داخلے کی راہ مسدود کرتا ہوا ایک ببول کا قد آدم درخت تھا جو اس صبح وہاں نہ تھا اور خلا پر جو غار کی دیوار اور درخت کے بیچ میں رہ گیا تھا اس پر ایک مکڑی نے اپنا جالا تان رکھا تھا۔ انھوں نے جالے کے بیچ سے دیکھا ایک چٹان کے کھوکھلے حصے میں جہاں سے آدمی غار میں داخل ہو تو اس کا قدم پڑ سکتا تھا۔ ایک پہاڑی فاختہ نے اپنا گھونسلا بنا لیا تھا اور ایسا سمٹ کر بیٹھی تھی جیسے اس کے نیچے انڈے ہوں۔ اس کا نر اوپر آگے نکلی ہوئی ایک چٹان کی نوک پر بیٹھا تھا۔ جب انھوں نے عبداللہ اور اس کی بہن کے قریب آتے قدموں کی چاپ سنی تو انھوں نے آہستگی سے جالے کو ایک طرف کر دیا جو آپ کے لیے تحفظ کا ذریعہ بن گیا تھا اور احتیاط برتتے ہوئے ایسے کہ فاختہ کو نہ چھیڑیں ان سے ملنے گئے عامرؓ بھی اس بار بغیر اپنے گلّے کے آگیا تھا۔ وہ اس بدو کو بھی ساتھ لایا تھا جس کو ابوبکرؓ نے وہ دو اونٹ سپرد کیے تھے جن کو انھوں نے اپنے سفر کے لیے چنا تھا۔ وہ آدمی ابھی مسلمان نہیں ہوا تھا لیکن اس پر اعتماد کیا جا سکتا تھا کہ وہ ان کے راز کی حفاظت کرے گا۔ اور ان کی منزل مقصود تک ان کی رہنمائی کرے گا۔ ایسے الگ تھلگ راستے سے جس کو ایک حقیقی فرزند ریگزار ہی جان سکتا تھا۔ وہ نیچے وادی میں دونوں جانوروں کے ساتھ انتظار کر رہا تھا۔ ایک تیسرا اونٹ خود اپنے لیے لایا تھا۔ ابوبکرؓ کو اپنے پیچھے اپنے اونٹ پر عامرؓ کو بٹھانا تھا تاکہ ان کی حضرتوں پر نگاہ رکھیں۔ وہ غار سے چل پڑے اور ڈھلوان سے نیچے اتر گئے۔ اسماءؓ کھانے کے سامان کا ایک تھیلا لائی تھیں لیکن ایک رسّی لانا بھول گئی تھیں اس لیے انھوں نے اپنا نطاق کھولا اور اس کو پھاڑ کر دو لمبی پٹیاں بنائیں۔ ایک سے انھوں نے تھیلے کو اپنے باپ کے کجاوے سے باندھنے کا کام لیا اور دوسری کو اپنے لیے رکھ لیا۔ اس طرح وہ "ذات النطاقین" دو پٹیوں والی کہلائیں۔

جب ابوبکرؓ نے دونوں اونٹوں میں سے جو بہتر تھا نبیؐ کو اس کی پیش کش کی تو آپ

toobaa-elibrary.blogspot.com



نے فرمایا "میں ایسے اونٹ پر نہ سوار ہوں گا جو میرا اپنا نہ ہو۔" ابوبکرؓ نے عرض کیا "اے اللہ کے رسولؐ وہ آپ ہی کا ہے۔" آپ نے فرمایا "نہیں، مگر ہاں اس کی کیا قیمت تم نے دی ہے؟" ابوبکرؓ نے قیمت بتا دی۔ آپ نے کہا "اسی قیمت پر میں اس کو خریدتا ہوں۔" ابوبکرؓ نے بھی اسے ہدیۃً پیش کرنے پر اصرار نہ کیا۔ حالانکہ آپ نے ان سے متعدد ہدایا پہلے قبول فرمائے تھے لیکن چونکہ یہ ایک اہم موقع تھا۔ یہ رضائے الٰہی کے لیے وطن اور گھر کے سارے رشتے منقطع کرتا تھا اور آپ کی ہجرت تھی اس لیے لازم تھا کہ ————————

———————— سواری جس

کے ذریعہ اس عمل کی تکمیل ہونا واجب تھا وہ بھی کلیۃً آپ کی ہو کیونکہ وہ اس نذر کا حصہ تھی۔ اونٹنی کا نام قصواء تھا اور وہ آخر وقت تک آپ کی پسندِ خاطر اونٹنی بنی رہی۔

ان کا رہبر انھیں مکہ سے جانب مغرب لے گیا۔ پھر قدرے جنوب۔ یہاں تک کہ وہ ساحل بحر احمر پر پہنچ گئے۔ یثرب سیدھے مکہ سے شمال میں ہے لیکن چند دنوں تک وہ صرف اسی راستے پر چلتے رہے۔ اپنی ایک پہلی شام سمندر پار نوبیا کے ریگستان کے اوپر انھوں نے ربیع الاول کا چاند دیکھا۔ نبیؐ جب بھی چاند دیکھتے تھے تو فرمایا کرتے تھے "اے بھلائی اور ہدایت کے ہلال میرا ایمان اس پر ہے جس نے تجھ کو پیدا کیا ہے۔"

ایک صبح انھوں نے کسی قدر الجھن محسوس کی۔ انھوں نے دیکھا مخالف سمت سے ایک چھوٹا سا قافلہ ان کی طرف آرہا ہے لیکن ان کی پریشانی مسرت سے بدل گئی جب انھوں نے پایا کہ وہ ابوبکرؓ کے رشتہ دار طلحہ تھے جو شام سے آرہے تھے جہاں انھوں نے کپڑے اور دوسرا سامانِ تجارت خریدا تھا اور اس کو اونٹوں پر بار کرکے لیے آرہے تھے۔ دورانِ سفر وہ یثرب میں رُکے تھے۔ اور ارادہ رکھتے تھے کہ مکہ میں اپنا سامان فروخت کرنے کے فوراً بعد واپس ہو جائیں گے۔ انھوں نے بتایا

toobaa-elibrary.blogspot.com



کر نخلستان میں انتہائی اشتیاق کے ساتھ آپؐ کی تشریف آوری کا انتظار ہو رہا ہے۔ الوداع کہنے سے پہلے انھوں نے نبیؐ اور ابوبکرؓ ہر ایک کو مختلف قسم کے عمدہ سفید شامی ملبوسات دیئے جن کو وہ قریش کے بعض نسبتاً دولت مند اشخاص کے ہاتھ فروخت کرنے کی پہلے سے نیت رکھتے تھے۔

طلحہ سے ان کی ملاقات پر زیادہ وقت نہ گزرا تھا کہ وہ سیدھے شمال کی سمت مڑے۔ ساحل سے کسی قدر اندرون کی جانب پھر شمال مشرق کی سمت اور اب آخرکار سیدھے یثرب کو۔ ان کے سفر کے ایک مرحلے میں نبیؐ پر وحی نازل ہوئی: "یقیناً جس نے آپ پر قرآن فرض کیا ہے دوبارہ آپ کو وطن واپس لائے گا۔"

سپیدۂ سحر نمودار ہونے سے کچھ پہلے غار سے نکلنے کے بارہویں دن وہ لوگ عقیق کی وادی میں پہنچے اور وادی کو پار کر کے دوسری جانب کے ناہموار سیاہ ڈھلوان پر چڑھے۔ اس سے قبل کہ یہ لوگ چوٹی پر پہنچتے سورج کافی بلند ہو چکا تھا اور تمازت شدید تھی۔ دوسرا کوئی دن ہوتا تو یہ لوگ آرام کی خاطر رُک گئے ہوتے تاآنکہ دھوپ کی شدت کم ہو جائے۔ لیکن فی الوقت انھوں نے طے کیا کہ چڑھائی کی آخری بلندی تک پہنچ جائیں اور بالآخر جب وہ ایسی جگہ پہنچ گئے جہاں سے نیچے میدان نظر آ رہا تھا تو پھر رُک جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ وہ جگہ جس کو نبیؐ نے خواب میں دیکھا تھا "خاصی سیراب سرزمین سیاہ پتھروں کی دو قطاروں کے درمیان" آپؐ کی نگاہوں کے سامنے تھی اور بھوراپن لیے ہوئے کھجوروں کے جھنڈ اور باغات کی پھیلی ہوئی ہلکی سبزی ایک جگہ سے ڈھلوان کی تلی جس تک ان لوگوں کو اتر کر جانا تھا، تین میل کے رقبے میں نظر آ رہی تھی۔

اس سبزہ زار میں قریب ترین مقام قبا تھا جہاں بیشتر مہاجرین پہلے ٹھہرے تھے اور جہاں ان میں سے بیشتر اب بھی موجود تھے۔ نبیؐ نے اپنے رہبر سے فر... مجھے

toobaa-elibrary.blogspot.com



سیدھے قبا کے مقام پر بنی عمرو کے علاقے میں لے چلو اور شہر پہنچنے سے پہلے تک کہیں بھی نہ رکو۔ نخلستان کا گھنی آبادی والا علاقہ اسی نام سے یاد کیا جاتا تھا۔ وہ شہر جو تمام جزیرۂ عرب میں اور وہاں کے علاوہ دوسری جگہوں میں عربی میں المدینہ اور انگریزی میں MEDINA کے نام سے شہرت پانے والا تھا۔

کئی دن پہلے آپؐ کے مکہ سے غائب ہونے اور آپؐ کی گرفتاری پر انعام کی خبر نخلستان پہنچ چکی تھی۔ قبا کے لوگ روزانہ آپؐ کی آمد کے متوقع تھے۔ چونکہ آپؐ کی تشریف آوری میں اب تاخیر ہو رہی تھی ہر دن فجر کی نماز کے بعد بنی عمرو کے لوگ آبادی سے باہر آپؐ کی آمد کے انتظار میں نکل جایا کرتے تھے۔ ان کے ساتھ دوسرے قبائل کے لوگ بھی ہوتے تھے جو اس گاؤں میں رہتے تھے نیز قریش کے وہ مہاجرین جو اب بھی وہیں تھے اور مدینہ نہیں گئے تھے یہ سب لوگ کھیتوں اور کھجور کے باغوں کے پرے آتش فشانی چٹانوں کے سلسلے تک جاتے کچھ دور جانے کے بعد رک جاتے اور انتظار کرتے۔ یہاں تک کہ آفتاب کی تمازت اذیت رساں ہو جاتی تب وہ اپنے گھروں کو واپس ہو جاتے۔ وہ اس صبح کو بھی باہر نکلے تھے لیکن اس وقت تک واپس ہو چکے تھے چاروں مسافروں نے چٹان کی ڈھلوان سے اترنا شروع کیا تھا۔ پرامید نگاہیں اس طرف نہ تھیں لیکن سورج کی روشنی نبیؐ اور ابوبکرؓ کے بے سفید ملبوس پر پڑ رہی تھی جو سیاہ آتش فشاں پتھروں کے پس منظر میں اور زیادہ نمایاں تھے اور ایک یہودی نے جو اتفاق سے اپنے گھر کی چھت پر تھا فوراً جان لیا کہ یہ کون لوگ ہو سکتے ہیں کیونکہ قبا کے یہودیوں نے پوچھا تھا اور انھیں بتایا گیا تھا کہ ان کے اتنے بہت سے ہمسائے کیوں بلاناغہ ہر صبح ٹولیاں بنا کر صحرا کا رخ کیا کرتے ہیں۔ اس لیے اس نے اپنی انتہائی بلند آواز میں پکارا "قایلہ کے بیٹو، وہ آگیا ہے۔" پکار فی الفور سن لی گئی اور ہر طرف یہی صدا بلند ہو گئی اور مرد، عورتیں اور بچے بعجلت اپنے گھروں سے

toobaa-elibrary.blogspot.com



چل پڑے۔ اور ایک بار پھر موج در موج انھوں نے سبزی کے اس خطے کا رُخ کیا جو آتش فشانی چٹانوں کی قطار سے جا ملتا تھا لیکن انھیں بہت دور نہ جانا پڑا۔ کیوں کہ مسافر اب تک انتہائی مضافات میں واقع کھجور کے باغ تک پہنچ چکے تھے۔ فی الحقیقت یہ انتہائی خوشی کی دوپہر تھی۔ نبیؐ نے انھیں مخاطب کرکے فرمایا "اے لوگو! ایک دوسرے کو سلام کرو، بھوکے کو کھانا کھلاؤ اور جب لوگ سو رہے ہوں تو نماز (نفل) پڑھو، مزے سے جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔"
یہ طے ہوا کہ آپؐ کا قیام قبا کے ایک معمر شخص کلثومؓ کے ساتھ ہوگا۔ انھوں نے اس سے پہلے حمزہؓ اور زیدؓ کو بھی اپنے گھر میں خوش آمدید کہا تھا جب وہ مکے سے وارد ہوئے تھے۔ کلثومؓ کے قبیلے بنی عمرو کا تعلق قبیلۂ اوس سے تھا اور یہ بات بلاشبہ جزوی طور پر قرین انصاف تھی تاکہ یثرب کے دونوں قبائل کو میزبانی کا شرف حاصل ہو جائے۔ ابوبکرؓ سنہ نامی گاؤں میں جو مدینہ سے نسبتاً کچھ قریب تھا خزرج کے ایک شخص کے مہمان ہوئے۔ ایک یا دو دن بعد علیؓ مکہ سے آ پہنچے۔ انھوں نے اسی گھر میں قیام کیا جس میں نبیؐ ٹھہرے ہوئے تھے۔ ساری امانتوں کو جو آپؐ کے پاس رکھی گئی تھیں، ان کے مختلف مالکوں کو واپس کرنے میں انھیں تین دن لگے تھے۔

بہت سے لوگ رسولؐ کی خدمت میں ہدیۂ تبریک و خیر مقدم پیش کرنے حاضر ہوئے ان میں مدینے کے کچھ یہودی بھی تھے جنھیں خیر سگالی کے بجائے استعجاب کھینچ لایا تھا لیکن دوسری یا تیسری شام ایک ایسا شخص آیا جو ہر دوسرے شخص سے چہرے بشرے میں مختلف تھا۔ عیاں تھا کہ وہ نہ عرب ہے نہ یہودی۔ ان کا نام سلمان تھا۔ ان کے والدین فارس کے باشندے اور مذہب زرتشت کے پیرو تھے۔ اصفہان کے قریب ایک گاؤں جے کے باشندے تھے لیکن وہ خود عیسائی ہو گئے تھے اور بالکل ابتدائے شباب میں شام چلے گئے تھے۔ وہاں انھوں نے اپنے آپ کو ایک درویش بشپ سے وابستہ کر لیا تھا جس نے اپنے بستر مرگ پر ان کو ہدایت کی تھی کہ موصل

toobaa-elibrary.blogspot.com


کے بشپ کے پاس جائیں جو اسی کی مانند عمر رسیدہ تھا لیکن جن لوگوں کو وہ جانتا تھا ان میں بقول اس کے وہ سب سے بہتر تھا۔ سلمان شمالی عراق کے لیے روانہ ہو گئے اور یہ ان کے لیے ابتدا تھی۔ معمر عیسائی دانش مندوں سے وابستگیوں کی یہاں تک کہ ان میں کے آخری نے، وہ بھی بستر مرگ پر تھا ـــــ ان سے کہا " وہ وقت اب قریب آن لگا ہے جب ایک نبی ظاہر ہوگا اس کی بعثت دین ابراہیمی کے ساتھ ہوگی اور وہ عرب میں ظاہر ہوگا جہاں وہ اپنے وطن سے ایک مقام کی جانب جو آتش فشانی پہاڑوں کے درمیان ہوگا کھجور کے درختوں کی سرزمین کی طرف ہجرت کرے گا۔ اس کی علامتیں واشگاف ہیں۔ وہ ہدیہ تو کھائے گا صدقہ نہ کھائے گا۔ اس کے شانوں کے درمیان مہر نبوت ہوگی۔ سلمان نے فیصلہ کیا کہ وہ نبی کی خدمت میں حاضر ہوں گے۔ انھوں نے قبیلۂ کلب کے تاجروں کی ایک جماعت کو اس لیے کچھ رقم ادا کی کہ وہ ان کو اپنے ساتھ عرب لے جائیں لیکن جب وہ بحیرۂ احمر کے شمال میں خلیج عقبہ کے قریب وادی القریٰ پہنچے تو قبیلے والوں نے ان کو ایک یہودی کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ کھجور کے درختوں کے منظر نے انھیں حیرت میں ڈال دیا۔ کہیں یہ وہی مقام تو نہیں جس کی جستجو میں وہ نکلے ہیں تاہم ان کے اپنے شبہات تھے۔ زیادہ دن نہ گزرے کہ اس یہودی نے ان کو مدینے میں بنی قریظہ کے اپنے ایک رشتہ دار یہودی کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ جوں ہی انھوں نے اس سرزمین کا گرد و پیش دیکھا ان کا یہ خیال شبہے سے بالاتر ہو گیا کہ یہ وہی سرزمین ہے جس کی جانب مبعوث ہونے والا نبی ہجرت کرے گا۔

سلمان کے نئے آقا کا ایک رشتہ دار تھا جو قبا میں رہتا تھا اور نبی کی آمد پر قبا کا یہ یہودی خبر لے کر مدینے کے لیے روانہ ہو گیا۔ اس نے اپنے رشتہ دار کو کھجور کے ایک پیڑ کے نیچے بیٹھے دیکھا اور سلمان نے جو درخت کی چوٹی پر کام کر رہے تھے اس کو کہتے سنا "اللہ کی لعنت قابل کے بیٹوں پر وہ اس وقت بھی ایک شخص کے

toobaa-elibrary.blogspot.com



گرداگرد اکٹھا ہیں جو ان کے پاس آج ہی مکے سے آیا ہے اس کے بارے میں ان کا دعویٰ ہے کہ وہ نبی ہے۔" ان آخری الفاظ نے سلمان کو اس یقین سے معمور کر دیا کہ ان کی توقعات پوری ہو گئیں اور اس اطلاع کا ان پر ایسا اثر ہوا کہ ان کے سارے جسم پر لرزہ طاری ہو گیا۔ ان کو ڈر لگا کہ وہ درخت سے گر پڑیں گے۔ اس لیے وہ پیڑ سے نیچے اتر آئے اور زمین پر پہنچتے ہی انھوں نے قبا کے یہودی سے سوالات کی بھرمار کر دی لیکن ان کا آقا غضب ناک ہوا اور اس نے ان کو حکم دیا کہ واپس پیڑ پر جائیں اور اپنا کام کریں۔ اس شام بہرحال وہ چپکے سے چل دیئے۔ انھوں نے اپنے ساتھ کچھ کھانا لے لیا جو انھوں نے بچا رکھا تھا اور قبا پہنچے۔ وہاں انھوں نے آپ کو کچھ صحابہؓ کے ساتھ جن میں نئے بھی تھے اور پرانے بھی، تشریف فرما دیکھا۔ سلمان ذہنی طور پر مطمئن تھے تا آنکہ وہ قریب گئے اور آپؐ کی خدمت میں کھانا پیش کیا یہ صراحت کرتے ہوئے کہ وہ کھانا بطور صدقہ پیش کر رہے ہیں۔ نبیؐ نے صحابہؓ سے کھانے کو کہا لیکن آپؐ نے خود نوش نہ فرمایا۔ سلمان کو توقع تھی کہ وہ کسی نہ کسی دن مہر نبوت کا مشاہدہ کر لیں گے لیکن آپ کی خدمت میں حاضری اور آپ کی باتیں سننا ہی پہلی ملاقات میں بہت تھا اور وہ مدینہ واپس ہوئے تو احساس فخر و مباہات کے ساتھ اور جذبہ تشکر لیے ہوئے۔

---

## حوالہ جات، حواشی، تشریحات

ؔلہ ۹ : ۴۰ ؔ ؔلہ بخاری : ۷۵، ۵

ؔلہ احمد ابن حنبل : ۵، ۳۲

ؔلہ اضافہ مترجم بر حاشیہ صفو

ؔلہ ابن سعد : ۱/۱، ۱۵۹

toobaa-elibrary.blogspot.com


## باب — ۳۸

# مدینہ میں تشریف آوری

نبی صلی اللہ علیہ وسلم دوشنبہ، ۲۰ ستمبر ۶۲۲ء کو نخلستان پہنچے تھے۔ مختلف پیغامات سے واضح تھا کہ مدینہ کے لوگ آپ کی تشریف آوری کے بے چینی کے ساتھ منتظر ہیں اس لیے آپ قبا میں صرف تین دن ٹھہرے۔ اس دوران آپ نے وہاں ایک مسجد کی بنیاد رکھی۔ یہ پہلی مسجد تھی جو اسلام میں تعمیر ہوئی۔ جمعہ کی صبح آپ قبا سے روانہ ہوئے دوپہر کے وقت آپ کے اصحابؓ "رانو،ناع" کی وادی میں رکے۔ خزرجی قبیلے بنی سالم

toobaa-elibrary.blogspot.com



کے لوگ پہلے سے آپ کی آمد کے منتظر تھے۔ آپ نے ان کے ساتھ نماز ادا کی۔ یہ پہلا جمعہ تھا جو آپ نے اس سرزمین پر ادا فرمایا جو آج کے بعد سے ہمیشہ کے لیے آپ کا وطن بننے والی تھی۔ بنی النجار کے آپ کے کچھ رشتہ دار آپ سے ملنے آئے تھے اور بنی عمرو کے کچھ لوگ قبا سے آپ کی مشایعت میں آئے تھے اس طرح جماعت میں شریک ہونے والوں کی کل تعداد سو تک جا پہنچی۔ نماز کے بعد ہی آپ قصواء پر سوار ہوئے، اور ابوبکرؓ اور قریش کے دوسرے لوگ اپنے اپنے اونٹوں پر، آپ کے ہمراہ شہر مدینہ کے لیے روانہ ہو گئے۔ ان کے دائیں اور بائیں اسلحہ سے آراستہ ننگی تلواریں ہاتھ میں اوس اور خزرج کے لوگ تعظیم و تکریم کے طور پر اور اس بات کا مظاہرہ کرنے کہ انھوں نے آپ کو تحفظ دینے کا جو حلف لیا ہے وہ محض خالی خولی الفاظ نہیں ہیں، سوار ہو کر چلے۔ حالانکہ وہ جانتے تھے کہ وہاں اس وقت آپ کو تحفظ کی ضرورت نہیں ہے آج اس سے بڑھ کر کبھی کوئی خوشی کا دن نہ ہوا تھا" اللہ کے نبی تشریف لے آئے۔" یہ پر مسرت نعرہ تھا جو مردوں عورتوں اور بچوں کی راہ گزر کے دونوں جانب بڑھی چڑھی ایستادہ تعداد بلند کر رہی تھی اس مجمع نے قصواء کی مست اور شان دار رفتار کا تعین کر دیا جب وہ باغوں اور کھجور کے کنج سے ہو کر مدینہ کے جنوبی حصے کی جانب بڑھی اب بھی مکانات تعداد میں کم اور دور دور تھے لیکن بتدریج وہ زیادہ گھنی آبادی سے گزرے اور بہت سی پر اشتیاق آرزو مندیاں اور مطالبے جو کیے گئے۔ "اے اللہ کے رسولؐ یہاں پر نزول فرمائیے کیونکہ ہم آپ کے لیے طاقت بھی رکھتے ہیں اور تحفظ بھی اور فراخی و فراوانی بھی۔" ایک سے زائد بار یہ ہوا کہ کسی ایک شخص یا ایک ٹولی نے قصواء کی نکیل پکڑ لی اور ہر بار نبیؐ نے اس کو برکت کی دعا دی پھر فرمایا: "اس کو اپنی راہ جانے دو کیونکہ وہ اللہ کے حکم کے ماتحت رواں ہے۔"

ایک موقع پر ایسا معلوم ہوا کہ وہ آپ کے قریبی رشتہ داروں عظیم خزرجی قبیلے

toobaa-elibrary.blogspot.com



بنی النجار کی شاخ عدی کے گھروں کا رُخ کر رہی ہے کیونکہ وہ شہر کے مشرقی حصہ کی جانب مڑی جہاں قبیلے کے بیشتر لوگ سکونت گزیں تھے لیکن وہ اس مقام سے گزر گئی جہاں آپؐ نے اپنی والدہ کے ساتھ بچپن میں قیام فرمایا تھا اور ان لوگوں کے تمام گھروں سے بھی جو آپؐ کے قریب ترین رشتہ دار تھے باوجود ان کے اصرار و التجا کے کہ وہاں اپنی رہائش اختیار فرمائیں آپؐ نے ان کو بھی وہی جواب دیا جو دوسروں کو دیا تھا اور وہ سر تسلیم ہی خم کر سکتے تھے۔ اب آپؐ قبیلہ بنی النجار کی شاخ بنی ملک تک پہنچ چکے تھے۔ اس ذیلی قبیلے سے ان چھ اشخاص میں سے دو کا تعلق تھا جنھوں نے عقبۂ اولیٰ سے ایک سال پہلے آپؐ سے بیعت کی تھی اسعدؓ اور عوفؓ، اور یہاں قصواء عام راستہ سے مڑی اور ایک وسیع اور محصور صحن میں داخل ہو گئی۔ اس صحن میں کھجور کے چند درخت اور ایک عمارت کے کھنڈر تھے۔ ایک سرے پر کچھ حصہ کبھی قبرستان کی حیثیت سے استعمال ہوا تھا اس صحن میں ایک جگہ ایسی بھی تھی جو کھجوروں کے خشک کرنے کے لیے استعمال ہوتی تھی۔ آہستہ آہستہ وہ ایک بھدے ناہموار احاطے کی جانب بڑھی۔ جس کو اسعدؓ نے نماز کے لیے مخصوص کر لیا تھا اور وہاں اس احاطے کے دروازے پر اس نے اپنے گھٹنے توڑ دیے۔ آپؐ نے اس کی تکیل چھوڑ دی لیکن اُترے نہیں اور ایک لمحے کے بعد وہ اپنے پیروں پر کھڑی ہو گئی اور دھیرے دھیرے اطمینان سے چل پڑی لیکن وہ بہت دور نہ گئی تھی کہ رُکی، اپنے راستے پر مڑی اور واپس چل پڑی اس مقام کی جانب جہاں وہ پہلی بار جھکی تھی۔ وہ پھر جھکی اور اس بار اس نے اپنا سینہ زمین پر ٹیک دیا۔ نبیؐ اُترے اور فرمایا "یہ انشاء اللہ رہائش گاہ ہے۔"

بعد ازاں آپؐ نے دریافت فرمایا اس صحن کا کون مالک ہے؟ عوفؓ کے بھائی معاذؓ نے آپؐ سے عرض کیا کہ وہ دو یتیموں کی ملکیت ہے۔ ان کا نام سہل اور

toobaa-elibrary.blogspot.com



سہیل ہے۔ وہ بچے اسعدؓ کی تولیت میں تھے۔ نبیؐ نے ان کو حکم فرمایا کہ ان یتیموں کو آپؐ کے پاس لائیں لیکن وہ بچے پہلے ہی سے قریب میں موجود تھے، آئے اور آپؐ کے سامنے کھڑے ہوگئے۔ آپؐ نے ان سے دریافت فرمایا کہ کیا وہ اس صحن کو آپؐ کے ہاتھ فروخت کریں گے اور فرمایا کہ اس کی قیمت بتائیں لیکن انھوں نے عرض کیا "نہیں ہم یہ صحن اے اللہ کے رسول آپؐ کو یوں ہی دیتے ہیں ہدیہ کے طور پر قبول فرمایئے۔" لیکن آپؐ اس پر راضی نہ ہوئے اور اسعدؓ کی مدد سے قیمت کا تعین ہوگیا۔ اس اثنار میں ابوایوبؓ خالد نے جو قریب ہی رہتے تھے، سامان کھول کر اونٹنی سے اتار لیا تھا اور لے جاکر اپنے گھر میں رکھ دیا تھا۔ قبیلے کے دوسرے لوگ آئے اور انھوں نے درخواست کی کہ آپؐ ان کے مہمان ہوں لیکن آپؐ نے فرمایا "آدمی وہاں جہاں اس کا سامان"۔ عقبۂ ثانیہ کے موقع پر ابوایوبؓ اپنے قبیلے کے پہلے شخص تھے جنھوں نے آپؐ سے بیعت کی تھی۔ وہ اور ان کی اہلیہ اب مکان کے بالائی حصے میں منتقل ہوگئے، اور مکان کا زیریں حصہ آپؐ کے لیے چھوڑ دیا اور اسعدؓ قصوار کو خود اپنے گھر کے صحن میں لے گئے، یہ قریب ہی تھا۔

---

## حوالہ جات، حواشی، تشریحات

لہ بخاری : ۶۳

toobaa-elibrary.blogspot.com


## باب - ۳۹

# اتفاق و نا اتفاقی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ ان کے نئے صحن کو مسجد بنا دیا جائے اور قُبا کی مانند یہاں بھی لوگوں نے فی الفور کام شروع کر دیا۔ عمارت کا بیشتر حصہ اینٹوں سے تعمیر کیا گیا تھا لیکن شمالی دیوار کے وسط میں جو یروشلم کی جانب تھی انھوں نے مصلّی کی دونوں جانب پتھر رکھ دیئے۔ صحن میں جو کھجور کے درخت تھے انھیں کاٹ کر گرا دیا گیا اور ان کے تنوں کو کھجور کی شاخوں سے پٹی ہوئی چھت

toobaa-elibrary.blogspot.com



کو سہارا دینے کے لیے ستونوں کے طور پر استعمال کیا گیا۔ تاہم صحن کے بیشتر حصے کو کھلا چھوڑ دیا گیا۔

مدینے کے مسلمانوں کو آپؐ نے انصار (مددگار) کا لقب دیا تھا۔ ان کے مقابل قریش کے لوگ اور دوسرے قبائل کے اشخاص جو اپنا گھر بار چھوڑ کر یثرب منتقل ہو گئے تھے ان کے لیے آپؐ نے مہاجر کا لقب استعمال فرمایا۔ یعنی ہجرت کرنے والے۔ سب نے مسجد کی تعمیر میں حصہ لیا بشمولِ خود نبیؐ کے ۔۔۔ تعمیر کے دوران وہ دو اشعار گاتے رہے جو اس موقع پر انھیں میں سے ایک نے نظم کیے تھے۔

"بارالٰہا! آخرت کی بھلائی کے سوا کوئی بھلائی نہیں پس انصار اور مہاجرین کی مدد فرما۔"

اور کبھی یہ شعر پڑھتے ؛

آخرت کے سوا کوئی زندگی نہیں
اللہ کی رحمت انصار اور مہاجرین پر

یہ توقع تھی کہ ان دو جماعتوں کو ایک تیسری جماعت کے ذریعہ تقویت بہم پہنچے گی اور نبیؐ نے اپنے پیروؤں اور یثرب کے یہودیوں کے مابین باہمی ذمّہ داریوں کا ایک معاہدہ کرکے باایمان لوگوں کی ایک برادری کی تشکیل کی ۔۔۔ مگر دونوں مذاہب کے اختلافات کی رعایت ملحوظ رکھی ۔۔۔ مسلمانوں اور یہودیوں کو اس صلح نامے کی رو سے مساوی حیثیت حاصل تھی۔ اس صلح نامے کی رو سے اگر کسی یہودی کے ساتھ زیادتی ہو تو مسلمان اور یہودی مل کر اس کا حق دلانے میں مدد کرنے کے پابند تھے۔ یہی پابندی اگر کسی مسلمان کے ساتھ زیادتی ہو یہودیوں پر عائد ہوتی تھی۔ مشرکین کے خلاف جنگ کی صورت میں وہ پابند تھے کہ ایک قوم کے مانند مل کر جنگ کریں۔ ایک دفعہ یہ بھی تھی کہ مسلمان یا یہودی کوئی بھی الگ صلح نہ کر سکے گا بلکہ صلح غیر منقسم ہوگی۔ رائے کے اختلافات نزاع اور متنازع فیہ

toobaa-elibrary.blogspot.com



مسئلہ میں اللہ اور اس کے رسولؐ کی جانب رجوع کیا جائے گا۔ تاہم اس صلح نامے میں کوئی دفعہ ایسی نہ تھی جس میں یہودیوں کے لیے لازم رہا ہو کہ وہ محمدؐ کو اللہ کے رسول یا نبی کی حیثیت سے رسمی طور پر تسلیم کریں۔ حالانکہ اس پوری دستاویز میں آپؐ کا ذکر اسی حیثیت سے کیا گیا ہے۔

یہودیوں نے اس معاہدے کو سیاسی وجوہ سے قبول کر لیا۔ نبیؐ اب مدینہ میں سب سے زیادہ طاقت ور شخصیت تھے اور معلوم ہو رہا تھا کہ آپؐ کی طاقت میں مزید اضافہ ہوگا۔ آپؐ کی اس حیثیت کو تسلیم کرنے کے سوا ان کے لیے کوئی چارہ نہ تھا۔ بایں ہمہ کم ہی ایسے تھے جو اس یقین کی اہلیت رکھتے ہوں کہ کوئی غیر یہودی بھی نبی ہو سکتا ہے۔ شروع میں تو انھوں نے اوپری طور سے تپاک کا مظاہرہ کیا خواہ وہ آپس میں جو کچھ بھی کہتے رہے ہوں۔ خود اپنی برتری اور تمام دوسری قوموں کے مقابلے میں برگزیدہ عظیم لاثانی نسل ہونے کا خواہ کتنا ہی غیر متزلزل شعور رکھتے رہے ہوں لیکن نئے دین کے بارے میں ان کے شکوک و شبہات معمول کے مطابق ڈھکے چھپے تھے تاہم وہ ہمیشہ اس کے لیے تیار رہتے تھے کہ وحی کے الہامی مآخذ کے بارے میں اپنے شکوک میں کسی بھی عرب کو شریک کرلیں جو شبہات رکھتا ہو۔

اسلام مسلسل اور تیزی کے ساتھ اوس اور خزرج کے قبیلے میں پھیلنے لگا۔ اور بعض اہلِ ایمان یہاں تک سوچنے لگے کہ ایک دن ایسا آجائے'.... بھلا ہو یہودیوں کے ساتھ معاہدے کو۔ کہ نخلستان متحد و منظم ہو جائے گا۔ لیکن 'نااتفاقی کے پوشیدہ عناصر کی اب وحی نے نشان دہی کر دی۔ یہی زمانہ تھا جب قرآن کی طویل ترین سورت نازل ہونی شروع ہوئی 'البقرہ'، جس کو سورۂ فاتحہ کی سات آیتوں کے فوراً بعد کتاب اللہ کی ابتدا میں جگہ دی گئی۔ الفاتحہ کے معنی ہیں "آغاز" سورۂ بقرہ اس بیان سے شروع ہوتی ہے کہ ہدایت یافتہ کون لوگ ہیں ـــــ "الم، یہ اللہ کی کتاب ہے۔ اس میں

toobaa-elibrary.blogspot.com



کوئی شک نہیں۔ ہدایت ہے ان پرہیزگار لوگوں کے لیے جو غیب پر ایمان لاتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں جو رزق ہم نے دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں جو کتاب تم پر نازل کی گئی یعنی قرآن اور جو کتابیں تم سے پہلے نازل کی گئی ہیں ان سب پر ایمان لاتے ہیں اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں ایسے لوگ اپنے رب کی طرف سے راہِ راست پر ہیں، اور فلاح پانے والے ہیں۔

کافروں کا تذکرہ کرنے کے بعد جو حق کے لیے اندھے اور بہرے ہیں ایک تیسرے گروہ کا ذکر کیا گیا ہے ۔۔۔ ٭ لوگوں میں کچھ ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم خدا اور آخرت کے دن پر ایمان لائے ہیں حالانکہ درحقیقت وہ مومن نہیں ہیں ...... اور جب یہ اہل ایمان سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں ہم ایمان لائے ہیں۔ علیحدگی میں اپنے شیطانوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں اصل میں تو ہم آپ کے ساتھ ہیں اور ان لوگوں سے محض مذاق کر رہے ہیں۔

یہ اوس و خزرج کے مذبذبین اور شک میں مبتلا اشخاص اور منافقین تھے جو اخلاص کی کمی کے مختلف درجات میں تھے اور ان کے شیاطین یعنی ان کو بدی کی بصیرت عطا کرنے والے کفار کی عورتیں اور مرد تھے جو شکوک کی تخم ریزی کی خاطر وہ سب کرتے تھے جو ان کے لیے ممکن ہوتا تھا۔ ان آیات میں نبیؐ کو ایک ایسے مسئلے سے خبردار کیا گیا جو مکے میں قطعاً وجہ پریشانی نہ بنا تھا۔ وہاں جو لوگ اسلام لائے ان کا اسلام ہرگز مشتبہ نہ تھا۔ تبدیلیٔ مذہب کا سبب محض روحانی تھا اس لیے کہ جہاں تک اس دنیا کے مال و متاع کا تعلق ہے تبدیلیٔ مذہب سے اس کے حصول کا کوئی سوال ہی نہ تھا بلکہ بعض صورتوں میں تو سب کچھ کھونا ہوتا تھا لیکن اب یہاں نئے دین میں داخل ہونے کے کچھ دنیوی محرکات تھے اور ان میں برابر اضافہ ہو رہا تھا۔ وہ دن کہ مسلمانوں کی صفوں میں منافق قطعاً پائے ہی نہ جائیں رخصت ہو چکے

toobaa-elibrary.blogspot.com



تھے۔

شیطانوں میں سے بعض جن کا ذکر کیا گیا ہے، یہودیوں میں سے تھے۔ اسی وحی میں کہا گیا ہے "اہل کتاب میں سے اکثر لوگ یہ چاہتے ہیں کہ کسی طرح ایمان سے پھیر کر انھیں پھر کفر میں پلٹائے جائیں۔ اپنے نفس کے حسد کی بنا پر تمھارے لیے ان کی یہ خواہش ہے۔"
اشتیاق کے ساتھ یہودی اس نبی کی آمد کے منتظر تھے جس کی پیشین گوئی کی جا چکی تھی۔ یہ اشتیاق روح کو متیز کرنے کی خاطر نہیں تھا جس کا موقع اس کی آمد سے پیدا ہونے والا تھا۔ بلکہ اس لیے کہ وہ یثرب میں اپنی سابقہ برتری حاصل کر لیں اور اب انھیں یہ دیکھ کر مایوسی ہوئی کہ وہ اسماعیلؑ کے اخلاف میں تھا نہ کہ اسحاقؑ کے۔ جو خدائے واحد کی حقانیت کا ایسی کامیابی کے ساتھ جو فی الواقع نصرتِ الٰہی کا پتہ دیتی تھی اعلان کر رہا تھا۔ ان کو ڈر تھا کہ آپ حقیقت میں موعود نبی ہیں، یہ سبب تھا ان کے حسد کا۔ اس قوم سے جس میں آپ کی بعثت ہوئی تھی تاہم وہ امید کرتے تھے کہ آپ نبی نہ تھے اور برابر اپنے آپ کو اور دوسروں کو یہ سمجھانے کی کوشش کرتے رہے کہ آپ آسمان سے مبعوث ہونے والے نبی کی حقیقی صفات اور خصوصیات نہیں رکھتے "محمدؐ دعویٰ کرتے ہیں کہ آسمان سے ان کے پاس خبریں آتی ہیں پھر بھی وہ نہیں جانتے کہ ان کا اونٹ کہاں ہے۔" یہودیوں میں سے ایک شخص نے اس وقت کہا جب آپ کا اونٹ بھٹک گیا تھا۔ آپ کو اس کی اطلاع دی گئی تو آپ نے فرمایا "میں صرف وہ جانتا ہوں جس کا علم میرے جاننے کے لیے اللہ مجھے دیتا ہے اور یہ اس نے مجھے دکھا دیا ہے کہ اونٹ اس وادی میں ہے جس کا پتہ میں تم کو بتاؤں گا۔ وہاں اس کی نکیل ایک درخت میں پھنسی ہوئی ہے۔" کچھ انصار اس وادی میں گئے اور انھوں نے اس کو ٹھیک وہیں پایا جہاں آپ نے اس کی نشاندہی کی تھی۔

بہت سے یہودیوں نے پہلے تو اس خبر کا جو یثرب میں مزید تمام باہمی مناقشوں کے پھوٹ پڑنے کے خطرے کا خاتمہ نظر آتی تھی خیر مقدم کیا۔ تاہم اس خطرے میں کچھ

toobaa-elibrary.blogspot.com



فائدے کے پہلو بھی تھے کیونکہ عربوں کے درمیان افتراق نے غیر عرب قوموں کی قدر و قیمت اونچی کر دی تھی۔ حلیف کی حیثیت سے ان کی مانگ بہت بڑھ گئی تھی لیکن اوس اور خزرج کے اتحاد نے قدیم اتحادیوں کو غیر ضروری بنا دیا تھا۔ ساتھ ہی اس نے یثرب کے عربوں کو ناقابل شکست طاقت بھی عطا کر دی تھی۔ نبیؐ کے ساتھ یہودیوں کا جو معاہدہ ہوا اس نے ان کے لیے یہ ممکن بنا دیا کہ اس طاقت میں حصہ دار ہو سکیں لیکن اس کا مطلب یہ نہیں تھا کہ کسی بڑی عرب طاقت کے خلاف ممکنہ جنگ کی ذمہ داری بھی قبول کریں جو نخلستان کے پرے موجود تھی۔ نئے دروبست میں جس کا ابھی تک تجربہ نہ ہوا تھا ان کے لیے اور بھی سنگین خطرات ہو سکتے تھے۔ یہ ایک ایسی صورت حال تھی جس کا ابھی تک ان کو تجربہ نہ ہوا تھا۔ اس کے برخلاف قدیم دروبست کو وہ اچھی طرح جانتے تھے اس کے طور طریقوں کی انھیں اتنی بڑی مشق تھی کہ ان میں سے بہتیرے آرزو کرنے لگے کہ اسی کی طرف واپس جائیں۔ بنی قینقاع کے ایک معمر سیاست داں عرب قبائل کے درمیان افتراق و اختلاف کے ذریعہ استحصال کے فن کے ماہر کو نئے دروبست میں اوس اور خزرج کی نئی دوستی نے احساس محرومی کا شکار بنا دیا تھا اس لیے اس نے اپنے قبیلے کے ایک نوجوان کو جو بہت خوش الحان تھا سکھایا پڑھایا کہ انصار کے درمیان جا کر بیٹھے۔ جب وہ اکٹھا ہوں تو انھیں وہ اشعار سنائے جن کو دونوں قبائل کے لوگوں نے قریبی زمانے کی خانہ جنگی یعنی جنگ بعاث کے فوراً بعد اور پہلے نظم کیا تھا۔ یہ ایسی نظمیں تھیں جن میں دشمنوں کی مذمت تھی اپنوں کی جنگی مہارت اور کارناموں کی ثنا و صفت تھی۔ مرنے والوں کے مرثیے تھے، انتقام کی دھمکیاں تھیں۔ نوجوان سے جیسا کہا گیا تھا اس نے وہی کیا اور جلد ہی اس نے تمام ان لوگوں کو جو وہاں موجود تھے اپنی جانب متوجہ کر لیا۔ یکبارگی وہ حال سے ماضی میں جا پہنچے۔ اوس کے لوگوں نے جوش کے ساتھ اوس کے شاعر کو داد دی اور جو خزرج کے لوگ تھے انھوں نے خزرج کے شاعر کو، اور پھر دونوں

toobaa-elibrary.blogspot.com



فریق ایک دوسرے سے بحث میں اُلجھے ـــ ڈینگیں مارنے لگے' بلند آواز میں. گالی او، گلوچ اور دھمکیاں چل پڑیں. یہاں تک کہ پکار پڑ گئی ـــ کہاں ہے اسلحہ سنبھال لو اسلحہ اور وہ آتش فشانی چٹانوں کی طرف اس دھن میں جا نکلے کہ ایک بار پھر نبرد آزما ہو جائیں ـــ نبیؐ کو اس کی اطلاع ملی تو آپؐ نے سارے مہاجرین کو جو قریب موجود تھے اکٹھا کیا اور بعجلت اس مقام کی جانب جہاں دونوں دشمن معرکہ آرائی کے انداز میں صف آرا تھے چل پڑے. وہاں پہنچ کر آپؐ نے فرمایا "اللہ اللہ" اور سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے ان کو مخاطب کیا. "اے مسلمانو! کیا تم قدیم جاہلیت پر اب بھی قائم رہو گے حالانکہ میں تمھارے درمیان موجود ہوں. اللہ نے تم کو اسلام کی ہدایت دی ہے اور اس کے ذریعہ تم کو عزت بخشی ہے. تمھیں اس قابل بنایا کہ تم کفار کے رنگ ڈھنگ سے ناطہ توڑ لو. اس طرح اس نے تم کو کفر سے بچایا اور تمھارے دل جوڑ دیئے." فی الفور ان پر حقیقتِ حال منکشف ہو گئی. ان کو گمراہ کر دیا گیا تھا. وہ اشک بار ہو گئے. ایک دوسرے سے بغل گیر ہوئے اور نبیؐ کے ساتھ آپؐ کے ارشادات کے لیے ہمہ تن گوش اور سراپا اطاعت شہر واپس ہو گئے ۃ

مسلمانوں کی جماعت کو مزید متحد کرنے کی خاطر نبیؐ نے انصار اور مہاجرین کے مابین مواخاۃ (بھائی چارہ) کی بنیاد رکھ دی. اس طرح کہ ہر انصاری کا ایک مہاجر بھائی تھا جو کسی بھی دوسرے انصاری کے مقابلے میں اس سے قریب تر تھا اور ہر مہاجر کا ایک انصاری بھائی تھا جو کسی بھی دوسرے مہاجر کے مقابلے میں اس سے قریب تر تھا لیکن آپؐ نے اپنے آپ کو اور اپنے خاندان کو اس سے مستثنیٰ رکھا. کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو یہ ایک ناانصافی ہوتی کہ ایک انصاری کو بھائی بنا کر دوسروں پر ترجیح دی جائے. اس لیے آپؐ نے علیؓ کا ہاتھ پکڑا اور کہا یہ میرا بھائی ہے اور آپؐ نے حمزہؓ کو زیدؓ کا بھائی بنا دیا.

toobaa-elibrary.blogspot.com



اسلام کے بڑے مخالفین میں دو رشتہ دار تھے دو بہنوں کے بیٹے لیکن دونوں کا تعلق باپ کے واسطے سے الگ الگ اوس اور خزرج سے تھا۔ دونوں اپنے اپنے قبیلے میں بہت بااثر تھے۔ اوس والا ابو عامر جس کو کبھی کبھی "راہب" بھی کہا جاتا تھا کیونکہ وہ بہت دنوں تک تارک الدنیا رہا تھا اور لوگ جانتے تھے کہ وہ کمبل پوش ہے۔ وہ مدعی تھا کہ وہ دین ابراہیمی کا پیرو ہے اور اس نے یثرب کے باشندوں میں ایک قسم کی مذہبی سند کا درجہ حاصل کر لیا تھا۔ نبیؐ کی تشریف آوری کے فوراً بعد وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ بظاہر آپ سے دین کے بارے میں معلومات حاصل کرنے۔ اس کو وحی کے الفاظ میں جواب دیا گیا۔ جس میں ایک سے زائد بار نئے دین کو دین ابراہیمؑ کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔ ابو عامر نے کہا "بلکہ میں دین ابراہیمی سے تعلق رکھتا ہوں اور انکار کے باوجود اڑا رہا۔ پھر نبیؐ پر اس نے الزام لگایا کہ آپ نے ابراہیمی عقیدے کو مسخ کر دیا ہے۔ نبیؐ نے فرمایا "میں نے نہیں کیا ہے بلکہ اس کو صاف اور روشن حالت میں لایا ہوں"۔ ابو عامر نے کہا "خدا کرے جھوٹ بولنے والا انتہائی جلاوطنی کی حالت میں اور راندہ و درماندہ ہو کر مرے۔" نبیؐ نے فرمایا "ایسا ہی ہوگا۔ خدا کرے جو جھوٹ بول رہا ہو اس کے ساتھ خدا ایسا ہی کرے"۔

ابو عامر نے جلد ہی دیکھ لیا کہ اس کا اثر و نفوذ تیزی سے اپنا وزن کھوتا جا رہا ہے اور اس کی تلخی میں مزید اضافے کا سبب اس کے بیٹے حنظلہؓ کی رسولؐ سے عقیدت تھی۔ بہت دن نہ گزرے تھے کہ اس نے فیصلہ کر لیا کہ وہ اپنے باقی پیرؤں کو جو تعداد میں کل دس تھے، لے کر مکہ چلا جائے۔ اس کو خبر نہ تھی کہ خود اپنے اوپر عائد کردہ نحوست زدگی اور جلاوطنی کی یہ ابتدا تھی۔

قبیلہ خزرج کا اس کا رشتہ دار عبداللہ ابن اُبَیّ تھا۔ وہ بھی نبیؐ کی تشریف آوری سے احساس محرومی کا شکار تھا۔ اس کا روحانی اقتدار ہی نہیں چھن گیا تھا بلکہ وہ نخلستانِ

toobaa-elibrary.blogspot.com



یثرب کے اہم ترین دنیوی منصب سے بھی محروم ہو گیا تھا۔ وہ بھی ابو عامر کی مانند تلخ کلام تھا کہ اس کے بیٹے عبداللہؓ کو نبیؐ نے اپنا گرویدہ بنا لیا تھا۔ بیٹے کو بھی اور اس کی بیٹی جمیلہ کو بھی، لیکن ابو عامر کے برخلاف عبداللہ ابن اُبی موقع کا انتظار کرنے کو تیار تھا۔ اس کا خیال تھا کہ جلد یا بدیر نووارد کا اثر مد و جزر سے بدل جائے گا۔ اس دوران اس کی پالیسی یہ تھی کہ جہاں تک زیادہ سے زیادہ ممکن ہو واضح اقرار ایمان سے احتراز کرتا رہے لیکن کبھی کبھی اپنی ساری کوشش کے باوجود وہ اپنے حقیقی احساسات کا اظہار کر جاتا تھا۔ ان کے چھپانے پر قدرت نہ رکھتا تھا۔ ایسا ہی ایک موقع تھا جب خزرج کے ایک دوسرے سردار سعدؓ ابن عبادہ بیمار پڑے اور آپؐ ان کی عیادت کو تشریف لے گئے۔ یثرب کے تمام دولت مند اشخاص نے اپنے مکانات قلعہ نما بنا رکھے تھے۔ راہ میں آپؐ مزاحم کے سامنے سے گزرے۔ یہ عبداللہ ابن اُبی کا قلعہ نما مکان تھا۔ ابن اُبی اس کی دیوار کے سائے میں بیٹھا تھا۔ کچھ اس کے خاندان کے اور خزرج کے کچھ دوسرے لوگ اس کو گھیرے ہوئے تھے۔ اس کی سرداری کا لحاظ کر کے رسولؐ اخلاقاً اپنے خچر سے اُتر پڑے اور اس کو سلام کرنے گئے۔ کچھ دیر اس کے پاس بیٹھے بھی۔ مختصر نشست کے دوران آپؐ نے قرآن کی تلاوت فرمائی اور اس کو اسلام کی دعوت دی۔ جب آپؐ وہ سب فرما چکے جس کی تحریک آپؐ کے اندر پیدا ہوئی تھی تو ابن اُبی آپؐ کی جانب مڑا اور اس نے کہا "جو کچھ آپؐ نے کہا اگر وہ صداقت ہوتی تو اس سے بہتر گفتگو نہ ہو سکتی تھی۔ اس لیے آپؐ اپنے گھر بیٹھے، اور جو کوئی آپؐ کے پاس آئے اس کو اس طرح تبلیغ کیجیے لیکن جو کوئی آپؐ کے پاس نہیں آتا اس کو اپنی بات سے زیر بار نہ کیجیے۔ نہ اس کی محفل میں مداخلت کیجیے۔ ایک ایسی بات لے کر جو وہ پسند نہیں کرتا۔" ایک آواز نے کہا "نہیں، آپؐ اس کے ساتھ ہمارے پاس آئیے، ہمارے علاقے، ہمارے گھر، ہماری محفل میں تشریف لائیے۔ کیونکہ آپؐ

toobaa-elibrary.blogspot.com



کی تشریف آوری کے ذریعہ اللہ نے ہمیں اپنے فضل سے یہ موقع عنایت فرمایا ہے کہ ہم ہدایت سے بہرہ ور ہوں۔" یہ آواز عبداللہؓ ابن رواحہ کی تھی۔ وہ شخص جس کے بارے میں ابن اُبَی کا خیال تھا کہ وہ حالات کے ہر موڑ پر اس کی تائید پر بھروسہ کر سکتا ہے۔ مایوسی اور بیزاری کے عالم میں ابن اُبَی نے ایک شعر پڑھا جس کا مضمون یہ تھا جب کسی کے دوست اس کا ساتھ چھوڑ دیں تو یقینی ہے کہ وہ مغلوب ہو جائے۔ اس نے بہت واضح طور پر جان لیا جس کا اس سے پہلے کبھی بھی اس کو اندازہ نہ ہوا تھا کہ مزاحمت بیکار ہے۔ جہاں تک نبیؐ کا تعلق ہے عبداللہؓ ابن رواحہ کے شان دار ثنا و صفت کے باوجود آپ بہت افسردہ خاطر اٹھ کر چلے گئے اور جب مریض کے گھر میں داخل ہوئے تو زجر و توبیخ جس کا سامنا آپ کو کرنا پڑا تھا معلوم ہوتا تھا۔ چہرہ مبارک پر تحریر ہے۔ سعدؓ نے دریافت کیا "کیا بات آپ کے لیے باعث کلفت بنی ہوئی ہے؟" اور جب ان کو ابن اُبَی کے ناقابلِ نفوذ بے یقینی کا حال بتلایا گیا تو ——— انھوں نے کہا "اے اللہ کے رسولؐ اس کے ساتھ نرم رویّہ اختیار فرمائیں۔ اس لیے کہ جب اللہ نے ہمارے پاس آپ کو تشریف فرما کیا عین اس وقت ہم اس کے لیے ایک تاج تیار کر رہے تھے کہ اس کو تاج پوش کریں اور وہ دیکھ رہا ہے کہ آپ نے اس سے ایک سلطنت چھین لی۔"

نبیؐ نے سعدؓ کے یہ الفاظ کبھی فراموش نہ فرمائے اور جہاں تک ابن اُبَی کا تعلق ہے اس نے جلد ہی دیکھ لیا کہ اس کا اثر جو کبھی بہت زیادہ تھا تیزی سے روبزوال ہے اور یہ کہ اگر وہ داخلِ اسلام نہ ہوا تو اس کا اثر و نفوذ قطعاً کالعدم ہو جائے گا دوسری جانب وہ جانتا تھا کہ محض نام کے لیے اسلام قبول کرنا اس کے اقتدار کی توثیق کر دے گا کیونکہ عرب اپنے قدیم روابط اطاعت سے انحراف کو ناپسند کرتے ہیں سوائے اس کے کہ ایسا کرنے کی پشت پر کوئی قوی دلیل ہو۔ اس لیے زیادہ

toobaa-elibrary.blogspot.com



دن نہ گزرے کہ اس نے داخلِ اسلام ہونے کا فیصلہ کر لیا۔ مگر نبیؐ سے بیعت کرنے اور اس کے بعد برابر نماز میں شرکت کے باوجود مسلمانوں کو اس پر کبھی بھی اعتبار نہ آیا۔ کچھ دوسرے بھی تھے جن کے بارے میں وہ ایسے ہی شکوک رکھتے تھے لیکن ابن اُبَیّ کا معاملہ تمام سست رو یا غیر مخلص نومسلموں کی اکثریت سے مختلف تھا۔ اس کی وجہ اس کے دوررس اثرات تھے جنھوں نے اس کو خطرناک تر بنا دیا تھا۔

ابتدائی مہینوں کے دوران جب مسجد ابھی تعمیر ہی ہو رہی تھی اسلامی برادری کو اسعدؓ کی موت سے بڑا دھکا لگا۔ وہ یثرب کے پہلے آدمی تھے جنھوں نے نبیؐ سے بیعت کی تھی۔ وہی تھے جو مصعبؓ کے میزبان رہے تھے اور وہی تھے جنھوں نے ہر دو عقبہ کے درمیانی زمانے میں ——— جم کران کے ساتھ کام کیا تھا۔ آپؐ نے فرمایا: "یہودی اور عرب منافقین یقیناً میرے بارے میں کہیں گے کہ اگر میں نبی ہوتا تو میرے اصحاب نہ مرتے اور حقیقت یہ ہے کہ اللہ کی مشیت کے خلاف میری مرضی نہ میرے کچھ کام آسکتی ہے اور نہ میرے ساتھیوں کے۔" ۵

یہ شاید اسعدؓ کے جنازے کا موقع تھا جب سلمانؓ فارسی کی آپؐ سے دوبارہ ملاقات ہوئی۔ سلمانؓ فارسی نے خود بعد کے برسوں میں اس ملاقات کا حال ابنِ عباسؓ سے یوں بیان کیا۔ "میں رسولؐ کی خدمت میں حاضر ہوا جب وہ بقیع الغرقد میں تھے ۶ جہاں وہ اپنے ایک صحابی کے جنازے کی مشایعت میں تشریف لے گئے تھے۔" سلمانؓ جان چکے تھے کہ آپؐ وہاں ہوں گے اور انھوں نے تدبیر نکال لی کر اپنے کام سے غیر حاضر ہو لیں اور تدفین کے بعد جب آپؐ کچھ مہاجرین اور انصار کے ساتھ وہاں تشریف فرما ہوں تو وہ بروقت قبرستان پہنچ جائیں۔ سلمانؓ نے گفتگو کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے کہا "اور پھر میں نے آپؐ کے پیچھے چکر کاٹا" اس امید میں کہ مہرِ نبوت کو دیکھ سکوں اور آپؐ جانتے تھے کہ میں کیا چاہتا ہوں اس لیے آپؐ نے عبا

toobaa-elibrary.blogspot.com



پکڑی اور اپنی پیٹھ سے اتار پھینکی اور میں نے مہر نبوت کو ویسے ہی پایا جیسا میرے مالک نے بیان کیا تھا میں اس پر جھکا اس کو چوم لیا اور گریہ کناں ہوا۔ رسولؐ نے مجھے سامنے بلایا۔ میں جا کر آپ کے سامنے بیٹھ گیا اور میں نے اپنی داستان بیان کی جسے سن کر آپ خوش تھے کہ آپ کے ساتھیوں نے بھی اس کو سنا۔ پھر میں داخل اسلام ہوگیا۔"

لیکن سلمانؓ سے غلام کی حیثیت میں جب تک وہ بنی قریظہ میں رہے بڑی محنت لی جاتی تھی۔ انھیں سختی سے کام پر لگائے رکھا جاتا تھا۔ چنانچہ اگلے چار سال تک وہ مسلمان ساتھیوں سے بہت کم ہی رابطہ رکھ سکے تھے۔

اہل کتاب میں سے دوسرا شخص جس نے اسی زمانے میں اسلام قبول کیا بنی قینقاع کے ایک ربی حصین ابن سلام تھے۔ وہ خفیہ طور پر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے بیعت کر لی۔ آپ نے اُن کا نام عبداللہؓ رکھ دیا۔ نومسلم نے رائے دی کہ قبل اس کے کہ اس کا اسلام ظاہر ہو اس کی قوم کے لوگوں سے دریافت کیا جائے کہ ان کے درمیان اس کا کیا مرتبہ و مقام ہے۔ آپ نے اس کو اپنے گھر میں چھپا دیا اور بنی قینقاع کے کچھ سربرآوردہ لوگوں کو بلا بھیجا۔ آپ کے سوال پر انھوں نے کہا "وہ ہمارا سردار ہے اور ہمارے سردار کا بیٹا ہے۔ وہ ہمارا ربی ہے۔ ہمارا عالم ہے۔" ان کا یہ کہنا تھا کہ عبداللہؓ باہر نکلے اور ان کے پاس آ گئے اور بولے "اے یہودیو! خدا سے ڈرو اور اس چیز کو قبول کر لو جو اس نے تمھاری طرف بھیجی ہے۔ کیونکہ تم جانتے ہو کہ یہ شخص اللہ کا رسولؐ ہے۔" پھر انھوں نے خود اپنے اور اپنے گھرانے کے اسلام کی تصدیق کی۔ ان کی قوم کے لوگوں نے انھیں بُرا بھلا کہا اور ان کے مرتبے اور مقام سے جس کا پہلے انھوں نے اقرار کیا تھا مکر گئے۔

اسلام اب استحکام کے ساتھ نخلستانِ یثرب میں قائم ہو گیا تھا۔ وحی نے ادائے زکوٰۃ

toobaa-elibrary.blogspot.com



اور قیام رمضان کا ضابطہ بنا دیا تھا اور عمومی طور پر حرام وحلال کے قاعدے مقرر کر دیے پنج گانہ نماز فرض جماعت کے ساتھ ادا ہو رہی تھی اور ہر ایک نماز کا جب وقت آتا تو لوگ اس جگہ اکٹھا ہو جاتے جہاں مسجد کی تعمیر ہو رہی تھی۔ ہر کوئی آسمان میں سورج کی جگہ یا مشرقی افق پر اس کی روشنی کی پہلی علامت سے یا بعد غروب اس کی روشنی کے دھندلا ہونے سے وقت کا اندازہ کر لیا کرتا تھا۔ لیکن رائیں مختلف ہو سکتی تھیں اور آپ جب وقت آ جائے تو نماز کے لیے لوگوں کو بلانے کے کسی متعین طریقے کی ضرورت کے بارے میں سوچ رہے تھے۔ پہلے آپ نے سوچا کہ ایک شخص مقرر کر دیا جائے جو وقت آنے پر یہودیوں کی طرح ناقوس بجا دیا کرے۔ پھر آپ نے لکڑی کے ایک کھٹکھٹے کے بارے میں سوچا جس کو مشرق کے عیسائی اس زمانے میں استعمال کیا کرتے تھے۔ اس مقصد کے لیے لکڑی کے دو ٹکڑوں کو ایک شکل دی گئی لیکن ان کا استعمال کیا جانا ہرگز مقدر نہ تھا۔ کیونکہ ایک شب خزرج کے ایک شخص عبداللہ ابن زیدؓ جو عقبہ ثانیہ میں موجود تھے ایک خواب دیکھا جس کو دوسرے دن انھوں نے آپؐ سے بیان کیا۔ "میرے پاس سے ایک شخص گزرا۔ وہ دو سبز ملبوسات زیب تن کیے ہوئے تھا۔ اور اپنے ہاتھ میں ناقوس لیے جا رہا تھا۔ میں نے اس سے کہا بندۂ خدا کیا تم یہ ناقوس میرے ہاتھ بیچو گے؟ اُس نے کہا اِس کا تم کیا کرو گے؟ میں نے جواب دیا۔ ہم اس کے ذریعہ لوگوں کو نماز کے لیے بلائیں گے۔ اس نے کہا میں تم کو اس سے بہتر طریقہ نہ بتا دوں؟ میں نے سوال کیا' کیا طریقہ ہے وہ؟ اُس نے جواب میں کہا تم کو کہنا چاہیئے اَللّٰہُ اَکْبَر اَللّٰہُ اَکْبَر۔ سبز پوش آدمی نے یہ تکبیر چار بار دہرائی اور بعد کے ان فقرات میں سے ہر ایک دو بار۔ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ۔ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ۔ حَیَّ عَلَی الْفَلَاح۔ اَللّٰہُ اَکْبَر۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ۔" نبیؐ نے فرمایا "یہ سچا خواب تھا" اور آپؐ نے ان کو ہدایت کی کہ بلالؓ کے پاس جائیں جو بہت خوش الحان

تھے اور ان کو وہ ٹھیک ٹھیک وہی الفاظ سکھا دیے جو انھیں خواب میں بتائے گئے تھے۔ مسجد کے پڑوس میں بلند ترین مکان قبیلہ نجار کی ایک عورت کا تھا اور بلال ؓ ہر صبح سے پہلے وہاں جاتے اور چھت پر طلوع سحر کے انتظار میں بیٹھے رہتے۔ جب وہ پہلی دھندلی روشنی مشرق میں دیکھتے وہ اپنے بازو پھیلاتے اور دعا یا حمد کے طور پر کہتے: اَللّٰھُمَّ احمدکَ واستغفرکَ لِقُریش ان یدخلوا فی دینکَ۔ پھر وہ کھڑے ہوتے اور اذان دیتے۔

## حوالہ جات، حواشی، تشریحات

۱ ۲: ۵-۲
۲ ۲: ۱۴
۳ ۲: ۱۰۹
۴ ابن اسحٰق: ۳۶۱
۵ ایضاً: ۱۳۵
۶ ابن اسحٰق: ۱۲-۴۱۱
۷ ایضاً: ۳۴۶
۸ مدینے کے جنوب مشرقی کنارے پر ایک قبرستان

toobaa-elibrary.blogspot.com


باب ــ ۴۰

# نیا گھرانا

مسجد کی تعمیر تقریباً مکمل ہو چکی تو آپ نے حکم فرمایا کہ اس کی مشرقی دیوار سے ملا کر دو مختصر حجرے بنا دیئے جائیں۔ ایک آپ کی زوجہ سودہؓ کے لیے، دوسرا آپ کی مخطوبہ عائشہؓ کے واسطے۔ تعمیر میں سب ملا کر سات ماہ لگے تھے۔ اس دوران آپ نے ابو ایوبؓ کے ساتھ قیام فرمایا لیکن جب سودہؓ کا حجرہ تقریباً تیار ہو چکا تو آپ نے زیدؓ کو روانہ فرمایا کہ وہ ان کو مدینہ لے آئیں اور ان کے ساتھ اُم کلثومؓ اور فاطمہؓ کو

toobaa-elibrary.blogspot.com



بھی۔ ابوبکرؓ نے اپنے بیٹے عبداللہؓ سے کہلا بھیجا کہ اُمّ رومانؓ، اسماءؓ اور عائشہؓ کو لے کر آجائیں۔ ساتھ ہی زیدؓ اپنی اہلیہ اُمّ ایمنؓ اور دونوں کے فرزند اُسامہؓ کو لے آئے۔ طلحہؓ نے بھی انھیں کے ساتھ سفر کیا۔ انھوں نے اپنی ساری جائداد غیر منقولہ فروخت کر دی اور ہجرت کر کے آگئے۔ اس جماعت کے آنے پر بہت دن نہ گزرے تھے کہ ابوبکرؓ نے اسماءؓ کا عقد زبیرؓ سے کر دیا جو اپنی ماں صفیہؓ کے ساتھ چند ماہ پہلے ہی سے مدینہ میں تھے۔ ابوبکرؓ کی بہن قُرَیبہؓ مکّہ ہی میں رہ گئیں تاکہ ان کے باپ ابوقحافہؓ کی دیکھ بھال کریں۔ وہ سن رسیدہ اور نابینا تھے۔ قُرَیبہ کے برخلاف وہ ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے۔

نبیؐ نے اب طے کیا کہ اُمّ ایمنؓ کے علاوہ زیدؓ کی ایک اور بھی بیوی ہونا چاہیے جس کی عمر ان سے قریب تر ہو۔ آپؐ نے اپنے پھوپھی زاد بھائی عبداللہ ابن جحشؓ سے ان کی خوب صورت بہن زینبؓ کو مانگا۔ شروع میں زینبؓ راضی نہ تھیں اور راضی نہ ہونے کی وجہ جو اُنھوں نے بتلائی یہ تھی کہ "وہ قریش کی ایک خاتون ہیں" جیسا کہ بعد کے واقعات نے بھی واضح کر دیا اور یہ وجہ قائل کرنے والی تھی۔ یہ درست ہے کہ ان کی ماں اُمیمہؓ خالص قریش کی نسل سے تھیں، نجیب الطرفین تھیں، ان کی شادی قبیلۂ اَسد کے ایک شخص سے ہوئی تھی مگر زیدؓ کے قریش میں متبنّٰی ہونے سے قطع نظر یہ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ ان کے والدین کے قبائل بنی کلب اور طے، بنی اَسد سے کم تر ہیں۔ جب انھوں نے دیکھا کہ آپؐ کی خواہش ہے کہ انھیں زیدؓ سے شادی کر لینا چاہیے تو وہ راضی ہو گئیں اور عقد ہو گیا۔ اسی وقت ان کی بہن حمنہؓ کی شادی مصعبؓ سے کر دی گئی۔ کچھ ہی دنوں بعد اُمیمہؓ مدینہ آئیں اور انھوں نے نبیؐ سے بیعت کر لی۔

آپؐ اور آپؐ کی صاحبزادیاں اب سودہؓ کے حجرے میں اُن کے ساتھ رہنے

toobaa-elibrary.blogspot.com



تھیں اور ایک یا دو ماہ بعد طے ہوا کہ عائشہؓ کا عقد ہو جانا چاہیے۔ اس وقت اُن کی عمر صرف نو سال تھی۔ اپنے والدین کی طرح وہ بھی نمایاں حسن و جمال کی مالک تھیں۔ قریش نے اُن کے والد کو عتیق کا لقب دیا تھا اور کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ لقب ان کو خوب روئی کے سبب دیا گیا تھا۔ ان کی ماں کے بارے میں آپؐ نے فرمایا تھا: "جو کوئی کشادہ چشم حورِ جنت کو دیکھنا چاہے وہ اُمِ رومان کو دیکھ لے۔" عائشہؓ کو نبیؐ بڑی مدت سے عزیز و محبوب رہے تھے اور وہ سوا ان چند مہینوں کے جب آپؐ اور عائشہؓ کے والد ہجرت کر چکے تھے اور وہ اور ان کی ماں ابھی مکہ میں ہی تھیں روزانہ آپؐ کو دیکھنے کی عادی تھیں۔ بہت بچپن سے انھوں نے آنحضرتؐ کے ساتھ ماں اور باپ کو محبت اور احترام کا ایسا معاملہ کرتے دیکھا تھا جیسا وہ کسی کے بھی ساتھ نہ کرتے تھے۔ اس احترام کے سبب کو عائشہؓ کے ذہن نشین کرنے سے بھی وہ قاصر نہ رہے تھے۔ وہ اچھی طرح جانتی تھیں کہ آپؐ اللہ کے رسولؐ ہیں۔ یہ کہ آپؐ جبرئیلؑ سے برابر ہم کلام رہتے ہیں اور یہ کہ آپؐ اس بات میں ساری مخلوق میں بے مثال ہیں کہ آپؐ آسمان پر تشریف لے گئے اور وہاں سے زمین پر واپس آئے۔ آپؐ کا وجود ہی معراج کی خبر دیتا تھا اور شادمانیٔ فردوس کا کسی قدر شعور دوسروں کی جانب منتقل کرتا تھا۔ آپؐ کے معجزانہ لمس سے مسرت محسوس تر بن جاتی تھی جب دوسرے گرمی سے مغلوب ہوتے آپؐ کا ہاتھ برف سے زیادہ ٹھنڈا اور مشک سے بڑھ کر خوشبودار ہوتا۔ مزید برآں آپؐ سن و سال کی گرفت سے آزاد معلوم ہوتے تھے جیسے کہ آپؐ کوئی غیر فانی اور جاودانی ہستی ہوں۔ آپؐ نے اپنی آنکھوں کی چمک نہیں کھوئی۔ آپؐ کی سیاہ داڑھی اور بال اب بھی جوانی کی چمک دمک رکھتے تھے۔ آپؐ کے جسم میں ایک ایسے شخص کی شان تھی جس کی عمر اُس ترپن سال کی صرف نصف ہو جو عام الفیل سے

toobaa-elibrary.blogspot.com



اب تک گزر چکے تھے۔

شادی کے لیے مختصر انتظامات کر لیے گئے۔ بہر حال عائشہؓ کے لیے نا کافی تھا کہ ان کے اندر اہم اور سنجیدہ تقریب کا تاثر پیدا کیا جا سکے چنانچہ کچھ ہی پہلے جب وہ گھر چھوڑنے والی ہی تھیں اور چپکے سے ایک گزرتی ہوئی سہیلی کے ساتھ کھیلنے کے لیے صحن میں پہنچ گئی تھیں۔ کچھ لوگ آئے اور شادی کے لیے انھیں تیار کرنے کے لیے پکڑ لے گئے۔ اس واقعہ کا تذکرہ انھوں نے یوں کیا ہے: "میں آنکھ مچولی کھیل رہی تھی۔ ہوا میں لہراتے ہوئے میرے بال پریشان تھے۔ میں کھیل ہی رہی تھی کہ لوگ آئے مجھے پکڑ لے گئے اور مجھے تیار کیا۔"

ابوبکرؓ نے بحرین سے سرخ دھاریوں والا ایک نفیس کپڑا خریدا تھا اسی کو ان کے لیے شادی کا جوڑا بنا دیا گیا۔ پھر ان کی ماں ان کے نو تعمیر حجرے میں لے گئیں جہاں انصار کی کچھ عورتیں دروازے کے باہر ان کا انتظار کر رہی تھیں۔ انھوں نے ان الفاظ کے ساتھ ان کا استقبال کیا "خیر و مسرت کی خاطر ــــ خدا کرے سب بہتر ہو۔" اور انھیں آپ کی خدمت میں لے گئیں۔ اس اثنا میں کہ ان عورتوں نے ان کے بالوں میں کنگھی کی اور انھیں زیورات سے آراستہ کیا۔ آپ کھڑے مسکراتے رہے۔ دوسری شادیوں کے برخلاف اس موقع پر کوئی ولیمہ نہ ہوا۔ یہ تقریب اتنی سادہ تھی جتنا ہو سکتی تھی۔ دودھ کا ایک پیالا لایا گیا۔ اس میں سے خود نوش فرمانے کے بعد آپ نے اسے ان کو پیش کیا۔ انھوں نے حجاب کے سبب انکار کر دیا لیکن جب آپ نے اصرار کیا تو انھوں نے تعمیل ارشاد کر دی اور پیالا اپنی بہن اسماءؓ کی طرف بڑھا دیا۔ جو ان کے پہلو میں بیٹھی ہوئی تھیں۔ دوسروں نے بھی اس سے پیا پھر اپنی راہ چل دیے۔ اور دولہا دلہن تنہا رہ گئے۔

گزشتہ تین سال کے دوران کوئی دن ایسا نہیں گزرا کہ عائشہؓ کی سہیلیاں ان کے والد کے گھر سے متصل صحن میں ان کے ساتھ کھیلنے کے لیے نہ آئی ہوں۔ اب آپ کے

toobaa-elibrary.blogspot.com



گھر میں عائشہؓ کے منتقل ہونے کے سبب کوئی فرق واقع نہ ہوا۔ سہیلیاں ہر روز ان کے حجرے میں ان سے ملنے آتی تھیں۔ مدینہ آنے کے بعد انھوں نے نئی سہیلیاں بھی بنالی تھیں نیز کچھ پرانی بھی تھیں جن کے والدین ان کے والدین ہی کی مانند ہجرت کرکے آگئے تھے۔ انھوں نے کہا "میں ان لڑکیوں کے ساتھ جو میری سہیلیاں تھیں گڑیوں سے کھیلتی ہوتی تھی کہ آپ اندر تشریف لاتے۔ وہ چپکے سے گھر کے باہر چلی جاتیں۔ آپ ان کے پیچھے باہر جاتے اور ان کو واپس لے آتے۔ کیونکہ میری خاطر وہاں ان کی موجودگی سے آپ خوش ہوتے تھے۔"[۵] کبھی کبھی آپ فرماتے "جہاں ہو وہیں رُکی رہو"[۶] اس سے پہلے کہ ان کو اتنا موقع ملے کہ چل کھڑی ہوں آپ کبھی کبھی ان کے کھیل میں بھی شریک ہوجاتے تھے کیونکہ آپ بچوں سے محبت کرتے تھے اور اکثر اپنی بیٹیوں کے ساتھ بھی کھیلتے رہتے تھے۔ گڑیاں یا پالتو جانوروں کے مختلف کردار تھے۔ عائشہؓ نے کہا ایک دن جب میں گڑیوں سے کھیل رہی تھی آپ اندر تشریف لائے اور فرمایا ــــ "اے عائشہؓ یہ کیا کھیل ہے؟" میں نے جواب دیا کہ یہ سلیمانؑ کے گھوڑے ہیں اور آپ ہنس دیئے۔[۷] لیکن کبھی کبھی آپ تشریف لاتے تو بس عبا کی آڑ کر لیتے "تاکہ ہمارے کھیل میں خلل نہ پڑے۔"

عائشہؓ کی زندگی کا سنجیدہ پہلو بھی تھا۔ یثرب سارے عرب میں ایک ایسے مقام کی حیثیت سے خاصی شہرت رکھتا تھا جہاں ایک خاص موسم میں بخار کا بڑا اندیشہ رہتا تھا۔ خاص طور سے ان لوگوں کے لیے جو نخلستان کے اصل باشندے نہ ہوں۔ نبیؐ تو بخار سے محفوظ رہے لیکن آپ کے کئی اصحاب بشمول ابوبکرؓ اور ان کے دو آزاد کردہ اشخاص عامرؓ اور بلالؓ پر جو اس زمانہ میں انھیں کے ساتھ رہتے تھے اس نے شدت کے ساتھ حملہ کیا۔ ایک صبح عائشہؓ اپنے والد سے ملنے گئیں۔ آپ یہ دیکھ کر بہت پریشان ہوئیں کہ تینوں فرطِ نقاہت سے نڈھال پڑے ہیں۔ انھوں نے کہا "میرے باپ آپ کا کیا حال ہے؟" لیکن وہ اتنے بیمار تھے کہ ان کے لیے مشکل تھا کہ وہ نو سال کی بچی کے لیے اپنے جواب کو

toobaa-elibrary.blogspot.com



قابل فہم بنا سکیں۔ انھوں نے ایک شعر کے ذریعہ جواب دیا۔

ہر آدمی کو ہر صبح اس کے اقربا روز بخیر کہتے ہیں
حالانکہ موت اس کے جوتوں کے تسمے سے بھی زیادہ قریب ہوتی ہے

انھوں نے خیال کیا وہ جو کچھ کہہ رہے ہیں اس کو سمجھ نہیں رہے ہیں۔ بخار کی غفلت میں شعر پڑھ رہے ہیں۔ پھر انھوں نے عامرؓ کی جانب رُخ کیا۔ عامرؓ نے بھی شعر ہی میں جواب دیا۔ جس کا مضمون یہ تھا۔ "مرے تو نہیں لیکن موت سے اتنے قریب ہو گئے کہ معلوم ہو گیا کہ موت فی الواقع ہوتی کیا شے ہے"۔ اس اثنا میں بلالؓ کا بخار اُتر گیا تھا حالانکہ اب بھی وہ اتنے کمزور تھے کہ کچھ کر نہ سکتے تھے بس یہ کہ گھر کے صحن میں لیٹے رہیں لیکن ابھی آواز میں خاصی طاقت تھی کہ یہ اشعار گا کر سنا سکیں۔

افسوس کیا میں اب کبھی رات میں سو سکوں گا
صعتر اور بالچھڑ کے درمیان جو مکہ کے باہر اُگتے ہیں
کیا میں مجنہ کا پانی پی سکوں گا
اور شامہ اور طفیل کا نظارہ کر سکوں گا

حضرت عائشہؓ گھر لوٹیں تو بہت پریشان تھیں۔ انھوں نے کہا ان پر ہذیانی کیفیت طاری ہے۔ بخار کی حرارت کے سبب اُن کا دماغ مختل ہے لیکن جب وہ اشعار جو اُن لوگوں نے زبان سے ادا کیے تھے اور جن کو وہ سمجھتی نہ تھیں اپنی طفلانہ قوتِ حافظہ کی مدد سے لفظ بلفظ اور مصرع بمصرع انھوں نے دہرا دیئے تو آپؐ کو اطمینان ہوا۔ یہی موقع تھا جب آپؐ نے دعا فرمائی تھی۔ "اے اللہ مدینہ کو ہم لوگوں کے دل میں اتنا ہی محبوب بنا دے جتنا کہ مکہ تھا نہیں بلکہ اس سے بھی بڑھ کر اور ہمارے لیے اس کے پانی اور اس کے غلے کو برکت عطا فرما اور اس سے بخار کو اتنا دور

toobaa-elibrary.blogspot.com



فرما دے جتنا مبعہ ہے[۱۰]۔ اور اللہ نے آپ کی یہ دعا سن لی۔

---

## حوالہ جات، حواشی، تشریحات

[۱] احمد ابن حنبل : ۱۶۱

[۲] ابن سعد : ۷/ ۲۰۲

[۳] بخاری : ۶۱/ ۲۲

[۴] ابن سعد : ۸/ ۱-۴۰

[۵] ابن سعد : ۸/ ۴۲

[۶] حوالہ سابق : ۴۲

[۷] حوالہ سابق : ۴۴

[۸] مکہ کے قریب ایک مقام

[۹] مدینے کے جنوب ایک مقام۔ اونٹوں کے سفر سے سات دن کی مسافت پر

[۱۰] ابن اسحٰق : ۴۱۴

toobaa-elibrary.blogspot.com



باب — ۱۴

# جنگ کی دہلیز پر

" اجازت دے دی گئی ان لوگوں کو جن کے خلاف جنگ کی جا رہی ہے کیونکہ وہ مظلوم ہیں — اور اللہ یقیناً ان کی مدد پر قادر ہے — یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے گھروں سے ناحق نکال دیے گئے — صرف اس قصور پر کہ وہ کہتے تھے کہ ہمارا رب اللہ ہے۔"
مدینہ پہنچنے سے کچھ ہی دن بعد نبی ﷺ پر یہ وحی نازل ہو چکی تھی۔ مزید یہ کہ آپ جانتے تھے کہ اجازت کا مطلب یہاں حکم ہے۔ یہود کے ساتھ جو معاہدہ ہوا تھا اس میں

toobaa-elibrary.blogspot.com



جنگ کی ذمہ داریوں پر زور دیا گیا تھا۔ لیکن وقتی طور پر سوا چھاپہ مارنے کے کسی بھی اور بات کا سوال نہ پیدا ہوتا تھا۔ قریش کا کمزور پہلو ان کے تجارتی "قافلے تھے اور اس کا موقع خاص طور سے موسم بہار اور موسم گرما کے ابتدائی مہینوں میں ہوا کرتا تھا۔ جب شام سے ان کی تجارت زوروں پر ہوتی تھی۔ اس زمانے میں ان کے قافلے مدینے کی جانب سے حملے کا نشانہ بن سکتے تھے۔ موسم سرما اور خزاں میں وہ اپنے بیشتر کارواں جنوب کی طرف خاص کر یمن اور حبش بھیجتے تھے۔

قافلوں سے متعلق جو اطلاعات مدینے میں موصول ہوتی تھیں وہ کم تر ہی بے کم و کاست ہوا کرتی تھیں۔ اس کا امکان بھی رہتا تھا کہ آخری منٹ میں منصوبے میں تبدیلیاں ہو جائیں۔ مکے کے قافلے پہلے کچھ چھاپوں سے چکر دے کر صاف بچ نکلے۔ چھاپے تو کامیاب نہ ہوئے لیکن اس دوران مسلمان بہر حال بدوی قبائل سے جو بحر احمر کے ساحل کے متوازی جنگی اعتبار سے اہم مقامات پر آباد تھے، معاہدہ کرنے میں کامیاب ہو گئے۔

رسولؐ فوجی دستوں کے ساتھ جب خود تشریف لے جاتے تو صحابہ میں سے کسی کو اپنی غیر موجودگی میں مدینے کا نگراں مقرر کر جاتے اور پہلا شخص جس کو یہ اعزاز حاصل ہوا خزرجی سردار سعد ابن عبادہؓ تھے۔ یہ ہجرت کے گیارہ ماہ بعد کی بات ہے۔ اس وقت تک خود آپ نے فوجی مہمات میں کوئی حصہ نہ لیا تھا اور ہر موقع پر جب آپ تشریف نہ لے گئے آپ نے فوجی دستے کے سربراہ کو نیزے کے سرے پر بندھا ہوا سفید جھنڈا دیا۔ پہلے سال آپ نے اپنے ان صحابہؓ کو مہم پر بھیجا جو مہاجر تھے لیکن ستمبر ۶۲۳ء عیسوی میں خبر آئی کہ قیمتی ساز و سامان کے ساتھ ایک مکی قافلہ جمح کے سردار اُمیّہ کی سربراہی میں شمال سے واپس ہو رہا ہے۔ اس کے ساتھ ستر مسلح اشخاص ہیں۔ اُمیّہ ہمیشہ سے اسلام کے خوں خوار ترین دشمنوں میں سے ایک رہ چکا تھا۔ حملے کی دوسری وجہ خود مالِ غنیمت

toobaa-elibrary.blogspot.com



تھا۔ سامانِ تجارت جس کو خطرہ درپیش تھا۔ کہا جاتا ہے کہ کوئی دو ہزار پانچ سو اونٹوں پر بار تھا لیکن تنہا مہاجرین کا قریش کے سو آدمیوں سے کوئی مقابلہ نہ تھا۔ اس لیے اس بار آپؐ دو سو آدمیوں کے ساتھ روانہ ہوئے جن میں نصف سے زیادہ انصار تھے تاہم ایک بار پھر خبر ناکافی نکلی اور کوئی تصادم نہ ہوا بہت سا ساز و سامان لیے ایک اور قافلہ تین ماہ بعد بچ کر نکل گیا۔ شمسی سردار ابوسفیان اس قافلے کو اپنی سربراہی میں شام لے جا رہا تھا حفاظتی انتظام نسبتاً کم تھا۔ اس کی اطلاع ملنے پر جب آپؐ ینبوع کی وادی میں جو بحر احمر کے رخ پر کھلتی ہے اور مدینہ کے جنوب میں ہے عُشیرہ کے مقام پر پہنچے تو قافلہ پہلے ہی گزر چکا تھا۔ لیکن ابوسفیان جلد ہی شام سے واپس ہوگا —— پہلے کے مقابلے میں نسبتاً زیادہ قیمتی ساز و سامان کے ساتھ۔ تب انشاء اللہ وہ اس کی راہ روکنے میں ناکام نہ رہیں گے۔ ہر چند کہ اب تک کوئی معرکہ پیش نہ آیا تھا لیکن اس خطرے سے جو مدینے میں ان کے دشمنوں کے قیام سے پیدا ہو گیا تھا قریش پہلے ہی سے چوکنا تھے تاہم ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یہ صورت حال جنوب سے ان کی تجارت کو کسی نوع متاثر نہ کرے گی لیکن جلد ہی ان کی خوش فہمی رفع ہونی تھی۔ کیونکہ اب نبیؐ کو ایک قافلے کی خبر ملی جو یمن سے چل پڑا تھا۔ آپؐ نے اپنے پھوپھی زاد بھائی عبداللہؓ ابن جحش کو آٹھ دوسرے مہاجرین کے ساتھ روانہ فرمایا کہ اس کے لیے نخلہ کے مقام پر گھات لگا کر بیٹھیں۔ یہ مقام طائف اور مکہ کے درمیان ہے۔ یہ رجب تھا۔ سال کے چار حرام مہینوں میں سے ایک۔ آپؐ نے عبداللہؓ کو اس قافلے پر حملہ کرنے کی ہدایت نہیں فرمائی تھی بس اس کی خبر لانے کو کہا تھا۔ بلاشبہ اس کے خلاف آئندہ اقدام کے خاطر آپؐ یہ جاننا چاہتے تھے کہ جنوب کے قافلے کے تحفظ کا کیسا انتظام ہے۔

مہاجرین کے منزلِ مقصود پر پہنچنے کے جلد ہی بعد ایک موزوں مقام پر شاہراہ سے قریب ہی پڑاؤ ڈالتے ہی قریش کا ایک چھوٹا سا قافلہ ان کی موجودگی

toobaa-elibrary.blogspot.com



سے بے خبر پاس سے گزرا پھر رُکا اور قریب ہی خیمہ زن ہو گیا۔ اونٹ کھجور، چمڑے اور دوسرے سامانِ تجارت سے لدے ہوئے تھے۔ عبداللہ اور ان کے ساتھی مخمصے میں پڑ گئے۔ آنحضرتؐ کی واحد قطعی ہدایت تھی کہ آپؐ کو اطلاع بہم پہنچائی جائے لیکن آپؐ نے لڑائی سے منع نہیں کیا تھا اور نہ آپؐ نے ماہِ حرام کا کوئی ذکر کیا تھا۔ انھوں نے اپنے آپ سے سوال کیا، کیا قبل اسلام کے اس عمل درآمد کی پابندی لازم ہے۔ انھوں نے وحی کے بارے میں بھی سوچا "اذنِ قتال دی جاتی ہے ان لوگوں کو جو جنگ اس لیے کرتے ہیں کہ ان کے ساتھ ناانصافی ہوئی ہے ........ وہ جو ناانصافی کے ساتھ اپنے گھروں سے بے گھر کیے گئے۔" وہ قریش سے برسرِ جنگ تھے اور انھوں نے قافلے کے کم از کم دو اشخاص کو پہچان لیا تھا جن کا تعلق قبیلہ مخزوم سے تھا جس نے مکے کے تمام قبائل میں سے سب سے بڑھ چڑھ کر اسلام دشمنی کا ثبوت دیا تھا۔ یہ ماہِ رجب کے آخری دن کی صبح تھی۔ غروبِ آفتاب کے بعد شعبان شروع ہو جائے گا جو ماہِ حرام نہ تھا لیکن اگرچہ اس وقت تک ماہِ حرام کا تحفظ نہ حاصل رہے گا۔ تاہم دشمنوں کو مسافت کا تحفظ حاصل ہو جائے گا کیونکہ وہ اس وقت تک حرم کے حدود میں داخل ہو چکے ہوں گے۔ چنانچہ بہت تامل و تذبذب کے بعد انھوں نے حملے کا فیصلہ کر ہی لیا۔ ان کے پہلے تیر نے کندہ کے ایک شخص کی جان لی۔ یہ قبیلہ عبد شمس کا حلیف تھا اس پر مخزوم کے ایک شخص عثمان اور حکمؐ ایک آزاد کردہ غلام نے ہتھیار ڈال دیئے۔ ہرچند کہ عثمان کا بھائی نوفل بچ کر نکلنے بھاگ گیا۔

عبداللہؓ اور ان کے آدمی قیدیوں، اونٹوں اور سامانِ تجارت کو لے کر واپس مدینہ پہنچے۔ انھوں نے مالِ غنیمت کا ۱/۵ نبیؐ کے لیے الگ کر دیا اور باقی کو اپنے ساتھیوں اور اپنے درمیان تقسیم کر لیا لیکن آپؐ نے اس مال میں سے کچھ بھی لینے سے انکار کر دیا اور فرمایا "میں نے تم کو ماہِ حرام میں جنگ کرنے کا حکم نہیں دیا تھا۔" اس پر ان سب لوگوں

toobaa-elibrary.blogspot.com



نے جنھوں نے ایسا کیا تھا۔ سمجھ لیا کہ ان کی عاقبت خراب ہوئی۔ مدینے میں ان کے دینی بھائیوں نے ان کو رجب کی خلاف ورزی کا مرتکب گردانا۔ ادھر یہودیوں نے کہنا شروع کیا کہ یہ نبیؐ کے لیے فالِ بد ہے۔ قریش نے دور و نزدیک یہ افواہ پھیلانی شروع کی کہ محمدؐ نے بے حرمتی کا ارتکاب کیا ہے۔ تب یہ وحی نازل ہوئی۔° وہ آپ سے سوال کرتے ہیں ماہ حرام کے بارے میں اور ان میں قتال کے بارے میں۔ کہہ دیجیے کہ ان میں قتال بڑا گناہ ہے لیکن لوگوں کو اللہ کے راستے سے روکنا اور اللہ اور مسجدِ حرام کے خلاف بے حرمتی کا ارتکاب اور اس کے بندوں کو وہاں سے نکال باہر کرنا اللہ کے نزدیک سنگین تر جرم ہے۔ اور اذیت رسانی جان سے مار دینے کے مقابلے میں سنگین تر ہے۔°

آپ نے ان آیات کے منشا کی یہ تعبیر فرمائی کہ ان میں ماہ حرام میں جنگ کے امتناع کی توثیق کی گئی ہے لیکن اس مخصوص معاملے کو حکمِ عام سے مستثنیٰ کیا گیا ہے اس لیے آپ نے عبداللہؓ اور ان کے ساتھیوں کو اس خوف سے آزاد فرما دیا جو ان کے دماغ پر ایک بھاری بوجھ بنا ہوا تھا اور پ/حصہ رفاہِ عام کے لیے ان سے قبول کر لیا۔ مخزوم کے قبیلے نے دونوں آدمیوں کو جو گرفتار تھے، رہائی کی خاطر زرِ تاوان (فدیہ) بھیجا لیکن ان کے آزاد کردہ غلام حکمؓ نے مدینے میں قیام اور اسلام قبول کرنے کا فیصلہ کیا اس لیے عثمان تنہا واپس ہوا۔

اسی شعبان کے چاند میں وحی نازل ہوئی جو عبادت کے حوالے سے بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ اس کے ابتدائی الفاظ میں نبیؐ کی نماز میں صحیح رُخ کا لحاظ کرنے کے بارے میں انتہائی احتیاط کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ مسجد میں سمت کا تعین یروشلم کی جانب دیوار میں محراب سے کیا جاتا تھا لیکن جب شہر سے باہر ہوتے اور دن ہوتا تو اس رخ کا فیصلہ سورج سے فرماتے۔ رات ہوتی تو ستاروں سے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com



"یہ تمھارے منہ کا بار بار آسمان کی طرف اٹھنا ہم دیکھ رہے ہیں۔ لو ہم اسی قبلے کی طرف تمھیں پھیر دیتے ہیں جسے تم پسند کرتے ہو۔ مسجد حرام کی طرف رُخ پھیر دو اور جہاں کہیں بھی تم ہو اسی کی طرف منہ کر کے نماز پڑھو۔" [۴]

مذکورہ بالا وحی کے نازل ہونے کے بعد ایک محراب مسجد کے جنوبی جانب فی الفور بنا دیا گیا۔ اس کا رُخ مکّے کی جانب تھا۔ اس تبدیلی کو نبیؐ اور آپؐ کے ساتھیوں کی جانب سے خوشی خوشی قبول کر لیا گیا۔ اس دن سے مسلمان کعبے کی جانب رُخ کرنے لگے۔ نماز ادا کرنے کے لیے اور بالتوسیع دوسرے مراسم عبادت میں بھی۔

---

## حوالہ جات، حواشی، تشریحات

[۱] ۲۲ : ۳۹-۴۰

[۲] ۲۲ : ۳۹

[۳] ۲ : ۲۱۷

[۴] ۲ : ۱۴۴

toobaa-elibrary.blogspot.com



باب - ۴۴

# بدر کی جانب کوچ

اب وہ وقت قریب آگیا تھا جب ابوسفیان اور اس کے ساتھی اس تمام سازوسامان کے ساتھ واپس آنے والے تھے جو انھوں نے شام میں خریدا تھا۔ نبیؐ نے طلحہؓ اور زیدؓ حنیف کے صاحبزادے عمر کے بھائی سعیدؓ کو حورار کی جانب روانہ فرمایا۔ یہ مقام مدینے سے ٹھیک مغرب کی سمت ساحل سمندر پر واقع تھا تاکہ جوں ہی قافلہ وارد ہو آکر آپ کو اس کی خبر دیں اور اطلاع ملنے پر آپ جنوب مغرب میں تیزی سے پیش قدمی

toobaa-elibrary.blogspot.com



کر کے ساحل کے متوازی راستہ پر اور آگے پہنچ کر قافلے کو جالیں۔ آپؐ کے روانہ کردہ جاسوسوں کا جُہینہ کے سردار نے بڑے تپاک کے ساتھ استقبال کیا اور انھیں اپنے گھر میں چھپا رکھا۔ یہاں تک کہ قافلہ گزر گیا لیکن آپؐ اور ان لوگوں نے اپنے آپ کو زحمت سے بچایا ہوتا اگر یہ اطلاع ہوتی۔ کیونکہ مدینے کے کسی شخص نے اور بلاشبہ وہ منافق یا یہودی ہی ہوگا پہلے ہی آپؐ کے منصوبے کی ابوسفیان کو اطلاع دے دی تھی۔ ابوسفیان نے اُجرت دے کر غفاری قبیلے کے ایک شخص ضمضم کو مکہ روانہ کیا اور قریش پر زور دیا کہ ان کو بچانے کے لیے فوراً فوج لے کر نکل پڑیں اور خود شب و روز تیزی سے ساحل کے متوازی سفر کرنے لگا۔

لیکن اس کو فوری اہمیت کا احساس نہ تھا۔ نبیؐ کے اپنے وجوہ تھے کہ مدینے ہی میں رہیں جب تک ممکن ہو اس لیے کہ آپؐ کی محبوب دختر رقیہؓ سخت بیمار ہو گئی تھیں لیکن ذاتی مصلحت کو درمیان نہیں آنے دیا جا سکتا تھا۔ تاخیر کا خطرہ مول لینے کے بجائے آپؐ نے فیصلہ فرمایا کہ خبر لانے والوں کا بھی انتظار نہ کریں گے۔ جب تک وہ واپس آئیں آپؐ مہاجرین اور انصار کی ایک فوج لے کر جن کی کل تعداد تین سو پانچ تھی، روانہ ہو گئے۔ اس وقت مدینے میں جسمانی اعتبار سے موزوں جنگی صلاحیت رکھنے والے ستہتر مہاجرین تھے اور یہ سب اس موقع پر حاضر تھے سوا تین کے۔ نبیؐ نے اپنے داماد عثمانؓ کو ہدایت کی کہ وہ گھر پر ٹھہریں اور اپنی بیمار اہلیہ کی تیمارداری کریں۔ دوسرے طلحہؓ اور سعیدؓ تھے جو ساحل سے گھر اتنی تاخیر سے واپس ہوئے کہ روانہ نہیں ہو سکتے تھے۔

پہلی منزل پر جو ابھی حدود نخلستان ہی میں تھی نبیؐ کے رشتہ دار قبیلہ زُہرہ کے سعدؓ نے دیکھا کہ ان کے بھائی عمیرؓ جن کی عمر پندرہ سال تھی پریشان اور چھپتے چھپاتے نظر آ رہے ہیں۔ انھوں نے عمیرؓ سے دریافت کیا قصہ کیا ہے؟ عمیرؓ نے کہا "مجھے ڈر لگ رہا ہے کہ رسولؐ مجھے دیکھیں گے تو فرمائیں گے کہ میں بہت کم عمر ہوں اور مجھے واپس فرما دیں گے اور میں آگے ساتھ جانا چاہتا ہوں۔ ہو سکتا ہے کہ خدا مجھے شہادت

toobaa-elibrary.blogspot.com



کی فضیلت سے سرفراز فرمادے۔ ہوا وہی جس کا انھیں ڈر تھا۔ آپ نے ان کو دیکھ لیا۔ فوج کی صف بندی کی تو ان کے بارے میں فرمایا یہ بہت کم سن ہیں اور انھیں ہدایت کی کہ گھر واپس جائیں لیکن عمیر رونے لگے۔ آپ نے فرمایا "اچھا انھیں رُک جانے دو۔ مہم میں حصّہ لینے دو۔" سعدؓ نے کہا "وہ اتنے کم عمر تھے کہ ان کی تلوار کی پیٹی ان کے لیے مجھے باندھنی پڑی۔"

ستّر اونٹ تھے جن پر لوگ باری باری سے سوار ہوتے تھے۔ ایک اونٹ تین یا چار آدمیوں کے حصّے میں۔ تین گھوڑے تھے جن میں سے ایک زبیرؓ کی ملکیت تھا۔ سفید جھنڈا مصعبؓ کو دیا گیا ــــــ کیونکہ ان کا تعلق قبیلہ عبدالدار سے تھا جس کا آبائی حق تھا کہ جنگ میں قریش کا جھنڈا لے کر چلے۔ مقدمۃ الجیش کے بعد خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ آپ کے آگے دو سیاہ پرچم تھے۔ ایک مہاجرین کے واسطے اور ایک انصار کے لیے۔ یہ پرچم بالترتیب علیؓ اور اوس کے سعدؓ ابن معاذ کے ہاتھ میں تھے۔ مدینے میں نبیؐ کی غیر موجودگی میں نماز کی امامت ابن ام کلثومؓ کے سپرد ہوئی۔ وہ نابینا جن کا حوالہ سورہ عبس میں ہے۔

مکّے میں ضمضم کے پہنچنے سے کچھ پہلے نبیؐ کی پھوپھی عاتکہؓ نے خواب دیکھا جس نے ان کو ہیبت زدہ کردیا اور انھیں قریش پر جلد ہی آنے والی تباہی کا یقین ہوگیا۔ انھوں نے اپنے بھائی عباسؓ کو بلوا بھیجا اور اُن سے اپنا خواب بیان کیا۔ "میں نے ایک شخص کو اونٹ پر سوار دیکھا۔ وہ وادی میں رک گیا اور اس نے اپنی پوری طاقت سے چیخ کر آواز دی "نکلو، باہر اے اہل کفر ایسی تباہی کا سامنا کرنے کے لیے جو تین دن میں تمہیں لمبا لمبا لٹا دے گی۔ میں نے لوگوں کو اس کے گرد جمع دیکھا۔ پھر وہ مسجد حرام میں داخل ہوا لوگ اس کے پیچھے پیچھے تھے اور ان کے درمیان سے اونٹ اس کو کعبے کی چھت پر لے گیا اور پھر اس نے چیخ کر وہی الفاظ دہرائے۔ پھر اس کا اونٹ اس کو ابو قبیس کی پہاڑی پر لے گیا۔ وہاں بھی اس نے لوگوں کو انہی الفاظ کے ساتھ آواز دی۔ تب اس نے ایک چٹان

toobaa-elibrary.blogspot.com


کو بل دے کر پہاڑ سے جدا کیا اور ڈھلوان پر لڑھکا دیا۔ جب وہ چٹان پہاڑ کی تلی میں پہنچی تو ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی اور مکے میں کوئی رہائش گاہ اور کوئی گھر نہ بچا جو اس چٹان کے کسی نہ کسی ٹکڑے کی زد میں نہ آیا ہو۔"

عباسؓ نے اپنی بہن کا خواب ولید ابن عقبہ سے بیان کیا۔ ولید ان کا دوست تھا۔ ولید نے اس خواب کا ذکر اپنے باپ سے کیا اور یہ خبر سارے شہر میں پھیل گئی۔ دوسرے دن عباسؓ کی موجودگی میں مسرت آمیز تمسخر کے ساتھ ابوجہل نے ہانک لگائی "اے عبدالمطلب کی اولاد! کب سے اس نبیہ نے تمھارے درمیان پیشین گوئی شروع کر دی ہے؟ کیا یہ کافی نہیں ہے کہ تمھارے مرد نبوت کا کھیل کھیلیں۔ کیا لازم ہے کہ تمھاری عورتیں بھی وہی دھندا کریں؟" عباسؓ تو کوئی جواب نہ دے سکے لیکن ابوجہل کو دوسرے دن جواب مل گیا جب ابوقبیس کی چوٹیاں ضمضم کی طاقت ور آواز سے گونج اٹھیں۔ لوگ اپنے اپنے گھروں اور مسجد حرام سے باہر نکل پڑے اور وہاں پہنچے جہاں وہ وادی میں رکا تھا۔ ابوسفیان نے خاصی اُجرت دی تھی اور اس نے عزم کر رکھا تھا کہ وہ اپنا کردار اچھی طرح ادا کرے گا وہ کجاوے پر مڑ کر بیٹھا تھا۔ اس کی پیٹھ اپنے اونٹ کے سر کی جانب تھی اور آفت کی علامت کے طور پر اس نے اپنے اونٹ کے نتھنے چیر دیئے تھے جس کے نتیجے میں نتھنوں سے خون جاری تھا اور اس نے اپنا کرتا پھاڑ دیا تھا۔ دھجیاں رہ گئی تھیں۔ اس نے چلا کر کہا "اے اہل قریش، باربرداری کے اونٹ، باربرداری کے اونٹ، تمھارا سامان تجارت جو ابوسفیان کے ساتھ آ رہا تھا محمدؐ اور ان کے ساتھی اس پر ٹوٹ پڑے۔ مدد! مدد!!"

یہ سنتے ہی شہر میں ہیجان برپا ہو گیا۔ قافلہ جو خطرے میں تھا سال کا سب سے بیش قیمت سامان تجارت لیے آ رہا تھا اور بہت سے لوگ تھے جن کے لیے ان کے نقصان کے خیال سے اندیشہ ناک ہونے کی وجہ تھی۔ ایک ہزار آدمیوں پر مشتمل ایک فوج جلدی سے یکجا کی گئی انھوں نے کہا "کیا محمدؐ اور ان کے ساتھی سمجھتے ہیں کہ اس قافلے کے ساتھ بھی وہی معاملہ ہو گا جو

toobaa-elibrary.blogspot.com



ابن الحضرمی کے قافلے کے ساتھ ہوا تھا؟" ان کی مراد عبدشمس کے حلیف عمرو سے تھی جو نخلہ کے مقام پر ماہ حرام میں ایک تیر سے موت کے گھاٹ اتار دیا گیا تھا۔ صرف قبیلۂ عدی ایسا تھا جو اس مہم میں شریک نہیں ہوا۔ ہر دوسرے سردار قبیلہ نے اپنا ایک دستہ فوج میں شامل کیا۔ سوا ابولہب کے، جس نے اپنی جگہ مخزوم کے ایک شخص کو بھیجا جو اس کا قرض دار تھا لیکن بنی ہاشم اور بنی مطلب کا مفاد بھی اس سے کم اس قافلے سے وابستہ نہ تھا۔ وہ محسوس کرتے تھے کہ آبرومندی کا تقاضا یہ ہے کہ قافلے کا دفاع کریں اس لیے طالب، لوگوں کی ایک جماعت لے کر نکلے۔ یہ جماعت دونوں قبیلوں بنی ہاشم اور بنی مطلب کی نمائندہ تھی اور عباسؓ ان کے ساتھ تھے۔ شاید اس نیت سے کہ صلح کرانے والے کا کردار ادا کریں۔ قبیلۂ اسد کے حکیم، خدیجہؓ کے بھتیجے بھی اسی مقصد سے فوج میں شامل ہو گئے۔ ابولہب کی طرح قبیلۂ جمح کے اُمیّہ نے بھی طے کیا تھا کہ گھر پر رہ جائے گا کیونکہ وہ ایک انتہائی فربہ اندام اور بوڑھا شخص تھا تاہم وہ مسجد حرام میں بیٹھا تھا تو عُقبہ بخورات کا ایک ظرف لے کر آیا اور اس کے سامنے رکھ کر بولا "اس کے ذریعے اپنے آپ کو خوشبودار بناؤ۔" اُمیّہ چڑ کر بولا "تجھ پر خدا کی لعنت"۔ اور تیار ہو گیا کہ دوسروں کے ساتھ چل پڑے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اب تک مدینے سے سیدھا راستہ چھوڑ کر جنوب کی طرف مڑ گئے تھے اور بدر کی طرف جا رہے تھے جو اس ساحلی راستے پر واقع تھا جو اُن کے مغرب شام سے مکے کو جاتا تھا۔ یہ بدر ہی کا مقام تھا جہاں ان کو امید تھی کہ ابوسفیان سے مڈبھیڑ ہو جائے گی۔ آپ نے جُہینہ کے حلیفوں میں سے دو کو جو اس علاقے سے بخوبی واقف تھے آگے بھیج دیا تاکہ قافلے کے سلسلے میں خبر رسانی کا کام انجام دیں۔ بدر میں یہ لوگ بدر کے کنوئیں سے اوپر ایک پہاڑی پر ٹھہرے اور جب یہ کنوئیں سے پانی نکالنے لگے تو انھوں نے گاؤں کی دو لڑکیوں کی باتیں سن لیں جو ایک قرض کے بارے میں تھی۔ ایک نے دوسرے سے کہا "قافلہ کل یا پرسوں آئے گا میں ان کے لیے کام کروں گی اور جو کچھ

toobaa-elibrary.blogspot.com



تمھارا واجب ہے تمھیں ادا کر دوں گی۔" انھوں نے یہ باتیں سُن لیں تو یہ خبر لے کر بہ عجلت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے واپس چل پڑے تاہم اگر وہ تھوڑی دیر اور ٹھہرتے تو وہ ایک تنہا سوار کو دیکھتے جو مغرب کی سمت اسی کنوئیں کے قریب پہنچ رہا تھا یہ خود ابوسفیان تھا جو تیزی کے ساتھ قافلے سے یہ دیکھنے کے لیے آیا تھا کہ مکّے کی طرف قریب ترین راستے سے یعنی بدر ہو کر آگے کا سفر محفوظ ہے یا نہیں۔ آگے نکل آیا تھا۔ کنوئیں کے پاس پہنچ کر اس کو وہاں ایک دیہاتی نظر آیا۔ اس سے اس نے پوچھا "کیا اس نے کسی اجنبی کو دیکھا ہے؟" اس نے جواب دیا "دو سواروں کو دیکھا ہے جو اوپر کی پہاڑی پر رُکے تھے انھوں نے کنوئیں سے کچھ پانی نکالا اور اس کو اپنے ساتھ لے گئے۔" ابوسفیان اس جگہ گیا جہاں وہ رُکے تھے اور اونٹ کی کچھ مینگنیاں اس نے لیں اور ان کو توڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ ان مینگنیوں سے کھجور کی گٹھلیاں برآمد ہوئیں۔ اس نے کہا "خدا کی قسم یہ یثرب کا چارہ ہے۔" پھر وہ بہ سُرعت اپنے ساتھیوں میں واپس گیا اور قافلے کو اس راستے سے دور موڑ کر وہ پوری رفتار سے سمندر کے ساحل کے برابر آگے بڑھنے لگے انھوں نے بدر کو اپنے بائیں جانب چھوڑ دیا۔

اس اثنا میں دونوں جاسوس یہ خبر لے کر واپس آئے کہ قافلے کے بدر پہنچنے کی توقع اگلے دن یا اس کے بعد والے دن ہے۔ وہ یقیناً بدر میں رُکیں گے۔ بدر، مدینے مکّے اور شام کے درمیان شاہراہ پر ایک بڑا پڑاؤ رہ چکا تھا اور مسلمانوں کے لیے بہت وقت تھا کہ یک بارگی ان پر حملہ کر کے ان کو بے قابو کر دیں۔

پھر خبر آئی کہ قریش اپنے قافلے کو چھڑانے ایک فوج لے کر چل پڑے ہیں۔ یہ امکان ہمیشہ نگاہ میں تھا لیکن اب جبکہ اس نے واقعے کی شکل اختیار کر لی تھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آپ کو پابند تصور کیا کہ اپنے آدمیوں سے مشورہ کریں کہ وہ کس بات کا انتخاب کرتے ہیں۔ آگے بڑھنے کا یا پیچھے ہٹنے کا۔ ابوبکرؓ اور عمرؓ نے مہاجرین کی

toobaa-elibrary.blogspot.com



طرف سے پیش قدمی کی تائید کی اور پھر جو کچھ انھوں نے کہا تھا اس کی توثیق کی خاطر بنی زہرہ کے ایک حلیف جو ابھی کچھ ہی دنوں پہلے مدینہ آئے تھے، مقدادؓ ان کا نام تھا، کھڑے ہوئے اور انھوں نے ابوبکرؓ و عمرؓ کے بیان پر یہ اضافہ کیا "اے اللہ کے رسولؐ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو ہدایت دی ہے اسے کیجئے۔ ہم آپ سے بنی اسرائیل کی طرح یہ نہیں کہیں گے جو انھوں نے موسیٰؑ سے کہا تھا جاؤ تم اور تمہارا رب جنگ کرے ہم یہاں بیٹھے ہیں اس کے برعکس ہم کہیں گے جائیے آپ اور آپ کا رب جنگ کیجئے، ہم بھی آپ کے ساتھ رہ کر جنگ کریں گے آپ کے دائیں بائیں آگے اور پیچھے۔" عبداللہ ابن مسعود سالہائے مابعد میں تذکرہ کیا کرتے تھے کہ مقدادؓ کی بات سن کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ جب آپ نے قائل کو برکت دی تو مرقع انوار بن گیا۔ یہ بات نہیں کہ آپ کو اس پر حیرت ہوئی۔ آپ جانتے تھے کہ مہاجرین تو غیر مشروط طور پر بغیر کسی ذہنی تحفظ کے آپ کے ساتھ ہیں ہی لیکن کیا یہی بات تمام انصار کے بارے میں بھی کہی جا سکتی تھی جو اس موقع پر موجود تھے۔ فوج مدینے سے نکلی تھی قافلۂ تجارت پر قبضہ کرنے کی امید میں، لیکن اب معلوم ہو رہا تھا کہ ان کا مقابلہ قافلۂ تجارت سے کہیں زیادہ طاقتور حریف سے ہو سکتا ہے۔ مزید برآں جب عقبہ میں انصار نے بیعت کی تھی تو کہا تھا کہ جب تک آپ ان کے علاقے میں نہ داخل ہو جائیں گے وہ آپ کے تحفظ کے ذمہ دار نہ ہوں گے ہاں جب آپ ان کے ساتھ ہوں گے تب وہ آپ کی ویسی ہی حفاظت کریں گے جیسی اپنے بیوی بچوں کی کیا کرتے ہیں، کیا اب بھی وہ ایک دشمن کے خلاف آپ کی جب آپ یثرب میں نہیں ہیں مدد کریں گے۔ "لوگو مجھے مشورہ دو۔" آپ نے اپنی بات ایسے فرمائی جیسے وہ بلا تخصیص سب سے کہی گئی ہو لیکن آپ کی مراد انصار سے تھی جن میں سے کچھ نے پہلے ہی سمجھ لیا تھا کہ آپ کا اشارہ کدھر ہے۔ ہر چند ابھی تک ان میں سے کوئی لب کشا نہ ہوا تھا لیکن اب سعدؓ ابن معاذ اٹھے انھوں نے عرض کیا "اے اللہ کے رسولؐ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا روئے سخن ہم لوگوں کی جانب ہے۔" اور جب نبی صلی اللہ

toobaa-elibrary.blogspot.com



علیہ وسلم نے اثبات میں جواب دیا تو انھوں نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا "ہم آپ پر ایمان لائے ہیں۔ آپ کی تصدیق کر چکے ہیں کہ آپ جو کچھ لائے ہیں وہ حق ہے اور ہم آپ سے سمع و طاعت پر بیعت کر چکے ہیں۔ پس کر گزریے جو آپ نے ارادہ فرمایا ہے۔ ہم آپ کے ساتھ ہیں قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے اگر آپ حکم دیں گے کہ ہم سمندر میں اتر جائیں اور آپ اس میں کود پڑیں تو ہم آپ کے ساتھ کود جائیں گے۔ ہم میں سے ایک آدمی بھی پیچھے نہ رہ جائے گا۔ ہم کو یہ ہرگز ناگوار نہیں کہ آپ کل ہمیں لے کر دشمن سے جا بھڑیں ہمیں جنگ کا خوب تجربہ ہے۔ ہم پر بھروسہ کیا جا سکتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ہم سے اللہ آپ کو وہ کچھ دکھائے کہ آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں پس اللہ کی برکت کے بھروسے آپ ہم کو لے جائیں۔"

ان کی بات سن کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم شاداں اور مسرور ہوئے اور آپ کو یقین ہو گیا کہ قافلے یا فوج کسی ایک سے واقعی مڈبھیڑ ہو گی لیکن دونوں سے نہیں۔ آپ نے فرمایا "آگے بڑھو اور خوش ہو جاؤ۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے دو گروہوں میں سے ایک کا وعدہ فرمایا ہے۔ یہاں تک کہ ابھی سے میں دشمن کو لمبا لمبا لیٹا دیکھ رہا ہوں اگرچہ وہ بدترین صورت حال کا سامنا کرنے کو تیار تھے لیکن ابھی امید تھی کہ وہ قافلے پر حملہ آور ہوں گے اور مزے سے واپس مدینے جا رہے ہوں گے۔ مال غنیمت اور قیدیوں کے ساتھ اس سے پہلے کہ قریش کی فوج آ پہنچے لیکن جب وہ ایک ایسی منزل پر پہنچے جو بدر سے ایک دن کے سفر سے بھی کم فاصلے پر تھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکرؓ کے ساتھ سوار ہو کر آگے گئے اور ایک بوڑھے آدمی سے جو معلومات حاصل کیں ان سے آپ نے نتیجہ نکالا کہ قریش کی فوج قریب پہنچ چکی ہے۔ قیام گاہ پر واپس آنے کے بعد آپ نے اندھیرا ہونے تک انتظار فرمایا۔ پھر اپنے تین رشتہ داروں علیؓ زبیرؓ اور سعدؓ کو کچھ اور اصحاب کے ساتھ بدر کے کنوئیں پر بھیجا یہ معلوم کرنے کے لیے کہ فوج یا قافلہ یا دونوں نے کنوئیں

toobaa-elibrary.blogspot.com



سے پانی نکالا ہے یا نہیں یا کوئی شخص دونوں میں سے کسی ایک کی خبر رکھتا ہے۔ کنوئیں پر انھوں نے اتفاق سے دو آدمیوں کو دیکھا جو قریش کی فوج کے لیے اپنے اونٹوں پر پانی بار کر رہے تھے اور ان کو بے قابو کر کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے آئے جو نماز میں کھڑے تھے جب یہ لوگ آئے بغیر انتظار کیے کہ آپ نماز ختم کر لیں یہ لوگ ان دونوں آدمیوں سے سوال کرنے لگے۔ انھوں نے بتایا کہ وہ فوج کے سقے ہیں لیکن ان سے پوچھ گچھ کرنے والوں کا خیال تھا کہ وہ دونوں جھوٹ بول رہے ہیں کیونکہ ان کی قطعی رائے یہ تھی کہ ابوسفیان نے ان کو قافلے کے لیے پانی لانے کی خاطر بھیجا ہے اور وہ ان کو مارنے پر پل پڑے۔ یہاں تک کہ انھوں نے کہہ دیا کہ "ہم ابوسفیان کے آدمی ہیں"۔ اور انھوں نے ان کی جان چھوڑ دی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری سجدہ کیا اور سلام پھیرنے کے بعد فرمایا "جب انھوں نے سچ کہا تو تم انھیں زدوکوب کرنے لگے اور جب انھوں نے جھوٹ بول دیا تو تم نے ان کی جان چھوڑ دی۔ یہ لوگ فی الواقع قریش کی فوج کے آدمی ہیں۔" پھر آپ نے دونوں قیدیوں کی جانب رُخ کیا اور فرمایا "تم دونوں مجھے قریش کے بارے میں بتاؤ اور یہ کہ وہ کس مقام پر ہیں" انھوں نے عَقَنقَل کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا "وہ پہاڑ کے پیچھے اور آگے اس کے پرے والی وادی کے ڈھلوان پر ہیں۔" آپ نے دریافت فرمایا "وہ کتنے آدمی ہیں؟" انھوں نے جواب دیا "بہت"۔ اس سے زیادہ وہ کوئی ٹھیک تعداد نہ بتا سکے۔ پھر آپ نے سوال کیا "کتنے جانور انھوں نے ذبح کیے؟" جواب ملا "کسی دن ۹ اور کسی دن دس۔" "تب وہ نو سو اور ایک ہزار کے درمیان ہیں۔" آپ نے دریافت فرمایا "اور قریش کے کون کون سردار ان میں ہیں؟" انھوں نے پندرہ ۱۵ کے نام بتائے اور ان میں عبدشمس کے دو بھائی عتبہ اور شیبہ، نفیل کے حارث اور طعیمہ، عبدالدار کے نضر جس نے قرآن کے مقابلے میں فارس کی کہانیاں لاکھڑی کی تھیں۔ قبیلہ اسد کے خدیجہؓ کے سوتیلے بھائی نوفل، مخزوم کا ابوجہل، جمحؔ کا اُمیّہ، عامر کا سُہیل شامل

toobaa-elibrary.blogspot.com



تھے۔ یہ بڑے بڑے نام سن کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تبصرہ فرمایا۔ جب آپؐ اپنے آدمیوں سے دوبارہ ملے "یہ ہیں مکّے کے لقمہ ہائے جگر جو اس نے تمھاری طرف پھینک دیے ہیں۔"

جلد ہی ابوسفیان کو ایک ہزار بھاری فوج کی خبر پہنچ گئی۔ اس وقت تک وہ ایسے مقام تک پہنچ چکا تھا جہاں سے اس کو بچانے والے اُس کے اور دشمن کے بیچ میں آچکے تھے ...... اس نے قریش کے پاس قاصد بھیجا اور کہلایا "تم اس لیے نکلے تھے کہ اپنے اونٹ، اپنے آدمی اور اپنے سامان کا دفاع کرو اور خدا نے ان کو بچایا ہے اس لیے واپس ہو جاؤ۔" یہ پیغام اس وقت پہنچا جب وہ پہلے ہی بدر کے قدرے جنوب میں جحفہ کے مقام پر ڈیرا ڈال چکے تھے۔ ایک اور وجہ تھی جس کے سبب ان کو اب اور آگے نہ بڑھنا چاہیے تھا پورے خیمہ گاہ پر ایک خواب کے سبب افسردگی اور بے دلی چھائی ہوئی تھی ــــ قریب قریب ایک رویت ــــ جو بنی المطلب کے ایک شخص جُہیم کو ہوئی تھی۔ اس نے کہا "خواب اور بیداری کے درمیان میں نے ایک شخص کو گھوڑے پر سوار آتے دیکھا۔ وہ ایک اونٹ کے آگے آگے آرہا تھا۔ پھر وہ رُکا اور اس نے کہا "قتل ہو گئے عتبہ شیبہ ابوالحکم اور اُمیّہ" ــــ اور وہ قریش کے دوسرے سرداروں کے نام لیتا گیا جو گھوڑ سوار نے لیے تھے۔ اپنی بات جاری رکھتے ہوئے جُہیم نے آگے کہا "اس نے اپنے اونٹ کے سینے میں خنجر اتار دیا اور اسے آزاد کر کے خیمہ گاہ میں ہانک دیا۔ پھر کوئی خیمہ نہ تھا جو اس کے خون سے رنگین نہ ہو گیا ہو۔" جب ابوجہل سے اس خواب کا ذکر کیا گیا تو اس نے فاتحانہ استہزا کے لہجے میں کہا "یہ لو بنی المطلب میں ایک اور نبی پیدا ہو گیا۔" اس نے کہا "ایک اور" اس لیے کہ مطلب اور ہاشم کے دونوں قبائل اکثر و بیشتر ایک سمجھے جاتے تھے۔ پھر مایوسی کی کیفیت کو دور کرنے کی کوشش میں اس نے سب کو خطاب کرتے ہوئے کہا "خدا کی قسم ہم واپس نہ ہوں گے جب تک کہ بدر کے مقام پر جا کر دم نہ لیں۔ چلے چلو بدر کی طرف۔ ہم

toobaa-elibrary.blogspot.com



وہاں تین دن قیام کریں گے۔ شراب پانی کی مانند بہا دیں گے۔ مغنیات ہمارے لیے گائیں گی، ناچیں گی اور سارا عرب سنے گا کہ پیش قدمی ہم نے کی اور ہماری تعداد کتنی تھی تو پھر ہمیشہ کے لیے ہماری ہیبت چھا جائے گی۔ اَخنس ابن شریق قبیلۂ زُہرہ کے ساتھ آیا تھا۔ وہ اسی قبیلہ کا حلیف تھا۔ اس نے ان پر زور ڈالا کہ ابوجہل کی بات پر توجہ نہ دیں۔ اس لیے وہ جُحفہ سے مکے واپس گیا۔ اس کا ہر آدمی لوٹ گیا۔ طالب بھی اپنے کچھ ہم قبیلہ اشخاص کے ساتھ واپس گیا کیونکہ اس سے اور قریش کے لوگوں سے جھڑپ ہو گئی تھی۔ قریش کے لوگوں نے کہا تھا "اے بنی ہاشم ہم جانتے ہیں تم آ تو گئے ہو ہمارے ساتھ مگر تمھارے دل محمدؐ کے ساتھ ہیں۔" تاہم عباسؓ نے فیصلہ کیا کہ وہ باقی فوج کے ساتھ بدر تک جائیں گے اور وہ اپنے ساتھ حارث کے بیٹے ابوسفیان اور نوفل اور ابوطالب کے بیٹے عقیل، اپنے تین بھتیجوں کو لے گئے۔ پہاڑ کے پرے قدرے شمال مشرق مسلمان خیمہ و خرگاہ نصب کر رہے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جانتے تھے کہ ان کے لیے دشمن سے پہلے بدر کے کنوئیں تک پہنچنا بے حد ضروری ہے اس لیے آپؐ نے فوراً کوچ کرنے کا حکم دیا۔ ابھی وہ روانہ ہو ہی رہے تھے کہ بارش شروع ہو گئی اور آپؐ نے اس کو رحمت الٰہی کی علامت، برکت اور یقین دہانی قرار دے کر مسرت کا اظہار فرمایا۔ اس سے لوگ تازہ دم ہو گئے۔ غبار بیٹھ گیا اور ریتیل کی وادی کی نرم ریت سخت پڑ گئی جہاں وہ لوگ آگے بڑھ رہے تھے لیکن یہی بات دشمن کے لیے رکاوٹ بن گئی جنھیں ابھی عَقَنقَل کے ڈھلوان پر چڑھنا تھا جو مسلمانوں کے بائیں جانب بلندی پر تھی۔ بدر سے وادی کی مخالف سمت سب کنوئیں قریب تر ڈھلوان پر تھے جس پر چڑھائی نسبتاً آسان تھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے ہی کنوئیں پر جہاں وہ پہنچے ٹھہر جانے کا حکم فرمایا لیکن خزرج کے ایک صاحب حُبابؓ ابن المنذر آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا "اے اللہ کے رسول یہ جگہ جہاں اس وقت ہم ہیں کیا اللہ نے بذریعہ وحی آپؐ کو یہاں ٹھہر جانے کی ہدایت کی ہے کہ ہم یہاں سے آگے نہ بڑھیں نہ پیچھے ہٹیں یا یہ معاملہ رائے اور جنگی حکمت عملی کا ہے؟ آپ

toobaa-elibrary.blogspot.com



نے فرمایا "معاملہ بس رائے کا ہے۔" اس پر حبابؓ نے کہا "یہ ٹھہرنے کی جگہ نہیں ہے۔ ہم کو آگے لے چلیے اے اللہ کے رسولؐ یہاں تک کہ ہم ان بڑے کنوؤں میں سے ایک تک پہنچ جائیں جو دشمن سے قریب ترین ہے۔ ہم وہاں رک جائیں۔ اس کے پرے جو کنوئیں ہیں ان کو روک دے خود اپنے لیے ایک حوض بنالیں۔ بعد ازاں ہم دشمن سے نبرد آزما ہوں اور سارا پانی ہمارے پینے کے لیے ہوگا اور ان کے پاس بالکل نہ ہوگا۔" نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فوراً ان کی رائے سے اتفاق کر لیا اور حبابؓ کا منصوبہ ساری جزئیات کے ساتھ روبعمل لایا گیا۔ کنوئیں روک دیے گئے۔ حوض بنا لیا گیا اور ہر ایک شخص نے اپنے پینے کے برتن بھر لیے۔ پس ازاں سعدؓ ابن معاذ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا "اے اللہ کے نبیؐ ہم آپ کے لیے ایک سائبان بنا دیں اور آپ کے سواری کے اونٹ تیاری کی حالت میں کر کے آپ کے پہلو میں کھڑا کر دیں۔ تب ہم اپنے دشمن کا سامنا کریں گے۔ اگر اللہ ہم کو طاقت دیتا اور ان پر ہم کو فتح مند رکھتا ہے تو یہ وہ بات ہے جس کی ہم دل سے خواہش رکھتے ہیں لیکن اگر ایسا نہ ہوا تو آپ سوار ہو کر جا سکیں گے اور ان سے جا ملیں گے جنھیں ہم اپنے پیچھے چھوڑ آئے ہیں۔ کیونکہ اے اللہ کے نبیؐ کچھ لوگوں کے لیے جو آپ کے ساتھ نہیں نکلے ہیں ہماری محبت آپ سے ان کی محبت سے جو وہ آپ سے رکھتے ہیں بڑھ کر نہیں ہے نہ وہ پیچھے رہ جاتے اگر ان کو معلوم ہوتا کہ آپ کو جنگ کا سامنا ہے۔ ان کے ذریعہ اللہ آپ کی حفاظت فرمائے گا۔ وہ آپ کو اچھا مشورہ دیں گے اور آپ کے پہلو بہ پہلو جنگ کریں گے۔" نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تعریف کی اور ان کے لیے برکت کی دعا فرمائی۔ سائے کے لیے کھجور کی شاخوں سے سائبان بنا دیا گیا۔

اس رات خدا نے مسلمانوں پر نیند طاری فرما دی۔ وہ بیدار ہوئے تو تازہ دم تھے۔ یہ جمعہ کا دن تھا۔ ۱۶ مارچ ۶۲۴ء مطابق ۱۷ رمضان ۲ھ صبح ہوتے ہی قریش نے پیش قدمی کی اور عقنقل کی پہاڑی پر چڑھنے لگے۔ وہ چوٹی پر پہنچے تو آفتاب بلند ہو چکا تھا اور جب

toobaa-elibrary.blogspot.com



نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو زرق برق زین سجے اونٹوں اور گھوڑوں پر ڈھلوان سے بدر کی جانب ٹیلیں کی وادی میں اترتے دیکھا تو آپ نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھا دیے۔ "اے اللہ یہ ہیں قریش اپنے سازوسامان کے پندار کے ساتھ آئے ہیں تاکہ تیرے رسول کو جھوٹا ثابت کریں۔ خداوندا بس اب آجائے تیری وہ مدد جس کا تونے مجھ سے وعدہ کیا ہے۔ اے رب آج کی صبح انھیں ہلاک کر دے۔"

انھوں نے ڈھلوان کی جڑ میں اپنے خیمے نصب کیے اور چونکہ انھیں لگا کہ مسلمان جتنی ان کو توقع تھی اس سے تعداد میں کم ہیں انھوں نے جُمح کے عُمیر کو گھوڑے پر بھیجا کہ ان کی تعداد کا اندازہ کرے اور یہ بھی دیکھ لے کہ عقب سے ان کو کمک تو نہیں پہنچ رہی ہے۔ اس نے آکر خبر دی کہ جو وادی کے مقابل سمت موجود ہیں ان کے علاوہ مزید فوجیوں کا کوئی پتہ ونشان نہیں ہے۔ اُس نے مزید کہا "لیکن اے اہل قریش میں نہیں سمجھتا کہ اس سے قبل کہ پہلے وہ ہم میں سے کسی کو قتل کریں ان میں سے کوئی قتل ہوگا اور اگر وہ تم میں سے اتنی تعداد کو قتل کرلیں جتنی خود ان کی ہے تو زندگی میں اس کے بعد کیا مزا رہ جائے گا؟" سارے مکّے میں القارو کشف کے ذریعہ خبر دینے والے کی حیثیت سے عُمیر کی شہرت تھی اور اُس کی دی ہوئی خبر اپنا وزن رکھتی تھی۔ جوں ہی اس نے یہ بات کہی خدیجہؓ کے بھتیجے قبیلۂ اسد کے حکیم نے موقع کو غنیمت جانا اور خیموں کے درمیان سے گزرتا ہوا پیدل عبدشمس کے لوگوں میں پہنچ گیا۔ اس نے عُتبہ سے کہا "ابوالولید تم قریش کے سب سے بڑے آدمی ہو۔ ان کے ولی نعمت ہو۔ وہ تمھارا کہا مانتے ہیں، کیا تم چاہو گے کہ ان کے درمیان سلسلۂ روز وشب کے خاتمے تک تحسین وآفریں کے ساتھ یاد کیے جاؤ؟" عُتبہ نے کہا "وہ کیسے؟" حکیم نے جواب دیا "لوگوں کو واپس لے جاؤ اور اپنے حلیف مقتول عمرو کے انتقام کی ذمہ داری اپنے اوپر لے لو۔ ان کا مطلب تھا کہ لڑائی کے توی وجوہ میں سے ایک کو اپنے عمل سے ساقط کر دے اور جو شخص نخلہ

toobaa-elibrary.blogspot.com



کے مقام پر مارا گیا تھا اس کے قریبی اعزّار کو اس کا خون بہا ادا کر دے۔ عمرو کا بھائی عامر فی الواقع بھائی کا انتقام لینے ہی میدان جنگ میں آیا تھا۔ حکیم نے جو مشورہ دیا تھا عُتبہ اس پر عمل کرنے پر راضی ہو گیا لیکن ساتھ ہی اس نے حکیم پر زور دیا کہ جا کر ابوجہل سے بات کرے۔ امکان غالب تھا کہ وہ شخص جنگ پر اصرار کرے گا۔ اس اثناء میں اس نے فوج سے خطاب کرتے ہوئے کہا۔ "اہل قریش محمدؐ اور ان کے ساتھیوں سے جنگ کر کے کچھ بھی تمھارے ہاتھ نہ آئے گا۔ تم نے ان کو شکست دے دی تو تم میں سے ہر ایک ہمیشہ کے لیے ایک دوسرے کے چہرے پر حقارت سے نگاہ ڈالے گا جس نے اس کے چچا، چچا زاد بھائی یا کسی اور قریب ترین رشتہ دار کو قتل کیا ہو گا۔ اس لیے واپس ہو جاؤ اور محمدؐ کو پوری عرب دنیا پر چھوڑ دو، اگر وہ اس کو قتل کر دیتے ہیں تو یہی وہ بات ہو گی جو تم چاہتے ہو اور اگر ایسا نہ ہوا تو وہ محسوس کریں گے کہ ان کے معاملے میں تم نے تحمل اور برداشت کا ثبوت دیا ہے۔"

اس میں شبہ نہیں کہ وہ عامر الحضرمی سے اس کے بھائی کا خون بہا ادا کرنے کے خیال سے فوراً ملنا چاہتا تھا لیکن ابوجہل اس سے کہیں تیز دم نکلا۔ اس نے عتبہ کو موت سے ڈر جانے اور اپنے بیٹے ابو حذیفہ کے لیے جو دشمن کی صف میں تھا اندیشہ ناک ہو کر بزدلی دکھانے کا طعنہ دیا۔ پھر اس نے عامر کی جانب رُخ کیا اور اس سے کہا کہ "بھائی کے انتقام کے موقع کو ہاتھ سے نہ جانے دو، اٹھو!" اس نے اس کو بھائی کے قتل اور اپنے عہد کی یاد دلائی۔ عامر جھٹ اچھل کر کھڑا ہو گیا اور دیوانگی کے انداز میں اپنے کپڑے اتار پھینکے اور چیخ چیخ کر رونے پیٹنے لگا "حیف ہے عمرو کے لیے، افسوس ہے عمرو کے واسطے!" اس طرح لڑائی کی آگ بھڑکائی گئی اور لوگوں کی روح میں تشدد کا طوفان بھر دیا گیا۔ اب عتبہ یا کسی اور کی جانب سے ان کو واپس لے جانے کی کوشش عبث تھی۔

لوگوں کے آخری تیاری میں مشغول اور منہمک ہونے نے ایک شخص کو وہ موقع فراہم کر دیا

toobaa-elibrary.blogspot.com



جس کا وہ انتظار کر رہا تھا۔ اس خطرے سے کہ ممکن ہے اس کی غیر حاضری میں وہ فرار ہو جائے۔ سہیل اپنے بیٹے عبداللہ کو اپنے ساتھ بدر لایا تھا۔ قبیلہ جمح کے اُمیہ نے اپنے بیٹے علی کے ساتھ جس کو دبا دھمکا کر اس نے ارتداد پر راضی کر لیا تھا۔ یہی کیا تھا لیکن علی کے برخلاف جو متذبذب میں تھا عبداللہ اپنے ایمان میں غیر متزلزل تھے۔ وہ پہلے پہاڑی کے نیچے گئے پھر خیمہ گاہ والوں کی نگاہ بچا کر تیزی سے انھوں نے ہموار ریت پار کا راستہ لیا اور مسلمانوں کے خیموں میں پہنچ گئے۔ وہ سیدھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے خوشی کی لہر دونوں کے چہروں پر دوڑ گئی۔ پھر انھوں نے خوشی خوشی اپنے بھتیجوں ابو سبرہؓ اور ابو حذیفہؓ کو سلام کیا۔

---

## حوالہ جات، حواشی، تشریحات

لے "ضمضم" بن عمرو غفاری بحوالہ پیغمبر آخر و اعظم ڈاکٹر نصیر احمد ناصر (اضافہ مترجم)

لے ۱۱:۸

toobaa-elibrary.blogspot.com



## باب - ۴۳

# غزوۂ بدر

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اب اپنی فوج کو صف بستہ کیا ۔ اس کا دل بڑھانے کے لیے اور قطار کو درست کرنے کی خاطر آپ سامنے سے گزرے ۔ آپ نے انصاریوں میں سے ایک صاحب سے جو قطار سے بہت آگے نکل آئے تھے فرمایا" قطار میں کھڑے ہو" آپ کے ہاتھ میں ایک تیر تھا۔ آپ نے ہلکے سے تیر کی نوک ان کے پیٹ میں چبھو دی ۔ سوادؓ نے کہا " اللہ کے رسولؐ آپ نے مجھے اذیت پہنچائی ۔ حالانکہ اللہ نے آپ کو حق اور انصاف

toobaa-elibrary.blogspot.com



کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے۔ اس لیے آپؐ میرا بدلہ دیجیے۔" آپؐ نے فرمایا "لے لو" اور خود اپنا پیٹ کھول دیا اور تیر سوادؓ کو دے دیا۔ سوادؓ جھکے اور جہاں ان کو تیر کی نوک چبھونا تھی اسی جگہ پر اپنا بوسہ ثبت کر دیا۔ نبیؐ نے دریافت فرمایا "تم نے یہ کیوں کیا؟" انھوں نے جواب دیا "اے اللہ کے رسولؐ ہم کو جس چیز کا سامنا ہے آپؐ دیکھ ہی رہے ہیں۔ میری تمنا تھی کہ زندگی کے آخری لمحات میں جو آپؐ کے ساتھ گزر رہے ہیں ـــــ اگر وہ آخری لمحات ہیں ـــــ میری جلد آپؐ کی جلد سے مس ہو جائے۔" آپؐ نے ان کے لیے دعا فرمائی اور انھیں برکت دی۔

قریش نے اب پیش قدمی شروع کر دی تھی۔ پست و بلند لہراتے ٹیلوں کے پار دیکھیے تو مکی فوج تعداد میں اس سے کم نظر آتی تھی جتنی فی الواقع وہ تھی لیکن آپؐ اس کی حقیقی تعداد سے پوری طرح باخبر تھے۔ آپؐ کو دونوں فوجوں کی نامساوات کا اچھی طرح علم تھا۔ اب آپؐ ابوبکرؓ کے ساتھ سائبان میں تشریف لے گئےؐ اور اُس نصرت کے لیے دعا میں مشغول ہو گئےؐ جس کا اللہ نے آپؐ سے وعدہ کیا تھا۔

ایک ہلکی سی غنودگی آپؐ پر طاری ہوئی اور جب آپؐ بیدار ہوئے تو آپؐ نے فرمایا! "خوش ہو جاؤ ابوبکرؓ اللہ کی نصرت تمھارے لیے آپہنچی۔ یہ ہیں جبرئیلؑ اور ان کے ہاتھ میں ایک گھوڑے کی لگام ہے جس کو وہ لیے آرہے ہیں وہ جنگ کے لیے مسلح ہیں۔"

عربوں کی تاریخ میں متعدد جنگیں عین وقت پر ٹل چکی تھیں حتیٰ کہ ایسے موقع پر بھی جب کہ دونوں فوجیں آمنے سامنے صف بستہ تھیں لیکن اب آپؐ کو یقین تھا کہ جنگ ہونی ہی ہے اور یہ ہماری فوج "طائفتین (دو گروہوں) میں سے ایک تھی جس کا آپؐ سے وعدہ کیا گیا تھا۔ گدھ بھی جانتے تھے کہ کشت و خون شروع ہی ہونے والا ہے وہ پہلے ہی سے تاک میں تھے کہ مقتولین کی لاشوں سے شکم سیر ہوں۔ کچھ سروں پر منڈلا رہے تھے کچھ دوسرے پتھریلی ڈھلوانوں پر دونوں فوجوں کے پیچھے پنجوں کے بل بیٹھے تھے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com



مزید برآں قریش کی نقل و حرکت سے عیاں تھا کہ وہ حملے کی تیاریاں کر رہے ہیں۔ وہ قریب پہنچ چکے تھے اور اب ایسے مقام پر رُکے ہوئے تھے جہاں سے اس حوض تک پہنچنا آسان تھا جو مسلمانوں نے بنا لیا تھا۔ لگ رہا تھا کہ ان کا پہلا اقدام یہ ہوگا کہ اس پر قبضہ کرلیں۔

قبیلۂ مخزوم کا اسود دوسروں سے آگے نکل کر واضح طور پر پانی پینے کی نیت سے کھڑا تھا۔ حمزہؓ اس سے مڈبھیڑ کے لیے صف سے نکل کر اس تک پہنچے۔ انھوں نے ایک وار کیا۔ اس کا ایک پاؤں گھٹنے کے پاس سے کٹ کر الگ ہوگیا۔ انھوں نے دوسرا وار کیا وہ چل بسا۔ پس ازاں عتبہ جو ابھی تک ابوجہل کے طعن و تشنیع سے تلملا رہا تھا صف سے نکلا اور تنہا مبارِز طلب ہوا اور خاندان کی مزید آبرومندی کی خاطر اس کا بھائی شَیبہ اور اس کا بیٹا ولید آگے بڑھے اور اس کے پہلو میں ایک ایک طرف کھڑے ہوگئے۔ اس چیلنج کو بنی النفور قبیلۂ خزرج کی ذیلی شاخ نجّار کے عوفؓ نے قبول کیا۔ وہ انصار کے ان چھ آدمیوں میں سے تھے جنھوں نے نبیؐ کے ہاتھ پر سب سے پہلے بیعت کی تھی اور عوفؓ کے ساتھ ہی ان کے بھائی بھی صف سے باہر آئے مدینے میں انھی کا علاقہ تھا جس کو قصواء نے ہجرت کے سفر کی آخری منزل کے طور پر انتخاب کیا تھا۔ تیسرے صاحب جو مبارز طلبی کے جواب میں آگے آئے عبداللہ ابن رواحہؓ تھے جنھوں نے آپؐ کے لیے خیر مقدم اور تعلّی کے کلمات ادا کرنے میں اپنے سربراہ عبداللہ ابن اُبَی کو درخورِ اعتنا نہ قرار دیا تھا۔

"تم کون ہو؟" مبارز طلب نے سوال کیا۔ جب لوگوں نے جواب دیا تو عتبہ نے کہا "تم لوگ عمائد ہو۔ ہمارے ہم پلہ ہو مگر ہمیں تم سے کوئی سروکار نہیں۔ ہماری مبارِز طلبی اپنے قبیلے کے لوگوں کے سوا کسی سے نہیں۔ پھر قریش کے نقیب نے پکار کر کہا "اے محمد ہمارے مقابلے کے لیے ہمارے ہم پلہ خود ہمارے قبیلے کے لوگوں کو بھیجو۔"

toobaa-elibrary.blogspot.com



نبیؐ کی منشا بھی اس کے علاوہ اور نہ تھی لیکن انصار آپؐ کی منشا کے اظہار سے پہلے ہی میدان میں اتر گئے تھے۔ اب آپؐ نے اپنے خاندان والوں کی جانب رُخ کیا۔ کیونکہ سب سے بڑھ کر انہی کے شایانِ شان تھا کہ جنگ کی ابتدا کریں۔ مبارز طلب دو پختہ عمر کے لوگ تھے اور ایک نوجوان تھا۔ "چلو اے عبیدہؓ" اے حمزہؓ آپ اور اے علیؓ تم، اترو میدان میں۔" عبیدہؓ فوج میں سب سے زیادہ سن رسیدہ اور سب سے زیادہ آزمودہ کارِ جنگ جو تھے وہ مطلب کے پوتے تھے۔ وہ عُتبہ کے بالمقابل جا کھڑے ہوئے۔ حمزہؓ شیبہ کے سامنے اور علیؓ کا سامنا ولید سے تھا۔ زد و خورد لمبی مدت تک چلی پھر دیر نہ لگی کہ شیبہ اور ولید زمین پر ڈھیر تھے جب کہ حمزہؓ اور علیؓ کو خراش تک نہ آئی تھی لیکن عبیدہؓ نے جب عتبہ پر وار کر کے اس کو زمین گیر کر دیا تو اس نے گھما کر تلوار کا ایسا وار کیا کہ ان کا ایک پاؤں کٹ کر الگ ہو گیا۔ یہ ایک سہ گانہ رزم آرائی تھی۔ تین کے بالمقابل تین۔ اس لیے حمزہؓ اور علیؓ نے اپنی تلواروں کا رُخ عتبہ کی جانب کیا اور حمزہؓ نے جو وار کیا وہ اس کے لیے مہلک ثابت ہوا۔ پھر وہ اپنے زخمی رشتہ دار کو واپس اپنے کیمپ میں لے گئے۔ ہلاکت زا مقدار تک خون ان کے جسم سے نکل گیا تھا۔ پیر کی کٹی ہوئی ہڈی کے سرے سے گودہ رس رہا تھا لیکن ایک ہی خیال ان کے دل و دماغ میں گردش کر رہا تھا۔ آپؐ ان کے قریب تشریف لائے تو انھوں نے سوال کیا "اے اللہ کے رسولؐ کیا میں شہید نہیں ہوں؟" آپؐ نے جواب دیا۔ "یقیناً تم ہو۔"

شہادت ہے مطلوب و مقصودِ مومن
نہ مالِ غنیمت نہ کشور کشائی! (اقبال)

رزم آرا حریفوں کے درمیان گہرے سکوت کو قریش کی جانب سے ایک تیر نے توڑا اور عمرؓ کا ایک آزاد کردہ شخص زمین پر آ رہا۔ وہ مہلک طور پر زخمی تھا۔ ایک دوسرے

toobaa-elibrary.blogspot.com



تیر نے حارثہؓ کے حلق کو چھلنی کر دیا۔ وہ خزرج کے ایک نوجوان تھے، حوض پر پانی پی رہے تھے جب تیر ان کو آن لگا۔ اب آپؐ نے یہ کہہ کر اپنے آدمیوں کا حوصلہ بڑھایا۔ "قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں محمدؐ کی جان ہے جو شخص ان لوگوں سے مقابلہ کرتے ہوئے انعام کی سچّی امید کے ساتھ آگے بڑھتا چلا جائے گا پیچھے نہ ہٹے گا اللہ اس کو سیدھے جنت میں داخل فرمائے گا۔" آپؐ کا یہ اعلان ان لوگوں کے ذریعہ جو قریب تھے اور جنھوں نے اس کو سنا تھا ان لوگوں تک پہنچا جو اتنی دور تھے کہ سن نہ سکتے تھے۔ خزرج کی ذیلی شاخ سلیمہ کے عمیرؓ ایک مٹھی کھجور لیے کھا رہے تھے وہ پکار اُٹھے "یا للعجب کیا میرے اور جنت میں داخل ہو جانے کے درمیان صرف اتنی سی بات ہے کہ یہ کفار مجھے قتل کر دیں؟" انھوں نے کھجور پھینک دیئے تلوار کے قبضے پر ہاتھ رکھ کر حکم کے انتظار میں کھڑے ہو گئے۔

عوفؓ آپؐ کے قریب کھڑے تھے مایوس تھے کہ مبارزطلبی کو انھوں نے سب سے پہلے قبول کیا تھا اس کے اعزاز سے محروم رہے۔ وہ اب آپؐ کی جانب مڑے اور انھوں نے عرض کیا "اے اللہ کے رسولؐ وہ کیا بات ہے جو پروردگار کو خوشی سے بندے پر خندہ زن کر دیتی ہے؟" فوراً جواب ملا "جب وہ بغیر زرہ کے دشمن کے بیچ کود پڑتا ہے۔" اور عوفؓ نے زرہ اتارنی شروع کر دی جو وہ پہنے ہوئے تھے۔ ساتھ ہی آپؐ نے ایک مٹھی سنگ ریزے اٹھائے اور قریش سے چلّا کر کہا "چہرے بگڑ جائیں" پھر سنگ ریزوں کو ان پر جھونک دیا۔ اس شعور کے ساتھ کہ سنگ ریزے نہیں درحقیقت تباہی ہے جو ان پر جھونکی گئی۔ پھر آپؐ نے حملے کا حکم دے دیا۔ آپؐ نے ان کے لیے جو نعرۂ جنگ تجویز فرمایا تھا "یا منصور اَمِت" ہر حلق سے بلند ہوا۔ جب لوگ جوق در جوق آگے بڑھے۔ عوفؓ بغیر زرہ کے اور عمیرؓ یہ دو تھے جو سب سے پہلے دشمن کے مقابل ہونے والوں میں تھے۔ دونوں لڑتے

toobaa-elibrary.blogspot.com



رہے۔ یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔ ان کی شہادت، عبیدہؓ کی اور دو وہ جو قریش کے تیروں سے شہید ہوئے ان سب کو ملا کر شہید ہونے والوں کی تعداد پانچ تک پہنچی۔ اس دن مزید صرف نو مسلمانوں کو جامِ شہادت نوش کرنا تھا۔ ان میں سعدؓ کے چھوٹے بھائی وہ دوسرے عمیرؓ شامل تھے جن کو نو عمری کے باعث آپؐ گھر واپس بھیجنا چاہتے تھے۔

"تم نے نہیں پھینکا بلکہ اللہ نے پھینکا"[۳] یہ الفاظ اس وحی کا حصہ تھے جو لڑائی کے فوراً بعد نازل ہوئی۔ سنگ ریزے ہی تنہا قدرتِ خداوندی کا کرشمہ نہ تھے جو آپؐ کے ہاتھ سے ظاہر ہوا۔ ایک موقع پر جب قریش کی جانب سے مزاحمت انتہائی زوروں پر تھی ایک مسلمان کے ہاتھ میں تلوار ٹوٹ گئی۔ اس کا خیال تھا کہ جا کر آپؐ سے دوسری تلوار مانگ لے۔ یہ جحش کے خاندان کے ایک رشتہ دار عکاشہ تھے۔ آپؐ نے انھیں ایک ڈنڈا تھما دیا اور فرمایا "عکاشہؓ اس سے لڑو"۔ انھوں نے اس کو حرکت دی اور گھمایا اور وہ ان کے ہاتھ میں ایک لمبی مضبوط تلوار بن گیا۔ وہ اس سے بدر کی باقی لڑائی میں نبرد آزما رہے اور بعد کے تمام غزوات میں۔ اس کا نام پڑا "العون" جس کے معنی ہیں نصرتِ خداوندی۔

جب مسلمانوں کو حملے کا حکم دیا جاتا تھا تو وہ تنہا حملہ آور نہیں ہوتے تھے اور یہ بات آپؐ بخوبی جانتے تھے۔ کیونکہ آپؐ سے وعدہ کیا گیا تھا "میں تمھاری مدد کروں گا ایک ہزار فرشتوں سے فوج در فوج"[۴] اور فرشتوں کو بھی خدائی پیغام مل چکا تھا "جب تمھارے رب نے فرشتوں کی جانب وحی کی "سنو، میں تمھارے ساتھ ہوں اس لیے مسلمانوں کو استقامت عطا کرو۔ میں کافروں کے دل میں ان کی ہیبت ڈال دوں گا۔ تمھارا کام ہے کہ ان کے سر قلم کرو اور ان کے جوڑ جوڑ کو چوٹ پہنچاؤ"[۵]

toobaa-elibrary.blogspot.com



فرشتوں کی موجودگی سبھی نے محسوس کی۔ اس کا احساس اہل ایمان کو یوں ہوا کہ وہ ان کے لیے ایک طاقت بن گئے؛ اور کافروں کو یوں کہ وہ ہیبت زدگی میں مبتلا ہوئے لیکن وہ موجودگی مرئی اور مسموع صرف چند لوگوں کے لیے درجات کے تفاوت کے ساتھ ہوئی۔ ایک ہمسایہ عرب قبیلے کے دو اشخاص پہاڑ کی چوٹی پر یہ دیکھنے کے لیے کہ انجام کیا ہوا اور حصہ لینے کے لیے چڑھ گئے تھے اس توقع کے ساتھ کہ لڑائی کے بعد لوٹ کا مال ان کے ہاتھ آئے گا۔ ایک بادل ان کے پاس سے گزرا۔ اس میں سے گھوڑوں کے ہنہنانے کی آوازیں آرہی تھیں۔ ان میں سے ایک شخص گرا اور اسی لمحے ڈر کے مارے جاں بحق ہوگیا۔ دوسرا جو یہ داستان سنانے کے لیے زندہ رہ گیا تھا اس نے کہا "اس کا دل پھٹ گیا تھا"۔ اس خیال کا اظہار اس نے اپنے دل کی حالت کا اندازہ کرکے کیا ہوگا۔ دشمن کا ایک شخص مسلمانوں میں سے ایک کا پیچھا کر رہا تھا قبل اس کے کہ وہ اس شخص تک پہنچتا اس کا سر فضا میں اڑ گیا۔ اسی غیر مرئی ہاتھ نے اس کا سر قلم کر دیا تھا کچھ دوسروں نے گھوڑوں پر سوار فرشتوں کی ایک ہلکی سی جھلک دیکھی۔ ان گھوڑوں کے سُم زمین کو نہ چھوتے تھے۔ ان کی قیادت جبرئیل کر رہے تھے۔ وہ زرد عمامہ باندھے ہوئے تھے جبکہ دوسرے فرشتوں کے عمامے سفید تھے۔ عمامے کا ایک سرا پیچھے لہراتا چھوڑ دیا گیا تھا۔ قریش جلد ہی بری طرح ہارے اور کھدیڑ دیے گئے۔ سوا ان چھوٹی ٹولیوں کے جدھر سے فرشتے نہیں گزرے تھے۔ ان میں سے ایک میں ابوجہل بھی تھا۔ وہ نہ کم ہونے والی خوں خواری کے ساتھ لڑتا رہا یہاں تک کہ عوفؓ کے بھائی معاذؓ نے ایک ضرب میں اس کو زمین پر گرا دیا۔ ابوجہل کے بیٹے عکرمہ نے معاذؓ پر وار کیا مگر اتنا ہی کر سکا کہ ان کا ایک ہاتھ کٹ کر شانے سے جدا ہوگیا۔ وہ پھر بھی دوسرے ہاتھ سے لڑتے رہے۔ کٹا ہوا ہاتھ ان کے پہلو میں لٹکتا رہا۔ جلد کے ذریعہ ابھی وہ کسی قدر شانے سے جڑا ہوا تھا۔ جب وہ حد سے

toobaa-elibrary.blogspot.com



زیادہ تکلیف دہ ہوگیا تو انھوں نے اس کو پیروں تلے دبایا اور اپنے آپ کو ایک جھٹکا دے کر بوجھ بنے ہوئے عضو کو الگ کر دیا اور دشمن کا پیچھا جاری رکھا۔ ابوجہل ابھی پوری طرح زندہ تھا لیکن عوفؓ کے دوسرے بھائی مُعَوِّذؓ کی ضرب نے اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ پھر مُعَوِّذؓ آگے بڑھ گئے اور عوفؓ کی طرح لڑتے رہے یہاں تک کہ شہید ہوگئے۔

قریش کے بیشتر لوگ بچ نکلے اور فرار ہوگئے لیکن پچاسؓ ایسے تھے جن میں سے کچھ تو مہلک حد تک زخمی ہوگئے تھے کچھ دوران جنگ موقع پر قتل ہوگئے تھے۔ کچھ بھاگتے ہوئے پکڑے گئے اور قید ہوئے۔ تقریباً اتنی ہی تعداد قیدی بنائی گئی۔ نبیؐ نے اصحاب سے کہا تھا کہ "میں جانتا ہوں بنی ہاشم کے لوگ اور دوسرے اپنی مرضی کے خلاف لائے گئے۔ وہ ہم سے لڑنے کا ارادہ نہ رکھتے تھے۔" اور آپؐ نے نام لے کر بعض لوگوں کا تذکرہ کیا جو اگر پکڑ لیے جائیں تو ان کی جاں بخشی کی جانی چاہیے۔" تاہم فوج کے لوگ اس کوشش میں لگے ہوئے تھے کہ بجائے قتل کرنے کے زیادہ سے زیادہ لوگوں کو زرِفدیہ کی خاطر قیدی بنالیں۔ چونکہ قریش مسلمانوں سے تعداد میں کہیں زیادہ تھے اس لیے اس امکان کا لحاظ رکھنا ضروری تھا کہ وہ دوبارہ منظم ہوکر پلٹ نہ پڑیں۔ آپؐ سے درخواست کی گئی کہ آپؐ سائبان میں تشریف لے جائیں۔ ابوبکرؓ کے ساتھ کچھ انصار وہاں پہرہ داری کرتے رہے۔ سعدؓ ابن مُعاذ ننگی تلوار لیے دروازے پر پہرہ دے رہے تھے اور جب ان کے ساتھی محاربین اپنے قیدیوں کو کیمپ میں لانے لگے تو آپؐ سعدؓ ابن معاذ کے چہرے پر ناگواری کے اثرات دیکھ کر چونکے اور ان سے فرمایا۔ "اے سعدؓ معلوم ہوتا ہے یہ لوگ جو سب کچھ کر رہے ہیں تمھاری نگاہ میں نفرت انگیز ہے۔" سعدؓ نے پرجوش طور پر اثبات میں جواب دیا اور مزید کہا "یہ پہلی شکست ہے جس سے خدا نے کافروں کو دوچار کیا ہے۔ میں تو زندہ چھوڑنے کے بجائے ان کی

toobaa-elibrary.blogspot.com



گردن مارنے کو ترجیح دیتا۔" عمرؓ کی بھی یہی رائے تھی لیکن ابوبکرؓ قیدیوں کی جاں بخشی کے حق میں تھے۔ اس امید میں کہ ممکن ہے جلد یا بدیر وہ مسلمان ہو جائیں۔ نبیؐ ان کے نقطۂ نظر کی طرف مائل تھے لیکن بعد میں اس دن جب عمرؓ سائبان میں واپس آئے تو انھوں نے اس وحی کے سبب جو نازل ہوئی تھی آپؐ کو اور ابوبکرؓ کو اشکبار پایا۔ "کسی نبی کے شایانِ شان نہیں کہ قیدی اکٹھا کرے جب تک بھاری قتل عام سرزمین میں نہ کرے ؎ تم اس دنیا کے فائدے کی طلب میں ہو اور خدا تمھیں آخرت کے فائدے عطا کرنا چاہتا ہے۔ اللہ قوی اور حکیم ہے؎" لیکن وحی نے پھر صراحت کر دی کہ قیدیوں کی جاں بخشی کے فیصلے کو اللہ نے قبول کر لیا ہے اور اب اس کو منسوخ نہ کیا جانا چاہیے۔ قیدیوں ہی کے سلسلے میں آپؐ کو ایک اور ہدایت کی گئی "اے نبی ان قیدیوں سے جو تمھاری حراست میں ہیں کہو اگر اللہ تمھارے دل میں کوئی نیکی دیکھے گا تو وہ جو تم سے چھینا گیا ہے تم کو اس سے بہتر انعام دے گا۔ یقیناً اللہ درگزر کرنے والا اور رحیم ہے؎"

ایک شخص ابوجہل یقیناً ایسا تھا جس کو واضح طور پر زندہ نہ رہنے دیا جانا چاہیے تھا۔ عام خیال تھا کہ وہ مارا گیا۔ آپؐ نے حکم دیا کہ اس کی لاش تلاش کی جائے عبداللہؓ ابن مسعود دوبارہ میدان جنگ میں تلاش کرنے نکلے۔ یہاں تک کہ انھوں نے اس شخص کو جس سے بڑھ کر مکہ کے لوگوں میں کسی نے بھی اسلام کے خلاف نفرت کی آگ نہ بھڑکائی تھی پا لیا ابوجہل میں اب بھی اتنی جان باقی تھی کہ دشمن جو اس کے سر پر کھڑا تھا اس کو پہچان لے۔ عبداللہؓ ابن مسعود پہلے شخص تھے جنھوں نے کعبے کے سامنے بلند آواز میں تلاوتِ قرآن کی تھی اور ابوجہل نے ایک زور کا گھونسا مار کر ان کے چہرے کو زخمی کر دیا تھا کیونکہ وہ قبیلۂ زہرہ کے محض ایک حلیف تھے ان کی ماں کنیز رہ چکی تھیں۔ اس کے علاوہ وہ تنگ حال بھی تھے۔ عبداللہؓ نے اپنا پیر ابوجہل کی گردن پر رکھا۔ وہ بولا۔ "چھوٹے چرواہے واقعی تم بہت اونچے ہو گئے"

toobaa-elibrary.blogspot.com



پھر اس نے پوچھا "بتاؤ آج لڑائی کا پلہ کدھر جھکا ؟" بالواسطہ اس کا مطلب یہ تھا کہ اگلی بار وہ مخالف سمت میں جھکے گا۔ انھوں نے جواب دیا "خدا اور اس کے رسول فتح یاب ہوئے ہیں۔ پھر وہ اس کا سر تن سے جدا کر کے آپ کی خدمت میں لے گئے۔"

ابوجہل ہی قریش کا تنہا سردار نہ تھا جو لڑائی کے بعد ہلاک کیا گیا۔ عبدالرحمٰنؓ ابن عوف زرہیں جن پر انھوں نے مالِ غنیمت کے طور پر قبضہ کیا تھا لیے جا رہے تھے وہ فربہ اندام اُمیہ کے پاس سے گزرے جو کبھی اُن کا دوست رہ چکا تھا اس کی سواری چھین لی گئی تھی اور وہ فرار ہونے میں ناکام رہا تھا۔ اس کے ساتھ اس کا بیٹا علی تھا جس کا ہاتھ وہ پکڑے ہوئے تھا۔ اُمیہ نے ان کو پکارا "مجھے قیدی بنالو اس لیے کہ میں زرہوں سے زیادہ قیمت رکھتا ہوں۔" عبدالرحمٰنؓ راضی ہو گئے۔ انھوں نے زرہیں پھینک دیں اور باپ بیٹے کو اپنے ایک ایک ہاتھ سے پکڑ کر لے چلے۔ جب وہ دونوں کو لیے پڑاؤ کی جانب جا رہے تھے بلالؓ نے ان کو دیکھا اور اپنے آقا اور اذیت رساں کو پہچان لیا۔ انھوں نے آواز دی "اُمیہ رئیس کفر میرا جینا عبث ہے اگر یہ جیتا رہ جائے۔" عبدالرحمٰنؓ نے تحقیر آمیز انداز میں احتجاج کیا کہ وہ ان کا قیدی ہے لیکن بلال نے اپنی چیخ دہرائی "وہ جیتا رہ گیا تو میرا جینا عبث۔" غضب ناک قید کنندہ نے برہم ہو کر کہا "اے حبشی ماں کے بیٹے کیا تم میری نہ سنو گے۔" یہ سن کر بلال نے اس آواز کی ساری طاقت کے ساتھ جس نے ان کو مؤذن کے منصب کا مستحق ثابت کیا تھا چیخ کر نعرہ لگایا "اے انصار اللہ رئیس کفر اُمیہ، میں زندہ نہ رہوں گا اگر وہ زندہ رہ جائے۔" لوگ ہر جانب سے دوڑ پڑے اور عبدالرحمٰنؓ نیز ان کے دونوں قیدیوں کو تنگ گھیرے میں لے لیا پھر ایک تلوار کھنچی اس کے وار سے علی زمین پر آ رہا لیکن مرا نہیں عبدالرحمٰنؓ نے باپ کا ہاتھ چھوڑ دیا اور بولے "اب تو خود بچ نکل مگر بچ نکلنے کی کوئی راہ نہیں ہے۔ خدا کی قسم میں تیری کوئی مدد نہیں کر سکتا۔ ان کو ایک طرف دھکیل دیا

toobaa-elibrary.blogspot.com



شمشیر بکف لوگوں نے قیدیوں کو حلقے میں لے لیا اور جلد ہی دونوں کا کام تمام کر دیا۔ بعد کے دنوں میں عبدالرحمٰن کہا کرتے تھے "اللہ کی رحمت ہو بلالؓ پر میری زرہیں بھی گئیں اور انھوں نے میرے دو قیدی بھی چھین لیے۔"

آپؐ نے حکم فرمایا کہ تمام مقتول کفار کی لاشیں ایک گڑھے میں ڈال دی جائیں جب عتبہ کی لاش گڑھے کی جانب کھینچ کر لائی جا رہی تھی تو اس کے بیٹے ابو حذیفہؓ کا چہرہ زرد پڑ گیا اور وہ رنج والم کی تصویر بن گئے۔ ان کی یہ حالت دیکھ کر آپؐ کو دکھ ہوا اور آپؐ نے رحمت وشفقت کی نگاہ سے ان کی جانب دیکھا۔ ابو حذیفہؓ نے عرض کیا "اے اللہ کے رسولؐ ایسا نہیں کہ اپنے باپ کے بارے میں آپؐ کے حکم کی صحت میں میرے نزدیک چوں وچرا کی گنجائش ہو یا اس جگہ کے بارے میں جہاں اس کو پھینکا جانا ہے لیکن اس کے متعلق میں یہ جانا کرتا تھا کہ وہ دانش ورانہ صلاح دینے کی اہلیت نیز تحمل و برداشت اور نیکی و بھلائی سے متصف انسان ہے اور مجھے توقع تھی کہ اس کی یہی صفات ایک دن اسلام کی جانب اس کی رہنمائی کریں گی۔ اور جب مجھے یاد آیا کہ کیا افتاد اس پر پڑی اور میری ان تمام امیدوں کے بعد بھی کس حالت کفر میں اس نے جان دی تو اس صورت حال نے مجھے افسردہ وملول کر دیا۔ آپؐ نے ان کو برکت دی اور ان کے لیے مہربانی کے کلمات زبان سے ادا فرمائے۔

کچھ غضب ناک آوازوں سے جن کا شور فضا میں بلند ہو رہا تھا خیمہ گاہ کا امن وسکون برہم ہو گیا۔ یہ شور اس بات کا تھا کہ جو لوگ نبیؐ کے سائبان کے دروازے پر آپؐ کی حفاظت کے لیے پہرہ دے رہے تھے مالِ غنیمت میں اپنا حصہ مانگ رہے تھے اور جن لوگوں نے دشمن کا پیچھا کیا تھا لوگوں کو قیدی بنایا تھا، زرہوں اور اسلحہ پر قبضہ کیا تھا ان چیزوں کو جو انھوں نے خود حاصل کی تھیں دینے کو تیار نہ تھے لیکن قبل اس کے کہ آپؐ حکم فرماتے کہ جو کچھ قبضے میں آیا ہے اس کا مساوی اور

toobaa-elibrary.blogspot.com



منصفانہ تقسیم ہو مطلوبہ نتیجہ بہت سادگی سے اور بہت جلد ایک وحی کے نزول سے حاصل ہوگیا۔ "یہ لوگ انفال (جنگ میں حاصل شدہ مالِ غنیمت) کے بارے میں سوال کرتے ہیں کہہ دیجئے کہ مالِ غنیمت (انفال) اللہ اور اس کے رسول کا ہے۔" اس لیے آپؐ نے حکم فرمایا کہ جو کچھ ہاتھ آیا ہے بشمول قیدیوں کے سب کو آپؐ کے حضور پیش کیا جائے اور اس کو کسی فردِ واحد کی انفرادی ملکیت نہ قرار دیا جائے۔ حکم کی بلاچون وچرا فوراً تعمیل کی گئی۔

سب سے ممتاز قیدی قبیلۂ عامر کا سردار سہیل تھا۔ وہ سَودہؓ کا رشتہ دار اور ان کے پہلے شوہر سکران کا بھائی تھا۔ دوسرے لوگ جو آپؐ سے زیادہ نزدیکی قرابت رکھتے تھے آپؐ کے چچا عباسؓ۔ آپؐ کے داماد زینبؓ کے شوہر ابوالعاص اور آپؐ کے برادران عم زاد عقیل اور نوفل تھے۔ آپؐ نے ایک عام حکم دیا تھا کہ قیدیوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا جائے حالانکہ کھلی بات تھی کہ ان کی مشکیں کسی رکھنا ضروری تھا لیکن اس خیال سے کہ آپؐ کے چچا اس اذیت سے دوچار ہیں پوری رات آپؐ کو نیند نہ آئی اور آپؐ نے حکم دیا کہ ان کے بند ڈھیلے کر دیئے جائیں۔ دوسرے قیدیوں کو اپنے رشتہ داروں کی جانب سے کم تر نرمی کا برتاؤ ملا۔ مصعبؓ اپنے بھائی ابوعزیز کے پاس سے گزرے۔ انصار ابوعزیز کی مشکیں کس رہے تھے انھوں نے ہی اس کو قابو میں کیا تھا۔ مصعبؓ نے کہا "اس کو کس کر باندھو۔ اس کی ماں بڑی دولت مند ہے۔ وہ ہوسکتا ہے اس کی رہائی کے لیے تم کو خاصا زرِ تاوان دے۔" ابوعزیز نے کہا "کیا تم مجھے ان غیروں کے حوالے کروگے؟" مصعبؓ نے جواب دیا "اب تم نہیں، وہ میرا بھائی ہے۔" اس کے باوجود بعد کے برسوں میں وہ اس حسنِ سلوک کا تذکرہ کیا کرتے تھے جو انھیں انصار سے ملا۔ وہ ان کو مکہ لے گئے جہاں ان کی ماں نے چار ہزار درہم فدیہ دے کر انھیں چھڑا لیا۔

toobaa-elibrary.blogspot.com



جوں ہی یہ بات واضح ہوگئی کہ آٹھ سو یا اس سے کچھ زائد مکی فوجی جو اب بھی آزاد تھے اس طرح کھدیڑ دیے گئے ہیں کہ اب دوبارہ ان کی واپسی اور منظم ہونے کا کوئی امکان نہیں ہے۔ آپؐ نے عبداللہؓ ابن رواحہ کو بھیجا کہ بالائی مدینے یعنی شہر کے جنوب تر حصے کے لوگوں کو فتح کی خوش خبری دیں اور زیدؓ کو نشیبی مدینے کے لوگوں کو یہ مژدہ سنانے کے لیے روانہ کیا۔ آپؐ خود فوج کے ساتھ بدر ہی میں رہے اور اس رات اگلے گڑھے پر جاکر کھڑے ہوئے جس میں دشمنانِ اسلام کی لاشیں پھینک دی گئی تھیں اور انھیں مخاطب کر کے فرمایا "اپنے نبی کے رشتہ دار و بُرا تھا وہ برتاؤ قرابت کا جس کا تم نے مظاہرہ کیا۔ تم نے مجھے جھوٹا کہا جبکہ غیروں نے مجھے پناہ دی۔ میرے خلاف تم نے جنگ کی جبکہ دوسروں نے مجھے فتح و ظفر کی منزل تک پہنچایا۔ کیا تم نے سچ پایا اس کو جس کا وعدہ تم سے تمھارے رب نے کیا تھا۔ میں نے تو سچ پایا جو وعدہ میرے رب نے مجھ سے کیا تھا۔" آپؐ کے کچھ ساتھیوں نے آپؐ کی باتیں سن لیں۔ ان کو تعجب تھا کہ آپؐ مردوں سے ہم کلام ہیں۔ آپؐ نے فرمایا "تمھاری سماعت جو میں کہتا ہوں اس کے تعلق سے ان کی سماعت سے بہتر نہیں ہے لیکن وہ مجھ کو جواب نہیں دے سکتے۔"[۹]

اگلی صبح سویرے اپنی فوج اور مالِ غنیمت کے ساتھ آپؐ مدینہ کے لیے روانہ ہوگئے۔ دو بہت بیش قیمت قیدی یعنی وہ جن کے خاندان کے بارے میں اعتماد کیا جاسکتا تھا کہ زرِ فدیہ چار ہزار درہم ادا کر دیں گے۔ عبدالدار کے نضر اور عبدشمس کے عُقبہ تھے[۱۰] لیکن یہ دونوں اسلام کے بدترین دشمن تھے۔ اگر ان کو واپس جانے دیا جاتا تو یہ فی الفور اپنی شرپسندانہ کارستانیاں شروع کر دیتے۔ بجز اس صورت کے کہ ایسی نابرابر اور بھاری فوج کے مقابلے میں بدر کے مقام پر مسلمانوں کی فتح انھیں سوچنے سمجھنے پر مائل کر دیتی۔ آپؐ کی نگاہ برابر ان دونوں پر تھی لیکن آپؐ نے ان دونوں سے کسی میں بھی تبدیلیٔ قلب کی کوئی علامت نہ پائی

تھی اور واپسی سفر میں آپؐ پر واضح ہوگیا کہ اللہ کی منشا کے مطابق یہ بات نہیں ہے کہ ان کو زندہ رہنے دیا جائے۔ پہلے مراحل میں سے ایک میں آپؐ نے حکم دیا کہ نضر کو قتل کر دیا جائے اور یہ علیؓ تھے جنھوں نے اس کے سر کو تن سے جدا کر دیا۔ بعد کی ایک منزل میں یہی انجام عقبہ کا قبیلۂ اوس کے ایک آدمی کے ذریعہ ہوا۔ آپؐ نے باقی قیدیوں اور سب مالِ غنیمت کو ایک منزل میں جو مدینے سے تین دن کے مسافت پر تھی تقسیم کر دیا۔ جہاں تک ممکن تھا ہر شخص کو جس نے مہم میں حصہ لیا تھا آپؐ نے برابر کا حصہ دیا۔

اس وقت تک زیدؓ اور عبداللہؓ ابن رواحہ مدینے پہنچ چکے تھے اور وہاں سب بڑا جشن منا رہے تھے سوا یہودیوں اور منافقوں کے۔ لیکن زیدؓ کو خوش خبری کے عوض غم ناک خبر ملی کہ رقیہؓ کا انتقال ہوگیا ہے حضرت عثمانؓ اور اسامہؓ ابھی ابھی ان کو دفن کر کے لوٹے تھے۔ شہر کے اس حصے کے نالہ و ماتم میں مزید اضافہ ہوا جب زیدؓ نے عفراؓ کو ان کے دو بیٹوں کی شہادت کی خبر دی۔ یہ تھے عوفؓ اور معوذؓ۔ سودہؓ اپنے گھر اور ان کے گھر کے درمیان آتی جاتی رہیں تاکہ دونوں کے سوگ میں شریک رہیں۔ عفراؓ کے غم میں ان کے بیٹوں کی شان دار طریقے سے شہادت کے سبب خوشی شامل تھی لیکن زیدؓ نے ربیعؓ کو بتایا تھا کہ ان کے نوجوان بیٹے حارثہؓ ابن سراقہ کی شہادت کیسے ہوئی۔ جن کی گردن تیر سے چھد گئی تھی جب وہ حوض سے پانی پی رہے تھے۔ اور جوں ہی تین دن بعد آپؐ واپس تشریف لائے وہ آپؐ کی خدمت میں اپنے بیٹے کے بارے میں دریافت کرنے حاضر ہوگئیں کیونکہ خلش یہ تھی کہ ان کا بیٹا لڑائی شروع ہونے سے پہلے مارا گیا تھا۔ اس سے قبل کہ وہ اسلام کی راہ میں ایک بھی وار کرتا۔ انھوں نے کہا۔ "اے اللہ کے رسول کیا آپؐ مجھے حارثہؓ کے بارے میں نہ بتائیں گے اگر وہ جنت میں ہو تو میں بیٹے کی جدائی کو

toobaa-elibrary.blogspot.com



صبر کے ساتھ برداشت کروں گی ___ اگر نہیں تو میں رو کر اس کی تلافی کروں۔" آپ نے ایسے سوالات کا پہلے ہی ایک جواب دے دیا تھا۔ مسلمان کو انعام اس کے ارادے اور نیت پر ملتا ہے چاہے وہ اس کو عملی جامہ نہ پہنا پائے۔" اعمال کا انحصار نیت پر ہے۔[۱۸] لیکن اب آپ نے خاص کر ان کو جواب دیا "حارثہؓ کی ماں جنت میں بہت سے باغ ہیں اور یقیناً تمھارے بیٹے نے سب سے افضل جنت پالی ہے ___ فردوس۔"

---

## حوالہ جات، حواشی، تشریحات

۱۔ بخاری: ۴/۶۳، ۱۰-۱۱، ابن اسحٰق

۲۔ عربی میں تو مختصر ہے انگریزی میں نہیں "اے وہ جس کو فتح و نصرت عطا ہو قتل کرو۔"

۳۔ ۸ :۱۷

۴۔ ۸ : ۹

۵۔ ۸ :۱۲

۶۔ ۸ :۴۰

۷۔ ابن اسحٰق : ۹-۳۴۰

۸۔ ۸ :۱۱

۹۔ ابن اسحٰق : ۳۵۴

۱۰۔ صفحہ ۹۸ (اصل تصنیف)

toobaa-elibrary.blogspot.com


باب - ۴۴

# ہزیمت خوردہ فوج کی واپسی

قریش کی فوج نے ٹولیوں میں واپس مکہ کی راہ لی۔ ایک فرد کبھی اس کے آگے ہوتا کبھی اس کے پیچھے۔ پہلا شخص جو خبر لے کر پہنچا وہ ہاشمی ابوسفیان تھا اس کا بھائی نوفل قید ہو گیا تھا۔ نئے دین سے اس کی مخاصمت نے اس کو برانگیختہ کیا تھا کہ وہ اس کے خلاف اور اپنے رشتہ دار اور رضاعی بھائی نبیؐ کے خلاف اشعار نظم کرے لیکن بدر کے تجربے نے اس کو ہلا کر رکھ دیا۔ اس کا پہلا خیال تھا کہ کعبے

toobaa-elibrary.blogspot.com



میں حاضر ہو۔ اتفاق ایسا ہوا کہ اس کا چچا ابو لہب ایک بڑے خیمے میں بیٹھا تھا جو زمزم کا خیمہ کہلاتا تھا۔ بھتیجے کو دیکھ کر ابو لہب نے پکار کر کہا کہ اس کے پاس آئے اور بیٹھے اور بتائے کہ کیا ہوا۔ ابو سفیان نے کہا "جو کچھ ہوا اس کی کہانی اس سے زائد نہیں کہ ہمارا دشمن کا سامنا ہوا۔ ہم نے پیٹھ دکھائی۔ انھوں نے ہمیں کھدیڑ دیا۔ اور جس کو چاہا پکڑ لیا۔ میں اپنے لوگوں کو بھی الزام نہیں دیتا کیونکہ ہمارا مقابلہ محض ان سے نہ تھا بلکہ سفید پوش لوگوں سے جو زمین اور آسمان کے درمیان ابلق گھوڑوں پر سوار تھے جنھوں نے کسی شے کو نہ چھوڑا اور کوئی بھی ان کے سامنے ٹک نہ سکا۔"

ام الفضل خیمے کے ایک کونے میں بیٹھی تھیں اور ان کے ساتھ عباسؓ کے غلاموں میں سے ایک ابو رافعؓ تھے وہ تیر بنا رہے تھے۔ ام الفضلؓ کی مانند وہ بھی مسلمان تھے اور دونوں نے چند آدمیوں کو چھوڑ کر اپنا اسلام سب سے پوشیدہ رکھا تھا۔ لیکن آپ کی فتح وکامرانی کی اطلاع پر ابو رافعؓ اپنی خوشی ضبط نہ کر سکے اور جب انھوں نے آسمان اور زمین کے درمیان سفید پوش آدمیوں کی بات سنی تو استعجاب اور فتح مندی کے جذبے سے پکار اٹھے۔ "وہ فرشتے تھے۔" یہ سننا تھا کہ ابو لہب پر غیظ وغضب کا دورہ پڑ گیا۔ اس نے ابو رافعؓ کے چہرے پر ایک زخمی کر دینے والی چوٹ کی۔ ابو رافعؓ نے جوابی وار کرنے کی کوشش کی لیکن وہ لاغر اور کمزور تھے اور گھٹے بھاری بھرکم ڈیل ڈول کے ابو لہب نے ان کو زمین پر گرا دیا۔ جھکا اور ان پر بار بار کئی وار کیے۔ یہ منظر دیکھ کر ام الفضلؓ سے برداشت نہ ہوا۔ انھوں نے ایک لٹھا لیا جو کبھی کبھی خیموں کے ستونوں کو سہارا دینے کے لیے استعمال ہوا کرتا تھا، اور اپنی پوری طاقت سے اس کو بہنوئی کے سر پر دے مارا جس سے کھوپڑی کی جلد اور گوشت ایسا پھٹ کر ایک لمبا زخم پیدا

toobaa-elibrary.blogspot.com



ہوگیا۔ جس کے لیے کبھی بھرنا مقدر نہ تھا۔ انھوں نے چیخ کر کہا "کیا تم اس کے ساتھ ایسا برتاؤ کروگے اس وقت جبکہ اس کا آقا باہر ہے اور اس کی حفاظت نہیں کرسکتا جیسے اس کی کوئی ہستی ہی نہیں" زخم میں سرطان دوڑ گئی اور ایک ہفتے کے اندر اس کا سارا جسم پکتے ہوئے پھوڑوں سے ڈھک گیا جس کے نتیجے میں وہ فوت ہوگیا۔

جب جنگ کی مزید خبریں پہنچیں اور جب سوگوار اپنے مرنے والوں کا ماتم کر رہے تھے دار الندوہ میں بہ عجلت ایک فیصلہ کیا گیا کہ ان سے کہا جائے کہ ضبط تحمل سے کام لیں اس لیے کہ محمدؐ اور اُن کے اصحاب کو یہ خبریں ملیں گی تو وہ خوشی منائیں گے۔ جہاں تک قیدیوں کے قرابت داروں کا تعلق تھا ان پر زور ڈالا گیا کہ وہ زرِ فدیہ یثرب بھیجنے میں اور اس کی پیش کش میں تاخیر کریں۔ اتنی بہت سی ممتاز شخصیتوں کی موت نے بہت سے لوگوں کی نگاہ میں اُموی ابوسفیان کو قریش کا سربرآوردہ شخص بنا دیا تھا اور گویا مثال قائم کرنے کے خیال سے اس نے اپنے دو بیٹوں حنظلہ اور عمرو، ایک مارا گیا تھا دوسرا قیدی بنا لیا گیا تھا، کے بارے میں کہا "کیا میں دوگونہ خسارہ برداشت کروں۔ اپنے خون کا بھی اور اپنی دولت کا بھی؟ انھوں نے حنظلہ کو قتل کر دیا۔ اب کیا میں عمرو کا فدیہ ادا کرکے اس کو رہائی دلاؤں۔ چھوڑو ان کو ان کے پاس۔ جب تک چاہیں خوشی سے اپنے پاس رکھیں۔"

ابوسفیان کی آتشیں مزاج بیوی نہ حنظلہ کی ماں تھی نہ عمرو کی، تاہم جنگ کی ابتدا میں اس کا باپ عتبہ، اس کا چچا شیبہ اور اس کا بھائی ولید مارا گیا تھا حالانکہ اس نے ماتم کرنا تو روک دیا مگر قسم کھائی کہ جب قریش مسلم فوج سے اپنا انتقام لیں گے اور انتقام لے کر رہیں گے، تو وہ حمزہؓ کا کلیجہ کچا چبا جائے گی جنھوں

toobaa-elibrary.blogspot.com



نے اس کے چچا کو قتل کیا تھا اور اس کے باپ پر مہلک وار کیا تھا۔

جہاں تک بیش قیمت سامان سے لدے قافلے کا سوال تھا جس کو ابوسفیان صحیح سلامت مکے لے آیا تھا اس کے بارے میں متفقہ طور پر طے ہوا کہ اس کا سارا منافع ایک فوج منظم کرنے میں صرف کیا جائے گا۔ ایسی بھاری اور ایسی طاقت ور اسلحہ بند فوج کہ اس کے خلاف یثرب مزاحمت کا خواہ کیسا ہی بندوبست کرے مگر وہ فوج اس کو کچلنے سے قاصر نہ رہے اور اس بار مردوں کے ساتھ عورتیں بھی جائیں گی تاکہ ان کو پیش قدمی کے لیے برانگیختہ کریں اور بہادری کے کارنامے انجام دینے کے لیے مہمیز کریں۔ اس مقصد سے یہ بھی طے کیا گیا کہ تمام عرب میں ان کے جو اتحادی یا حلیف ہیں ان کو بلانے کے لیے قاصد بھیجے جائیں کہ وہ بھی حملے میں شریک ہوں۔ اور یہ واضح کرنے کے لیے کہ کیوں نئے دین کے ماننے والوں کو مشترک دشمن قرار دیا جانا چاہیئے۔ انھیں وہ وجوہ بتائی جائیں جو ان حلیفوں کی نگاہ میں قوی ہوں بوگ اور ہاتھ داری کے بارے میں دارالندوہ میں جو طے ہوا تھا اس کا تو احترام ملحوظ رکھا گیا لیکن زرِفدیہ کے بارے میں جو فیصلہ ہوا تھا اس کو قریش کے بیشتر لوگوں نے نظرانداز کر دیا اور تقریباً تمام قبائل کے اشخاص جلد ہی مدینے کی راہ پر تھے تاکہ قید کرنے والوں سے شرائط طے کریں اور اپنے ایک یا زیادہ رشتہ داروں اور حلیفوں کو رہائی دلائیں۔ ابوسفیان اپنی بات پر قائم رہا لیکن اگلے حج کے موقع پر اس نے نخلستان سے آنے والے زائرین میں سے ایک کو روک لیا۔ یہ قبیلہ اوس کے ایک سن رسیدہ شخص تھے ابوسفیان نے کہا کہ وہ ان کو رہا نہ کرے گا جب تک اس کے بیٹے عمرو کو رہا کر کے اس کے پاس نہ بھیجا جائے گا۔ زائر کے خاندان نے آپ سے ملتجی ہو کر آپ کو تبادلے پر راضی کر لیا۔

toobaa-elibrary.blogspot.com


باب ۔ ۴۵

# قیدی

نبیؐ کے بدر سے واپس تشریف لانے کے ایک دن بعد قیدی پہرہ داروں کی نگرانی میں مدینہ پہنچے ۔ سودہؓ جو ——— عفراؓ کے یہاں گئی ہوئی تھیں واپس ہوئیں تو ان کی حیرت کی انتہا نہ رہی جب انھوں نے دیکھا کہ ان کا رشتہ دار ان کے سابق شوہر سکران کا بھائی اور ان کے قبیلے کا سردار حجرے کے ایک گوشہ میں بیٹھا ہے ۔ اس کے ہاتھ اس کی گردن سے بندھے ہیں ۔ اس منظر نے ان

toobaa-elibrary.blogspot.com



کے اندر بہت دن کے بھولے بسرے جذبات کو بیدار کر دیا اور ایک لمحے کے لیے وہ درمیانی مدت کے تمام انقلابات کو جنھوں نے سابقہ حالات کی جگہ لے لی تھی فراموش کر گئیں۔ انھوں نے بازپرس کے انداز میں کہا "اے ابویزید! بڑی آسانی سے تم نے اپنے آپ کو حوالے کر دیا۔ تمھیں ایک باعزت موت مرنا چاہیے تھا۔"
"سودہؓ!" نبیؐ پکار اُٹھے — جن کی موجودگی کا سودہؓ کو پتا نہ تھا۔ آپؐ کے لہجے میں ملامت کا انداز انھیں قبلِ اسلام ماضی سے ان کے اسلامی حال میں واپس لے آیا اور یہ واپسی احساسِ ندامت سے خالی نہ تھی۔ اب بھی امیدیں تھیں کہ سہیل اسلام میں داخل ہو جائے گا اور ایک فروغ پاتی ہوئی دینی ریاست جواب طاقت ور ہو چکی ہے، اس پر اور دوسرے قیدیوں پر اثر انداز ہونے سے قاصر نہ رہے گی۔ تاہم آپؐ اپنے پیروؤں پر اعتماد فرماتے تھے کہ وہ کافرانہ نہیں اسلامی خیالات ان کے دماغ میں داخل کریں گے۔ اب آپؐ سراپا بذات سودہؓ کی جانب متوجہ ہوئے اور فرمایا "کیا تم اللہ اور اس کے رسول کے خلاف فتنہ کھڑا کرو گی؟"

قریش کے بڑے بڑے سرداروں کی موت نے ابوسفیان کی طرح سہیل کی بھی عظمت واثر میں بہت اضافہ کر دیا تھا۔ توقع کی جا سکتی تھی کہ اس کا اثر اس کے قبیلے کے اور دوسرے قبیلوں کے مذبذبین کو اسلام کے دائرے میں لے آئے گا۔ لیکن مدینے میں اس کی مدتِ قیام مختصر ہو گئی کیونکہ بنی عامر نے اپنے ایک شخص کو جلد ہی بھیج دیا کہ اس کا زرِ فدیہ ادا کر کے اس کو رہائی دلا دے۔ اور وہ شخص اس پر راضی ہو گیا کہ یرغمال کے طور پر اس کو روک لیا جائے، اس اثنا میں کہ اس کا سردار مکہ جائے اور اس رقم کی ادائیگی کا انتظام کرے جس پر سمجھوتا ہوا ہے۔

ہر ایک قیدی تین یا زائد محاربین کے حصے میں رکھا گیا تھا۔ انصار کی جس جماعت کے حصے میں عباسؓ آئے تھے وہ انھیں آپؐ کی خدمت میں لے کر حاضر

toobaa-elibrary.blogspot.com



ہوئے اور عرض کیا "اے اللہ کے رسول ہمیں اجازت دیجیے کہ ہماری بہن کے بیٹے کے ذمہ ہمارا جو زرِ فدیہ واجب الادا ہے اس سے دست بردار ہو جائیں"۔ بہن سے ان کی مراد قیدی کی دادی سلمیٰ تھیں۔ لیکن آپؐ نے فرمایا "تم ایک درہم بھی نہ چھوڑو"۔ پھر آپؐ نے اپنے چچا کی طرف رُخ کیا اور فرمایا "عباسؓ اپنا فدیہ ادا کرو۔ اپنے دو بھتیجوں عقیل اور نوفل کا بھی، اپنے حلیف عتبہ کا، کیونکہ تم ایک دولت مند شخص ہو"۔ عباسؓ نے احتجاج کیا "میں تو مسلمان ہو چکا تھا۔ مجھے ان لوگوں نے زبردستی اپنے ساتھ نکلنے پر مجبور کر دیا"۔ آپ نے جواب دیا "جہاں تک تمھارے اسلام کا تعلق ہے اللہ بہتر جانتا ہے جو کچھ تم کہتے ہو اگر وہ سچ ہے تو اللہ اس کا تم کو انعام دے گا۔ لیکن ظاہری طور پر تم ہمارے خلاف رہے ہو اس لیے ہمیں اپنا زرِ فدیہ ادا کرو"۔ عباسؓ نے اس کے جواب میں کہا کہ ان کے پاس کچھ بھی رقم نہیں ہے۔ لیکن نبیؐ نے ان کے اس بیان کو تسلیم نہیں فرمایا اور کہا "وہ رقم کیا ہوئی جو تم نے ام الفضلؓ کے پاس چھوڑی ہے؟ تم دونوں تنہا تھے جب تم نے ان سے کہا، اگر میں قتل ہو جاؤں تو اتنا فضل کے لیے ہے اتنا عبداللہ کے واسطے۔ قثم کو اتنا اور عبیداللہ کے لیے اتنا"۔ یہ موقع تھا جب فی الحقیقت اسلام عباسؓ کے دل میں داخل ہوا۔ "قسم ہے اس ذات کی جس نے آپؐ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے"، انھوں نے کہا۔ "اس بات سے میرے اور اُم الفضلؓ کے علاوہ کوئی واقف نہ تھا۔ اب مجھے علم ہوا کہ آپؐ اللہ کے رسول ہیں"۔ وہ اپنا، اپنے دونوں بھتیجوں کا اور اپنے حلیف کا زرِ فدیہ ادا کرنے پر راضی ہو گئے۔

جو قیدی نبیؐ کے پاس قیام پذیر تھے ان میں سے ایک آپ کے داماد ابوالعاص تھے ان کا بھائی عمرو مکہ سے زرِ فدیہ لے کر آیا۔ یہ رقم ان کی رہائی کے لیے آپؐ کی صاحبزادی زینبؓ نے بھیجی تھی۔ رقم کے ساتھ انھوں نے سلیمانی سنگ ریزوں کا وہ ہار

toobaa-elibrary.blogspot.com



بھی بھیجا تھا جو ان کی ماں نے انھیں شادی کے موقع پر دیا تھا۔ آپؐ نے اس ہار کو دیکھا تو فوراً پہچان لیا کہ وہ خدیجہؓ کا ہار ہے۔ آپؐ کا چہرہ زرد پڑ گیا۔ شدتِ تاثر کے ساتھ آپؐ نے ان لوگوں سے جو قیدی میں حصہ دار تھے فرمایا: "تم مناسب سمجھو تو اس کے قیدی شوہر کو چھوڑ دو۔ اس کا فدیہ واپس کر دو۔ مگر یہ تمھاری مرضی پر ہے۔" وہ فوراً راضی ہو گئے، اور ہار اور رقم دونوں اور خود ابوالعاص واپس کر دیئے گئے۔ توقع تھی کہ مدینے کے دوران قیام وہ داخلِ اسلام ہو جائیں گے لیکن وہ نہیں ہوئے۔ جب وہ مکے کے لیے روانہ ہونے لگے تو آپؐ نے ان کو ہدایت کی کہ واپس پہنچ کر زینبؓ کو مدینے بھیج دیں۔ اور دکھ کے ساتھ انھوں نے اس کا وعدہ کر لیا۔ وحی نے اس بات کی صراحت کر دی تھی کہ کوئی مسلمان عورت کسی کافر کی زوجیت میں نہیں رہ سکتی۔

عبداللہؓ ابن جحش کا ولید میں حصہ تھا۔ یہ ولید قبیلہ مخزوم کے سابق سردار ولید — جس کا انتقال ہو چکا تھا — کا سب سے چھوٹا بیٹا تھا۔ اس نوجوان کے دو بھائی خالد اور ہشام زرِ فدیہ ادا کر کے اس کو رہائی دلانے آئے۔ عبداللہؓ چار ہزار درہم سے کم لینے پر راضی نہ تھے اور قیدی کا سوتیلا بھائی خالد اتنی رقم ادا کرنے پر تیار نہ تھا، لیکن نوجوان کے حقیقی بھائی ہشام نے یہ کہہ کر اس کو ملامت کی کہ "سچ ہے وہ تمھاری ماں کا بیٹا نہیں ہے۔" اس پر خالد رقم ادا کرنے کے لیے راضی ہو گیا۔ نبیؐ بہرحال اس سودے کے خلاف تھے۔ آپؐ نے عبداللہؓ سے کہا کہ وہ ان کے باپ کے مشہور و معروف اسلحہ اور زرہوں سے کم کسی شے پر راضی نہ ہوں۔ خالد نے ایک بار پھر انکار کر دیا۔ ہشام نے پھر اس کو راضی کر لیا۔ چنانچہ جب وہ باپ کا موروثی اسلحہ مدینے لا چکا تو اپنے بھائی کے ساتھ دوبارہ مکے کے لیے روانہ ہوا۔ لیکن پہلی ہی ایک منزل پر وہ چپکے سے چل دیئے اور ولید

toobaa-elibrary.blogspot.com



واپس آگئے۔ وہاں پہنچنے پر وہ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے ، اور آپؐ سے بیعت کر کے باضابطہ اسلام میں داخل ہوگئے ، اور جب مدینہ پہنچ کر جو کچھ ہو چکا تھا انھوں نے اس کا مشاہدہ کیا تو برہم خالد نے کہا " یہ اس وقت کیوں نہ کیا گیا جب تمھارا فدیہ نہ ادا ہوا تھا۔ جب ہمارے باپ کا محفوظ خزانہ اس کی میراث ہمارے ہاتھ سے نہ نکلی تھی اگر تیرا مقصد وہی تھا تو اسی وقت محمدؐ کا پیرو کیوں نہ ہوگیا تھا ؟" ولید نے جواب دیا کہ وہ ایسا آدمی نہ تھا کہ قریش کو یہ کہنے کا موقع دیتا کہ " اس نے محمدؐ کی پیروی اس لیے اختیار کرلی کہ فدیہ ادا کرنے سے بچ جائے ۔"

پھر وہ اپنے بھائیوں کے ساتھ مکے گئے کہ اپنا کچھ مملوکہ سامان واسباب لے آئیں۔ انھیں بھائیوں پر کوئی شک نہ تھا کہ وہ انھیں گزند پہنچائیں گے یا زور و زبردستی کریں گے مگر جوں ہی وہ وہاں پہنچے انھوں نے عیاشؓ اور سلمہؓ کے ساتھ ان کو بھی قید کردیا۔ آخرالذکر ابوجہل کے دو مسلمان سوتیلے بھائی تھے انھیں ابوجہل کا بیٹا عکرمہ باپ کی موت کے بعد سے اب تک نگرانی اور قید میں رکھے ہوئے تھا۔ آپ اکثر و بیشتر قبیلہ سہم کے ہشامؓ اور ان تینوں کے بچ نکلنے کی دعا فرمایا کرتے تھے۔ یہ لوگ زبردستی مکے میں روک لیے گئے تھے۔

جبیرابن مطعم اپنے رشتہ دار اور ان کے دو حلیفوں کو رہائی دلانے آئے۔ نبیؐ نے خلق و مدارات کے ساتھ ان سے ملاقات فرمائی۔ آپؐ نے ان سے کہا کہ اگر مطعم زندہ ہوتے تو میں بغیر کسی فدیہ کے قیدیوں کو ان کے سپرد کر دیتا۔ جبیر اس بات سے جو انھوں نے مدینے میں دیکھی متاثر ہوئے اور ایک شام غروب آفتاب کے وقت وہ مسجد کے باہر ٹھہرے اور نماز میں قرآن کی تلاوت سنی نبیؐ نے سورۃ الطور کی تلاوت فرمائی۔ اس سورہ میں فیصلے کے دن اور دوزخ سے آگاہ اور خبردار کیا گیا ہے۔ یہ سورۃ ان الفاظ پر ختم ہوتی ہے۔" اے نبی اپنے

toobaa-elibrary.blogspot.com



رب کا فیصلہ آنے تک صبر کرو. تم ہماری نگاہ میں ہو تم جب اٹھو تو اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کرو، رات کو بھی اس کی تسبیح کیا کرو اور ستارے جب پلٹتے ہیں اس وقت بھی۔"

جبیر نے کہا "تب ہی میرے دل میں ایمان نے جڑ پکڑ لی تھی" لیکن انھوں نے اس کی آواز پر کان نہ دیا کیونکہ بدر کے مقام پر اپنے محبوب چچا کی موت کے خیال میں وہ حد سے زیادہ کھوئے ہوئے تھے۔ مطعم کا بھائی طعیم ان لوگوں میں سے ایک تھا جو حمزہؓ کے ہاتھوں قتل ہوئے تھے اور جبیر حفظ آبرو کے جذبے سے پابند تھے کہ اس کی موت کا انتقام لیں اور اس ڈر سے کہ کہیں ان کے حصول مقصد کے عزم میں کمزوری نہ پیدا ہو جائے۔ جوں ہی فدیہ کا معاملہ طے ہوا وہ مکہ چل دیے۔

فدیہ کا معاملہ طے کرنے کے لیے آنے والے بیشتر اشخاص کا کم از کم آپ کے ساتھ برتاؤ شائستگی کا تھا۔ ایک مستثنیٰ شخصیت قبیلہ جمح کے اُبی کی تھی۔ وہ امیہ کا بھائی اور عقبہ کا جگری دوست تھا۔ یہ دونوں جنگ کے بعد قتل کیے گئے تھے۔ جب وہ رہائی دلائے ہوئے بیٹے کے ساتھ جا رہا تھا اس نے کہا "اے محمدؐ میرے پاس ایک گھوڑا ہے اس کا نام عود ہے اس کو ہر دن میں کئی پیمانہ غلہ کھلاتا ہوں جب میں اس پر سوار ہوں گا تم کو قتل کر دوں گا۔" نبیؐ نے فرمایا "نہیں، بلکہ میں انشاء اللہ تجھ کو قتل کروں گا۔"

اس اثنا میں مکے کے اندر اُبی کے دو بھتیجے صفوان اور عمیر وحشیانہ تلخی کے ساتھ اس ناقابلِ تلافی نقصان کا چرچا کر رہے تھے جو قریش کو ان عمائد کی موت سے اٹھانا پڑا جو بدر کے مقام پر گڑھے میں ڈال دیے گئے تھے۔ صفوان امیہ کا بیٹا تھا اور اب جبکہ اس کا باپ مر چکا تھا توی امید تھی کہ وہ جمح کا سردار ہو جائے گا۔ اس کا برادرِ عم زاد عمیر وہی تھا جس نے گھوڑے پر سوار ہو کر اسلامی

toobaa-elibrary.blogspot.com


فوج کے گرد چکر لگایا تھا کہ اس کی تعداد کا اندازہ کرے۔ صفوان نے کہا "خدا کی قسم اب جبکہ وہ اس دنیا سے رخصت ہو چکے، جینے میں کوئی مزا نہیں۔ عمیر نے اس خیال سے اتفاق کیا اور وہ اپنے اس قول میں بہ نسبت دوسروں کے زیادہ مخلص تھا۔ اس کا بیٹا قیدیوں میں سے ایک تھا لیکن وہ قرض کے بارے اتنا دبا ہوا تھا کہ اس کا زرِ فدیہ ادا نہ کرسکتا تھا۔ وہ اپنی زندگی سے اتنا بیزار تھا کہ وہ تیار تھا کہ ایک مشترک مقصد کے لیے اپنے آپ کو قربان کر دے۔ اس نے کہا "ایک قرض جو میں ادا نہیں کرسکتا اور ایک خاندان میں ڈرتا ہوں کہ اس کو بے سہارا چھوڑ جاؤں گا، نہیں تو میں سوار ہو کر محمدؐ تک جا پہنچتا اور ان کو قتل کر دیتا"۔ صفوان نے کہا "تمھارا قرضہ میرے ذمہ، تمھارا خاندان میرا خاندان، جب تک وہ زندہ رہیں گے میں ان کی دیکھ بھال کروں گا۔ میری جو چیز بھی مانگیں گے میں ان کو دے دوں گا"۔ عمیر نے اس کی پیش کش بلا تامل قبول کرلی۔ دونوں نے قسم کھائی کہ وہ اس کو راز رکھیں گے تا آنکہ ان کا مقصد حاصل ہو جائے۔ بعد ازاں اس نے اپنی تلوار تیز کی۔ اس کو زہر آلود کیا اور بظاہر اپنے بیٹے کو زرِ فدیہ دے کر رہائی دلانے کی خاطر یثرب کے لیے روانہ ہوگیا۔

جب وہ نشیبی مدینہ پہنچا آپؐ مسجد میں تشریف فرما تھے اس کو تلوار حمائل کیے دیکھ کر عمرؓ نے اس کو مسجد میں داخل ہونے سے روکا لیکن نبیؐ نے آواز دے کر فرمایا "جمح والے کو آنے دو"۔ عمرؓ نے کچھ انصاریوں کو جو ان کے ساتھ تھے ہدایت کی کہ وہ اندر جائیں، آپؐ کے پاس ان کے ساتھ بیٹھیں اور آپؐ کے بارے میں اس بدمعاش سے چوکنا رہیں۔ اس لیے کہ وہ قطعاً اعتبار کے قابل نہیں ہے۔ اس نے آپؐ کو "روز بخیر" کہا ــــ کافروں کا سلام ــــ نبیؐ نے فرمایا "اللہ نے ہم کو تمھارے سلام سے بہتر سلام دیا ہے۔ اے عمیر یہ سلام ہے اہل جنت کا سلام"۔

toobaa-elibrary.blogspot.com



بعدازاں آپؐ نے دریافت فرمایا کہ وہ کیوں آیا ہے؟۔ عمیر نے وجہ کے طور پر اپنے بیٹے کا تذکرہ کیا۔ نبیؐ نے سوال کیا "تو پھر یہ تلوار کس لیے ہے؟" عمیر نے کہا "لعنت ہو تلواروں پر اللہ کی کیا انھوں نے ہماری کوئی مفید خدمت انجام دی ہے؟" آپؐ نے فرمایا "مجھ سے سچ سچ بتاؤ، تم آئے کس غرض سے ہو؟" اور جب عمیر نے دوبارہ اپنے بیٹے کی رہائی کے لیے آنے کا بہانہ کیا تو آپؐ نے اس گفتگو کو جو اس کے اور صفوان کے مابین حجر (حرم کعبہ کا ایک حصہ) میں ہوئی تھی لفظ بہ لفظ دہرا دی "اچھا تو صفوان نے تمھارا قرض اور تمھارے خاندان کے گزر بسر کی ذمہ داری اپنے سر لی ہے کہ تم مجھ کو قتل کر دو لیکن خدا تمھارے اور تمھارے منصوبے کے درمیان آگیا۔" آپؐ نے اپنی بات ختم کرتے ہوئے فرمایا۔ عمیر نے چیخ کر کہا "کس نے یہ سب باتیں آپؐ کو بتائیں خدا کی قسم وہاں تو ہم دو کے سوا کوئی تیسرا ہمارے ساتھ نہ تھا۔" آپؐ نے فرمایا "جبرئیل نے مجھے بتایا ہے۔" عمیر نے کہا "ہم نے آپؐ کو جھوٹا کہا جب آپؐ آسمان سے خبر لائے لیکن حمد و ثنا ہے اللہ کی کہ اس نے مجھے اسلام کی ہدایت نصیب فرمائی۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمدؐ اللہ کے رسول ہیں۔" نبیؐ ان لوگوں کی جانب مڑے جو گرد و پیش بیٹھے تھے ان سے فرمایا "اپنے بھائی کو دین کی تعلیم دو۔ اس کو قرآن سناؤ اور اس کی خاطر اس کے قیدی بیٹے کو چھوڑ دو۔"[۵۳]

عمیر کو مکہ واپس جانے کی بڑی فکر تھی کہ وہ دوسروں کو بشمول صفوان داخلِ اسلام کرنے کی کوشش کر سکیں۔ آپؐ نے ان کو جانے کی اجازت دے دی۔ اور انھوں نے کئی لوگوں کو دائرۂ اسلام میں داخل بھی کیا، لیکن صفوان نے ان کو غدار قرار دیا اور ان سے کوئی سروکار رکھنے اور بات کرنے سے قطعاً انکار کر دیا۔ کچھ ماہ بعد مہاجر کی حیثیت سے عمیر مدینہ آگئے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com



جب ابوالعاص مکہ واپس آئے تو انھوں نے زینبؓ سے کہا کہ انھوں نے ان کے والد سے وعدہ کیا ہے کہ وہ ان کو مدینہ بھیج دیں گے۔ دونوں نے اس پر اتفاق کر لیا کہ ان کی بیٹی اَمامہ اُن کے ساتھ جائے گی۔ ان کا بیٹا علی ایام طفولیت میں انتقال کر چکا تھا اور حضرت زینبؓ تیسرے بچے کی امید سے تھیں۔ جب سفر کی سب تیاریاں ہو چکیں تو ابوالعاص نے اپنے بھائی کِنانہ کو نگران و محافظ کی حیثیت سے ساتھ کر دیا۔ انھوں نے اپنے منصوبے کو راز رکھا تھا مگر روانہ وہ روزِ روشن میں ہوئے۔ اس کا مکے میں بڑا چرچا ہوا۔ یہاں تک کہ بالآخر قریش نے فیصلہ کیا کہ ان کا پیچھا کیا جائے اور زینبؓ کو قبیلۂ عبد شمس کے حوالے کر دیا جائے جس سے ازدواج کی بنا پر ان کا تعلق تھا۔ جب وہ ان کے بالکل قریب پہنچ گئے تو قبیلۂ فہر کا ہبّار نامی ایک شخص گھوڑا دوڑا کر آگے نکل گیا۔ زینبؓ اُمامہ کو گود میں لیے ہودے میں بیٹھی تھیں وہ نیزے کا رُخ ان کی جانب کر کے ان کے گرد چکر کاٹتا رہا پھر اپنے دوسرے ساتھیوں سے جا ملا جو بالکل سر پر آ پہنچے تھے۔ کنانہ سواری سے اترا اپنی کمان لی ان کا رخ کر کے جھکا اپنا ترکش اپنے سامنے ریت پر خالی کر دیا اور ان کی طرف مخاطب ہوا۔ "تم میں سے کوئی میرے قریب آیا تو خدا کی قسم ایک تیر میں اس کے جسم میں اتار دوں گا۔" جیسے ہی اس نے اپنی کمان کو خم کیا لوگ پیچھے ہٹ گئے۔ پھر ایک مختصر مشورے کے بعد ان کا سردار ابوسفیان اور دو ایک اور لوگ سواری سے اترے اور چل کر آگے آئے اور اس سے کہا کہ اپنی کمان سیدھی کر لے اور ان کے ساتھ معاملے پر بات کرے۔ کنانہ نے اس تجویز سے اتفاق کر لیا۔ ابوسفیان نے اس سے کہا "یہ تم نے بڑی سنگین غلطی کی کہ عورت کو علانیہ سب کے سامنے لیے ہوئے نکل آئے۔ تمھیں اس تباہی و بربادی کا اچھی طرح علم ہے جس سے ہم دوچار ہوئے ہیں، اور جو کچھ محمدؐ نے ہمارے

toobaa-elibrary.blogspot.com



ساتھ کیا ہے وہ بھی تم جانتے ہو۔ تمھارے اس عمل کو اس بات کی علامت سمجھا جائے گا کہ ہم ذلیل و خوار ہو کر ہمت ہار چکے ہیں اور لوگ کہیں گے کہ یہ کچھ نہیں، صرف ہماری کم ہمتی اور نامردی ہے۔ اپنی جان کی قسم ہم زینبؓ کو ان کے والد سے دور رکھنا نہیں چاہتے ہیں اور نہ اس سے ہمارے انتقام کی آگ سرد ہوگی۔ لیکن ابھی اس عورت کو مکہ واپس لے چلو اور جب یہ خبر پھیل چکے کہ ہم نے تمھارا پیچھا کیا اور زینبؓ کو واپس لے آئے اور لوگوں کی زبانیں ہم پر طعن و تشنیع کرنے سے رک جائیں تب چپکے سے پوشیدہ طور پر اس کو اس کے باپ کے پاس پہنچا دینا۔ کنانہ نے اس تجویز کو قبول کر لیا اور وہ سب ایک ساتھ مکہ واپس ہو گئے۔ کچھ ہی دنوں بعد زچگی کے سلسلے میں ولادت کے بجائے اسقاط ہو گیا اس کو ہبّار کے دہشت زدہ کرنے کی حرکت پر محمول کیا گیا۔ جب ان کی صحت بحال ہو گئی اور خاصا وقت گزر گیا تو کنانہ رات کے پردے میں ان کو اور امامہ کو لے کر ان کے ساتھ روانہ ہوا۔ اور یاجج کی وادی تک پہنچ گیا۔ یہ مقام مکہ سے کوئی آٹھ میل کی مسافت پر ہے۔ پہلے سے طے شدہ پروگرام کے مطابق زیدؓ وہاں انتظار کر رہے تھے۔ وہ ان کو بحفاظت مدینہ لے آئے۔

---

## حوالہ جات، حواشی، تشریحات:۔

1. طبری۔ ۱۳۴۴
2. ۵۲ : ۹ ۔ ۴۸
3. بخاری: ۲۵٬۵۲
4. واقدی: ۲۵۱
5. ابن سعد: ۴٬ ۱۴٬ ابن اسحٰق: ۳ ۔ ۴۷۱

toobaa-elibrary.blogspot.com



باب - ۴۶

# بنی قینقاع

یہ بہت پہلے واضح ہو چکا تھا کہ یہودی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیے گئے معاہدے کا اپنے آپ کو پابند نہیں سمجھتے اور یہ کہ ان میں سے بیشتر کافر عربوں کو موحد مسلمانوں پر فوقیت دیتے ہیں۔ نازل شدہ آیات میں یہودیوں میں سے بعض افراد کی پاک بازی اور قابل اعتماد ہونے کا ذکر تو ملتا ہے لیکن اب جو آیات نازل ہو رہی تھیں وہ اکثریت کے خلاف پیش آگاہی سے بھری پڑی تھیں۔

toobaa-elibrary.blogspot.com



ان میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے ساتھیوں پر زور دیا گیا ہے کہ ان سے خبردار رہیں۔ "وہ تمھاری خرابی کے کسی موقع سے فائدہ اٹھانے میں نہیں چوکتے۔ تمھیں جس چیز سے نقصان پہنچے وہی ان کو محبوب ہے۔ ان کے دل کا بغض، ان کے منہ سے نکلا پڑتا ہے اور جو سینوں میں چھپائے ہوئے ہیں وہ اس سے شدید تر ہے۔" ؎

اس میں شک کی گنجائش نہیں کہ نئے دین کو نیست و نابود کرنے اور یثرب کو اس حالت پر واپس لانے کے لیے جس پر وہ ماضی میں تھا ایک بڑے وسیلے کی حیثیت سے یہودیوں کی امیدوں کا رُخ بڑھ چڑھ کر خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قبیلے کی طرف ہوتا جا رہا تھا۔ آپؐ کی نقل و حرکت کی خبریں برابر مکہ بھیجی جا رہی تھیں اور اگر قریش پیش قدمی کر کے مدینے کے جنوب میں یہودیوں کی قلعہ بند بستیوں تک پہنچ جائیں ـــــ یعنی مسجد(نبوی) سے نصف دن کے سفر کی مسافت پر۔ تو یہ بات یقینی معلوم ہوتی تھی کہ مکّی فوج کو فیصلہ کن مرحلے پر یہودی دستے کی کمک مل جائے گی۔

"تمھارا بھلا ہوتا ہے تو ان کو برا لگتا ہے اور تم پر کوئی مصیبت آتی ہے تو یہ خوش ہوتے ہیں۔" ؎ اس کا کھلا ہوا مظاہرہ یہودیوں کی جانب سے بدر کی فتح پر ان کے ردِ عمل سے ہوا۔ جب خبر آئی تو قَیْنُقاع، نَضِیر اور قُرَیظہ اپنی مایوسی کو پوشیدہ نہ رکھ سکے، بالخصوص کعب ابن اشرف کا مخالفانہ ردِ عمل عیاں اور بے نقاب تھا۔ اس کا باپ قبیلۂ طے کا عرب تھا لیکن کعب اپنے آپ کو ماں کے واسطے سے بنی نضیر کا ایک فرد قرار دیتا تھا۔ اور بنی نضیر اس کو اپنوں میں کا ایک فرد مانتے تھے کیونکہ اس کی ماں یہودن تھی۔ فی الحقیقت وہ اس قبیلے کی ایک ممتاز شخصیت بن گیا تھا۔ کچھ تو اپنی دولت اور طاقتور شخصیت کے سبب اور کچھ

toobaa-elibrary.blogspot.com



قدرے شہرت یافتہ شاعر ہونے کی وجہ سے۔ جب اس نے وہ خبر سنی جو زیدؓ اور عبداللہؓ لائے تھے۔ ساتھ ہی قریش کی نمایاں شخصیتوں کے نام جو بدر کی لڑائی میں کھیت رہے تھے تو وہ پکار اٹھا ؎ خدا کی قسم اگر محمدؐ نے ان اشخاص کو قتل کر دیا ہے تو زمین کا پیٹ اس کی پیٹھ سے بہتر ہے ؎ اور جب اس نے یقین حاصل کر لیا کہ خبر صحیح ہے تو وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی واپسی سے پہلے ہی فی الفور مدینہ سے چل دیا اور مکہ پہنچ کر اس نے ابوجہل، عتبہ، شیبہ اور دوسرے مرنے والوں کا مرثیہ کہا۔ ساتھ ہی اس نے قریش کو اکسایا کہ اپنی عزت و آبرو بحال کریں نیز فوج کی ایک غیر معمولی تعداد منظم کر کے یثرب کے خلاف پیش قدمی کریں اور اپنا انتقام لیں۔

کعب کی سرگرمیوں کی خبر مدینہ پہنچی مگر فی الوقت وہ دسترس سے باہر تھا اور اس کے قبیلے کی بجائے ایک دوسرے قبیلے کے خلاف فوری اقدام کی ضرورت تھی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بالخصوص بنی قینقاع کے مکر و فریب اور تنفر سے پوری طرح باخبر تھے اس لیے کہ عبداللہؓ بن سلام ان کی ایک سربرآوردہ شخصیت رہ چکے تھے اور ان کے طور طریقوں سے خوب واقف تھے۔ مزید برآں بنی قینقاع ہی تھے جو رئیس المنافقین ابن اُبَیّ کے حلیف تھے۔ دوسرے یہودی قبائل کے مقابلے میں ان کی موجودگی محسوس تر بھی تھی۔ ان کی بستیاں اصل شہر سے متصل تھیں جبکہ اوس کے حلیف، بنی نضیر اور قُرَیظَہ شہر کے باہر کچھ فاصلے پر سکونت گزیں تھے۔

قریبی زمانے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ملا تھا ؎ اور اگر تمھیں کسی قوم سے خیانت کا اندیشہ ہو تو اس کے معاہدے کو علانیہ اس کے آگے پھینک دو۔ یقیناً اللہ خائنوں کو پسند نہیں کرتا ہے؎ لیکن وحی میں یہ ہدایت بھی تھی ؎ اگر دشمن صلح و سلامتی کی طرف مائل ہوں... تو تم بھی اس کے لیے جھک جاؤ اور اللہ پر بھروسا

کریں۔ اس لیے آپ کسی ایسے اقدام سے گریز کر رہے تھے جس کو واپس لیا جا سکے اگر کچھ نرم رویے کام میں جائے۔

چنانچہ بدر سے واپسی کے کچھ ہی دنوں کے بعد ایک روز آپ بنی قینقاع سے ملاقات کرنے مدینہ کے جنوب میں ان کے بازار تشریف لے گئے۔ اس خیال سے کہ بدر کے معجزے کے بارے میں سوچیں تو ہو سکتا ہے کہ ان کے دل بدلیں۔ چنانچہ آپ نے انھیں خبردار کیا کہ اللہ کے عذاب کو دعوت نہ دیں جو ابھی ابھی قریش پر نازل ہوا۔ جواب میں انھوں نے کہا "اے محمدؐ اس لڑائی کے نتیجے سے خوش فہمی میں مبتلا نہ ہو۔ مقابلہ ان لوگوں سے تھا جو فن جنگ سے ناآشنا تھے اس لیے تم کو ان پر برتری حاصل ہو گئی۔ خدا کی قسم اگر ہم تم سے نبرد آزما ہوئے تو پتا چل جائے گا کہ ہم وہ لوگ ہیں جن سے ڈرنا چاہیے۔" نبی صلی اللہ علیہ وسلم مڑے اور وہاں سے چل دیے۔ اس وقت یہودی یہی سمجھے کہ ان کی جیت رہی۔

کچھ دنوں بعد اسی بازار میں ایک ایسا واقعہ پیش آیا جس نے معاملات کو انتہا تک پہنچا دیا۔ ایک مسلمان خاتون جو کوئی چیز فروخت کرنے یا کسی چیز سے بدلنے بازار آئی تھی۔ ایک یہودی سنار نے اس کی شدید اہانت کی۔ ایک انصاری جو اتفاق سے وہاں موجود تھے، اس کی مدد کو پہنچے اور جو جھگڑا کھڑا ہو گیا اس میں غلط کار مارا گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ یہودی اس مسلمان پر ٹوٹ پڑے اور اس کو مار دیا۔ اس کے خاندان والے انتقام کے طالب ہوئے۔ اور انصاریوں کو قینقاع کے خلاف برانگیختہ کرنے لگے لیکن خوں ریزی دونوں فریقوں کی جانب سے ہوئی تھی اور معاملہ آسانی سے سلجھ جاتا اور مناسب حدود میں رہتا اگر یہودی معاہدے کے مطابق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حَکَم بنا لیتے اور آپ سے ثالثی کی درخواست کرتے۔ لیکن اس طریق کار کو انھوں نے حقارت سے ٹھکرا دیا اور طے کیا کہ اب وقت آ گیا ہے کہ مداخلت کاروں کو سبق سکھایا جائے۔ انھوں نے کمک کے لیے اپنے سابق

toobaa-elibrary.blogspot.com



حلیفوں خزرج کے ابن ابی اور عُبادہ ابن صامت کو پیغام بھیجا اور خود جیساکہ ان کا خیال تھا، عارضی طور پر اپنی گڑھیوں میں جو مستحکم طور پر قلعہ بند تھیں اور ان میں خاصی رسد موجود تھی، واپس چلے گئے۔ وہ سات سو آدمیوں کی فوج اکٹھا کر سکتے تھے جو بدر میں مسلمانوں کی تعداد سے دوگنی تھی اور ابن اُبیؔ اور عُبادہ ابن صامت کی جانب سے کم از کم اتنی ہی تعداد کی کمک کی توی اُمید تھی۔ یہ کمک آتی تو اس میں شک نہیں کہ ان کا ارادہ تھا کہ اپنی قلعہ بندیوں سے نکل پڑیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھادیں کہ ان کی تازہ دھمکیاں محض کھوکھلے الفاظ نہ تھے۔ لیکن فی الواقع ان کی یہ دھمکیاں خود اپنے آپ کو خوار کرنے کے مترادف تھیں۔ چنانچہ چند ہی گھنٹوں کے اندر وہ یہ دیکھ کر ہکا بکا رہ گئے اور مایوسی نے انھیں آگھیرا۔ جب انھوں نے دیکھا کہ ایک فوج نے جس کی تعداد ان کی اپنی تعداد سے کہیں زیادہ ہے چاروں طرف سے ان کا محاصرہ کر لیا ہے اور مطالبہ کر رہی ہے کہ وہ غیر مشروط طور پر ہتھیار ڈال دیں۔

ابن اُبیؔ، عُبادہ ابن الصامت کے پاس مشورہ کرنے گیا لیکن عُبادہ سختی سے مصر تھے کہ پہلے کا کوئی معاہدہ بالخصوص اس معاہدے کی خلاف ورزی کے بعد جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوا تھا برقرار نہیں رہ سکتا اور انھوں نے بنی قَینُقَاع سے متعلق تمام ذمہ داریوں سے برائت کر لی۔ جہاں تک ابن اُبی کا تعلق ہے اس کی فطرت میں نہ تھا کہ ایک لمحے میں ان تمام روابط کو منقطع کر لے جو اس نے بالقصد برسوں میں اپنے اور ایسے طاقت ور اتحادیوں کے مابین قائم کیے تھے لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنے بیشتر ہم وطن شہریوں کی عقیدت سے یکسر آنکھیں بند کر لینا بھی اس کے لیے ممکن نہ تھا جیسے یہودیوں نے آنکھیں بند کر لی تھیں۔ اس نے کبھی کے اپنے وفادار پیروؤں کی جانب سے واضح طور پر اس مظاہرے کی تلخی کا بے شمار بار مزہ چکھا تھا کہ اس کے ساتھ ان کی وفاداری ایک دوسری وفاداری کے بوجھ تلے دب کر رہ گئی۔ دو سال پہلے اگر یہی واقعہ پیش

toobaa-elibrary.blogspot.com



آیا ہوتا تو محصور اشخاص کی اندر سے مدد کر کے اس نے بڑی سے بڑی فوج کا محاصرہ توڑ کر رکھ دیا ہوتا لیکن اسے معلوم تھا کہ ایک بار جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اقدام کر دیا تو وہ خود ان کے خلاف کچھ نہیں کر سکتا۔ اس لیے بنی قینقاع اپنی قلعہ بندیوں کے پیچھے عبث انتظار کرتے رہے اور ان کی امیدیں مضمحل ہو کر مایوسی سے بدل گئیں۔ جب دن پر دن گزرتے گئے اور مدد کا کہیں نام و نشان نہ تھا تو دو ہفتہ تک تو وہ ڈٹے رہے لیکن بعد ازاں انھوں نے غیر مشروط طور پر ہتھیار ڈال دیے۔

اب ابن اُبی کیمپ میں آیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب آ کر اس نے کہا، "اے محمدؐ، میرے حلیفوں سے بہتر سلوک کرو"۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بات ٹال دی۔ پھر جب اس نے اپنا مطالبہ دہرایا تو آپؐ نے اس کی جانب سے منہ پھیر لیا۔ اس پر ابن ابی نے آپؐ کی زرہ پکڑ لی اور آپ کی گردن میں ہاتھ ڈال دیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔ "ہٹاؤ اپنا ہاتھ"۔ آپؐ نے فرمایا۔ "خدا کی قسم میں نہ ہٹاؤں گا جب تک آپ ان کے ساتھ حسنِ سلوک کا وعدہ نہ کریں گے چار سو آدمی زرہ پوش اور تین سو غیر زرہ پوش ۔۔۔ انھوں نے اسود و احمر کے خلاف میری حفاظت کی ہے۔ کیا تم ایک ہی صبح میں ان کو کاٹ کر رکھ دو گے؟" نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، "میں تیری خاطر ان کی جاں بخشی کرتا ہوں"۔ لیکن جن لوگوں نے آپ کے مقابلے میں معاہدے کی خلاف ورزی کی ان کے بارے میں وحی کے ذریعہ یہ حکم نازل ہوا۔ "اگر جنگ میں تم ان پر غالب آجاؤ تو ان کو نمونہ عبرت بنا دو تاکہ جو ان کے پیچھے ہیں خوف کھائیں اور انھیں ہوش آجائے"[۲۶] یہ فیصلہ کرنے کے بعد کہ بنی قینقاع کی تمام ملکیت ضبط کر لی جائے اور ان کو جلاوطن کر دیا جائے۔ آپؐ نے عبادہؓ کو ہدایت فرمائی کہ وہ نخلستان کے باہر تک ان کے ساتھ جائیں۔ انھوں نے شمال مغرب وادی القریٰ میں ایک قرابت دار یہودی بستی میں پناہ لی۔ پھر بالآخر شام کی سرحد پر آباد ہو گئے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com


وہ پیشہ کے اعتبار سے دعات کا کام کرنے والے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا قانونی خمس اور اپنی دینی ریاست کا حصہ منہا کر لیا۔ اس کے بعد ان کی جلاوطنی کے نتیجے میں جو اسلحہ تقسیم ہوا اس سے مہاجرین اور انصار بہت مال دار ہو گئے۔

---

## حوالہ جات، حواشی، تشریحات :

۱ ق - ۳ : ۱۱۸

۲ ۳ : ۱۴۰

۳ ۸ : ۵۸

۴ ۸ : ۶۱

۵ ملاحظہ ہو ص ۱۱۲ (اصل تصنیف)

۶ ۸ : ۵۷

toobaa-elibrary.blogspot.com


## باب ۔ ۴۷

# اموات اور شادیاں

بدر سے واپس تشریف لانے کے بعد جو کام آپؐ نے پہلے کیے ان میں سے ایک یہ تھا کہ آپؐ اپنی صاحبزادی رُقیہؓ کی قبر پر تشریف لے گئے اور فاطمہؓ آپؐ کے ساتھ گئیں۔ خدیجہؓ کی وفات کے بعد خاندان کے قریب ترین حلقے میں یہ پہلا سانحہ تھا جس سے وہ دوچار ہوئے تھے۔ چنانچہ فاطمہؓ بہن کی جدائی سے بہت افسردہ خاطر تھیں۔ قبر کے کنارے وہ باپ کے پہلو میں بیٹھی تھیں

اور ان کی آنکھوں سے آنسوؤں کی برسات جاری تھی۔ آپؐ نے ان کو تسلی دی اور اپنی عبا کے کونے سے ان کے آنسو خشک کرنے کی کوشش فرماتے رہے۔ اس سے قبل آپؐ نے مُردوں کا ماتم کرنے کی ممانعت فرمائی تھی لیکن اس سے غلط فہمی پیدا ہوگئی تھی۔ چنانچہ جب باپ بیٹی قبرستان سے واپس ہوئے تو عمرؓ کی آواز سنائی دی جو غیظ و غضب میں بلند ہو رہی تھی۔ وہ ان عورتوں پر برہمی کا اظہار کر رہے تھے جو رقیہؓ اور شہدائے بدر پر گریہ وزاری کر رہی تھیں۔ "عمرؓ انھیں رو لینے دو۔" آپؐ نے فرمایا اور اس کے بعد مزید یہ کہ "جو کچھ دل اور آنکھوں سے نکلتا ہے وہ اللہ اور اس کی رحمت کی جانب سے ہے اور جو زبان اور ہاتھ سے صادر ہوتا ہے وہ شیطان کی جانب سے ہے۔" ہاتھ سے آپؐ کی مراد سینہ کوبی اور رخسار خراشی اور زبان سے مطلب بین اور شور و شین تھا۔ جس میں سب عورتیں ایک سماجی اجتماعی عمل کی حیثیت سے ایک ساتھ شریک ہوا کرتی تھیں۔

آپؐ کی صاحبزادیوں میں فاطمہؓ سب سے کم سن تھیں۔ ان کی عمر اس وقت تقریباً بیس سال تھی۔ اپنے خاندان میں تو آپؐ اس خیال کا اظہار فرما چکے تھے کہ علیؓ ان کے لیے موزوں ترین شوہر ہیں لیکن کوئی رسمی معاہدہ (منگنی) نہیں ہوا تھا۔ ابوبکرؓ اور عمرؓ دونوں نے ان سے رشتہ کی خواہش کی تھی لیکن نبیؐ نے ان کو ٹال دیا تھا۔ آپؐ نے یہ نہیں فرمایا کہ ان کے رشتہ کا کسی دوسرے سے وعدہ کیا جا چکا ہے بلکہ آپؐ نے ان لوگوں سے کہا کہ مجھے آسمان سے مقرر کردہ وقت کا انتظار لازماً کرنا چاہیئے۔ یہ بدر سے واپسی کے بعد کے ہفتے تھے۔ جب آپؐ کو یقین ہو گیا کہ وقت آگیا ہے تو آپؐ نے علیؓ سے ہمت افزا کلمات کہنے شروع کیے تاکہ ان کی جانب سے رشتہ کا رسمی مطالبہ ہو جائے۔ ابتدا میں علیؓ کو اپنی انتہائی غربت کے سبب تامّل تھا۔ انھیں باپ سے ترکے میں کچھ بھی نہیں ملا تھا۔ کیونکہ نئے دین

toobaa-elibrary.blogspot.com



کا قانون کہتا تھا کہ کوئی مسلمان کسی کافر کا وارث نہیں ہو سکتا۔ البتہ انھوں نے ایک معمولی سی رہائش گاہ حاصل کر لی تھی جو مسجد سے دور نہ تھی اور چونکہ نبیؐ کی خواہش میں کوئی شبہ نہ تھا اس لیے انھوں نے اس کا موقع دیا کہ ان کو ترغیب ملتی رہے۔ جب عقد ہو گیا تو آپؐ نے اصرار فرمایا کہ ولیمہ ہو۔ ایک مینڈھے کی قربانی ہوئی اور کچھ انصار نے نقد پیش کر دیا۔ ابو سلمہؓ جو دولہا دلہن دونوں کے رشتہ دار تھے، مدد کرنے کے لیے بہت زیادہ بے چین تھے۔ اس لیے کہ وہ علیؓ کے والد کے ممنون احسان تھے۔ انھوں نے ابوجہل اور ان کے قبیلے کے دوسرے دشمن افراد کے مقابلے میں ان کو امان دی تھی، اس لیے ام سلمہؓ عائشہؓ کے ساتھ گئیں کہ گھر کو شادی شدہ جوڑے کے لیے ٹھیک ٹھاک کر دیں اور کھانا پکا دیں۔ دریا کی تہہ سے نرم ریت لائی گئی اور اس کو انھوں نے گھر کے مٹی کے فرش پر بکھیر دیا۔ دلہن کا بستر بھیڑ کی ایک کھال تھی اس پر دھاری دار یمنی کپڑے کی ایک چادر تھی جس کا رنگ کثرت استعمال یا امتداد زمانہ سے ماند پڑ گیا تھا۔ تکیہ کے لیے انھوں نے چمڑے کے ایک گدے میں کھجور کے ریشے بھر دیے پھر انھوں نے اصل کھانے کے علاوہ مہمانوں کے لیے کھجور اور انجیر بھی رکھ دیے مشک کو پانی سے بھر دیا۔ پانی کو انھوں نے خوشبودار بنا دیا تھا۔ اس بات پر عام اتفاق تھا کہ یہ ولیمہ اس زمانے کی بہترین ضیافتوں میں سے ایک تھا۔

مہمانوں کو اشارہ دینے کے لیے کہ اب رخصت ہوں اور شادی شدہ جوڑے کو تنہائی کا موقع دیں۔ آپؐ محفل سے اُٹھے تو آپؐ نے علیؓ کو ہدایت کی کہ بیوی کے انتظار کریں... آپؐ اپنے گھر چلے گئے ... ان انبیاء کی مزاحمت کی اور جس کے نتیجے میں وہ تباہ کر دی گئیں اور دوزخ ان کا ٹھکانہ قرار پائی۔ بعدازاں اہل ایمان کا تذکرہ تھا ان سے اس دنیا کی زندگی میں ملائکہ کے ذریعہ حفاظت کا اور آخرت میں ان کی ہر خواہش کی تشفی کا وعدہ کیا گیا

toobaa-elibrary.blogspot.com



شخص کے علاوہ کوئی دوسرا شریک نہ ہوتا تھا۔ اسی نوعیت کا ایک تعلق آپؐ کو ام ایمنؓ سے تھا۔ آپؐ نے داخل ہونے کی اجازت طلب کی۔ وہ دروازے پر آئیں آپؐ نے فرمایا "میرا بھائی کہاں ہے؟" انھوں نے سوال کیا۔ "میرے ماں باپ آپؐ پر قربان، کون ہے آپؐ کا بھائی؟" آپؐ نے جواب دیا "ابوطالب کا بیٹا علیؓ۔" ام ایمنؓ نے کہا "وہ آپؐ کے بھائی کیسے ہو سکتے ہیں، ابھی ابھی تو آپؐ نے اپنی بیٹی کا عقد ان سے کیا ہے؟" نبیؐ نے فرمایا "وہ وہی ہیں جو میں نے کہا۔" اور ان سے کہا کہ تھوڑا سا پانی لے آئیں۔ آپؐ نے منہ بھر پانی لیا اس کو منہ میں گردش دی، لوٹا کر اسی برتن میں کلی کر دی۔ پھر جب علیؓ آئے تو آپؐ نے ان کو ہدایت کی کہ آپؐ کے سامنے بیٹھ جائیں اور تھوڑا سا پانی لے کر آپؐ نے ان کے شانے، سینے اور بازوؤں پر چھڑک دیا۔ پھر آپؐ نے فاطمہؓ کو پاس بلایا۔ وہ اپنے کپڑوں میں اس رعب واحترام کے باعث جو باپ کا ان کے دل میں تھا لڑکھڑاتی ڈگمگاتی آہستہ آہستہ آئیں۔ آپؐ نے ان کے ساتھ بھی وہی کیا جو علیؓ کے ساتھ کیا تھا۔ آپؐ نے دونوں کے لیے اور ان کی اولاد کے لیے برکت کی دعا فرمائی۔[۵]

بدر سے واپسی کے سال کے بعد جو سال آیا اس میں عمرؓ کے خاندان کو دو سانحات سے دوچار ہونا پڑا۔ ان میں سے پہلا سانحہ ان کے داماد، ان کی بیٹی حفصہؓ کے شوہر خنیسؓ کا انتقال تھا۔ وہ مہاجرین حبشہ میں تھے اور وہاں سے واپسی پر عقد ہوا تھا۔ حفصہؓ کی عمر ابھی صرف اٹھارہ سال تھی کہ بیوہ ہو گئیں۔ وہ خوش جمال بھی تھیں، شائستہ اور سلیقہ مند بھی۔ اپنے باپ کی مانند انھوں نے پڑھنا لکھنا بھی سیکھ لیا تھا۔ یہ دیکھ کر کہ رقیہؓ کی موت نے عثمانؓ کو آشفتہ خاطر اور ملول بنا دیا ہے، عمرؓ نے ان کو حفصہؓ کے رشتہ کی پیش کش کی۔ عثمانؓ نے کہا اس کے بارے میں سوچیں گے۔ پھر وہ کچھ دنوں بعد عمرؓ کے پاس آئے اور کہا کہ ان کا خیال ہے

toobaa-elibrary.blogspot.com



کو بہتر ہے کہ وہ فی الحال دوبارہ شادی نہ کریں۔ عمرؓ کو عثمانؓ کے انکار سے بڑی مایوسی ہوئی اور کسی قدر کبیدگی بھی، لیکن انھوں نے عزم کر رکھا تھا کہ وہ اپنی بیٹی کے لیے ایک اچھا شوہر تلاش کر کے رہیں گے اس لیے وہ ابوبکرؓ کے پاس گئے جن کو وہ اپنا بہتر دوست سمجھتے تھے انھوں نے ان کے سامنے رشتہ کی تجویز رکھی۔ ابوبکرؓ نے انھیں ٹالنے والا جواب دیا۔ عمرؓ کے احساسات عثمانؓ کے قطعی جواب کے مقابلے میں ابوبکرؓ کے جواب سے زیادہ مجروح ہوئے۔ حالانکہ ابوبکرؓ کا جواب زیادہ سمجھ میں آنے والا تھا ابوبکرؓ کی ایک بیوی پہلے سے موجود تھیں جن سے انھیں گہری وابستگی تھی۔ جبکہ عثمانؓ تنہا تھے (ان کی بیوی کا انتقال ہو چکا تھا) شاید ان کو اپنی رائے بدلنے پر آمادہ کیا جا سکتا تھا۔ اگلی بار عمرؓ جب آپؐ کی خدمت میں تھے تو وہ اپنی شکایت زبان پر لے ہی آئے۔ نبیؐ نے فرمایا: "دیکھو میں تمھیں دکھلا دوں گا عثمانؓ سے بہتر داماد اور عثمانؓ کو تم سے بہتر خسر۔" عمرؓ نے جب ایک لمحہ سوچنے کے بعد قیاس کر لیا کہ بہترین شخصیت دونوں صورتوں میں آپؐ کی ذات کے سوا دوسری نہیں جو خود حفصہؓ کو اپنے رشتہ ازدواج میں منسلک کر لیں گے اور جو دوسری بار رقیہؓ کی بہن ام کلثومؓ کو عثمانؓ کی زوجیت میں دے کر عثمانؓ کے خسر ہو جائیں گے۔ تو مسکراتے ہوئے کہا "ایسا ہی ہو۔" اس کے بعد ابوبکرؓ نے عمرؓ سے اپنی خاموشی کی وضاحت کی، یعنی یہ کہ نبیؐ نے ان سے تنہائی میں اس خیال کا اظہار کیا تھا کہ وہ حفصہؓ سے رشتہ کی خواہش کریں گے۔ اس ہدایت کے ساتھ کہ اس راز کو پیشگی افشا نہ کیا جائے۔

پہلے ام کلثومؓ اور عثمانؓ کا عقد ہوا اور جب خُنیسؓ کی موت پر حسب ضابطہ لازمی چار ماہ گزر چکے اور جب سودہؓ اور عائشہؓ کے حجروں میں مسجد سے متصل ایک حجرے کا اور اضافہ ہو گیا تو خود نبیؐ کی شادی ہوئی۔ غزوہ بدر سے کچھ کم ایک سال

toobaa-elibrary.blogspot.com



بعد حفصہؓ کی آمد گھرانے کی ہموار زندگی میں خلل انداز نہ ہوئی۔ عائشہؓ خوش تھیں کہ خود ان کے سن و سال سے قریب تر ایک ہم نشین ملی۔ اور نوجوان بیویوں کے مابین ایک پائدار دوستی وجود پذیر ہوگئی۔ جبکہ سودہؓ عائشہؓ کے لیے ماں جیسی تھیں۔ انھوں نے اپنی مادرانہ فیض رسانی کی توسیع نو وارد تک کر دی جو ان سے تقریباً بیس سال چھوٹی تھیں۔

یہی شادی کا زمانہ تھا جب حفصہؓ کے ماموں اور عمرؓ کے برادر نسبتی عثمانؓ ابن مظعون کا انتقال ہوا۔ وہ اور ان کی بیوی خولہؓ دونوں آپؐ سے بہت قریب رہے تھے اور آپؐ کے اصحاب میں سب سے زیادہ یہ عثمانؓ ہی ترک دنیا کی جانب مائل تھے وہ اسلام کی آمد سے پہلے ہی تارک الدنیا تھے اور مدینہ ہجرت کرنے کے بعد تو ان پر ترک اور تجرد کا ایسا غلبہ ہوا کہ انھوں نے نبیؐ سے اجازت چاہی کہ خصی ہو جائیں، اور باقی زندگی آوارہ گرد درویش کی حیثیت سے گزار دیں۔ نبیؐ نے فرمایا۔ "کیا تمھارے لیے میری ذات میں ایک اچھا نمونہ نہیں ہے۔ میں عورتوں کے پاس جاتا ہوں گوشت کھاتا ہوں، روزہ رکھتا ہوں، روزہ نہیں بھی رکھتا ہوں۔ وہ میری امت میں نہیں جو دوسروں کو خصی بناتا ہے یا اپنے آپ کو خصی کراتا ہے۔" لیکن آپؐ کے لیے یہ خیال کرنے کی وجہ تھی کہ عثمانؓ نے آپؐ کی بات پورے طور پر نہیں سمجھی اس لیے ایک دوسرے موقع پر آپؐ نے ان سے پھر وہی سوال کیا۔ "کیا تمھارے لیے میری ذات میں ایک نمونہ نہیں ہے؟" حضرت عثمانؓ نے پرجوش انداز میں اثبات میں جواب دیا۔ پھر دریافت کیا کہ ان سے کیا غلطی ہوگئی؟ جس کے سبب آپؐ نے یہ سوال ضروری تصور فرمایا؟" نبیؐ نے جواب دیا۔ "تم روزانہ بلا ناغہ روزہ رکھتے ہو اور نوافل میں رات بھر جاگتے ہو۔" عثمانؓ نے کہا "ہاں یہ تو واقعی میں کرتا ہوں۔ میں نے آپؐ کو بار بار روزے اور شب بیداری کے فضائل بیان کرتے سنا ہے۔" آپؐ نے فرمایا "ایسا نہ کرو کیونکہ تمھاری آنکھوں کا بھی تم پر حق ہے۔ تمھارے جسم کا بھی تم پر حق ہے۔ تمھارے بیوی بچوں کا بھی تم پر حق ہے۔ لہٰذا نماز

toobaa-elibrary.blogspot.com



بھی پڑھو اور آرام بھی کرو، روزہ بھی رکھو، نہیں بھی رکھو۔؎

ایک ازلی مذہب کی حیثیت سے زندگی کی سب سے ابتدائی تمام برکات پر خدا کا شکر ادا کرنے کی اہمیت سے متعلق وحی نے برابر زور دیا۔

"اس نے تم کو سماعت عطا کی ہے، بصارت بخشی ہے، دل دیا ہے، علم عطا فرمایا ہے تاکہ تم شکر گزار بنو۔؎" اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تمہارے لیے تمہاری ہی جنس سے بیویاں بنائیں تاکہ تم ان کے پاس سکون حاصل کرو۔ اس نے تمہارے درمیان محبت و رحمت رکھ دی۔ یقیناً اس میں بہت سی نشانیاں ہیں۔ ان لوگوں کے لیے جو غور و فکر کرتے ہیں؎۔" کیا تم سنتے نہیں ہو ان سے پوچھو، کبھی تم نے سوچا کہ اگر اللہ قیامت تک تم پر ہمیشہ کے لیے دن طاری کر دے تو اللہ کے سوا وہ کون سا معبود ہے جو تمہیں رات لا دے گا تاکہ تم اس میں سکون حاصل کر سکو؟ کیا تم کو سوجھتا نہیں؟ یہ اسی کی رحمت ہے کہ اس نے تمہارے لیے رات اور دن بنائے تاکہ تم رات میں سکون حاصل کرو اور دن کو اپنے رب کا فضل تلاش کرو شاید کہ تم شکر گزار ہو۔؎"

ازلی انسان کے لیے فطری لطف اندوزیاں جن میں حمد الٰہی کے ذریعہ تقدیس حاصل ہو گئی ہو عبادت کا مقام رکھتی ہیں اور اپنے حوالے سے نبیؐ نے حسی مسرتوں اور نماز کا تذکرہ اسی سیاق و سباق میں کیا ہے۔ "خوشبو اور عورتوں کی محبت میرے اندر ودیعت کی گئی ہے اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔؎"

عثمانؓ ابن مظعونؓ کے انتقال کے فوراً بعد اور ان کی تدفین سے پہلے نبیؐ عائشہؓ کے ساتھ خواہ کے یہاں گئے اور عائشہؓ نے بعد میں بتایا۔ نبیؐ نے عثمانؓ کا بوسہ لیا جب وہ مر چکے تھے اور میں نے آپ کے آنسو عثمانؓ کے رخسار پر بہتے دیکھے۔ حالانکہ ان کے جنازے میں نبیؐ نے ایک بوڑھی عورت سے مرنے والے کو مخاطب کر کے

toobaa-elibrary.blogspot.com



کہتے سنا "خوش ہو جاؤ اے ابو سائب جنت تمھاری ہے۔" تو نبیؐ تیزی سے اس کی جانب مڑے اور فرمایا "تم کو یہ بات کیسے معلوم ہوئی ہے؟" اس نے احتجاج کرتے ہوئے کہا "اے اللہ کے رسولؐ یہ ابو السائب ہیں۔" آپؐ نے فرمایا "خدا کی قسم ہم کوئی بات نیکی اور بھلائی کے سوا ان کے بارے میں نہیں جانتے۔" بعد ازاں یہ واضح کرنے کے لیے کہ آپ کا پہلا جملہ کسی پہلو سے عثمانؓ کے خلاف نہ تھا۔ بلکہ محض اس بڑھی عورت کے خلاف تھا کیونکہ اس نے اس سے زیادہ بات کہہ دی جتنی بات کہنے کا اس کو حق تھا۔ آپؐ پھر اس کی جانب مڑے اور مزید فرمایا "تمھارے لیے یہ کہنا کافی تھا" وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتے تھے۔" ۸

عمرؓ نے اس بات کا اعتراف کیا کہ اس واقع کے سبب کہ ان کو شرف شہادت نصیب نہ ہوا تھا اپنے برادرِ نسبتی کے لیے عمرؓ کا جذبۂ احترام متزلزل ہو گیا تھا۔ انھوں نے کہا "جب عثمانؓ ابن مظعون کا انتقال ہوا اس حال میں کہ وہ میدانِ جہاد میں قتل نہیں ہوئے تو ان کے لیے میرا جذبۂ احترام اتنا کم ہو گیا کہ اس کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔ اب میں نے کہا "اس شخص کو دیکھو دنیوی اشیاء سے احتراز کرنے میں ہمارے درمیان متشدد ترین شخص تھا اور یہ معمولی موت مرا اور قتل نہ کیا گیا؟

حضرت عثمانؓ ابن مظعون کی یہی حیثیت بعد میں عمرؓ کی نگاہ میں رہی تا آنکہ نبیؐ اور ابوبکرؓ دونوں نے فطری ــــــ وفات پائی اور انھوں نے اپنے آپ کو ملامت کی کہ اقدار کے حقیقی شعور کی ان کے اندر کتنی کمی تھی اور اپنے جی میں کہا "دور ہو تم ہم میں سے بہترین بھی معمول کی موت مرتے ہیں" ــــــ ان کی مراد تھی فطری موت اور عثمانؓ ان کی نگاہ میں اس مرتبے پر واپس آ گئے جس پر وہ پہلے تھے۔ ۹

toobaa-elibrary.blogspot.com


## حوالہ جات، حواشی، تشریحات:

۱؎ ابن سعد : ۸، ۲۳

۲؎ ابن سعد : ۸، ۱۲۔ ۱۵

۳؎ ابن سعد : ۳/۱، ۲۸۹

۴؎ ۱۶ : ۸۰

۵؎ ۳۰ : ۲۱

۶؎ ۲۸ : ۴۱-۴۳

۷؎ ابن سعد : ۱/۲، ۱۱۲۔ ملاحظہ ہو فٹ نوٹ صفحہ ۱۴۱ (اصل تصنیف)

۸؎ ابن سعد : ۳/۱ ۹۰ - ۲۸۹

۹؎ حوالہ سابق

toobaa-elibrary.blogspot.com



باب - ۴۸

# اصحابِ صفّہ

مسجد (نبوی) میں ایک لمبا سائبان نو وارد اشخاص کے لیے مخصوص تھا جن کے رہنے کا ٹھکانہ تھا نہ گزر بسر کا ذریعہ۔ وہ اصحابِ صفہ کے نام سے معروف تھے۔ ایک چھپر کی نشست کے سبب جو ان کی سہولت کے خاطر وہاں رکھ دی گئی تھی۔ اور چونکہ مسجد درحقیقت خود نبیؐ کے رہائش کی توسیع تھی آپؐ اور آپؐ کے گھر والے ان غربت زدہ پناہ گزینوں کی بڑھتی ہوئی تعداد کے سلسلے میں خاص طور پر اپنے آپ

toobaa-elibrary.blogspot.com



کو ذمہ دار محسوس کرتے تھے جن کی خستہ حالی کا وہ روزانہ مشاہدہ کرتے تھے۔ یہ لوگ اسلام کے پیغام اور آپؐ کے اور آپؐ کی جماعت کے بارے میں جو خبریں عرب کے تمام قبائل میں پھیل رہی تھیں اُن کی کشش کے زیر اثر ایک ایک دو دو کر کے ہر سمت سے کھنچے چلے آ رہے تھے۔ فتح بدر کی خبر اس ضمن میں اپنا اثر ڈالے بغیر نہ رہی۔ نتیجہ یہ تھا کہ مسجد سے متصل رہائش گاہ میں قیام پذیر لوگ کم ہی ایسا ہوتا تھا کہ شکم سیر ہو کر ایک وقت کا کھانا کھا سکتے۔ نبیؐ فرمایا کرتے تھے "ایک آدمی کا کھانا دو کے لیے کافی ہے، دو کا کھانا چار کے لیے کافی ہے، اور چار کا کھانا آٹھ کے لیے"۔[۱]

جیسے آپؐ نفیس عطر اور عام طور پر خوشبو کو پسند فرماتے تھے بالکل ویسے ہی خود اپنے آپ میں اور دوسروں میں آپؐ ناگوار بُو خاص کر سانس کی بدبو کے معاملے میں انتہائی حساس تھے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ گھر میں داخل ہونے کے بعد پہلا کام جو آپؐ کرتے تھے وہ مسواک کا استعمال تھا۔ یہ مسواک کھجور کی سبز شاخ کی ہوتی تھی۔ جب آپؐ سفر میں ہوتے تو عبداللہؓ ابن مسعود کے بارے میں پورا اعتماد کیا جا سکتا تھا کہ وہ ہمیشہ ایک مسواک آپؐ کے لیے تیار رکھیں گے۔ مسواک کے استعمال اور ہر کھانے کے بعد منھ صاف کرنے کے معاملے میں صحابہؓ آپؐ کی تقلید کرتے تھے۔

آپ کی انتہائی حساسیت میں بھوک سے کوئی فرق نہ پڑتا تھا۔ اس معاملے میں آپؐ ہمیشہ دوسروں سے شرکت کی توقع نہ فرماتے تھے۔ مخصوص قسم کے کھانے تھے، شرعی قانون جن کی اجازت دیتا تھا اور آپؐ اپنے صحابہ کی ہمت افزائی فرماتے تھے کہ وہ اس کو کھائیں لیکن آپ خود وہ کھانے نہیں کھاتے تھے۔ مثلاً گوہ جو مکے میں نہیں پائی جاتی تھی لیکن یثرب اور دوسرے مقامات پر عام تھی کبھی آپؐ دوسروں کی خاطر اور ان کو اپنے اوپر ترجیح دینے کے لیے کسی کھانے کو رد فرما دیتے

تھے۔ ایک بار ایک انصاری کے یہاں سے بھنے گوشت کا ہدیہ آیا۔ آپؐ نے ابھی اس میں سے لقمہ لینے کا ارادہ ہی فرمایا تھا کہ لہسن کی بو محسوس ہوئی اور آپؐ نے ہاتھ کھینچ لیا۔ جو لوگ آپؐ کے ساتھ بیٹھے تھے انھوں نے آپؐ کی تقلید کی۔ آپؐ نے ان سے دریافت کیا "کیا گڑبڑ ہوئی ہے؟" انھوں نے جواب دیا "آپؐ نے ہاتھ کھینچ لیا تو ہم نے بھی ہاتھ کھینچ لیا۔" آپؐ نے فرمایا "اللہ کا نام لے کر کھاؤ۔ میں جن سے بے تکلف بات کرتا ہوں تم ان سے بات نہیں کرتے۔" وہ سمجھ گئے کہ آپؐ کا اشارہ فرشتوں کی جانب ہے۔ اس موقع پر جو کھانا تیار کیا گیا تھا ہر چند کہ اس میں لہسن کی بو تھی اس کو ضائع نہ کیا جانا چاہیے تھا اس لیے آپؐ نے دوسروں کو ہدایت کی کہ وہ اس کو کھالیں تاہم آپ عام طور پر ایسے کھانوں کے کھانے سے بالخصوص مسجد جانے سے پہلے جس میں لہسن اور پیاز کی تیز بو ہو ان کی ہمت شکنی فرماتے تھے۔

شادی سے پہلے فاطمہؓ ایک طرح سے اصحاب صفہؓ کی میزبان تھیں لیکن ان قربانیوں کے باوجود جو نبیؐ کے گھرانے کی زندگی کا روزانہ کا حصہ تھیں، شادی کے بعد ایک ایسی کمی کے سبب جس کا انھیں ابھی تک تجربہ نہ ہوا تھا ان کی زندگی معلوم ہوتا تھا زیادہ پُرمشقت ہو گئی۔ اُن کو کبھی مددگار اشخاص کی کمی کا سامنا نہ رہا تھا۔ اُن کی اپنی بہن اُم کلثومؓ کے علاوہ ام ایمنؓ ہر وہ کام جو وہ کر سکتی تھیں کرنے کے لیے تیار رہتی تھیں۔ اُم سُلیمؓ نے اپنے دس سالہ بیٹے انسؓ کو نبیؐ کی خدمت کے لیے دے دیا تھا۔ انسؓ اپنی عمر کے اعتبار سے کہیں زیادہ محنتی تھے اور بہت زیادہ ذہین تھے۔ ساتھ ہی ان کی ماں اور ماں کے دوسرے شوہر ابو طلحہؓ ہمیشہ پوشیدہ طریقے سے آپؐ کی مدد کرنے کے لئے تیار رہتے تھے۔ عبد اللہ ابن مسعود نے نبیؐ سے اپنے آپ کو اب قریبی طور پر وابستہ کر لیا تھا گویا وہ آپؐ کے گھرانے

toobaa-elibrary.blogspot.com



کے ایک فرد تھے اور ابھی کچھ دنوں پہلے عباسؓ مکے واپس گئے تو انھوں نے اپنے غلام ابو رافعؓ کو تحفتاً آپؐ کی خدمت میں بھیج دیا۔ آپ نے ان کو آزاد کر دیا تھا لیکن آزادی کے بعد بھی ان کا جذبۂ خدمت کم نہ پڑا۔ عثمانؓ ابن مظعون کی بیوہ خولہ بھی تھیں جو مدت سے اپنے آپ کو اس گھرانے کی خادمہ تصور کرتی رہی تھیں ــــ لیکن اب شادی کے بعد علیؓ کے گھر میں فاطمہؓ کا کوئی ہاتھ بٹانے والا نہ تھا۔ اپنی انتہائی غربت کو ہلکا کرنے کی خاطر علیؓ پانی کھینچتے اور بھرتے تھے اور وہ غلہ پیستی تھیں۔ انھوں نے ایک دن علیؓ سے کہا "میں نے اتنی چکی پیسی کہ ہاتھ میں گٹھے پڑ گئے۔" علیؓ نے کہا۔ "میں نے اتنا پانی کھینچا ہے کہ سینے میں درد ہونے لگا۔ تمھارے باپ کو اللہ نے کچھ قیدی دیئے ہیں۔ جاؤ اور ان سے کہو کہ تم کو ایک خادم دے دیں۔" بادل ناخواستہ وہ نبیؐ کی خدمت میں گئیں۔ آپ نے پوچھا "بیٹی کیسے آئیں ہو؟" آپؐ کے رعب کے باعث ان کو جسارت نہ ہوئی کہ اپنی آمد کا مقصد بیان کریں۔ عرض کیا "میں آپ کو سلام کرنے حاضر ہوئی تھی۔" جب آپ خالی ہاتھ واپس ہوئیں تو علیؓ نے پوچھا "کیا کیا تم نے؟" انھوں نے کہا "مجھے سوال کرتے شرم معلوم ہوئی۔" اس لیے اب کی بار دونوں ساتھ گئے۔ لیکن نبیؐ نے محسوس کیا کہ ان لوگوں کی ضرورت دوسروں کے مقابلے میں کم شدید ہے۔ آپ نے فرمایا "میں تمھیں نہیں دوں گا کہ اصحابِ صفہ کو بھوک سے اذیت میں مبتلا رہنے دوں۔ ان کو قیام کی سہولت بہم پہنچانے کے لیے میرے پاس کافی رقم نہیں ہے، قیدیوں کی فروخت (فدیے) سے جو رقم حاصل ہو گی ان پر خرچ کروں گا۔" وہ کسی قدر احساسِ محرومی کے ساتھ گھر واپس ہوئیں لیکن اسی شب جب کہ وہ بستر میں جا چکے تھے انھوں نے نبیؐ کی آواز سنی، جو اندر آنے کی اجازت طلب کر رہے تھے ــــ خوش آمدید کہتے ہوئے دونوں اٹھ کھڑے ہوئے لیکن آپ نے ان کو ہدایت کی "جہاں تم ہو وہیں رہو۔" اور ان کے پاس ہی بیٹھ گئے۔ آپ نے سوال کیا "تم نے جو کچھ مجھ سے

toobaa-elibrary.blogspot.com



طلب کیا تھا کیا اس سے بہتر چیز تم کو نہ بتاؤں؟" اور جب انھوں نے اثبات میں جواب دیا تو آپ نے فرمایا: "وہ الفاظ جو جبرئیلؑ نے مجھے سکھائے کہ تم کو سبحان اللہ ہر فرض نماز کے بعد دس بار اور دس بار الحمدللہ اور دس بار اللہ اکبر۔ اور جب سونے لگو تو ان میں سے ہر ایک کو تینتیس ۳۳ بار پڑھو۔" بعد کے برسوں میں علیؓ کہا کرتے تھے جب سے رسول اللہ ﷺ نے مجھے اس کی تعلیم دی، میں نے کسی دن اس تسبیح کا ناغہ نہیں کیا۔

ان کا گھر مسجد نبوی سے زیادہ دور نہ تھا لیکن نبی ﷺ بیٹی کو اپنے آپ سے اور قریب رکھنا چاہتے تھے۔ شادی کے کچھ ماہ بعد خزرج کے حارثہؓ جو آپ کے دور کے رشتہ دار بھی ہوتے تھے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میں نے سنا ہے کہ آپ کی خواہش ہے کہ فاطمہؓ کو اپنے سے اور قریب کر لیں۔ یہ میرا گھر بنی نجار کے تمام گھروں کی بہ نسبت قریب ترین ہے۔ یہ آپ کا ہے میں اور میرا سارا ساز و سامان اللہ اور اللہ کے رسول کے لیے ہے۔ آپ میرے ساز و سامان میں سے جو کچھ لے لیں مجھے وہ زیادہ محبوب ہے جو آپ چھوڑ دیں وہ نہیں۔" نبی ﷺ نے انھیں برکت کی دعا دی اور ان کا ہدیہ قبول کر لیا۔ اور بیٹی اور داماد کو لے آئے کہ ہمسائیگی میں رہائش اختیار کریں۔

حارثہؓ کی فیاضی اور مدینے میں کئی دوسرے فیاضانہ اقدامات سے جو آپ کے ساتھ یا دوسروں کے ساتھ روا رکھے گئے، آپ بہت مسرور تھے تاہم اس وقت ایک ایسا واقعہ پیش آیا جو کسی قدر آپ کے لیے مایوسی کا باعث بن گیا۔ نبی ﷺ ابو لبابہؓ کے بارے میں بڑی اچھی رائے رکھتے تھے۔ ان کا تعلق قبیلہ اوس سے تھا۔ بدر کی طرف کوچ کرتے ہوئے روحاء کے مقام سے آپ نے ان کو واپس بھیج دیا تھا کہ آپ کی غیر موجودگی میں مدینے کی نگرانی کریں۔ بعد میں اسی سال ایک یتیم جو ابو لبابہؓ کی سرپرستی میں تھا نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور دعویٰ کیا کہ کھجور کا ایک درخت جو واضح طریقے پر بار آور اور ثمر دار ہے اس کے

toobaa-elibrary.blogspot.com



سرپرست نے اس پر غلط قبضہ کر لیا ہے۔ ابو لبابہؓ کو بلایا گیا انھوں نے کہا کھجور کے درخت کے وہ مالک ہیں اور فی الواقع وہ تھے۔ نبیؐ نے مقدمہ کے واقعات سنے اور سرپرست کی موافقت میں اور یتیم کے خلاف فیصلہ سنا دیا۔ ایک درخت کے ہاتھ سے نکل جانے سے جس کے بارے میں ہمیشہ سے خیال تھا اس کی ملکیت ہے وہ بہت کبیدہ خاطر ہوا۔ یہ دیکھ کر نبیؐ نے ابو لبابہؓ سے کہا کہ وہ کھجور کے درخت کو ہدیہ کے طور پر آپ کو دے دیں۔ نیت یہ تھی کہ آپ اسے یتیم کو دے دیں گے۔ لیکن ابو لبابہؓ نے انکار کر دیا۔ آپ نے فرمایا "تم خود ہی اسے یتیم کو دے دو۔ ایسا ہی ایک جنت میں تم کو مل جائے گا"؛ لیکن پورے معاملے سے ابو لبابہؓ کی قانونی انصاف کی حس حد سے اتنی زیادہ ابھر چکی تھی کہ انھوں نے اس تجویز سے اتفاق نہ کیا اور دوبارہ انکار کر دیا۔ اس پر ایک دوسرے انصاری ثابت ابن الدحداحؓ نے نبیؐ سے عرض کیا: "اے اللہ کے رسولؐ اگر میں کھجور کے اس درخت کو خرید لوں اور خرید کر اس یتیم کو دے دوں تو کیا ایسا ہی ایک درخت مجھ کو جنت میں مل جائے گا؟" جواب ملا" یقیناً ملے گا"۔ چنانچہ وہ ابو لبابہؓ کے پاس گئے اور اس ایک درخت کے لیے انھوں نے کھجور کا ایک باغ پیش کیا۔ پیش کش قبول ہو گئی اور ابن الدحداحؓ نے وہ درخت یتیم کو دے دیا۔ نبیؐ ان سے تو بہت خوش ہوئے لیکن ابو لبابہؓ کے طرزِ عمل پر آپ کو افسوس تھا۔

---

## حوالجات، حواشی، تشریحات:

| | |
|---|---|
| ۱ م: ۱۶۷،۳۶ | ۲ ابن سعد ۱/۲، ۱۱۰ |
| ۳ بخاری: ۴۶، ۴۴ | ۴ ابن سعد: ۸، ۱۶ |
| ۵ واقدی: ۵۰۵ | |

toobaa-elibrary.blogspot.com



باب ۔ ۴۹

# متفرق جھڑپیں

بدر اور اس کے پہلے کی مہمات کا ثانوی نتیجہ یہ نکلا کہ جہینہ اور بحر احمر کے دوسرے ہمسایہ قبائل اب مستحکم طور پر مدینہ کے حلیف بن گئے تھے۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ شام کا ساحلی راستہ مکی قافلے کے لیے عملاً مسدود ہو گیا۔ اس صورتِ حال سے یہ سوال اٹھ کھڑا ہوا کہ کیا یہ ممکن نہ ہوگا کہ شمال تک سارے راستوں کو قریش کے لیے مزید مسدود کر دیا جائے۔ مشرق کی جانب بھی

toobaa-elibrary.blogspot.com



اور مغرب کے سمت بھی۔ یہ پنہاں خطرہ خود قریش کی نگاہ سے بھی قطعاً مخفی نہیں تھا۔ سُلیم اور غطفان کے قبائل کے ساتھ اتحاد کو مستحکم کرنے کے لیے وہ کچھ اقدامات بھی کر چکے تھے — جن کے علاقوں سے قافلوں کو گزرنا پڑتا تھا — تاکہ وہ خلیج فارس کے سرے پر شمال مشرقی راستے سے گزر سکیں اور وہاں سے عراق پہنچ جائیں۔ یہ قبائل مدینہ اور مکہ کے مشرق نجد کے بڑے میدان میں رہائش پذیر تھے۔ مکہ کے قافلے ساتویں منزل اس زرخیز خطے کے وسط میں کرتے تھے جس میں قبیلہ سُلیم آباد تھا اور خاص کر اس قبیلے کو اب قریش نے اکسایا کہ جب کبھی یثرب کی سرحد انتہائی غیر محفوظ نظر آئے اس کی سرحدوں پر چھیڑ چھاڑ کے کسی موقع کو ضائع نہ کریں۔

اگلے مہینوں میں نبیؐ کو نخلستان کے مشرقی کنارے پر تین چھاپوں کے منصوبوں کی آگاہی ملی۔ دو سُلیم کی جانب سے ایک غطفان کی طرف سے۔ دونوں میں سے ایک کے معاملے میں آپؐ پیش بندی کر کے فوجی دستے کے ساتھ ان کے علاقے میں داخل ہو گئے: اور ہر بار انھیں آپؐ کی آمد کی خبر مل گئی اور جب آپؐ وہاں پہنچے جہاں وہ اکٹھا ہوئے تھے تو وہ پہلے ہی وہاں سے چل دیئے لیکن ان میں سے ایک مہم غیر معمولی طور پر کامیاب ہوئی تھی۔ یہ مہم غطفانی قبائل ثَعلَبہ اور مُحارِب کے خلاف تھی اور اس بار نبیؐ نے فیصلہ کیا کہ ثَعلَبہ کے ایک شخص کی مدد سے جو داخلِ اسلام ہو چکا تھا اور راہبر کی حیثیت سے اس نے اپنی خدمت پیش کر دی تھی جھکائی کھیلنے والے بدوی قبائل کا پیچھا نجد کے شمال کی پہاڑیوں میں ان کی مخفی قلعہ بندیوں تک کریں گے۔ میدان سے وہ مُحارِب کے علاقے میں چڑھے۔ یک بارگی بارش ہونے لگی جس سے کچھ لوگ بشمول نبیؐ قبل اس کے کہ وہ پناہ لے سکیں تر بتر ہو گئے۔ نبیؐ اوروں سے کچھ پیچھے رک گئے۔ اپنے دو کپڑے اتار دیئے انھیں ایک درخت پر سوکھنے کے لیے لٹکا دیا۔ جلد ہی آپؐ پر نیند کا غلبہ ہوا اور نیند آگئی لیکن ان لوگوں کی اور خاص کر آپؐ کی نقل و حرکت کچھ

toobaa-elibrary.blogspot.com


نظر آنے والی آنکھیں دیکھتی رہی تھیں اور آنکھ کھلی تو آپ نے دیکھا کہ ایک شخص ننگی تلوار لیے آپ کے سر پر کھڑا ہے۔ یہ محارب کے سردار دعثور کے سوا کوئی دوسرا نہ تھا۔ بڑی حد تک وہی اس منصوبے بند چھاپے کا جس کی آگاہی آپ کو ملی تھی، ذمہ دار تھا۔ اس نے کہا "اے محمدؐ آج کے دن تم کو مجھ سے کون بچائے گا؟" نبیؐ نے فرمایا "خدا"۔ اس موقع پر جبرئیلؑ سر سے پیر تک سفید لباس میں ملبوس ان دونوں کے درمیان نمودار ہو گئے اور اس شخص کے سینے پر ہاتھ رکھ کر انھوں نے اس کو پیچھے ڈھکیل دیا۔ تلوار اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر گر پڑی۔ اب نبیؐ نے بڑھ کر تلوار کو اٹھا لیا۔ جبرئیلؑ دعثور کی نگاہوں سے غائب ہو گئے۔ لیکن اس کی سمجھ میں آ گیا کہ اس نے فرشتے کو دیکھا تھا۔ اب آپ نے سوال کیا "کون تجھے مجھ سے بچائے گا؟" دعثور نے جواب دیا "کوئی نہیں"۔ اور پھر اس کی زبان پر کلمۂ شہادت جاری ہو گیا۔ "اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ"۔ نبیؐ نے اس کی تلوار اس کو واپس فرما دی اس بات کا اس شخص پر گہرا اثر ہوا۔ دونوں ساتھ فوج میں گئے اور دعثور کو دین کی تعلیم دی گئی۔ پھر وہ اپنی قوم میں واپس گیا اور اس نے انھیں اسلام کی دعوت دینی شروع کر دی۔

جب فوج نجد سے واپس ہوئی اسی زمانے میں کعب ابن اشرف مکے سے لوٹا تھا اور بنی نضیر کے درمیان اپنی گڑھی میں واپس آ گیا تھا۔ اس نظم کے علاوہ جو اس نے قریش کو بدر کا انتقام لینے پر اکسانے کے لیے کہی تھی اور نظمیں بھی اس نے نبیؐ اور صحابہؓ کی ہجو میں قلم بند کی تھیں اور عربوں میں ایک با صلاحیت شاعر انسانوں کے ایک جم غفیر کے برابر ہوا کرتا تھا۔ کیونکہ اس کے اشعار فوراً زبان زد خلائق ہو جاتے تھے۔ اگر یہ اشعار اچھے خیالات کے حامل ہوتے تھے تو شاعر نیکی کی طاقت بن جاتا تھا۔ اگر اشعار بد ہوتے

toobaa-elibrary.blogspot.com


تھے تو وہ بدی کی طاقت بن جاتا تھا جس کو ہر قیمت پر کچل دیا جانا چاہیے۔ نبیؐ نے دعا فرمائی "اے رب! ابن اشرف کی بدی سے جس کو وہ شہرت دیتا ہے ان نظموں سے جو وہ گاتا سناتا ہے جیسے بھی تیری مشیت ہو مجھے نجات دے۔" پھر آپؐ نے ان لوگوں سے فرمایا جو موجود تھے "کون ہے جو ابن اشرف کے مقابلے میں میرا دفاع کرے، کیونکہ اس نے مجھے بڑا نقصان پہنچایا ہے۔" پہلا شخص جس نے اپنے آپ کو رضاکارانہ طور پر پیش کیا قبیلۂ اوس کے ایک شخص محمدؓ ابن مسلمہ تھے۔ ان کا تعلق سعدؓ ابن معاذ کے قبیلے سے تھا۔ آپؐ نے ان کو ہدایت کی کہ معاذؓ سے مشورہ کرلیں۔ چار مزید رضاکار دریافت ہو گئے، لیکن انھیں اندازہ ہوا کہ جھوٹ اور فریب کے بغیر کوئی کامیابی نہ ہو گی اور انھیں معلوم تھا کہ نبیؐ کی نگاہ میں جھوٹ ایک قابل نفرت فعل ہے۔ اس لیے وہ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپؐ نے کہا کہ ان کو اس بات کے کہنے کی جس سے ان کا مقصد حاصل ہو سکے آزادی ہے کیونکہ جنگ میں فریب ہی اس کی حکمت عملی کا ایک حصہ ہونے کی حیثیت سے جائز ہے اور کعب نے ان کے خلاف اعلان جنگ کر رکھا ہے۔

کعب کو جھوٹے بہانے سے پھسلا کر اس کی گڑھی سے باہر نکالا گیا۔ بعد ازاں قتل کر دیا گیا۔ نفرت اور سراسیمگی کے عالم میں بنی نضیر کے یہودی آپؐ کے پاس آئے اور شکایت کی کہ ان کے سربرآوردہ اشخاص میں سے ایک کو بغیر کسی سبب کے فریب دے کر قتل کر دیا گیا۔ نبیؐ اچھی طرح جانتے تھے کہ ان میں سے بیشتر اسلام کے اتنے ہی دشمن ہیں جتنا کہ کعب ابن اشرف رہا تھا اور بڑی مایوسی کے ساتھ آپؐ نے اس کی دریدہ مخاصمت (قتل) کو قبول کیا تھا لیکن یہ دکھا دینا بہت ضروری تھا کہ مخاصمانہ خیالات کو تو برداشت کیا جا سکتا ہے لیکن مخاصمانہ اقدام کو نہیں۔ آپؐ نے فرمایا "اگر وہ ویسے ہی رہتا جیسے اس کے دوسرے ہم خیال تو اس کو

toobaa-elibrary.blogspot.com



فریب دے کر قتل نہ کیا جاتا لیکن اس نے ہم کو نقصان پہنچایا۔ ہمارے خلاف نظم لکھی اور تم میں سے جو بھی ایسا کرے گا اس کو تلوار کی گھاٹ اتار دیا جائے گا۔" تو آپ نے ان کو دعوت دی کہ اس معاہدے کے علاوہ جو پہلے سے موجود تھا ایک خاص معاہدہ اور کرلیں۔ چنانچہ انھوں نے یہ معاہدہ کرلیا۔

---

## حوالجات، حواشی، تشریحات:

ے واقدی: ۱۹۲

toobaa-elibrary.blogspot.com



## باب۔ ۵۰

# جنگ کی تیاریاں

اہلِ مکہ نے بحرِ احمر والے کاروانی راستے کے بارے میں غیر محفوظ ہوجانے کا خطرہ شدت سے محسوس کیا۔ واحد متبادل راستے کی بہت سی زحمتوں میں سے ایک یہ تھی کہ نجد کے میدان کے کنوئیں ایک دوسرے سے نسبتاً زیادہ فاصلے پر تھے لیکن اب جبکہ گرمیوں کا موسم ختم ہونے کے قریب آرہا تھا سفر کا بآسانی بندوبست کیا جاسکتا تھا۔ اس طرح کر پانی پہنچانے والے اونٹوں کی تعداد میں اضافہ کر لیا

toobaa-elibrary.blogspot.com



جائے۔ چنانچہ انھوں نے فیصلہ کیا کہ بیش قیمت اشیائے تجارت کا ایک قافلہ عراق روانہ کریں جن میں چاندی کی سلاخیں اور چاندی کے برتنوں کو مرکزی حیثیت حاصل ہو اور جو تقریباً ایک لاکھ درہم مالیت کے ہوں۔ یہ قافلہ صفوان کی قیادت میں روانہ کیا جائے۔ مدینے کے کچھ یہودی اس قافلے کے بارے میں خفیہ اطلاع رکھتے تھے۔ انھیں آپس میں بات کرتے انصاریوں میں سے ایک شخص نے سن لیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم تھا کہ زیدؓ قیادت کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ چنانچہ آپؐ نے ان کو ایک سو سواروں کا سربراہ بنا کر روانہ کیا کہ قَرَدَہ کے مقام پر اس قافلے کی راہ روکیں۔ یہ مقام اس راستہ پر پانی پینے کا ایک بڑا اڈہ تھا۔ نسبتاً چھوٹی اور اس لیے منشا کے مطابق استعمال کیے جانے کے قابل فوج نے زیدؓ کے لیے ممکن بنا دیا کہ گھات کے سارے لوازم کی تکمیل کر سکیں۔ ان کے یکایک خون آشام اور غیر متوقع حملے کی تاب نہ لا کر صفوان اور اس کے ساتھیوں نے راہ فرار اختیار کی۔ زیدؓ اور ان کے ساتھی فاتحانہ مدینے واپس ہو گئے۔ ..... وہ خود مکہ کے بار برداری کے تمام اونٹوں کو جن پر چاندی اور دوسرا سامان تجارت بار تھا ہانک لائے۔ وہ کچھ قیدی بھی ساتھ لائے۔

مکے میں قَرَدَہ کی تباہی نے اس تیاری میں شدت اور تیزی پیدا کر دی۔ جو بدر (کی شکست) کے بعد سے مدینے پر ایک ناقابل مزاحمت حملے کے لیے جاری تھی۔ رجب کا ماہ حرام گزر گیا۔ اس کے ساتھ موسم سرما کا نصف اور مسیحی سال نو ۶۲۵ء بھی۔ اس کے بعد والا مہینہ تھا جس میں حفصہؓ کا عقد ہوا۔ پھر رمضان کا مہینہ آیا اور اس ماہ صیام میں تمام مسلمانوں کے لیے یوں مسرت کا پیام آیا کہ فاطمہؓ کے بطن سے ایک بیٹا تولد ہوا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نومولود کے کان میں اذان دی اور اس کا نام "الحسن" رکھا جس کے معنی ہیں خوب صورت۔

toobaa-elibrary.blogspot.com



چاند پورا ہو گیا۔ اس ایک یا دو دن بعد وہ تاریخ تھی جس کو بدر کے بعد ایک سال پورا ہوتا تھا۔ اس ماہ کے آخری دنوں میں ایک سوار جس نے مکے سے مدینے تک کا سفر تین دنوں میں طے کیا تھا۔ ایک مہر بند خط نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا۔ یہ خط آپ کے چچا عباس رضؓ کی جانب سے تھا۔ جنھوں نے آگاہ کیا تھا کہ تین ہزار افراد پر مشتمل ایک فوج مدینے پر حملہ آور ہونے کے لیے بس کوچ کرنے ہی والی ہے۔ اس فوج میں سات سو آدمی زرہ پوش ہیں۔ دو سو نفر سوار فوج ہے اونٹ اُتنے ہیں جتنے آدمی۔ اس تعداد میں بار برداری کے اونٹ شامل نہیں ہیں اور نہ وہ جن پر عورتوں کے لیے ہودے ہیں۔

اس وقت تک جب خط مدینے پہنچا قریش روانہ ہو چکے تھے۔ ابوسفیان کے ساتھ اس کی بیوی ہند اور ایک دوسری بھی تھی۔ صفوان بھی دو بیویاں لے کر چلا۔ دوسرے سرداروں نے ایک ہی شریک حیات کو معرکہ آرائی کے اس سفر میں ہم سفر بنایا۔ جُبیر ابن مطعم مکے ہی میں رہ گیا لیکن اس نے فوج کے ساتھ ایک حبشی کو بھیجا جو اس کا وحشی نامی غلام تھا اور اپنے ہم وطنوں کی مانند نیزہ پھینک کر وار کرنے میں ماہر تھا۔ وحشی کا نشانہ شاذونادر ہی خطا ہوتا تھا۔ جُبیر نے اس سے کہا ”محمدؐ کے چچا حمزہ رضؓ کو میری جانب سے انتقام کے طور پر اگر تو قتل کر دے تو، تو آزاد ہو گا۔“ ہند کو اس کی خبر ہوئی تو ہر منزل پر جب کبھی وحشی کے قریب سے وہ گزرتی یا اس کو گزرتے دیکھتی تو کہتی۔ ”اے پدر ظلمت (ابو سیاہ) (انتقام کی) تشنگی کو تشفی بعد ازاں آسودگی نگاہ آرزو۔“ وہ اس پر واضح کر چکی تھی کہ وہ نیز اس کا آقا تشنگی انتقام کی تشفی کے طالب ہیں۔ جو اس کو تشفی دے گا اس کے لیے دونوں کی جانب سے انعام بھی ہے۔

مہاجرین اور انصار کے لیے ابھی ایک ہفتہ کا موقع تھا جس کے بعد دشمن ان

toobaa-elibrary.blogspot.com



کے سروں پر ہوگا لیکن اسی مختصر مدت کے اندر ان تمام لوگوں کے لیے بشمول ان کے مویشیوں کے مدینے کی چہار دیواری ہی کے اندر رہائش گاہ کی گنجائش بھی نکالنی تھی جو نخلستان کے مضافات میں سکونت پذیر تھے۔ یہ کر لیا گیا۔ یہاں تک کہ ایک گھوڑا اونٹ گائے، بھیڑ یا بکری حصار مدینہ کے باہر نہ رہ گئی۔ اب یہ دیکھنا تھا کہ مکے والوں کے اقدام کا منصوبہ کیا ہے۔ خبر ملی کہ وہ لوگ ساحل کے قریب مغربی راستے پر چل پڑے ہیں۔ دوران سفر انھوں نے اندرونی علاقے کا رخ کر لیا ہے اور مدینے سے مغرب تقریباً پانچ میل کی مسافت پر مختصر منزل کی پھر شمال مشرق کی جانب چند میل گئے اور ایک مزروعہ آراضی کے ٹکڑے پر جو کوہ اُحد کے نشیب میں ہے ٹھہر گئے۔ یہ مقام مدینے سے شمال کی جانب نظر آتا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے طلایہ گرد بھیجے جو یہ خبر لائے کہ فوج کی تعداد فی الواقع اتنی ہی ہے جتنی خط میں بیان کی گئی تھی۔ قریش کے ساتھ سو آدمی ثقیف کے نیز کنانہ اور دوسرے اتحادیوں کے دستے تھے۔ تین ہزار سے کچھ زائد اور دو سو گھوڑے شہر کے شمال میں ساری کھڑی فصل چر رہے ہیں اور جلد ہی وہاں سبزے کا نام ونشان نہ رہے گا۔ فوج کی کسی بات سے ظاہر نہیں ہوتا تھا کہ وہ کسی فوری اقدام کے لیے آمادہ ہے تاہم اس رات شہر کا چوکسی کے ساتھ پہرہ دیا گیا اور اوس وخزرج کے دونوں سعدؓ یعنی ابن معاذ اور ابن عبادہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے پر پہرہ داری کرنے پر مصر رہے۔ ان کے ساتھ اُسیدؓ اور ایک طاقت ور حفاظتی دستہ تھا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم خود ابھی تک غیر مسلح تھے لیکن آپؐ نے خواب دیکھا کہ آپ ایک ایسی مضبوط زرہ پہنے ہوئے ہیں کہ تیر نہ جس کے پار ہو سکے نہ تلوار اس کو کاٹ سکے۔ ایک مینڈھے پر سوار ہیں آپ کی تلوار آپ کے ہاتھ میں ہے لیکن اس میں بال

toobaa-elibrary.blogspot.com



پڑا ہے یہ کہ کچھ گائیں جنھیں آپ جانتے تھے کہ آپ کی ہیں۔ آپ کی آنکھوں کے سامنے قربان کر دی گئیں۔

اگلی صبح آپ نے صحابہؓ سے اپنا خواب بیان کیا اور آپ نے اس کی تعبیر بیان کرتے ہوئے فرمایا "مستحکم زرہ مدینہ ہے اور تلوار میں بال پڑنا وہ چوٹ ہے جو مجھ پر کی جائے گی۔ قربان کی جانے والی گائیں میرے کچھ اصحاب ہیں جو شہید ہوں گے اور مینڈھا جس پر میں سوار ہوں ان کی فوجی ٹکڑی کا سردار ہے جس کو ان شاء اللہ تم قتل کر دیں گے" پہلے آپ کا خیال تھا کہ شہر کے باہر نہ جایا جائے بلکہ حصار شہر میں رہ کر محاصرے کی مزاحمت کی جائے لیکن آپ کی خواہش تھی کہ آپ کی رائے کی توثیق دوسروں کے ذریعے بھی ہو۔ اس لیے کہ یہ کوئی قطعی رائے نہ تھی اس لیے یہ معلوم کرنے کے لیے کہ وہ شہر سے باہر نکل کر مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہیں یا نہیں، ایک مشاورت منعقد فرمائی۔ ابن اُبَی پہلا شخص تھا جو گویا ہوا۔ اس نے کہا "ہمارا شہر ایک ایسی دوشیزہ ہے جس کی آبرو پر ہمارے ہوتے کبھی حرف نہیں آیا۔ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ ہم دشمن پر حملہ آور ہونے کے لیے باہر گئے ہوں اور ہمارا شدید نقصان نہ ہوا ہو۔ اور کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کوئی دشمن ہمارے شہر میں داخل ہوا ہو اور اس نے زک نہ اٹھائی ہو' اس لیے اے اللہ کے رسولؐ چھوڑیئے ان کو وہ مایوس اور بے نیل مرام واپس ہوں گے کچھ ہاتھ نہ آیا ہوگا۔"

معمر صحابہؓ کی ایک بڑی تعداد ـــــ جن میں مہاجر اور انصار دونوں شامل تھے ـــــ ابن اُبَی کی رائے کی طرف مائل تھے۔ لہٰذا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مدینے میں ٹھہرو اور عورتوں اور بچیوں کو گڑھیوں میں کر دو۔" جوں ہی آپ نے یہ فرمایا' نوجوان جو دشمن پر حملہ آور ہونے کے اشتیاق میں آتش زیر پا تھے، ان میں سے ایک نے عرض کیا۔ "ہمیں باہر نکال لے چلیے۔ ان کو یہ خیال کرنے کا موقع نہ فراہم

toobaa-elibrary.blogspot.com



کیجیے کہ ہم ان سے ڈرتے ہیں یا ہم ان کے مقابلے میں اتنے کمزور ہیں کہ ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔" ان باتوں کے جواب میں مجمع کے مختلف حصوں سے پسندیدگی کی آوازیں بلند ہوئیں۔ باہر نکل کر مقابلہ کرنے کی موافقت میں دوسروں نے بھی تقریباً اسی قسم کی باتیں کہیں۔ اس دلیل کا بھی اضافہ کیا گیا کہ اگر انھوں نے اپنی اجناس کی تباہی پر ان کی سرزنش نہ کی تو مستقبل میں نجد کے قبائل تو ہیں ہی خود قریش ان کے خلاف اور جری ہو جائیں گے۔ حمزہؓ، سعدؓ ابن عبادہ اور نسبتاً زیادہ تجربہ کار لوگ اس رائے کی طرف زیادہ جھکنے لگے۔ ان میں سے ایک نے کہا "آپ کے ساتھ صرف تین سو آدمی تھے اور اللہ نے آپ کو ان پر برتری دی اور اب ہماری تعداد زیادہ ہے۔ ہم جس بات کی یعنی یہ کہ ہمارا ان کا سامنا ہو، توقع کرتے رہے ہیں، جس کی دعا کرتے رہے ہیں۔ اللہ نے اس کو ہمارے دروازے پر بھیج دیا ہے۔" پس ازاں سب سے سن رسیدہ اشخاص میں سے ایک بولنے اٹھا۔ اس کا تعلق قبیلۂ اوس سے تھا اس کا نام خیثمہؓ تھا۔ اس نے وہ تمام دلائل دہرائے جواب تک دفاعی جنگ کی موافقت میں دیئے گئے تھے۔ بعد ازاں اس نے نسبتاً زیادہ ذاتی لہجے میں بات شروع کی۔ خیثمہؓ کے فرزند سعدؓ ان چند آدمیوں میں تھے جو بدر میں شہید ہوئے تھے انھوں نے کہا۔ "گزشتہ شب میں نے خواب میں اپنے بیٹےؓ کو دیکھا۔ انتہائی خوبصورت تھا اس کا چہرہ بشرہ اور میں نے دیکھا کس طرح اس کی تمام خواہشات جنت کے پھلوں اور نہروں کے درمیان پوری ہو رہی ہیں۔ اس نے کہا آئیے اور جنت میں میرے ساتھی بن جائیے۔ میرے رب نے جو وعدے فرمائے تھے سب کو میں نے حق پایا۔ میں بوڑھا ہو چکا ہوں۔ میں اپنے رب کے حضور حاضر ہونا چاہتا ہوں اس لیے اے اللہ کے رسول دعا فرمائیے کہ مجھے شہادت اور جنت میں سعدؓ کی معیت نصیب ہو جائے۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیثمہؓ کے لیے دعا

toobaa-elibrary.blogspot.com



فرمائی۔ بلاشبہ ایک خاموش دعا۔ کیونکہ الفاظ ریکارڈ پر نہیں ہیں۔ پھر ایک اور انصاری بولنے اٹھے۔ یہ خزرج کے ایک فرد مالکؓ بن سنان تھے انھوں نے کہا "اے اللہ کے رسولؐ ہمارے سامنے دو بھلائیوں میں سے ایک ہے۔ یا اللہ ہم کو اُن پر غلبہ عطا فرماتا ہے تو ہم اُن پر غالب آئیں گے یا اللہ ہمیں شہادت نصیب فرمائے گا۔ مجھے فکر نہیں دونوں میں سے کیا ہو کیونکہ یقیناً دونوں میں بھلائی ہے۔"

اب واضح تھا۔ محض ان باتوں ہی سے نہیں جو کہی گئیں۔ بلکہ اس عام انداز پسندیدگی سے جو ان باتوں پر ظاہر کی گئی کہ اکثریت حصار مدینہ کے اندر رہنے کے خلاف ہے۔ چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے باہر نکل کر حملہ کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ دوپہر میں لوگ جمعہ کی نماز کے لیے اکٹھا ہوئے۔ آپؐ کے خطبے کا موضوع جہاد اس کے تقاضے اور اس کے لیے اہتمام تھا۔ آپؐ نے فرمایا "فتح ان کی ہوگی اگر وہ ثابت قدم رہے۔ آپؐ نے ان کو حکم دیا کہ دشمن کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہو جائیں"۔

نماز کے بعد دو آدمی پیچھے رک کر انتظار کرنے لگے۔ انھیں آپؐ سے بات کرنی تھی۔ ہر ایک کو ایک فوری اور اہم فیصلہ کرنا تھا۔ ان میں سے ایک حنظلہؓ تھے ابو عامر بزعم خود ابراہیمی کے بیٹے جس کے بارے میں ان کو اطلاع نہ تھی کہ وہ اس وقت بھی احد کی تلی میں دشمن کے کیمپ میں موجود ہے۔ یہ حنظلہؓ کی شادی کا دن تھا۔ وہ دن جو چند ہفتہ پیشگی طے ہوا تھا۔ ان کی منگنی اپنی چچا زاد بہن ابن اُبی کی بیٹی جمیلہؓ سے ہوئی تھی ـــ وہ شادی کو ملتوی بھی نہیں کرنا چاہتے تھے اور جنگ میں بھی حصہ لینا چاہتے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کہا کہ شادی کر لیں اور رات مدینے میں گزاریں۔ طلوع آفتاب سے پہلے کوئی جنگ نہ ہو سکے گی اور حنظلہؓ کے پاس خاصا وقت ہوگا کہ اگلی صبح میدانِ جنگ میں آپؐ سے آملیں۔ وہ دریافت کر کے معلوم کر سکیں گے کہ فوج کدھر گئی ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com



دوسرے شخص عبداللہؓ بن عمرو تھے خزرج کی ایک ذیلی شاخ بنی سلمہ کے ایک فرد۔ یہ وہ صاحب تھے جو تقریباً تین سال پہلے کافر کی حیثیت میں حج و زیارت کے لیے گئے تھے اور منیٰ کی وادی میں عقبۂ ثانیہ کے موقع پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فی الفور بیعت کر کے داخل اسلام ہو گئے تھے۔

عبداللہؓ نے خواب دیکھا تھا جو اس سے مختلف نہ تھا جو خیثمہؓ نے مجمع میں بیان کیا تھا۔ خواب میں ایک شخص ان کے پاس آیا تھا۔ انھوں نے پہچانا وہ مبشرؓ نامی ایک انصاری تھا جس نے ان سے کہا چند دنوں کی بات ہے پھر تم ہمارے پاس ہو گے۔

عبداللہؓ نے سوال کیا "اور تم ہو کہاں؟" مبشرؓ نے جواب دیا جنت میں۔ ہم یہاں آزاد ہیں جو چاہیں کریں۔ عبداللہؓ نے پھر سوال کیا "کیا تم بدر میں شہید نہیں ہوئے تھے؟" مبشرؓ نے جواب دیا "ہاں لیکن اس کے بعد پھر مجھے دوبارہ زندگی عطا ہوئی۔" نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب انھوں نے اپنا خواب بیان کیا "ابو جابر یہ شہادت ہے۔" عبداللہؓ دل ہی دل میں یہ جانتے تھے مگر ان کی غرض نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے اس کی توثیق کرنی تھی پھر وہ گھر گئے "تاکہ جہاد کی تیاری کریں اور اپنے بچوں سے رخصت ہوں۔ ان کی اہلیہ کا کچھ دنوں پہلے ہی انتقال ہوا تھا۔ وہ ان کے لیے جابر نامی ایک بیٹا چھوڑ گئی تھیں۔ وہ ابھی ابھی سنِ رشد کو پہنچا تھا۔ بیٹے کے علاوہ سات بیٹیاں بھی تھیں جو بھائی سے چھوٹی تھیں۔ جابر مسجد سے واپس آچکے تھے اور اپنی تلوار ٹھیک ٹھاک کر رہے تھے۔ بدر کی لڑائی میں شریک نہ تھے اس لیے اب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جانے کے بہت زیادہ مشتاق تھے لیکن ان کے والد کچھ اور سوچ رہے تھے۔

انھوں نے کہا "فرزندِ من! یہ مناسب نہیں کہ ہم انھیں چھوڑ کر چلے جائیں — ان کی مراد اپنی بیٹیوں سے تھی — اور گھر میں کوئی مرد نہ ہو۔ یہ چھوٹی ہیں' بے سہارا ہیں' میں ان کے سلسلے میں اندیشہ ناک ہوں۔ البتہ میں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

toobaa-elibrary.blogspot.com



ساتھ جاؤں گا۔ ہو سکتا ہے اللہ مجھے شہادت نصیب فرمائے ـــــ اس لیے میں ان کو تمھاری نگرانی میں چھوڑتا ہوں۔"

لوگ پھر عصر کی نماز کے لیے مجتمع ہوئے۔ اس وقت تک بالائی مدینہ کے لوگ اکٹھا ہو چکے تھے اور مسجد میں موجود تھے۔ نماز کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکرؓ و عمرؓ کو ساتھ لے کر اپنے گھر گئے، اور انھوں نے جنگ کے لیے زرہ زیب تن کرنے اور تیار ہونے میں آپ کی مدد کی۔ لوگ باہر صف بستہ تھے۔ سعدؓ ابن معاذ اور ان کے قبیلے کے لوگوں نے ان کو ملامت کی "تم لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بغیر اس کے کہ آسمان سے آپ کے پاس کوئی حکم آئے ان کی منشا کے خلاف باہر جانے پر مجبور کیا ہے۔ فیصلہ انہی پر چھوڑو اور ان کو از سر نو فیصلہ کرنے دو۔" جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے تو آپ اپنے خود پر عمامہ باندھ چکے تھے۔ سینہ بند کے نیچے زرہ زیب تن فرما چکے تھے اور اس پر تلوار لٹکانے کے لیے چمڑے کی پیٹی تک باندھ چکے تھے۔ آپ نے اپنی تلوار تک حمائل فرمالی تھی اور سپر پیٹھ پر ڈال لی تھی۔ بہت سے لوگ اس وقت تک اس طرز عمل پر جو انھوں نے اختیار کیا تھا، نادم ہو چکے تھے اور جوں ہی آپ باہر تشریف لائے انھوں نے کہا "اے اللہ کے رسول ہمارے لیے سزاوار نہیں کہ کسی بھی معاملے میں آپ کی منشا کی خلاف ورزی کریں۔ لہٰذا آپ جو بہتر سمجھیں وہ کریں۔" لیکن آپ نے انھیں جواب دیتے ہوئے فرمایا "کسی نبی کو زیب نہیں دیتا کہ زرہ پوش ہونے کے بعد زرہ اتار دے تاآنکہ اللہ اس کے اور اس کے دشمنوں کے مابین فیصلہ نہ کر دے۔ اس لیے اس کی فکر کرو جو میں نے تم کو حکم دیا ہے اور اس کو کر ڈالو، اور اللہ کا نام لے کر چل پڑو۔ فتح تمھاری ہے اگر تم ثابت قدم رہے۔" بعد ازاں آپ نے تین نیزے طلب فرمائے اور ان پر خود پرچم باندھے۔ اوس کا علم آپ نے اسیدؓ کو دیا، خزرج کا حبابؓ کو جنھوں نے بدر کے کنوؤں کے بارے میں صلاح دی تھی اور مہاجرین کا مصعبؓ

toobaa-elibrary.blogspot.com



کو پھر آپ نے نابینا عبداللہ ابن مکتوم کو اپنی غیر موجودگی میں نماز کے امامت پر مقرر فرمایا۔ بعد ازاں آپ اپنے گھوڑے سکب پر سوار ہوئے، اپنی کمان طلب فرمائی جس کو آپ نے اپنے شانے پر لٹکا لیا۔ اپنے ہاتھ میں ایک نیزہ لیا۔ دوسرا کوئی آدمی سواری پر نہ تھا دونوں سعدؓ آپ کے آگے آگے چل رہے تھے اور دائیں بائیں اور لوگ تھے۔ ان کی مجموعی تعداد ایک ہزار نفر تھی۔

---

## حوالجات، حواشی، تشریحات:

۱ے واقدی: ۲۰۹
۲ے ایضاً: ۱۱ - ۲۱۰
۳ے ایضاً: ۱۳ - ۲۱۲
۴ے ح۔ س
۵ے واقدی: ۲۶۶
۶ے واقدی: ۲۱۴
۷ے بہتا پانی۔ یہ نام اس لیے کہ وہ آسانی اور پھرتی سے مڑ اور چل سکتا تھا۔

toobaa-elibrary.blogspot.com



باب ۔ ۱۵

# اُحد کی جانب کوچ

سورج غروب ہو رہا تھا جب وہ شیخین پہنچے جو مدینہ اور اُحد کے درمیان نصف مسافت پر تھا۔ بلالؓ نے اذان دی، نماز ہوئی۔ اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فوج کا معائنہ کیا۔ یہی موقع تھا جب (مجاہدین کی صفوں میں) آٹھ لڑکوں کی موجودگی آپؐ کی اطلاع میں آئی جو اپنی کم سنی کے باوجود توقع رکھتے تھے کہ لڑائی میں حصہ لیں گے۔ ان میں زیدؓ کے بیٹے اُسامہؓ اور عمرؓ کے بیٹے عبداللہؓ بھی

toobaa-elibrary.blogspot.com



تھے۔ دونوں کی عمر بس تیرہ سال تھی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اور ان کے چھ دوستوں کو حکم دیا کہ فی الفور گھر واپس جائیں۔ لڑکوں نے احتجاج کیا کہ کم سنی کے باوجود وہ لڑائی میں شرکت کی اہلیت رکھتے ہیں اور انصار میں سے ایک شخص نے آپؐ کو یقین دلایا کہ اوس کے حارثہ قبیلے کے ابورافعؓ جن کی عمر پندرہ سال ہے بزرگ تر اصحاب کے مقابلے میں زیادہ اچھے تیر انداز ہیں۔ چنانچہ ابورافعؓ کو اجازت مل گئی کہ رک جائیں۔ اس پر نجدی قبائل میں سے ایک سے تعلق رکھنے والے یتیم سمرہؓ نے جن کی ماں نے رافع کے قبیلے کے ایک شخص سے شادی کر لی تھی، دعویٰ کیا کہ وہ رافع کو کشتی میں زیر کر سکتے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں لڑکوں سے فرمایا، "جو کر سکتے ہو تو کر کے دکھاؤ۔" چنانچہ وہ فوراً ایک دوسرے سے بھڑ گئے۔ سمرہؓ نے اپنا دعویٰ حق بجانب ثابت کر دیا۔ اس لیے ان کو بھی اجازت مل گئی کہ رک جائیں۔ باقی دوسروں کو اُن کے خاندانوں میں واپس بھیج دیا گیا۔

مکے والوں کو توقع تھی کہ مسلمان باہر نکل کر ان کے خلاف صف بستہ ہوں گے۔ اس طرح انھیں اپنی کثرت تعداد اور خاص کر سوار دستے کا زیادہ سے زیادہ فائدہ حاصل کرنے کا موقع ہاتھ آجائے گا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس سے باخبر تھے اس لیے شہر چھوڑ دینے کے فیصلے کے باوجود آپؐ نے طے کر لیا تھا کہ تعداد کے تفاوت کی تلافی ایسی جگہ کے انتخاب کے ذریعہ کریں گے جہاں آپؐ کی فوج بہتر موقف میں ہو اور ساتھ ہی غیر متوقع جگہ ہونے کے سبب دشمن کے منصوبے کو خاک میں ملا دینے والا ہو۔ حصول مقصد کی خاطر آپؐ کو ایک واقف راہ کی حاجت تھی اس لیے آپؐ نے چھان بین کی اور چونکہ آپ کو بنی حارثہ کے علاقے سے گزرنا تھا اس لیے آپؐ نے اس قبیلے کے ایک شخص کی پیش کردہ خدمت قبول کر لی۔ وہ اس علاقے کے جغرافیہ سے بخوبی واقف تھا۔

toobaa-elibrary.blogspot.com



مدینے میں اس شب حنظلہؓ اور جمیلہؓ نے اپنی شادی رچالی اور نیند کے دوران آخری پہر جمیلہؓ نے ایک خواب دیکھا۔ انھوں نے دیکھا کہ ان کے شوہر جنت کے باہر کھڑے ہیں۔ ان کے لیے ایک دروازہ کھلا ہے اور وہ اس میں ہو کر جنت میں داخل ہو گئے۔ ان کے پیچھے دروازہ بند ہو گیا۔ جب وہ بیدار ہوئیں تو انھوں نے اپنے جی میں کہا "یہ شہادت ہے"۔ دونوں نے وضو کیا اور ایک ساتھ نماز پڑھی۔ اس کے بعد حنظلہؓ نے بیوی کو الوداع کہا، لیکن وہ ان سے لپٹ گئیں۔ وہ کسی حال میں بھی انھیں چھوڑنے پر راضی نہ تھی۔ وہ دوبارہ اس کے ساتھ لیٹ رہے۔ پھر انھوں نے اپنے آپ کو اس کی آغوش سے چھڑا لیا۔ اور اتنا بھی نہ رُکے کہ دوبارہ وضو کر لیتے۔ اپنی زرہ پہنی، اپنے ہتھیار لیے اور بہ عجلت گھر سے نکل گئے۔[۳]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدایات جاری فرمائی تھیں کہ فوج صبح سے کچھ پہلے ہی شیخین سے کوچ کے لیے تیار رہے لیکن رات بھر ابن اُبی اپنے کچھ قریب ترین پیروؤں کے ساتھ صلاح و مشورہ کرتا رہا تھا اور جب خیمہ اکھاڑنے کا وقت آیا تو اس نے مدینے کا رخ کیا اس کے ساتھ تین سو منافقین اور مذبذبین بھی لوٹ گئے۔ ان لوگوں کا یہ طرزِ عمل ابن اُبی کے بیٹے عبداللہؓ کے لیے باعث خفت تھا مگر وہ خود فوج کے ساتھ رہے۔ ابن اُبی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بات تک نہ کی اور جب بعض انصار نے اس سلسلے میں اس سے سوال کیا تو اس نے جواب دیا "انھوں نے میری بات نہ مانی اور نوجوانوں اور ایسے لوگوں کی بات مان لی جو کوئی قوت فیصلہ نہیں رکھتے۔ مجھے کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی کہ غلط انتخاب کردہ اس جگہ ہم اپنی جانیں ضائع کریں۔ جابرؓ کے والد ایک دوسرے عبداللہ ان لوگوں کے پیچھے گئے اور پکار کر کہا "میں تمھیں خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ اپنی قوم اور اپنے نبی کا ساتھ اس حال میں نہ چھوڑو کہ دشمن سامنے موجود ہے۔" لیکن ادھر سے بس یہ جواب ملا "اگر ہم جانتے کہ واقعی نبرد آزما ہونا ہے تو ہم

toobaa-elibrary.blogspot.com



تمھارا ساتھ نہ چھوڑتے مگر ہمارا خیال ہے کہ لڑائی ہوگی ہی نہیں۔" انھوں نے جواب دیا، "دشمنانِ خدا" اللہ اپنے نبی کی مدد فرمائے گا ایسے کہ تمھاری کوئی ضرورت ہی نہ ہوگی۔"

تعداد گھٹ کر سات سو ہو جانے کے بعد ایک مختصر مسافت تک فوج دشمن کی سمت بڑھی، بعد ازاں، اب بھی اندھیرے کی آڑ میں وہ اپنی دائیں جانب بڑھے اور آتش فشانی چٹانوں کے ایک راستے کے پار یہاں تک کہ اُحد کے جنوب شرقی تنگ وادی میں پہنچ گئے۔ پھر مڑے اور شمال مغرب کی جانب بڑھے اور وادی کے بالائی حصے میں پہنچ گئے یہاں تک کہ صبح کے دھندلکے میں ان کو مکّی فوج کا پڑاؤ..... اپنے سامنے نظر آیا۔ کسی قدر ان کے بائیں اور کسی قدر ان سے نشیب میں وہ چلتے رہے یہاں تک کہ ٹھیک ٹھیک دشمن اور اُحد کے بیچ میں پہنچ گئے۔ اپنے مطلوب مقام تک پہنچنے کے بعد جہاں زمین کا نشیب کی جانب رخ ان کی موافقت میں تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فوج کو رک جانے کا حکم دیا اور سواری سے اتر پڑے۔ بلالؓ نے فجر کی اذان دی اور لوگوں نے جماعت کے لیے صف بندی کی اس طرح کہ اُحد ان کی پشت پر تھا۔ یہی صف بندی جنگ کے شروع ہو جانے کی صورت میں بھی تھی کیونکہ دشمن اب ان کے اور مکّے کے درمیان تھا۔ نماز کی امامت کرنے کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں یہ کہہ کر حوصلہ دیا "آج تم جس مقام پر کھڑے ہو یہ انعام سے بھی بھرپور ہے اور زر و مال سے بھی ہر اس شخص کے لیے جو اس کا شعور رکھتا ہے کہ اس کو کس صورت حال کا سامنا ہے اور جو اپنے جی جان کو اس مقصد کی خاطر صبر کے ساتھ یقین و اہتمام اور کوشش کے ساتھ تلف کر دیتا ہے۔" آپ اپنا خطبہ ختم فرما چکے تو حنظلہؓ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر سلام کرنے آگے بڑھے۔ وہ ابھی ابھی مدینے سے وارد ہوئے تھے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اب اپنے بہترین تیر اندازوں کا انتخاب کیا۔ ان میں سے

toobaa-elibrary.blogspot.com



دوسروں کے علاوہ زیدؓ کو قبیلۂ زُہرہ کے اپنے رشتہ دار سعدؓ کو اور عثمانؓ ابن مظعون کے بیٹے سائبؓ کو آپؐ نے اپنے ساتھ رکھا لیکن باقی پچاس تیر اندازوں کو ہدایت کی کہ آپؐ کی فوج کے اصل حصے کے کسی قدر بائیں جانب ایک اونچی جگہ پر جم کر کھڑے ہو جائیں۔ قبیلۂ اوس کے عبد اللہؓ ابن جُبیر کو اُن کا سربراہ مقرر فرمایا اور انھیں ہدایت کی "اپنے تیروں سے ان کے سواروں کو ہم سے دور رکھو۔ ہمارے عقب سے ان کو ہم پر حملہ آور نہ ہونے دو۔ جنگ کا سیل رواں ہماری موافقت میں ہو یا ہمارے خلاف اپنی اس جگہ پر جمے رہو۔ اگر دیکھو کہ ہم دشمن کو لوٹ رہے ہیں تو اس میں اپنا حصہ بٹانے کے لیے اپنی جگہ سے نہ ہلو۔ دیکھو کہ ہم قتل کیے جا رہے ہیں، تو بھی ہماری مدد کو نہ پہنچو۔" [۳]

ایک دوسری زرہ زیب تن فرمانے کے بعد آپؐ نے ایک تلوار ہاتھ میں لی اور اس کو فضا میں لہراتے ہوئے فرمایا "کون اس تلوار کو لیتا ہے اس شرط کے ساتھ کہ اس کا حق بھی اس کو دے گا؟" فی الفور عمرؓ تلوار حاصل کرنے کے لیے بڑھے لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے رُخ موڑ لیا اور فرمایا "کون لے گا اس تلوار کو، اس کے حق کے ساتھ؟" زبیرؓ نے کہا "وہ لیں گے اس کو۔" لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر رُخ بدل لیا۔ "اے اللہ کے رسولؐ، اس کا حق کیا ہے؟" ابو دُجانہؓ نے سوال کیا۔ ابو دُجانہؓ کا تعلق قبیلۂ خزرج سے تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اس کا حق یہ ہے کہ تم اس سے دشمن پر وار کرتے رہو گے تا آنکہ اس کا کھیل مڑ جائے۔" انھوں نے عرض کیا "میں اس کو لوں گا اس کے حق کے ساتھ۔" نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تلوار ان کو دے دی۔ وہ ایک بہادر انسان تھے جو جنگ آزما ہونے میں شان محسوس کرتا ہو۔ ان کا سرخ عمامہ خاصی شہرت رکھتا تھا اور قبیلۂ خزرج کے لوگ اس کو "دستارِ مرگ" کہتے تھے۔ جب وہ اس کو باندھ لیتے تھے جیسا کہ اب

toobaa-elibrary.blogspot.com


انھوں نے خود کے گرد اس کو لپیٹ کر کیا، تو لوگ جان لیتے تھے کہ اب یہ دشمن کے کشتوں کے پشتے[۳] لگا دیں گے اور حسب انداز تفاخر کے ساتھ وہ صفوں میں گزر رہے تھے اس کو دیکھ کر کسی کو شبہ نہ ہو سکتا تھا کہ اب فی الواقع ان کا پختہ ارادہ دشمن کو قتل کرنے کا ہے۔ ان کو دیکھ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "یہ وہ رفتار ہے جسے اللہ ناپسند کرتا ہے سوا ایسے مقام اور موقع کے جیسا کہ یہ ہے۔"[۴]

---

## حوالجات، حواشی، تشریحات:

[۱] واقدی: ۲۷۳

[۲] ایضاً: ۲۲۱

[۳] ابن اسحٰق: ۵۶۰

[۴] ایضاً: ۵۶۱

toobaa-elibrary.blogspot.com



## باب - ۵۲

# غزوۂ اُحد

آفتاب بلند ہو چکا تھا قریش نے صفیں قائم کر لی تھیں۔ ایک سو گھوڑ سوار فوج کے دونوں بازوؤں پر۔ میمنہ کی کمان خالد ابن ولید کے پاس، میسرہ کی عکرمہ بن ابوجہل کے۔ اب طلب سے ابوسفیان نے پیش قدمی کا حکم دیا۔ عبد الدار کا طلحہ قریش کا علم لیے چل رہا تھا۔ اس کے جلو میں طلحہ کے دو بھائی اور چار بیٹے تھے۔ ہر ایک تیار تھا کہ ضرورت آپڑے تو اپنی باری لے لے اور اس کے بھائیوں

toobaa-elibrary.blogspot.com



نے عزم کر رکھا تھا کہ اپنے قبیلے کو اس رن سربلند کریں گے۔ بدر کی لڑائی میں ان کے دو علم برداروں نے بڑی ذلت کے ساتھ اپنے آپ کو حوالہ کر دیا تھا اور احد کے راستے میں ابوسفیان انھیں اس کی یاد دہانی کرانے سے باز نہ آیا تھا۔ مصعبؓ نے جہاں وہ نبیؐ کے آگے مہاجرین کا علم لیے کھڑے تھے وہیں سے اپنے ہم قبیلہ کو پہچان لیا۔

جوں ہی دونوں متخاصم فوجیں ایک دوسرے کی حدودِ سماعت میں پہنچیں ابوسفیان اپنی پیش قدمی روک کر علم کے قدرے آگے آیا۔ اس نے کہا "اہل اوس وخزرج تم میدان چھوڑ دو اور میرے رشتہ دار کو میرے حوالے کر دو، تب ہم تمھارے یہاں سے چلے جائیں گے کیونکہ تم سے لڑنے کی ہمارے نزدیک کوئی وجہ نہیں۔"

لیکن انصار نے اس کو گالیوں کی ایک کڑک دار صدا سے جواب دیا۔ پھر مکی صف سے ایک اور آدمی آگے آیا۔ حنظلہ کو اسے دیکھ کر دکھ ہوا کیونکہ یہ ان کا باپ تھا۔ اب وہ کھل کر سامنے آیا۔ اس نے کہا "قبیلہ اوس کے لوگو میں ابوعامر ہوں۔" اس کو یقین نہیں آسکتا تھا کہ اس کا اثر جو کسی زمانے میں خاصا تھا معدوم ہو کر رہ گیا ہے۔ اس نے قریش کو یقین دلایا تھا کہ جوں ہی اس کی موجودگی کی اطلاع ہوگی اس کے قبیلے کے بہت سے لوگ اس کی طرف آ کھڑے ہوں گے۔ بجائے اس کے اس کا استقبال بددعاؤں ہی سے نہیں پتھروں سے ہوا جس کے سبب وہ سراسیمگی اور مایوسی کی حالت میں پیچھے ہٹ گیا۔

مکی فوج کو پھر آگے بڑھنے کا حکم دیا گیا۔ اگلی صفوں سے قریب ہی عورتیں تھیں جو ہند کی سرکردگی میں اپنے طنبورے اور ڈھول پیٹتی ہوئی آگے بڑھ رہی تھیں۔ وہ گا رہی تھیں:

اے عبدالدار کی اولاد

آگے بڑھو لیکن عقب کی نگرانی کرتے رہو

toobaa-elibrary.blogspot.com



وار کرو ہر تیغ جوہر دار سے
وار کرو رہ

جب عورتوں نے دیکھا کہ وہ دشمن سے قریب ہونے کی حد تک پہنچ چکی ہیں تو وہ ڈھول بجا بجا کر مردوں کو آگے بڑھنے کا موقع دینے کے لیے وقت گزاری کرنے لگیں۔ ہند نے وہ نغمہ گانا شروع کیا جو ایک دوسری ہند نے قدیم جنگوں میں سے ایک میں گایا تھا۔

آگے بڑھو ہم تم سے ہم آغوش ہوں گے
اور نرم قالین بچھائیں گے
لیکن تم نے پیٹھ موڑی تو ہم تم کو چھوڑ دیں گے
چھوڑ دیں گے اور تم سے محبت نہ کریں گے

جب دونوں فوجیں تقریباً آملیں تو نبیؐ کے تیر اندازوں نے خالد کے سوار دستے پر تیروں کی ایک بوچھاڑ کر دی اور گھوڑوں کی ہنہناہٹ نے عورتوں کی آوازوں اور ان کے ڈھول کی صدا کو دبا دیا۔ مکے کے قلب فوج سے طلحہ آگے آیا اور اس نے زور سے آواز دی کہ ایک آدمی تنہا نبرد آزمائی کے لیے اس کے مقابلے میں آئے۔ علیؓ صف سے باہر نکلے کہ اس کا سامنا کریں اور بالآخر ایک وار ایسا کیا کہ وہ زمین پر گر پڑا اور تلوار نے اس کے خود سے گزر کر اس کی کھوپڑی کے ٹکڑے کر دیئے۔ نبیؐ نے فی الفور جان لیا کہ فوجی دستے کا سپہ سالار وہ مینڈھا ہے جس کو آپؐ کے لیے خواب میں زیر کیا گیا تھا ــــ اور بلند آواز میں آپؐ نے اللہ کی حمد کرتے ہوئے فرمایا "اللہ اکبر" اور آپؐ کی تکبیر دشمن کی تمام صفوں میں گونج اٹھی لیکن مینڈھا محض ایک ہدف کی علامت نہ تھا اس لیے کہ اب طلحہ کے بھائی نے اس کا علم اٹھا لیا۔ اس کو حمزہؓ نے کاٹ کر

toobaa-elibrary.blogspot.com



گرا دیا۔ پس ازاں زہرہ کے سعدؓ نے طلحہ کے دوسرے بھائی کی گردن میں ایک تیر اتار دیا۔ اور اس کے چار بیٹوں کو یکے بعد دیگرے علیؓ، زبیرؓ اور اوس کے عاصمؓ ابن ثابت نے قتل کر دیا۔ ان میں سے دو عالم نزع میں ان کی ماں سُلافہ کے پاس لے جائے گئے جو اب فوج کے عقب میں تھی اور جب اس کو بتایا گیا کہ کس نے ان کو مہلک زخم لگایا ہے تو اس نے قسم کھائی کہ ایک دن وہ عاصمؓ کی کھوپڑی میں شراب پیے گی۔

پچھلے دن کسی عورت کو اجازت نہیں ملی تھی کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ نکلے لیکن خزرج کی ایک خاتون نُسَیبہؓ کا خیال تھا کہ باوجود اس حکم کے اب بھی ان کی جگہ فوج کے ساتھ ہے۔ ان کے شوہر غزیہؓ اور دو بیٹے وہاں تھے لیکن ان کے میدانِ جنگ میں وارد ہونے کی یہ وجہ نہ تھی دوسری عورتیں بھی تھیں جن کے شوہر اور بیٹے فوج میں تھے اور وہ قانع تھیں کہ گھر پر ٹھہری رہیں لیکن نُسَیبہؓ ان دو عورتوں میں سے ایک تھیں جو مدینے کے ستر افراد کے ساتھ عقبۂ ثانیہ میں گئی تھیں۔ یہ بات ان کو اپنی فطرت سے مطابقت رکھتی معلوم نہیں ہو رہی تھی کہ وہ پیچھے رہ جائیں۔ اس لیے وہ صبح سویرے اٹھیں اور ایک مشک کو پانی سے بھر کر میدانِ جنگ کی جانب چل دیں۔ جہاں ان کا خیال تھا کہ کم از کم وہ زخمیوں کی دیکھ بھال کر سکیں گی اور پیاسوں کو پانی پلا سکیں گی۔ ساتھ ہی انھوں نے اپنے ساتھ ایک تلوار ایک کمان اور تیروں کا ایک ترکش لے لیا تھا۔ راستہ پوچھتے ہوئے جس کو فوج نے اختیار کیا تھا بغیر کسی زحمت کے وہ پہنچ گئیں۔ جنگ شروع ہوئے ابھی زیادہ وقت نہ گزرا تھا کہ وہ اس جگہ پہنچ گئیں جو پہاڑ کی جڑ میں تھی جہاں نسبتاً بلند تر ایک مقام پر نبیؐ ابوبکرؓ، عمرؓ اور اپنے قریب ترین اصحاب کے ساتھ جم کر کھڑے تھے انسؓ کی والدہ اُم سُلیمؓ کا بھی وہی خیال تھا۔ چنانچہ نُسَیبہؓ کو آئے زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ اپنی مشک لیے وہ بھی آ پہنچیں۔ صفوں کے پیچھے جو جماعت تھی اس

toobaa-elibrary.blogspot.com



میں مُزَینہ کے دو اشخاص آ ملے۔ یہ نخلستان کے مغرب میں آباد بدوی قبائل میں سے ایک تھا۔ یہ دونوں تازہ تازہ مسلمان ہوئے تھے۔ انھیں مکی حملے کی اطلاع نہ تھی اس لیے وہ اُس صبح مدینہ گئے تھے۔ وہاں پہنچے تو دیکھا کہ آدھے سے زیادہ شہر خالی پڑا ہے۔ جب انہیں اس کا سبب معلوم ہوا تو وہ فی الفور اُحد کے لیے روانہ ہو گئے۔ انھوں نے نبیؐ کو سلام کیا، اپنی تلوار نیام سے باہر کی اور جنگ میں کود پڑے۔

ابو دُجانہؓ اپنے سرخ عمامے کے شایانِ شان ثابت ہوئے۔ زبیرؓ نے بعد میں اعتراف کیا "مجھے اس وقت جی ہی جی میں اذیت ہوئی تھی جب میں نے رسولؐ سے تلوار مانگی تھی اور آپ نے اس کو مجھ سے روک رکھا تھا اور ابو دُجانہ کو دے دیا تھا اور میں نے اپنے دل میں کہا تھا میں ان کے باپ کی بہن صفیہ کا بیٹا ہوں میں قریش کا ہوں اور دوسرے آدمی سے پہلے میں نے اس کا مطالبہ کیا پھر بھی انھوں نے وہ تلوار ابو دُجانہؓ کو دے دی۔ اور مجھے ایک طرف کر دیا۔ خدا کی قسم میں جا کر دیکھوں گا ابو دجانہ کیا کر دکھاتے ہیں۔ چنانچہ میں ان کے پیچھے گیا۔" پھر انھوں نے بتایا کہ کس طرح ابو دُجانہؓ نے ہر اس شخص کا کام تمام کر دیا جو ان کے مقابل آیا۔ ایسی آسانی سے جیسے وہ فصل کاٹنے والے ہوں اور ان کی تلوار ایک ہنسیا ہو۔ انھوں نے بتایا اس مشاہدے کے بعد کس طرح وہ نبیؐ کے فیصلے پر مطمئن ہو گئے تھے اور انھوں نے اپنے آپ سے کہا تھا "خدا اور اس کا رسولؐ بہتر جانتا ہے۔"

ہند بارعب چہرے بُشرے اور بھاری بھرکم جسم کی ایک عورت اب بھی مردوں کے بیچ موجود تھی۔ انھیں لڑائی کے لیے جوش دلا رہی تھی۔ وہ ابو دُجانہؓ کے ہاتھوں کاٹ کر گرا دیے جانے سے بال بال بچ گئی۔ انھوں نے سمجھا کہ وہ مرد ہے۔ ان کی تلوار اس کے سر تک بلند ہو چکی تھی کہ وہ چیخ پڑی اور اس حقیقت کے منکشف ہو جانے پر کہ وہ عورت ہے انھوں نے حملے کا رُخ ان مردوں کی جانب کر دیا جو اس

toobaa-elibrary.blogspot.com



کے بازو میں تھے اب وہ دوسری ماؤں اور بیویوں سے جا ملی جو عقب میں تھیں جہاں غلاموں کو تعینات کر دیا گیا تھا کہ کیمپ کی نگرانی کریں اور جب وہ پیچھے ہٹ رہی تھی وحشی ـــــ باشندۂ حبش ـــــ آگے بڑھ رہا تھا۔ میدان میں جو دوسرے لوگ تھے اس کی نگاہ ان میں سے صرف ایک شخص پر تھی اور ان کے برعکس اس کا خون ٹھنڈا تھا۔ حمزہؓ کو پہچاننے میں غلطی کا سوال ہی نہ تھا۔ ان کے طاقت ور قد و قامت کے باعث ان کے طرزِ رزم آرائی اور ان کے شترمرغ کے پَر کے سبب ان کی شخصیت میدان جنگ میں نمایاں تھی۔ وحشی نے فاصلے سے ان کو دیکھا اور معرکہ کارزار کے کنارے کنارے چلتے ہوئے وہ ایک ایسی جگہ پہنچ گیا جو نسبتاً محفوظ تھی اور ساتھ ہی کافی قریب بھی کہ کوئی حربہ پھینک کر وار کر سکے۔ حمزہؓ اب عبدالدار کے آخری علم بردار کے مقابل تھے اور جوں ہی انھوں نے حملہ کرنے کے لیے تلوار فضا میں بلند کی ایک لمحے کے لیے ان کی زرہ میں ایک ذرا سی دراز سامنے آگئی۔ وحشی نے جھٹ جان لیا کہ اب موقع ہے۔ سیدھ لیتے ہوئے اس نے ٹھیک نشانے پر نیزہ رسید کر دیا۔ حمزہؓ چند قدم آگے لڑکھڑائے وہ اپنے مقابل کو قتل کر چکے تھے اور زمین پر گر کر موت کی آغوش میں جا پہنچے۔ وحشی اتنی دیر ٹھہرا رہا کہ ان کے جسم نے تڑپنا بند کر دیا پھر جا کر اس نے اپنا نیزہ ان کے جسم سے نکال لیا اور بڑی تیزی سے کیمپ میں واپس چلا گیا۔ اس نے کہا "میں جس کام کے لیے آیا تھا۔ وہ میں نے کر دکھایا پس اپنی آزادی کے لیے میں نے اُن کو قتل کر دیا۔"

حمزہؓ کی موت نے اس احساسِ شکست میں کوئی فرق نہ پیدا کیا جو پوری مکی فوج میں پھیلنے لگا تھا۔ ایک دوسرے حبشی نے جو قتل شدہ سات علم برداروں یا ان کے خاندان کا غلام تھا۔ جھنڈا خود اپنے ہاتھ میں لے لیا لیکن وہ بھی جلد قتل ہو گیا اور تھوڑی دیر تک زمین پر پڑا رہا کوئی اس کی جانب متوجہ نہ ہوا۔ ہر چند

toobaa-elibrary.blogspot.com



کہ حمزہؓ کا شتر مرغ کا پر نظر نہیں آ رہا تھا ابو دجانہؓ، زبیرؓ اور دوسرے مہاجر و انصار ایسے لڑ رہے تھے جیسے وہ مسلمانوں کے نعرۂ جنگ کی تجسیم ہوں "اَمِتْ اَمِتْ" جس کے معنی ہیں "مارو مارو"۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کوئی ان کی مزاحمت نہیں کر سکتا۔ علیؓ کا سفید پر، ابو دجانہؓ کا سرخ عمامہ، زبیرؓ کا شوخ زرد عمامہ اور حبابؓ کا سبز عمامہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ فتح و ظفر کے پرچم ہیں جو اپنی پشت پر معرکہ آرا مجاہدوں کو تقویت اور حوصلہ بخش رہے ہوں۔ ابو سفیان حنظلہؓ کی تلوار سے بال بال بچا۔ حنظلہؓ قلب کے قریب شہامت و شجاعت کے جوہر دکھا رہے تھے، اور قریب تھا کہ وہ اس کو کاٹ کر گرا دیں کہ قبیلہ لیث کا ایک شخص پہلو سے دونوں کے بیچ میں آ گیا اور اس نے حنظلہؓ کے جسم میں نیزہ اتار کر انھیں زمین پر گرا دیا پھر دوسری بار نیزے سے وار کر کے اس نے انھیں حتمی طور پر شہید کر دیا۔

لڑائی بتدریج ڈھلوان پر اس مقام سے دور پہنچ گئی تھی جہاں نبیؐ تھے۔ جیسے جیسے مکی لوگ اپنے پڑاؤ کی جانب ڈھکیلے جا رہے تھے آپؐ کو تفصیل سے اندازہ نہیں ہو رہا تھا کہ کیا ہو رہا ہے۔ حالانکہ آپؐ اتنا تو بہرحال دیکھ ہی سکتے تھے کہ آپؐ کے آدمی اس دن کی لڑائی جیت رہے ہیں۔ تاہم اب آپؐ کی توجہ میدان جنگ سے ہٹ کر اوپر کی طرف ہو گئی۔ جیسے پرندے اڑ رہے ہوں اور کوئی ان کو محوِ پرواز دیکھ رہا ہو۔ ایک لمحے کے بعد آپؐ نے ان لوگوں سے جو آپؐ کے پہلو میں تھے فرمایا: "تمھارا ساتھی" آپؐ کی مراد حنظلہؓ سے تھی ــــ "فرشتے ان کو غسل دے رہے ہیں۔" بعد میں آپؐ نے جمیلہؓ سے فرمایا جیسے وہ وضاحت کی خواہش مند ہوں۔ "میں نے دیکھا کہ آسمان و زمین کے درمیان فرشتے حنظلہؓ کو غسل دے رہے ہیں بادلوں کے پانی سے نقرئی ظروف میں۔" پھر جمیلہؓ نے اپنا خواب بیان کیا اور یہ کہ کس طرح اس ڈر سے کہ جہاد کی شرکت میں دیر نہ ہو جائے انھوں نے غسل نہ کیا تھا جو عام

toobaa-elibrary.blogspot.com



حالات میں وہ کرتے۔

مسلمانوں کی پیش قدمی جاری رہی تاآنکہ ایک وقت ایسا آیا کہ دشمن کی صفیں بالکل تتر بتر ہو گئیں اس طرح ان کے کیمپ کا راستہ سامنے کھلا ہو گیا اور باڑھ آ گئی۔ آگے چل کر لوٹ میں مشغول ہو جانے والوں نے اُدھر رُخ کیا۔

دوسری جانب پچاس تیر انداز نبیؐ سے قدرے بائیں جانب تھے۔ آپؐ اور ان کے بیچ میدان تک زمین ڈھلوان ہوتی گئی تھی اور سر بلند ہوئی تھی۔ موقع کی بہتر جگہ تک — جہاں آپؐ نے ان کو متعین کیا تھا — وہ وہاں سے پہلی صف کو دیکھ سکتے تھے۔ ان میں سے بیشتر کے لیے اپنے ساتھیوں کو دیکھنا کہ وہ دشمن کے مال غنیمت سے — جیسا کہ وہ سمجھتے تھے — دولت مند بنتے ہی جا رہے ہیں، ضبط سے باہر تھا۔ ان کے کمان دار عبداللہؓ ابن جبیر کی کوشش رائگاں گئی۔ ہر چند کہ انھوں نے نبیؐ کا حکم یاد دلایا کہ کسی حال میں بھی اپنی جگہ نہ چھوڑیں۔ لوگوں نے جواب دیا کہ نبیؐ کا یہ مطلب نہ تھا کہ ہم ہمیشہ کے لیے اسی جگہ ٹھہرے رہیں۔ انھوں نے کہا لڑائی اب ختم ہو چکی ہے اور کفار کھدیڑ دیے گئے۔ ان میں سے تقریباً چالیس افراد تیزی کے ساتھ ڈھلوان سے اتر کر کیمپ کی جانب چل دیے۔ عبداللہؓ کے ساتھ ایک مخلص لیکن مہلک حد تک قلیل التعداد تیر اندازوں کا حلقہ رہ گیا۔

ابھی تک مکے کا سوار دستہ کوئی کام نہ آیا تھا قلب میں دونوں فوجیں اس طرح گتھی تھیں کہ سوار دستہ اگر حملہ آور ہوتا تو دشمن کے ساتھ خود ان کے آدمی بھی خطرے میں پڑتے اور وہ مسلم فوج کے عقب میں وسیع و عریض قطعۂ زمین پر بغیر اپنے آپ کو تیر اندازوں کے تیروں کا نشانہ بنائے نہ پہنچ سکتے تھے لیکن اب جو صورتِ حال رونما ہو چکی تھی خالد نے اس کو بھانپ لیا۔ اور یہ اندازہ کر کے کہ وہ لمحہ آ گیا ہے کہ اب اس کو حرکت میں آ جانا چاہیے وہ اپنے سوار دستے کو دوڑا کر

toobaa-elibrary.blogspot.com



بڑی تیزی سے وہاں لے گیا جہاں تیر انداز متعین تھے۔ عبداللہؓ اور ان کے آدمیوں نے عبث کوشش کی کہ اپنے تیروں پر انھیں لے لیں پھر انھوں نے اس تدبیر کو کارگر نہ پاکر اپنی کمانیں پھینک دیں اور تلوار اور نیزے سے آخر دم تک لڑتے رہے۔

ان دس با اخلاص اشخاص میں سے ایک بھی زندہ نہ بچا اور چکر کاٹ کر خالد اپنے آدمیوں کو مسلمانوں کی فوج کے بڑے حصے کے عقب میں لے گیا۔ عکرمہ نے اس کی تقلید کی اور مکی گھوڑ سواروں نے مسلمانوں کی غیر محفوظ صفوں میں تباہی مچا دی۔ حضرت علیؓ اور ان کے ساتھی اب اس نئے خطرے کا سامنا کرنے کے لیے مڑے۔ ساتھ ہی کچھ کفار جو کھدیڑ دیے گئے تھے لوٹ پڑے اور معرکہ آرا ہو گئے۔ لڑائی کا پانسہ یکبارگی پلٹ گیا تھا۔ قریش کا نعرہ جنگ عزیٰ کی جے۔ ہبل کی جے' پھر سارے میدان میں گونجنے لگا۔ عقب میں بہت سے مسلمان جو گھوڑ سواروں کے ہاتھوں قتل سے بچ گئے تھے، ہمت ہار بیٹھے اور پہاڑوں کی طرف بھاگ نکلے جہاں وہ جانتے تھے کہ انھیں پناہ مل جائے گی۔ نبیؐ نے انھیں واپس پکارا لیکن آپؐ کی پکار کے لیے ان کے کان بہرے ہو چکے تھے۔ ان کے دماغ میں سوا بھاگنے کے کسی خیال کی گنجائش نہ تھی تاہم مسلمانوں کی اکثریت معرکہ آرا رہی۔ اس نے جنگ جاری رکھی لیکن وہ ابتدائی ولولہ ختم ہو چکا تھا اور تعداد کا وزن ان کے خلاف جا رہا تھا۔ وہ قدم بہ قدم پیچھے ڈھکیلے جا رہے تھے اور اب پوری لڑائی نبیؐ کی سمت اُحُد کی جانب بڑھ رہی تھی۔

آپؐ اور آپؐ کے ساتھی بشمول دو عورتوں کے دشمن پر تیروں کی بوچھار پر بوچھار کر رہے تھے اور ان کی جماعت میں اضافہ اُن دوسروں کے ذریعہ قلب فوج میں سے ہوا جن کی سب سے بڑی فکر جب لڑائی کا رنگ ان کے خلاف ہو گیا نبیؐ کی حفاظت تھی۔ ان میں پہلے شامل ہو جانے والوں میں وہبؓ اور حارثؓ مُزَینَہ کے دو آدمی تھے۔ سواروں کا ایک مختصر دستہ بائیں جانب سے چلا۔ نبیؐ

toobaa-elibrary.blogspot.com



نے سوال کیا "ہے کوئی اس دستے سے نبرد آزما ہونے کے لیے؟" وہبؓ نے بلا تامل جواب دیا "میں ہوں اللہ کے رسولؐ،" اور ان کے تیر ایسی رفتار اور مہارت سے ان پر برسے جیسے پوری ایک جماعت کی جانب سے برسائے جا رہے ہوں اور وہ پیچھے ہٹ گئے۔ نبیؐ نے دریافت کیا جب گھوڑ سواروں کی ایک دوسری جماعت نے ان کا رُخ کیا۔ "کون ہے اس جماعت کے لیے؟" "میں ہوں، وہبؓ اے اللہ کے رسولؐ!" وہبؓ نے کہا اور پھر وہ لڑے ایسے جیسے وہ ایک فرد نہ ہوں ایک پوری جماعت ہوں اور پھر وہ پیچھے ہٹ گئے۔ دشمن کی صفوں میں سے ایک تیسری جماعت نمودار ہوئی اور نبیؐ نے پھر دریافت کیا۔ کون اس کا مقابلہ کرے گا۔ پھر وہبؓ نے کہا "میں کروں گا۔" نبیؐ نے فرمایا "اٹھو اور خوش ہو جاؤ کہ جنت تمھاری ہے۔" وہبؓ جھومتے ہوئے اُٹھے یہ کہتے ہوئے ــــ انھوں نے اپنی تلوار میان سے باہر کی "خدا کی قسم نہ میں پناہ دیتا ہوں نہ پناہ مانگتا ہوں۔" پھر وہ ان کے بیچ کود پڑے اور مارتے کاٹتے دوسری جانب نکل گئے۔ اس اثنا میں نبیؐ اور آپؐ کے اصحاب تیر اندازی ترک کر کے پسندیدگی اور حیرت کے ساتھ بغیر پلک جھپکائے ان کی شجاعت اور مہارت کا منظر دیکھتے رہے۔ نبیؐ نے فرمایا "اے اللہ ان پر رحم فرما!" اب وہبؓ دوبارہ صفوں میں گھس گئے تھے اور معرکہ آرا تھے یہاں تک کہ دشمنوں نے چاروں طرف سے ان کو گھیر لیا اور شہید کر دیا۔ بعد میں ان کی لاش اس حال میں پائی گئی کہ اس پر ان زخموں کے علاوہ جو تلوار سے پہنچے تھے نیزوں کے بیس زخم تھے جن میں سے کوئی ایک بھی کاری ہو سکتا تھا۔ کوئی بھی شخص جس نے ان کو لڑتے دیکھا تھا اس منظر کو کبھی فراموش نہ کر سکا۔ عمرؓ بعد کے برسوں میں کہا کرتے تھے "تمام اموات میں وہ موت جو میں مرنا انتہائی پسند کرتا مزنی کی موت تھی۔" اور زہرہ کے سعدؓ کا دس سال بعد بھی کہنا تھا کہ اب بھی نبیؐ کی آواز

toobaa-elibrary.blogspot.com



ان کے کان میں گونج رہی ہے کہ آپ ﷺ جو جنت کی بشارت دے رہے ہیں۔

معرکہ آرائی کا اصل ہنگامہ آہستہ آہستہ قریب تر آتا گیا تھا۔ جیسے جیسے مسلمان ڈھلوان کی بلندی کی طرف دھکیلے گئے، دونوں فوجوں کے نعرۂ جنگ کے علاوہ انفرادی چیخ و پکار بھی سنائی دے رہی تھی۔ انفرادی مبارز طلبی یا تیر جو چلائے گئے، یا وار جو کیے گئے، ان کے متعلق تعلی آمیز کلمات فضا میں گونج رہے تھے۔ مثلاً "یہ لوگ اور میں فلاں اور فلاں کا بیٹا ہوں"۔ ابو دجانہؓ نے اپنے آپ کو ابن خراشہ کہہ کر للکارا۔ ابن خراشہ ان کا دادا تھا۔ یہ شاذونادر تھا کہ مدعی کی شناخت غیر یقینی رہ جائے۔ انصار میں سے ایک نے کہا: "لو میں انصاری لڑکا ہوں"۔ خود نبیؐ نے کم از کم ایک بار فرمایا "میں ابن العواتک ہوں" جس کا مطلب ہے میں عاتکاؤں کا بیٹا ہوں۔ یہ اشارہ ہے اس نام کی آپ کی گزری ہوئی جدات کی جانب لیکن اب ایک ایسی مبارز طلبی آئی جس کی شناخت میں خطا کا امکان ہی نہ تھا۔ صف میں سے ایک تنہا گھوڑ سوار آگے آیا اور اس نے کہا "کون آئے گا نکل کر میرے مقابل، میں عتیق کا بیٹا ہوں"۔ یہ عبدالکعبہ تھا۔ عائشہؓ کا حقیقی بھائی اور خاندان کا واحد فرد، جو داخل اسلام نہ ہوا تھا۔ ابوبکرؓ نے کمان پھینک دی اور تلوار کھینچ لی۔ وہ جا کر حملہ آور ہوتے لیکن نبیؐ کہیں زیادہ تیزی سے ان پر سبقت لے گئے۔ آپ نے فرمایا "اپنی تلوار نیام میں رکھو اور اپنی جگہ واپس جاؤ۔ ہمیں اپنی معیت کا فائدہ پہنچاؤ"۔

مسلمانوں کے عقب سے ایک اور سوار دستہ صفوں کو چیرتا ہوا عبدالکعبہ کے سامنے ـــ جواب پیچھے ہٹ گیا تھا ـــ آگے بڑھا۔ نبیؐ نے فرمایا "تم میں سے کون ہے جو ہمارے لیے اپنی جان کی بازی لگائے گا؟" اور انصار میں سے پانچ نے تلوار نیام سے نکال لی۔ دشمن پر ٹوٹ پڑے اور لڑتے رہے۔۔ یہاں تک کہ سوائے ایک کے سب شہید ہو گئے۔ وہ اب مہلک طور پر زخمی ہو گئے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com



تھے لیکن ان کی جگہ لینے کے لیے مدد قریب ہی موجود تھی۔ کیونکہ علیؓ، زبیرؓ، طلحہؓ، ابو دجانہؓ اور دوسرے جو معرکے میں آگے آگے تھے لڑتے بھڑتے دشمن کی صفوں سے گزرتے واپس آگئے تھے اور اب وہ نبیؐ کے پہلو میں پہنچ چکے تھے لیکن اس سے پہلے نہیں کہ دشمن کی جانب سے ایک نکیلا پتھر دہن مبارک کو آ لگا تھا جس سے آپؐ کے نچلے ہونٹ میں گہرا زخم لگا اور ایک دندان مبارک شکستہ ہوگیا۔ آپؐ کے چہرے سے خون بہہ نکلا لیکن اس کو روکنے کے لیے جو کچھ کیا جاسکتا تھا ضبط و تحمل کے ساتھ آپؐ نے وہ کیا۔ آپؐ نے علیؓ اور دوسروں کو اطمینان دلایا کہ آپؐ شدید طور پر زخمی نہیں ہوئے ہیں اور وہ معرکۂ کارزار میں پھر واپس ہوگئے سوائے طلحہؓ کے جو خون نکل جانے کے سبب حد سے زیادہ کمزور ہوگئے تھے۔ نبیؐ نے ابوبکرؓ سے کہا "اپنے رشتہ دار کی خبر لو" لیکن طلحہؓ کو تقریباً جلد ہی ہوش آگیا۔ اس دوران زہرہ کے سعدؓ اور خزرج کے حارثؓ ابن الصمہ ان کی جگہ لڑنے کے لیے نکلے اور تازہ کمک کے ساتھ دشمن پر ایسا زبردست حملہ کیا کہ ان کی صفیں تھوڑی دیر کے لیے پانچ انصاریوں کے دستے سے جواب بھی جان کی بازی لگا رہے تھے پیچھے دور ہٹ گئیں۔ نبیؐ نے ان کی جانب دیکھا اور ان کے لیے برکت کی دعا فرمائی اور ان میں سے ایک نے جن میں ابھی جان باقی تھی آپؐ تک پہنچنے کے لیے راستہ بنانے کی کوشش شروع کر دی۔ آپؐ نے دو آدمیوں کو بھیجا کہ ان کو اٹھا لائیں اور مرنے والے آدمی کے لیے تکیے کی حیثیت سے آپؐ نے اپنا پیر آگے بڑھا دیا جس کو آپؐ نے جنبش نہ ہونے دی۔ یہاں تک کہ وہ صاحب اس طرح جاں بحق ہوگئے کہ ان کے رخسار آپؐ کے قدموں پر تھے۔

جان ہی دے دی جگر نے آج پائے یار پر
عمر بھر کی بے قراری کو قرار آ ہی گیا

نبیؐ نے فرمایا "جان لو کہ جنت تلواروں کے سائے میں ہے۔" اور بعد کے

toobaa-elibrary.blogspot.com



برسوں میں آپؐ اس خاص وقت اور مقام کی حیرت انگیز بابرکتی پر پیچھے مڑ کر نگاہ ڈالتے تو پکار اٹھتے ہ کاش میں اپنے پہاڑ کی تلی کے ساتھیوں کے ساتھ ہی چھوڑ دیا جاتا۔
دشمن نے بتدریج کھویا ہوا میدان دوبارہ حاصل کرنا شروع کر دیا۔ چھوٹی سی جماعت نے جو نبیؐ کے گرد حلقہ بنائے ہوئے تھی دیکھا کہ تیروں کا ذخیرہ تیزی سے ختم ہو رہا ہے۔ تیر باری کا وقت تیزی کے ساتھ ہاتھ سے نکلتا جا رہا ہے۔ تو انہوں نے کمانیں اور ترکش پھینک دیئے اور تلواریں سنبھال لیں کیونکہ معلوم ہو رہا تھا کہ اگر دشمن بڑھتا رہا تو ایک آخری دست بدست لڑائی کے لیے جس میں ایک مسلمان کے مقابل چار کافر ہوں گے۔ تلوار کو بے نیام ہونا ہی پڑے گا۔ یکبارگی ایک اکیلا سوار پہلو سے نکلا اور سیدھے اس جگہ کا رخ کیا جہاں نبیؐ کھڑے تھے اس نے چیخ کر سوال کیا۔ کہاں ہیں محمدؐ، میں زندہ سلامت نہ رہوں، اگر وہ زندہ سلامت رہ جائیں؟ یہ ابن قمیئہ تھا۔ ترکش کے مضافاتی قبائل کا ایک شخص جو پہلے ہی مسلمانوں کا کافی کشت و خون کر چکا تھا۔ اس نے آپؐ کے گرد حلقہ زن اہل ایمان کی جماعت پر بعجلت نگاہ دوڑائی اور اس نے اپنے ہدف کی شناخت کر لی۔ وہ اپنے گھوڑے کو مہمیز کر کے آگے بڑھا اور اس نے تلوار کا ایک ایسا وار کیا کہ اس کو یقین تھا کہ کوئی خود اس سے بچاؤ نہ کر سکے گا لیکن طلحہؓ نے جو نبیؐ کے برابر کھڑے تھے اپنے آپ کو تلوار کے رخ پر ڈال دیا اور کسی طرح اپنے ایک ہاتھ کی انگلیوں کی قیمت پر جنھیں بعد میں وہ زندگی بھر استعمال نہ کر سکے، اتنا کر سکے کہ وار کا زور قدرے گھٹ اور بٹ گیا۔ تلوار کا پھل نبیؐ کے خود کی چوٹی سے بس بال بھر خطا کر گیا اور اس کے پہلو کو چھوتا آپؐ کی کنپٹیوں میں خراش ڈالتا اور خود کے دو حلقوں کو آپؐ کے رخسار میں دھنساتا چلا گیا اور بالآخر زور تو ختم ہو چکا تھا پھر بھی دوہری زرہوں سے ڈھکے ہوئے آپؐ کے شانوں سے تلوار جا ٹکرائی۔ سر کے پہلو کی چوٹ نے صرف

toobaa-elibrary.blogspot.com


ایک لمحے کے لیے آپ کو بے حس و حرکت کر دیا۔ اور آپؐ زمین پر گر پڑے۔ اس پر آپؐ کا حملہ آور جس سرعت سے آیا تھا ویسے ہی واپس لوٹ گیا لیکن دوسروں نے حملے کی خاطر گھیرا تنگ کر دیا۔ مخزوم کے شماسؓ نبیؐ کے آگے جم کر آ کھڑے ہوئے اور اس طرح شمشیرزن ہوئے جیسے کوئی فیضان سماوی کے زیر اثر ہو جیسے کوئی غیر مرئی طاقت انہیں نبرد آزما رکھ رہی ہو۔ نبیؐ نے ان کے لیے "زندہ زرہ" کا فقرہ استعمال فرمایا۔ یہاں تک کہ انہیں کاٹ کر گرا دیا گیا اور ایک دوسرے صاحب نے ان کی جگہ لے لی۔ جن کا ساتھ نصیبہؓ دے رہی تھیں جنھوں نے اب اپنی تلوار بے نیام کر لی تھی۔

ایک آواز —— شاید وہ خود ابن قمیئہ کی تھی —— سنی گئی جو پکار کر کہہ رہی تھی "محمدؐ قتل ہو گئے"۔ اس پکار کو پورے میدان میں اپنا لیا گیا۔ بیچ بیچ میں عزیٰ اور ہبل کی جے کار بھی ہو رہی تھی۔ احد کی چوٹیاں اس صدا سے گونج اٹھیں اور وہ مسلمان جنھوں نے راہ فرار اختیار کی تھی خود ملامتی اور افسوس ان پر چھا گیا۔ دوسری جانب بہت لوگ جو ابھی میدان میں معروف کارزار تھے ہمت ہار بیٹھے اور جتنے بہتر طریقے سے ممکن تھا بچ کر پیچھے ہٹ آئے۔ لیکن کچھ مستثنیات بھی تھیں۔ ان میں سے ایک انسؓ ابن نضر تھے جن کے نام پر نبی کے خادم ان کے بھتیجے کا نام رکھا گیا تھا۔ یہ ان کی بہن نضر کی بیٹی تھیں جن سے نبیؐ نے فرمایا تھا کہ ان کا بیٹا جو بدر کے مقام پر ایک تیر سے شہید ہوا بلند ترین جنت فردوس میں ہے۔ انسؓ کا گزر اتفاق سے اپنے دو ساتھیوں پر ہوا جن کے لیے معلوم ہوتا تھا زندگی اپنا مفہوم کھو چکی ہے جن کا جی نہ اب لڑنے کو چاہتا تھا نہ وہ اپنے آپ کو راضی کر پاتے تھے کہ بلندی پر چڑھ کر محفوظ مقام تک پہنچ جائیں۔ وہ پکار اٹھے یہاں کیا بیٹھے ہو؟" انھوں نے جواب دیا "اللہ کے رسولؐ ہلاک کر دیئے

toobaa-elibrary.blogspot.com



گئے ہیں۔" انسؓ نے کہا "اب تم زندہ رہ کر کیا کرو گے آپؐ کے بعد؟ اٹھو اور ویسے ہی جان دے دو جیسے انھوں نے دی ہے" اور وہ ادھر چل پڑے جہاں گھمسان کی جنگ ہو رہی تھی۔ وہاں انھوں نے سعدؓ ابن معاذ کو پایا۔ جنھوں نے بعد میں نبیؐ کو بتایا کہ انسؓ نے پکار کر ان سے کہا تھا "میں جنت کی خوشبو اُحد کی دوسری جانب سے آتی محسوس کر رہا ہوں۔" سعدؓ نے کہا "اے اللہ کے رسول میں ویسے نہ لڑ سکا جیسے وہ لڑے بعد ازاں لوگوں نے انسؓ کو مردہ پڑا پایا۔ ان کے جسم پر اَسّی زخم تھے۔ ان کی شکل زخموں سے پہچانی نہ جا سکتی تھی۔ ان کی بہن نے ان کی انگلیوں سے ان کی شناخت کی۔"

جن مسلمانوں نے میدان کے اوپر بلند زمین پر پناہ لینی چاہی ان کے لیے واپسی اس لیے آسان ہو گئی کہ دشمن کے بیشتر افراد نے سمجھ لیا کہ اب لڑائی ختم ہو چکی اور انھوں نے بھی اپنی کوشش سست کر دی۔ مرنے والوں کا ابھی شمار نہیں کیا گیا تھا لیکن یہ بات عیاں تھی کہ بدر میں ان کے جو لوگ مارے گئے تھے ان کا انھوں نے خاصا انتقام لے لیا تھا اور اب اس شخص کو جو کشمکش کا اصل سبب تھا موت کے گھاٹ اتار کر انھوں نے یقیناً نئے دین کا خاتمہ کر دیا تھا اور انھوں نے پرانے نظام کو فی الواقع پھر سے قائم کر دیا تھا۔ ہبل کی جے، عزیٰ کی جے۔

قریش کی جانب سے یکایک سرگرمی کا سست پڑ جانا کہیں اتنا زیادہ نمایاں نہ تھا جتنا ان لوگوں کے درمیان جنھوں نے اس مختصر جماعت کو نصف دائرے میں گھیر رکھا تھا جو نبیؐ کے محافظ دستے کے طور پر کام کر رہی تھی۔ واقعہ یہ تھا کہ مکے والوں پر یہ بات واضح ہو چکی تھی کہ یہ لوگ ہرگز قیدی نہ بنائے جا سکیں گے۔ یہ لوگ ایسے ہیں کہ خود بھی جان دے دیں گے اور دوسروں کو بھی مرگ آشنا کر کے رہیں گے اس لیے اب کہ ان کا اصل مقصد حاصل ہو چکا ہے بہتر طرزِ عمل یہ ہو گا کہ "جیو اور جینے دو۔"

toobaa-elibrary.blogspot.com



اور فتح کا جشن مناؤ۔

نبیؐ کو تقریباً فوراً ہی بعد ہوش آ گیا تھا اور جب دشمن جا چکا تو آپ اٹھ کھڑے ہوئے۔ آپ نے اصحاب کو اشارہ کیا کہ وہ آپ کے پیچھے آئیں۔ آپ ان کو ایک تنگ گھاٹی کے دروازے تک لے گئے جس سے چڑھائی آسان معلوم ہوتی تھی اور ایسی جگہ پہنچ گئے جو محفوظ تھی اور جہاں سے وہ دشمن کی نقل و حرکت کی نگرانی کر سکتے تھے لیکن آپ کو رخسار کے زخم سے بڑی تکلیف تھی۔ آہنی حلقے گوشت میں گہرائی تک دھنسے ہوئے تھے تھوڑی دیر کے لیے رک گئے اور ابو عبیدہؓ نے پہلے ایک کو پھر دوسرے کو اپنے دانتوں کے درمیان مضبوطی سے پکڑا اور باہر نکال لیا۔ زخم سے پھر خون جاری ہونا شروع ہو گیا۔ قبیلہ خزرج کے مالک نے اپنا منہ اس پر رکھ دیا۔ خون کو چوس لیا اور نگل گئے۔ یہ وہی صاحب تھے جنہوں نے مدینے میں کہا تھا ہمارے سامنے دو میں سے ایک بھلائی ہے اور سوائے شماسؓ کے ـــــ جو معلوم ہوتا تھا مر چکے ہیں ـــــ موجود لوگوں میں سب سے زیادہ شدید طور پر زخمی وہی تھے۔ نبیؐ نے فرمایا "جو کوئی ایسے شخص کو دیکھنا چاہتا ہو جس کا خون میرے خون سے مل گیا ہو وہ مالکؓ ابن سنان کو دیکھے۔ اس فضیلت میں آپؐ ابو عبیدہؓ کو بھی شامل کرتے تھے کیونکہ خود کے حلقوں کو نکالنے کی کوشش میں ان کے اپنے بھی دو دانت ٹوٹ گئے تھے اور ان کے منہ سے خون جاری تھا۔ "جس کے خون نے میرے خون کو چھو لیا ہے دوزخ کی آگ اس تک نہیں پہنچ سکتی ہے"

یہ مختصر جماعت تنگ وادی کی جانب چلی تو ان کو کچھ ان لوگوں نے دیکھا جو پہلے ہی اُحُد پر پناہ لے چکے تھے۔ وہ اتر کر ان سے آملے۔ کعبؓ ابن مالک اوروں سے آگے تھے اور انھیں ایک آدمی کو دیکھ کر حیرت ہوئی جس کا قد و قامت اور انداز بالکل نبیؐ جیسا تھا سوا اس کے کہ رفتار نسبتاً سست تھی۔ پھر جب قریب پہنچے

toobaa-elibrary.blogspot.com



تو کعبؓ نے مغفر کے دیدبان سے آنکھوں کی وہ بے مثال چمک دیکھ لی جس کی شناخت میں دھوکا ہو ہی نہیں سکتا تھا۔ وہ مڑے اور جو لوگ پیچھے تھے ان سے پکار کر کہا "یہ ہیں اللہ کے رسول"، نبیؐ نے انھیں خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ پھر انھوں نے یہ خوش خبری بلند آواز میں منتقل نہ کی لیکن زباں زد ہو کر وہ پھیل گئی اور لوگ فوراً اطمینان حاصل کرنے کے لیے کہ کیا یہ خبر درست ہے دوڑ پڑے۔ مسرت کی ایسی لہر دوڑ گئی جیسے شکست یکبارگی فتح میں بدل گئی ہو۔

لیکن کعبؓ کی پرمسرت صدا قریش کے تنہا سوار نے سن لی جو ٹھیک اس جگہ رک گیا تھا جہاں سے یہ لوگ چل دیے تھے۔ یہ اُمیہ کا بھائی اُبی تھا اپنے گھوڑے عود پر بیٹھے ہوئے اس نے قسم کھائی تھی کہ وہ نبیؐ کو قتل کر کے رہے گا۔ یہ جان کر کہ اس کا مطلوب ہدف زندہ نہیں رہا بلاشبہ وہ لاش کی تلاش میں آیا تھا۔ یہ دیکھنے کے لیے کہ آیا اس میں جان تو باقی نہیں ہے چنانچہ جب اس نے کعبؓ کی پکار سنی تو وہ گھوڑا دوڑا کر تنگ وادی تک گیا یہاں تک کہ وہ بالکل مسلمانوں کے عقب میں پہنچ گیا۔ وہ اس کا سامنا کرنے کے لیے مڑے تو اس نے چلا کر کہا "اے محمدؐ اگر تم بچ نکلو تو خدا نہ کرے کہ میں بچ نکلوں"۔ صحابہ میں سے کچھ لوگوں نے نبیؐ کے گرد گھیرا تنگ کر لیا۔ دوسرے لوگ اُبی پر حملہ آور ہونے ہی والے تھے کہ نبیؐ نے انھیں حکم دیا کہ اپنا ہاتھ روک لیں اور جو لوگ آپؐ کے گرد گھیرا ڈالے ہوئے تھے انھوں نے بعد میں بتایا کہ آپؐ ان کا گھیرا توڑ کر صاف نکل گئے جیسے وہ لوگ اونٹ کی پیٹھ پر بیٹھی مکھی سے زیادہ نہ تھے پھر آپؐ نے حارثؓ ابن الصمہؓ سے نیزہ لیا اور سب سے آگے نکل کر کھڑے ہوئے۔ کسی کو اپنی جگہ سے ہلنے کی جرأت نہ ہوئی۔ لوگ ہیبت سے آپؐ کے سنجیدہ اور پراہتمام چہرے کو دیکھتے رہ گئے۔ چنانچہ ان میں سے ایک نے کہا "جب بھی نبیؐ نے بالارادہ کسی مقصد کے لیے کوشش فرمائی تو کوئی دوسرا اہتمام

toobaa-elibrary.blogspot.com



اس کا ہم پلہ ہو سکا۔ آپ ﷺ ننگی تلوار لیے قریب آیا لیکن قبل اس کے کہ وہ وار کر پاتا آپ نے اس کی گردن میں نیزہ اتار دیا۔ وہ بیل کی طرح ڈکرایا، ڈگمگایا اور گھوڑے سے گرنے ہی والا تھا لیکن اس نے اپنا توازن دوبارہ برقرار کر لیا اور ڈھلوان پر گھوڑا دوڑاتا نکل گیا اور اس وقت تک نہ رکا جب تک مکے والوں کے پڑاؤ میں نہ پہنچ گیا۔ جہاں اس کا بھتیجا صفوان اور اس کے قبیلے کے دوسرے لوگ اکٹھا تھے۔ اس نے ایسی آواز میں جس پر وہ قابو نہ رکھ سکا کہا "محمدؐ نے مجھے قتل کر دیا۔" لوگوں نے اس کے زخم کو دیکھا ان کی رائے میں وہ معمولی تھا لیکن خود اس کو یقین تھا کہ وہ مہلک ہے، جیسا کہ جلد ہی ثابت ہو گیا۔ ایک ایسی آواز میں جس پر اس کو قابو نہ تھا اس نے کہا کہ "وہ مجھ کو قتل کر دے گا اور خدا کی قسم اگر وہ مجھ پر تھوک بھی دیتا تو اس نے مجھے قتل کر دیا ہوتا۔" انھیں حیرت تھی کہ کیا یہ سب کچھ ہونے کے بعد بھی محمدؐ بقید حیات ہیں۔ مگر ایک بات واضح تھی کہ ابی ہوش میں نہ تھا اور کچھ بھی ہو کسی بھی ایک مغفر پوش کی جگہ غلطی سے باسانی دوسرا آدمی سمجھا جا سکتا ہے۔

جب نبیؐ اور آپ کے اصحاب وادی کی چوٹی پر پہنچ گئے تو علیؓ جا کر چٹانوں میں ایک خلا سے اپنی ڈھال میں پانی بھر کر لائے انھوں نے اس کو نبیؐ کے سامنے کیا لیکن اس ٹھہرے ہوئے پانی کی بو آپؐ کو ناگوار ہوئی اور ہر چند کہ آپؐ کو پیاس لگی ہوئی تھی آپؐ اپنے کو اس کے پینے پر راضی نہ کر سکے۔ بس کچھ پانی اپنے چہرے سے خون صاف کرنے کے لیے استعمال فرمایا۔ آپؐ نے حکم دیا کہ چونکہ ابھی میدان سے ان تک آسانی سے پہنچا جا سکتا تھا لوگ بلند تر حصے کی جانب بڑھیں اور آپ نے کوشش کی کہ اپنے آپ کو ایک چٹان کے نکلے ہوئے حصے تک اٹھائیں جہاں سے آگے چڑھائی ہو سکے لیکن انتہائی نقاہت کے باعث آپؐ ایسا نہ کر سکتے تھے۔ اس لیے

toobaa-elibrary.blogspot.com



طلحہؓ اپنے زخموں کو نظر انداز کر کے اس نکلے ہوئے حصے کے نیچے بیٹھ گئے، اور نبیؐ کو اپنی پیٹھ پر لے کر اسی اونچائی تک اٹھا دیا جس تک پہنچنا ضروری تھا۔ نبیؐ نے اس دن ان کے بارے میں کہا ۔ جو دیکھنا چاہتا ہو کسی شہید کو سطح زمین پر چلتے پھرتے، وہ طلحہؓ ابن عبیداللہ کو دیکھ لے۔[۵]

اس وقت تک انھوں نے ایسی جگہ پا لی جو عارضی کیمپ کا کام دے سکے۔ سورج انتہائی بلندی تک پہنچ چکا تھا انھوں نے ظہر کی نماز ادا کی۔ نبیؐ جنھوں نے اس کی امامت فرمائی نماز کے دوران بیٹھے رہے دوسروں نے بھی آپؐ کی تقلید کی۔ بعدازاں لوگ آرام کرنے کے لیے لیٹ رہے اور بہت ایسے تھے جو گہری نیند سوئے اور تازہ دم کرنے والی نیند سے لطف اندوز ہوئے۔ اس اثنا میں ایک جماعت ایک موزوں مقام ہے۔ جہاں سے میدان نظر آتا تھا ۔۔۔ سے پہرہ دیتی رہی۔

---

## حوالہ جات، حواشی، تشریحات :

۱۔ ابن اسحٰق : ۵۶۸

۲۔ واقدی : ۲۷۴

۳۔ ایضاً : ۲۷۵

۴۔ ایضاً : ۲۸۰

۵۔ ابن سعد: ۱/۱، ۴-۳۲ ۔ دسؓ سے زیادہ نام دیے، ہیں بشمول ہاشم کی ماں اور لوی کی ماں کے۔ عاتکہ، طاہرہ کا ہم معنی ہے۔ پاک۔

۶۔ واقدی : ۲۵۷

۷۔ ابن اسحٰق : ۵۷۲

toobaa-elibrary.blogspot.com



۸ بخاری : ۵۲ /۲۲

۹ واقدی : ۲۵۶

۱۰ ملاحظہ ہو ص ۸۲ (اصل تصنیف)

۱۱ واقدی : ۲۸۰

۱۲ بخاری : ۵۶ /۱۲

۱۳ واقدی : ۲۴۷

۱۴ واقدی : ۲۵۱

۱۵ ابن ہشام : ۵۷۱

toobaa-elibrary.blogspot.com



باب - ۵۳

# انتقام

قریش اب اپنے مُردوں اور زخمیوں کے سلسلے میں مصروف تھے۔ اموات زیادہ نہیں ہوئی تھیں۔ تین ہزار میں سے صرف بیس مرے تھے۔ بعدازاں انھوں نے دشمن کے مرنے والوں کا شمار کیا اور پایا کہ ان کی تعداد پینسٹھ[۲۵] ہے کتنے ایسے تھے جن کو وہ جانتے ہی نہ تھے۔ صرف تین مہاجرین تھے۔ قبیلۂ ہاشم کے حمزہؓ، عبدالدّار کے مصعبؓ اور عبداللہؓ ابن جحش۔ میدان کے وسط

toobaa-elibrary.blogspot.com



سے کچھ فاصلے پر کچھ لوگ پڑے تھے۔ ان میں زخمی بھی تھے اور جاں بحق بھی۔ ادھر ان کی نگاہ نہ گئی۔ ان میں شماسؓ تھے۔ وہ ابھی زندہ تھے لیکن اپنی جگہ سے ہل نہ سکتے تھے۔ عبث وہ محمدؐ کی لاش تلاش کرتے رہے اور جب وہ یہ کر رہے تھے وحشی حمزہؓ کی لاش کے پاس لوٹ کر گیا۔ اس نے ان کا پیٹ چاک کیا۔ ان کا جگر کاٹ کر نکالا اور اس کو ہند کے پاس لے آیا اور بولا "مجھے کیا ملے گا تمھارے باپ کے قاتل کے قتل کے عوض؟" ہند کا جواب تھا "لوٹ کے مال میں میرا سارا حصہ۔" وحشی نے کہا "یہ ہے حمزہؓ کا جگر۔" ہند نے وحشی سے اس کو لیا۔ ایک ٹکڑا دانت سے کاٹا۔ اس کو چبایا اور قسم پوری کرنے کے لیے ایک لقمہ نگل گئی۔ باقی کو تھوک دیا۔ اس نے کہا "مجھے دکھاؤ وہ کہاں ہے؟" اور جب وہ وہاں پہنچے تو اس نے ناک، کان اور ان کے جسم کے دوسرے حصے کاٹ لیے پھر اپنے ہار، پازیب اور آویزے اور دوسرے زیورات اتارے اور وحشی کو دے دیے۔ دوسری عورتوں سے جو اس کے ساتھ تھیں اس نے کہا کہ وہ اور مُردوں کے اعضا کی جیسے اس نے کیا تھا قطع و برید کریں۔ انھوں نے مسلمانوں کی لاش سے اپنے لیے انتقام کا زیور بنایا ہند ایک چٹان پر چڑھ گئی اور اس نے فتح مندی کا نغمہ گایا۔ قریش کے ایک دو مردوں نے بھی شہدا کا مثلہ کر کے اپنے انتقام کی پیاس بجھائی مگر ان کے بدوی حلیف اس عمل سے برہم ہوئے۔ ابوسفیان اپنے نیزے کی نوک حمزہؓ کے رخسار میں چبھو رہا تھا۔ "مزہ چکھ تو باغی!" ایسے میں کنانہ کے قبائل میں سے ایک قبیلے کا سردار حُلیس ادھر سے گزرا۔ اس نے ایسی بلند آواز میں کہ جسے ابوسفیان سن سکتا تھا کہا "اے بنی کنانہ کیا ایسا شخص قریش کا سردار ہو سکتا ہے جو اپنے ایک مُردہ قرابت دار کے ساتھ وہ کر رہا ہے جو تم دیکھ رہے ہو؟" ابوسفیان نے کہا "جھک مارو، اس کی بات نہ کرو۔ یہ تو محض ایک چوک تھی۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں۔

toobaa-elibrary.blogspot.com



اس اثنا میں ابو عامر اپنے بیٹے حنظلہؓ کی لاش پر آیا اور رنج و غم کے ساتھ اس کا ماتم کرتے ہوئے بولا: "کیا میں نے تم کو اس افسوس ناک شخصیت کے خلاف خبردار نہیں کیا تھا؟" — اس کی مراد نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے تھی۔ "تاہم تم اپنے باپ کے فرض شناس فرزند تھے، زندگی میں خوش کردار، موت میں اپنے ان ساتھیوں کے ساتھ جو گل سرسبد تھے۔ اگر خدا اچھا اجر دے اس مقتول کو — اس نے حمزہؓ کی جانب اشارہ کیا — یا محمدؐ کے کسی پیرو کو تو دعا ہے کہ وہ تم کو نیک جزا دے۔" پس ازاں اس نے ہند اور دوسری عورتوں کی جانب برہمی سے دیکھا اور بلند آواز میں کہا — "اے قریش حمزہؓ کا مثلہ نہ کرو۔ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ وہ میرا مخالف تھا اور تمھارا بھی۔" اور انھوں نے اس کی خواہش کا احترام کیا۔

اب یہ مان لیا گیا تھا کہ آپ کو غلط فہمی نہیں ہوئی تھی اور یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میدان کے اوپر مرتفع زمین میں موجود ہیں۔ لیکن جنگ ختم ہو چکی تھی اور پہاڑ پر حملہ آور ہونے کا کوئی سوال نہ ہو سکتا تھا۔ غلاموں کو حکم دیا جا چکا تھا کہ خیمہ و خرگاہ سمیٹیں اس لیے جب وہ اپنے مُردوں کو دفن کر چکے اور مردہ دشمنوں سے جی بھر کر انتقام لے چکے تو انھوں نے اپنے اسلحہ اور جو کچھ انھوں نے مُردوں کے جسم سے اتار لیا تھا سب کو اونٹوں پر بار کیا اور چل پڑے لیکن روانگی سے پہلے ابوسفیان اپنی بھورے رنگ کی گھوڑی پر سوار ہوا اور پہاڑ کی تلی تک گیا۔ ایسی جگہ تک جو اس مقام سے قریب ترین تھی جہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب فروکش تھے اور اپنی بلند ترین آواز میں چلّایا "جنگ کا پانسہ باری باری پلٹتا رہتا ہے، اور یہ جنگ کے بدلے جنگ تھی۔ اُعْلُ ہبل۔ جے ہُبل کی، اپنے دین کو غالب کر!" نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرؓ سے کہا "عمرؓ جاؤ اور اس کو جواب دو، کہو، اللّٰہ اعلیٰ واجل اللہ بلند و برتر ہے۔ ہم ایک جیسے نہیں ہیں۔ ہمارے شہدا جنت میں ہیں، تیرے مقتول

toobaa-elibrary.blogspot.com



دوزخ میں"۔ چنانچہ عمرؓ چٹان کے کنارے پر گئے جس کے نیچے ابوسفیان سوار کھڑا تھا اور اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے مطابق جواب دیا۔ ان کا جواب سن کر ابوسفیان نے عمرؓ کو پکارا۔ اس نے ان کی آواز پہچان لی تھی۔ "عمرؓ! میں تم کو اللہ کا واسطہ دیتا ہوں۔ کیا ہم نے محمدؐ کو قتل کر دیا ہے؟" عمرؓ نے کہا "بخدا! بلکہ وہ تو اب بھی جو کچھ تو کہہ رہا ہے اس کو سن رہے ہیں۔" ابوسفیان نے کہا "میں تمھاری بات کو ابن قمیئہ کی بات کے مقابلے میں سچ مانتا ہوں۔" وہ جانے کے لیے مڑا لیکن ایک بار پھر پیچھے مڑ کر اس نے مزید کہا "تمھارے کچھ مُردوں کا مُثلہ کیا گیا ہے۔ خدا کی قسم میں اس میں کوئی خوشی نہیں محسوس کرتا، نہ میں برہم ہوں۔ نہ میں نے اس سے منع کیا، نہ اس کا حکم دیا۔" بعدازاں اس نے کہا "ہم سے تمھارا مقابلہ اگلے سال بدر میں ہوگا۔" یہ سن کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب میں سے ایک صاحب کو چٹان کے کنارے بھیجا کر جواب میں پکار کر کہیں "ملاقات پکی ہو گئی۔"

ابوسفیان میدان کے دوسرے بالمقابل سرے پر جہاں اس کی فوج اس کا انتظار کر رہی تھی، سوار گیا اور وہ جنوب کی سمت چل دیے وہاں سے فاصلہ اتنا تھا کہ عمرؓ جان نہ سکتے تھے کہ فوج کا رخ کدھر ہے اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلۂ زہرہ کے سعدؓ کو میدان میں بھیجا کہ ان کے پیچھے جائیں اور پتا لگائیں کہ ان کا منصوبہ کیا ہے "اگر وہ اونٹوں پر سوار ہیں اور گھوڑے کوتل ہیں تو سمجھو کہ مکہ کا قصد ہے اور اگر گھوڑوں پر سوار ہیں اور اونٹوں کو یوں ہی لے جا رہے ہیں تو مطلب ہوگا کہ مدینے کا قصد ہے اور قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے اگر ان کا مقصد یہ ہے تو میں اُن کو جالوں گا اور اُن سے جنگ کروں گا۔" سعدؓ اس تنگ وادی میں گئے جہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا گھوڑا اسکبؔ بندھا ہوا تھا اس وقت سے جب سے یہ لوگ اُحُد پہنچے تھے اس پر سوار ہو کر انھوں

toobaa-elibrary.blogspot.com


نے مکہ والوں کا وہاں تک پیچھا کیا جہاں سے وہ لوگ صاف نظر آرہے تھے۔ پھر وہ یہ خوش خبری لے کر بہ عجلت واپس ہوئے کہ ان کے سوار اونٹوں کی پیٹھ پر ہیں اور گھوڑوں کو برابر سے لے جارہے ہیں، ان پر سوار نہیں ہیں۔ جیسا کہ ان میں سے عمرو نامی ایک شخص جس نے خالد کے ساتھ سواروں کے حملے میں حصہ لیا تھا ـــــ نے بعد کے برسوں میں کہا ہم نے سنا تھا کہ ابن اُبَی فوج کے ایک تہائی حصہ کو ساتھ لے کر مدینہ واپس ہوگیا ہے اور یہ کہ اوس اور خزرج کے کچھ لوگ شہر میں رک گئے ہیں۔ ہم کو یہ بھی یقین نہیں تھا کہ جو لوگ پسپا ہوگئے تھے وہ دوبارہ حملہ آور نہ ہوں گے۔ ہم میں بہت سے لوگ زخمی تھے اور تقریباً ہمارے سب ہی گھوڑے تیروں سے چھلنی تھے۔ اس لیے ہم اپنی راہ چل دیئے۔[۴]

---

## حوالہ جات، حواشی، تشریحات:

[۱] ابن اسحٰق : ۵۸۲

[۲] واقدی : ۲۹۴

[۳] ابن اسحٰق : ۵۸۳

[۴] واقدی : ۲۹۹

toobaa-elibrary.blogspot.com

باب - ۵۴

# تدفین شہداء

اب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کو نیچے میدان میں لے گئے۔ حارث ابن الصمہؓ کو پہلے آگے بھیج دیا گیا تھا کہ حمزہؓ کی لاش کو تلاش کریں لیکن جب انھوں نے اس کو ڈھونڈ نکالا تو منظر ایسا مبہوت کن تھا اور ساتھ ہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر دینا سخت تھی کہ وہ فی الفور واپس نہ ہوئے اور علیؓ کو ان کے پیچھے روانہ کیا گیا۔ انھوں نے دیکھا کہ حارثؓ مثلہ شدہ لاش کے پاس دہشت زدہ کھڑے ہیں۔ دونوں

toobaa-elibrary.blogspot.com



ایک ساتھ واپس ہوئے اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ کیا گیا تھا اس کا مشاہدہ کیا تو آپ نے فرمایا "مجھے کبھی اتنا غصہ نہیں آیا جتنا اب آ رہا ہے اور اب جب بھی خدا نے مجھ کو قریش پر فتح عطا فرمائی تو میں اُن کے تیس مُردوں کا مُثلہ کر ڈالوں گا۔" لیکن فوراً بعد وحی نازل ہوئی۔ "اگر تم لوگ بدلہ لو تو اسی قدر لو جس قدر تم پر زیادتی کی گئی ہو اور اگر تم صبر کرو تو یقیناً یہ بات صبر کرنے والوں ہی کے لیے بہتر ہے۔"
چنانچہ یہی نہیں کہ آپ نے اپنی دھمکی کو عملی جامہ نہیں پہنایا بلکہ آپ نے ہر لڑائی میں صراحت کے ساتھ مُثلہ کرنے کی ممانعت فرمائی اور جہاں تک خود اس لڑائی کا سوال ہے آپ نے لوگوں سے کہا کہ انسانی چہرے کا احترام کریں کیونکہ وہ خدا سے سب سے بڑھ کر مماثل جسم کا حصہ ہے، اور خدا نے آدمؑ کو اپنے پیکر میں پیدا کیا ہے۔

عبداللہ ابن جحش پر جہاں وار ہوا تھا اس مقام سے حمزہؓ زیادہ فاصلے پر نہ تھے اور ان کی لاش کا بھی مُثلہ کیا گیا تھا لیکن جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں کے پاس سے دوسرے شہداء کی لاشوں کو دیکھنے کے لیے مڑے تو ایک بہت مختلف قسم کا منظر آپ کی نگاہ کے سامنے تھا۔ آپ کے دونوں رشتہ داروں سے قریب ترین لاشوں میں سے ایک حنظلہؓ کی لاش تھی۔ قریش کے کسی مرد یا عورت نے اس کو ہاتھ لگانے کی جسارت نہ کی تھی وہ ایسے لیٹے ہوئے تھے جیسے فرشتوں نے ان کو ابھی ابھی محو استراحت کر دیا ہو۔ ان کے بال اب بھی حالانکہ ریت بالکل خشک تھی، تر تھے۔ ان کی لاش کے پاس سے جو بھی گزرا اس نے شکر ادا کیا کیونکہ ان کا حسن و جمال اور سکون ایک آسمانی معجزہ تھا جو سوگواروں کو ان کے شہید رشتہ داروں کی جنت میں موجودہ حالت کی خبر دیتا تھا۔
خیثمہؓ اور ابن الدحداحہؓ کی لاشیں بھی زیادہ دور نہ تھیں۔ خیثمہؓ

toobaa-elibrary.blogspot.com



کے شہید بیٹے نے انھیں خواب دکھایا تھا اور اُن سے کہا تھا کہ اس سے جلد آملیں اور ثابتؓ ابن الدحداحؓ جنھوں نے کھجور کا درخت یتیم کو ہدیۃً دے دیا تھا۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ثابتؓ کی لاش کو دیکھا تو فرمایا "کھجور، پھلوں سے لدے خوشے ۔۔ ان کے وزن سے لچکتی ڈالیاں۔ ابن الدحداحؓ کے لیے کتنی وافر یہ اشیا بہم ہیں' جنت میں یہ ہے"

اوس کے قبائل میں سے ایک قبیلے کے لوگ اپنے مُردوں کی تلاش میں تھے کہ انھوں نے ایک ایسے شخص کو وہاں پڑا پایا جس کو دیکھ کر انھیں حیرت ہوئی۔ یہ شخص ان کے قبیلے کا تھا اس کا نام اُسیرمؓ تھا۔ اس شخص کو داخل اسلام نہ ہونے پر ایک دن پہلے انھوں نے ملامت کی تھی۔ جب کبھی وہ اس سے اسلام کی بات کرتے تو وہ کہتا تھا کہ "جو کچھ تم کہتے ہو' اگر میں جان گیا کہ وہ سچ ہے تو میں تامل نہ کروں گا۔" اس کے باوجود وہ یہاں میدان جنگ میں موجود تھا۔ مہلک طور پر زخمی تھا لیکن ابھی مرا نہ تھا۔ انھوں نے اس سے سوال کیا "تم یہاں کیوں آئے؟ اور آئے تو اپنی قوم کی حمایت کی خاطر یا اسلام کی خاطر؟" اس نے کہا "میرا آنا اسلام کے لیے تھا۔ یکبارگی میرے دل میں اللہ اور اس کے رسول پر یقین پیدا ہوا اور میں مسلمان ہوگیا۔ پھر آج صبح ہی میں نے تلوار لی اور یہاں آگیا تا کہ اللہ کے رسول کے ساتھ رہوں۔ میں لڑتا رہا یہاں تک کہ انھوں نے مجھ پر ایسا وار کیا کہ میں یہاں زمین پر آرہا۔" وہ مزید کچھ نہ کہہ سکا وہ ٹھہرے رہے تا آنکہ اس کی روح پرواز کر گئی۔ ان لوگوں نے اس کا قصہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا۔ آپؐ نے ان کو یقین دلایا کہ "وہ اہل جنت میں ہے۔" بعد کے برسوں میں اُسیرمؓ ایک ایسے شخص کی حیثیت سے مشہور ہوئے جو پنج وقتہ نمازوں میں سے ایک وقت کی نماز ادا کیے بغیر جنت میں داخل ہوگئے۔

مُردوں میں انھوں نے ایک اجنبی کو پایا ۔۔ کم از کم ابتدا میں ایسا ہی معلوم

toobaa-elibrary.blogspot.com



ہوا۔ یہاں تک کہ ان میں سے ایک شخص نے پہچان لیا کہ وہ یہودی قبیلے ثعلبہ کا ایک ذی علم ربی مخیریق ہے۔ اسی صبح تڑکے ــــ جیسا کہ بعد میں ان کو بتایا گیا اس نے اپنی قوم کے لوگوں سے مطالبہ کیا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ معاہدے کی پاسداری کریں اور ان کے ساتھ ہو کر کفار سے جنگ کریں اور جب انھوں نے احتجاج کرتے ہوئے کہا کہ یہ سبت کا دن ہے تو اس نے کہا "تم سبت کے دن کی پابندی سچے ڈھنگ سے نہیں کرتے ہو"۔ پھر اس نے خدا کا واسطہ دے کر ان سے کہا کہ وہ گواہ رہیں محمدؐ تنہا ان کے وارث ہیں۔ اس نے کہا "اگر میں مارا جاؤں تو میری ساری ملکیت کے وارث محمدؐ ہوں گے، اس کو استعمال کریں جیسے اللہ ہدایت دے"۔ بعد ازاں اس نے اپنی تلوار اور دوسرے اسلحہ لیے اور اُحُد کی جانب چل دیا۔ وہاں وہ لڑتا رہا تا آنکہ مارا گیا۔ اس کے بعد صدقات کا ایک بڑا حصہ جو مدینے میں تقسیم ہوتا تھا کھجور کے ان باغات کی آمدنی تھا جن کی وراثت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ ہی کے بقول "یہودیوں میں سب سے بہتر ــــ مُخَیریق ــــ سے منتقل ہوا تھا۔

جوں ہی یہ واضح ہو گیا کہ مکے والے جس راہ آئے تھے اسی راہ واپس جانے کا ارادہ رکھتے ہیں اور اس طرح مدینے کو کھلی چھوٹ دے رہے ہیں۔ مدینے سے عورتیں زخمیوں کی مرہم پٹی کرنے اور بہ چشم خود دیکھنے کہ جو افواہیں ان کے کانوں تک پہنچتی رہی ہیں، ان میں سے کتنی سچ اور کتنی جھوٹ ہیں، چل پڑیں۔ سب سے پہلے آنے والی عورتوں میں صفیہؓ، عائشہؓ اور ام ایمنؓ تھیں۔ صفیہؓ کو قریب آتے دیکھ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پریشانی ہوئی۔ آپ نے زبیرؓ سے پکار کر فرمایا "اپنی ماں کے معاملے میں میری مدد کرو۔ انھیں واپس لے جاؤ۔ کہیں ایسا نہ ہو وہ دیکھ لیں کہ ان کے بھائی کی لاش کے ساتھ کیا کیا گیا ہے"۔ زبیرؓ ان کے پاس گئے اور کہا "ماں، اللہ کے رسول آپ کو ہدایت کرتے ہیں کہ واپس جاؤ"۔ لیکن صفیہؓ کو میدان جنگ

toobaa-elibrary.blogspot.com

کے کنارے پہنچتے ہی خبر مل چکی تھی انھوں نے کہا" میں کیوں واپس جاؤں۔ میں نے سُنا ہے کہ میرے بھائی کی لاش کا مُثلہ کیا گیا ہے لیکن ان کے ساتھ یہ معاملہ اللہ کی راہ میں ہوا ہے اور جو افتاد اس کی راہ میں پڑے اس کو ہم پوری طرح قبول کر لیتے ہیں۔ میں وعدہ کرتی ہوں کہ انشاء اللہ صبر و تحمل سے کام لوں گی۔" زبیرؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس واپس گئے۔ آپ نے فرمایا "ٹھیک ہے ان کو ان کی مرضی پر چھوڑ دو۔" وہ آئیں بھائی کی لاش کو دیکھا' ان کے لیے مغفرت کی دعا کی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون کہا اور اس آیت کے سیاق و سباق کا ذہن میں اعادہ کر کے تسلی حاصل کی۔ یہ آیت اس وحی کا حصہ ہے جو بدر کے بعد نازل ہوئی تھی۔ "اے ایمان لانے والو صبر اور نماز سے مدد لو۔ اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جائیں انھیں مُردہ نہ کہو' ایسے لوگ تو حقیقت میں زندہ ہیں مگر تمھیں ان کی زندگی کا شعور نہیں ہوتا اور ہم ضرور تمھیں خوف و خطر' فاقہ کشی' جان و مال کے نقصانات اور آمدنیوں کے گھاٹے میں مبتلا کر کے تمھاری آزمائش کریں گے۔ ان حالات میں جو لوگ صبر کریں اور جب کوئی مصیبت پڑے تو کہیں ہم اللہ ہی کے ہیں اور اللہ ہی کی طرف ہمیں پلٹ کر جانا ہے۔ انھیں خوش خبری دے دو۔ ان پر ان کے رب کی طرف سے بڑی عنایات ہوں گی۔ اس کی رحمت ان پر سایہ کرے گی اور ایسے ہی لوگ راست رو ہیں۔"[۵]

بعد ازاں صفیہؓ اپنی بہن اُمیمہ کے فرزند عبداللہؓ بن جحش کی لاش کے پاس ٹھہری ہوئیں اور اس پر فاتحہ پڑھی۔ جلد ہی فاطمہؓ ان سے آملیں۔ دونوں عورتیں اپنے مُردوں پہ روتی رہیں اور ان کے ساتھ مل کر آنسو بہانے سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی ہوئی۔ پھر فاطمہؓ نے باپ کے زخموں کی مرہم پٹی کی۔ ان کے رشتہ دار عبداللہ کی بہن حمنہؓ اب آتی دکھائی دیں اور جب انھیں بتانا پڑا کہ ان کے بھائی اور چچا نیز ان

toobaa-elibrary.blogspot.com

کے شوہر مصعبؓ شہید ہو گئے تو ان کا غم فزوں تر ہو گیا۔ جب لڑائی خاصا زور پکڑ چکی تھی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مصعبؓ کو دیکھا ـــــ اپنے خیال میں ـــــ اب بھی جھنڈا لیے ہوئے۔ آپؐ نے ان کو پکارا بھی تھا لیکن اس شخص نے جواب دیا تھا ـــــ "میں مصعبؓ نہیں ہوں۔" اور آپؐ نے جان لیا تھا کہ وہ فرشتہ ہے اور مصعبؓ یا تو شہید ہو گئے، یا معذور بنا دیے گئے۔ اب آپؐ مردہ شخص (مصعبؓ) کی لاش کے پاس کھڑے ہوئے اور ان آیات کی تلاوت فرمائی ـــــ "ایمان لانے والوں میں ایسے لوگ ہیں جنھوں نے اللہ سے کیے ہوئے عہد کو سچا کر دکھایا۔ ان میں سے کوئی اپنی نذر پوری کر چکا اور کوئی وقت آنے کا منتظر ہے۔ انھوں نے اپنے رویے میں کوئی تبدیلی نہیں کی۔"

آپؐ نے حکم فرمایا کہ سب مردوں کی لاشیں لا کر حمزہؓ کی لاش کے پاس رکھی جائیں اور قبریں کھودی جائیں۔ حمزہؓ کو ایک عبا میں لپیٹ دیا گیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی نماز جنازہ پڑھی۔ اس کے بعد آپؐ نے مرنے والوں میں سے ہر ایک کی نماز جنازہ پڑھی۔ کل ۷۲ نماز ہائے جنازہ فرداً فرداً ہر شہید کے لیے۔ جوں ہی ایک قبر تیار ہو جاتی۔ دو یا تین اس میں دفن کر دیے جاتے۔ حمزہؓ اور ان کے بھانجے عبداللہ ابن جحش ابن اُمیمہؓ بنت عبدالمطلب ایک ہی قبر میں لٹا دیے گئے۔ تدفین کی نگرانی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود کی۔ آپؐ نے فرمایا: "تلاش کرو عمرو بن جموحؓ کو اور عبداللہؓ ابن عمرو کو۔ اس دنیا میں وہ ایک دوسرے سے جدا ہونے والے نہ تھے اس لیے ان کو ایک ہی قبر میں رکھو لیکن ہندؓ ـــــ عمرو کی بیوی اور جابر کے باپ عبداللہ ـــــ کی بہن پہلے ہی دونوں لاشوں کو ایک ساتھ لا چکی تھیں اور ان کے ساتھ خلادؓ اپنے بیٹے کی لاش بھی۔ انھوں نے ان لاشوں کو مدینے جانے کی کوشش کی تھی لیکن جب ان کا اونٹ میدان کے کنارے پہنچا تو اس نے مزید آگے جانے سے

toobaa-elibrary.blogspot.com


اسنا کر دیا ــــ خدا کے حکم سے جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا ــــ اور وہ مجبور ہو گئی تھیں کہ لاشوں کو میدان جنگ تک واپس لائیں۔ چنانچہ تینوں ایک قبر میں رکھے گئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پہلو میں کھڑے رہے تا آنکہ وہ دفن کر دیے گئے آپؐ نے فرمایا "اے ہند، وہ سب کے سب ایک ساتھ جنت میں ہیں عمروؓ اور تمھارا بیٹا خلادؓ اور تمھارا بھائی عبداللہؓ"۔ ہند نے عرض کیا "اے اللہ کے رسول دعا فرمایئے کہ وہ مجھ کو بھی ان کے ساتھ جگہ دے۔"

بیشتر مُردوں کے برخلاف مُزینہ قبیلے کا آدمی جو بڑی بہادری سے لڑا تھا اس کا کوئی شخص موجود نہ تھا کیونکہ اس کا بھتیجا لڑ کر جان دے چکا تھا۔ اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کی لاش کے پاس تشریف لے گئے اور اس کے پہلو میں کھڑے ہو کر فرمایا "خدا تم سے خوش ہو جیسا کہ میں تم سے خوش ہوں۔" لوگوں نے اس کو ہری دھاری کی ایک عبا میں لپیٹ دیا جو وہ پہنے ہوئے تھا اور جب اس کو قبر میں لٹایا گیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عبا کو کھینچ کر اس کا چہرہ ڈھک دیا۔ اس کے پیر کھل گئے تو آپؐ نے لوگوں سے کہا کہ میدان سے ایک ریگستانی جھاڑی لائیں اور اس کو پیروں پر پھیلا دیں بعد میں ان پر مٹی ڈالیں۔ آپؐ نے کئی مُردوں کے سلسلے میں چہرہ اور پیر ڈھکنے کی ہدایت فرمائی۔

جب آخری قبر پٹ گئی تو آپؐ نے اپنا گھوڑا منگوایا۔ اس پر سوار ہوئے اور جس راستے صبح کو آئے تھے اسی پر سب لوگ نشیبی حصے کی طرف چل دیے۔ جب وہ وہاں پہنچے جہاں سے آتش فشانی کی چٹانوں کی قطار شروع ہوتی تھی تو آپؐ نے فرمایا "ایک صف میں کھڑے ہو جاؤ۔ اللہ کے شکر اور حمد کے لیے۔" اور لوگوں نے مکے کے رخ دو صفیں بنائیں۔ عورتوں کی صف ان کے پیچھے تھی۔ وہ کل چودہ خواتین تھیں۔ پھر آپؐ نے تکبیر کہی اور دعا فرمائی:

toobaa-elibrary.blogspot.com



"اے اللہ میں تجھ سے تیری رحمت و برکت کی التجا کرتا ہوں۔ تیرے فضل اور درگزر کی۔ اے اللہ میں تجھ سے جاوداں طمانیت و راحت جو تیری عطا کردہ نہ مضمحل ہوتی ہے نہ ختم ہوتی ہے۔ اے اللہ میں تجھ سے خوف کے دن تحفظ اور تنگی میں کشادگی کی درخواست کرتا ہوں"[۸]

---

## حوالہ جات، حواشی، تشریحات

[۱] ابن اسحٰق : ۵۸۴

[۲] ۱۷ : ۱۲۶

[۳] احمدؒ ابن حنبل: ۱/ ۲۵۱ - مسلم: ۴۵/ ۳۲

[۴] واقدی : ۵۰۵

[۵] ابن اسحٰق : ۷-۱۵۳

[۶] ۳۳ : ۲۳

[۷] واقدی : ۲۷۷

[۸] واقدی : ۳۱۵

toobaa-elibrary.blogspot.com



## باب - ۵۵

# اُحُد کے بعد

سورج غروب ہو رہا تھا جب وہ شہر کے قریب پہنچے اور مسجد پہنچتے ہی انھوں نے مغرب کی نماز ادا کی۔ بعدازاں نبیؐ استراحت فرمانے کے لیے لیٹ رہے اور ایسی گہری نیند سوئے کہ بلالؓ نے عشاء کی اذان دی تو آپؐ نے نہ سنی جب بیدار ہوئے تو نماز گھر پر اکیلے پڑھی۔ انصار کے دونوں سعد (سعدؓ بن عبادہ اور سعدؓ ابن معاذ) اوس اور خزرج کے دوسرے سرداروں نے مسجد

toobaa-elibrary.blogspot.com



کے دروازے پر رات گزاری اور باری باری پہرہ دیا۔ کیونکہ اب بھی بہر حال امکان تھا کہ قریش واپس آسکتے ہیں۔ اگلے دن صبح سویرے نبیؐ نے بلالؓ کو ہدایت کی کہ جو لوگ یہاں موجود ہیں اور ان کے علاوہ دوسروں سے بھی اعلان کر دیں کہ "دشمن کا تعاقب کیا جانا ضروری ہے لیکن سوا ان لوگوں کے جو روز گزشتہ جنگ میں ہمارے ساتھ شامل تھے کوئی اور ہمارے ساتھ نہ جائے گا۔"

جب سردار اپنے مختلف قبائل میں واپس پہنچے تو انھوں نے پایا کہ بیشتر لوگ یا تو خود اپنے زخموں کی مرہم پٹی کر رہے تھے یا اپنی عورتوں سے کروا رہے تھے۔ کیوں کہ اُحد کے مقام پر لڑنے والوں میں سے بہت کم لوگ ایسے تھے جنھیں خراش تک نہ آئی ہو زیادہ تر لوگ ایسے ہی تھے جو شدید طور پر زخمی ہوئے تھے لیکن نبیؐ کی جانب سے طلبی کی اطلاع پا کر جتنا بہتر مرہم پٹی وہ کر سکتے تھے۔ انھوں نے کر لی اور اپنے کو تیار کر لیا کہ سب کے سب سوائے مالکؓ اور شماسؓ کے ایک بار اور چل پڑیں۔ مالکؓ انتہائی نقاہت سے دوچار تھے ان کے خاندان والے ان کی دیکھ بھال کر رہے تھے اور شماسؓ کا کوئی قریب ترین رشتہ دار مدینے میں نہ تھا۔ وہ غشی کی حالت میں عائشہؓ کے حجرے میں لے جائے گئے تھے لیکن اُم سلمہؓ نے کہا اپنے ہم قبیلہ کی دیکھ بھال ان کا حق ہے لہٰذا شماسؓ کو ان کی نگہداشت میں دے دیا گیا۔ چونکہ ان کی موت قریب ہی معلوم ہوتی تھی۔ نبیؐ نے اپنے پیچھے ہدایت چھوڑی کہ اگر ان کا انتقال ہو جائے تو ان کو مدینے میں نہیں بلکہ ان کے ساتھی شہداء کے ساتھ اُحد میں دفن کیا جائے۔

نبیؐ خود سب سے پہلے تیار ہو جانے والوں میں تھے۔ حالانکہ اب آپؐ مشکل ہی سے اپنے دائیں کندھے کو جس نے اس وار کا جس کا ہدف آپؐ کا سر تھا سارا زور اپنے اوپر لے لیا تھا حرکت دے سکتے تھے جب طلوؓ روانگی کے وقت کے بارے

toobaa-elibrary.blogspot.com



میں پوچھنے آئے تو وہ یہ دیکھ کر حیرت میں پڑ گئے کہ آپؐ مسجد کے دروازے پر گھوڑے پر سوار کھڑے ہیں۔ مغفر پیچھے کیے ہوئے ہیں۔ آنکھوں کے سوا کچھ نظر نہیں آتا۔ معذور اگرچہ وہ بھی تھے لیکن طلحہؓ اپنے گھر کی جانب دوڑ پڑے تاکہ اپنے آپ کو تیار کر لیں۔

بنی سلمہؓ کے ان لوگوں میں جو آپؐ کی معیت میں روانہ ہوئے چالیس زخمی اشخاص تھے۔ کچھ ایسے تھے جن کے جسم پر دس دس زخم تلوار کے، نیزے کے یا تیر کے تھے اور جب مقررہ وقت پر وہ نبیؐ کے معائنے کے لیے صف میں کھڑے ہوئے اور آپؐ نے دیکھا وہ کس حال میں ہیں تو آپؐ یہ دیکھ کر بہت مسرور ہوئے کہ ان کی روح کی ان کے جسم پر کتنی گرفت ہے۔ کاری زخموں کے باوجود وہ شوق جہاد سے سرشار تھے آپؐ نے دعا فرمائی "اے اللہ بنی سلمہؓ پر رحم فرما"۔ سارے قبائل میں سے صرف ایک شخص تھے جو اُحُد کی لڑائی میں شریک نہ تھے اور اب ساتھ نکلے اور وہ تھے جابرؓ ابن عبداللہ۔ اس صبح طلبی کا اعلان سننے کے بعد وہ نبیؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے اور کہا تھا "اے اللہ کے رسولؐ مجھے اشتیاق تھا کہ میں جہاد میں شریک رہوں لیکن میرے باپ نے مجھے سات بہنوں کا نگراں بنا کر چھوڑ دیا تھا اور اس طرح یہ واقعہ پیش آیا کہ خدا نے ہرچند کہ میں نے اس کی توقع کی تھی شہادت کے لیے مجھ پر ان کو ترجیح دی اس لیے اب مجھے اپنے ساتھ جانے دیجیے۔" نبیؐ نے ان کو اجازت دے دی کہ وہ بھی دوسروں کے ساتھ چلیں۔

انھوں نے پہلی منزل مدینے سے تقریباً آٹھ میل کی مسافت پر کی۔ اس وقت تک دشمن رَوحاء کے مقام پر خیمہ زن تھے جو وہاں سے بہت آگے نہ تھا یہ معلوم ہوا تو نبیؐ نے اپنے آدمیوں کو حکم فرمایا کہ ایک وسیع رقبے میں پھیل جائیں اور جتنی زیادہ سے زیادہ لکڑی اکٹھا کر سکیں اکٹھا کر لیں۔ ہر ایک شخص نے لکڑی کا اپنا ڈھیر الگ بنایا۔ غروب آفتاب تک انھوں نے پانچ سو سے زائد منارہ ہائے آتش

toobaa-elibrary.blogspot.com



تیار کر لیے تھے۔ رات ہوئی تو ہر شخص نے اپنے اپنے ڈھیر کو آگ دکھا دی۔ شعلے دور و نزدیک نظر آتے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا ایک بھاری فوج خیمہ زن ہے۔ ابوسفیان کے اس تاثر کو خزاعہ کے ایک شخص نے جو تھا تو بت پرست لیکن مسلمانوں کے لیے دوستانہ جذبات رکھتا تھا، تقویت پہنچائی اس نے عمداً غلط بیانی کرتے ہوئے ابوسفیانؓ سے کہا کہ ان کے تعاقب میں پورا شہر مدینہ نکل کر آ گیا ہے بشمول ان کے جو اُحد میں پیچھے رہ گئے تھے اور ان کے تمام حلیف بھی۔ اس نے کہا " خدا کی قسم تم اپنی جگہ سے ہلے بھی نہ ہو گے کہ ان کے گھوڑوں کی پیشانی کے بال تم کو نظر آئیں گے "۔ قریش کے کچھ لوگ پلٹ کر مدینے پر حملہ آور ہونا چاہتے تھے لیکن اب انھوں نے بالاتفاق فیصلہ کیا کہ پوری تیز رفتاری کے ساتھ مکے کا رخ کریں۔ ساتھ ہی ابوسفیانؓ نے کچھ سواروں کے ذریعہ جو سامانِ خورد و نوش کی فراہمی کی خاطر مدینے جا رہے تھے نبیؐ کے پاس الوداعی پیغام بھی بھیجا۔ پیغام یہ تھا: " میری جانب سے محمدؐ سے کہنا کہ ہم نے عزم کر رکھا ہے کہ تمہارے اور تمہارے ساتھیوں کے خلاف جنگ کرنے کے لیے پھر آئیں گے اور جو اب بھی رہ گئے ہیں ان کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیں گے۔ بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکیں گے "۔ اس نے یہ بھی کہا کہ " اس پیغام رسانی کے عوض جب واپس ہو کر تم بازار عکاظ میں مجھ سے ملو گے تو میں تمہارے اونٹ کو عنب خشک سے لاد دوں گا "۔

جب انھوں نے نبیؐ کو یہ پیغام پہنچایا تو آپؐ نے ایک تازہ نازل شدہ وحی کے الفاظ میں جواب دے دیا۔ " ہمارے لیے اللہ کافی ہے اور وہی بہترین کارساز ہے "۔[1]

آپؐ نے اور آپؐ کے ساتھیوں نے دوشنبہ سہ شنبہ اور چہار شنبہ کا دن پڑاؤ میں ہی گزارا۔ ہر رات آگ روشن کرتے رہے۔ وہ دن آرام و فراغت کے تھے جس کی شدید ضرورت تھی۔ گزشتہ موسم گرما میں پھلوں کی بہت اچھی فصل ہوئی تھی سعدؓ ابن عبادہ نے تیس[2] اونٹ کھجوروں کے بار کیے ہوئے تھے اور ان تیس کے علاوہ اور

toobaa-elibrary.blogspot.com



قربانی کے لیے لائے گئے تھے۔ پنج شنبہ کے دن یہ لوگ مدینے واپس ہو گئے۔

ان لوگوں کی روانگی کے فوراً بعد ہی شماسؓ کا انتقال ہو گیا تھا۔ ان کی تدفین اُحد میں ہوئی تھی۔ مالکؓ کا انتقال بھی ان کی غیر موجودگی ہی میں ہوا تھا لیکن ان کے خاندان والوں نے ان کو مدینے میں دفن کیا تھا۔ نبیؐ نے حکم دیا کہ ان کی لاش بھی اُحد لے جائی جائے۔ اور وہیں دفن کی جائے۔ اُحدؐ سے واپسی کے بعد ابن اُبَیّ کے بیٹے عبداللہؓ نے لڑائی کے بعد رات کا ایک حصہ زخم کے داغنے میں صرف کیا تھا۔ وہ اپنے زخم کا تدارک کر رہے تھے اور ان کا باپ باہر نکل کر دشمن پر حملہ کرنے کی حماقت پر اپنی لاف وگزاف میں مشغول تھا۔ اس نے کہا "خدا کی قسم جو کچھ ہوا اس کو تو میں آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔" اس کے بیٹے نے کہا "اللہ نے اپنے رسول اور مسلمانوں کے ساتھ جو کیا، اچھا کیا۔" لیکن ابن اُبَی قائل ہونے والا آدمی نہیں تھا وہ اپنی بات پر اڑا رہا "جو لوگ مارے گئے، وہ اگر ہمارے ساتھ ہوتے تو وہ قتل نہ ہوتے۔" وہ اپنے بیٹےؓ کی باقی مجاہدین کے ہمراہ قریبی زمانے کی مدینے سے غیر حاضری کے دوران بھی خاموش نہ رہا تھا۔ یہودی کبھی بھی یقین کے ساتھ یہ کہنے سے باز رہے ۔۔۔"کہ محمدؐ محض تخت وتاج کے خواہاں ہیں۔ کبھی کوئی پیغمبر اس قسم کی ہزیمت سے دوچار نہیں ہوا۔ وہ خود زخمی ہوئے اور انھوں نے اپنے ساتھیوں کو بھی کھویا۔"

یہودیوں اور منافقوں نے جو کچھ کہا تھا اس کا بیشتر حصہ عمرؓ سے جب وہ مشغلوں کی مہم سے واپس ہوئے، دہرایا گیا۔ وہ ویسے ہی نبی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپؐ سے اجازت طلب کی کہ جو لوگ اس یاوہ گوئی کے مرتکب ہوئے تھے ان کو قتل کر دیں۔ لیکن آپؐ نے ان کو ایسا کرنے سے منع کیا۔ آپؐ نے فرمایا: "اللہ اپنے دین کو غالب کرے گا اور وہ اپنے نبی کو تسلط بخشے گا۔" پھر آپؐ نے فرمایا۔ "اے ابن خطاب، اب قریش دوبارہ ہم پر غالب نہ آئیں گے اور ہم اس گوشے

toobaa-elibrary.blogspot.com



کی زیارت سے مشرف ہوں گے۔ آپ کا مطلب تھا کہ وہ مکے میں داخل ہوں گے اور حجر اسود کو بوسہ دیں گے۔

ہر چند کہ عمرؓ کے ہاتھ بندھے ہوئے تھے ابن ابی کلیتہً بے خراش نہ رہنے پایا۔ اس نے نماز جمعہ کے موقع پر مسجد میں عزت واحترام کی ایک جگہ پر قابض رہنے کو اپنا معمول بنالیا تھا۔ مدینے میں اس کو جو مقام حاصل تھا اس کے پیش نظر کسی نے کبھی اس جگہ سے اس کو بے دخل کرنے کے بارے میں نہ سوچا۔ جب نبیؐ خطبہ دینے کے لیے منبر پر تشریف فرما ہوتے تو وہ اپنی جگہ سے اٹھتا اور کہتا۔ "اے لوگو، یہ اللہ کے رسول ہیں، خدا ان کے ذریعہ تم پر فضل فرمائے اور تم کو طاقت دے۔ اس لیے تم ان کی نصرت کرو، ان کا احترام کرو، ان کی سنو اور ان کی اطاعت کرو۔" بعد ازاں وہ بیٹھ جاتا لیکن اس دن ــــ وہ اُحد کی لڑائی سے واپسی کے بعد پہلا جمعہ تھا ــــ جب وہ معمول کے مطابق اپنے مقرر الفاظ کہنے اٹھا تو وہ انصار جو اس کے قریب ..... بیٹھے تھے انھوں نے دونوں جانب سے اس کو پکڑ لیا اور کہا "دشمن خدا تو بیٹھ جا۔ جو کچھ تو کر چکا ہے اس کے بعد تو اس قابل نہیں کہ زبان کھولے۔" اس پر وہ جماعت چھوڑ کر لوگوں کی بیٹھی ہوئی گھنی بھیڑ سے ٹیڑھے میڑھے گزرتے ہوئے چل دیا۔ انصار میں سے ایک صاحب جو مسجد کے دروازے پر اس سے ملے انھوں نے اس سے کہا "واپس جاؤ اور اپنے لیے رسولؐ سے مغفرت کی دعا کی درخواست کرو۔" لیکن اس نے کہا "خدا کی قسم میں نہیں چاہتا کہ وہ میرے لیے دعائے مغفرت کریں۔"

اُحد کے بعد جو دن آئے ان میں جنگ سے متعلق نبیؐ پر متعدد آیات ..... نازل ہوئیں ان سے ظاہر ہوا کہ دونوں قبائل کے ایک قابل لحاظ حصے نے لڑائی شروع ہونے سے پہلے ہی سنجیدگی سے فوج کا ساتھ چھوڑ دینے کے بارے

toobaa-elibrary.blogspot.com



میں سوچا تھا۔ لیکن یہ کہ خدا نے ان کے دلوں کو طاقت بخشی تھی اور انھیں عزم عطا کیا تھا۔ ان دو قبائل میں سے ایک بنی سلِمہ کا قبیلہ تھا۔ یہ قبیلہ خزرج کی ذیلی شاخ تھا۔ دوسرا بنی حارثہ کا قبیلہ تھا جو اوس کی ضمنی شاخ تھا۔ جب ان دونوں قبائل کے ان اشخاص نے جو دشمن کا تعاقب کرنے کے لیے روانہ ہونے والی فوج کا ساتھ چھوڑ دینے کا فیصلہ کیا تھا، نازل شدہ آیات "یاد کرو جب تم میں سے دو گروہ بزدلی دکھانے پر آمادہ ہو گئے تھے حالانکہ اللہ ان کی مدد پر موجود تھا اور مومنوں کو اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہیے۔" سنی تو انھوں نے کہا کہ وہی ہیں جن کی جانب آیات میں اشارہ کیا گیا ہے لیکن یہ کہ ان کو اپنی کمزوری پر ندامت اور افسوس نہیں ہے اس لیے کہ اسی کے سبب ہی تو ان کو اللہ کی جانب سے طاقت ملی جو خود ان کی اپنی طاقت سے بہتر تھی۔ دوسری نازل شدہ آیات میں یکایک سواروں کے حملے کے بعد باقی رہ جانے والوں اور بالخصوص ان لوگوں کی جانب اشارہ ہے جنھوں نے نبیؐ سے باہر نکل کر جنگ کرنے پر زور دیا تھا تاکہ وہ شہادت کی فضیلت حاصل کر سکیں۔ "کیا تم نے سمجھ رکھا ہے کہ یوں ہی جنت میں چلے جاؤ گے حالانکہ ابھی اللہ نے یہ تو دیکھا ہی نہیں کہ تم میں کون وہ لوگ ہیں جو اس کی راہ میں جانیں لڑانے والے ہیں اور اس کی خاطر صبر کرتے ہیں۔ تم تو موت کی تمنائیں کر رہے تھے مگر یہ اس وقت کی بات تھی جب موت سامنے نہ آئی تھی۔ لو وہ اب تمھارے سامنے آگئی اور تم نے اسے آنکھوں سے دیکھ لیا۔"

لیکن ساتھ ہی وحی نے یہ بھی وضاحت کر دی کہ وہ جنھوں نے احکام کی خلاف ورزی کی تھی انھوں نے میدانِ جنگ میں اپنی غلطی کا کفارہ ادا کر دیا۔ ان کے کفارے کا ایک حصہ ان کا وہ گہرا رنج والم تھا جو یہ سننے کے بعد کہ نبیؐ نے وفات پائی ظاہر ہوا تھا۔ ان کے حوالے سے اس بات کی صراحت کی گئی کہ قدیم تہذیبوں کے جو کھنڈرات

toobaa-elibrary.blogspot.com



باقی رہ گئے ہیں اور جو آنکھوں کے سامنے تھے اس بات کا ثبوت ہیں کہ عرب میں قائم نظام گزر جانے والا ہے اور یہ کہ اسلام مظفر و منصور ہوگا۔ "تم سے پہلے بہت سے دور گزر چکے ہیں۔ زمین میں چل پھر کر دیکھ لو کہ ان لوگوں کا کیا انجام ہوا جنھوں نے اللہ کے احکام وہدایات کو جھٹلایا۔ یہ لوگوں کے لیے ایک صاف اور صریح تنبیہ ہے اور جو اللہ سے ڈرتے ہوں ان کے لیے ہدایت اور نصیحت ہے۔ دل شکستہ نہ ہو، غم نہ کرو، تم ہی غالب رہو گے اگر تم مومن ہو۔"[۶]

نازل شدہ وحی میں مستقبل کے بارے میں ایک اور حوالہ تھا۔ "محمدؐ اس کے سوا کچھ نہیں کہ بس ایک رسول ہیں ان سے پہلے اور رسول بھی گزر چکے ہیں پھر کیا اگر وہ مر جائیں یا قتل کر دیے جائیں تو تم لوگ اُلٹے پاؤں پھر جاؤ گے۔ یاد رکھو جو الٹا پھرے گا وہ اللہ کا کچھ نقصان نہ کرے گا البتہ جو اللہ کے شکر گزار بندے بن کر رہیں گے انھیں وہ اس کی جزا دے گا۔"[۷]

## حوالجات، حواشی، تشریحات :

[۱] ۳ : ۱۷۳

[۲] واقدی : ۳۱۷

[۳] ۳ : ۱۲۲

[۴] ۳ : ۳ - ۱۴۲

[۵] ۳ : ۵ - ۱۵۲

[۶] ۳ : ۹ - ۱۳۷

[۷] ۳ : ۱۴۴

toobaa-elibrary.blogspot.com


باب - ۵۶

# انتقام کے شکار

دو ماہ یا کچھ زیادہ مدت تک کوئی ایسی بات نہ ہوئی جو امن و امان میں خلل انداز ہوتی۔ اس کے بعد خبر آئی کہ بنی اسد ابن خزیمہ نخلستان پر چھاپہ مارنے کا منصوبہ بنا رہے ہیں۔ اس کے باوجود کہ جحش کا خاندان اور قبیلہ اسد کے دوسرے لوگ جو پہلے مکے میں سکونت گزیں تھے مسلمان ہو چکے تھے۔ نجد کا یہ وسیع رقبے میں پھیلا ہوا طاقت ور قبیلہ اب بھی قریش کا اتحادی تھا۔ قریش

toobaa-elibrary.blogspot.com



نے اب ان کو اکسایا تھا کہ اُحد کی لڑائی کے معذور کن اثرات مابعد کا فائدہ اٹھائیں اس لیے ضروری تھا کہ ان پر اور سارے عرب پر عملی مظاہرے کے ذریعہ واضح کر دیا جائے کہ اُحد کی جنگ کے نتیجے میں مسلمان کمزور نہیں ہوئے بلکہ انھوں نے اس سے طاقت حاصل کی ہے۔ اس لیے نبیؐ نے اپنے رشتہ دار ابو سلمہؓ کی قیادت میں ڈیڑھ سو سواروں کا ایک پوری طرح مسلح دستہ ان کے علاقے میں جو وسطی ریگستان کے شمال میں واقع تھا اس ہدایت کے ساتھ روانہ فرمایا کہ ان کے پڑاؤ پر یکایک حملہ آور ہونے کے لیے ان کے نَس میں جو کچھ ہو اٹھا نہ رکھیں۔ اس ہدایت کو روبہ عمل لانے میں وہ کامیاب ہو گئے۔ ایک مختصر محاذ آرائی اور دونوں جانب برائے نام خوں ریزی کے بعد بدوی پسپا ہو کر مختلف سمتوں میں منتشر ہو گئے اور مسلمان تین گلہ بانوں اور اونٹوں کا ایک بڑا جھنڈ ساتھ لے کر گیارہ دن بعد مدینے واپس ہو گئے۔ مہم نے اصل مقصد کی تکمیل کر دی تھی جس سے اسلام کی غیر تخفیف شدہ طاقت کا اعلان نیز توثیق ہو گئی تھی۔

اسی زمانے کے آس پاس بعید تر جنوب سے ایک منصوبہ بند چھاپے کی خبر ملی لیکن اس معاملے میں نبیؐ نے اندازہ کر لیا کہ اسلام کے خلاف مخاصمت ایک نمایاں طور پر بدطینت شخص ہذیل کی لحیانی شاخ کے سردار کی ذات میں مرکوز ہے اگر ان کو اس سے چھٹکارا مل جائے تو اس علاقے سے خطرہ ناقابل لحاظ ہو جائے گا اس لیے آپ نے عبداللہ ابن انس خزرجی کو اس ہدایت کے ساتھ روانہ کیا کہ اسی کو قتل کر دیں۔ انھوں نے عرض کیا "اے اللہ کے رسول آپ مجھے اس کا ایسا حلیہ بتا دیجئے کہ میں اس کو پہچان لوں۔" آپؐ نے فرمایا "جب تم اس کو دیکھو گے تو اس کا چہرہ بشرہ تمھیں شیطان کی یاد دلا دے گا۔ تمھارے لیے ایک یقینی علامت کہ فی الواقع وہی مطلوب شخص ہے یہ ہو گی کہ جب تم اس کو دیکھو گے تو لرز جاؤ گے۔" معاملہ ویسا ہی تھا

toobaa-elibrary.blogspot.com



جیسا آپؐ نے فرمایا تھا۔ اس شخص کو قتل کرنے کے بعد عبداللہؓ جان سلامت لے کر بچ نکلے۔

مدینے پر حملے کا تو سارا خیال ترک کر دیا گیا لیکن اس میں شبہ نہیں کہ اپنے سردار میں سے اسی ایک کے قتل کے انتقام کی خاطر اگلے ماہ ہذیل کے کچھ لوگوں نے چھ مسلمانوں پر حملہ کیا۔ جو دو نسبتاً چھوٹے ہمسایہ قبائل کو دینی تعلیم دینے جا رہے تھے اور راستے میں تھے۔ تصادم رجیع کے مقام پر ہوا۔ وہ مقام جہاں پانی لینے کے لیے قافلے قیام کرتے تھے۔ یہ مقام مکے سے زیادہ دور نہ تھا۔ نبیؐ کے تین آدمی لڑتے ہوئے مارے گئے اور تین قیدی بنا لیے گئے۔ جن میں سے ایک فرار کی کوشش میں مارا گیا۔ جو لوگ لڑتے ہوئے مارے گئے ان میں قبیلہ اوس کے عاصمؓ تھے جنھوں نے غزوہ اُحد میں قریش کے دو علم داروں کو قتل کیا تھا۔ اور مقتولوں کی ماں نے قسم کھائی تھی کہ وہ ان کی کھوپڑی میں شراب پی کر رہے گی۔ چنانچہ ہذیل کے لوگ اس مقصد سے ان کی کھوپڑی اس کے ہاتھ فروخت کرنے پر تلے ہوئے تھے لیکن عاصمؓ کے جسم کی حفاظت رات ہونے سے پہلے تک شہد کی مکھیوں کے ایک جھنڈ نے کر رکھی اور رات میں ایک سیلاب آیا اور ان کی لاش کو بہالے گیا۔ اس طرح اس ماں کی قسم کبھی نہ پوری ہوئی جہاں تک دو قیدیوں کا تعلق ہے یہ تھے اوس کے خُبیبؓ اور خزرج کے زیدؓ۔ یہ دونوں قریش کے ہاتھ فروخت کر دیئے گئے۔ بدر کے مقتولوں کے بدلہ لینے کا کوئی موقع ہاتھ آتا تو قریش اب بھی اس سے شاداں و فرحاں ہوتے تھے۔ خُبیبؓ کو بنی نوفل کے ایک حلیف نے خریدا اور اس قبیلے کے ایک شخص کو تحفے کے طور پر پیش کر دیا کہ اپنے باپ کا انتقام لینے کے لیے ان کو شہید کر دے۔ ایسے ہی مقصد کے پیش نظر صفوان نے زیدؓ کو خرید لیا اور دونوں آدمی مکے میں قید رکھے گئے۔ یہاں تک کہ حرام مہینے جن میں کشت و خون کی ممانعت تھی گزر گئے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com



صفر کا نیا چاند نظر آنے کے بعد وہ حدودِ حرم سے باہر تنعیم میں لے جائے گئے وہاں اپنی قید کے بعد پہلی بار ان کی باہم ملاقات ہوئی۔ انھوں نے ایک دوسرے سے معانقہ کیا۔ ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کی۔ پس ازاں بنی نوفل اور جو لوگ ان کے ساتھ تھے خُبیبؓ کو کچھ فاصلے پرلے گئے' اور جب انھوں نے دیکھا کہ اب وہ انھیں ٹکٹکی سے باندھنے جا رہے ہیں تو انھوں نے خواہش کی کہ انھیں نماز پڑھ لینے دیں۔ انھوں نے دو رکعت نماز ادا کی۔ کہا جاتا ہے کہ اس عمل در آمد کی کہ جس کو موت کی سزا دی گئی ہو اس طرح مرنے سے پہلے اس کو نماز ادا کرنی چاہیے" ابتدا کرنے والے وہی تھے۔ پھر لوگوں نے ان کو یہ کہتے ہوئے ستون سے باندھا "اسلام سے پھر جاؤ ہم تم کو چلے جانے کی آزادی دے دیں گے۔" انھوں نے جواب دیا "میں اسلام سے برگشتہ نہیں ہوں گا خواہ ایسا کرنے کے نتیجے میں مجھ کو وہ سب مل جائے جو روئے زمین میں ہے۔" لوگوں نے سوال کیا "کیا تم یہ نہیں چاہتے کہ تمھاری جگہ محمدؐ ہوتے اور تم اپنے گھر میں بیٹھے ہوتے۔" انھوں نے جواب دیا "میں یہ نہ چاہوں گا کہ اس کے عوض کہ میں اپنے گھر میں بیٹھا ہوں اور محمدؐ کو ایک کانٹا بھی چبھے۔" لوگوں نے کہا "پھر جاؤ اے خُبیبؓ کیونکہ اگر تم نے ایسا نہ کیا تو ہم تم کو یقیناً قتل کر دیں گے۔" انھوں نے جواب دیا "اگر میں اللہ کی راہ میں جان دوں تو میرا قتل کیا جانا محض ایک معمولی بات ہے۔" انھوں نے مزید کہا: "جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ تم نے میرے منہ کو کعبے کے خلاف سمت پھیر دیا ہے" — انھوں نے ان کے منہ کو دوسری جانب پھیر دیا تھا — "تو خدا فرماتا ہے کہ جدھر بھی رخ کرو ادھر ہی ذاتِ الٰہی حاضر و موجود ہے۔" "اے اللہ یہاں کوئی نہیں جو میرا اسلام تیرے رسولؐ تک پہنچائے، سو تو میرا سلام ان تک پہنچا دے۔" ادھر نبیؐ زیدؓ اور اپنے دوسرے اصحاب کے ساتھ مدینے میں تشریف فرما

toobaa-elibrary.blogspot.com



تھے کہ یکبارگی چہرۂ مبارک پر وہ کیفیت پیدا ہوئی جو نزولِ وحی کے وقت ہوا کرتی تھی اور انھوں نے آپؐ کو یہ فرماتے ہوئے سنا "وعلیہ السلام ورحمۃ اللہ" پھر آپؐ نے فرمایا "یہ ہیں جبرئیلؑ جو مجھے خُبیبؓ کا سلام پہنچا رہے ہیں"۔

قریش اپنے ساتھ چالیس بچوں کو لائے تھے جن کے باپ بدر میں مارے گئے تھے۔ انھوں نے ہر ایک کو ایک نیزہ دیا اور کہا "یہ وہ شخص ہے جس نے تمھارے باپ کو قتل کیا تھا۔ بچوں نے اپنے اپنے نیزوں سے وار کیے لیکن ان کو مار نہ پائے اس لیے ایک شخص نے لڑکوں میں سے ایک کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر خُبیبؓ کو مہلک زخم لگایا۔ ایک دوسرے شخص نے بھی یہی کیا لیکن وہ ایک گھنٹے تک زندہ رہے اور کلمہ کا ورد کرتے رہے۔

----ان کے ساتھی قیدی زیدؓ کو بعد میں شہید کر دیا گیا۔ انھوں نے بھی دو رکعت نماز ستون سے باندھے جانے سے پہلے ادا کی اور اسی قسم کے سوالات کے ویسے ہی جوابات دیے۔ زُہرہ کا حلیف اَخنَس ابن شَرِیق جو دوسروں کے ساتھ تنعیم گیا تھا یہ کہنے پر مجبور ہو گیا کہ کوئی باپ اپنے بیٹے سے ایسی محبت نہیں کرتا جیسی محمدؐ کے پیرو محمدؐ سے کرتے ہیں۔

جب بدر کی لڑائی کے آغاز میں عبیدہؓ عتبہ کے مقابل دست بدست انفرادی لڑائی میں شہید ہو گئے تو انھوں نے ایک بیوہ چھوڑی تھی۔ خُزَیمہ کی بیٹی زینبؓ جوان کے مقابلے میں بہت زیادہ کم سن تھیں۔ خُزَیمہ کا تعلق بدوی قبیلے عامر سے تھا وہ بڑی فیاض طبع تھیں۔ زمانۂ اسلام سے قبل ہی وہ اُمّ المساکین کے نام سے مشہور ہو چکی تھیں۔ ان کی بیوگی پر ایک سال گزر چکا تھا لیکن اب بھی وہ بیوہ ہی تھیں اور جب نبیؐ نے ان کو شادی کا پیغام دیا تو انھوں نے قبول کر لیا۔ مسجد کے قریب آپؐ کے گھر میں ایک چوتھا حجرہ بنایا گیا اور بلاشبہ اس نئے اتحاد ہی کا نتیجہ تھا کہ زینبؓ کے قبیلے کے

toobaa-elibrary.blogspot.com



سن رسیدہ سردار ابو براء نبیؐ کی خدمت میں باریاب ہوئے۔ جب اسلام ان کے سامنے پیش کیا گیا تو بوڑھے شخص نے واضح کر دیا کہ وہ اس کو ناگوار نہیں لیکن اس وقت اس نے اسلام قبول نہیں کیا۔ ہاں یہ خواہش کی کہ کچھ مسلمان ان کے پورے قبیلے کو دین کی تعلیم دینے کے لیے بھیجے جائیں۔ نبیؐ نے فرمایا کہ آپ کو اندیشہ ہے کہ دوسرے قبائل ان پر حملہ آور ہوں گے۔ بنی عامر ہوازن کی ایک شاخ تھے اور ان کا علاقہ سُلَیم اور غَطفان کے دوسرے قبائل کے جنوب میں واقع تھا جن کے خلاف نخلستانِ یثرب کو چوکنا رہنا پڑتا تھا لیکن ابو براء نے وعدہ کیا کہ کوئی بھی اُس امان کی خلاف ورزی نہ کرے گا جو وہ عامر کے سردار کی حیثیت سے ان کو دیں گے۔ چنانچہ نبیؐ نے اپنے اصحاب میں سے ایسے چالیس اشخاص کا انتخاب کیا جو پاک بازی اور علم دین دونوں میں بلند مقام تھے اور آپؐ نے خزرج کے ایک صاحب کو ان کا سربراہ بنایا ان کا نام مُنذرؓ ابن عمرو تھا ان لوگوں میں ایک ابوبکرؓ کے آزاد کردہ غلام عامرؓ ابن فُہیرہ بھی تھے جن کو انھوں نے اپنے اور نبیؐ کے ہجرت کے سفر کے دوران معیت کے لیے انتخاب کیا تھا۔

مدینے میں معلوم نہ تھا کہ ابو براء کی سرداری قبیلے کے اندر متنازع فیہ ہے۔ چنانچہ ان کے بھتیجے نے جو ان کی جگہ سرداری کا آرزو مند تھا، ان اصحاب میں سے جو نبیؐ کے ایک خط کے ساتھ پیشگی بھیجے گئے تھے ایک کو خود شہید کر ڈالا اور اپنے قبیلے کو آواز دی کہ باقی دوسروں کو وہ شہید کر دیں۔ جب قبیلے نے یہ ثابت کر دیا کہ وہ تقریباً سب کے سب ابو براء کی ضمانت سے اتفاق کرتے ہیں اور انھوں نے اس کی خواہش کی تکمیل نہ کی تو احساس ناکامی کے شکار بھتیجے نے سُلَیم کے دو قبیلوں کو جن کی قریبی زمانے میں مدینے کے ساتھ کش مکش اور آویزش ہو چکی تھی برانگیختہ اور برہم کرنے والا پیغام بھیجا۔ انھوں نے

toobaa-elibrary.blogspot.com



فی الفور ایک سوار دستہ روانہ کر دیا اس نے مَعُونہ کے کنوئیں کے قریب سب کے سب بے خبر مسلمانوں کو ان کے پڑاؤ میں قتل کر دیا۔ صرف دو اصحاب بچ گئے۔ جو اپنے اونٹ چرانے چلے گئے تھے۔ ان میں سے ایک صاحب حارثؓ ابن الصمہ تھے جو اُحد میں بڑی بے جگری سے لڑے تھے۔ دوسرے کنانہ کے قبیلے ضَمرہ سے تعلق رکھنے والے عمروؓ تھے۔ یہ لوگ جب اونٹ چرا کر لوٹے تو انھیں یہ دیکھ کر حیرت اور پریشانی ہوئی کہ گدھوں کی ایک بڑی تعداد ان کی قیام گاہ پر تھوڑی بلندی پر چکر کاٹ رہی ہے جیسا کہ گدھ لڑائی ختم ہونے کے بعد میدان جنگ کے اوپر کیا کرتے ہیں۔ انھوں نے دیکھا کہ ان کے ساتھی اپنے خون میں نہائے مُردہ پڑے ہیں اور سُلَیم کے سوار ان کے قریب ہی کھڑے باہم کسی بحث و تمحیص میں ایسے محو ہیں کہ نو واردوں کی آمد کا معلوم ہوتا ہے ان کو پتا نہیں ہے۔ عمروؓ کی رائے تھی کہ فرار ہو لیا جائے اور مدینے میں یہ خبر دی جائے لیکن حارثؓ نے کہا کہ "میں وہ آدمی نہیں ہوں جو لڑائی سے پہلوتہی کرے۔ اس میدان میں جہاں منذرؓ کو قتل کر دیا گیا ہو"۔ اور وہ دشمنوں پر ٹوٹ پڑے اور انھوں نے دو آدمیوں کو ــــ قبل اس کے کہ ان کو اور عمروؓ کو بے قابو کر کے قیدی بنا لیا گیا ــــ قتل کر دیا۔ حیرت کی بات یہ تھی کہ وہ لوگ ان دونوں میں سے کسی ایک کو بھی قتل کرنے کے لیے آمادہ نہ تھے یہاں تک کہ حارثؓ کو بھی جن کے ہاتھوں ان کے دو آدمی ابھی ابھی قتل ہوئے تھے۔ انھوں نے ان سے پوچھا تھا کہ انہیں ان کے ساتھ کیا کرنا چاہیئے؟ انھوں نے کہا کہ وہ صرف یہ چاہتے ہیں کہ انھیں اس جگہ لے جایا جائے جہاں منذرؓ کی لاش پڑی ہے۔ ان کو ہتھیار دے دیئے جائیں اور انھیں ان سب سے یکہ و تنہا نبرد آزما ہونے کے لیے آزاد کر دیا جائے۔ ان کی درخواست منظور کر لی گئی اور انھوں نے اس سے پہلے کہ بالآخر وہ خود شہید کر دیے جائیں دشمن کے مزید دو آدمیوں کو قتل کر دیا۔ عمروؓ کو انھوں نے آزاد کر دیا اور ان سے کہا کہ اپنے تمام مرنے

toobaa-elibrary.blogspot.com



والے ساتھیوں کے نام ان کو بتلادیں وہ ان کے ساتھ ہر ایک کے پاس گئے اور اس کا نام و نسب ان کو بتا دیا پھر ان سے انھوں نے دریافت کیا کہ ان میں سے کوئی غائب تو نہیں ہے۔ انھوں نے کہا "مجھے ابوبکرؓ کا ایک آزاد کردہ شخص ان میں نہیں مل پا رہا ہے۔ اس کا نام عامرؓ ابن فہیرہ ہے۔ انھوں نے سوال کیا "تمھارے درمیان اس کا کیا مقام تھا؟ عمروؓ نے کہا "وہ ہمارے بہترین آدمیوں میں سے ایک تھا۔ ہمارے نبیؐ کے اولین اصحاب میں سے ایک" سوال کرنے والے نے دریافت کیا۔ کیا میں تمھیں بتاؤں اس پر کیا افتاد پڑی۔ پھر ان لوگوں نے اپنوں میں سے ایک کو جس کا نام جبار تھا جس نے خود عامرؓ کو شہید کیا تھا آواز دی۔ جبار نے بیان کیا کس طرح پیچھے سے اکر ان پر اس نے حملہ کیا تھا اور اپنا نیزہ ان کے شانوں کے درمیان پیوست کر دیا تھا نیزے کی انی دوسری جانب ان کے سینے کے باہر آگئی تھی اور ان کی آخری سانس کے ساتھ یہ الفاظ "فُزْتُ وَاللّٰہِ" خدا کی قسم میں منظفر و منصور ہوا" ان کے ہونٹ سے ادا ہوئے۔ جبار نے سوچا کہ اس کا کیا مطلب ہو سکتا ہے۔ اس احساس کے زیر اثر کہ فتح مندی کا دعویٰ تو فی الواقع اس کو ہونا چاہیے۔ عالم استعجاب میں اس نے اپنا نیزہ باہر نکال لیا اس کو مزید حیرت تب ہوئی جب اس نے دیکھا کہ ایک غیر مرئی ہاتھ ان کے جسم کو بلندی پر اٹھائے گیا یہاں تک کہ وہ نگاہوں سے اوجھل ہو گئے۔ جب جبار کو سمجھایا گیا کہ فتح مندی سے مطلب "جنّت" ہے تو وہ داخل اسلام ہو گیا۔ نبیؐ کو جب اس واقعہ کی اطلاع دی گئی تو آپؐ نے فرمایا کہ فرشتے عامرؓ کو "علیّیون" علّیین میں لے گئے یعنی جو بلند ترین جنتوں میں سے ایک ہے۔

سُلیم کے لوگ اپنے قبیلے میں واپس گئے جہاں جو افتاد پڑی تھی اس کی کہانی بار بار بیان ہوئی۔ یہ ان کے قبول اسلام کی ابتدا تھی جہاں تک آزاد کردہ باقی ماندہ

toobaa-elibrary.blogspot.com



شخصیت عرو کا تعلق ہے ان کو بتایا گیا کہ کشت وخون کے لیے قبیلۂ بنی عامر نے برانگیختہ کیا تھا۔ چنانچہ مدینہ واپس ہوتے ہوئے انھوں نے بنی عامر کے دو آدمیوں کو قتل کر دیا۔ ان کا خیال تھا کہ وہ اپنے شہید ساتھیوں کا بدلے رہے ہیں لیکن فی الواقع وہ دونوں آدمی قطعاً بے قصور تھے۔ وہ ابوبراء کے وفادار تھے مسلمانوں کو ابوبراء کی دی ہوئی امان کو تسلیم کرتے تھے اس لیے نبیؐ نے اس بات پر اصرار کیا کہ ان کے قریب ترین اعزاء کو ان کا خوں بہا ادا کیا جائے۔

---

## حوالہ جات، حواشی، تشریحات :

۱؎ ابن اسحٰق : ۱۱۵

۲؎ واقدی : ۳۶۰

۳؎ واقدی : ۳۴۹

۴؎ ۸۳ : ۱۹ - ۱۸

toobaa-elibrary.blogspot.com



## باب - ۵۷

# بنی نضیر

یہودی قبیلہ بنی نضیر ایک طویل مدت سے بنی عامر کا حلیف رہا تھا۔ اس بنا پر نبیؐ نے فیصلہ کیا کہ خون بہا ادا کرنے میں وہ آپ کی مدد کریں۔ چنانچہ آپؐ ابوبکرؓ، عمرؓ اور اپنے دوسرے اصحاب کے ساتھ ان کے پاس تشریف لے گئے اور معاملہ ان کے سامنے رکھا۔ آپؐ نے جو کرنے کی ان سے خواہش کی تھی اس کے لیے وہ راضی ہو گئے اور دعوت دی کہ ذرا ٹھہر جائیں تاکہ آپ کے لیے کھانا تیار کیا جا سکے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com



نبیؐ نے ان کی دعوت قبول کر لی۔ کچھ یہودی مجلس سے اٹھ گئے۔ انہیں میں ان کے سرداروں میں سے ایک حُیَیّ اٹھ گیا۔ بظاہر اس لیے کہ مہمانوں کی ضیافت کے سلسلے میں ہدایات دے۔ اس اثنا میں کہ یہ لوگ وہاں بیٹھے تھے۔ ان کی گڑھیوں میں سے ایک کے سامنے جبرئیلؑ نبیؐ کے پاس آئے۔ ان کو آپؐ کے سوا کسی نے بھی نہ دیکھا۔ انھوں نے آپؐ کو بتایا کہ یہودی آپؐ کے قتل کا منصوبہ بنا رہے ہیں اور آپؐ فی الفور مدینہ تشریف لے جائیں۔ لہٰذا آپؐ ایک لفظ کہے بغیر محفل سے اٹھے اور چل دیے۔ اور ہر ایک شخص نے سمجھ لیا کہ آپؐ جلد ہی واپس آکر ان سے آملیں گے لیکن جب کچھ وقت گزر گیا اور آپؐ تشریف نہ لائے تو ابوبکرؓ نے دوسرے صحابہ کو مصلاح دی کہ ان کو بھی چل دینا چاہیے۔ چنانچہ انھوں نے یہودیوں سے رخصت لی اور نبیؐ کے مکان پر پہنچے۔ آپؐ نے انھیں بتایا کہ کیا واقعہ پیش آیا تھا۔ بعد ازاں آپؐ نے محمد ابن مَسلَمہؓ کو بنی نضیر کے پاس بھیجا اور انھیں بتایا کہ وہ ان سے جا کر کیا کہیں۔ وہ بسرعت ان کی گڑھیوں میں پہنچے۔ انھیں دیکھ کر کچھ سردار باہر نکل کر ان سے ملنے آئے۔ انھوں نے اُن سے کہا: اللہ کے رسول نے مجھ کو تمھارے پاس بھیجا ہے اور وہ کہتے ہیں کہ مجھے قتل کرنے کی تجویز کر کے تم نے اس عہد کی خلاف ورزی کی ہے جو میں نے تمھارے ساتھ کیا ہے۔ پھر ان کی سازش کی ٹھیک ٹھیک تفصیلات بیان کرتے ہوئے جیسا کہ نبیؐ نے ہدایت کی تھی انھوں نے پیغام کا خلاصہ ان کے سامنے رکھ دیا۔ نبیؐ فرماتے ہیں: "میں تم کو دس دن کی مہلت دیتا ہوں کہ میرے علاقے سے چلے جاؤ۔ جو کوئی بھی اس کے بعد یہاں دیکھا جائے گا اس کا سر قلم کر دیا جائے گا۔" یہودیوں نے کہا: "اے مَسلَمہ کے بیٹے۔ ہم نے کبھی سوچا نہیں کہ قبیلۂ اوس کا کوئی آدمی ہمارے پاس ایسا پیغام لائے گا۔" انھوں نے جواب دیا: "دل بدل چکے ہیں۔"

toobaa-elibrary.blogspot.com



ان میں سے بیشتر نے پہلے ہی چلے جانے کی تیاریاں شروع کر دی تھیں لیکن ابن اُبی نے انھیں کہلا بھیجا کہ رہ جائیں وہ ان کی پشت پناہی کرے گا اور تمیں نے بہ مشکل ہی انھیں آمادہ کیا تھا کہ اٹل رہیں اس لیے کہ اس کو یقین تھا کہ اس کے طاقت ور گھریلو اتحادی قریظہ کے یہودیوں کی بات تو الگ رہی اس کے بدوی اتحادی اس نازک وقت میں حمایت سے پہلوتہی نہ کریں گے اور ان سب کے پاس مدد کی اشد ضروری اپیل بھیجنے کے بعد اس نے اپنے بھائی کو نبیؐ کے پاس اس پیغام کے ساتھ بھیجا "ہم اپنی رہائش گاہ، اپنا ساز و سامان اور مقبوضات نہ چھوڑیں گے۔ سو آپ جو چاہیں کریں۔" اللہ اکبر، نبیؐ نے فرمایا۔ آپؐ کے اصحابؓ نے بھی جو آپ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اللہ اکبر کی صدا بلند کی۔ یہودیوں نے اعلان جنگ کر دیا ہے۔ آپؐ نے ان کو مطلع کیا۔ فی الفور آپؐ نے ایک فوج اکٹھا کی، جھنڈا علیؓ کے ہاتھ میں دیا اور بنی نضیر کی بستیوں کی جانب چل دیے۔ ان کی بستیاں شہر سے قدرے جنوب میں تھیں۔ سب نے ایک وسیع صحن میں عصر کی نماز ادا کی جس کو یہودیوں نے خالی کر دیا تھا کہ وہ ان کے دفاعی علاقے سے باہر تھا۔ نماز کے بعد نبیؐ اپنی فوج کو قلعہ بند بستیوں کی جانب لے گئے۔ "پشتے" پر تیر انداز اور غلاخن باز متعین تھے کہ اسی حالت میں کہ وہ دیکھیں کہ دیواروں پہ حملہ ہو رہا ہے۔ نیزوں اور پتھروں کی بارش شروع کر دیں۔ بھاری بھاری پتھر بھی ان کے لیے مہیا کیے گئے تھے۔ دونوں فریق اندھیرا ہونے تک تیروں اور پتھروں کا تبادلہ کرتے رہے یہودیوں کو اپنے حملہ آوروں کی پھرتی پر حیرت تھی لیکن اگلے دن ـــــ ایسا ان کا خیال تھا ـــــ یقینی تھا کہ ابن اُبی اور قریش کی جانب سے لازمی طور پر کمک آ پہنچے گی۔ پھر دو یا تین دنوں میں ان کے حلیف غطفان کے قبائل ان کے ساتھ ہوں گے۔ اس دوران مسلمان فوج میں ان آدمیوں کی لگاتار آمد سے جو

toobaa-elibrary.blogspot.com



کسی ایک یا دوسرے سبب سے نبیؐ کے ساتھ روانہ نہ ہو سکے تھے برابر اضافہ ہو رہا تھا۔ عشاء کی نماز کے وقت تک مسلمان فوج کی تعداد میں خاصا اضافہ ہو گیا کہ سب طرف سے وہ دشمن کو گھیرے۔ نبیؐ نے ان کے ساتھ نماز ادا فرمائی۔ پھر اپنے دس اصحاب کے ساتھ مدینے واپس ہو گئے۔ علیؓ کو فوج کا نگراں بنا کر چھوڑ گئے۔ وہ تمام رات تسبیح خواں رہے۔ یہاں تک کہ فجر کی نماز کا وقت آ گیا۔ صبح کے اوقات میں نبیؐ پھر ان سے آ ملے۔

دن گزرتے رہے اور بنی نضیر اس کمک کے آنے سے جس کو ان میں سے بہت سے لوگ یقینی خیال کرتے تھے مایوس ہونا شروع ہوئے۔ بنی قریظہ نے نبیؐ کے ساتھ اپنے میثاق کی خلاف ورزی سے انکار کر دیا۔ بنی غطفان نے اپنی پُراسرار خاموشی جاری رکھی اور پھر ابن اُبَی یہ اعتراف کرنے پر مجبور ہو گیا کہ وہ کچھ نہیں کر سکتا۔ جیسے جیسے محصور لوگوں کی امیدوں پر پانی پھرتا گیا ان کی باہمی مخالفت میں اضافہ ہوتا رہا۔ قبیلے کا اتحاد ایک مدت سے کبیدگی اور تلخی کے سبب پارہ پارہ ہو رہا تھا۔ اب وہ مکمل طور پر باہری دنیا سے کٹ گئے تھے۔ کسی سمت سے مدد کا نام و نشان نہ تھا۔ محسوس کیا جا رہا تھا کہ صورت حال ناقابلِ برداشت ہو چکی ہے ـــ صورت حال اس وقت مکمل طور پر ناقابل برداشت ہو گئی جب دس یا کچھ زیادہ دنوں بعد نبیؐ نے حکم فرمایا کہ کھجور کے کچھ درخت جو دیوار کی کچھ دوسری جانب سے باہر نظر آتے ہیں ان کو کاٹ کر گرا دیا جائے۔ یہ ایک قربانی تھی۔ کیونکہ آپؐ جانتے تھے کہ وہ علاقہ فی الواقع خود آپ کا تھا لیکن یہ کام 'اذنِ الٰہی' کی بنا پر کیا جا رہا تھا اور اذنِ الٰہی کو حکم الٰہی ہی قرار دیا جا سکتا ہے۔ اس عمل کا فوری اثر دشمن کی مزاحمت کے انہدام کی شکل میں ظاہر ہوا۔ وہ اپنے کھجور کے درختوں پر فخر کیا کرتے تھے۔ یہ درخت ان کے مالیہ کے بڑے وسائل

toobaa-elibrary.blogspot.com



میں سے ایک وسیلہ تھے اور اگر وہ ابھی اپنا علاقہ چھوڑنے پر مجبور بھی ہو جائیں تب بھی وہ ان کھجوروں کو اپنا سمجھتے رہیں گے۔ کیونکہ ان کے لیے یہ توقع کرنے کی وجہ موجود تھی کہ ان کو موقع ملے گا کہ وہ دوبارہ ان کو حاصل کر لیں۔ لیکن اگر کھجور کے درخت برباد ہی کر دیے گئے تو ان کی جگہ درختوں کے پروان چڑھنے میں کئی سال لگیں گے۔ کاٹ کر تو چند ہی گرائے گئے تھے لیکن یہ تباہی کہاں تک وسعت پذیر کی جائے گی۔ حُیَی نے نبیؐ کے پاس کہلا بھیجا کہ وہ اپنی بستیاں چھوڑ کر چلے جائیں گے لیکن آپؐ نے جواب میں کہلایا کہ اب آپؐ اس سے اتفاق نہیں کرتے کہ وہ جلاوطنی کے ساتھ اپنا سبھی ساز و سامان لے کر نکل جائیں۔ آپؐ نے فرمایا، "اپنی بستی چھوڑ دو اور سوائے اسلحہ اور زرہوں کے جتنا تمہارے اونٹ لے جاسکتے ہوں ان پر بار کر کے لے جاؤ۔"

حُیَی نے پہلے تو انکار کر دیا لیکن اس کے قبیلے والوں نے اس کو یہ شرط قبول کرنے پر مجبور کر دیا اور انھوں نے دوبارہ وہ تیاریاں شروع کر دیں جو دو ہفتہ پہلے بیچ میں روک دی گئی تھیں۔ گھروں کے دروازے اور چوکھٹے تک اپنے اونٹوں پر لاد لیے گئے اور جب ساری تیاریاں مکمل ہو گئیں تو وہ شمال کی جانب شام کو جانے والی سڑک پر چل دیے۔ زندہ یادداشت میں ایسا شاندار کارواں کبھی نہیں دیکھا گیا تھا۔ جب وہ مدینے کے بھرے بازار سے گزرے ــــ اونٹ ایک قطار میں جا رہے تھے اور ہر اونٹ جو گزر رہا تھا اپنی قیمتی جھول اور اس دولت کے باعث جو اس پر بار تھی استعجاب اور حیرت کا محل بنا ہوا تھا۔ ہودوں کے شاندار پردے کھینچ دیے گئے تاکہ عورتوں کی نمائش ہو سکے جو ریشمی کپڑوں یا زربفت یا ہرے یا سرخ مخمل میں ملبوس تھیں اور ان میں سے بیشتر عمدہ ترین سونے کے زیورات سے لدی تھیں۔ جن میں زمرد اور یاقوت اور دوسرے قیمتی جواہرات جڑے ہوئے تھے۔ بنی نضیر

toobaa-elibrary.blogspot.com



متمول اور مرفہ حال تو سمجھے جاتے تھے لیکن ابھی تک خود ان کے علاوہ ان کی دولت کا ایک چھوٹا ہی حصہ لوگوں کی نگاہ میں آیا تھا۔ وہ ساز (طبلہ اور بانسری) کی موسیقی پر چلے جارہے تھے اور پندار کے ساتھ یہ دکھا رہے تھے کہ ہر چند کہ وہ اپنے کھجور کے پیڑ پیچھے چھوڑے جارہے ہیں لیکن ان کے پاس دوسرا ساز و سامان ویسا ہی اچھا ہے اور ان کے لیے ہے جن کے پاس وہ جارہے ہیں۔ ان میں سے کئی رک کر اس زمین پر بس گئے، جو خیبر میں ان کی ملکیت میں تھی لیکن دوسرے اور آگے شمال کی جانب شام کے جنوب میں فلسطین کے ایک شہر میں آباد ہو گئے۔ وحی کے مطابق بنی نضیر کی زمین اور جو کچھ بھی وہ چھوڑ گئے نبیؐ کا مقبوضہ تھی کہ محتاجوں اور ضرورت مندوں کو دی جائے بالخصوص غریب مہاجروں کو جو اپنے گھروں سے نکالے گئے تھے[۲] صرف دو انصار کو اس میں سے حصہ دیا گیا اور اس کی بنیاد ان کی غربت تھی۔ اب نبیؐ نے اس کا بڑا حصہ مہاجرین کو دے کر ان کو دوسروں پر انحصار سے آزاد بنا دیا اور انصار کو ایک بھاری بوجھ سے نجات دے دی۔

---

## حوالجات، حواشی، تشریحات:

[۱] ق ۵۹: ۵

[۲] ۵۹ : ۸

toobaa-elibrary.blogspot.com


باب۔ ۵۸

# صلح اور جنگ

۶۲۶ء کے سال نو کے آتے ہی فوراً بعد جو مہینے آئے ان کے دوران فاطمہؓ کے یہاں ایک اور بیٹے کی ولادت ہوئی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو "حسنؓ" نام اتنا زیادہ پسند تھا کہ آپ نے چھوٹے بھائی کا نام "حسینؓ" رکھا۔ یہ حسن کی تصغیر ہے۔ اسی زمانے کے آس پاس آپؐ کی زوجہ زینبؓ ام المساکین کا جب آپ نے ان سے عقد کیا تھا اس کے آٹھ ماہ کے اندر ہی بیمار پڑنے کے بعد انتقال ہوگیا۔ آپ نے ان

toobaa-elibrary.blogspot.com



کی نماز جنازہ کی امامت فرمائی اور بقیع میں ان کو دفن کیا۔ ان کی قبر آپ کی بیٹی رقیہؓ کی قبر سے زیادہ دور نہ تھی۔ اگلے ماہ آپ کے رشتہ دار ابو سلمہؓ کا اس زخم کے نتیجے میں جو انھیں اُحد میں لگا تھا، انتقال ہوگیا۔ زخم بہت ہی جلد بھر گیا تھا لیکن پھر ہرا ہوگیا۔ وقت آخر جب وہ عالم نزع میں تھے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے سرہانے تھے۔ آپ نے ان کے لیے دعا فرمائی اور ان کی آنکھیں بند کیں۔

ابو سلمہؓ اور ان کی اہلیہ باہم مخلص اور وفادار جوڑا تھا۔ ان کی اہلیہ نے ان سے تاہم ایک معاہدہ کر لینے کی خواہش کی تھی کہ اگر ان میں سے کسی ایک کا پہلے انتقال ہو جائے تو دوسرا دوبارہ شادی نہ کرے لیکن ابو سلمہؓ نے ان سے کہا کہ اگر وہ پہلے مر جائیں تو وہ (ان کی اہلیہ) ضرور شادی کر لیں اور دعا کی "اے اللہ میرے بعد امِ سلمہ کو ایک ایسا شوہر عطا فرما جو مجھ سے بہتر ہو۔ ایسا جو نہ اس کو دکھ پہنچائے نہ اس کی دلآزاری کرے۔" ان کے انتقال کے چار ماہ بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس آئے اور آپ نے ان کو شادی کا پیغام دیا۔ انھوں نے جواب دیا "میں ڈرتی ہوں کہ میں آپ کے لیے ایک موزوں شریکِ حیات نہیں ہوں۔" انھوں نے کہا "میں ایسی عورت ہوں جس کی عمر کا بہترین حصہ گزر چکا ہے۔ میں یتیم بچوں کی ماں ہوں۔ اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ میری فطرت میں انتہائی حسد کا مادہ ہے اور آپ کی پہلے ہی سے ایک سے زائد بیویاں ہیں۔" آپ نے جواب دیا "جہاں تک عمر کا تعلق ہے میں تم سے بڑا ہوں اور جہاں تک تمھارے حسد کا معاملہ ہے میں اللہ سے دعا کروں گا کہ وہ تم میں سے اس کو نکال دے۔ رہی تمھارے یتیم بچوں کی بات تو اللہ اور اس کا رسول ان کی نگہداشت کریں گے۔" چنانچہ دونوں کی شادی ہوگئی اور آپ نے ان کو اس حجرے میں قیام پذیر کیا جو پہلے زینبؓ کی رہائش گاہ تھا۔

toobaa-elibrary.blogspot.com



اُم سلمہؓ نے اپنی عمر کے بارے میں جو کچھ کہا تھا اس کے باوجود اب بھی ان کا شباب باقی تھا۔ ان کی عمر ۲۹ سال سے زیادہ نہ تھی۔ ان کی عمر صرف ۱۸ سال تھی جب وہ ابوسلمہؓ کے ساتھ ہجرت کر کے حبش گئی تھیں۔ جہاں تک حسد کا تعلق ہے ان کا خیال درست تھا کہ یہ شادی ان کو آزمائش میں ڈال دے گی، اور ان اندیشوں کا جہاں تک تعلق ہے وہ تنہا نہ تھیں۔ عائشہؓ نے حفصہؓ کو بغیر کسی دقت کے قبول کر لیا تھا اور زینبؓ کو بھی، لیکن اس نئی بیوی کا معاملہ مختلف تھا بلاشبہ کچھ تو اس وجہ سے کہ ان کا سن وسال آگے بڑھ چکا تھا۔ قریب قریب یہ ان کا چودھواں سال تھا۔ ان کی ام سلمہؓ سے اکثر ملاقات ہوئی تھی۔ انھیں کے ساتھ مل کر انھوں نے فاطمہؓ کی شادی کی تیاریاں کی تھیں لیکن انھوں نے ان کے بارے میں سوچا بھی نہ تھا کہ وہ کبھی ان کی سوکن بھی ہو سکتی ہیں۔ اب بہرحال جبکہ مدینے میں ہر شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نئی شادی اور آپ کی بیوی کی انتہائی خوبصورتی کا چرچا کر رہا تھا تو وہ اذیت اور اندیشے سے دوچار تھیں۔ 'جو کچھ لوگوں نے مجھے ان کے حسن وجمال کے بارے میں بتایا اس سے میں بہت زیادہ دکھی تھی۔ اس لیے میں نے اپنے آپ کو ان کے لیے گوارا بنایا تاکہ قریب سے ان کو دیکھ اور سمجھ سکوں۔ میں نے دیکھا کہ ان کی خوب صورتی کے بارے میں لوگ جو کچھ کہہ رہے ہیں وہ اس سے کئی گنا زیادہ خوب صورت تھیں۔ میں نے اپنے اس تاثر کا تذکرہ حفصہؓ سے کیا تو انھوں نے کہا 'نہیں، یہ تمھارے حسد کے سوا کچھ نہیں۔ وہ ویسی نہیں ہیں جیسا لوگ ان کے بارے میں کہتے ہیں۔' بعد ازاں انھوں نے اُم سلمہؓ سے ربط وضبط پیدا کیا تاکہ وہ اپنی نگاہوں کو جانچنے پرکھنے کا موقع بہم پہنچائیں اور انھوں نے کہا 'میں نے ان کو قریب سے دیکھا ہے لیکن وہ ویسی نہیں ہیں جیسی تم کہتی ہو۔ اُس کے آس پاس بھی نہیں۔ بسجان من' ویسی ہی جیسی کہ حفصہؓ نے بتایا تھا پھر بھی میں حسد میں مبتلا تھی۔'

toobaa-elibrary.blogspot.com



بدر کے مقام پر دوسری محاذ آرائی کا زمانہ قریب آرہا تھا۔۔۔ ابوسفیان کے اُحد کے مقام پر وداعی چیلنج کے مطابق۔۔۔ ایسا چیلنج جس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول کر لیا تھا لیکن یہ قحط کا سال تھا اور ابوسفیان نے دیکھا کہ اونٹوں اور گھوڑوں کی چرائی کے لیے راستے میں گھاس کا ایک تنکا بھی نہ ہوگا۔ سارا چارہ مکے سے ساتھ لے جانا ہوگا اور چارے کا ان کا ذخیرہ پہلے ہی گھٹ کر رہ گیا تھا لیکن وہ مقابلے سے جس کی دعوت خود دی تھی پہلو تہی کرنے کی بے عزتی کے خیال سے پس و پیش میں تھا۔ پسندیدہ بات اس کے نقطۂ نظر سے یہ ہوتی کہ محمدؐ خود اس کی خلاف ورزی کر ڈالتے۔ لیکن یثرب سے خبر آئی تھی کہ وہ روانگی کی تیاریاں کر چکے ہیں کیا ان کو ارادہ بدل دینے پر مائل کیا جاسکتا ہے۔ ابوسفیان نے سہیل اور قریش کے دو ایک اور سرداروں سے مشورہ کیا اور سب نے مل کر ایک منصوبے کی پختہ تجویز کر لی۔

اس وقت اتفاق سے سہیل کا نُعیم نامی دوست مکے میں موجود تھا۔ وہ غطفان کے قبیلے بنی اشجع کے سربرآوردہ لوگوں میں سے ایک تھا۔ ان لوگوں کا احساس تھا کہ وہ اس پر بھروسا کر سکتے ہیں اور چونکہ اُس کا تعلق قریش سے نہیں ہے اس لیے وہ اپنے آپ کو غیر جانب دار اور معروضی انداز میں معاملے کو دیکھنے والے کی حیثیت سے پیش کرسکتا ہے۔ انھوں نے اس کو بیس اونٹ دینے کا وعدہ کیا بشرطیکہ وہ مسلمانوں کو بدر کی جانب کوچ کرنے کے منصوبے کو ترک کر دینے پر آمادہ کر دے۔ نُعیم راضی ہوگیا اور فی الفور نخلستان کی جانب چل دیا۔ وہاں اس نے ان افواج کا جو ابوسفیان تیار کر کے بدر لا رہا تھا، ہیبت ناک نقشہ کھینچا۔ اس نے سماج کے مختلف طبقات، مہاجرین، انصار، منافقین اور یہودیوں سے گفتگو کی۔ وہ اپنی گفتگو کو خطرے کی سنگینی کا تاثر دینے کے ساتھ اس اہم فوری مشورے پر ختم کرتا تھا، اس لیے یہیں ٹھہرے رہو اور ان کا مقابلہ

toobaa-elibrary.blogspot.com



کرنے کے لیے باہر نہ جاؤ۔ خدا کی قسم میں نہیں سمجھتا کہ اگر تم باہر گئے تو تم میں سے ایک شخص بھی بچ کر جان سلامت لائے گا۔" یہودی اور منافقین مکے والوں کی جنگ کی تیاری کی خبر سے باغ باغ تھے اور انھوں نے سارے شہر میں اس خبر کو پھیلانے میں مدد کی۔ خود مسلمانوں پر بھی اثر انداز ہونے میں نعیم ناکام نہیں رہا۔ متعدد لوگ یہ خیال کرنے کی جانب مائل تھے کہ حقیقت میں یہ نادانی ہوگی کہ باہر نکل کر بدر کی جانب کوچ کیا جائے۔ اس انداز فکر کی خبر نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی اور آپ کو اندیشہ ہوا کہ آپ کے ساتھ بدر تک کوئی نہ جائے گا لیکن ابوبکرؓ و عمرؓ نے آپ پر زور دیا کہ کسی قیمت پر بھی قریش کی جانب سے دی ہوئی چنوتی سے پیچھے نہ ہٹا جائے۔ انھوں نے کہا "اللہ اپنے دین کی حمایت کرے گا اور وہ اپنے رسول کو طاقت عطا فرمائے گا۔" آپ نے فرمایا "میں پیش قدمی کرکے جاؤں گا خواہ مجھ کو تنہا ہی جانا پڑے۔"

آپ کے ان الفاظ نے نعیم کو اونٹوں کا گھاٹا دے دیا۔ اس کی ساری کوشش رائگاں گئی۔ عین اس وقت جب اس نے سوچنا شروع کر دیا تھا کہ وہ کامیاب ہو گیا ہے اس کو ناکامی کا سامنا ہوا۔ اپنی مہم کی ناکامی نے اس کے اندر یہ تاثر پیدا کیا کہ مدینے میں کوئی ایسی طاقت برسرِ کار ہے جس پر اثر انداز ہونے کی اہلیت اس میں نہیں ہے اور وہ ایسی طاقت ہے جو اس کے تجربے سے ماورا ہے۔ یہی تاثر تھا جس نے اس کے دل میں اسلام کی تخم ریزی کر دی۔ ابتدائی منصوبے کے مطابق نبی صلی اللہ علیہ وسلم پندرہ سو شتر سواروں اور دس گھوڑ سواروں کو ساتھ لے کر روانہ ہو گئے۔ کئی ان میں سے ایسے تھے جو اپنے ساتھ سامان تجارت لے گئے اس ارادے سے کہ بدر کے میلے میں کاروبار کر لیں گے۔

اس اثنا میں ابوسفیان قریش سے کہہ چکا تھا "آؤ ہم باہر چلیں اور ایک

toobaa-elibrary.blogspot.com



یا دو راتیں راستے پر بسر کریں۔ اس کے بعد لوٹ آئیں۔ اگر محمدؐ مدینے سے باہر نہ نکلے تو وہ سُن لیں گے کہ ہم روانہ ہوئے تھے لیکن چونکہ وہ مقابلے پر نہ آئے ہم واپس ہوگئے۔ یہ بات ان کے خلاف اور ہماری موافقت میں جائے گی۔ لیکن واقعہ یہ پیش آیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب نے آٹھ دن بدر کے میلے میں گزارے اور جو لوگ میلے میں شریک تھے انھوں نے یہ خبر دور و نزدیک پھیلا دی کہ قریش نے وعدے کی خلاف ورزی کی، خود اپنی دی ہوئی چنوتی سے پیچھے ہٹ گئے۔ ان کے برخلاف محمدؐ اور ان کے پیرو اپنی بات پر قائم رہے اور وعدے کے مطابق قریش سے معرکہ آرا ہونے کے لیے آئے تھے۔ جب دشمن کی اخلاقی فتح اور ان کی اخلاقی شکست کی خبر مکّے پہنچی تو صفوان اور دوسرے لوگوں نے اس بات پر ابوسفیانؓ کو بہت ملامت کی کہ اس نے بدر میں دوسرے مقابلے کا چیلنج ہی کیوں دیا تھا۔ تاہم اس کوفت نے اس دیرپا انتقام کی تیاری کی رفتار تیز کر دی جس سے نئے دین کے بانی اور اس کے پیروؤں کو دوچار کرنے کا وہ منصوبہ بنا رہے تھے۔

بدر سے واپسی کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مہینہ امن کے ساتھ مدینے میں گزارا۔ پھر پانچویں اسلامی مہینے (جمادی الاولیٰ) کے شروع جون ۶۲۶ء میں خبر ملی کہ غطفان کے کچھ قبائل نخلستان پر حملہ کرنے کا منصوبہ بنا رہے ہیں۔ آپؐ چار سو آدمی لے کر فی الفور صحرائے نجد کی جانب چل پڑے لیکن حسب سابق جب یہ لوگ تقریباً ان کے سر پر پہنچ چکے تھے، دشمن غائب ہوگیا۔ اسی مہم میں یہ واقعہ پیش آیا کر مڈبھیڑ ہونے ہی والی تھی کہ وحی نازل ہوئی۔ جس میں آپؐ کو ہدایت دی گئی کہ صلوٰۃ خوف کس طرح ادا کریں یعنی کس طرح ایک فوج کو نماز مختصر کر لینا چاہیے اور خطرے کے موقع پر اپنی نقل و حرکت، قیام و قعود اور ادائیگی اعمال میں ترمیم کر لینی چاہیے اور کس طرح کچھ کو پہرہ دینا اور کچھ کو نماز ادا کرنا چاہیے۔[۱۳]

toobaa-elibrary.blogspot.com


انصار میں سے ایک صاحب جو اس فوج کے ساتھ گئے جابرؓ بن عبداللہ تھے۔ بعد کے برسوں میں ایک واقعے کا تذکرہ کیا کرتے تھے جو مختلف مراحل میں سے ایک میں ان کے خیمہ زن ہونے کے دوران پیش آیا تھا: "ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے کہ ایک صحابی چڑیا کا ایک بچہ لے کر آئے جو انھوں نے پکڑا تھا۔ چڑیا کے ماں باپ میں سے کوئی ایک ان کے ہاتھ پر آگرا جنھوں نے اس کے بچے کو تھام رکھا تھا۔ میں نے دیکھا لوگوں کے چہرے پر حیرت و استعجاب طاری ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دیکھ کر فرمایا "کیا تم چڑیا کے طرز عمل پر متعجب ہو۔ تم نے اس کے بچے کو پکڑ لیا ہے۔ اس نے شفقت و ترحم سے اپنے آپ کو بچے پر گرا دیا ہے۔ تاہم میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تمھارا رب تم پر اس سے زیادہ رحیم و شفیق ہے جتنا یہ چڑیا اپنے بچے پر۔" اور آپ نے ان صاحب کو ہدایت کی کہ بچے کو جہاں سے اٹھا کر لائے ہیں وہیں لے جا کر رکھ دیں۔"

نیز آپ نے فرمایا "خدا تعالیٰ سو گنا مہربان ہے۔ ایک حصہ اس نے نیچے بھیجا ہے۔ جس میں جن، انسان، مویشی اور شکاری درندے سب شامل ہیں۔ اسی کے نتیجے میں وہ ایک دوسرے پر مہربان اور رحم کرنے والے ہیں۔ اسی کے نتیجے میں ایک صحرائی پرندہ اپنے بچے پر شفقت سے آگرا ہے۔ خدا نے ننانوے حصہ رحم اپنے لیے مخصوص کر لیا ہے تاکہ وہ اپنے بندوں کے ساتھ روز حشر ترحم کا معاملہ فرمائے۔"[۴]

جابرؓ نے یہ بھی بیان کیا کہ کس طرح واپسی سفر میں پوری فوج آگے آگے چل رہی تھی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور چند دوسرے لوگ پیچھے سوار سفر کر رہے تھے لیکن جابرؓ کا اونٹ بوڑھا بھی تھا اور کمزور بھی اور اصل فوج کا ساتھ نہیں دے پا رہا تھا۔ چنانچہ زیادہ وقت نہ گزرا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو آلیا اور دریافت کیا کہ وہ اتنا پیچھے کیوں ہیں؟ انھوں نے جواب دیا "اے اللہ

toobaa-elibrary.blogspot.com



کے رسولؐ میرا یہ اونٹ اس سے تیز نہیں چل سکتا۔" نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اونٹ کو بھی بٹھایا پھر فرمایا "وہ ڈنڈا مجھ کو دو۔" میں نے دے دیا۔ آپؐ نے اس کو لے لیا اور اس ڈنڈے سے ایک یا دو ٹہوکے اس کو دیے۔ پھر آپؐ نے مجھ سے فرمایا کہ سوار ہو جاؤ اور ہم اپنی راہ چل پڑے اور اس ذات کی قسم جس نے اپنے رسول کو حق کے ساتھ بھیجا، میرا اونٹ آپؐ کے اونٹ سے آگے نکل گیا۔"

میں راستے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بات چیت کرتا رہا۔ آپؐ نے فرمایا "کیا تم اپنا یہ اونٹ میرے ہاتھ فروخت کرو گے؟" میں نے کہا "میں یہ اونٹ آپؐ کو یوں ہی دے دوں گا۔" آپؐ نے فرمایا "نہیں، بلکہ اس کو میرے ہاتھ فروخت کر دو۔" جابرؓ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لہجے اور آواز سے پتا چل گیا کہ آپؐ متوقع ہیں کہ وہ مول تول کریں۔ میں نے آپؐ سے عرض کیا کہ آپ قیمت کی صراحت فرمائیں اور آپؐ نے فرمایا "میں اس کو ایک درہم میں لوں گا۔" میں نے کہا "اتنے میں نہیں، کیونکہ تب تو آپ حد سے زیادہ کم قیمت اونٹ کے عوض مجھے دیں گے۔" فرمایا "دو درہم۔" میں نے کہا "نہیں!" آپؐ قیمت بڑھاتے گئے۔ یہاں تک کہ آپؐ نے اس کو چالیس درہم یعنی ایک تولہ سونے تک پہنچا دیا۔ اس رقم پر میں راضی ہو گیا۔ پھر آپؐ نے فرمایا "جابرؓ! تمھاری شادی ہو چکی ہے؟" اور جب میں نے عرض کیا ہاں ہو چکی ہے تو آپؐ نے دریافت فرمایا "کنواری سے یا شادی شدہ سے؟" میں نے جواب دیا "ایسی عورت سے جو پہلے سے شادی شدہ (بیوہ) تھی۔" آپؐ نے فرمایا: "ایک دوشیزہ اور ناکتخدا کیوں نہیں تاکہ تم اس سے ملاعبت کرتے اور وہ تم سے؟" میں نے عرض کیا "اے اللہ کے رسولؐ میرے والد غزوۂ اُحد میں شہید ہو گئے تھے۔ انھوں نے میری نگہداشت میں سات بیٹیاں چھوڑیں اس لیے میں نے مادرانہ صلاحیت کی ایک خاتون سے شادی کی تاکہ وہ انھیں سمیٹ کر بیٹھے۔ ان کے بالوں میں کنگھی کرے اور ان کی ضروریات کی دیکھ بھال کرے۔" آپؐ نے اتفاق فرمایا کہ

toobaa-elibrary.blogspot.com



میں نے ٹھیک فیصلہ کیا۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ جب ہم صرار پہنچیں گے جو مدینے سے صرف تین میل کی مسافت پر ہے تو آپ وہاں اونٹوں کی قربانی کریں گے اور ایک دن وہاں قیام فرمائیں گے۔ اس کو (جابرؓ کی اہلیہ کو) ہم لوگوں کی وطن واپسی کی خبر مل جائے گی اور وہ گدّے جھاڑنا شروع کر دے گی۔ میں نے کہا "ہمارے پاس گدّے ہیں ہی نہیں"۔ آپؐ نے فرمایا "وہ آجائیں گے، تو جب تم واپس ہو تو کرو جو کیا جانا چاہیے"۔

واپسی کی اگلی صبح میں اپنا اونٹ لے کر گیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے پر اس کو بٹھایا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور مجھ سے فرمایا کہ اونٹ کو یہیں چھوڑ دو اور مسجد میں جا کر دو رکعت نماز ادا کرو۔ میں نے ارشاد کی تعمیل کی۔ پھر آپؐ نے بلالؓ کو حکم دیا کہ مجھے ایک تولہ سونا وزن کر دیں۔ جتنا ترازو میں ہوتا تھا اس سے کچھ زیادہ آپ نے مجھ کو دے دیا۔ میں نے اس کو لیا اور جانے کے لیے مڑا تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آواز دے کر مجھے بلایا۔ آپؐ نے فرمایا "لے لو اپنا اونٹ، وہ تمھارا ہے اور اس کے عوض جو قیمت دی گئی ہے رکھ لو"۔[۵]

ایک مہم اور دوسری مہم کے درمیان انہی مہینوں کے دوران یہ واقعہ پیش آیا کہ سلمان فارسی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مشورے اور مدد کے لیے حاضر ہوئے۔ ان کا آقا بنی قریظہ کا ایک یہودی مدینے کے جنوب میں اپنی ایک جائداد پر اتنی سختی و زبردستی سے مزدوری کراتا تھا کہ ان کو کبھی موقع ہی نہ ملتا تھا کہ اپنی مسلم برادری سے قریبی رابطہ قائم کریں۔ اس کا تو سوال ہی نہ تھا ان کے لیے کہ وہ بدر، اُحُد یا کم تر درجہ کی مہمات میں جن کی قیادت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود کی یا دوسروں کی سربراہی میں گزشتہ چار سال کے دوران روانہ فرمائیں شریک ہوتے۔ کیا موجودہ صورت حال سے نکلنے کی ان کے لیے کوئی راہ نہیں ہے؟ انھوں نے اپنے آقا سے دریافت کیا تھا کہ آزادی کی ان کو کیا قیمت ادا کرنی ہوگی

toobaa-elibrary.blogspot.com



لیکن جو قیمت اس نے بتائی وہ ان کے وسائل سے بہت بعید تھی۔ ان کو آزادی حاصل کرنے کے لیے چالیس تولہ سونا دینا ہوگا اور کھجور کے تین سو درخت نصب کرنے ہوں گے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اپنے آقا سے چالیس تولہ سونا دینے اور تین سو درخت نصب کرنے کا اقرار نامہ کر لو۔ پھر آپؐ نے اپنے اصحاب کو ہدایت فرمائی کہ سلمانؓ کی مدد کریں جو انھوں نے کی۔ ایک نے کھجور کے تیس پودے دینے کا، دوسرے نے بیس، اسی طرح اوروں نے پیش قدمی کی۔ چنانچہ تین سو کی تعداد پوری ہوگئی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "سلمان جاؤ ان کے لیے تھالے کھودو۔ اور جب یہ کام کر چکو تو مجھ کو اطلاع دو۔ میرے ہاتھ ہوں گے جو ان کو نصب کریں گے۔" صحابہ نے زمین تیار کرنے میں سلمانؓ کی مدد کی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تین سو پودوں میں سے ہر ایک کو دستِ مبارک سے نصب فرمایا۔ ہر پودے نے جڑ پکڑ لی اور سرسبز و شاداب ہوا۔

جہاں تک باقی قیمت کا تعلق تھا اس کا بندوبست یوں ہوا کہ ایک کان سے سونا برآمد ہوا تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا گیا تھا۔ وہ مرغی کے انڈے کے برابر تھا آپ نے وہ سلمانؓ کو دے دیا اور فرمایا کہ اس کو دے کر آزادی حاصل کر لو۔ سلمانؓ نے عرض کیا "مجھے جتنا ادا کرنا ہے اس کی ادائیگی اس سے کس حد تک ہو پائے گی؟" انھوں نے خیال کیا کہ قیمت کا اندازہ بہت کم کیا گیا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سونا ان کے ہاتھ سے لے لیا۔ آپ نے اس کو دہنِ مبارک میں رکھا اور اس پر زبان پھیری پھر سلمانؓ کو واپس فرما دیا "یہ لو اور اس سے پوری قیمت ادا کر دو۔" سلمانؓ نے اس سے چالیس تولہ سونا اپنے آقا کو تول دیا اور اس طرح ایک آزاد انسان ہو گئے۔

مدینے میں ایک ماہ اور اطمینان سے گزرا۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہزار فوج

toobaa-elibrary.blogspot.com



لے کر تیزی سے شمال کی جانب تقریباً ۱۰۰ میل کی مسافت پر شام کی سرحد پر دومۃ الجندل نامی ایک نخلستان کے کنارے تک کوچ فرمایا۔ یہ مقام چھاپہ ماروں کا مسکن بن گیا تھا جو بیشتر بنی کلب سے تعلق رکھتے تھے۔ انھوں نے ایک سے زیادہ بار غذائی اجناس، تیل آٹے اور دوسری غذائی اشیاء کو جو مدینے لے جائی جا رہی تھیں، لوٹ لیا تھا۔ نیز یہ فرض کر لینے کی وجہ موجود تھی کہ انھوں نے قریش سے کسی قسم کا سمجھوتہ کر لیا ہے اس کا مطلب تھا کہ اسلام پر عام یلغار کا کوئی دن آیا تو یہ شمال سے اس کو نرغے میں لے لیں گے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب ہمیشہ اس دن کو اپنے ذہن میں رکھتے تھے اور ہر چند کہ فوری نتیجہ صرف اس قدر برآمد ہوا کہ رہزنوں کو منتشر کر دیا گیا۔ ان کے گلّے پر جو نخلستان کے جنوب میں چر رہا تھا قبضہ کر لیا گیا اس کا خاطر خواہ اثر شمالی قبائل پر اس احساس کی شکل میں ظاہر ہوا کہ عرب میں ایک نئی روز افزوں طاقت موجود ہے۔ نفاق و شقاق کے دن رخصت ہوئے جنھوں نے یثرب کو بیرونی حملے کے لیے قابل نفوذ بنا رکھا تھا۔ اختلاف و انتشار کی جگہ ایک مستحکم طور پر متحد، وسعت پذیر طاقت نے لے لی ہے جو حیرت انگیز سرعت کے ساتھ دور و نزدیک ضرب لگا سکتی ہے اور جس سے اس لیے بھی ڈرنا چاہیئے کہ وہ جانتی ہے کہ حملہ ہی دفاع کا یقینی وسیلہ ہے۔

یہ تو ظاہری تاثر تھا لیکن ان لوگوں کی نگاہ میں جو قریب سے دیکھنے کی اہلیت رکھتے تھے یہ طاقت اس سے عظیم تر تھی جتنی بظاہر معلوم ہوتی تھی۔ کیونکہ اس کی بنیاد ایک ایسے اتحاد پر تھی جو بجائے خود ایک معجزہ تھا۔ وحی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے صراحت کی تھی "تم روئے زمین کی ساری دولت بھی خرچ کر ڈالتے تو ان لوگوں کے دل نہ جوڑ سکتے مگر وہ اللہ ہے جس نے ان لوگوں کے دل جوڑ دیئے"۔ ساتھ ہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی اس اتحاد کو حقیقت کا روپ دینے کا ایک بہت بڑا وسیلہ

toobaa-elibrary.blogspot.com



تھی۔ قدرت کی جانب سے اس موجودگی کی کشش کو ایسا طاقت ور بنایا گیا تھا کہ نارمل سطح کی خیر سگالی سے متصف کوئی شخص بھی اس کی مزاحمت نہ کر سکتا تھا۔ "تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اس کو بیٹے، باپ اور سارے انسانوں سے زیادہ محبوب نہ ہوں۔" لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ الفاظ مطالبے کی اتنی حیثیت نہیں رکھتے جتنی اس محبت کے حق ہونے کی توثیق کی جو پہلے ہی مل چکی تھی۔۔۔

ایک ایسی محبت جو اپنا اظہار ان الفاظ میں پاتی تھی "میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔"

امن کا زمانہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے آرام کا زمانہ نہیں ہوا کرتا تھا۔ آپؐ نے اپنے سامنے یہ آئیڈیل رکھا تھا کہ روز و شب کے چوبیس گھنٹوں میں سے ایک تہائی عبادت کے لیے مخصوص رکھیں اور ایک تہائی گھر والوں کے لیے۔ آخرالذکر ایک تہائی میں وہ وقت شامل تھا جو کھانے اور استراحت میں صرف ہوتا تھا۔ جہاں تک عبادت کا تعلق ہے اس کا بڑا حصہ رات کے دوران انجام پاتا تھا۔ فجر اور مغرب کی نمازوں کے علاوہ اسی نمونے کی نفل (رضا کارانہ) نمازیں بھی پڑھی جاتی تھیں۔ قرآن نے اپنی آیات کی لمبی تلاوت کا بھی حکم دیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حمد و استغفار کی مختلف دعاؤں نیز اوراد کی بھی سفارش فرمائی۔ پہلی وحی نے رات کی لمبی عبادت کا اصول قائم کر دیا تھا لیکن وہ جماعت جس تک یہ ہدایات پہنچیں روحانی اعتبار سے منتخب شخصیات پر مشتمل تھی۔ مدینے کے اپنے بھی ابتدائی برگزیدہ افراد تھے لیکن قریب کے برسوں میں اسلام کی سریع السیر اشاعت نے منتخب مسلمانوں کو اقلیت قسم کی شے بنا دیا تھا اور ان کا ذکر "طائفۃ من الذین معک" کے الفاظ میں ان آیات میں کیا گیا ہے کہ طویل شب بیداری سے متعلق پابندی اور لزوم کے احساس کو ہلکا کیا جائے۔ "تمہارا رب جانتا ہے کہ تم کبھی دو تہائی رات کے قریب اور کبھی آدھی رات اور کبھی ایک تہائی رات عبادت میں کھڑے رہتے

toobaa-elibrary.blogspot.com



ہو اور تمھارے ساتھیوں میں سے بھی ایک گروہ یہ عمل کرتا ہے۔ اللہ ہی رات اور دن کے اوقات کا حساب رکھتا ہے۔ اسے معلوم ہے کہ تم لوگ اوقات کا ٹھیک شمار نہیں کر سکتے۔ لہٰذا اس نے تم پر مہربانی فرمائی۔ اب جتنا قرآن آسانی سے پڑھ سکتے ہو، پڑھ لیا کرو۔

مخصوص اصحاب نے پھر بھی بیشتر عبادت رات میں جاری رکھی۔ رات کے آخری تہائی حصے کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا تھا کہ خاص طور پر بابرکت ہے۔ ہر شب جب کہ اس کا تیسرا پہر آ باقی ہو، ہمارا رب ـــ برتر و بابرکت ـــ قریب ترین آسمان پر نزول فرماتا ہے ـــ اور فرماتا ہے! کون مجھ کو پکارتا ہے کہ میں (اس کی پکار کا) جواب دوں۔ کون مجھ سے دعا کرتا ہے کہ میں اس کی دعا قبول کروں کون مجھ سے مغفرت چاہتا ہے کہ میں اس کو بخش دوں۔ اسی زمانے میں مومن کی شناخت ان آیات میں نازل ہوئی، ان کی پیٹھیں بستروں سے الگ رہتی ہیں۔ اپنے رب کو خوف اور طمع سے پکارتے ہیں اور جو کچھ رزق ہم نے انھیں دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں پھر جیسا کچھ آنکھوں کی ٹھنڈک کا سامان ان کے اعمال کی جزا میں ان کے لیے چھپا رکھا گیا ہے اس کی کسی متنفس کو خبر نہیں۔

دن کے گھنٹوں کے تین مطالبات اور ان کی عبادت، کام اور کنبے کے درمیان تقسیم تخمینی ہی ہو سکتی تھی۔ جہاں تک خاندان کا تعلق ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خود اپنا کوئی حجرہ نہ تھا اور آپ ہر شام اس بیوی کے حجرے میں تشریف لے جاتے تھے جس کی باری ہوتی تھی کہ اگلے چوبیس گھنٹے کے لیے آپ کو رہائش بہم پہنچائے۔ دن کے اوقات میں آپ کے پاس آپ کی بیٹیاں آتی رہتی تھیں اور آپ کی پھوپھی صفیہؓ یا آپ خود ان کے یہاں تشریف لے جاتے تھے۔ فاطمہؓ اکثر اپنے دونوں بیٹوں کو آپ سے ملانے لے آتی تھیں۔ حسنؓ کی عمر اب تقریباً ۱۱ سال ہو چکی تھی اور آٹھ ماہ عمر کے

toobaa-elibrary.blogspot.com



حسینؓ چلنا شروع کر چکے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی چھوٹی نواسی اُمامہ کو بھی چاہتے جو تقریباً ہمیشہ اپنی ماں زینبؓ کی معیت میں ہوا کرتی تھی۔ ایک یا دو بار آپؐ اس کو کندھے پر بٹھا کر مسجد لے گئے اور نماز میں قرأت کے دوران اسی کو بٹھائے رکھا۔ پھر جب رکوع اور سجدے میں گئے تو نیچے بٹھا دیا اور جب سیدھے کھڑے ہونے لگے تو اس کی پہلی جگہ پہنچا دیا۔ دوسری ذات جس سے آپؐ محبت فرماتے تھے اُسامہؓ کی تھی۔ ان کی عمر پندرہ سال تھی وہ ام ایمنؓ اور زیدؓ کے بیٹے تھے۔ آپؐ اُن سے محبت ان دونوں کی وجہ سے بھی کرتے تھے اور خود ان کی وجہ سے بھی اس گھر کے پوتے کی حیثیت سے وہ اکثر گھر میں یا اس کے دروازوں کے آس پاس پائے جاتے تھے۔

عصر کے وقت زیادہ تر آپؐ ابوبکرؓ کے یہاں تشریف لے جاتے۔ جیسا کہ مکہ میں آپؐ کا معمول تھا۔ کسی حد تک کام اور گھر کے تقاضے باہم دگر یکجا ہو جاتے تھے۔ کیونکہ اکثر آپؐ کی خواہش ہوتی تھی کہ اسلامی ریاست کے معاملات کے بارے میں ابوبکرؓ سے بات کریں جیسا کہ یکساں طور پر آپؐ زیدؓ اور اپنے دو دامادوں علیؓ اور عثمانؓ کے ساتھ کیا کرتے تھے لیکن کام کے بارے میں خطرہ تھا کہ پوری زندگی پر چھا جائے گا۔ کیونکہ کسی نزاع کا فیصلہ کرنے، کسی سوال کا جواب بہم پہنچانے کسی مسئلے کے حل کرنے کے ضمن میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز کی ہم پلّہ پورے مدینے میں کوئی دوسری آواز ہو ہی نہ سکتی تھی۔ یہاں تک کہ وہ لوگ تک جو آپؐ کو نبی نہیں مانتے تھے سوا اس کے کہ وہ حد سے زیادہ متکبر و مغرور ہوں ضرورت پڑنے پر آپؐ کی مدد کے طلب گار ہوتے تھے۔ یہودیوں اور مسلمانوں کے مابین جھگڑے نادر الوقوع نہ تھے اور اکثر ان کا سبب بے محل جوش و خروش ہوا کرتا تھا جیسا کہ مثال کے طور پر جب محض ایک قسم کی بنیاد پر جو زبان سے ادا کرتے ایک انصاری نے سنا اور یہودی پر چوٹ کر دی۔ مسلمان نے کہا ”کھاؤ گے تم قسم“ ”قسم ہے اس ذات کی

toobaa-elibrary.blogspot.com



جس نے موسیٰ کو تمام انسانوں پر برگزیدہ کیا' جب کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان موجود ہیں؟" یہودی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی۔ آپ کا چہرہ غصے سے سرخ تھا جب آپ نے جارح کی سرزنش کی۔ خود قرآن میں خدا کو یہ فرماتے بیان کیا گیا ہے "اے موسیٰ" میں نے تمام لوگوں پر ترجیح دے کر تجھے منتخب کیا کہ میری پیغمبری کرے اور مجھ سے ہم کلام ہو۔[۱۳] قرآن نے یہ بھی کہا تھا۔ "اللہ نے آدم اور نوح اور آل ابراہیم اور آل عمران کو تمام دنیا والوں پر ترجیح دے کر اپنی رسالت کے لیے منتخب کیا۔[۱۴]" لیکن یہ اندازہ کر کے کہ اس شخص کے ذہن میں کیا تھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید فرمایا "یہ نہ کہو کہ میں موسیٰ سے بہتر ہوں۔[۱۵]" آپ نے کسی دوسرے موقع پر شاید بے محل جوش وعقیدت کا حوالہ دیتے ہوئے فرمایا "تم میں سے کوئی یہ نہ کہے کہ میں نوح سے بہتر ہوں۔[۱۶]" وحی نے پہلے ہی اسلامی عقیدے کی حیثیت سے اس بات کی صراحت کر دی تھی۔ "ہم رسولوں کے درمیان کوئی تفریق نہیں کرتے۔[۱۷]"

ان معاملات کے علاوہ جن کا تعلق ملت کی بہ حیثیت مجموعی فلاح، اس کی داخلی باطنی ہم آہنگی اور باقی عرب اور بیرون سے تعلقات کے حوالے سے تھا۔ مشکل سے کوئی دن گزرتا ہوگا جب ایک یا زیادہ مسلمان خالص ذاتی معاملات سے متعلق آپ کا مشورہ یا مدد طلب کرنے نہ آتے ہوں خواہ وہ مادی ہو' جیسا کہ سلمانؓ کا تازہ معاملہ تھا۔ جس میں مالی امداد کی ضرورت تھی یا روحانی۔ جیسا کہ ایک موقع پر جب ابوبکرؓ بنی تمیم کے ایک شخص کو لائے جس کا نام حنظلہؓ تھا اور جو مدینے میں سکونت گزیں تھا۔ حنظلہؓ اپنا مسئلہ لے کر پہلے ابوبکرؓ کے پاس پہنچے لیکن ابوبکرؓ نے محسوس کیا کہ اس معاملے میں بلند ترین سند کی جانب سے جواب ملنا چاہیے۔ اس شخص کا چہرہ تاسف کی تصویر تھا اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے سوال کیا تو اس نے کہا "حنظلہؓ منافق ہوگیا اللہ کے رسولؐ۔" نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کیا مطلب ہے

toobaa-elibrary.blogspot.com



اس بات سے اس کا؟"

اس نے جواب دیا۔ "اے اللہ کے رسولؐ ہم آپ کے پاس ہوتے ہیں اور آپؐ ہمیں دوزخ اور جنت کے بارے میں بتلاتے ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہم ان چیزوں کو بچشم سر دیکھ رہے ہیں۔ پھر ہم آپؐ کی مجلس سے اٹھ کر باہر جاتے ہیں تو یہ حالت ہوتی ہے کہ ہم اپنی بیویوں بچوں، جائداد و املاک میں گم ہو جاتے ہیں۔ سب کچھ فراموش کر دیتے ہیں۔" نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب نے واضح کر دیا کہ مطمع نظریہ ہونا چاہیے کہ روزانہ زندگی کی روش کو بدلے بغیر روحانی حقائق کے تسلسل اور دوام کو قائم رکھا جائے۔ آپؐ نے فرمایا "اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے اگر تم مسلسل اور پیہم اسی حال میں رہو جیسے میرے سامنے ہوتے ہو یا تم جب ذکرِ الٰہی میں مشغول ہوتے ہو تو تم اپنے بستر میں ہو یا سرگرم سفر فرشتے آکر تمھارا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیں، لیکن اے حنظلہ ابھی یہ حال ہے ابھی وہ حال، ابھی یہ ابھی وہ، ابھی یہ ابھی وہ۔" ؎

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اوقات پر اس نوع کے مطالبات ناگزیر تھے لیکن یہ ضرورت بڑھتی جا رہی تھی کہ آپؐ کو دوسرے طریقوں سے تحفظ مہیا کیا جائے اور تحفظ جس کی صورت نکلی ذیل کے غیر متوقع واقعے سے غیر متعلق نہ تھا۔ جس نے آپؐ کی بے مثال امتیاز یافتہ حیثیت کی توثیق کا کام انجام دے دیا۔ واقعہ یوں پیش آیا کہ ایک دن آپؐ زیدؓ سے کسی معاملے میں بات کرنے ان کے گھر تشریف لے گئے۔ زینبؓ نے دروازہ کھولا۔ وہ دروازے میں کھڑی آپؐ کو بتا بھی رہی تھیں کہ زیدؓ باہر ہیں اور آپؐ سے اندر آنے کی درخواست بھی کر رہی تھیں۔ آپؐ کو معلوم ہوا کہ زیدؓ موجود نہیں ہیں تو آپؐ نے اندر جانے سے انکار کر دیا اور واپس تشریف لے گئے۔ آپؐ کی تشریف آوری کا مقصد شاید دونوں کے مابین صلح صفائی کرانا تھا کہ ان کی شادی برضا و رغبت نہ ہوئی تھی اور زیدؓ پہلے ہی زینبؓ کو طلاق دینے کا ارادہ ظاہر کر چکے تھے جب

toobaa-elibrary.blogspot.com



زیدؓ واپس آئے تو زینبؓ نے ان کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے بارے میں بتایا وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور زینبؓ کو طلاق دینے کے اپنے ارادے کا اعادہ کیا "اپنی بیوی کو رکھو (طلاق نہ دو) اور خدا سے ڈرو۔" نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی قدر زور دے کر فرمایا۔ ایک دوسرے موقع پر آپ فرما چکے تھے "تمام حلال چیزوں میں سب سے ناپسندیدہ چیز اللہ کے نزدیک طلاق ہے۔"[۱۹] اور جب زیدؓ پھر اگلے دن وہی تجویز لے کر آئے تو پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اصرار کیا کہ ان کو چاہیئے کہ بیوی سے ازدواجی تعلق منقطع نہ کریں لیکن زینبؓ اور زیدؓ کے مابین شادی پُرمسرت ماحول میں نہیں ہوئی تھی اور زیدؓ اب اس کو مزید قابل برداشت نہ پارہے تھے اس لیے زینبؓ کے ساتھ باہمی اتفاق سے انھوں نے ان کو طلاق دے دی۔ اس عمل نے بہر حال زینبؓ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی بن جانے کے قابل نہیں بنادیا کیونکہ اگرچہ قرآن نے صرف یہ صراحت کی تھی کہ صلبی اولاد کی بیویوں سے عقد ممنوع ہے۔ یہ ایک مستحکم سماجی اصول تھا کہ باعتبار پیدائش حقیقی بیٹوں اور متبنّٰی بیٹوں میں تفریق نہ برتی جائے۔ نہ خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم استحقاق رکھتے تھے کیونکہ آپ کی چار بیویاں پہلے ہی موجود تھیں۔ زیادہ سے زیادہ جس تعداد کی اسلامی قانون اجازت دیتا تھا۔

کچھ ماہ گزرے اس کے بعد ایک دن جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیویوں سے بات کر رہے تھے کہ وحی کی کیفیت نے آپ کو مغلوب کر لیا اور جب وہ کیفیت رفع ہوئی اور پہلی حالت میں واپس آئے تو آپ کے پہلے الفاظ یہ تھے "کون جا گا زینبؓ کے پاس یہ خوش خبری دینے کہ اللہ نے ان کی شادی مجھ سے کر دی ہے آسمان ہی میں۔" سلمیٰؓ ——— صفیہؓ کی خادمہ جو ایک مدت سے اپنے آپ کو نبیؐ کے گھر کی ایک رکن سمجھتی تھی ——— قریب ہی تھی۔ وہ بہ عجلت زینبؓ کے گھر گئی زینبؓ

toobaa-elibrary.blogspot.com



نے یہ شان دار خبر سنی تو انھوں نے خدا کی حمد و ثنا کی اور سجدہ ریز ہو گئیں۔ پھر انھوں نے اپنے چاندی کے پیر کے کڑے اور کنگن اتارے اور سلمیٰؓ کو دے دیے۔

زینبؓ جوان نہ تھیں۔ ان کی عمر تقریباً چالیسؓ ہو رہی تھی لیکن ان کا غیر معمولی حسن و جمال اب بھی باقی تھا۔ مزید براں وہ بڑی پرہیزگار خاتون تھیں۔ بہت روزے رکھتی تھیں۔ رات میں دیر تک مصروف عبادت اور شب بیدار رہتیں اور بڑی فیاضی سے غربا کی امداد کرتیں۔ چمڑے کے ایک ہنر مند کاریگر کی حیثیت سے وہ جوتے اور دوسری اشیا، تیار کر سکتی تھیں اور اس طرح وہ جو کچھ کماتیں، وہ ان کے لیے رفاہ عام اور خیرات کے کاموں کا وسیلہ بن جاتا۔ ان کے معاملے میں کسی رسمی شادی کا سوال ہی نہ تھا کیونکہ ان کے عقد کا اعلان نازل شدہ آیات میں کر دیا گیا تھا۔ ایک ایسا عقد جو پہلے ہی وقوع پذیر ہو چکا تھا۔ "ہم نے ان کا عقد تم سے کر دیا ہے" اب صرف یہ رہ گیا تھا کہ دلہن کو دولہا کے یہاں لے آیا جائے اور یہ کام بلا تاخیر کر دیا گیا۔

ان آیات میں یہ بھی صراحت کر دی کہ آئندہ متبنیٰ اولاد کو ان کے باپ کے نام کے ساتھ پکارا جائے گا جن (کے صلب) سے ان کی ولادت ہوئی۔ اس دن سے زیدؓ کو زید ابن محمدؐ کی بجائے زیدؓ ابن حارثہ کہہ کر پکارا جانے لگا۔ وہ کوئی پینتیس سال پہلے ان کی تبنیت کے وقت سے اول الذکر نام سے پکارے جاتے تھے۔ ان آیات کے نزول کے بعد تبنیت کا ضابطہ منسوخ تو ہو گیا لیکن تبنیت کے نتیجے میں تبنیت کرنے والے اور متبنیٰ کے مابین جو رابطہ محبت قائم ہوا تھا اس تبدیلی سے اس میں کوئی فرق نہ آیا تھا۔ دونوں بالترتیب عمر کے ساٹھویں اور پچاسویں سال میں تھے۔ یہ محض اس بات کی یاد دہانی تھی کہ تبنیت کرنے والے اور متبنیٰ کے مابین خون کا کوئی رشتہ نہ تھا۔ یہی بات تھی جس کی آیات میں آگے صراحت کی گئی "محمدؐ تمھارے مردوں میں سے کسی کے باپ

toobaa-elibrary.blogspot.com



نہیں بلکہ وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں۔[۲۱]

اسی زمانے میں جو دوسری آیات نازل ہوئیں۔ ان میں اس بات پر زور دیا گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے پیروؤں کے مابین خصائص نبوت کی بنا پر بڑا تفاوت ہے۔ ان کو اس کی اجازت نہیں کہ وہ آپؐ کو آپ کے نام لے کے مخاطب کریں۔ جیسا کہ ایک دوسرے کو کرتے ہیں۔ جو اجازت خدا نے ان کی نئی شادی کی بنا پر چار سے زیادہ بیویاں رکھنے کی دی ہے وہ صرف ان کے لیے ہے۔ ملت کے بقیہ کسی اور فرد کے لیے نہیں۔ مزید برآں آپ کی ازواج کو اُمہات المومنین کا لقب دیا گیا اور ان کا مرتبہ و مقام ایسا ہے کہ اللہ کی نگاہ میں یہ گناہ عظیم سنگین جرم ہوگا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد میں آنے کے بعد ان کو کسی بھی دوسرے شخص کے عقد میں دیا جائے۔ اگر مسلمانوں کی خواہش ہوتی کہ ان میں سے کسی کی ہمدردی حاصل کریں —— کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی سفارش کی اکثر و بیشتر درخواست کی جاتی تھی —— تو ہدایت تھی کہ ایسا پردے کے پیچھے سے کیا جائے۔ ان سے یہ بھی کہا گیا:

"اے لوگو! جو ایمان لائے ہو نبیؐ کے گھر میں بلا اجازت نہ چلے آیا کرو۔ نہ کھانے کا وقت تاکتے رہو۔ ہاں اگر تمھیں کھانے پر بلایا جائے تو ضرور آؤ۔ مگر جب کھانا کھا لو تو منتشر ہو جاؤ۔ باتیں کرنے میں نہ لگے رہو۔ تمھاری یہ حرکتیں نبی کو تکلیف دیتی ہیں مگر وہ شرم کی وجہ سے کچھ نہیں کہتے اور اللہ حق بات کہنے میں نہیں شرماتا۔"[۲۲]

اس نوع کا عقیدہ ضروری تھا اس گہری محبت کے سبب جو مسلمان آپؐ سے رکھتے تھے اور ان کی اس خواہش کی بنا پر کہ زیادہ سے زیادہ وقت آپؐ کی خدمت میں گزاریں اور اکثر و بیشتر زیادہ سے زیادہ آپ کی خدمت میں حاضر رہنے کی سعادت سے مشرف رہیں جو لوگ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوتے ان کا جی نہ چاہتا تھا کہ آپؐ کے پاس سے اٹھ جائیں وہ ٹھہر گئے تو ان کو الزام نہیں دیا گیا۔ وجہ یہ تھی کہ جب آپؐ کسی کی جانب مخاطب ہوتے تو پورے

toobaa-elibrary.blogspot.com



طور پر اس کی جانب رُخ فرما لیتے اور اپنی توجہ کا اتنا زیادہ مرکز بنا لیتے کہ وہ آدمی اپنے آپ کو اتنی بے تکلفی کا حق دار سمجھنے لگتا جس کی دوسرے جسارت نہ کر سکتے۔ آپ جب کسی کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے تو اس کا ہاتھ چھوڑ دینے میں پہل نہ فرماتے لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تحفظ عطا فرماتے ہوئے وحی نے اس موقع پر ایک نئے عنصر کا اضافہ کر دیا ہے۔ اس اضافے نے لوگوں کے لیے یہ ممکن بنا دیا کہ آپ سے محبت کا اظہار بھی کریں اور آپ کی روحانی ضیا باری سے مستفید بھی ہوں بغیر اس کے کہ ناواجب طور پر اپنی موجودگی کو آپ پر مسلط کرنے کا ارتکاب ہو۔ "اللہ اور اس کے ملائکہ نبیؐ پر درود بھیجتے ہیں، اے لوگو، جو ایمان لائے ہو تم بھی ان پر درود و سلام بھیجو۔"[۲۳] ان آیات کے نزول کے کچھ ہی دن بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی سے فرمایا کہ ایک فرشتہ میرے پاس آیا۔ اس نے کہا "جو کوئی آپ پر ایک بار درود بھیجتا ہے، اللہ اس پر دس بار درود بھیجتا ہے"[۲۴]

---

## حوالجات، حواشی، تشریحات:

1. ابن سعد: ۸، ۶۶
2. ۳: ۲-۱۰۱
3. واقدی: ۲۸۷
4. مسلم: ۴۹، ۲
5. ابن اسحٰق: ۶۶۴
6. ابن اسحٰق: ۲-۱۳۱
7. ۸: ۶۳
8. مسلم: ۱، ۱۶
9. ۴۳: ۳۰
10. بخاری: ۲۱، ۱۲
11. ۳۲: ۱۶-۱۷
12. ابن سعد: ۸، ۴۶
13. ۸: ۱۴۴
14. ۳: ۳۳
15. بخاری: ۶۵ سورہ ۷
16. بخاری: ۶۵ سورہ ۳۷
17. ملاحظہ ہو صفحہ ۱۰۲ (اصل تصنیف)
18. مسلم: ۴، ۲۹
19. ابوداؤد: ۱۳، ۳
20. ۳۳: ۳۷
21. ۳۳: ۴۰
22. ۳۳: ۵۳
23. ۳۳: ۵۶
24. الدارمی: ۲۰، ۵۸

toobaa-elibrary.blogspot.com


## باب - ۵۹

# خندق

بنی نضیر کے جلاوطن یہودی جو خیبر میں جا بسے تھے انھوں نے تہیّہ کر رکھا تھا کہ جو علاقہ انھوں نے کھویا ہے اس کو واپس لے کر رہیں گے۔ اُن کی اُمیدیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف قریش کے ایک آخری حملے کی تیاریوں پر مرکوز تھیں اور اسلام کی آمد کے پانچویں سال کے خاتمے کے قریب ــــ مسیحی سن کے اعتبار سے یہ ۶۲۷ء کے سالِ نو کے آس پاس کا زمانہ تھا ــــ مکّی

toobaa-elibrary.blogspot.com



اور خیبر کے دوسرے یہودی رہنماؤں کے مکّے میں خفیہ ورود نے ان تیاریوں کو نقطۂ عروج تک پہنچا دیا۔ "ہم شانہ بشانہ تمھارے ساتھ ہیں۔" انھوں نے ابوسفیان سے کہا۔ "کہ ہم محمدؐ کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکیں۔" اس نے جواب دیا "عزیز ترین لوگ ہمارے لیے وہ ہیں جو محمدؐ کے خلاف ہماری مدد کریں۔" لہٰذا وہ اور صفوان اور قریش کے دوسرے سردار یہودیوں کو کعبے کے اندر لے گئے، اور سب نے مل کر اللہ سے بڑی سنجیدہ قسم کھائی کہ ایک دوسرے کا ساتھ نہ چھوڑیں گے جب تک اپنا مطلوب و مقصود حاصل نہ کر لیں۔ پھر قریش کو خیال آیا کہ نئے دین کے بانی سے جو اُن کی کش مکش چل رہی ہے اس میں وہ حق پر ہیں کہ نہیں اس بارے میں یہودیوں کی رائے دریافت کریں۔ چنانچہ ابوسفیان نے کہا "اے اہلِ یہود تم پہلے اہلِ کتاب ہو اور تم یہ علم رکھتے ہو، ہمیں بتلاؤ محمدؐ کے مقابلے میں ہمارا کیا مقام ہے ' ہمارا دین بہتر ہے یا ان کا ؟" انھوں نے جواب دیا "تمھارا دین ان کے دین سے بہتر ہے۔ تم ان کے مقابلے میں صداقت سے قریب تر ہو۔"

اس ہم آہنگ بنیاد پر دونوں اتحادیوں نے اپنے منصوبے کی تشکیل کی۔ یہودیوں نے صحرائے نجد کے بدویوں کو جو مدینے سے شاکی تھے شورش پر آمادہ کرنے کا ذمّہ لیا اور طے ہوا کہ جہاں انتقام کی خواہش خاصی نہ ہو، وہاں رشوت کے ذریعہ کشود کار کی راہ نکالی جائے۔ بنی اسد بلا تامّل مدد کے لیے تیار ہو گئے۔ رہے بنی غطفان، تو ان سے وعدہ کیا گیا کہ اگر وہ اس اتحاد میں شامل ہو جائیں تو خیبر کے کھجور کی آدھی فصل ان کی ہو گی اور ایسا کرنے پر ان کی رضامندی نے غطفان کے قبائل اشجع، مُرّہ، فزارہ کے آدمیوں کی شمولیت کے ذریعہ فوج کی تعداد بڑھا کر دو ہزار کر دی۔ یہودی بنی سُلیم

toobaa-elibrary.blogspot.com



سے سات سو سپاہیوں کا ایک دستہ حاصل کرنے میں بھی کامیاب ہو گئے۔ اس میں شبہ نہیں کہ یہ تعداد اور زیادہ ہوتی لیکن نہ ہو سکی۔ اس لیے کہ بئر معونہ پر قتل عام کے بعد سے مختصر لیکن روز افزوں ایک جماعت خود قبیلے کے اندر پیدا ہو گئی تھی جو اسلام کی حامی تھی۔ رہے سلیم کے جنوبی ہمسایہ بنی عامر تو نبی ص کے ساتھ ان کا جو معاہدہ تھا اس پر وہ کلیۃً اخلاص کے ساتھ قائم رہے۔

خود قریش اور ان کے قریبی اتحادی مل کر چار ہزار نفر ہوتے تھے۔ جنوب سے ایک یا دو دستوں کے ساتھ ان کو مدینہ جانے والے مغربی ساحلی راستے پر مکے سے کوچ کرنا تھا۔ یہ وہی راستہ تھا جس سے وہ اُحد پہنچے تھے دوسری فوج جس میں اتحاد و توافق کی خاصی کمی تھی اس کے ذرا مشرق کی جانب سے یعنی نجد کے میدان سے مدینہ پہنچنا تھا۔ دونوں فوجوں کی مجموعی تعداد کا اندازہ یہ تھا کہ وہ اُحد میں قریش کی طاقت کے مقابلے میں تین گنی سے زیادہ تھی۔ وہاں تین ہزار فوج نے مسلمانوں کو شکست دی تھی اب وہ دس ہزار کی فوج کے مقابلے میں کیا کارنامہ انجام دینے کی امید کر سکتے تھے۔ دو ہزار گھوڑ سوار فوج کے بجائے اس بار قریش کے ساتھ تین ہزار تھے۔ مزید برآں اتنی ہی تعداد کے سوار دستے کے سلسلے میں وہ غطفان پر تکیہ کر سکتے تھے۔

وہ مکے سے منصوبے کے مطابق چل پڑے اور اسی وقت کے آس پاس ــــــ بہت ممکن ہے عباس کے اشارے پر بنی خزاعہ کے کچھ گھوڑ سوار بڑی تیز رفتاری سے مدینے کے لیے روانہ ہو گئے تا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہونے والے حملہ آور فوج کی تعداد کی تفصیلات سے آگاہ اور باخبر کر دیں۔ وہ آپ تک چار دن میں پہنچے۔ اس طرح آپ کے پاس تیاری کے لیے صرف ایک ہفتہ تھا۔ آپ نے فی الفور پورے نخلستان کو چوکنا کر دیا اور اپنے پیروؤں سے ہمت افزائی کی باتیں کیں۔ آپ نے ان سے وعدہ فرمایا کہ فتح ان کی

toobaa-elibrary.blogspot.com



ہے بشرطیکہ وہ صبر و تحمل سے کام لیں، خدا سے ڈریں اور احکام کی اطاعت کریں بعد ازاں جیسے آپؐ نے اُحُد کے موقع پر کیا تھا آپ نے ان کو مشورے کے لیے طلب فرمایا۔ اس موقع پر مختلف تجویزیں سامنے آئیں کہ بہترین منصوبہ عمل کیا ہوگا لیکن آخر میں سلمانؓ کھڑے ہوئے اور کہا اے اللہ کے رسول فارس میں جب ہمیں سوار دستے کے حملہ کا اندیشہ ہوتا ہے تو ہم اپنے آپ کو خندق سے گھیر لیتے ہیں۔ اس لیے ایک خندق کھود لی جائے۔ ہر شخص نے پرجوش طور پر اس تجویز سے اتفاق کیا۔ مزید اس لیے کہ وہ اُحُد کی حکمت علمی کے اعادے کو ناپسند کرتے تھے۔

وقت مختصر تھا اور تمام کوششوں کو انتہائی حد تک رو بہ عمل لانا تھا۔ اگر مطلوب یہ ہو کر دفاع میں کوئی خطرناک رخنہ باقی نہ رہ جائے۔ خندق کے لیے یہ ضروری نہ تھا کہ مسلسل ہو۔ شہر کے کنارے کئی مقامات پر قلعہ نما مکانات تھے جو مناسب تحفظ فراہم کر سکتے تھے اور شمال مغرب کی جانب کچھ چٹانوں کے تودے تھے جو بجائے خود ناقابل نفوذ تھے۔ بس یہ ضرورت تھی کہ ان کو ایک دوسرے سے جوڑ دیا جائے۔ ان میں سے قریب ترین جس کو سَلع پہاڑ کہتے تھے خندق کے تسلسل میں داخل کر دیا جائے کیونکہ اس کے سامنے کی زمین کیمپ کے لیے اچھا محل وقوع تھی۔ خود خندق کیمپ کو شمال کی جانب ایک پتھریلی بلندی سے چل کر شہر کی مشرقی دیوار میں ایک مقام تک پہنچ کر گھیرے گی۔ یہ تھی خندق کی طویل ترین دوڑ اور اہم ترین بھی۔

سلمانؓ ہی اس حکمت علمی کی ابتدا کرنے والے بھی تھے اور اس کو ٹھیک ٹھیک جانتے بھی تھے کہ خندق کتنی چوڑی اور کتنی گہری ہوتی ہے اور بنی قریظہ کے یہاں مزدوری کر چکنے کی وجہ سے وہ جانتے تھے کہ ضروری آلات ان کے پاس موجود ہیں۔ مشترک خطرے کے سامنے یہ آلات مستعار دینے میں ان کو ناگواری بھی نہ تھی۔ کیونکہ

toobaa-elibrary.blogspot.com



ہرچند کہ ان کو نبیؐ سے کوئی محبت نہ تھی لیکن ان کی اکثریت کی رائے یہ تھی کہ آپؐ کے ساتھ ان کا معاہدہ سیاسی مفاد کا حامل ہے اور اس کو رد نہ کیا جانا چاہیے۔ انھوں نے کھجور کے ریشوں سے بنی ہوئی مضبوط ٹوکریاں بھی مہیا کیں جو کھدائی سے نکلی ہوئی مٹی لے جانے کے لیے استعمال ہو سکتی تھیں۔

نبیؐ نے لوگوں کی ہر ایک ٹکڑی کو خندق کے ایک حصے کا ذمہ دار بنایا، اور آپؐ نے خود ان کے ساتھ کام کیا۔ نماز کے فوراً بعد ہر دن صبح کے وقت نکل جاتے تھے اور دھندلکا ہونے پر گھر واپس آتے تھے۔ پہلی صبحوں میں سے ایک صبح جب آپ لوگوں کو لے کر چلے تو آپؐ نے وہ اشعار پڑھے جو مسجد کی تعمیر کی یاد دلاتے تھے۔

اے اللہ زندگی تو بس آخرت کی زندگی ہے

پس (اے معبود) انصار اور مہاجرین کی مغفرت فرما

فی الفور سب آپ کی آواز سے آواز ملا کر نغمہ زن ہو گئے۔ کبھی یہ اشعار بھی۔

اے اللہ زندگی تو بس آخرت کی زندگی

پس اے معبود انصار اور مہاجرین پر رحم فرما

وہ برابر ایک دوسرے کو یاد دلا رہے تھے کہ وقت بہت مختصر ہے۔ دشمن جلد ہی ان کے سر پر ہوگا۔ کوئی سستی دکھلاتا تو فوراً تمسخر کا ہدف بن جاتا۔ دوسری جانب سلمانؓ کی تحسین و آفرین ہو رہی تھی۔ کیونکہ وہ نہ صرف طاقت ور اور قوی الجثہ تھے بلکہ وہ برسوں بنی قریظہ کے لیے کھدائی اور مٹی ڈھوتے کا کام کرنے کے عادی رہے تھے۔ لوگوں نے کہا یہ دس آدمیوں کے برابر کام کرتے ہیں اور ان کے مابین ایک دوستانہ رقابت چل پڑی۔ مہاجرین نے دعویٰ کیا "سلمانؓ ہمارے ہیں۔ اس بنا پر کہ ہدایت کی تلاش میں بہت دنوں وطن سے بے وطن رہے۔" انصار نے برجستہ جواب دیا "وہ ہم میں سے ایک ہیں

toobaa-elibrary.blogspot.com



ہمارا ان پر زیادہ حق ہے۔ لیکن نبیؐ نے فرمایا "سلمانؓ ہم میں سے ایک ہیں۔۔۔ اہلِ بیتؑ"

چٹانیں اور پتھر جو کھدائی میں برآمد ہوئے تھے اور جو میزائل کا کام کر سکتے تھے خندق کے مدینے والی سمت میں ڈھیر تھے۔ وہ مٹی ٹوکروں میں سر پر رکھ کر لے جاتے اور اس کو ڈھیر کرنے کے بعد وہ ٹوکریوں کو پتھروں سے بھر لیتے اور اس کو خندق پر لاکر ڈال دیتے۔ بہترین پتھر کوہِ سال کی تتی میں دستیاب تھے لوگ کمر تک ننگے تھے اور جن کو ٹوکریاں نہ مل پائیں وہ گرہ دے کر اپنے کپڑوں کی بوریاں بنا لیتے اور ان کو مٹی ڈھوتے اور پتھر لانے کے لیے استعمال کرتے۔ پہلی صبح ان کے پیچھے کئی لڑکے بھی گئے تھے۔ ان کو اشتیاق تھا کہ وہ کام میں حصہ لیں۔ نوعمر ترین لڑکے گھر واپس بھیج دیئے گئے تھے لیکن نبیؐ نے دوسرے کئی کو اجازت دے دی تھی کہ مٹی ڈھوئیں اور پتھر لائیں۔ اس سمجھوتے پر کہ جوں ہی دشمن نمودار ہو، ان کو کیمپ چھوڑ دینا ہوگا۔ رہے وہ لوگ جو اُحد سے گھر بھیج دیے گئے تھے، اسامہؓ عبداللہؓ ابن عمر اور ان کے دوست، وہ اب پندرہ سال کے ہو چکے تھے ان کو اور ان کی عمر کے دوسرے لوگوں کو اجازت دی گئی کہ لوگوں کی صفوں میں شامل ہوں محض کام کے لیے نہیں بلکہ لڑائی کے لیے بھی جب وہ آپڑے، اوس کے قبیلے حارثہ کے براءؓ بعد کے برسوں میں جمالِ نبوت کا ذکر کیا کرتے تھے جب خندق کے موقع کے منظر کے ساتھ آپ کی یاد ان کے صفحۂ ذہن پر ابھرتی کس طرح آپ سرخ عبا لپیٹے ہوئے تھے۔ سینے پر مٹی بکھری ہوئی تھی۔ گیسوئے مبارک کی درازی ایسی تھی کہ آپ کے شانوں کو چھوتے تھے۔۔۔ کہا کرتے "آپ سے زیادہ حسین وجمیل شخص میں نے نہیں دیکھا۔ محض انہی کو جمالِ نبوت اور اس منظر کے عمومی حسن کا احساس نہ تھا۔ نبیؐ خود بھی اپنے گرد و پیش نگاہ ڈالتے

toobaa-elibrary.blogspot.com



تو لوگوں کی فطرت سے قربت اور ان کی سادگی سے مسرور ہوتے ــــ انسان کی ازلی وراثت سے قربت ــــ اور آپ نے ایک نغمہ شروع کیا۔ جس میں سب نے آواز ملادی ۔

یہ حسن ہے خیبر کا حسن کچھ بھی نہیں
اے رب یہ زیادہ معصوم زیادہ خالص ہے [*]

آپ کبھی مہاجرین کے ساتھ شامل ہو کر کام کرتے۔ کبھی انصار کے ساتھ، کبھی پھاؤڑے کے ساتھ کبھی کدال لے کر اور کبھی ڈھونے والے کے طور پر، لیکن آپ جہاں بھی ہوتے یہ سمجھا جاتا تھا کہ کوئی غیر معمولی دقت ہو تو اس سے آپ کو مطلع کرنا لازمی ہے۔ کام کے پُرمشقت ہونے کے باوجود جشن منانے کے لمحات بھی آتے تھے ۔ بنی ضَمْرَہ کے ایک نومسلم جو اصحاب صُفّہ میں تھے ــــ وہ لوگ جو مسجد میں رہتے تھے ــــ وہ خاصے پاکباز تھے ۔ لیکن دیکھنے میں زیادہ خوب صورت نہیں تھے ــــ ان کے والدین نے ان کا نام جُعَیل رکھ دیا تھا جس کے معنی ہیں چھوٹا بھنورا ۔ نبیؐ نے قریبی زمانے میں بدل کر ان کا اچھا نام عمرو رکھ دیا تھا جس کے معنی ہیں زندگی، روحانی خیر و فلاح، دین۔

ضَمرہ کے خندق کھودنے کے منظر نے مہاجرین میں سے ایک کے اندر ایک شعر کی تحریک پیدا کی ۔

ان کا نام آپ نے جُعَیل سے بدل کر عمرو کر دیا
غریب آدمی کو اس دن آپ نے مدد دے دی

انھوں نے یہ شعر عمرو کو سنایا اور جو لوگ اُسے سُن پائے انھوں نے اس کو اُچک لیا اور اس کا ایک گانا بنالیا۔ لطف و مزاح کے بغیر نہیں ۔ نبیؐ لفظ عمرو اور مدد پر ان کا ساتھ دے دیتے تھے جس کو آپ خاصا زور دے کر ادا فرماتے

toobaa-elibrary.blogspot.com



تھے۔ پھر آپؐ نے انھیں ایک دوسرے نغمے پر لگا دیا۔

اے رب تیرا فضل نہ ہوتا تو ہم ہدایت نہ پاتے
نہ صدقات کر پاتے نہ نماز ادا کرتے
پس تو ہم پر طمانیت نازل فرما
ان دشمنوں نے ہمیں ستایا ہمیں گمراہ کرنا چاہا لیکن
ہم نے انکار کر دیا۳

پہلی پکار مدد کے لیے جابرؓ کی طرف سے آئی۔ کھدائی میں ایک چٹان نکل آئی تھی اور ان کے پاس موجود کسی بھی اوزار سے اپنی جگہ سے ہل نہ رہی تھی۔ نبیؐ نے تھوڑا سا پانی منگوایا۔ اس میں تھوک دیا۔ پھر دعا کرنے کے بعد آپؐ نے وہ پانی اس چٹان پر چھڑک دیا۔ پھر یہ حال ہوا کہ انھوں نے بیلچے سے اس کو ایسے نکال پھینکا جیسے وہ ریت کا ڈھیر ہو۔۴ دوسرے دن مہاجرین کو کسی قسم کی مدد کی ضرورت لاحق ہوئی۔ اس چٹان کو جوان کی کدال سے ٹکرائی تھی اپنی جگہ سے ہلانے یا ٹکڑے ٹکڑے کرنے کی کئی بے نتیجہ کوشش کے بعد عمرؓ نبیؐ کے پاس گئے، آپؐ نے کدال ان سے لے لی اور اس سے چٹان پر ایک ضرب لگائی اس سے بجلی جیسی چمک پیدا ہوئی جو شہر پر اور جانب جنوب منعکس ہوئی۔ آپؐ نے دوسری ضرب لگائی اور پھر چمک پیدا ہوئی لیکن اس بار اُحد کی جانب اس کے پرے جانب شمال کا سارا خطہ روشنی میں نہا گیا۔ ایک تیسری ضرب اور چٹان ریزہ ریزہ ہو گئی اور اس بار مشرق کی سمت چمک پیدا ہوئی۔ سلمانؓ نے تینوں بار کی چمک کو دیکھا اور سمجھ لیا اور ان کی کوئی معنویت لازماً ہو گی۔ اس لیے آپ نے نبیؐ سے اس کی تعبیر دریافت کی۔ آپؐ نے سوال کیا ” کیا تم نے ان کو تین بار دیکھا سلمانؓ ؟ پہلی روشنی میں یمن کے محلات میں نے دیکھے۔ دوسری

toobaa-elibrary.blogspot.com



چمک میں شام کے محلات مجھ کو نظر آئے۔ تیسری چمک میں مدائن کے مقام پر میں نے کسریٰ کا قصر ابیض دیکھا۔ پہلی کے ذریعہ خدا نے میرے لیے یمن کا دروازہ کھول دیا دوسرے کے ذریعہ شام اور مغرب کا اور تیسری کے ذریعہ مشرق کا۔"

بیشتر خندق کھودنے والوں کے پاس معمول کے مطابق کھانے کے لیے کافی غذا نہ تھی اور پُر مشقت کام نے بھوک کی شدت میں اضافہ کر دیا تھا۔ بالخصوص جابرؓ جس دن خندق پر ان کو آپؐ کی مدد کی حاجت ہوئی تھی، آپؐ کی انتہائی لاغری سے وہ بہت متاثر ہوئے تھے۔ اس دن شام کو انھوں نے اپنی اہلیہ سے پوچھا کیا وہ کچھ کھانا پکا کر ان کو دے سکتی ہیں؟ انھوں نے جواب دیا، "ہمارے پاس اس بھیڑ کے سوا کچھ بھی نہیں ہے اور تھوڑے سے جَو ہیں۔" چنانچہ انھوں نے بھیڑ کو قربان کر دیا۔ اگلے دن انھوں نے جَو پیس کر اس کے آٹے کی روٹی پکا دی۔ پھر جب اندھیرا اتنا ہو گیا کہ خندق کی کھدائی جاری رکھنا ممکن نہ رہ گیا جابرؓ نبیؐ کے پاس گئے۔ ایسے وقت جب آپؐ خندق سے جا رہے تھے، آپؐ کو جَو کی روٹی اور بھیڑ کے گوشت کی دعوت دی۔ جابرؓ نے کہا "آپؐ نے میری ہتھیلی پر اپنی ہتھیلی رکھی، اپنی انگلیوں کو میری انگلیوں میں پھنسا لیا۔ میں چاہتا تھا کہ آپؐ تنہا تشریف لائیں لیکن آپؐ نے ایک منادی کو ہدایت کی کہ پکار دے: "چلو اللہ کے رسول کے ساتھ جابرؓ کے گھر دعوت قبول کرو۔ جابرؓ تم کو دعوت دیتے ہیں۔" جابرؓ کی زبان سے نکلا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن، وہ کلمہ جس کے بارے میں سفارش کی گئی ہے کہ مسلمان مصیبت و آفت کے لمحے میں زبان سے ادا کریں۔ وہ آگے گئے کہ اپنی بیوی کو ہوشیار کر دیں۔ "تم نے ان لوگوں کو دعوت دی ہے یا انھوں نے؟" بیوی نے دریافت کیا۔ جابرؓ نے کہا "نہیں، انھوں نے دعوت دی ہے۔" بیوی نے کہا "تب آنے دو سب کو۔ وہ بہتر جانتے ہیں۔"

toobaa-elibrary.blogspot.com



کھانا رسولؐ کے سامنے رکھا گیا۔ آپؐ نے اس کو برکت دی۔ بسم اللہ کہہ اور کھانا شروع کیا۔ بیک وقت دس آدمی ایک ساتھ بیٹھے۔ انھوں نے شکم سیر ہو کر کھایا۔ وہ اٹھ گئے تو دوسرے دس آئے اور یہ سلسلہ جاری رہا۔ یہاں تک کہ خندق پر سبھی کام کرنے والوں نے اپنی بھوک مٹالی۔ پھر بھی کچھ گوشت اور کچھ روٹی بچ گئی۔ ۵

ایک دوسرے دن نبیؐ نے ایک لڑکی کو دیکھا ہاتھ میں کچھ لیے کیمپ میں آئی۔ آپؐ نے اس کو اپنے پاس بلایا۔ وہ عبداللہؓ ابن رواحہ کی بھتیجی تھی۔ اسی کے الفاظ میں وجب میں نے رسولؐ کو بتلایا میں اپنے باپ اور چچا کے پاس کچھ کھجور لیے جا رہی ہوں تو آپؐ نے فرمایا کہ کھجور آپؐ کو دے دوں۔ میں نے سارے کھجور آپؐ کے ہاتھ میں انڈیل دیئے۔ لیکن وہ اتنے نہ تھے کہ مٹھی بھر ہو جائیں۔ آپؐ نے ایک کپڑا منگوایا۔ اس کو آپؐ کے سامنے پھیلا دیا گیا۔ آپؐ نے کھجوروں کو کپڑے پر اس طرح پھینکا کہ وہ اس کی سطح پر بکھر گئے۔ پھر جو لوگ آپؐ کے پاس تھے ان سے آپؐ نے فرمایا کہ خندق کھودنے والوں کو بلاؤ، آکر ناشتہ کر لیں۔ وہ آئے انھوں نے کھانا شروع کیا۔ کھجور بڑھتے ہی رہے۔ یہاں تک کہ جب وہ سب رخصت ہو گئے، تب بھی کپڑے پر اتنے کھجور تھے کہ اس کے کنارے سے گرے پڑتے تھے۔" ۶

---

## حوالجات، حواشی، تشریحات :

۱ نبیؐ کا گھرانا

۲ واقدی : ۴۴۷

۳ واقدی : ۴۴۸ ابن اسحٰق : ۱/۲/۵۱

۴ ابن اسحٰق : ۶۷۱

۵ خسرو شاہ فارس

۶ واقدی : ۴۵۰

۷ ابن اسحٰق : ۶۷۲

۸ واقدی : ۴۵۲

۹ ابن اسحٰق : ۶۷۳

toobaa-elibrary.blogspot.com



باب - ۶۰

# محاصرہ

خندق کی کھدائی ابھی مشکل سے ختم ہی ہوئی تھی ـــــ اس میں انھیں کل ملاکر چھ دن لگے تھے ـــــ کہ خبر آئی کہ قریش کی فوج عقیق کی وادی سے گزر کر اب شہر کے کسی قدر جنوب مغرب میں موجود ہے۔ ساتھ ہی غطفان اور نجد کے دوسرے قبائل مشرق سے اُحد کی جانب بڑھ رہے ہیں۔ نخلستان کے سارے مضافاتی مکانات خالی کر دیئے گئے تھے اور ان کے مکینوں کی رہائش

toobaa-elibrary.blogspot.com



کا بندوبست دفاع کے اندرونی حصے میں کر دیا گیا تھا۔ اب نبیؐ نے حکم دیا کہ ہر عورت اور بچے کے لیے قلعہ بند مکانات کے بالائی حصوں میں کوئی جگہ مخصوص کر دی جائے۔ پھر آپؐ نے اپنے آدمیوں کے ساتھ جو کل ملا کر تقریباً تین ہزار تھے ایک منتخب جگہ پڑاؤ ڈال دیا۔ آپؐ کا چمڑے کا سرخ خیمہ سال پہاڑ کی تلی میں نصب کر دیا گیا۔ عائشہؓ، ام سلمہؓ اور زینبؓ باری باری وہاں آپؐ کے ساتھ رہتی تھیں۔

مکی فوج اور ان کے اتحادیوں نے اپنے خیمے الگ الگ ایسی جگہ نصب کیے جو اُحد سے زیادہ دور نہ تھی۔ قریش کو یہ دیکھ کر بڑی مایوسی ہوئی کہ نخلستان کی فصل پہلے ہی کٹ کر کھلیان پہنچ چکی ہے اور ان کے اونٹوں کو وادیٔ عقیق کے بَبول کے درختوں پر بسر کرنا پڑے گا۔ اس اثنا میں غطفان کے اونٹ دو قسم کے ترس (ایک قسم کا جھاڑی دار درخت) کے درختوں پر بسر کر رہے تھے۔ یہ اُحد کے قریب کے میدان کے ایک حصے میں جو جھاڑی بن ہے اس میں اُگتا ہے لیکن دونوں فوجوں کے گھوڑوں کے لیے کچھ نہ تھا سوا اس چارے کے جو وہ ساتھ لائے تھے لہٰذا یہ لازم تھا کہ دشمن کا خاتمہ جس قدر جلد ممکن ہو کر دیا جائے اس لیے دونوں فوجیں اکٹھا ہو کر ایک ساتھ شہر کی جانب بڑھیں۔ ابوسفیان سپہ سالار اعظم تھا لیکن باری باری مختلف سرداروں کو یوم اعزاز سے سرفراز ہونا تھا جس میں فی الواقع ہو رہی لڑائی کی وہ رہنمائی کرے۔ مکی فوج کے سوار دستے کی کمان اس بار بھی خالد اور عکرمہ کے ہاتھ میں تھی اور عمرو خالد کے سوار دستے میں تھا۔ وہ آگے بڑھے تو یہ دیکھ کر ان کا حوصلہ بڑھا کہ دشمن کی چھاؤنی شہر کے باہر ان کے سامنے ہے ان کو اندیشہ تھا کہ وہ انھیں پشتوں یا فصیل نما دیواروں کے پیچھے چھاؤنی ڈالے ہوئے ملیں گے لیکن کھلے میدان میں تو وہ محض کثرت تعداد

toobaa-elibrary.blogspot.com


سے ان کو مغلوب کر لیں گے۔ لیکن وہ قریب پہنچے تو حیرت زدہ ہو کر رہ گئے کہ ان کے اور ان تیر اندازوں کے درمیان یہ خندق موجود ہے جس کے متوازی وہ اس کے بعید تر کنارے پر صف بستہ ہیں۔ ان کے گھوڑے دقت ہی سے اس تک پہنچ پائیں گے۔ اور وہاں پہنچ بھی گئے تو ایک مشکل ترصورت حال خندق کو پار کرنا ہوگا۔ جلد ہی تیروں کی ایک بوچھار نے ان پر واضح کر دیا کہ وہ دشمن کے نشانے پر پہنچ چکے ہیں۔ چنانچہ وہ ایک محفوظ فاصلے تک پیچھے ہٹ گئے۔

باقی دن صلاح ومشورے میں گزرا۔ بالآخر طے یہ ہوا کہ ان کی بہترین توقع اس امکان میں مضمر ہے کہ دشمن کو اس پر مجبور کر دیا جائے کہ وہ اپنی فوج کی بڑی تعداد شہر کے شمال سے ہٹالے تاکہ شہر کا دفاع کسی دوسرے نقطے پر کرے۔ اگر خندق کے خاصے حصے کی نگرانی نہ ہو رہی ہو تو اس کو پار کرنا چنداں دقت طلب نہ ہوگا۔ ان کا خیال بنی قریظہ کی طرف گیا جن کی قلعہ بندیاں جنوب مشرق سے مدینے میں داخلے سے مانع تھیں۔ سمجھوتے کے مطابق بنی نضیر کا حیُیَّ مکی فوج کی معیت کے لیے خیبر سے آیا تھا اور اب اس نے ساتھی یہودیوں کے پاس ابوسفیان کے سفیر کی حیثیت سے جانے کے لیے اپنی خدمات پُر زور الفاظ و انداز میں پیش کیں۔ اس نے یقین دلایا کہ وہ بآسانی ان کو محمدؐ کے ساتھ کیے معاہدے کی تنسیخ پر راضی کرے گا۔ ایک بار ان کی مدد حاصل ہو گئی تو شہر پر بیک وقت دو جانب سے حملہ کیا جا سکے گا۔ ابوسفیان نے خوشی خوشی اس کی پیش کش قبول کر لی اور اس پر زور ڈالا کہ بلا تاخیر روانہ ہو جائے۔

بنی قریظہ حُیَیّ سے خوف زدہ تھے۔ وہ ان کی نگاہ میں ایک منحوس شخص تھا۔ ایک نامبارک شخص جو اپنے قبیلے کے لوگوں پر تباہی لا چکا تھا۔ ان کا خیال تھا کہ اگر انھوں نے اس کی چلنے دی تو وہ ان کو بھی کسی آفت سے دوچار کرے گا۔

toobaa-elibrary.blogspot.com



وہ اس سے مزید اس لیے ڈرتے تھے کہ وہ مغلوب کرنے والی ایسی روحانی قوت کا مالک تھا جس کا مقابلہ مشکل تھا۔ جب بھی وہ کچھ چاہتا ہے تو مخالفت کو بتدریج ختم کر دیتا ہے اور جب تک اپنا مقصد حاصل نہ کرلے نہ خود چین سے بیٹھتا ہے نہ دوسروں کو چین لینے دیتا ہے۔ اب وہ قریظہ کے سردار کعب ابن اسد کی گڑھی پر گیا ـــــ یہی سردار تھا جس نے بنی قریظہ کی جانب سے نبیؐ کے ساتھ معاہدہ کیا تھا ـــــ اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ ساتھ ہی بتلا دیا کہ وہ کون ہے۔ کعب نے پہلے تو دروازہ کھولنے سے انکار کر دیا۔ حُیَی نے کہا "ستیاناس ہو تیرا کعب مجھے اندر آنے دے۔" کعب نے کہا "تیرا ستیاناس ہو حُیَی!" وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ حُیَی کا مطلب و مقصود کیا ہے۔ اس نے کہا "میں نے محمدؐ سے ایک معاہدہ کر لیا ہے اور میں اس معاہدے کو جو میرے اور ان کے مابین ہو چکا ہے نہیں توڑوں گا۔" حُیَی نے کہا "مجھے اندر آنے دو اور ہم دونوں بات تو کریں۔" کعب نے جواب دیا "میں نہ آنے دوں گا۔"

بالآخر حُیَی نے اس پر الزام لگایا کہ وہ اس کو محض اس لیے اندر آنے نہیں دیتا کہ اپنے کھانے میں اس کو شریک کرنا پڑے گا۔ اس الزام پر کعب کو اتنا غصہ آیا کہ اس نے دروازہ کھول دیا۔ حُیَی نے کہا "ستیاناس ہو تیرا کعب! میں تیرے لیے ایک پائندہ شان و شوکت اور طاقت و اقتدار کا بحرِ مواج لایا ہوں۔ قریش، کنانہ، غطفان اور ان قبائل کے سربراہ اور سردار اپنے دس ہزار افراد ان کے ساتھ، ایک ہزار گھوڑے ہیں۔ انھوں نے قسم کھا کر مجھ سے عہد کیا ہے کہ جب تک محمدؐ اور ان کے ساتھیوں کا قلع قمع نہ کر لیں گے چین نہ لیں گے۔ چنانچہ اب کی بار محمدؐ بچ نہ پائیں گے۔" کعب نے جواب دیا "خدا کی قسم تو میرے لیے زمانے بھر کی ندامت و خفت لایا ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com


ایسے بادل جن میں پانی نہیں صرف کڑک چمک ہے، اندر سے خالی ستیاناس ہو تیرا حُیَی! میرا پیچھا چھوڑ، میں جس حال میں ہوں اسی میں مجھے رہنے دے۔" حُیَی نے دیکھا کہ اب وہ کمزور پڑ رہا ہے اس لیے اس کی طلاقت لسان نے ان فوائد کا نقشہ دراز گفتاری کے ساتھ کھینچنا شروع کر دیا جو نئے مذہب کے مٹ جانے پر ان سب کو حاصل ہو جائیں گے اور آخر میں اس نے بڑے جوش اور جذبے کے ساتھ خدا کی قسم کھائی کہ اگر قریش اور غطفان محمدؐ پر حملہ آور نہ ہوئے تو میں تمھارے قلعہ میں آ بیٹھوں گا اور میرا حشر بھی وہی ہوگا جو تمھارا ہوگا۔ اس بات نے کعب کو باور کرا دیا کہ اسلام کی بقا کا اب کوئی امکان نہیں اور وہ راضی ہو گیا کہ اس کی قوم اور محمدؐ کے مابین جو معاہدہ موجود ہے اس سے وہ دست بردار ہو جائے گا۔ حُیَی نے معاہدے کی دستاویز کو دیکھنے کی خواہش کی اور جب اس نے اس کو پڑھا تو پھاڑ کر اس کے دو ٹکڑے کر دیئے۔ اب کعب اپنے قبیلے کے لوگوں کے پاس گیا تاکہ اس کے اور حُیَی کے درمیان جو سمجھوتا ہوا تھا اس سے ان کو باخبر کرے۔ انھوں نے کہا "یہ کیا نفع کی بات ہوئی کہ اگر تم قتل ہوئے تو تمھارے ساتھ حُیَی بھی قتل ہو جائے گا" شروع میں کعب کو بڑی مخالفت کا سامنا ہوا۔ کیونکہ یہ بنی قریظہ کا قبیلہ تھا جس میں ابن الہَیَّبان نے آکر سکونت اختیار کر لی تھی۔ وہ شام کا ایک ضعیف العمر یہودی تھا وہ آنے والے نبی سے ملنے کی توقع رکھتا تھا۔ وہ اس کی شناخت بھی بیان کر چکا تھا۔ اس کا اصرار تھا کہ اس کی آمد بس قریب ہی ہے۔ اس قبیلے کے یہودیوں میں سے بہت سے لوگ محسوس کرتے تھے کہ فی الحقیقت محمدؐ ہی وہ نبی ہیں۔ حالانکہ ان میں سے کم ہی تھے جن کو کسی ایسے نبی سے دلچسپی ہو جو یہودی نہ ہو اور ان سے بھی کہیں کم تھے وہ جو کسی نبی کی خواہ وہ یہودی ہو یا غیر یہودی' مخالفت کی سنگینی کا شعور رکھنے کی اہلیت

toobaa-elibrary.blogspot.com



رکھتے ہوں جہاں تک اکثریت کا تعلق ہے وہ سیدھے سیدھے ایک سیاسی معاہدے کو توڑنا ناپسند کرتے تھے لیکن جب کچھ منافق خبر لائے جس سے حُیَی کے بات کی تصدیق ہوتی تھی اور جب ان کے کچھ لوگ یکہ و تنہا بغیر کسی رکاوٹ کے گئے کر خود دیکھ کر رائے قائم کریں تو رائے عامہ کا جھکاؤ قریش اور ان کے اتحادیوں کی موافقت میں شروع ہو گیا۔ فی الواقع یہ ایک ناقابلِ تردید مرعوب کن منظر تھا۔ مدینے میں کھڑے ہو کر دیکھے جانے پر خندق کے پار میدان میں حدِ نظر تک گھوڑوں اور انسانوں کا ایک بحرِ ذخار موجیں مارتا نظر آتا تھا۔

اس اثنا میں خالد اور عکرمہ خندق کو مختلف جگہ سے جانچ پرکھ رہے تھے مگر فاصلے سے یہ اندازہ کرنے کے لیے کر کہاں سے اس کو سب سے زیادہ آسانی کے ساتھ عبور کیا جا سکتا ہے' وہ جھنجلا کر پکار اُٹھے " یہ چال ــــ عربوں نے کبھی یہ حکمت عملی نہیں اپنائی۔ یقیناً ان لوگوں کی صف میں فارس کا کوئی باشندہ ہے۔" انھیں یہ دیکھ کر بڑی مایوسی ہوئی کہ کام بہت خوبی سے کیا گیا تھا سوائے ایک چھوٹے سے رقبے کے جہاں باقی حصّے کے مقابلے خندق کی چوڑائی نسبتاً کم تھی۔ لیکن یہاں سخت پہرہ تھا۔ اس جگہ سے ایک دو دھاوے کی کوششیں پورے طور پر ناکام ثابت ہوئیں۔ ان کے گھوڑوں نے خندق جیسی کوئی چیز پہلے دیکھی نہ تھی اور وہ بہت بدکتے تھے۔ یہ صورتِ حال ہو سکتا ہے کہ بدل جائے لیکن فی الوقت دونوں جانب سے لڑائی تیروں کی بارش کی شکل ہی میں ہو سکتی تھی۔

بنی قریظہ کا نقضِ عہد راز نہ رہ پایا۔ بہت سے منافق یہ فیصلہ کر پائے تھے کہ کس فریق کے ساتھ ہم رشتہ رہیں اس لیے وہ ایک کا راز دوسرے پر آشکارا کر رہے تھے۔ عمرؓ صحابہ میں پہلے شخص تھے جن کے کانوں میں اس کی بھنک پڑی

toobaa-elibrary.blogspot.com



کہ اب یہودیوں سے دشمنی کا احتمال ہے۔ وہ نبیؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپؐ ابوبکرؓ کے ساتھ اپنے خیمے میں تشریف فرما تھے۔ عمرؓ نے عرض کیا "اے اللہ کے رسول مجھے بتلایا گیا ہے کہ بنی قریظہ نے اپنا معاہدہ توڑ دیا اور ہمارے خلاف برسرِ جنگ ہیں" نظر آرہا تھا کہ اس اطلاع سے نبیؐ کو اذیت اور فکرمندی لاحق ہوئی۔ آپؐ نے زبیرؓ کو بھیجا کہ حقیقت حال کا پتا لگائیں۔ پھر اس خیال سے کہ مبادا انصار محسوس کریں کہ ان کو صلاح ومشورے سے خارج رکھا گیا ہے آپؐ نے اوس اور خزرج کے دونوں سعدؓ اور ان کے ساتھ اُسیدؓ کو اپنے پاس بلا بھیجا۔ اور انھیں وہ خبر بتلانے کے بعد جو مل چکی تھی آپؐ نے فرمایا "جاؤ، دیکھو یہ اطلاع صحیح ہے۔ اگر اطلاع غلط ہو تو واپس آکر صاف صاف بتلا دینا لیکن اگر اطلاع صحیح ہو تو رمز وکنایہ کے انداز میں بتلانا کہ میں سمجھ جاؤں۔ وہ زبیرؓ کے فوراً بعد قریظہ کے قلعہ میں پہنچے۔ انھوں نے پایا کہ فی الواقع اس یہودی قبیلے نے معاہدہ توڑ دیا ہے۔ انھوں نے ان کو خدا کا واسطہ دیا کہ معاہدہ کو بحال رکھیں مبادا کہ وقت ہاتھ سے نکل جائے لیکن ان کی جانب سے ایک ہی جواب تھا "اللہ کا رسول کون ہے۔ ہمارے اور محمدؐ کے درمیان نہ کوئی معاہدہ ہے نہ سمجھوتہ" انھوں نے عبث قینقاع اور بنی نضیر کے انجام کی ان کو یاددہانی کی، لیکن کعب اور دوسرے یہودیوں کو قریش کی فتح کا ایسا یقین تھا کہ وہ ان کی بات سننے کو تیار ہی نہ تھے جب انھوں نے دیکھا کہ ان کی بات ضائع ہو رہی ہے تو نبیؐ کے پاس واپس گئے اور کہا "عضل اور قارہ" یہ وہ دو قبیلے تھے جنھوں نے خبیبؓ سے غداری کر کے انھیں ہذیل کے لوگوں کے سپرد کر دیا تھا۔ نبیؐ سمجھ گئے اور آپؐ نے فرمایا "اللہ اکبر اے مسلمانو خوش ہو جاؤ۔"

اب یہ ضروری ہوگیا تھا کہ خندق کے متوازی فوج کی تعداد کم کر دی جائے اور

toobaa-elibrary.blogspot.com


محافظ فوج کا ایک دستہ اندرونِ شہر تعینات کر دیا جائے۔ چنانچہ نبیؐ نے ستو نفر فوج واپس بھیج دی۔ اسی اثنا میں یہ خبر ملی کہ حیی نے قریش اور غطفان سے کہا ہے کہ رات تک دونوں ایک ایک ہزار فوج قریظہ کے قلعہ میں داخل کر دیں اور وہاں سے مرکزِ شہر پر حملہ آور ہوں اور مسلمانوں کے قلعوں میں داخل ہو کر عورتوں اور بچوں کو پکڑے جائیں۔ مقررہ شب مختلف وجوہ سے ایک سے زائد بار ٹل گئی اور منصوبہ کبھی روبہ عمل نہ آیا لیکن جوں ہی نبیؐ کو یہ خبر ملی۔ آپؐ نے تین سو سواروں کے ساتھ زبیرؓ کو بھیجا کہ سڑکوں پر گشت لگائیں اور ہر شب تمام رات نعرۂ تکبیر بلند کیا جاتا رہے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ شہر ایک طاقت ور فوج سے بھر گیا ہے۔

گھوڑوں کی تو ضرورت نہ تھی لیکن سپاہیوں کی کمی بری طرح محسوس کی جا رہی تھی کیونکہ خندق کی رات دن نگرانی کرنی پڑتی تھی اس طرح ہر شخص کو خاصے لمبے وقت تک پہرہ دینا پڑتا تھا۔ دن گزرتے رہے اور دباؤ بھی بڑھتا رہا۔ دوسری جانب خالد اور عکرمہ مستقل کسی کمزور لمحے سے فائدہ اٹھانے کی تاک میں تھے کہ دوسری جانب پہرے میں ذرا بھی ڈھیل ہو تو وہ خندق پار کر لیں لیکن خندق پار کرنے میں وہ صرف ایک بار کامیاب ہو پائے اور یہ واقعہ تب پیش آیا جب عکرمہ نے دیکھا کہ خندق کا وہ حصہ جہاں اس کی چوڑائی سب سے کم ہے۔ اس کی نگرانی میں وقتی طور پر ڈھیل ہو رہی ہے وہ اپنا گھوڑا کدانے میں کامیاب ہو گیا۔ اس کے پیچھے تین دوسرے سوار بھی خندق کے پار جا پہنچے لیکن جب تک چوتھا خندق پار کرے علیؓ اور جو لوگ ان کے ساتھ تھے انھوں نے خندق کے تنگ ترین حصے کی پہرہ داری دوبارہ سنبھال لی تھی اور ایک بار پھر انھوں نے اس کو ناقابل عبور بنا دیا تھا۔ نیز انھوں نے ان سواروں کی واپسی کی راہ بھی مسدود

toobaa-elibrary.blogspot.com


کر دی تھی جواب ان کی طرف تھے۔ ان میں سے ایک عمرو نے انفرادی مبارزت کا نعرہ بلند کیا۔ جب علیؓ نے اس کے چیلنج کے جواب میں اپنے آپ کو پیش کیا تو اس نے یہ کہہ کر انکار کر دیا میں تم جیسوں کو قتل کرنے سے نفرت کرتا ہوں۔ تمھارا باپ میرا ایک سازگار ساتھی تھا۔ اس لیے واپس جاؤ۔ تم ابھی بچے ہو۔ لیکن علیؓ نے اصرار کیا۔ عمرو گھوڑے سے اترا اور دونوں ایک دوسرے کی جانب بڑھے۔ جلد ہی گرد و غبار کے ایک بادل نے دونوں کو ڈھک لیا۔ تب لوگوں نے علیؓ کے نعرۂ تکبیر کی صدا بلند ہوتی ہوئی سنی اور جان لیا کہ عمرو یا تو مر چکا ہے یا مر رہا ہے۔ اس درمیان عکرمہ اور اس کے ساتھی توجہ بٹنے کا فائدہ اٹھا کر دوبارہ دوسری جانب پہنچ گئے لیکن مخزوم کا نوفل خندق پار نہ کر سکا۔ اس کا گھوڑا اس کو لیے ہوئے خندق میں جا پڑا۔ لوگوں نے اس پر پتھراؤ شروع کر دیا لیکن اس نے چلا کر کہا اے اہل عرب اس سے تو موت بہتر ہے۔ چنانچہ لوگ خندق میں اترے اور انھوں نے اس کو قتل کر دیا۔

خندق پار کرنے کا تجربہ ہر چند کہ ناکام ثابت ہوا لیکن اس سے بظاہر ہو گیا کہ اس کا امکان ہے۔ اب دوسرے دن طلوع آفتاب سے پہلے ہی سے مختلف مقامات پر حملے جاری ہو گئے۔ نبیؐ نے اہل ایمان کا حوصلہ بلند کیا اور وعدہ کیا کہ فتح ان کی ہے اگر وہ ثابت قدم رہے اور ثابت قدم وہ غیر معمولی لمبی مدت کی پہرہ داری سے ابتدائی تکان کے باوجود رہے۔ کیمپ کے لیے جگہ بہت ٹھیک انتخاب کی گئی تھی۔ اس لیے کہ سال کی پہاڑی سے ہٹ کر زمین کی ڈھلوان کا مطلب یہ تھا کہ قریبی کنارہ دور والے کنارے سے خاصا بلند تھا۔ تمام دن دشمن نے بار بار کوشش کی کہ زور مار کر خندق پار کرے لیکن ان کو کوئی کامیابی نہ ہوئی۔ اور اصل لڑائی جیسا کہ ابتدائی دنوں میں ہوتا رہا تھا تیروں کی بارش تک محدود رہی۔

toobaa-elibrary.blogspot.com



دونوں جانب سے کوئی مارا بھی نہ گیا۔ ہاں سعدؓ ابن معاذ کے بازو میں ضرور ایک تیر آلگا جس سے ایک رگ کٹ گئی اور قریش و غطفان کے کئی گھوڑے زخمی ہوئے۔

ظہر کی نماز کا وقت آگیا لیکن سوال ہی نہ تھا کسی شخص کے لیے کہ ایک لمحے کے واسطے بھی اپنی چوکسی ڈھیلی کر دے جب وقت نکلا جا رہا تھا تو ان لوگوں نے جو نبیؐ سے قریب تر تھے پکار کر عرض کیا و اے اللہ کے رسول ہم نے ابھی نماز ادا نہیں کی۔ ایک کھلی ہوئی بات تھی لیکن بہت پریشان کن کیونکہ اسلام کی ابتدا سے اب تک کبھی ایسی صورت حال نہ پیدا ہوئی۔ آپ نے جواباً جو کچھ فرمایا اس سے کسی قدر ان لوگوں کی ڈھارس بندھی۔ "خدا کی قسم میں نے بھی نماز نہیں ادا کی ہے۔" عصر کی نماز کا وقت آیا اور غروب آفتاب کے ساتھ گزر گیا۔ پھر بھی دشمن نے اپنے حملے جاری رکھے اور یہ تب ہوا کہ سمت مغرب سے آخری روشنی دھندلی ہو چکی۔ اس وقت دونوں اپنے اپنے کیمپ میں واپس ہوئے۔ جوں ہی وہ لوگ نگاہوں سے اوجھل ہوئے نبیؐ اُسیدؓ کو چوکسی جاری رکھنے کے لیے ایک دستے کے ساتھ پیچھے چھوڑ کر خندق سے لوٹے۔ چار نمازوں میں سے باقی ماندہ جن کی قضا لازم تھی فرض تھیں، خود نبیؐ نے امامت فرمائی۔ اس شام کسی قدر رات گزرنے پر خالد ایک سوار دستے کے ساتھ اس توقع میں دوبارہ نمودار ہوئے کہ ان کو خندق بغیر چوکسی کے ملے گی لیکن اُسیدؓ اور اُن کے تیر اندازوں نے خالد کو قریب نہ آنے دیا۔

وحی نے ان دنوں کے دباؤ کا حوالہ ایسے وقت کے حوالے سے دیا ہے، "جب آنکھیں پتھرائی ہوں گی، دل حلق میں آرہے ہوں گے جب تم اللہ کے بارے میں طرح طرح کے گمان کر رہے ہو گے یہ وقت ہوگا جب اہل ایمان کی آزمائش ہوگی۔ وہ جانچے پرکھے جائیں گے اور ان کی جانیں ہلا ماری جائیں گی ہ[1]"

بہت سے ذہنوں میں یہ سوال ابھر رہا تھا کہ آخر ایسے کتنے دنوں تک یہ دباؤ

toobaa-elibrary.blogspot.com



برداشت کیا جاسکے گا۔ غذائی اجناس کی کمی ہوتی جارہی تھی اور راتیں غیر معمولی حد تک خنک تھیں اور کئی ضعیف الایمان لوگ بھوک، سردی اور بے خوابی کے سبب ہمت ہار رہے تھے اور منافقین کی صفوں میں جاملنے کے لیے تیار تھے جو یہ افواہ پھیلا رہے تھے کہ محض ایک خندق درمیان میں کر کے ایسے دشمن کی مزاحمت جاری رکھنا ممکن نہیں ہے اور یہ کہ ان کو شہر پناہ کے پیچھے لوٹ جانا چاہیے۔ لیکن سچے مسلمانوں کا ایمان شدت و مشقت سے پختہ ہوا اور انھیں وحی کے ذریعہ تحسین و آفرین موصول ہوئی۔ شدید ترین دباؤ کے وقت جب انھوں نے قبائل کو اکٹھا دیکھا یہ کہنے کے لیے کہ "یہ ہے وہ جس کا اللہ اور اس کے رسول نے ہم سے وعدہ کیا تھا۔ اللہ اور اس کے رسول نے جو پیشین گوئی کی تھی۔ وہ سچ مچ وقوع پذیر ہوئی۔" وحی نے اس پر اضافہ کیا؛ "اور اس نے ان کے ایمان و اطاعت میں اضافہ کیا۔" انھوں نے یہ بات ایک آیت کو یاد کر کے کہی تھی جو تین سال پہلے نبیؐ پر نازل ہوئی تھی "کیا تم نے سمجھ رکھا تھا کہ یونہی جنت میں داخل ہو جاؤ گے قبل اس کے کہ تم کو ان آزمائشوں کا سامنا ہو جن کا سامنا ان قوموں کو ہوا جو تم سے پہلے گزریں۔ انھیں زخم لگے، اذیتیں پہنچیں اور وہ ہلا مارے گئے، یہاں تک کہ اللہ کے رسول اور جو لوگ ان کے ساتھ ایمان لائے تھے چلا اٹھے اللہ کی مدد کب آئے گی۔ آگاہ ہو کہ اللہ کی مدد قریب ہی ہے۔"

نبیؐ جانتے تھے کہ آپ کے لوگوں میں سے کئی نفوس کی قوت برداشت جواب دینے کے قریب پہنچ رہی ہے لیکن آپ یہ بھی جانتے تھے کہ ہر دن جو گزرتا ہے اس کے ساتھ دشمن بھی شدت و مشقت کی گرفت اپنے اوپر سخت محسوس کر رہا ہے اس لیے آپ نے رات میں غطفان کے دو سرداروں کے پاس پیغام بھیجنے کی راہ نکالی۔ آپ نے پیش کش کی کہ اگر وہ میدان

toobaa-elibrary.blogspot.com



اب ابوسفیان حُیَی کے پاس گیا اور کہا، "وہ مدد کہاں ہے جس کا وعدہ تم نے اپنی قوم کی جانب سے کیا تھا۔ انھوں نے ہمارا ساتھ چھوڑ دیا ہے اور اب وہ ہمارے ساتھ غداری کرنا چاہتے ہیں۔" حُیَی نے کہا، "توریت کی قسم نہیں۔ یہ ہے سبت کا دن اور ہم سبت کی خلاف ورزی نہیں کر سکتے۔ لیکن یک شنبہ کو ہم محمدؐ اور اُن کے ساتھیوں کے خلاف آتش شعلہ زن کی مانند جنگ کریں گے۔"

ابوسفیان نے اس کو اب یرغمال کے مطالبے والی بات بتلائی ـــــــ تو حُیَی ہکا بکا رہ گیا اور اس کی سراسیمگی کو احساس گناہ پر محمول کر کے ابوسفیان نے کہا، "میں لات کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ تمھاری قوم کی عیاری اور غداری ہے۔" اس نے احتجاج کیا، "نہیں قسم ہے اس تورات کی جو موسیٰؑ پر کوہِ سینا کے دن نازل ہوئی تھی۔ میں غدار نہیں ہوں۔" لیکن ابوسفیان کو یقین نہ آیا اور اپنی جان کے ڈر سے حُیَی کیمپ سے چل دیا اور قریظہ کے قلعوں کی راہ لی۔

جہاں تک قریش اور قبائل نجد کے مابین تعلقات کی بات ہے نُعیم کی جانب سے کسی کارگزاری کی حاجت نہ تھی۔ تقریباً دو ہفتے گزر چکے تھے اور کچھ کام نہ بنا تھا۔ ان کی دونوں فوجوں کی رسد تیزی سے ختم ہو رہی تھی جب کہ ان کے زیادہ سے زیادہ گھوڑے بھوک یا تیر کے زخم سے یا دونوں کے نتیجے میں مر رہے تھے۔ کچھ اونٹ بھی مر چکے تھے۔ قریش یہ دیکھنے سے قاصر بھی نہ رہ سکتے تھے کہ غطفان اور دوسرے بدوی بے دلی سے ساتھ دے رہے تھے۔ بادلِ نخواستہ اتحادی بنے ہوئے تھے۔ اس مہم میں انھوں نے نئے دین کی دشمنی سے کہیں زیادہ لوٹ کی امید میں حصہ لیا تھا اور وہ جن توقعات کا لالچ دے کر یثرب کے نخلستان تک لائے گئے تھے وہ قطعاً پوری ہوتی نظر نہ آتی تھیں۔ دونوں جانب سے طعن و تشنیع کے کلمات بہت سی زبانوں پر جاری تھے اور باہمی بے اعتمادی دونوں حملہ آور

toobaa-elibrary.blogspot.com



(دستاویز) اور یہ کہتے ہوئے جو کچھ اس پر تحریر تھا اس کو ابتدا سے انتہا تک قلم زد کر دیا "کرلینے دو ان کو بد سے بدترین"

یہ بات چیت جواب بے نتیجہ رہی مُرّہ اور فزارہ کے دو قبائل کے سرداروں سے ہو رہی تھی۔ قریش کا تیسرا غطفانی حلیف قبیلہ اشجع تھا جس سے نُعیم کا تعلق تھا۔ وہ شخص جس کو رشوت دے کر ابوسفیان اور سہیل نے تیار کیا تھا کہ بد شگونی پر مکیوں کا مقابلہ کرنے کے وعدے پر قائم رہنے سے ڈرا کر مسلمانوں کی ہمت شکنی کرے اگر وہ کر سکے۔ مدینے میں قیام نے اس کو گہرے طور پر متاثر کیا۔ یہی وجہ تھی کہ اس موقع پر وہ جو مکی فوج کی مدد کے لیے اپنے باقی سارے قبیلے کو لے کر آگیا تو ملے جلے جذبات کے ساتھ۔ نئے دین کے ماننے والوں کے لیے اس کی قدرشناسی کو اس بات سے مزید پختگی ملی تھی کہ وہ اپنے سے تین گنی فوج کی مزاحمت کر رہے تھے پھر وہ گھڑی آگئی جب ـــــ جیسا کہ اس نے خود کہا ـــــ "خدا نے اسلام میرے دل میں ڈال دیا اور اس رات ـــــ یہ واقعہ بالکل اس وقت پیش آیا جب غطفان کے ساتھ ایک الگ معاہدے کا منصوبہ ترک کیا جا چکا تھا ـــــ وہ چھپتے چھپاتے شہر میں داخل ہو گیا اور پھر اسلامی کیمپ میں۔ وہاں پہنچ کر اس نے نبیؐ سے ملاقات کی خواہش کی۔ آپ نے دریافت فرمایا "یہاں تم کیوں آئے ہو نُعیم؟"

اس نے جواب دیا "میں آیا ہوں کہ آپ کے ارشادات پر یقین کا اعلان کروں اور تصدیق کروں کہ جو کچھ آپ لائے ہیں وہ حق ہے۔ لہٰذا آپ جو چاہیں مجھے حکم فرمائیں اے اللہ کے رسولؐ، کیونکہ آپ کو صرف حکم فرمانا ہے۔ میں آپ کے ارشاد کی تعمیل کروں گا۔ میری قوم کے لوگ میرے اسلام کے بارے میں نہیں جانتے۔" نبیؐ نے جواب دیا "تمھاری جتنی طاقت ہو انھیں ایک دوسرے سے لڑا دینے میں لگا دو۔" نُعیم نے غلط بیانی کی اجازت چاہی۔ آپ نے فرمایا "ان کو ہمارے محاصرے سے

toobaa-elibrary.blogspot.com



دست بردار کرنے کے لیے جو کہنا چاہتے ہو کہو، کیونکہ "لڑائی ہوتی ہی ہے چال بھری ہوئی۔"

نعیم شہر میں واپس گئے، اور بنی قریظہ کے محلے میں جا پہنچے۔ ان لوگوں نے پرانے شناسا کی حیثیت سے انھیں خوش آمدید کہا اور ان کے لیے کھانے پینے کی پیش کش کی۔ انھوں نے کہا: "میں اس کے لیے نہیں آیا ہوں بلکہ تمھارے تحفظ کے سلسلے میں مجھے جو اندیشہ ہے اس سے خبردار کرنے اور تمھیں اپنا مشورہ دینے۔" پھر انھوں نے تفصیل سے بتلایا کہ اگر قریش اور غطفان اپنے دشمنوں کو فیصلہ کن شکست دینے میں ناکام رہے تو وہ اپنے وطن واپس ہو جائیں گے اور یہودیوں کو محمدؐ اور اس کے پیروؤں کے رحم و کرم پر چھوڑ جائیں گے۔ اس لیے انھیں چاہیے کہ قریش کی حمایت میں ایک وار کرنے سے انکار کر دیں۔ جب تک وہ اپنے سربرآوردہ لوگوں کو یرغمال کی حیثیت سے ان کے حوالے نہ کر دیں۔ اس ضمانت کے طور پر کہ وہ واپس نہ ہوں گے جب تک کہ دشمن مغلوب نہ ہو جائے۔

بنی قریظہ نے ان کی صلاح جوش و جذبے کے ساتھ قبول کر لی۔ انھوں نے جس اندیشے کا اظہار کیا تھا وہ اندیشہ خود ان کے دل و دماغ میں گھر کیے ہوئے تھا چنانچہ انھوں نے ان کے مشورے پر عمل کرنے سے اتفاق کر لیا اور وعدہ کیا کہ وہ اپنے لوگوں پر قریش پر یہ ظاہر نہ کریں گے کہ یہ مشورہ نعیم نے ان کو دیا تھا۔

پھر وہ اپنے کسی وقت کے دوست ابوسفیان کے پاس گئے، اور انھوں نے اس سے اور قریش کے دوسرے سرداروں سے جو اس کے ساتھ بیٹھے تھے کہا کہ وہ بہت اہم معلومات بہم پہنچانا چاہتے ہیں بشرطیکہ — جس سے ان سب نے اتفاق کیا — کہ وہ حلف لیں کہ وہ کسی پر ظاہر نہ کریں گے کہ اطلاع دہندہ وہ ہیں۔ انھوں نے کہا "یہودی اب محمدؐ کے ساتھ اپنے برتاؤ پر پشیمان

toobaa-elibrary.blogspot.com



ہیں اور انھوں نے محمدؐ کے پاس پیغام بھیجا ہے جس میں کہا گیا ہے "ہم اپنے کیے پر نادم ہیں۔ کیا آپ ہم سے مطمئن ہو جائیں گے اگر ہم قریش اور غطفان کے سربرآوردہ لوگوں کو یرغمال کے طور پر لے کر آپ کے حوالے کر دیں کہ آپ ان کے سر قلم کر دیں پھر جو باقی رہ جائیں ان کے خلاف آپ کے ساتھ ہو کر جنگ کریں۔ محمدؐ نے ان کو رضامندی کی اطلاع کر دی۔ اس لیے اگر یہودی تمھارے کچھ آدمی یرغمال کے طور پر تم سے طلب کریں تو اپنا ایک آدمی بھی ان کے حوالے نہ کرو۔" پھر وہ اپنے لوگوں اور غطفان کے دوسرے قبائل کے پاس پہنچے اور ان سے وہی باتیں کہیں جو انھوں نے قریش سے کہی تھیں۔

مشورہ کرنے کے بعد دونوں حملہ آور فوجوں کے سپہ سالاروں نے فیصلہ کیا کہ فی الحال وہ کچھ سے کچھ نہ بتلائیں گے بلکہ نعیم نے جو کہا تھا اس کی جانچ کر لیں چنانچہ انھوں نے عکرمہ کو پیغام دے کر بھیجا "کل جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ تاکہ ایک بار ہمیشہ کے لیے ہم محمدؐ سے چھٹکارا حاصل کر لیں۔ انھوں نے جواب دیا کہ کل کا دن سبت ہے اور ہم کسی حال میں تمھارے ساتھ محمدؐ سے جنگ نہ کریں گے تاآنکہ ہم کو یرغمال نہ دو جو ہمارے لیے ضمانت کی حیثیت رکھیں۔ یہاں تک کہ ہم محمدؐ کا خاتمہ کر دیں۔ کیونکہ ہم ڈرتے ہیں کہ اگر جنگ کا پانسہ تمھارے خلاف پڑا تو تم ہمیں اس شخص کے ساتھ ہمارے علاقے میں چھوڑ کر اپنے علاقے کو لوٹ جاؤ گے اور ہم تنہا اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ یہ پیغام قریش اور غطفان کے پاس پہنچا تو انھوں نے کہا "خدا کی قسم نعیم نے جو ہم سے بتلایا تھا وہ سچ تھا۔" اور انھوں نے بنی قریظہ کے پاس پھر کہلا بھیجا کہ وہ آدمی ان کے حوالے نہ کریں گے لیکن ان سے کہا کہ پھر بھی وہ جنگ میں حصہ لیں۔ اس کا جواب ان کی جانب سے یہ ملا کہ وہ جب تک یرغمال نہ وصول کر لیں گے ایک وار نہ کریں گے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com



اب ابوسفیان حُیَی کے پاس گیا اور کہا، "وہ مدد کہاں ہے جس کا وعدہ تم نے اپنی قوم کی جانب سے کیا تھا۔ انھوں نے ہمارا ساتھ چھوڑ دیا ہے اور اب وہ ہمارے ساتھ غداری کرنا چاہتے ہیں۔" حُیَی نے کہا، "توریت کی قسم نہیں۔ یہ ہے سبت کا دن اور ہم سبت کی خلاف ورزی نہیں کر سکتے۔ لیکن یک شنبہ کو ہم محمدؐ اور اُن کے ساتھیوں کے خلاف آتش شعلہ زن کی مانند جنگ کریں گے۔"

ابوسفیان نے اس کو اب یرغمال کے مطالبے والی بات بتلائی ــــــ تو حُیَی ہکا بکا رہ گیا اور اس کی سراسیگی کو احساس گناہ پر محمول کر کے ابوسفیان نے کہا، "میں لات کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ تمھاری قوم کی عیاری اور غداری ہے۔" اس نے احتجاج کیا، "نہیں قسم ہے اس تورات کی جو موسیٰؑ پر کوہ سینا کے دن نازل ہوئی تھی۔ میں غدار نہیں ہوں۔" لیکن ابوسفیان کو یقین نہ آیا اور اپنی جان کے ڈر سے حُیَی کیمپ سے چل دیا اور قریظہ کے قلعوں کی راہ لی۔

جہاں تک قریش اور قبائل نجد کے مابین تعلقات کی بات ہے نُعیم کی جانب سے کسی کارگزاری کی حاجت نہ تھی۔ تقریباً دو ہفتے گزر چکے تھے اور کچھ کام نہ بنا تھا۔ ان کی دونوں فوجوں کی رسد تیزی سے ختم ہو رہی تھی جب کہ ان کے زیادہ سے زیادہ گھوڑے بھوک یا تیر کے زخم سے یا دونوں کے نتیجے میں مر رہے تھے۔ کچھ اونٹ بھی مر چکے تھے۔ قریش یہ دیکھنے سے قاصر بھی نہ رہ سکتے تھے کہ غطفان اور دوسرے بدوی بے دلی سے ساتھ دے رہے تھے۔ بادلِ نخواستہ اتحادی بنے ہوئے تھے۔ اس مہم میں انھوں نے نئے دین کی دشمنی سے کہیں زیادہ لوٹ کی امید میں حصہ لیا تھا اور وہ جن توقعات کا لالچ دے کر یثرب کے نخلستان تک لائے گئے تھے وہ قطعاً پوری ہوتی نظر نہ آتی تھیں۔ دونوں جانب سے طعن و تشنیع کے کلمات بہت سی زبانوں پر جاری تھے اور باہمی بے اعتمادی دونوں حملہ آور

toobaa-elibrary.blogspot.com



فوجوں میں سرایت کر چکی تھی۔ مہم عملاً ناکام ہو چکی تھی اور اب فلک نے ناکامی کی آخری اور قطعی مہر ثبت کر دی۔

فرض نمازوں کے بعد تین دنوں تک مسلسل نبیؐ نے دعا فرمائی "اے اللہ کتاب نازل کرنے والے جلد حساب لینے والے اتحادیوں کو راہِ فرار دکھا دے۔ انھیں ہلا مار۔" اور جب سب ختم ہو گیا تو یہ آیت نازل ہوئی۔ "اے اہل ایمان یاد کرو اپنے اوپر اللہ کی نعمت۔ جب ہجوم نے تم پر یلغار کی اور ہم نے ان کے خلاف آندھی بھیجی اور ایسے لشکر جو تمھیں نظر نہ آئے۔"

کئی دنوں تک موسم غیر معمولی طور پر سرد اور مرطوب رہا تھا اور اب ایک تیر کی مانند پار ہو جانے والی ہوا مشرق سے آئی اور اس کے ساتھ موسلا دھار بارش ایسی کہ ہر کوئی کہیں نہ کہیں پناہ لینے پر مجبور ہو گیا۔ رات آ گئی اور ایک طوفان نے میدان میں ہلچل برپا کیے رکھا۔ ہوا نے آندھی کی طاقت پیدا کر لی اور جو کچھ ہوا نہ کر سکی وہ خفیہ ہاتھوں نے انجام دے دیا۔ حملہ آور کے تمام دونوں کیمپوں میں کوئی خیمہ نہ تھا جو کھڑا رہ گیا ہو۔ کوئی آگ نہ تھی جو جلتی رہ گئی ہو۔ لوگ سکڑے سمٹے کانپتے گرمی حاصل کرنے کے لیے ایک دوسرے سے چمٹ کر اکٹھا بیٹھے تھے۔

مسلمانوں کا کیمپ کسی قدر ہوا سے پناہ میں تھا۔ اس نے ان کے کسی خیمے کو زمین گیر نہ کیا لیکن اس کی تیزی سے فضا مملو تھی اور محاصرے کے اتنے دنوں کے اکٹھا دباؤ کے ساتھ مل کر اہل ایمان کو ایسی روحانی ناطاقتی کے مقام پر پہنچا دیا تھا جس کو انھوں نے اس سے پہلے کبھی ممکن تک تصور نہ کیا ہوتا۔ دیر گئے رات میں نبیؐ نے دعا فرمائی۔ پھر آپ ان لوگوں کے پاس تشریف لے گئے جو آپ کے خیمے سے قریب فروکش تھے۔ ان میں سے ایک حذیفہؓ ابن یمان

toobaa-elibrary.blogspot.com



نے بعد کے دنوں میں بیان کیا، کیسے انھوں نے آپؐ کو کہتے سنا تھا "تم میں سے کون جاکر دیکھے گا کہ دشمن کیا کر رہا ہے اور پھر واپس آئے گا۔ میں اللہ سے اس شخص کے لیے دعا کروں گا کہ وہ جنت میں میرا ساتھی ہو۔" لیکن کوئی جواب نہ ملا۔ حذیفہؓ نے کہا "ہم ایسے بے حوصلہ ہو رہے تھے سردی اور بھوک کی وجہ سے کہ ایک آدمی بھی نہ اٹھ کھڑا ہوا۔" جب یہ واضح ہو گیا کہ کوئی بھی اپنے آپ کو پیش کرنے کا ارادہ نہیں رکھتا تو نبیؐ نے حذیفہؓ کو پکارا۔ وہ اٹھ کھڑے ہوئے اور آپؐ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ اس بات سے کہ آپؐ نے سب کے بجائے خاص طور سے انھیں الگ آواز دی۔ ان کے اندر کچھ کر دکھانے کا جوش پیدا ہو گیا تھا۔ انھوں نے کہا "جب میں نے آپؐ کے لبوں پر اپنا نام آتا سنا میں اس کے سوا کر ہی نہ سکتا تھا کہ اٹھ کھڑا ہوں۔" آپؐ نے فرمایا "تم جاؤ اور ان لوگوں میں گھل مل جاؤ۔ دیکھو وہ کیا کرنے کی سوچ رہے ہیں لیکن جب تک میرے پاس لوٹ نہ آؤ اور کوئی کام نہ کرو۔" حذیفہؓ نے کہا "چنانچہ میں گیا اور ان لوگوں میں جا ملا۔ اس حال میں کہ ہوا اور اللہ کی فوج ان کے خلاف اپنی کارگزاری جاری کیے ہوئے تھی۔ انھوں نے بتلایا کہ انھوں نے کس طرح قریش کی سمٹی سکڑی پرچھائیوں کے بیچ اپنی راہ بنائی ـــــــ اس لیے کہ انھی کے کیمپ میں وہ گئے تھے ـــــــ یہاں تک کہ وہاں پہنچ گئے جہاں ان کا سپہ سالار بیٹھا تھا۔ انھوں نے سردی سے ٹھٹھرتے ہوئے رات بسر کی اور پھر سویرا ہوتے ہی جب ہوا کا زور گھٹنے لگا ابوسفیان نے بلند آواز میں پکارا "اہل قریش ہمارے اونٹ اور گھوڑے مر رہے ہیں۔ بنی قریظہ نے ہم سے غداری کی۔ ہمیں اطلاع ملی ہے کہ وہ ہمارا ساتھ چھوڑ کر دشمن سے جا ملنے کے چکر میں ہیں اور آندھی طوفان سے ہم نے جو کچھ جھیلا ہے۔ وہ تمھاری آنکھیں

toobaa-elibrary.blogspot.com



دیکھ رہی ہیں۔ اس لیے یہاں سے چل دو۔ کیونکہ میں جا رہا ہوں۔" یہ کہہ کر وہ اپنے اونٹ کے پاس گیا۔ اس پر سوار ہوا۔ چل پڑنے کی اس کو ایسی دھن تھی کہ اس کو اونٹ کی بندھی ہوئی ٹانگ کھولنے تک کا ہوش نہ رہا۔ اس نے اس کو زبردستی تین پیروں پر کھڑا کر ہی لیا تب جا کر اونٹ کی بندھی ٹانگ کھولی لیکن عکرمہ نے اس سے کہا "تم لوگوں کے سربراہ اور رہنما ہو، کیا تم ہم سب کو چھوڑ کر اتنی عجلت میں چل دو گے اور ہم یہیں رہ جائیں گے۔" یہ سن کر ابوسفیان شرمندہ ہوا۔ اس نے اپنا اونٹ ایک بار پھر بٹھایا اور اتر پڑا۔ فوج نے چھاؤنی برخاست کی، وہاں سے چل پڑی۔ وہ انتظار کرتا رہا۔ یہاں تک کہ بیشتر لوگ گھر کی جانب رواں دواں ہو گئے۔ تب وہ خود روانہ ہوا۔ خالد اور عمرو اس تجویز سے اتفاق کر کے کہ وہ دونوں دو سو سوار دستے کے ساتھ فوج کے عقب کا کام دیں گے اور اس کے عقب میں مارچ کریں گے۔ پوری فوج کی روانگی کا انتظار کر رہے تھے کہ خالد نے کہا۔ "ہر باشعور آدمی جانتا ہے کہ محمدؐ نے دروغ گفتاری نہیں کی ہے۔" لیکن ابوسفیان نے اس کی بات یہ کہہ کر کاٹ دی۔ "کسی بھی دوسرے آدمی کے مقابلے میں تمھیں سب سے زیادہ یہ بات کہنا سزاوار ہے۔" خالد نے سوال کیا "کیوں کیسے؟" اس نے جواب دیا "کیونکہ محمدؐ نے تمھارے باپ کی عزت کوڑی بھر کی کر دی اور تمھارے قبیلے کے سردار ابوجہل کو تہ تیغ کر دیا۔"

جوں ہی حذیفہؓ نے مارچ کرنے کا حکم سنا۔ انھوں نے غطفان کے کیمپ کا رُخ کیا لیکن اس جگہ کو انھوں نے ویران پایا۔ کیونکہ ہوا نے ان کی قوت برداشت کو بھی شکست کر دیا تھا اور وہ پہلے ہی نجد کی راہ پر رواں تھے۔ اس لیے وہ نبیؐ کی خدمت میں واپس ہوئے۔ آپ سردی کے خلاف

toobaa-elibrary.blogspot.com



تحفظ کی خاطر ازواج مطہرات میں سے کسی کی چادر لپیٹے ہوئے نماز میں کھڑے تھے۔ حذیفہؓ نے کہا "جب آپؐ نے مجھ کو دیکھا تو اشارہ فرمایا کہ آپؐ کے پہلو میں اور آپؐ کے قدموں میں بیٹھ جاؤں اور چادر کا کنارہ مجھ پر ڈال دیا۔ پھر اسی حال میں کہ میں چادر کے اندر تھا آپؐ نے رکوع اور سجدہ کیا۔ جب آپؐ نے سلام پھیرا تو میں نے آپؐ کو خبر بتائی۔"

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے فجر کی اذان دی اور جب سب لوگ نماز ادا کر چکے تو آتے ہوئے دن کے دھندلکے نے خندق پار کے میدان کے پورے طور پر خالی ہونے کو عیاں کر دیا۔ نبیؐ نے اعلان فرما دیا کہ ہر آدمی کو اجازت ہے کہ گھر واپس جائے۔ یہ سننا تھا کہ بیشتر افراد تیزی سے شہر کی جانب چل پڑے۔ پھر اس خطرے سے کہ ہو سکتا ہے کہ دشمن کچھ جاسوس چھوڑ گئے ہوں یا بنی قریظہ تاک میں ہوں اور یہ بتا کر کہ اب خندق کی مزید نگرانی نہیں ہو رہی ہے دشمنوں کو لوٹ آنے کی ترغیب دیں۔ آپؐ نے جابرؓ اور عبداللہؓ ابن عمر کو ان صحابہ کے پیچھے روانہ فرمایا جو رخصت ہو چکے تھے اور ہدایت کی کہ انھیں واپس لائیں۔ وہ دونوں ان کے پیچھے گئے جتنی بلند آواز میں پکار سکتے تھے پکارتے ہوئے۔ لیکن کسی نے مڑ کر نہ دیکھا۔ جابرؓ نے سارے راستے بنی حارثہ کا پیچھا کیا۔ ایک محلے کے لیے ان کے دروازوں پر کھڑے رہے لیکن کوئی بھی نکل کر ان کے پاس نہ آیا۔ جب وہ اور عبداللہؓ بالآخر نبیؐ کی خدمت میں یہ بتانے کے لیے واپس ہوئے کہ وہ قطعاً ناکام لوٹے ہیں تو آپؐ نے تبسم فرمایا۔ اور خود بھی ان صحابہؓ کی معیت میں جو آپؐ کی مشایعت کے انتظار میں رک گئے تھے، شہر کی جانب چل دیئے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com



## حوالہ جات، حواشی، تشریحات:

۱۔ ۳۳: ۱۰-۱۱

۲۔ ۳۳: ۲۲

۳۔ ۲: ۲۱۴

۴۔ ابن اسحٰق: ۶۷۶

۵۔ ابن اسحٰق: ۶۸۱۔ واقدی: ۱-۴۸۰

۶۔ ابن سعد: ۱/۱۱، ۵۳۔ واقدی: ۴۸۷

۷۔ ۳۳: ۹

۸۔ ابن اسحٰق: ۶۸۳-۴۔ واقدی: ۹۰-۴۸۸

toobaa-elibrary.blogspot.com



باب - ۶۱

# بنی قریظہ

چند ہی گھنٹے انھیں آرام کے ملے۔ ظہر کی نماز ہو چکی تو جبرئیلؑ نبیؐ کے پاس آئے۔ وہ بڑے شان دار لباس میں ملبوس تھے۔ زربفت کا عمامہ ان کے سر پر تھا اور جس خچر پر وہ سوار تھے اس کی کاٹھی پر زرکار مخمل کی جھول پڑی تھی۔ انھوں نے دریافت کیا: "کیا آپؐ نے اپنے اسلحہ رکھ دیے؟ اے اللہ کے رسول فرشتوں نے ابھی اپنے ہتھیار نہیں رکھے اور میں ابھی ابھی

toobaa-elibrary.blogspot.com


دشمن کا تعاقب کر کے آ رہا ہوں۔ اے محمدؐ اللہ قادر و ذوالجلال آپؐ کو حکم دیتا ہے کہ بنی قریظہ کے خلاف مہم پر روانہ ہوں۔ میں خود تو ابھی ابھی جا رہا ہوں کہ ان کی جانوں کو ہلا ماروں۔[۱]

نبیؐ نے حکم دیا کہ کوئی عصر کی نماز نہ پڑھے گا جب تک کہ بنی قریظہ کے علاقے میں نہ پہنچ جائے۔ جھنڈا علیؓ کو دیا گیا اور غروب آفتاب سے پہلے ان تین ہزار مجاہدوں نے سارے قلعوں کو گھیر لیا جو قریش اور اتحادیوں کے مقابلے میں پہلے خندق پر صف آرا ہوئے تھے۔

پچیس راتوں تک ان کا محاصرہ جاری رہا۔ پھر انھوں نے نبیؐ کے پاس پیغام بھیجا کہ انھیں ابولبابہؓ سے مشورے کا موقع دیا جائے۔ بنی نضیر کی مانند وہ بھی عرصے سے قبیلۂ اوس کے حلیف تھے اور ابولبابہؓ اپنے قبیلے کے لیے ان کا اہم رابطہ تھے۔ نبیؐ نے ان کو حکم دیا کہ ان کے پاس جائیں۔ ابولبابہؓ وہاں پہنچے تو روتے ہوئے بچوں اور عورتوں سے گھر گئے اور مکار دشمن کے خلاف ان کی بیشتر سختی نرم پڑ گئی اور جب لوگوں نے ان سے پوچھا ... ... کہ کیا ان کو محمدؐ کی اطاعت قبول کر لینی چاہیے تو انھوں نے کہا "ہاں۔" لیکن ساتھ ہی اپنی گردن کی طرف اشارہ کیا گویا انھیں خبردار کیا کہ ان کی رائے میں اطاعت یا سپر اندازی کا مطلب ہوگا قتل عام۔ یہ اشارہ ان کے "ہاں" کی ضد تھا اور اس کے نتیجے میں محاصرہ مزید طول پکڑ سکتا تھا۔ جوں ہی انھوں نے اشارہ کیا ان پر مغلوب کر لینے والا احساس جرم اس احساس جرم کے ساتھ مسلط ہو گیا جس سے وہ پہلے ہی اپنی سرپرستی میں ایک یتیم کو کھجور کا درخت نبیؐ کی سفارش پر بھی دینے سے انکار کر چکنے کے نتیجے میں دوچار تھے۔[۲] انھوں نے کہا "میں جہاں تھا میرے دونوں پیر وہاں سے ہلے تک نہ تھے، اس سے پہلے

toobaa-elibrary.blogspot.com


ہی مجھ پر واضح ہو چکا تھا کہ میں نے اللہ کے رسولؐ سے غداری کی۔" ان کا چہرہ فق ہوگیا۔ انھوں نے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ کہا۔ کعب نے دریافت کیا "تمھیں کیا تکلیف ہے؟" ابولبابہ نے جواب دیا "میں نے اللہ اور اس کے رسولؐ سے بدعہدی کی ہے۔" اوپری کمرے سے نیچے جاتے ہوئے انھوں نے داڑھی پر ہاتھ پھیرا تو وہ آنسوؤں سے تر تھی۔ وہ جس راستے سے قلعے میں داخل ہوئے تھے اسی سے واپس جانے پر اپنے آپ کو آمادہ نہ کر سکتے تھے کہ اپنے ہم قبیلہ اور دوسرے اشخاص کا سامنا کریں۔ وہ جانتے تھے کہ وہ لوگ ان سے خبر سننے کے مشتاق اور نبیؐ کی خدمت میں ان کے ساتھ جانے کا انتظار کر رہے ہیں اس لیے وہ قلعہ کے پچھلے دروازے سے نکلے اور شہر کی راہ لی۔ وہ سیدھے مسجد گئے اور وہاں انھوں نے اپنے آپ کو ایک ستون سے باندھ لیا یہ کہتے ہوئے کہ "میں اس جگہ سے ہلوں گا نہیں تا آنکہ اللہ جو کچھ میں نے کر ڈالا ہے اس سے درگزر نہ فرمائے۔"

نبیؐ ان کی واپسی کا انتظار فرما رہے تھے اور جب بالآخر آپؐ کو اصل واقعے کی اطلاع ملی تو آپؐ نے فرمایا "اگر وہ میرے پاس آئے ہوتے تو خدا سے میں ان کی مغفرت کی دعا کرتا لیکن اب یہ دیکھتے ہوئے کہ انھوں نے کر ڈالا جو کر ڈالا' اب میرا کام نہیں کہ انھیں ان کی خود عائد کردہ بندش سے آزاد کروں تا آنکہ اللہ ہی ان سے درگزر فرمائے۔"[۳]

وہ دس یا پندرہ دن تک ستون سے بندھے رہے۔ ہر نماز سے پہلے یا جب ضروری ہوتا ان کی بیٹی آتی' ان کے بندھ کھول دیتی۔ پھر جب وہ نماز ادا کر لیتے تو اس سے کہتے کہ دوبارہ ان کو ستون سے باندھ دو۔ تاہم ان کا غم الم ایک خواب کے نتیجے میں جو انھوں نے محاصرے کے دوران دیکھا کم ہوا۔ خواب میں انھوں نے ایسا محسوس کیا جیسے وہ بدبودار کیچڑ کی دلدل میں لپٹے ہیں۔ جس سے

toobaa-elibrary.blogspot.com



وہ اپنے کو نکال نہیں سکتے اور بدبو کی شدت سے انھوں نے جان دے دی۔ پھر انھوں نے دیکھا کہ ایک چشمہ بہ رہا ہے۔ انھوں نے اس میں غسل کر کے اپنے آپ کو بالکل صاف ستھرا بنا لیا ہے اور ان کے گردو پیش کی ہوا معطر ہے۔ ان کی آنکھ کھلی تو وہ ابوبکرؓ کے پاس گئے اور ان سے اس خواب کی تعبیر دریافت کی۔ ابوبکرؓ نے ان کو بتایا کہ ان کے جسم سے مراد اُن کی روح ہے اور یہ کہ وہ ایک ایسی حالت میں پہنچ جائیں گے جو ان کی روح کے لیے بڑی اذیت ناک ہو گی پھر اس سے ان کو عافیت بخشی جائے گی۔ وہ ستون سے جتنے دنوں بندھے رہے اسی امید میں بسر کر رہے تھے۔

جہاں تک بنی قریظہ کا تعلق ہے کعب نے ان کے لیے تجویز کیا کہ چونکہ ان میں بہت سے لوگ محمدؐ کے نبی ہونے پر یقین رکھتے ہیں۔ انھیں چاہیے کہ وہ ان کے دین میں داخل ہو جائیں اور اپنی جانیں اور جائداد بچا لیں لیکن انھوں نے کہا کہ موت ان کے نزدیک لائق ترجیح ہے اور یہ کہ موسیٰؑ کے قانون اور توریت کے علاوہ انھیں کچھ درکار نہیں۔ لہٰذا کعب نے ان کے سامنے دوسری تجویزیں رکھیں اور دوسری ممکن تدابیر کی نشاندہی کی لیکن وہ بھی ناقابلِ قبول قرار دی گئیں۔ اس موقع پر وہاں بنی ہدل کے تین نوجوان موجود تھے ——— یعنی قریظہ کے بھائی ہدل کے اخلاف ——— جو اپنے رشتہ داروں کے قلعوں میں تمام محاصرے کے دوران موجود تھے۔ انھوں نے اسی تجویز کا اعادہ کیا جو کعبؓ نے پہلے پیش کی تھی۔ وہ بوڑھے شامی یہودی ابن الھیبان سے اپنے بچپن ہی کے زمانے سے واقف تھے۔ یہ یہودی شام سے آکر انھی کے درمیان رہنے لگا تھا اور اب انھوں نے ایک متوقع نبی کے بارے میں اسی کی بات دہرا دی۔ "اس کی ساعت تمھارے بالکل قریب آن لگی ہے تم پہلے لوگ ہو جو اس کے پاس پہنچنے میں سبقت.

toobaa-elibrary.blogspot.com



کروگے۔ اے یہودیو! کیوں کر وہ بھیجا جائے گا کہ ان لوگوں کے بچوں اور عورتوں کو قید اور قتل کرے جو اس کی مخالفت کریں۔ یہ بات تم کو اس تک پہنچنے سے باز نہ رکھے۔" لیکن جو تنہا جواب ان کو ملا وہ یہ تھا "ہم توریت کو نہ چھوڑیں گے۔" اس لیے تینوں نوجوان اس رات قلعے سے نیچے اتر گئے، اور مسلمان پہرے داروں سے انھوں نے بتا دیا کہ وہ اسلام میں داخل ہونے کا ارادہ رکھتے ہیں انھوں نے نبیؐ سے بیعت کرلی۔ خود بنی قریظہ میں سے دو آدمیوں نے ان کی مثال کی تقلید کی۔ ان میں سے ایک عمرو ابن صداع تھے جو شروع ہی سے نبیؐ کے ساتھ کیے ہوئے معاہدے کو ختم کرنے سے اتفاق نہ رکھتے تھے۔ انھوں نے باضابطہ اس تجویز سے اپنے کو الگ کرلیا تھا۔ انھوں نے تجویز کیا کہ اگر لوگ اسلام میں داخل نہیں ہونا چاہتے تو نبیؐ کو خراج ادا کرنے کی پیش کش کرسکتے ہیں ـــــ انھوں نے کہا "لیکن خدا کی قسم مجھے معلوم نہیں کہ آپ اسے قبول بھی کریں گے۔" لوگوں نے جواب دیا کہ بہرحال یہ بات قابلِ ترجیح ہے کہ وہ قتل کردیے جائیں بمقابلے اس کے کہ وہ عربوں کو خراج ادا کریں۔ چنانچہ وہ خود قلعے سے چلے گئے، اور پہرے داروں کے بیچ سے گزرنے کے بعد انھوں نے وہ رات مسجد نبویؐ میں بسر کی۔ لیکن پھر ان کو نہ دیکھا گیا اور بعد تک معلوم نہ ہوسکا کہ وہ کدھر گئے، اور کہاں جاں بحق ہوئے۔ نبیؐ نے ان کے بارے میں فرمایا "وہ آدمی تھا جس کو خدا نے اس کے اخلاص کے سبب بچالیا۔" دوسرے شخص رفاعہ ابن سموئل تھے انھوں نے پہرے داروں سے بچ بچاکر سلمیٰ بنت قیس کے پاس پناہ لی۔ وہ حضرت آمنہ کی سوتیلی بہن اور نبیؐ کی خالہ تھیں۔ ان کی شادی بنی نجار کے ایک خزرجی سے ہوئی تھی۔ انہی کا گھر تھا جس میں رفاعہ داخلِ اسلام ہوئے۔

اگلے دن ابولبابہؓ کے خبردار کرنے کے باوجود بنی قریظہ نے اپنے قلعوں کے

toobaa-elibrary.blogspot.com



دروازے کھول دیے اور نبیؐ پر فیصلہ چھوڑ دیا۔ ہاتھ پیچھے بندھے ہوئے لوگ باہر لائے گئے اور کیمپ کے پہلو میں ان کے لیے جگہ کا تعین کر دیا گیا۔ دوسری جانب بچے اور عورتیں اکٹھا کیے گئے۔ نبیؐ نے ان کو عبداللہؓ ابن سلام کی نگرانی میں دے دیا۔ وہ بنی قینقاع کے سابق صدر ربی تھے۔ اسلحے اور زرہ ملبوسات اور گھریلو سامان ہر قلعے سے اکٹھا کیا گیا اور سب کو ایک جگہ ڈھیر لگا دیا گیا۔ کھجور کے سڑائے ہوئے سیال اور شراب کو برتنوں سے انڈیل دیا گیا اور برتنوں کو خالی کر دیا گیا۔

قبیلۂ اوس نے نبیؐ کی خدمت میں ایک وفد بھیجا اور درخواست کی کہ بنی قریظہ کے ساتھ ایسی نرمی کا برتاؤ فرمائیں جو آپؐ نے خزرج کے حلیفوں بنی قینقاع کے ساتھ فرمایا تھا۔ آپؐ نے ان کے جواب میں فرمایا "اے اہل اوس کیا اس بات سے تمھارا اطمینان ہو جائے گا کہ تمھیں میں سے کوئی شخص ان کے بارے میں اپنے فیصلے کا اعلان کرے؟ چنانچہ آپؐ نے ان کے سردار سعدؓ ابن معاذ کو بلانے کے لیے ایک شخص کو مدینہ بھیجا۔ ان کا زخم ابھی اچھا نہیں ہوا تھا۔ مسجد کے اندر ایک خیمے میں ان کی دیکھ بھال ہو رہی تھی۔ نبیؐ نے وہاں ان کے قیام کا انتظام فرمایا تھا تاکہ آپؐ اکثر و بیشتر ان کے پاس جا سکیں۔ قبیلہ اسلم کی ایک خاتون رُفیدہ نامی ان کے زخم کی دیکھ بھال کر رہی تھیں۔ ان کے قبیلے کے کچھ لوگ گئے اور انھیں خچر پر بٹھا کر فوج کی قیام گاہ میں لائے۔ انھوں نے راستے میں ان سے کہا "اپنے حلیفوں کے ساتھ بھلا معاملہ کرو۔ کیونکہ نبیؐ نے ان کے بارے میں فیصلہ کرنے کی ذمہ داری تم کو سپرد کی ہے کسی اور مقصد سے نہیں سوائے اس کے کہ تم ان کے ساتھ فیاضی کا برتاؤ کرو گے۔" لیکن سعدؓ انصاف پسند آدمی تھے۔ عمرؓ کی مانند وہ بھی بدر

toobaa-elibrary.blogspot.com



کے قیدیوں کی جاں بخشی کے خلاف تھے اور ان کی رائے کی توثیق وحی سے ہوئی تھی۔ قریش کے کئی لوگ جنھیں اس وقت فدیہ لے کر چھوڑ دیا گیا تھا اُحد میں ان کے خلاف صف آرا ہوئے تھے۔ بعدازاں خندق میں اور اس آخری مہم میں حملہ آوروں کی تعداد میں اضافے کی ذمہ داری بڑی حد تک بنی نضیر کے جلاوطن یہودیوں کی معاندانہ سرگرمی کی کارگزاری پر تھی۔ اگر ان کو قتل کر دیا جاتا بجائے علاقہ بدر کرنے کے تو حملہ آور فوج کی تعداد نصف ہوتی اور بنی قریظہ نبیؐ کے ساتھ کیے ہوئے معاہدے کے معاملے میں مخلص رہتے۔ گزشتہ تجربات کی منطق نرمی کی موافقت میں نہ تھی۔ یہ کم سے کم بات تھی۔ مزید براں سعدؓ خود ان قاصدوں میں سے ایک تھے جو بحران کے سلسلے میں قریظہ کے پاس بھیجے گئے تھے اور انھوں نے قریظہ کے خبث باطن کا جب وہ سمجھتے تھے کہ مسلمانوں کی شکست یقینی ہے مشاہدہ کیا تھا۔ یہ سچ ہے کہ اگر انھوں نے کوئی سخت فیصلہ صادر کیا تو قبیلہ اوس کے بیشتر مرد و زن انھیں موردِ الزام قرار دیں گے لیکن اس خیال میں سعدؓ کے نزدیک کوئی وزن نہ ہوتا اور اب تو اس میں کوئی وزن تھا ہی نہیں۔ کیونکہ ان کو یقین ہو چکا تھا کہ ان کے لیے زندگی کی آخری ساعت آچکی ہے۔ انھوں نے اپنے ہم قبیلہ اشخاص کی وکالت کو یہ کہہ کر رد کر دیا کہ سعدؓ کے لیے اللہ کی راہ میں وہ وقت آچکا ہے کہ الزام دینے والوں کے الزام کو درخورِ اعتنا نہ قرار دے۔

سعدؓ کشیدہ قامت انسان تھے۔ ان کے وضع و انداز میں شوکت و وقار تھا۔ جب وہ کیمپ میں آئے تو نبیؐ نے فرمایا "اٹھو اور اپنے سردار کو سہارا دو۔" (قُوْمُوْا اِلٰی سَعْدِ کُمْ) لوگ یہ کہتے ہوئے ان کے خیر مقدم کے لیے اٹھے۔ "ابو عمرو اللہ کے رسولؐ نے آپ کو اپنے حلیفوں کے مقدمے کا جج مقرر فرمایا ہے۔"

toobaa-elibrary.blogspot.com



سعدؓ نے پوچھا "کیا تم اللہ کی قسم کھا کر اس کے حوالے سے عہد کرتے ہو کہ میرا فیصلہ ان کے لیے حکم ناطق ہوگا۔" انھوں نے جواب دیا "ہم کرتے ہیں۔" سعدؓ نے مزید سوال کیا۔ نبیؐ کی طرف نگاہ کر کے لیکن بہ خیال احترام آپؐ کی صراحت نہ کر کے "کیا میرا فیصلہ تمام حاضرین کے لیے پابند کرنے والا ہوگا؟" نبیؐ نے فرمایا "وہ ہوگا۔" سعدؓ نے کہا "تب میں فیصلہ دیتا ہوں کہ مرد قتل کر دیئے جائیں اور بچے اور عورتیں قیدی بنا لیے جائیں۔" نبیؐ نے ان سے فرمایا "تم نے ہفت افلاک سے اللہ کے فیصلے کے ہم آہنگ فیصلہ کیا ہے۔"

عورتیں اور بچے شہر لے جائے گئے، جہاں ان کے قیام کا انتظام کیا گیا اور مردوں نے کیمپ میں رات بسر کی جہاں وہ توراۃ کی تلاوت کرتے رہے اور ایک دوسرے کو صبر و ہمت، استقامت و تحمل کی تلقین کرتے رہے۔ صبح نبیؐ نے بازار میں لمبی گہری اور تنگ خندقیں کھودے جانے کا حکم دیا۔ مرد جن کی کل تعداد تقریباً سات سو تھی ـــــ بعض بیانات کے مطابق یا دوسرے بیانات کے لحاظ سے نسبتاً کم ـــــ چھوٹی چھوٹی ٹولیوں میں بلائے گئے اور ہر ٹولی کو خندق (جو اس کی قبر ہونے جا رہی تھی) کے کنارے کے متوازی بٹھا دیا گیا پھر علیؓ اور زبیرؓ اور نسبتاً کم عمر صحابہؓ ـــــ ہر ایک نے تلوار کے ایک ہی وار میں ـــــ ان کے سر قلم کیے۔

جب حیّیٰ کو بازار میں لایا گیا تو اس نے نبیؐ کی جانب رخ کیا۔ آپؐ کچھ فاصلے پر سن رسیدہ اصحاب کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ اس نے آپؐ سے کہا "آپؐ کی مخالفت کرنے کے لیے میں اپنے آپ کو موردِ الزام نہیں قرار دیتا لیکن جو کوئی اللہ کو چھوڑ دیتا ہے وہ چھوڑ ہی دیا جائے گا۔" پھر اس نے اپنے ساتھیوں کی جانب رخ کیا اور کہا "اللہ کا حکم غلط نہیں ہو سکتا ـــــ ایک حکم نامہ ایک فیصلہ

toobaa-elibrary.blogspot.com



ایک قتل عام اور جو اللہ نے طے کر دیا اپنی کتاب میں بنی اسرائیل کے خلاف؟" پھر وہ خندق کے کنارے بیٹھ گیا اور اس کا سر قلم کر دیا گیا۔

آخر میں مرنے والوں کا سر مشعل کی روشنی میں قلم کیا گیا۔ وہ بوڑھا شخص زبیر ابن باطا جس کے معاملے کا ابھی فیصلہ نہ ہوا تھا اس گھر بھیجا گیا جس میں عورتیں رکھی گئی تھیں۔ جب ان کے مردوں کی موت کی خبر دی گئی تو شہر شور ماتم سے گونج اٹھا لیکن بوڑھے زبیر نے یہ کہہ کر ان کو خاموش کیا کہ "خاموش رہو کیا تم بنی اسرائیل کی پہلی عورتیں ہو جو قید کی گئیں جب سے دنیا شروع ہوئی؟ اگر تمھارے مردوں میں کوئی خوبی ہوتی تو انھوں نے تم کو اس انجام سے بچایا ہوتا۔ لیکن تم یہودیوں کے مذہب پر قائم رہو کیوں کہ اسی پر تم کو مرنا لازم ہے اور اسی میں تمھاری آخرت سرہوگی۔"

زبیر ابن باطا ہمیشہ سے دشمن اسلام تھا اور نبیؐ کی مخالفت و مخاصمت کو برانگیختہ کرنے کے لیے اس نے بہت کچھ کیا تھا لیکن یثرب کی خانہ جنگی میں اس نے خزرج کے ایک شخص کی جاں بخشی کر دی تھی ان صاحب کا نام ثابت ابن قیس تھا۔ وہ اس کا احسان چکانا چاہتے تھے۔ وہ نبیؐ کی خدمت میں یہ درخواست لے کر حاضر ہوئے کہ زبیر کی جاں بخشی کی جائے۔ آپ نے فرمایا "وہ تمھارا ہے" لیکن جب زبیر کو اس کے قتل کی موقوفی کی خبر دی گئی تو اس نے ثابت سے کہا "ایک بوڑھا آدمی نہ بیوی نہ بچے، وہ جی کر کیا کرے گا"۔ چنانچہ وہ دوبارہ نبیؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے زبیر کو اس کے بیوی بچے دے دیئے۔ لیکن زبیر نے کہا "حجاز میں ایک تنہا گھر، نہ جگہ نہ جائداد، ان کے بقا کی کیا ضمانت ––– ؟" ثابت پھر نبیؐ کے پاس گئے آپ نے سوائے اسلحہ اور زرہوں کے زبیر کا سارا اثاثہ اس کو واپس کر دیا لیکن اپنے

toobaa-elibrary.blogspot.com



ہم قبیلہ افراد کی موت کا خیال زبیر کے دل و دماغ پر چھایا ہوا تھا۔ اس نے کہا "خدا کی قسم ثابت میں تم سے اس حق کا واسطہ دے کر جو میرا تم پر ہے کہتا ہوں کہ تم مجھ کو میرے لوگوں میں شامل کر دو، کیونکہ اب جب کہ وہ جا چکے جینے میں کوئی بھلائی نہیں۔" ابتدا میں ثابت نے انکار کر دیا لیکن جب انھوں نے دیکھا کہ وہ اس مطالبے میں سنجیدہ ہے تو وہ اس کو قتل گاہ لے گئے، اور اس کے ہم نام زبیرؓ سے کہا گیا کہ اس کا سر قلم کر دیں۔ اس کے بیوی بچوں کو ثابت کی سرپرستی میں آزاد کر دیا گیا۔ ان کی جائداد ان کو واپس کر دی گئی۔

جہاں تک دوسری عورتوں اور بچوں کا تعلق ہے وہ اپنی جائداد کے ساتھ ان اشخاص میں تقسیم کر دیے گئے جنھوں نے محاصرے میں حصہ لیا تھا۔ ان میں سے بہت سے قیدیوں کو خیبر کے بنی نضیر نے فدیہ دے کر آزاد کرا لیا۔ اپنے حصے کے طور پر نبیؐ نے ریحانہ کا انتخاب کیا۔ وہ زید کی بیٹی تھی جو بنی نضیر سے تعلق رکھتا تھا۔ اس نے بیٹی کی شادی قریظہ کے ایک شخص سے کر دی تھی۔ وہ نبیؐ کی کنیز رہی تا آنکہ کوئی پانچ سال بعد اس کا انتقال ہو گیا۔ شروع میں آپؐ نے اس کو اپنی خالہ سلمیٰ کی نگرانی میں رکھا جن کے گھر میں رفاعہ پہلے ہی پناہ گزیں تھے۔ ریحانہ بذاتِ خود اسلام لانا ناپسند کرتی تھی لیکن رفاعہ اور بنی ہدل اس کے قرابت داروں نے نئے دین کے بارے میں اس سے بات کی اور زیادہ مدت نہ گزری کہ تین نوجوان نومسلموں میں سے ایک جس کا نام ثعلبہ تھا، نبیؐ کے پاس آئے اور آپؐ کو اطلاع دی کہ ریحانہ داخلِ اسلام ہو گئیں۔ اس اطلاع سے آپؐ بہت مسرور ہوئے۔ پھر جب یہ بات واضح ہو گئی کہ وہ حاملہ نہیں ہیں آپؐ اُن کے پاس تشریف لے گئے اور پیش کش کی کہ ان کو آزاد کر دیں اور انھیں اپنی زوجیت میں لے لیں۔ لیکن انھوں نے کہا "اے اللہ کے رسولؐ مجھے کنیز ہی رہنے دیں۔ یہ بات میرے لیے بھی آسان ہو گی

toobaa-elibrary.blogspot.com



اور آپ کے لیے بھی۔"

---

## حوالجات، حواشی، تشریحات:

۱ ابن اسحٰق: ۶۸۸ھ

۲ ملاحظہ ہو ص ۱۷۹ (اصل تصنیف)

۳ واقدی: ۵۰۷

۴ ابن اسحٰق: ۱۳۶

۵ بلاشبہ سعد کا فیصلہ (ان کے ربنی قریظہ) مگر وعذر کے خلاف تھا لیکن فی الواقع ایک محصور شہر سے متعلق ٹھیک ٹھیک یہودی قانون سے مطابقت رکھتا تھا خواہ محصورین سے غداری کا جرم سرزد نہ ہوا ہو۔ "جب آقا تیرے خدا نے اس کو تیرے ہاتھوں میں دے دیا تو اس کے ہر موجود مرد کو اپنی تلوار کی دھار پر رکھ دے، سوا عورتوں اور بچوں کے اور مویشی کے اور اس سب کو جو شہر میں ہے یہاں تک کر سارے مالِ غنیمت کو، تم خود لے لوگے۔"

Deuternomy 20:12

toobaa-elibrary.blogspot.com



باب۔ ۶۲

# محاصرے کے بعد

بنی قریظہ کے خلاف فیصلہ سنانے کے بعد سعدؓ مسجد میں اپنے بستر مرض پر واپس آگئے۔ انھوں نے پہلے ہی دعا کی تھی کہ اگر دشمنان خدا کے خلاف جہاد کا خدا نے انھیں مزید موقع مقدر کیا ہو تو وہ انھیں زندہ رہنے دے اور اگر ایسا نہ ہو تو مر جانے دے ۔۔۔ اور اب ان کی حالت تیزی سے بگڑنے لگی۔ محاصرے کے بعد زیادہ وقت نہ گزرا تھا کہ ایک شب نبی صلی اللہ علیہ وسلم

toobaa-elibrary.blogspot.com



نے ان کو بظاہر بے ہوش پایا۔ آپؐ ان کے سرہانے بیٹھ گئے۔ ان کا سر اپنے سینے پر رکھ لیا۔ پھر آپؐ نے دعا فرمائی: "اے مالک بالیقین سعدؓ نے تیرے رسولؐ پر پورے ایمان کے ساتھ تیری راہ میں جہاد کیا ہے۔ کوئی کام جو اس کے کرنے کا تھا اس نے ادھورا نہیں چھوڑا ہے اس لیے قبول فرمائے اس کی روح کو اس بہترین قبولیت کے ساتھ جس کے ساتھ تو اپنی مخلوقات کی روح قبول کرتا ہے۔" سعدؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سنی۔ انھوں نے آنکھ کھولی اور کہا "السلام علیکم یا رسول اللہؐ، میں گواہ ہوں کہ آپؐ نے اپنا پیغام پہنچا دیا؟" نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر آنے کے ایک یا دو گھنٹے بعد جبرئیلؑ آئے اور انھوں نے آپؐ کو اطلاع دی کہ سعدؓ کا انتقال ہو گیا۔

ان کا جنازہ قبرستان لے چلے تو کندھا دینے والوں کو اپنے بار کے ہلکا ہونے پر حیرت تھی کیونکہ سعدؓ بھاری بھر کم آدمی تھے لیکن جب انھوں نے اس کا تذکرہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو آپؐ نے فرمایا "میں نے فرشتوں کو دیکھا ان کو لے جا رہے ہیں۔" لوگوں نے قبر کے کنارے ان کا جنازہ رکھا۔ آپؐ نے ان کے جنازے کی نماز پڑھائی۔ مردوں اور عورتوں کے ایک ہجوم نے آپؐ کے پیچھے نماز ادا کی پھر جب لوگوں نے ان کا جنازہ قبر میں اتارا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ زرد پڑ گیا اور آپؐ نے تین بار فرمایا "سبحان اللہ" پاک اور بے عیب ہے باری تعالیٰ — یہ خدا کی تنزیہہ مطلق کا اعلان ہوتا ہے، جب بھی زبان سے ادا کیا جائے۔ اس اعلان میں ہستی مطلق کے ماورائے مخلوقات و کائنات ہونے کا لازمی اشارہ ہوتا ہے۔ تمام اُن لوگوں نے جو موجود تھے اس کو دہرایا اور قبرستان اس نعرے سے گونج اٹھا۔ پھر ایک لمحہ بعد آپؐ نے تکبیر کے الفاظ کہے "اللہ اکبر" اللہ سب سے بڑا ہے اور قبرستان نعرۂ تکبیر سے گونج اٹھا۔ کیونکہ پہلے نعرے کی مانند تمام وہ لوگ جو موجود تھے نعرے میں شامل ہو گئے۔ بعد میں جب آپؐ سے دریافت کیا گیا کہ آپؐ کا رنگ کیوں متغیر

toobaa-elibrary.blogspot.com



ہوا تھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "قبر تمھارے ساتھی پر تنگ ہوگئی اور انھوں (سعد) نے ایسا انقباض محسوس کیا جس سے، اگر کوئی بچ سکتا تو سعد ضرور بچ جاتے۔ پھر خدا نے ان کو سعادت زا عافیت مرحمت فرمائی۔"[۱]

بعد کے دنوں کی ایک صبح تھی جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم ام سلمہؓ کے حجرے میں تھے جب آپؐ نے ان کو اطلاع دی کہ "ابولبابہؓ کو معاف کر دیا گیا۔" ام سلمہؓ نے کہا "کیا میں یہ خوش خبری ان کو سنا نہ دوں؟" آپ نے فرمایا "تمھارا جی چاہے تو۔" وہ اپنے حجرے کے دروازے پر کھڑی ہوگئیں جو مسجد میں کھلتا تھا۔ یہ جگہ اس ستون سے دور نہ تھی جس سے انھوں نے اپنے آپ کو باندھ رکھا تھا۔۔۔۔ اور پکار کر کہا "اے ابولبابہؓ خوش ہو جاؤ کیوں کہ اللہ نے تم کو معاف کر دیا۔" مسجد میں جو لوگ موجود تھے وہ انھیں بند سے خلاصی دینے کے لیے ٹوٹ پڑے لیکن انھوں نے سب کو یہ کہہ کر روک دیا "نہیں جب تک خود اللہ کے رسولؐ مجھے اپنے ہاتھوں سے آزاد نہ کریں۔" چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لیے جاتے ہوئے ان کے پاس سے گزرے اور انھیں آزاد کر دیا۔

نماز کے بعد ابولبابہؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اُن سے جو لغزش ہوگئی تھی وہ اس کے کفارے میں صدقہ کرنا چاہتے ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی جائداد کا ایک تہائی قبول کر لیا۔ کیونکہ وحی جس نے ان کو آزادی بخشی تھی اس میں کہا گیا تھا "ان کی دولت کا صدقہ قبول کر لو تا کہ تم انھیں پاک کر دو۔"[۲] یہ ہدایت صرف ابولبابہؓ سے متعلق نہ تھی بلکہ ان تمام لوگوں سے جن سے کوئی گناہ سرزد ہوا تھا۔ پھر انھوں نے اس کا اعتراف کر لیا تھا۔

غزوۂ خندق کے پانچ ماہ بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ملی کہ قریش کا ایک قافلہ بڑے ساز و سامان کے ساتھ شام سے واپس آرہا ہے۔ زیدؓ کو ایک سو ستر آدمیوں

toobaa-elibrary.blogspot.com


کے سوار دستوں کے ساتھ اس کی راہ روکنے کے لیے روانہ کیا گیا۔ انھوں نے پورے مال تجارت پر قبضہ کر لیا بشمول چاندی کی کافی مقدار کے جو صفوان کی ملکیت تھی اور بیشتر اشخاص قیدی بنا لیے گئے۔ چند لوگ جو بچ نکلے ان میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد بھی تھے۔ وہ اس وقت فرار ہوئے۔ جب یہ لوگ مدینے کے قریب پہنچے جہاں سے مکے کی راہ پر انھیں بہرحال گزرنا تھا۔ انھیں بڑا اشتیاق تھا اپنی اہلیہ اور چھوٹی بچی کو دیکھنے کا۔ وہ رات کے پردے میں خاصا خطرہ مول لے کر شہر میں داخل ہوئے اور کسی طرح اس جگہ کا پتا لگا لیا جہاں زینبؓ سکونت پذیر تھیں۔ انھوں نے دروازہ کھٹکھٹایا اور زینبؓ نے دروازہ کھول کر انھیں اندر لے لیا۔

روز روشن کی آمد میں اب زیادہ دیر نہ تھی اور جب بلالؓ نے اذان دی تو زینبؓ انھیں اُمامہ کے ساتھ چھوڑ کر مسجد چلی گئیں تاکہ معمول کے مطابق مردوں کی صف کے پیچھے اپنی بہنوں اور سوتیلی ماؤں کے ساتھ عورتوں کی اگلی صف میں اپنی جگہ لیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی تکبیر کہی جس کو مردوں نے آپؐ کے بعد دُہرایا۔ اور خاموشی کے مختصر لمحے میں جو بعد میں آیا۔ زینبؓ نے اپنی پوری طاقت سے چلّا کر کہا "اے لوگو' میں ابو العاص ابن ربیع کو پناہ دیتی ہوں۔" پھر تکبیر کہہ کر وہ خود نماز میں شامل ہو گئیں۔

جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرا آپؐ اُٹھ کھڑے ہوئے اور جماعت کی طرف رُخ کر کے فرمایا "کیا تم نے سنا جو میں نے سُنا" اور پوری مسجد میں اس کا اقرار گونج گیا۔ آپؐ نے فرمایا "اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ میں اس کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتا تھا تاآنکہ میں نے سنا جو سنا۔ کم ترین مسلمان بھی امان دے سکتا ہے جس کی پاسداری تمام مسلمانوں پر لازم ہو گی پھر آپؐ اپنی بیٹی کے پاس آئے اور فرمایا "پوری عزت و احترام کے ساتھ اس کو خوش آمدید کہو لیکن

toobaa-elibrary.blogspot.com


شوہر کی حیثیت سے اس کو اپنے قریب نہ آنے دو کیونکہ قانوناً اب تم اس کی بیوی نہیں ہو۔" انھوں نے بتایا کہ ابوالعاص اس سامان تجارت کے ہاتھ سے نکل جانے سے پریشان ہیں جو انھوں نے خود قریش کے مختلف آدمیوں کے حوالہ دار کی حیثیت سے مال کے بدلے مال فروخت کرنے کے ذریعہ حاصل کیا تھا۔ قریش کے لوگوں نے اپنا مال تجارت ان کے حوالے کیا تھا کیوں کہ وہ مکہ کے معتبر ترین لوگوں میں سے ایک تھے چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مہم کے ان لوگوں کے پاس جنھوں نے ابوالعاص کے مال پر قبضہ کیا تھا کہلا بھیجا جیسا کہ تم جانتے ہو یہ شخص میرا قرابت دار ہے اور تم نے اس کا سامان لیا ہے اگر تمھاری مہربانی ہو تو اس کا سامان اس کو واپس کر دو۔ مجھے اس سے خوشی ہوگی لیکن اگر تم واپس نہ کرو تو وہ مال غنیمت ہے جو خدا نے تم کو دیا ہے اور تم اس کے بہتر حق دار ہو۔" ان لوگوں نے کہا کہ ہم اس کے سامان کو اسے واپس کر دیں گے وہ یہاں تک گئے کہ پرانے مشکیزے اور چمڑے کی بوتلیں اور لکڑی کے ٹکڑے تک انھوں نے واپس کر دیئے۔ ہر چیز بغیر استثنار واپس کر دی گئی اور چونکہ ایسی علامتیں موجود تھیں کہ وہ داخل اسلام ہونا سوچ رہے ہیں اُن لوگوں میں سے ایک شخص نے ان سے کہا "تم کیوں داخل اسلام نہیں ہو جاتے اور خود یہ سارا سامان نہیں لے لیتے' کیوں کہ یہ کفار کی ملکیت ہے۔" لیکن انھوں نے جواب دیا کہ "یہ میرے اسلام کی بری ابتدا ہوگی کہ میں اعتماد کی خلاف ورزی کروں۔" وہ سامان مکے لے گئے۔ ان کے مالکوں کو واپس کر دیا۔ پھر مدینے واپس ہوئے اور بیعت کر کے مسلمان ہو گئے۔ اس طرح زینبؓ پھر ایک بار اپنے شوہر سے جا ملیں اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے خاندان اور پورے شہر میں بڑی خوشی منائی گئی۔

toobaa-elibrary.blogspot.com



## حوالجات، حواشی، تشریحات :

۱ ؎ "ہم کو جنازوں کی مشایعت سے منع کیا گیا تھا مگر سختی کے ساتھ نہیں۔"
(اضافہ مترجم) — (بخاری - ام عطیہؓ)

۲ ؎ واقدی : ۵۲۹

۳ ؎ ۹ : ۱۰۳

toobaa-elibrary.blogspot.com


# باب - ۶۳

## منافقین

زیدؓ کی مشرقی کاروانی راستے پر کامیاب کمین گاہ نشینی نے ایک بار پھر قریش کے خیالات کا رُخ مغربی راستے کی جانب موڑ دیا جس کو وہ بہت فوقیت دیتے تھے اور اب انھوں نے خود اپنے بحر احمر کے ساحلی اتحادیوں بنی المصطلق کو جو خزاعہ کا ایک ذیلی قبیلہ تھا اُکسایا کہ وہ مدینے پر چھاپہ ماریں۔ بلاشبہ یہ توقع بھی رکھتے ہوئے کہ ہو سکتا ہے کہ وہ دوسرے ساحلی قبائل کی تائید بھی حاصل کرلیں

toobaa-elibrary.blogspot.com


اور اس طرح خود ان کے لیے ایک بار پھر راستہ کھول دیں لیکن خزاعہ کے دوسرے قبائل نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی جانب نسبتاً زیادہ موافقت کا رجحان رکھتے تھے اس کا مکے والوں کو اندازہ نہ تھا۔ قریش کے چھاپے کے منصوبے کی خبر خاصا پہلے آپ تک پہنچ گئی۔ اس طرح آپ کو موقع مل گیا کہ خود مکے سے چند منزل کی مسافت تک مغربی راستے پر بھی اپنی غیر تخفیف شدہ اور اضافہ پذیر طاقت کا مظاہرہ کر سکیں۔

آٹھ دن بعد ——— اس سے خاصا پہلے کہ بنی المصطلق روانگی کے لیے تیار ہو پائیں آپ ان کے ایک چشمے پر ان کے علاقے میں چھاؤنی ڈال چکے تھے اور تیزی سے فوج کو حرکت میں لا کر خیمہ نشینوں کے سر پر پہنچ گئے۔ جنھوں نے بغیر زیادہ مزاحمت کے سپر ڈال دی۔ صرف ایک مسلمان شہید ہوا اور دشمن کے بھی دس سے زیادہ آدمی قتل نہ ہوئے۔ تقریباً دو سو خاندان قیدی بنا لیے گئے اور مالِ غنیمت میں تقریباً دو ہزار اونٹ اور پانچ ہزار بھیڑ بکریاں شامل تھیں۔

فوج وہاں چند دنوں مزید خیمہ زن رہی لیکن ان کا قیام ایک غیر معمولی حادثے کے سبب مختصر ہو گیا۔ یوں کہ غِفار اور جُہَینہ کے ساحلی قبائل کے مابین ایک کنویں پر جھگڑا اٹھ کھڑا ہوا۔ جھگڑا یہ تھا کہ کون بالٹی کس کی ہے اور وہ لڑ پڑے غفاری نے جس کو عمرؓ نے اپنا گھوڑا لے کر چلنے کے لیے مزدوری پر رکھ لیا تھا، مدد کے لیے پکارا "اے قریش"۔ دوسری جانب جُہینی نے اپنے روایتی حلیف خزرج کو آواز دی اور زیادہ گرم دماغ مہاجر اور انصار موقع واردات پر جا پہنچے۔ تلواریں نکل آئیں اور خون بہہ گیا ہوتا اگر کچھ مقرب تر صحابہؓ نے دونوں جانب سے مداخلت نہ کی ہوتی۔ اس پر معمول کے مطابق معاملے کو رفع دفع ہو جانا چاہیئے تھا لیکن اتفاق سے اس مہم میں معمول کے خلاف منافقین کی اچھی خاصی تعداد نے شمولیت اختیار کی تھی۔ یہ ایک مانوس اور سیراب علاقہ تھا اور شروع ہی سے آسان فتح اور

toobaa-elibrary.blogspot.com

تگ و دو کے سزاوار غنیمت کے حصول کی توقع تھی۔ تاہم وہ اپنا نقطۂ نظر بدلنے کے لیے تیار نہ تھے بلکہ اب بھی ان مہاجرین کو جو یثرب سے روانہ ہوئیں اوس و خزرج کی تاخت جس میں چند معاون دستوں کی شمولیت تھی، دیکھنے پر مُصر تھے اس لیے ان کے نزدیک کیمپ ابنائے قائلہ کا تھا۔ قریش کے لوگ کہیں بھی اور کی مانند پناہ گزیں کی حیثیت رکھتے تھے جو ابنائے قائلہ کے رحم و کرم سے مستفید ہو رہے تھے۔ اس ذہنی ساخت کے ساتھ ابن اُبَی اپنے بے تکلف احباب کی ایک جماعت کے ساتھ بیٹھا تھا کہ جھگڑے کا شور و غوغا سنائی دیا اور ان میں سے ایک اٹھ کر گیا یہ دیکھنے کے لیے کہ معاملہ کیا ہے۔ لوٹ کر اس نے خبر دی ـــــ بالکل راست گوئی کے ساتھ ـــــ کہ قصور عمرؓ کے آدمی کا تھا۔ وہی تھا جس نے پہلا وار کیا تھا۔ اس نے تلخی کے انگاروں کو جو خندق کی آزمائش ہی کے زمانے سے اندر ہی اندر سلگ رہے تھے نئے سرے سے ہوا دے دی۔ گزشتہ پانچ سال سے ہیجان بتدریج بڑھ چڑھ رہا تھا تا آنکہ محمدؐ اور دوسرے مہاجرین کی موجودگی نے پورے عرب کو ان کے خلاف لا کھڑا کیا۔ مزید برآں دولت مند اور مہمان نواز یہودی قبائل جو برادری کے اندر اہم کردار ادا کرتے تھے، جڑ بنیاد سے اکھاڑ پھینکے گئے۔ ان میں سے دو کو جلاوطن کر دیا گیا تھا اور تیسرے کا قتل عام ہوا تھا۔ یہ درست ہے کہ نخلستان کی خانہ جنگی فی الواقع حل ہو چکی تھی اور آپؐ کی تشریف آوری نے یہ حل مہیا کر دیا تھا لیکن ابن اُبَی کو یقین تھا کہ اگر اس کو بادشاہ بنا دیا گیا ہوتا تو اس کو معلوم تھا کہ کیسے اپنی قوم کو بغیر کسی خطرناک جنگ و جدال میں مبتلا کیے نفاق و شقاق کو ختم کیا جائے ـــــ اور اب نوبت یہاں تک پہنچی ہے کہ ان فلاکت زدہ پناہ گزینوں کی یہ جسارت ہے کہ اپنے ممنونوں کے کنوئیں تک پہنچنے میں رکاوٹ ڈالیں۔ ابن اُبَی نے کہا۔ "وہ ہم پر فوقیت حاصل کرنے کے خواہاں ہیں۔ وہ ہجوم کر کے ہمیں ہمارے علاقے سے باہر کرنا چاہتے ہیں۔ ہم

toobaa-elibrary.blogspot.com



اور قریش کے ان پے پٹائے لوگوں پر وہ پرانی کہاوت صادق آتی ہے کہ "اپنے کتے کو کھلا پلا کر موٹا کر دو وہ تمھیں کو کھا جائے گا۔" خدا کی قسم جب ہم مدینہ واپس ہوں گے تو ہم میں سے جو معزز تر اور قوی تر ہیں وہ کمزور تر اور پست تر کو نکال باہر کریں گے قبیلہ خزرج کا ایک لڑکا زیدؓ جو محفل کے کنارے بیٹھا تھا، سیدھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا پہنچا اور ابن اُبی نے جولاف و گزاف ہانکی تھی آپ کے حضور نقل کر دی۔ آپ کے چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا اور عمرؓ نے جو آپ کے قریب بیٹھے تھے' تجویز کیا کہ آپ کو چاہیے کہ اس غدار کا سر قلم کرا دیں۔ لیکن آپ نے فرمایا "کیا ہو گا جب لوگ کہیں گے کہ محمدؐ اپنے ساتھیوں کو قتل کرتے ہیں۔" اس اثنا میں انصار میں سے ایک صاحب ابن اُبی کے پاس جا چکے تھے۔ انھوں نے اس سے دریافت کیا کہ کیا واقعی اس نے وہ بات کہی تھی جس کی خبر لڑکے نے دی۔ ابن اُبی سیدھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور قسم کھائی کہ اس نے ایسی کوئی بات نہیں کہی۔ قبیلہ خزرج کے کچھ لوگ جو موجود تھے اور مخمصے کو ٹالنے کے لیے فکر مند تھے انھوں نے بھی اس کے دفاع میں بات کی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پورے معاملے کو اس رُخ پر پڑا جانے دیا جیسے یہ قضیہ رفع دفع ہو گیا لیکن دفع فساد کی یقینی تدبیر یہ تھی کہ لوگوں کے دماغ کو کسی اور طرف مشغول کر دیا جائے۔ آپ نے حکم دیا کہ بلا تاخیر کیمپ سے روانگی عمل میں آجائے۔

اس سے پہلے کسی کا مشاہدہ نہ تھا کہ کبھی ایسے وقت آپ نے روانگی کا حکم دیا ہو دوپہر بعد ابھی زیادہ وقت نہ گزرا تھا کہ روانگی عمل میں آگئی اور سوا نماز کے مختصر وقفوں کے فوج کو مسلسل کوچ کرتے رکھا گیا۔ پھر ساری رات اور اگلے دن صبح سے تا آنکہ تمازت آفتاب اذیت رساں ہو گئی تب بالآخر خیمہ زن ہونے کی ہدایت کی گئی۔ لوگ اتنے تھکے تھے کہ سو رہنے کے سوا کچھ اور نہ کر سکتے تھے۔ کوچ کے دوران آپ نے سعدؓ

toobaa-elibrary.blogspot.com



ابن عبادہ سے رازداری میں فرمایا کہ آپؓ کو یقین ہے کہ زیدؓ نے سچ بولا تھا۔ سعدؓ ابن عبادہ مسلمانوں کی نگاہوں میں خزرج کے سربراہ اور وہ شخص کی حیثیت سے ابن اُبی کی جگہ لے رہے تھے۔ سعدؓ نے کہا "اے اللہ کے رسولؐ آپ چاہیں گے تو اس کو نکال باہر کریں گے کیوں کہ وہ آپؐ کے مقابلے میں ہیچ اور کمزور تر ہے اور آپؐ اس کے مقابلے میں بلند تر اور قوی تر ہیں۔" ساتھ ہی انھوں نے درخواست کی کہ آپؐ ابن اُبی کے ساتھ نرمی کا معاملہ فرمائیں۔ خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم ارادہ نہ رکھتے تھے کہ اس واقعہ کا دوبارہ ذکر فرمائیں لیکن سعدؓ سے گفتگو کے فوراً بعد ہی یہ معاملہ آپؐ کے ہاتھ سے نکل گیا۔ وحی نازل ہوئی اور وہ سورہ جس کا نام المنافقون ہے اس کی آیات میں وہی الفاظ ہیں ـــــ ہرچند کے نام کے ساتھ نہیں ـــــ جو زیدؓ نے بتائے تھے تاہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سورۃ کی خبر نہ دی جب تک کہ آپؐ واپس مدینے نہ پہنچے۔ وہاں پہنچ کر آپؐ زیدؓ کے پاس سواری پر تشریف لے گئے اور ان پر جھک کر ان کا کان پکڑا اور فرمایا "لڑکے واقعی تیرے کان نے ٹھیک سنا اور خدا نے تیری بات کی توثیق کر دی۔"

اس دوران عبداللہ ابن اُبی کے بیٹے بہت زیادہ افسردہ خاطر اور بےکیف تھے کیوں کہ انھیں معلوم تھا کہ ان کے باپ نے وہ الفاظ کہے تھے۔ انھیں یہ بھی بتایا گیا تھا کہ عمرؓ چاہتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے باپ کو جان سے مار دیں اور انھیں ڈر لگا ہوا تھا کہ کسی لمحہ سزا سنائی جا سکتی ہے اور حکم نافذ کیا جا سکتا ہے۔ اس لیے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا۔ "اے اللہ کے رسولؐ مجھے بتایا گیا ہے کہ آپؐ عبداللہ ابن اُبی کو قتل کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں اگر آپؐ ضرور ہی ایسا کرنا چاہتے ہیں تو مجھے حکم فرمائیے میں اس کا سر آپ کی خدمت میں لا کر پیش کر دوں گا۔ خزرج کے لوگ بہت اچھی طرح جانتے ہیں کہ ان

toobaa-elibrary.blogspot.com



کے درمیان کوئی بھی نہیں جو مجھ سے بڑھ کر باپ کا اطاعت شعار ہو۔ میں ڈرتا ہوں کہ یہ حکم آپ نے کسی اور کو دیا تو میری روح باپ کے قاتل کو لوگوں کے درمیان زندہ و سلامت چلتے پھرتے دیکھنا برداشت نہ کر پائے گی۔ میں اس کو ضرور قتل کر دوں گا اور ایک منکر کی بجائے ایک مومن کو قتل کر دینے کی پاداش میں آتشِ دوزخ میں داخل ہو جاؤں گا۔" لیکن نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "نہیں، ہمیں چاہیئے کہ اس کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کریں اور اس کی معیت سے ممکن حد تک فائدہ اٹھائیں جب تک وہ ہمارے ساتھ رہتا ہے۔"[۱]

---

## حوالہ جات، حواشی، تشریحات:

[۱] ابن اسحٰق: ۸-۷۲۶

toobaa-elibrary.blogspot.com



باب - ۶۳

# ہار

اس مہم میں عائشہؓ اور ام سلمہؓ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھیں۔ حالات کے دباؤ سے بہ عجلت جو کوچ کر دیا گیا تھا اس کے تین دن بعد غروب آفتاب کے وقت ایک مرحلے میں سنگ سلیمان کا ایک ہار جو عائشہؓ کے گلے میں تھا کھل کر گر پڑا اور گرتے ہوئے دیکھا نہ گیا اور جب اس کی گم شدگی کا ان کو پتا چلا تو اتنا اندھیرا ہو چکا تھا کہ تلاش نہ ہو سکتی تھی۔ اور اس کے بغیر آگے چل پڑنا

toobaa-elibrary.blogspot.com



ان کو گوارا نہ تھا۔ یہ ہار شادی کے وقت ان کی ماں نے ان کے گلے میں پہنایا تھا اور وہ ان کی بیش بہا ملکیت تھا۔ اس جگہ پانی نہ تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم وہاں مختصر قیام ہی کے ارادے سے رُکے تھے لیکن اب آپ نے حکم دیا کہ وہاں روزِ روشن تک قیام کیا جائے۔ منصوبے کی اس تبدیلی کی وجہ ایک زبان سے دوسری زبان تک ہوتی ہوئی پھیل گئی اور اس بات پر بڑی ناگواری محسوس کی گئی کہ پوری فوج ایک ناسازگار مقام پر محض ایک ہار کے لیے رُکی رہے۔ کچھ صحابہؓ ابوبکرؓ کے پاس گئے اور اُن سے شکایت کی۔ وہ بڑے غصے میں پڑ گئے اور انھوں نے بیٹی کو غفلت شعاری پر ملامت کی۔ قریب میں ایک بھی کنواں نہ تھا۔ لوگ سارا پانی جو ساتھ رکھتے تھے استعمال کر چکے تھے ان کا ارادہ تھا کہ آگے اس مقام پر جس کا وہ قصد رکھتے اور جہاں پانی تھا وہ اپنے مشکیزے اور بوتلیں بھر لیں گے لیکن اب فجر کی نماز ادا کرنا ممکن نہ ہوگا۔ کیونکہ پانی ختم ہو چکا تھا' وضو کرنے کا کوئی ذریعہ نہ تھا۔ تاہم رات کی آخری ساعات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر تیمم کی آیات نازل ہوئیں ـــــ ملت کی زندگی کے لیے یہ ایک ناقابل بیان اہمیت کا موقع تھا۔ "اگر تمھیں پانی نہ ملے تو پاک مٹی سے تیمم کر لو۔ اُسی سے چہرے پر ہاتھ پھیر لو اور ہاتھوں پر۔" سارے فوج میں جو ہیجان پھیلا ہوا تھا ٹھنڈا پڑ گیا اور اُسیدؓ پکار اُٹھے۔ "یہ پہلی برکت نہیں ہے جو تم ہمارے لیے لائے ہو اے ابوبکرؓ کے خاندان والو۔"

دن کی روشنی ہو گئی پھر بھی ہار کا کہیں پتا نہ تھا لیکن جب اس کے ملنے کی ساری امیدیں ختم ہو چکی تھیں اور لوگ روانہ ہونے کی تیاری کر رہے تھے بغیر اُس کے ہی' عائشہؓ کا اونٹ رات بھر جہاں بیٹھا تھا وہاں سے اٹھا تو ہار اس کے نیچے زمین پر پڑا ہوا تھا۔

toobaa-elibrary.blogspot.com



اگلے مرحلوں میں سے ایک مرحلہ ایک خوش آئند وادی میں تھا جس میں ہموار ریت کے میدان تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دو خیمے حسب معمول دوسروں سے کچھ فاصلے پر نصب کیے گئے تھے اور وہ دن عائشہؓ کے ساتھ آپ کے رہنے کی باری کا تھا۔

انھوں نے بعد کے دنوں میں بیان کیا کہ کیسے انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دوڑنے کی تجویز رکھی۔ انھوں نے کہا "میں نے اپنے لباس کو کمر کے گرد لپیٹ لیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایسا ہی کیا۔ پھر ہم دوڑے وہ دوڑ میں جیت گئے۔ آپ نے فرمایا "یہ اس دوسری دوڑ کا بدلہ ہے جو تم مجھ سے جیت گئی تھیں۔" عائشہؓ نے وضاحت کے طور پر کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت سے پہلے ہی ایک واقعے کا حوالہ دے رہے تھے جو مکے میں وقوع پذیر ہوا تھا۔" وہ میرے والد کے گھر آئے تھے اور کوئی چیز میرے ہاتھ میں تھی۔ انھوں نے کہا "لاؤ یہ مجھ کو دے دو۔" میں نہیں دینا چاہتی تھی۔ میں ان سے دور بھاگ گئی۔ انھوں نے میرا پیچھا کیا لیکن میں اتنا تیز بھاگی کہ وہ مجھے پا نہ سکے۔"

عائشہؓ کے ہار کا بند کچھ ڈھیلا تھا اور مدینہ پہنچنے سے پہلے ایک آخری منزل میں وہ پھر ان کی گردن سے نکل کر گر گیا۔ یہ واقعہ اس وقت پیش آیا جب روانگی کا حکم دیا جا چکا تھا اور وہ رفع حاجت کے لیے خیمہ گاہ سے ایک طرف جا چکی تھیں۔ واپسی پر وہ اور ام سلمہؓ اپنے اپنے ہودے میں بیٹھیں، پردے ڈال لیے اور اپنے چہرے کھول لیے۔ یہ وقت تھا جب عائشہؓ کو پتا چلا کہ ان کا ہار کہیں گر گیا۔ وہ پردے کے نیچے سے بآہستگی اتریں اور اس کی تلاش میں اسی سمت پھر گئیں جدھر پہلے رفع حاجت کے لیے گئی تھیں۔ اس دوران لوگوں نے اونٹوں پر کجاوے رکھ لیے تھے اور وہ اونٹوں کو ہودوں کے پاس لے گئے جن میں سے ہر ایک کو انھوں نے اس کی سواری سے باندھ دیا۔ دونوں

toobaa-elibrary.blogspot.com



ہودوں کے درمیان وزن کے اعتبار سے جو فرق تھا معمول کے مطابق وہ اس کے عادی تھے ـــــ ایک تیس سال کی عمر کی عورت کے مقابلے میں ایک چودہ سالہ سال کی عورت اپنی عمر کے اعتبار سے ہلکی تھی ـــــ اس بار وہ یہ اندازہ کرنے سے قاصر رہے کہ دونوں میں سے ہلکا ہودہ معمول کے مقابلے میں اب زیادہ ہلکا ہے اس لیے بغیر دوبارہ سوچے ہوئے وہ اونٹوں کو ہنکالے گئے کہ دوسروں کے ساتھ کوچ میں شامل ہو جائیں۔ عائشہ رضؓ نے کہا "میں نے اپنا ہار پا لیا اور کیمپ میں واپس آئی۔ وہاں ایک فرد بھی نہ تھا اس لیے یہ خیال کر کے کہ جب وہ مجھے نہ پائیں گے تو میری تلاش میں اس جگہ آئیں گے۔ میں اس جگہ بیٹھی تھی کہ مجھ پر نیند غالب آ گئی اور میں سو گئی۔ میں وہاں لیٹی تھی جب صفوان ابن معطل پاس سے گزرے وہ کسی وجہ سے فوج سے پیچھے رہ گئے تھے اور کیمپ میں نہیں سوئے تھے۔ مجھ کو دیکھ کر وہ آئے اور میرے سرہانے کھڑے ہو گئے۔ پردے کے احکام آنے سے پہلے وہ مجھے بارہا دیکھ چکے تھے۔ انھوں نے مجھے پہچان لیا اور کہا "اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ۔ یہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اہلیہ ہیں۔" ان کے اِنَّا لِلّٰه پڑھنے سے عائشہ رضؓ کی آنکھ کھل گئی اور انھوں نے نقاب چہرے پر ڈال لی۔ صفوانؓ نے ان کو اپنا اونٹ پیش کیا اور خود پیدل ان کی مشایعت میں اگلی منزل کی طرف چل دیے۔"

وہاں پہنچنے پر عائشہ رضؓ کا ہودہ سواری سے اتارا گیا اور زمین پر رکھ دیا گیا اور جب وہ اس سے باہر نہ آئیں تو یہ فرض کر لیا گیا کہ وہ سو رہی ہیں۔ بڑی حیرت ہوئی کہ قیام کے آخری مرحلے پر جب لوگ آرام کر رہے تھے وہ اونٹ پر سوار کیمپ میں داخل ہوئیں۔ اس طرح کہ آگے آگے صفوانؓ تھے۔ یہ ایک ایسے فتنے کی ابتدا تھی جس نے مدینے کو ہلا کر رکھ دیا۔ اس فتنے کی ابتدا کرنے اور اس کو ہوا دینے میں منافقین کی زبانیں سست رفتار نہ تھیں لیکن وقتی طور پر نبی صلی اللہ علیہ

toobaa-elibrary.blogspot.com



وسلم، عائشہؓ اور بیشتر صحابہ آنے والے ہنگامے سے قطعاً بے خبر تھے۔

مال غنیمت حسب معمول تقسیم کیا گیا اور قیدیوں میں ہزیمت خوردہ قبیلے کے سردار حارث کی بیٹی جویریہؓ بھی تھیں۔ وہ ایک انصاری کے حصے میں پڑی تھیں۔ جس نے فدیے کی بڑی اونچی رقم مقرر کی تھی تو وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور درخواست کی کہ آپ ان کی جانب سے مداخلت فرمائیں۔ اس دن آپ عائشہؓ کے حجرے میں تھے۔ عائشہؓ نے ان کے لیے دروازہ کھولا۔ انھوں نے بعد کے دنوں میں بتایا کس طرح جویریہؓ ان کے یہاں پہلی بار آئی تھیں "وہ بہت خوب صورت اور بھلی معلوم ہونے والی خاتون تھیں۔ جس کی بھی نگاہ ان پر پڑتی فریفتہ ہو جاتا۔ جب میں نے ان کو اپنے حجرے کے دروازے پر دیکھا تو میرے اندر رشک پیدا ہوا کیونکہ مجھے معلوم تھا کہ میری نگاہ میں جیسی وہ نظر آرہی ہیں ویسا ہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کو پائیں گے۔ وہ ان کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور انھوں نے کہا "اے اللہ کے رسول میں اپنی قوم کے سردار حارث کی بیٹی جویریہ ہوں' آپ اچھی طرح جانتے ہیں جو افتاد مجھ پر پڑی ہے۔ اب میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی ہوں کہ میرے فدیے کے معاملے میں آپ میری مدد فرمائیں۔ یہ سن کر آپ نے جواب دیا کہ تم اس سے بہتر صورت پسند کرو گی؟" انھوں نے دریافت کیا "اس سے بہتر کیا؟" آپ نے جواب دیا "میں تمھارا فدیہ ادا کردوں اور تم سے عقد کرلوں۔"

جویریہؓ نے آپ کی پیش کش قبول کرلی۔ ابھی عقد نہ ہوا تھا کہ ان کا باپ ان کے فدیے کے لیے کچھ اونٹ لے کر آپہنچا۔ ابتدا میں جو تعداد پیش کرنے کا وعدہ کیا گیا تھا وہ پوری نہ تھی کیونکہ نخلستان پہنچنے سے تھوڑی دیر پہلے عقیق کی وادی میں اس نے ایک آخری نگاہ خوب صورت جانوروں پر ڈالی تھی اور ان میں سے دو سے متعلق پسندیدگی ایسی غالب آئی تھی کہ اس نے ان کو دوسروں سے الگ کرلیا تھا اور وادی کے

toobaa-elibrary.blogspot.com



درے میں چھپا دیا تھا۔ ان کی جدائی پر وہ اپنے آپ کو آمادہ نہ کر سکا تھا۔ باقی کو وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گیا اور کہا "اے محمدؐ تم نے میری بیٹی کو قیدی بنالیا ہے۔ یہ ہے اس کا فدیہ" نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سوال کیا "لیکن کہاں ہیں وہ دو اونٹ جو تم نے عقیق کی وادی میں چھپا دیے ہیں؟" اور آپؐ نے ٹھیک ٹھیک اس درے کا جغرافیہ بیان فرما دیا جس میں وہ اونٹ بندھے ہوئے تھے۔ حارثؓ نے کہا "میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمدؐ تم اللہ کے رسول ہو۔" اس کے دو بیٹے اس کے ساتھ ہی داخل اسلام ہو گئے۔ اس نے ان دونوں اونٹوں کو منگوا بھیجا اور باقی کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیا۔ آپؐ نے اس کی بیٹی اس کو واپس کر دی۔ پھر جب وہ خود مسلمان ہو گئیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے باپ سے خواہش کی کہ ان کو آپؐ کے عقد میں دے دیں جو کہ ان کے باپ نے منظور کر لیا۔[۵] اور ایک حجرہ ان کے لیے بھی بنا دیا گیا۔

جب یہ معلوم ہو گیا کہ رشتہ ازدواج کے سبب بنی المصطلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت دار ہیں تو مہاجرین اور انصار نے سارے قیدیوں کو جن کا فدیہ ادا نہیں ہوا تھا آزاد کر دیا۔ تقریباً سو خاندان خلاصی پا گئے۔ عائشہؓ نے کہا:

"میں کسی عورت کو نہیں جانتی جو ان سے بڑھ کر اپنی قوم کے لیے باعث برکت ثابت ہوئی ہو۔" ان کا اشارہ جویریہؓ کی طرف تھا۔[۶]

---

## حوالجات، حواشی، تشریحات:

[۱] ۴: ۴۳

[۲] واقدی: ۴۲۷

toobaa-elibrary.blogspot.com



۳ یہ بنی سُلیم کے ایک نوجوان تھے جو مدینے میں آکر رہنے لگے تھے اور اس طرح ان کا شمار مہاجرین میں سے ایک کی حیثیت سے ہوتا تھا۔

"یہ بدری صحابیوں میں سے تھے ان کو صبح دیر تک سونے کی عادت تھی۔ اس لیے یہ بھی لشکرگاہ میں کہیں پڑے سوتے رہ گئے تھے اور اب اٹھ کر دیئے جا رہے تھے۔

ابوداؤد اور دوسری کتب سنن میں یہ ذکر آتا ہے کہ ان کی بیوی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی شکایت کی تھی کہ یہ کبھی صبح کی نماز وقت پر نہیں پڑھتے۔ انھوں نے عذر پیش کیا کہ یا رسول اللہ یہ میرا خاندانی عیب ہے۔ دیر تک سوتے رہنے کی اس کمزوری کو میں کسی طرح دور نہیں کر سکتا۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ اچھا جب آنکھ کھلے نماز ادا کر لیا کرو۔ بعض محدثین نے ان کے قافلے سے پیچھے رہ جانے کی یہی وجہ بیان کی ہے مگر بعض دوسرے محدثین اس کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اس خدمت پر مقرر کیا تھا کہ رات کے اندھیرے میں کوچ کرنے کی وجہ سے اگر کسی کی کوئی چیز چھوٹ گئی ہو تو صبح اسے تلاش کر کے لیتے آئیں۔" تفہیم القرآن ج ۳ ص ۱۲-۳۱۱ (اضافہ)

۴ ابن اسحٰق: ۷۳۳-ب: ۵۲/۱۵ – واقدی: ۸-۴۲۶

۵ ابن اسحٰق: ۷۲۹

۶ ابن ہشام: ۷۲۵

۷ ابن اسحٰق: ح-س

toobaa-elibrary.blogspot.com



## باب ۔ ۶۵

# دروغ

(بےفروغ)

مدینے واپس ہونے پر زیادہ مدت نہ گزری تھی کہ عائشہؓ بیمار پڑ گئیں اس وقت تک منافقین کی صفوان (ابن معطّل) اور ان سے متعلق بہتان تراشی افواہ کی شکل اختیار کر کے سارے شہر میں پھیل گئی تھی۔ کم ہی لوگوں نے اس افواہ کو سنجیدگی سے لیا۔ حالانکہ جن تھوڑے سے اشخاص نے اس کو درخورِ اعتنا قرار دیا ان میں ان کے اپنے رشتہ دار مسطح شامل تھے۔ ان کا تعلق قبیلہ مطلب سے تھا تاہم لوگ

toobaa-elibrary.blogspot.com



اس افواہ پر یقین رکھتے رہے ہوں یا نہ رکھتے رہے ہوں خود ان کے (عائشہؓ کے) سوا ہر کوئی اس کو جان ضرور گیا تھا۔ البتہ انھیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے ایک قسم کی سردمہری کا احساس ضرور ہو رہا تھا اور وہ اس پُر الفت توجہ کی کمی پاتی تھیں جو اس سے پہلے دوسرے مواقع پر ان کی علالت کے دوران آپؐ کی جانب سے ان کو ملتی تھی۔ آپؐ کمرے میں تشریف لاتے اور جو لوگ ان کی تیمارداری کرتے ہوتے ان سے دریافت فرماتے "آج ان لوگوں کا کیا حال ہے؟" ان کو بس دوسروں کے ساتھ شامل کر کے دریافت حال کر لیتے۔ اس انداز خیریت طلبی سے ان کے دل کو گہری چوٹ لگتی لیکن شکوہ وشکایت کو خودداری کے منافی قرار دے کر انھوں نے آپؐ سے اپنے والدین کے یہاں جانے کی اجازت چاہی جہاں ان کی والدہ ان کی تیمارداری کریں گی۔ آپؐ نے فرمایا "جیسی تمھاری مرضی"۔

جو کچھ پیش آیا اس کا بیان خود عائشہؓ کے الفاظ میں "جو افواہ پھیلی ہوئی تھی اس کے بارے میں کچھ جانے بغیر میں اپنی ماں کے پاس چلی گئی۔ کوئی بیس دن بعد میری صحت بحال ہو گئی۔ اسی زمانے میں ایک شام مسطح کی ماں کے ساتھ میں باہر گئی ـــــ ان کی ماں میری دادی کی بہن تھیں ـــــ جب وہ میرے برابر چل رہی تھیں اپنے کپڑوں میں الجھ کر انھوں نے ٹھوکر کھائی اور یکبارگی بولیں "ستیاناس ہو مسطح کا!" میں نے کہا "خدا کا واسطہ، مہاجرین میں سے کسی ایسے شخص کے بارے میں جو بدر کی لڑائی میں شریک رہا ہو ایسی بددعا کرنا بری بات ہے۔" انھوں نے کہا "اے بنت ابوبکر ہو سکتا ہے کہ وہ خبر تم تک نہ پہنچی ہو۔" میں نے سوال کیا "کیسی خبر؟" تب انھوں نے مجھے بہتان تراشی کرنے والوں کے بہتان کے بارے میں بتایا اور یہ کہ کس طرح لوگ اس کا چرچا کیے جا رہے ہیں۔" میں نے کہا "کیا یہ ممکن ہے کہ لوگ بہتان تراشی پر یقین کر لیں اور اس کا چرچا کرتے رہیں؟" ان کا جواب تھا "خدا کی قسم یہ واقعہ ہے۔" میں اشکبار

toobaa-elibrary.blogspot.com


گھر لوٹی۔ میں روتی رہی اور روتی رہی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا میرا جگر بار بار غم سے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا۔ میں نے اپنی ماں سے کہا "اللہ تمھیں معاف کرے لوگ باتوں پہ باتیں کیے جا رہے ہیں اور آپ نے مجھے ایک لفظ نہ بتایا" انھوں نے کہا "میری بیٹی! اس سے بہت اثر نہ لو۔ کم ہی ایسا ہوتا ہے کہ کوئی خوب صورت عورت کسی شخص سے بیاہی گئی ہو جو اس سے محبت کرتا ہو اور سوکنوں نے اس کے بارے میں جھوٹ سچ باتیں نہ پھیلائی ہوں اور جو کچھ انھوں نے کہا دوسروں نے اس کا چرچا نہ کیا ہو" میں ساری رات جاگتی رہی۔ میرے آنسو رکنے کا نام نہ لیتے تھے۔"

لیکن واقعہ یہ ہے ـــــ خواہ ایک دوسرے کے مابین جو بھی رشک و رقابت رہی ہو ـــــ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج پاک باز خواتین تھیں۔ ان میں سے ایک نے بھی اس بہتان کو پھیلانے میں حصہ نہیں لیا تھا۔ اس کے برخلاف انھوں نے عائشہؓ کا دفاع کیا اور ان کے بارے میں اچھی رائے کا اظہار کیا۔ ان لوگوں میں جنھوں نے اس بہتان کا چرچا کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھرانے سے قریب ترین ان کی رشتہ دار زینبؓ کی بہن حمنہ بنت جحش تھیں۔ انھوں نے اس بہتان کا چرچا اس خیال سے کیا کہ وہ اس طرح اپنی بہن کے مفاد کا تحفظ کریں گی کیونکہ عام طور پر سمجھا جاتا تھا کہ عائشہؓ نہ ہوتیں تو زینب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پسند خاطر اہلیہ ہوتیں۔ اپنی بہن کی جانب سے ان کی طرف داری میں غلط اندیشانہ جوش و خروش کے نتیجے میں زینبؓ کو بڑا دکھ ہوا۔ بہتان طرازی کرنے والوں میں مسطح کے علاوہ شاعر حسانؓ ابن ثابت بھی تھے۔ پس منظر میں ابن اُبی اور دوسرے منافقین تھے جنھوں نے افترا پردازی کے اس کاروبار کا آغاز کیا تھا۔

عیاں تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس ضمن میں نزول وحی کی توقع رکھتے تھے لیکن جب (قریبی مدت ہی میں) وحی نازل نہ ہوئی تو آپ نے نہ صرف اپنی ازواج

toobaa-elibrary.blogspot.com


سے بلکہ دوسرے نزدیکی رشتہ داروں سے بھی اس سلسلے میں پوچھ گچھ کی۔ اسامہؓ جو عائشہؓ کے ہم عمر تھے انھوں نے بڑے زوردار الفاظ میں ان کا دفاع کیا۔ انھوں نے کہا "یہ سب جھوٹ ہے۔ ہم ان کے بارے میں بھلائی کے سوا کچھ نہیں جانتے۔" اُسامہؓ کی ماں اُم ایمنؓ بھی جی جان سے ان کی ثنا خواں تھیں۔ جہاں تک علیؓ کا تعلق ہے انھوں نے کہا "خدا نے آپ پر حد بندی نہیں عائد کی ہے اور ان کے علاوہ بھی بہت عورتیں ہیں لیکن آپ ان کی لونڈی سے پوچھئے۔ وہ آپ کو سچ بات بتا دے گی۔" چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بلا بھیجا۔ آپ نے سوال کیا "اے بُریرہ کیا تو نے ایسی بات عائشہؓ میں دیکھی ہے جس کی بنا پر مجھے اُن پر شک لاحق ہو سکے؟" اس نے جواب دیا "اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے میں تو ان کے بارے میں بھلائی ہی جانتی ہوں اور اگر اس کے برخلاف کچھ ہوتا تو خدا نے اپنے رسول کو ضرور آگاہ کر دیا ہوتا۔ مجھے عائشہؓ میں کوئی بُرائی نہیں ملتی جس پر حرف رکھا جا سکے سوا اس کے کہ وہ کم سن لڑکی ہیں۔ جب میں آٹا گوندھتی ہوتی ہوں اور اُن سے کہتی ہوں کہ اس کو دیکھتی رہیں تو وہ سو جاتی ہیں اور ان کی پالتو بھیڑ آکر اس کو کھا لیتی ہے۔ میں نے اس کا قصور وار ان کو ایک سے زاید بار قرار دیا ہے۔

جب اگلے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسجد گئے، تو آپ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور اللہ کی حمد وثنا کے بعد آپ نے فرمایا "اے لوگو تم ان اشخاص کے بارے میں کیا کہتے ہو جو میرے گھر والوں کے تعلق سے مجھے اذیت پہنچا رہے ہیں۔ ایسی خبریں پھیلاتے پھرتے ہیں جو مبنی بر حقیقت نہیں ہیں۔ خدا کی قسم میں اپنے گھر والوں کے بارے میں بھلائی کے سوا کچھ نہیں جانتا اور نہ اس شخص کے بارے میں سوا بھلائی کے کچھ اور جس کا یہ اشخاص نام لیتے ہیں جو کبھی بھی میرے گھر میں ایسے نہیں آتا کہ

toobaa-elibrary.blogspot.com



میں اس کے ساتھ نہ ہوں۔" جوں ہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سب باتیں کہیں اُسیدؓ اٹھ کھڑے ہوئے اور انھوں نے کہا "اے اللہ کے رسول اگر وہ لوگ قبیلۂ اوس کے ہیں تو ہم اُن سے سمجھ لیں گے اور اگر وہ ہمارے خزرج کے بھائی ہیں تو آپ حکم فرمائیں وہ اس کے مستحق ہیں کہ ان کا سر قلم کر دیا جائے۔" ابھی انھوں نے اپنی بات ختم نہ کی تھی کہ سعدؓ ابن عبادہ اٹھ کھڑے ہوئے کیونکہ حسانؓ کا تعلق قبیلۂ خزرج سے تھا اور ان لوگوں کا بھی جنھوں نے باریکی سے اس بہتان کی پخت وپز کی تھی۔ "خدا کی قسم تم جھوٹ بولتے ہو۔" انھوں نے کہا "تم انھیں قتل نہیں کروگے نہ قتل کرنے کی تم میں طاقت ہے۔ نہ تم نے یہ بات کہی ہوتی اگر وہ لوگ تمھارے قبیلے کے ہوتے۔" اُسیدؓ بولے "سعدؓ" تم دروغ گو ہو۔ ہم ان کو ضرور قتل کر دیں گے۔ تم منافق ہو۔ منافقوں کی حمایت کر رہے ہو۔" قریب تھا کہ دونوں قبیلے ایک دوسرے سے گتھ جائیں لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اشارہ کیا کہ (باہم زد و خورد سے) باز رہیں اور منبر سے اتر کر آپؐ نے ان کو خاموش کیا اور ٹھنڈا کر کے مسجد سے رخصت کر دیا۔

اگر عائشہؓ کو معلوم ہوتا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجمع عام میں ان کا دفاع کیا تو ان کو بہت طمانیت بہم پہنچتی لیکن ان کو اس وقت اس کی کچھ خبر نہ ملی۔ انھیں تو صرف یہ معلوم تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں دوسروں سے پوچھ گچھ کی ہے۔ اس کا مطلب تھا کہ آپؐ خود کوئی رائے قائم نہیں کر پائے۔ اس سے انھیں بڑی مایوسی ہوئی۔ ان کو آپؐ سے توقع یہ تھی کہ آپؐ خود اپنے آپ ان کی روح کے اندر جھانکیں گے کیونکہ وہ جانتی تھیں کہ پوشیدہ چیزوں کے بارے میں دوسری دنیا سے آپؐ کو علم حاصل ہوتا تھا۔ آپؐ فرمایا کرتے تھے "میں وہی بات جانتا ہوں جس کا علم اللہ مجھ کو دیتا ہے۔" آپؐ لوگوں کے خیالات پڑھ لینے کی جستجو نہ فرماتے تھے لیکن وہ یہ توقع کرتی تھیں کہ ان کو آپؐ سے جو گہرا تعلق ہے اس کی بنا پر وہ الزام جو

toobaa-elibrary.blogspot.com


عائد کیا جا رہا تھا ناممکن تھا۔ یہ بات آپ کے علم میں ہونی چاہیئے تھی۔

کچھ بھی ہو محض یہ بات کافی نہ تھی کہ آپ عائشہؓ اور صفوانؓ کی بے گناہی پر یقین رکھتے تھے۔ صورت حال سنگین قسم کی تھی۔ ایسی شہادت کا پایا جانا لابدی تھا۔ جو پوری قوم کو قائل کر دے۔ اس مقصد کے حصول میں خود عائشہؓ تمام متعلق لوگوں میں سب سے کم ممد و معاون ثابت ہوئی تھیں۔ اب وقت آگیا تھا کہ ان کی مہر سکوت ٹوٹے، ایسا نہیں ہے کہ بحران کو رفع کرنے کے لیے وہ جو کہتیں وہ کافی ہوتا لیکن قرآن نے وعدہ کیا تھا کہ اس کے نزول کے دوران جو سوالات کیے جائیں گے ان کا جواب ملے گا۔ "اے ایمان لانے والو ایسی باتیں نہ پوچھا کرو جو تم پر ظاہر کر دی جائیں تو تمھیں ناگوار ہوں لیکن اگر تم انھیں ایسے وقت پوچھو گے جبکہ قرآن نازل ہو رہا ہو تو وہ تم پر کھول دی جائیں گی"۔ موجودہ معاملے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فضا کو سوالات سے معمور کر دیا تھا ــــ ایک ہی سوال تھا جو مختلف اشخاص کی جانب سے دہرایا گیا تھا ــــ اسی لیے کہ جس جواب کا وعدہ کیا گیا ہے وہ عالم بالا سے دیا جائے۔ شاید یہ بات ضروری تھی کہ یہ سوال پہلے ہی اس شخص سے کیا جاتا جو سب سے زیادہ معاملے سے وابستہ تھا۔

"میں اپنے والدین کے پاس تھی"، عائشہؓ نے کہا "و ہ دو رات دن روتی رہی تھی اس دوران کہ وہ لوگ میرے پاس بیٹھے تھے کہ انصار میں سے ایک عورت آئی اور اس نے دریافت کیا آیا وہ آسکتی ہے۔ میں نے اس کو اندر آنے کو کہا وہ آکر بیٹھ گئی اور میرے ساتھ رونے لگی۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور بیٹھ گئے جب سے لوگوں نے وہ باتیں کہنی شروع کی تھیں جو انھوں نے کہیں آپ میرے قریب نہ بیٹھے تھے۔ ایک مہینہ گزر چکا تھا اور عالم بالا سے کوئی خبر آپ کے پاس نہ آئی تھی۔ آپ نے لا الٰہ الا اللہ زبان سے ادا کیا اور فرمایا کہ اے عائشہؓ تمھارے بارے میں یہ باتیں مجھ سے کہی

toobaa-elibrary.blogspot.com


گئی ہیں اور اگر تم بے قصور ہو تو اللہ یقیناً تمھاری بے گناہی کا اعلان کرے گا۔ اور اگر تم نے کچھ کیا ہے جو غلط ہے تو اللہ سے عفو و درگزر کی درخواست کرو اور اس کے حضور ندامت کا اظہار بھی۔ اس لیے کہ بندہ جب اپنے گناہ کا اقرار کر لیتا ہے اور اس پر نادم ہوتا ہے تو اللہ اس سے درگزر فرماتا ہے۔ جوں ہی آپؐ نے یہ سب فرمایا میرے آنسوؤں کی روانی رک گئی۔ میں نے اپنے باپ سے کہا میری جانب سے اللہ کے رسولؐ کو جواب دیجیے۔ انھوں نے کہا "سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کہوں"۔ جب میں نے یہی بات اپنی ماں سے کہی تو انھوں نے بھی والد والی بات دہرا دی۔ میں بس ایک لڑکی تھی۔ عمر بھی کم تھی اور قرآن کے بڑے حصے کی تلاوت نہ کر سکتی تھی اس لیے میں نے کہا میں اچھی طرح جانتی ہوں کہ آپ نے وہ باتیں سن لی ہیں جو لوگ کہہ رہے ہیں اور وہ آپ کے دل میں بیٹھ گئی ہیں اب اگر میں کہوں کہ میں بے قصور ہوں —— تو آپ یقین نہ فرمائیں گے اور اگر میں اقرار کر لوں اس بات کا جس کے بارے میں اللہ جانتا ہے کہ میں نے اس کا ارتکاب نہیں کیا ہے تو آپ یقین کر لیں گے۔ بعد ازاں میں اپنے دماغ میں یعقوب علیہ السلام کا نام ٹٹولتی رہی لیکن یاد نہ آیا۔ اس لیے میں نے کہا "میں وہی بات کہوں گی جو یوسف علیہ السلام کے باپ نے کہی تھی۔ فصبر جمیل واللہ المستعان علی ما تصفون "صبر جمیل میرے لیے ہے اور اللہ ہی ہے جس سے مدد مانگنی چاہیے ان باتوں کے خلاف جو یہ لوگ کہتے ہیں"۔ اس کے بعد میں نے اپنے پلنگ کا رخ کیا اور جا کر اس پر لیٹ رہی۔ مجھے امید تھی کہ خدا میری بے گناہی کا اعلان فرمائے گا۔ میں یہ توقع نہیں کر رہی تھی کہ میرے بارے میں کوئی وحی نازل ہو گی کیونکہ مجھے معلوم ہوتا تھا کہ میری ہستی کہیں حقیر ہے اس سے کہ قرآن میں اس کے بارے میں کلام کیا جائے۔ میں خیال کرتی تھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کوئی خواب دیکھیں گے جو مجھے اس الزام سے بری الذمہ قرار دے گا۔

toobaa-elibrary.blogspot.com



وہ ہمارے ساتھ بیٹھے رہے اور ہم سب لوگ موجود ہی تھے جب اُن پر وحی نازل ہوئی اور وہ گرانی انھوں نے محسوس کی جو ایسے اوقات میں محسوس فرمایا کرتے تھے۔ پسینے کے قطرے ٹپکنے لگے۔ حالانکہ یہ سردی کا موسم تھا۔ پھر جب بارِ گراں سے آپؐ کو راحت ملی تو آپؐ نے فرمایا ایک ایسی آواز میں جس میں مسرت کی لہر تھی "اے عائشہؓ! خدا کی حمد کرو کیونکہ اس نے تمھاری بے گناہی کا اعلان فرما دیا ہے۔" پھر میری ماں نے کہا "اٹھو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ"۔ لیکن میں نے کہا "نہیں خدا کی قسم میں نہیں اٹھوں گی اور ان کے پاس نہیں جاؤں گی۔ میں اللہ کے سوا کسی کی حمد وثنا نہیں کروں گی۔"

قرآن میں برأت کے الفاظ یہ تھے، "جو لوگ یہ بہتان گھڑ لائے ہیں وہ تمھارے ہی اندر کا ایک ٹولہ ہیں...... جب کہ تمھاری ایک زبان سے دوسری زبان اس جھوٹ کو لیتی چلی جارہی تھی اور تم اپنے منہ سے وہ کچھ کہے جارہے تھے جس کے متعلق تمھیں کوئی علم نہ تھا۔ تم اسے ایک معمولی بات سمجھ رہے تھے حالانکہ اللہ کے نزدیک وہ بڑی بات تھی۔ کیوں نہ اُسے سنتے ہی تم نے کہہ دیا کہ ہمیں ایسی بات زبان سے نکالنا زیب نہیں دیتا۔ سبحان اللہ یہ تو ایک بہتان عظیم ہے۔ اللہ تمھیں نصیحت کرتا ہے کہ آئندہ ایسی حرکت نہ کرنا اگر تم مومن ہو۔"

نئی نازل شدہ آیات نے شادی شدہ مرد و عورت کے زنا کے پورے مسئلے سے تو بحث کی ہی تھی اور اس کے لیے سزا تجویز کرنے کے ساتھ ہی باعزت عورتوں پر تہمت لگانے کی سزا بھی مقرر کی۔ یہ کہ بہتان لگانے والوں کو کوڑے لگائے جائیں۔ یہ سزا مسطحؓ، حسانؓ اور حمنہؓ پر نافذ کی گئی جنھوں نے اس تہمت کو پھیلانے میں سب سے زیادہ صراحت برتی تھی اور جنھوں نے اپنے جرم کا اقرار بھی کر لیا تھا لیکن منافقین جو زیادہ عیار تھے انھوں نے محض اشاروں میں باتیں کی تھیں۔ انھوں نے اس بات کا بھی

toobaa-elibrary.blogspot.com



اعتراف نہ کیا تھا کہ اس قضیے میں ان کا اصل کردار ہے۔ اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کو ترجیح دی کہ اس معاملے کا مزید تعاقب نہ کیا جائے۔ اور اس کو اللہ پر چھوڑ دیا جائے۔

ابوبکرؓ کا معمول تھا کہ اپنے رشتہ دار مسطح کی ان کی غربت کے پیش نظر مالی امداد کیا کرتے تھے۔ اب انھوں نے کہا "خدا کی قسم اب میں مسطح کو نہ دوں گا اور نہ ان کے ساتھ کوئی ہمدردی دکھاؤں گا۔ اس کے بعد کہ انھوں نے عائشہؓ کے خلاف یہ باتیں کہیں اور ہم سب کو پریشانی میں مبتلا کیا۔" لیکن اب وحی نازل ہوئی "تم میں سے جو لوگ صاحب فضل اور صاحب مقدرت ہیں وہ اس بات کی قسم نہ کھا بیٹھیں کہ اپنے رشتہ دار، مسکین اور مہاجر فی سبیل اللہ اشخاص کی مدد نہ کریں گے۔ انھیں معاف کر دینا چاہیے اور درگزر کرنا چاہیے۔ کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تمھیں معاف کرے اور اللہ کی صفت یہ ہے کہ وہ غفور اور رحیم ہے۔"[۵] تب ابوبکرؓ نے کہا "واقعی میں چاہتا ہوں کہ اللہ مجھے معاف فرمادے۔" وہ پلٹے اور مسطح کے پاس گئے اور انھیں وہ رقم دی جو وہ معمول کے مطابق ان کو دیا کرتے تھے اور کہا کہ میں قسم کھاتا ہوں کہ اب میں اس رقم کو نہ روکوں گا۔ اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایک مدت گزر جانے کے بعد حسانؓ کے ساتھ فیاضانہ برتاؤ کیا اور اپنی پھوپھی زاد بہن حمنہؓ جو مصعبؓ کی بیوہ تھیں کی شادی طلحہؓ سے کردی جن سے ان کے یہاں دو بیٹے ہوئے۔

---

## حوالجات، حواشی، تشریحات :

[۱] بخاری: ۱۵/۵۲ [۳] ۱۲ : ۱۸ [۵] ۲۴ : ۱۱، ۱۵-۱۷

[۲] ۵ : ۱۰۱ [۴] بخاری: ۱۵/۵۲ [۶] ۲۴ : ۲۲

toobaa-elibrary.blogspot.com



باب - ۶۶

# قریش کا معمہ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کے روزے مدینے میں رکھے اور اس کے بعد والے مہینے میں بھی وہیں رہے۔ اس ماہ کے خاتمے کے قریب آپؐ نے خواب دیکھا کہ سر تراشیدہ آپؐ کعبے میں داخل ہوئے ہیں اور اس کی کنجی آپؐ کے ہاتھ میں ہے۔ اگلے دن آپؐ نے صحابہؓ سے اس خواب کا تذکرہ کیا اور انھیں دعوت دی کہ آپؐ کی معیت میں عمرہ کریں۔ چنانچہ لوگوں نے بعجلت تیاریاں شروع

toobaa-elibrary.blogspot.com



کر دیں تاکہ جس قدر جلد ممکن ہو روانہ ہو سکیں۔ انھوں نے باہم مل کر حدودِ حرم میں قربانی کے لیے ستر اونٹ خریدے۔ اس موقع پر ان کا گوشت مکہ کے غرباء میں تقسیم کرنا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواجِ مطہرات میں سے ایک کو ساتھ لے جانے کا فیصلہ فرمایا۔ قرعہ ڈالا گیا تو امِ سلمہؓ کے حق میں نکلا۔ خزرج کی دو عورتیں بھی زائرین میں شامل تھیں۔ یہ وہ خواتین تھیں جو عقبۂ ثانیہ میں موجود تھیں۔ نسیبہؓ اور امِ منیعؓ۔

ہر شخص نے ایک تلوار حمائل کی اور کچھ ایسی چیزیں ساتھ لیں جن کی شکار کے موقع پر ضرورت ہوا کرتی تھی لیکن روانگی سے پہلے عمرؓ اور سعدؓ ابن عبادہ نے تجویز رکھی کہ ان کو پوری طرح مسلح ہو کر سفر کرنا چاہیئے۔ ہو سکتا ہے کہ قریش کے لوگ اس موقع سے فائدہ اٹھا کر ان پر حملہ آور ہو جائیں حالاں کہ یہ حرام مہینہ ہے (جس میں جنگ ممنوع ہے) لیکن نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ کہہ کر انکار فرما دیا "میں اسلحہ ساتھ نہ لے جاؤں گا۔ میں زیارت بیت اللہ کے علاوہ کسی بھی اور غرض سے نہیں نکل رہا ہوں۔" پہلے مرحلے میں آپ نے حکم دیا کہ قربانی کے جانور آپ کے سامنے لائے جائیں اور خود آپ نے ان میں سے ایک کی "تقدیس" اس کا رخ کعبے کی سمت کر کے کی۔ اس کے دائیں پہلو میں نشان لگایا اور اس کی گردن میں ہار ڈالے۔ پھر آپ نے حکم دیا کہ دوسرے جانوروں کی بھی اسی طرح "تقدیس" کی جائے۔ پھر آپ نے خزاعہ کے ایک شخص کو آگے روانہ کیا تاکہ قریش کے ردِعمل کی خبر لائے۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم ننگے سر تھے اور آپ پہلے ہی زائرین کا بے سِلا ہوا دو قطعہ روایتی لباس پہن چکے تھے (احرام باندھ چکے تھے) ------ ایک ٹکڑا بدن کے نچلے حصے کو ڈھکنے کے لیے دوسرا جسم کے اوپری حصے کی پردہ پوشی کی خاطر شانے پر ڈال لیا تھا۔ آپ نے زیارت کی نیت سے دو رکعت نفل پڑھی اور تلبیہ (اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ کا ورد باآوازِ بلند) شروع کر دیا۔ جس کا مطلب ہے "اے اللہ یہ میں تیرے حضور حاضر

toobaa-elibrary.blogspot.com


ہوں۔ اطاعت وسپردگی کے ساتھ"۔ دوسروں نے بھی آپ کی مثال کی تقلید کی لیکن کچھ نے اس کو ملتوی رکھا کر اور کچھ دور آگے جانے کے بعد احرام باندھیں گے۔ اس خیال سے کہ احرام باندھنے کے بعد شکار پر کچھ پابندیاں عائد ہو جاتی ہیں۔

قریش کو زائرین کے مدینے سے روانگی کا حال معلوم ہوا تو وہ شک میں پڑ گئے جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے ہی اندازہ تھا اور انھوں نے فی الفور دار الندوہ میں اجتماع منعقد کیا۔ پہلے کبھی بھی اتنے سنگین مخمصے سے انھیں واسطہ نہ پڑا تھا۔ حرم کے متولی ایک ہزار سے زائد عرب زائرین کو بیت اللہ کی زیارت کے لیے قریب آنے سے روکیں ٹوکیں۔ یہ انتہائی فاش خلاف ورزی ہوگی ان قوانین کی جن کی بنیاد پر ان کا قوم عظمت استوار تھا۔ دوسری جانب اگر وہ اپنے دشمنوں کو آرام و اطمینان کے ساتھ مکے میں داخل ہو جانے دیتے ہیں تو یہ محمدؐ کی عظیم اخلاقی فتح ہوگی۔ اس کی خبر سارے عرب میں پھیل جائے گی اور ہر زبان پر ہوگی اور یہ خبر مدینے پر ان کے تازہ ترین ناکام حملے کی شکست کا تاج ان کے سر پر رکھنے کا کام کرے گی۔ شاید بدترین بات یہ ہوگی کہ ان زائرین کے قدیم مراسم عبادت کی ادائیگی کے طریقے نئے دین کو زیادہ جاذب توجہ بنانے کا کام کریں گے اور اس کے اس دعوے کی توثیق کر دیں گے کہ وہ دین ابراہیمی ہے۔ تمام پہلوؤں کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ سوال خارج از بحث تھا کہ ان کو آنے دیا جائے۔ انھوں نے کہا "خدا کی قسم یہ نہیں ہونے کا، جب تک ہمارے درمیان ایک آنکھ میں بھی زندگی کی چمک کی ایک رمق باقی ہے۔"

زائرین عُسفان پہنچے تو جاسوس جس کو آگے بھیجا گیا تھا۔ اس خبر کے ساتھ ان سے آملا کہ قریش نے خالد کو دو سو سواروں کے ایک دستے کے ساتھ ان کو نزدیک آنے سے روکنے کے لیے روانہ کیا ہے۔ اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رہبر مہیا کیے جانے کی خواہش کی جو ایک دوسرے راستے سے ان کو لے چلے اور قبیلہ

toobaa-elibrary.blogspot.com



اسلم کا ایک شخص ساحل سے نسبتاً قریب ہو کر بعد ازاں ایک پُر خم اور مشکل پگڈنڈی سے ان کو لے چلا۔ یہاں تک کہ وہ اس درّے میں جا پہنچے جس سے اُتر کر آدمی مکّے کے نیچے حرم کے علاقے کے کنارے ایک کھُلے خطۂ زمین ___ حدیبیہ میں پہنچ جاتا ہے۔ چکر دار راستے نے انھیں خالد کی نگاہ سے خوب مخفی رکھا تھا۔ لیکن ایک جگہ پر جب خالد کے لیے اتنی تاخیر ہو چکی تھی کہ وہ ادھر ادھر نہ ہو سکتا تھا۔ مسلم زائرین کے اونٹوں اور گھوڑوں نے اتنی گرد اڑائی کہ اس پر واضح ہو گیا کہ واقعہ کیا پیش آ چکا ہے اور وہ اپنے دستے کے ساتھ گھوڑا دوڑا کر مکّے واپس گیا کہ قریش کو خبردار کر دے کہ وہ قریب آ پہنچے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پسندیدہ اونٹنی قصواء کو سفر زیارت کے لیے انتخاب کیا تھا۔ وہ درّے کی انتہا پر رُکی اور بیٹھ گئی اور چٹانیں ہَل ہَل کی آواز سے گونج گئیں۔ بہت سے آدمیوں نے ایک ساتھ صدا لگائی۔ یہ لفظ اونٹ کو اُٹھ کھڑا کرنے کے لیے بولا جاتا ہے لیکن وہ ایسے بیٹھی رہی جیسے زمین میں جم گئی ہو۔ لوگوں نے کہا قصواء ضدی ہے لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم جانتے تھے کہ یہ اس بات کی علامت ہے کہ ان لوگوں کو فی الحال حدیبیہ کے آگے نہ جانا چاہیے خواہ کچھ بھی ہو آپ نے فرمایا "وہ ضدی نہیں ہے۔ یہ اس کی فطرت نہیں ہے بلکہ وہ روک رہا ہے جس نے ہاتھی کو روکا تھا" قریش کی طرف اشارہ کرتے ہوئے آپ نے مزید فرمایا "وہ آج کے دن مجھ سے جو بھی رعایت چاہیں گے اللہ کے حقوق ملحوظ رکھتے ہوئے میں انھیں دوں گا۔" پھر آپ نے قصواء سے بات کی اور وہ جلد ہی اُٹھ کھڑی ہوئی اور آپ کو حدیبیہ کے کنارے تک لے گئی۔ دوسرے زائرین بھی آپ کے پیچھے گئے۔ وہاں آپ نے اُن سے کہا کہ "خیمہ زن ہوں" لیکن وہاں پانی کا نام و نشان نہ تھا۔ بس ایک یا دو گڑھوں کی تہ میں کچھ تلچھٹ

toobaa-elibrary.blogspot.com



ملا ہوا پانی تھا اور لوگ تشنگی کی شکایت کر رہے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ناجیہ کو اپنے پاس بلایا۔ یہ قبیلۂ اسلم کا ایک شخص تھا۔ قربانی کے اونٹ جس کی نگرانی میں تھے۔ آپ نے اس سے کہا کہ آپ کے پاس ایک گگرا لائے۔ اس میں سب سے بڑے گڑھے سے جتنا پانی بھرا جا سکتا ہو زیادہ سے زیادہ بھرے اس شخص نے آپ کی ہدایت پر عمل کیا۔ آپ نے خود وضو فرمایا پھر اس گگرے میں کُلّی کر دی۔ پھر اپنے ترکش سے ایک تیر نے کر کہا "یہ پانی لے کر جاؤ اور اس کو گڑھے کے پانی میں ڈال دو پھر اس تیر سے اس پانی کو حرکت دو۔" ناجیہ نے ارشاد کی تعمیل کی اور صاف، شفاف اور تازہ پانی پھوٹ نکلا۔ اتنی جلد اور اتنا وافر، تیر سے مس ہوتے ہی کہ وہ شخص گھبرا کر گڑھے سے باہر نکل آیا۔ زائرین گڑھے کے کنارے اکٹھا ہو گئے اور انھوں نے سیر ہو کر پانی پیا۔ جانور بھی سیراب ہو گئے۔

ایک یا دو منافقین بھی بشمول ابن اُبَی زائرین میں تھے۔ ابن اُبَی بیٹھا سیر ہو کر پانی پی رہا تھا کہ اس کے قبیلے کے ایک شخص نے اس کو مخاطب کر کے کہا "دور ہو اے حباب کے باپ، کیا تمھارے لیے اب بھی وقت نہیں آیا ہے کہ دیکھو تمھارا مقام کیا ہے؟ اس سے زیادہ نبی کی صداقت کے ثبوت کے لیے کیا ہو سکتا ہے؟" ابن اُبَی نے کہا "میں نے ایسے کرشمے پہلے بھی دیکھے ہیں۔" اس پر دوسرے آدمی نے اس سے تہدید آمیز انداز میں بحث شروع کر دی۔ ابن اُبَی ڈر گیا اور پیش بندی کے لیے اپنے بیٹے کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جا پہنچا یہ کہنے کہ اس کو غلط سمجھا گیا ہے لیکن قبل اس کے کہ وہ کچھ کہتا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کہا "جو کچھ آج تم نے دیکھا ہے ایسا کہاں دیکھا ہے؟" اس نے جواب دیا "میں نے ایسا کبھی نہیں دیکھا۔" نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تب کیوں تم نے وہ بات کہی جو تم نے کہی؟" ابن اُبَی نے کہا "میں اللہ سے درگزر کا طالب ہوں۔" اس

toobaa-elibrary.blogspot.com



کے بیٹے نے کہا "ان کے لیے دعائے مغفرت فرمایئے۔" اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی۔ ؎

اپنی تشنگی بجھانے کے بعد زائرین جلد ہی دو بدوی سرداروں کی مہربانی سے جنھوں نے اونٹ اور بھیڑیں تحفتاً پیش کی تھیں اس قابل بھی ہو گئے کہ شکم سیر ہو کر کھانا بھی کھالیں ان سرداروں کا تعلق بنی خزاعہ سے تھا جو کسی زمانے میں حرم کے متولی تھے۔ اس قبیلے میں اسلم۔ کعب اور مصطلق کے قبائل شامل تھے۔ ان کا ایک آدمی نہ تھا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت و موافقت پر بہت زیادہ مائل نہ ہو۔ ان میں سے ایسے لوگوں کے لیے جو داخلِ اسلام نہیں ہوئے تھے اس اتحاد میں ایک سیاسی فائدہ مضمر تھا۔ جس کی ضرورت اس معاہدے کے توڑ کے لیے تھی جو ان کے بڑے دشمنوں بنی بکر نے قریش کے ساتھ مدت سے کر رکھا تھا۔ یہ صورت حال جلد ہی بڑے اہم واقعات کا پیش خیمہ ثابت ہونے جا رہی تھی۔ فی الوقت بہر حال خزاعہ اور بکر میں کوئی جنگ نہیں ہو رہی تھی اور قریش خزاعہ کو برداشت بھی کر رہے تھے لیکن ساتھ ہی انھیں شبہ کی نگاہ سے بھی دیکھتے تھے۔ ان کا ایک سربرآوردہ شخص بدیل ابن ورقاء مکے میں موجود تھا۔ جب یہ خبر پہنچی کہ زائرین حدیبیہ میں خیمہ زن ہیں تو وہ اپنے کچھ ہم قبیلہ اشخاص کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تاکہ آپ کو قریش کے تیور کی اطلاع دے۔ اس نے کہا "وہ خدا کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ وہ بیت اللہ اور آپ کے درمیان راستہ کھلا نہ چھوڑیں گے جب تک کہ ان کا آخری آدمی ہلاک نہیں ہو جاتا۔" نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ہم یہاں جنگ کرنے نہیں آئے ہیں۔ ہم صرف بیت اللہ کا طواف کرنے آئے ہیں جو ہماری راہ میں آئے گا ہم اس سے جنگ کریں گے تاہم میں انھیں وقت دوں گا۔ اگر ان کی ایسی خواہش ہو جو احتیاطی تدابیر وہ اختیار کرنا چاہیں کر لیں اور ہمارے لیے راستہ صاف چھوڑ دیں۔"

toobaa-elibrary.blogspot.com



بُدیل اور اس کے ساتھی مکے واپس گئے اور قریش کے لوگوں نے بڑی بے رُخی سے ان کا استقبال کیا۔ جب انھوں نے پیش کش کی کہ محمدؐ سے جو ان کی گفتگو ہوئی، ان کو بتا دیں تو عکرمہ ابن ابوجہل نے کہا وہ اس کو سننا نہیں چاہتا۔ اس پر ثقیف کے ان کے حلیفوں میں سے ایک شخص، عروہ ـــــ اس کی ماں مکے کی تھی ـــ نے احتجاج کیا کہ یہ طرز عمل نامعقول ہے اس لیے صفوان نے بُدیل سے کہا: "اچھا بتاؤ تم نے جو کچھ سنا اور جو کچھ دیکھا۔ اس نے ان لوگوں کو زائرین کے پرامن ارادے کے بارے میں بتایا اور یہ بھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ وہ قریش کو ان کی آمد سے پہلے (تیاری کا) وقت دینے پر راضی ہیں۔ اس کے بعد عروہ نے کہا: "بُدیل تمھارے پاس ایک اچھی رعایت لایا ہے ایسی کہ اس سے کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا سوا اس کے کہ نقصان اٹھائے۔ "اس لیے راضی، ان کی بالواسطہ بات کو قبول کر لو تاہم مجھے بھیج دو کہ میں براہ راست اس کی توثیق محمدؐ سے کر لوں اور میں ان لوگوں کو دیکھوں گا جو ان کے ساتھ ہیں اور میں تمھارے لیے ایک جاسوس کا کام کروں گا جو ان کی (ٹھیک ٹھیک) خبر لائے گا۔"

قریش نے اس کی پیش کش قبول کر لی لیکن وہ پہلے ہی ایک ممکن قاصد اور جاسوس کی حیثیت سے ایک ایسے شخص کو بھیج چکے تھے جس کا بدوی قبائل کے ----- استحادیوں پر بڑا اثر تھا۔ ان بدوی قبائل کو مجموعی طور پر احابش کہا جاتا تھا۔ یہ شخص کنانہ کے قبائل میں سے ایک قبیلے بنی حارث کا حُلیس تھا۔ یہی وہ شخص تھا جس نے غزوۂ اُحد کے موقع پر شہداء کا مثلہ کیے جانے پر ابوسفیان کو ڈانٹ بتائی تھی۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو آتے دیکھا تو جان لیا ـــ یا تو اس کے قد و قامت سے چہرے بشرے سے یا جو کچھ آپؐ نے اس کے بارے میں سُنا تھا اس سے ـــ کہ وہ ایک پاکباز شخص ہے اور مقدس اشیاء کے لیے بڑا

toobaa-elibrary.blogspot.com



جذبۂ احترام رکھتا ہے اس لیے آپؐ نے حکم دیا کہ لوگ جو جانور قربانی کرنا چاہتے ہیں وہ اس کے سامنے بھیج دیے جائیں اور جب ستّر اونٹوں کی قطار بڑی سج دھج اور اہتمام کے ساتھ حلیس کے سامنے سے گزری ـــــ قربانی کے لیے نشان زدہ اور طرح طرح کے زیورات سے آراستہ ـــــ تو وہ اتنا متاثر ہوا کہ بجائے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جا کر بات کرنے کے سیدھے قریش کے پاس واپس گیا اور ان کو یقین دلایا کہ زائرین کے ارادے کلیتہً پُر امن ہیں۔ مکّے کے لوگوں نے جھنجھلا کر اس سے کہا کہ وہ بس ایک بدوی ہے اور یہ کہ حقیقت حال کی اس کو قطعاً خبر نہیں۔ حکمتِ عملی کے اعتبار سے جیسا کہ جلد ہی ان پر منکشف ہو گیا یہ ایک فاش غلطی تھی۔ لیکن وقت گزر چکا تھا۔ اس نے سخت لہجے میں کہا "اہل قریش، خدا کی قسم ہم اس لیے تمھارے حلیف بننے پر راضی نہیں ہوئے، نہ ہم نے اس رویّہ کی خاطر تم سے معاہدہ کیا ہے۔ کیا وہ شخص جو بیت اللہ کا احترام کرنے آتا ہے، اس کو روک دیا جائے۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے یا تو تم محمدؐ کو وہ کرنے دو جو کرنے وہ آئے ہیں یا میں احابیش میں سے ہر آدمی کو لے کر یہاں سے چلا جاؤں گا؟" انھوں نے کہا، "حلیس ہمارے معاملے میں درگزر سے کام لو۔ جب تک کہ ہم ان شرائط پر سمجھوتہ نہ کرلیں جو ہمارے لیے قابل قبول ہو سکتی ہیں۔"

اس اثنا میں عروہ ثقفی زائرین کے خیموں میں وارد ہو چکا تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گفتگو میں مشغول تھا۔ آپؐ کے سامنے نشست لے کر اس نے ایسا انداز اختیار کرنے سے ابتدا کی جیسے وہ آپؐ کا ہمسر ہو۔ آپؐ کو مخاطب کرنے کے دوران ریش مبارک تک ہاتھ لے گیا لیکن مہاجرین میں سے مغیرہؓ نامی ایک صاحب نے جو پاس ہی کھڑے تھے اس کا ہاتھ اپنی تلوار کے دستے سے ہٹا دیا۔ چند لمحے بعد جب اس نے پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی پر ہاتھ ڈالنے کی جسارت کی تو انھوں نے زیادہ

toobaa-elibrary.blogspot.com



زور سے اس کے ہاتھ پر ٹھوکا مارا اور کہا " رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی سے ہاتھ ہٹا۔ تیری بھی تو بے رکھ ڈاس کو"۔ بعدازاں عروہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مزید بے تکلفی برتنے سے باز رہا۔ آپؐ سے بات کرنے کے بعد بھی وہ کئی گھنٹے پڑاؤ میں ٹھہرا رہا۔ اس نے قریش سے وعدہ کیا تھا کہ وہ ان کا قاصد بھی ہوگا' اور جاسوس بھی۔ چنانچہ ہر ہر بات پر اس کی کڑی نگاہ تھی لیکن جس بات سے وہ سب سے زیادہ متاثر ہوا وہ بات تھی جس کی مثال اس کو کہیں نہ ملی تھی۔ جب وہ مکے واپس ہوا تو اس نے قریش سے کہا "اے لوگو! میں قاصد کی حیثیت سے بادشاہوں کے درباروں میں گیا ہوں۔ قیصر' کسریٰ اور نجاشی کے یہاں ---- میں نے کسی بادشاہ کو نہیں دیکھا کہ اس کے درباری اس کی ایسی عزت کرتے ہوں جیسی محمدؐ کے اصحاب' محمدؐ کی کرتے ہیں۔ وہ کسی بات کا حکم دیتے ہیں تو اس کی بجاآوری میں وہ لفظاً و معناً کوئی کسر نہیں چھوڑتے۔ وہ وضو کرتے ہیں تو وہ اس کے پانی کے لیے جھگڑ بیٹھتے ہیں۔ ان کی موجودگی میں ان کی آواز پست ہوتی ہے۔ وہ نگاہ بھر کر ان کے چہرے پر نظر نہیں ڈالتے۔ نگاہ نیچی رکھتے ہیں۔ انھوں نے خاصی رعایتیں تم کو دی ہیں ان کو قبول کر لو۔"

عروہ ابھی مسلمانوں کے خیموں ہی میں تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ کعب کے خِراش نامی ایک شخص کو اپنے ایک اونٹ پر قاصد کی حیثیت سے قریش کے پاس بھیجا۔ وہ وہاں پہنچا تو عکرمہ نے اونٹ کے گھٹنے کے پیچھے کی موٹی نس کاٹ کر اس کو لنگڑا کر دیا لیکن حُلیس اور اس کے آدمیوں نے مداخلت کی اور قاصد کی جان بچائی اور قریش کو مجبور کیا کہ اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس واپس جانے دیں۔ واپس ہوتے ہی اس نے کہا "اے اللہ کے رسول! کسی ایسے شخص کو بھیجیے (جس کو مکے میں) مجھ سے زیادہ تحفظ حاصل ہو۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرؓ

toobaa-elibrary.blogspot.com



کو طلب کیا۔ انھوں نے کہا کہ قریش اپنے ساتھ ان کی مخاصمت سے بخوبی واقف ہیں اور خود ان کا قبیلہ بنی عدی ایسا طاقت ور نہیں ہے کہ ان کو تحفظ دے سکے۔ انھوں نے کہا۔ "لیکن میں ایک ایسا آدمی بتاؤں گا جو مکے میں مجھ سے زیادہ طاقتور ہے۔ قرابت دار بھی زیادہ رکھتا ہے اور اس کو بہتر تحفظ حاصل ہے۔ عثمانؓ ابن عفانؓ۔" چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمانؓ کو بھیجا۔ عبدشمس کے ان کے قرابت داروں اور دوسروں نے بڑی خندہ پیشانی سے ان کو خوش آمدید کہا اور ہر چند کہ انھوں نے اپنے انکار کا اعادہ کیا کہ وہ ان لوگوں میں سے کسی کو بھی جو اس وقت حدیبیہ میں تھے۔ کعبے کے قریب نہ آنے دیں گے مگر ذاتی طور پر انھیں طواف کی اجازت دینے کی پیش کش کی جس کو قبول کرنے سے خود عثمانؓ نے انکار کر دیا۔ قریش اسی سہولت کی پیش کش کے ساتھ ابن اُبَی کو بھی پیغام بھیج چکے تھے لیکن اس نے جواب دیا "جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طواف نہ فرمالیں' میں طواف نہ کروں گا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع دی گئی اور آپ اس اطلاع سے خوش ہوئے۔

---

## حوالہ جات، حواشی، تشریحات :

ڈ ابن اسحٰق : ۱/۷ ، واقدی : ۵۸۸

ڈ واقدی : ۵۸۹

ڈ بخاری : ۱۵/۵۴ ، واقدی : ۷۰-۵۹۳

toobaa-elibrary.blogspot.com


باب - ۶۷

# فتح مبین

یہ واقعہ عثمانؓ کی غیر حاضری میں پیش آیا جب وہ مکے میں تھے کہ آپؐ کے اوپر اسی قسم کی کیفیت طاری ہوئی' جیسی نزول وحی کے وقت طاری ہوا کرتی تھی اس فرق کے ساتھ کہ آپؐ کے سارے قویٰ پر آپؐ کو پورا قابو حاصل تھا آپؐ نے صحابہؓ میں سے ایک صاحب کو ہدایات دیں اور انھوں نے پڑاؤ میں جا کر اعلان کیا کہ روح امین حاضر ہوئے ہیں رسول کی خدمت میں اور انھوں نے بیعت کا حکم دیا ہے

toobaa-elibrary.blogspot.com



اس لیے اللہ کا نام لے کر آتے جاؤ اور بیعت کرو"۔ اس اثنا میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک ببول کے درخت کے نیچے تشریف فرما ہو گئے تھے۔ یہ درخت سرسبز تھا اور اس کی بہار کی کونپلیں پتوں کی شکل اختیار کر رہی تھیں۔ صحابہ ایک ایک کر کے آئے اور انھوں نے آپ سے بیعت کی۔ آپ کی خدمت میں جو صاحب سب سے پہلے پہنچے وہ سنانؓ تھے۔ وہ اسی قبیلے سے تعلق رکھتے تھے جس سے جحش کے خاندان کا تعلق تھا یعنی بنو اسد ابن خزیمہ ــــ اعلان کرنے والے نے بیعت کی نوعیت کی صراحت نہیں کی تھی۔ اس لیے سنان نے عرض کیا کہ "اے اللہ کے رسولؐ میں بیعت کرتا ہوں اس بات پر جو آپ کے دل میں ہے۔ دوسروں نے بھی اسی انداز سے بیعت کی۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، "میں عثمانؓ کی جانب سے بیعت کرتا ہوں۔ اس کے بعد آپ نے اپنا بایاں ہاتھ اپنے داماد کے ہاتھ کی حیثیت سے آگے بڑھایا آپ نے اپنے دائیں ہاتھ سے اس کو پکڑ کر بیعت کی۔ صرف ایک شخص ایسا تھا جو اعلان کرنے والے کی پکار کا جواب دینے سے قاصر رہا اور وہ تھا منافق جد ابن قیس جو اپنے اونٹ کے پیچھے چھپ گیا لیکن پھر بھی دیکھ لیا گیا۔

اب قریش نے سہیل کو معاہدۂ صلح کی تکمیل کے لیے بھیجا اور اس کے ساتھ اس کے دو ہم قبیلہ مکراز اور حویطب تھے۔ ان لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کی اور صحابہؓ زیر بحث شق سے اتفاق مشکل یا آسان ہونے کے اعتبار سے آواز کو بلند یا پست ہوتے سن رہے تھے جب وہ بالآخر ایک سمجھوتے پر پہنچ گئے، تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے علیؓ کو حکم دیا کہ اس کو ضبط تحریر میں لے آئیں اور تحریر کو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے شروع کریں لیکن سہیل نے اعتراض کیا "جہاں تک رحمٰن کا تعلق ہے میں نہیں جانتا وہ کون ہے بلکہ لکھو باسمک اللّٰھم، جیسا کہ تمھارا لکھنے کا پہلے معمول تھا۔ کچھ صحابہؓ نے کہا "ہم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے علاوہ کچھ

toobaa-elibrary.blogspot.com



اور نہ لکھیں گے۔" لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو نظر انداز کیا اور فرمایا لکھو باسمک اللّٰھم اور آپ شرائط ملاحظہ فرماتے رہے۔ "یہ صلح نامے کی شرائط ہیں محمد رسول اللہ اور سہیل ابن عمرو کے مابین" لیکن سہیل نے پھر احتجاج کیا۔ اس نے کہا "اگر ہم جانتے کہ تم اللہ کے رسول ہو تو ہم نے تم کو بیت اللہ کی زیارت سے نہ روکا ہوتا نہ تم سے جنگ کی ہوتی بلکہ لکھو "محمد ابن عبداللہ"۔ علیؓ رسول اللہ لکھ چکے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے فرمایا کہ ان الفاظ کو قلم زد کر دیں لیکن انھوں نے عرض کیا کہ وہ ایسا نہیں کر سکتے۔ اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کہا کہ زیر بحث الفاظ کی انگلی سے نشان دہی کر دیں اور آپ نے خود ان کو قلم زد کر دیا۔ پھر آپ نے ان سے کہا اس جگہ ابن عبداللہ لکھ دیں۔ انھوں نے ارشاد کی تعمیل کی۔

دستاویز کی تحریر جاری رہی "ان لوگوں نے باہم اتفاق کیا ہے کہ دس سال تک جنگ سے باز رہیں گے۔ اس مدت میں لوگ محفوظ ہوں گے اور ایک دوسرے پر تشدد کے لیے ہاتھ نہ اٹھائیں گے اس شرط کے ساتھ کہ قریش کا جو آدمی سرپرست کی اجازت کے بغیر محمدؐ کے پاس آئے گا محمدؐ اس کو انھیں واپس کر دیں گے لیکن محمدؐ کے اصحاب میں سے کوئی قریش کے پاس آئے گا تو واپس نہ کیا جائے گا۔ کوئی چال بازی یا خفیہ کارروائی نہ کی جائے گی۔ جو کوئی محمدؐ سے اتحاد کرنا چاہے گا کر سکے گا۔ جو قریش سے حلیفانہ تعلقات قائم کرنے کا خواہش مند ہو گا اس کو اس کی آزادی ہو گی۔ پڑاؤ میں اس وقت خزاعہ کے کچھ سربرآوردہ لوگ موجود تھے جو زائرین سے ملنے آئے تھے۔ دوسری جانب قبیلۂ بکر کے ایک یا دو نمائندے سہیل کے پیچھے پیچھے آگئے تھے۔ اس موقع پر خزاعہ کے لوگ اچھل کر کھڑے ہو گئے اور انھوں نے کہا "ہم محمدؐ کے ساتھ ہیں۔ ان کے معاہدے میں بھی اور ان سے تعلق میں بھی"۔ اس پر بکر کے لوگوں نے کہا "ہم قریش کے ساتھ ہیں ان کے معاہدے میں بھی اور ان سے تعلق

toobaa-elibrary.blogspot.com



میں بھی۔ اور دونوں قبائل کے سرداروں نے بعد میں اس معاہدے کی توثیق بھی کر دی۔ صلح نامہ ان الفاظ پر ختم ہوا: "تم محمدؐ اس سال واپس جاؤ گے اور مکے میں ہماری موجودگی میں ہماری مرضی کے خلاف داخل نہ ہو گے لیکن آنے والے سال ہم مکہ چھوڑ کر چلے جائیں گے اور تم اپنے اصحابؓ کے ساتھ اس میں داخل ہو گے۔ تین دن قیام کرو گے۔ تمہارے ساتھ سوائے ان اسلحوں کے جو ایک مسافر رکھتا ہے کوئی اسلحہ نہ ہو گا۔ تلواریں نیام میں ہوں گی۔"۵۸

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خواب کی بنیاد پر صحابۂ کرامؓ کو یقین تھا کہ ان کی (عمرہ کی) یہ مہم کامیابی سے ہمکنار ہو گی۔ لیکن جب انھوں نے صلح نامے کے شرائط سنے تو انھیں اندازہ ہوا کہ حرم کے بالکل قریب پہنچ کر مراسم حج میں سے کوئی بھی ادا کیے بغیر انھیں گھر واپس ہونا پڑے گا۔ یہ بات قطعاً قابل برداشت نہ تھی ـــــ لیکن اس سے بھی زیادہ تکلیف دہ صورتِ حال اس وقت پیش آئی جب وہ بیزاری اور طوفاں خیز سکوت کے عالم میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں زنجیروں کی کھڑکھڑاہٹ سنائی دی۔ اور ایک نوجوان جس کے پیروں میں بیڑیاں تھیں لڑکھڑاتا ہوا پڑاؤ میں داخل ہوا۔ یہ ابوجندلؓ تھے۔ سہیل کے کم سن بیٹوں میں سے ایک۔ ان کے باپ نے ان کے داخل اسلام ہونے کے باعث انھیں قید کر رکھا تھا اس خطرے سے کہ وہ بھاگ کر مدینے پہنچ جائیں گے۔ ان کے بڑے بھائی عبداللہؓ جو زائرین میں شامل تھے انھیں خوش آمدید کہنے ہی والے تھے کہ سہیل نے ان کی گردن میں پڑی ہوئی زنجیر کو لے کر ان کے چہرے پہ ایک زوردار ضرب لگائی پھر اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب رخ کیا اور کہا "اس شخص کے تمہارے پاس آنے سے پہلے ہمارا صلح نامہ مکمل ہو چکا ہے۔" آپ نے فرمایا "یہ بات سچ ہے۔" سہیل نے کہا "تب اس کو ہمیں واپس کر دو۔" ابوجندلؓ نے اپنی پوری طاقت سے بلند آواز میں پکار

toobaa-elibrary.blogspot.com



کر کہا "کیا مجھے بت پرستوں کے پاس واپس کر دیا جاتا ہے تاکہ وہ میرے دین کی وجہ سے مجھے اذیت دیں؟" نبی صلی اللہ علیہ وسلم سہیل کو ایک طرف لے گئے، اور اس سے خواہش کی کہ اتنی مہربانی کرے کہ اپنے بیٹے کو آزاد کر دے لیکن سہیل ٹس سے مس نہ ہوا اور اس نے انکار کر دیا۔ اس کے ساتھی قاصد مکرز اور حویطب ابھی تک خاموش تھے لیکن یہ محسوس کر کے کہ صلح کی ابتدا ہی میں یہ حادثہ نامبارک ہے انھوں نے مداخلت کی اور کہا "اے محمدؐ ہم تمھاری جانب سے اس کو اپنی امان دیتے ہیں۔" اس کا مطلب تھا کہ وہ ابوجندلؓ کو اپنے یہاں مقیم رکھیں گے ان کے باپ سے دور ــــ اور انھوں نے اپنا وعدہ پورا کیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "صبر کرو ابوجندلؓ، اللہ یقیناً تم کو اور ان سب کو جو تمھارے ساتھ ہیں راحت دے گا اور نکلنے کی راہ پیدا کرے گا۔ ہم نے ان لوگوں کے ساتھ ایک صلح نامے کی شرط پر اتفاق کر لیا ہے اور ان سے ایک پختہ عہد کر لیا ہے جیسا کہ انھوں نے ہمارے ساتھ کیا ہے اور اب ہم اپنی بات سے نہ پھریں گے۔"

اس موقع پر عمرؓ اپنے کو مزید قابو میں نہ رکھ سکے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور کہا "کیا آپ اللہ کے رسول نہیں ہیں؟" آپ نے جواب دیا "ہاں۔" انھوں نے کہا "کیا ہم حق پر نہیں ہیں اور ہمارے دشمن باطل پر؟" اب پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اثبات میں جواب دیا۔ عمرؓ نے کہا "پھر ہم کیوں اپنے دین کے عز و وقار کے منافی ذلیل طریقے سے دب جائیں؟" نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جواب میں فرمایا "میں اللہ کا رسول ہوں۔ میں اس کی نافرمانی نہ کروں گا۔ وہ مجھے فتح سے ہمکنار کرے گا۔" عمرؓ اپنی بات پر اڑے رہے "کیا آپ نے ہم کو نہیں بتایا تھا کہ ہم بیت اللہ تک جائیں گے اور اس کا طواف کریں گے؟" نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ہاں ایسا ہی کہا تھا لیکن کیا میں نے یہ کہا تھا ہم اسی سال جائیں گے؟" عمرؓ نے تسلیم کیا کہ

toobaa-elibrary.blogspot.com



آپ نے یہ نہیں فرمایا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "یقیناً تم بیت اللہ تک جاؤ گے اور اس کا طواف کرو گے۔" لیکن عمرؓ اب بھی غم و غصے سے تحلس رہے تھے وہ ابوبکرؓ کے پاس گئے کہ ان کے جذبات کو مزید برانگیختہ کریں۔ انھوں نے ٹھیک وہی سوالات تقریباً سب کے سب ان سے بھی کیے جو انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کیے تھے لیکن ابوبکرؓ نے حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جوابات نہیں سنے تھے لیکن انھوں نے ہر سوال کا جواب وہی اور ٹھیک انہی الفاظ میں دیا جن الفاظ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا تھا اور آخر میں یہ اضافہ بھی کیا "ان کے رکاب سے چمٹے رہو کر بخدا وہ حق پر ہیں۔" اس طرز عمل نے عمرؓ کو متاثر کیا اور ہر چند کہ ان کی آتش غضب سرد نہ پڑی لیکن پھر انھوں نے اس معاملے کا ذکر نہ چھیڑا اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں صلح نامے پر اپنے دستخط ثبت کرنے کے لیے طلب کیا تو انھوں نے بے چون و چرا دستخط کر دیے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سہیل کے بیٹے عبداللہؓ سے بھی کہا کہ وہ بھی اپنے دستخط کر دیں۔ مسلمانوں میں سے دوسرے اشخاص جنھوں نے اس دستاویز پر دستخط کیے تھے وہ تھے علیؓ ابوبکرؓ، عبدالرحمٰنؓ ابن عوف اور محمودؓ ابن مسلمہ

ایسا معلوم ہوتا تھا عام تلخی اور بیزاری پر قابو پا لیا گیا ہے لیکن جب سہیل اور دوسرے لوگ اشکبار ابو جندلؓ کو لے کر پڑاؤ سے چلے گئے، تو لوگوں کے جذبات میں پھر ہیجان برپا ہوا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں کے ساتھ جنھوں نے دستاویز پر دستخط کیے تھے کچھ فاصلے پر الگ کھڑے تھے۔ اب آپ ان کو وہیں چھوڑ کر زائرین کے اصل مجمع کی طرف تشریف لے گئے۔ آپ نے فرمایا "اٹھو اور جانوروں کی قربانی کرو اور اپنے بال ترشواؤ۔" ایک آدمی بھی اپنی جگہ سے نہ ہلا۔ آپ نے یہی بات دوسری اور تیسری بار فرمائی لیکن وہ حیران اور ششدر خاموشی سے آپ کو تکتے رہے جیسے انھیں کچھ نظر ہی

toobaa-elibrary.blogspot.com



نہ آرہا ہو۔ یہ ان کی جانب سے سرکشی کا مظاہرہ نہیں تھا۔ بلکہ واقعات نے ایسا پلٹا کھایا تھا کہ ان کی ساری امیدیں خاک میں مل گئی تھیں اور اب وہ ایک ایسے کام کے کرنے کا ــــ جس کو وہ جانتے تھے کہ رسم و روایت کے اعتبار سے درست نہیں ہے ــــ حکم پاکر سچ مچ مخمصے میں گرفتار تھے۔ کیونکہ ابراہیم علیہ السلام کی روایت کے مطابق قربانی حدود حرم میں کی جانی چاہیے تھی اور یہی معاملہ سر منڈانے کا بھی تھا۔ بایں ہمہ ان کی بظاہر نافرمانی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو الجھن میں ڈال دیا۔ آپ اپنے خیمے میں تشریف لے گئے اور جو واقعہ پیش آیا تھا ام سلمہؓ سے بیان کیا۔ انھوں نے کہا "آپ باہر تشریف لے جائیے اور جب تک اپنے اونٹوں کی قربانی نہ کر لیجیے کسی شخص سے ایک لفظ نہ کہیے۔" چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس اونٹ کے پاس گئے جس کو خود آپ نے نشان زد کیا تھا اور زور سے تکبیر کہتے ہوئے اتنی بلند آواز میں کہ لوگ سن سکیں آپ نے اس کی قربانی کی۔ بسم اللہ، اللہ اکبر کی آواز سنتے ہی لوگ اچھل کر کھڑے ہوگئے اور اپنے اونٹوں کی قربانیاں کرنے کے لیے دوڑ پڑے۔ اطاعت کی ان کو ایسی دھن تھی کہ وہ ایک دوسرے پر گرے پڑتے تھے اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خراشؓ ــــ وہ شخص جس کو آپ نے عثمانؓ سے پہلے مکہ بھیجا تھا ــــ کو اپنا سر منڈانے کے لیے آواز دی تو بہت سے اصحابؓ نے ایسے زور و شور سے ایک دوسرے کے سر مونڈنے شروع کیے کہ ام سلمہؓ کو ڈر لگا ــــ جیسا کہ انھوں نے بعد کے دنوں میں بتایا ــــ کہ کہیں ان لوگوں کو مہلک زخم نہ لگ جائے لیکن کچھ لوگ ایسے تھے جنھوں نے اپنے بالوں کی کچھ لٹیں کاٹ لیں اس لیے کہ وہ جانتے تھے کہ متبادل صورت کی حیثیت سے روایتی طور پر یہ ایک قابل قبول عمل ہے۔ اس اثناء میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم خراشؓ کے ساتھ اپنے خیمے میں تشریف لے جاچکے تھے اور جب مناسک ادا ہو چکے تو آپ حجامت شدہ سر کے ساتھ دروازے

toobaa-elibrary.blogspot.com



پر کھڑے ہوئے اور فرمایا "اللہ رحم فرمائے سر منڈانے والوں پر" اس پر ان لوگوں نے جنھوں نے اپنے بال کاٹے تھے (سر نہ منڈایا تھا) احتجاج کیا "اے اللہ کے رسولؐ اور اپنے بال کاٹنے والوں پر" لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وہی بات دہرائی جو آپؐ نے پہلے فرمائی تھی (اللہ رحم فرما اپنا سر منڈانے والوں پر) اب احتجاج میں آوازیں بلند تر ہوئیں پھر دوسری اور تیسری بار بلند آواز میں احتجاج کے بعد آپؐ نے اضافہ فرمایا "اب اپنے بال کاٹنے والوں پر"۔ بعد میں جب آپؐ سے دریافت کیا گیا کہ آپؐ نے پہلے صرف بال منڈانے والوں پر ہی رحمت کی دعا کیوں فرمائی تھی تو آپؐ نے جواب دیا "کیونکہ وہ شک میں مبتلا نہ تھے"!

اپنے خیمے میں واپس آکر آپؐ نے اپنے گھنے کالے بال زمین سے اکٹھا کیے اور قریب کے ایک "چھوٹی موئی" کے درخت پر پھینک دیئے۔ یہ دیکھ کر لوگوں نے اس درخت کے گرد بھیڑ لگا دی۔ ہر ایک ٹوٹ پڑا کہ جتنے زیادہ سے زیادہ موئے مبارک حاصل کر سکے باعث برکت ہوگا۔ نسیبہ مردوں سے پیچھے نہ رہیں اور انھوں نے بھی درخت تک راہ پیدا کر لی اور کچھ لٹیں جھپٹ لینے میں کامیاب ہوگئیں۔ ان لٹوں کو ایک بیش قیمت ملکیت کی حیثیت سے مرتے دم تک انھوں نے اپنے پاس رکھا۔

خیمہ گاہ کے پورے میدان میں زائرین کے بال ہی بال بکھرے پڑے تھے لیکن یکبارگی ہوا کا ایک طاقتور جھونکا آیا اور بالوں کو زمین سے اٹھا کر مکے کی جانب لے اُڑا اور انھیں حرم کے علاقے میں پہنچا دیا اور ہر شخص نے یہ خیال کر کے کہ یہ بات اس کی علامت تھی کہ ان کی نیت کے باعث اللہ نے ان کی زیارت کو قبول کر لیا ہے اور اب ان کی سمجھ میں آیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کیوں انھیں قربانی کرنے کو کہا تھا۔

toobaa-elibrary.blogspot.com



مدینے کے لیے واپسی سفر پر روانہ ہو چکنے کے بعد عمرؓ کے ضمیر نے ان کے اندر خلش پیدا کرنی شروع کر دی اور ان کی فکر مندی اس وقت بہت زیادہ بڑھ گئی جب وہ سواری پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوئے اور آپؐ سے بات چیت کے خواہش مند تھے لیکن انھیں معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نمایاں طور پر اُن سے دور رہ رہے ہیں اور محتاط ہیں۔ عمرؓ اپنے دل میں یہ کہتے ہوئے آگے نکل گئے کہ "اے عمر! اپنی ماں کو بیٹے کا ماتم کرنے دے۔" انھوں نے بعد میں برسبیل تذکرہ بتایا کہ وہ بڑی اذیت میں مبتلا تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معقولیت پر چون وچرا کر کے وہ ڈرتے تھے کہ کہیں خاص طور پر ان کی مذمت میں وحی نہ نازل ہو جائے۔ ان کا خوف نقطۂ عروج پر پہنچ گیا جب انھوں نے اپنے پیچھے ایک چھلانگ بھرتے ہوئے گھوڑے کی ٹاپوں کی آواز سنی اور سوار نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں انھیں واپس طلب کیا لیکن ان کی اذیت ایک لمحے میں کافور ہو گئی، جب انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے کو خوشی سے چمکتے دیکھا۔ آپؐ نے فرمایا "مجھ پر ایک سورۃ نازل ہوئی ہے جو مجھے زیر آفتاب ہر شے سے زیادہ عزیز ہے۔" وحی نے بعد میں کسی شک کی گنجائش نہ چھوڑی کہ وہ مہم جس سے وہ واپس ہو رہے تھے اس کو فتح مندانہ مہم سمجھا جانا چاہیئے۔ کیونکہ اس کی ابتدا ان الفاظ سے ہوئی ہے۔ "ہم نے تم کو کھلی فتح عطا کر دی ہے۔"[۳] اس سورۃ میں بیعت رضوان کا بھی تذکرہ ہے۔ "اللہ مومنوں سے خوش ہو گیا جب وہ درخت کے نیچے تم سے بیعت کر رہے تھے۔ ان کے دلوں کا حال اس کو معلوم تھا اس لیے اس نے ان پر سکینت نازل فرمائی۔ ان کو انعام میں قریبی فتح بخشی"[۴] خوشنودی جس کا حوالہ دیا گیا ہے رضوان کے وعدے سے کم نہیں ہے[۵]۔ اس کے لیے جس نے اپنی بیعت کا حق ادا کیا ہے۔ اس لیے یہ اچھی بیعت 'بیعتِ رضوان' کے نام سے جانی گئی۔

toobaa-elibrary.blogspot.com



ایک دوسری آیت میں سکینہ کا ذکر کیا گیا ہے[۶] "وہی ہے جس نے اہل ایمان کے دلوں میں سکینت نازل فرمائی تاکہ وہ اپنے ایمان کے ساتھ ایک ایمان اور بڑھالیں ..... تاکہ مومن مردوں اور عورتوں کو ہمیشہ رہنے کے لیے ایسی جنتوں میں داخل فرمائے جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی اور ان کی برائیاں اُن سے دور کر دے۔ اللہ کے نزدیک یہ بڑی کامیابی ہے"[۷]

نبیؐ کا خواب جس نے مہم کی تحریک پیدا کی تھی اس کی جانب اشارہ یوں کیا گیا ہے:
"فی الواقع اللہ نے اپنے رسول کو سچا خواب دکھایا تھا جو ٹھیک ٹھیک حق کے مطابق تھا۔ انشاء اللہ تم ضرور مسجد حرام میں پورے امن کے ساتھ داخل ہوگے اپنے سر منڈاؤ گے اور بال ترشواؤ گے اور تمہیں کوئی خوف نہ ہوگا وہ اس بات کو جانتا تھا جس کو تم نہ جانتے تھے اس لیے وہ خواب پورا ہونے سے پہلے اس نے یہ قریبی فتح تم کو عطا کر دی"[۸]

## حوالہ جات، حواشی، تشریحات:

| | | | |
|---|---|---|---|
| ۱ | واقدی: ۶۰۴ | ۳ | ۴۸: ۱ |
| ۲ | ابن اسحٰق: ۸-۷۴۷ | ۴ | ۴۸: ۱۸ |

۵ اصل تصنیف کے صفحہ ۵۹۰ پر مسلم کی ایک حدیث نقل کی گئی ہے جو اللہ اور اہل جنت کے مکالمے پر مشتمل ہے اس میں اللہ فرماتا ہے "میں تم پر اپنا رضوان نازل کروں گا۔ پھر ایک دوسری حدیث کے حوالے سے رضوان کی تعبیر و تشریح جو اسی مقام پر ملاحظہ کی جانی چاہیے۔

۶

۷ ۴۸: ۴-۵

۸ ۴۸: ۲۷

toobaa-elibrary.blogspot.com


باب - ۶۸

# حدیبیہ کے بعد

ابو بصیر ایک نوجوان تھے جن کا تعلق بنی ثقیف سے تھا۔* ان کے خاندان نے طائف سے آکر بنی زہرہ کے حلیف کی حیثیت سے مکے میں سکونت اختیار کرلی تھی۔ وہ مسلمان ہوگئے تھے اس لیے ان کے خاندان والوں نے ان کو قید کردیا تھا لیکن وہ بچ نکلے اور انھوں نے پیدل ہی مدینے کی راہ لی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حدیبیہ سے واپس ہونے کے تھوڑے ہی دنوں بعد مدینے جا پہنچے۔ وہ مدینہ

toobaa-elibrary.blogspot.com



پہنچے ہی تھے کہ قریش کا ایک قاصد ان کی واپسی کا مطالبہ کرنے آگیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جیسے ابو جندلؓ کو تسلی دی تھی ان کو بھی تسلی دی اور وضاحت فرمائی کہ آپؐ صلح نامے کی رو سے اس بات کے پابند ہیں کہ ان کو قاصد کے حوالے کر دیں۔ صحابہ بشمول عمرؓ آپؐ کے صلح نامے کی شرائط سے کم و بیش مطمئن تھے۔ اس لیے جب ابوبصیرؓ کو قریش کا آدمی اور آزاد کردہ غلام جس کو وہ اپنے ساتھ مدد کے لیے لایا تھا لے جانے لگے تو مہاجرین اور انصار نے جو موجود تھے سنجیدگی سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ دہرائے۔ "خوش رہو! اللہ یقیناً تمھارے نکلنے کی راہ پیدا کرے گا۔"

ان کی امیدیں توقع سے پہلے پوری ہوئیں۔ اپنی نوعمری کے باوجود ابوبصیر سوجھ بوجھ کے آدمی تھے اور پہلے ہی مرحلے میں کسی ترکیب سے انھوں نے قاصد کی تلوار حاصل کر لی اور اس کو قتل کر دیا۔ کوثر نامی آزاد کردہ شخص نے یہ دیکھا تو سر پر پاؤں رکھ کر مدینے کی سمت بھاگ نکلا۔ مدینے پہنچ کر وہ مسجد میں داخل ہوا۔ کسی نے اس کو روکا ٹوکا نہیں۔ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں پر گر پڑا۔ اتفاق سے آپؐ وہاں موجود تھے۔ آپؐ نے اس کو قریب آتے دیکھ کر فرمایا "اس شخص نے کوئی ہیبت ناک منظر دیکھا ہے۔" کوثر نے ہانپتے کانپتے بتایا کہ اس کا ساتھی قتل کر دیا گیا اور قریب تھا کہ وہ بھی قتل کر دیا جاتا۔ ابھی یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ ابوبصیر ہاتھ میں ننگی تلوار لیے نمودار ہوئے۔ انھوں نے کہا "اللہ کے رسولؐ آپ کی ذمہ داری پوری ہو چکی۔ آپؐ نے مجھے واپس کر دیا۔ اللہ نے مجھے آزادی دے دی۔" نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "افسوس اس کی ماں کے لیے کیسا آتشیں انسان ہے۔ کاش اس کے ساتھ کچھ اور لوگ ہوتے۔" لیکن اگر قریش ان کی واپسی کے مطالبے کے ساتھ مزید قاصد بھیجتے تو آپؐ پابند تھے کہ ان کا مطالبہ پورا کریں جیسا کہ آپؐ نے پہلی بار کیا تھا۔ اس قسم کا خیال بہر حال ابوبصیرؓ

toobaa-elibrary.blogspot.com



کے دماغ سے دور تھا۔ انھوں نے صلاح دی کہ مردہ شخص کی زرہ اور اسلحہ اور اونٹ مالِ غنیمت قرار دیا جائے اور پانچ حصوں میں تقسیم کر کے ضابطے کے مطابق بانٹ دیا جائے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اگر میں نے ایسا کیا تو وہ کہیں گے کہ میں نے وہ شرائط پوری نہیں کیں جن کے پورا کرنے کا میں نے عہد کیا تھا۔" پھر دو مکی باشندوں میں سے باقی رہ جانے والے ہیبت زدہ شخص کی جانب آپؐ نے رُخ کیا اور فرمایا "تمھارے ساتھی سے جو مال لوٹا گیا ہے وہ تمھارا مسئلہ ہے۔" پھر ابو بصیرؓ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا "اس شخص کو تم ان لوگوں کے پاس لے جاؤ۔" کوثر کے چہرے کا رنگ زرد پڑ گیا۔ "اے محمدؐ میری جان قیمتی ہے۔ میری جسمانی طاقت اس کے لیے کافی نہیں ہے۔ نہ میں دو آدمیوں کے ہاتھ رکھتا ہوں۔" مسلمانوں نے اپنی ذمہ داری پوری کر دی تھی لیکن قریش کے نمائندے نے قیدی کو حراست میں لینے سے انکار کر دیا۔ اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ابو بصیرؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا "تم جاؤ جہاں تمھارا جی چاہے۔"

انھوں نے ساحل بحر احمر کی راہ لی۔ ان کے کانوں میں اب بھی یہ الفاظ گونج رہے تھے "کاش اس کے ساتھ اور بھی لوگ ہوتے۔" انھوں نے ہی تنہا اس ڈھکی چھپی اجازت اور ہدایت کو نوٹ نہیں کیا تھا۔ عمرؓ نے بڑے غور سے وہ سب دیکھا تھا جو پیش آیا تھا۔ انھوں نے کسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ الفاظ مکّے کے مسلمانوں تک پہنچا دیے۔ ساتھ ہی ابو بصیرؓ کی قیام گاہ کا پتہ بھی بتا دیا تھا جو انھیں ساحلی قبائل کے دوستانہ روابط رکھنے والے اشخاص کے ذریعہ جو مدینے آئے معلوم ہو چکا تھا۔ سہیل کے بیٹے ابو جندلؓ کی اب مہبت کڑی نگرانی ان کو امان دینے والوں کی جانب سے نہیں ہو رہی تھی جیسا کہ ان کے باپ کی جانب سے ہوتی تھی اور صلح نامے نے مکّے میں جو کسی کو ـــــ عام طور پر جو نوجوان مسلم قیدیوں کی ہوتی تھی ـــــ ڈھیلا کر دیا تھا۔ کیونکہ محمدؐ نے یہ ثابت کر دیا تھا کہ اگر وہ بچ کر

toobaa-elibrary.blogspot.com



مدینے پہنچیں گے تو محمدؐ اپنی بات پر قائم رہیں گے اور ان کو واپس کردیں گے۔
چنانچہ ابوجندلؓ، ابوبصیرؓ کے پاس جا پہنچے اور دوسرے نوجوانوں نے بھی بشمول خالد کے بھائی ولیدؓ کے یہی کیا۔ ابوبصیرؓ نے حکمت عملی کے اعتبار سے ایک موزوں جگہ پر ان سب کی چھاؤنی قائم کردی۔ یہ جگہ شام کو جانے والے تجارتی کے کاروان تجارت کے راستے پر تھی۔ سبھوں نے ان کو سربراہ مان لیا۔ وہ نماز کی امامت کرتے تھے اور ان کو دین کے مختلف پہلوؤں اور اعمال سے متعلق مسائل کے بارے میں ہدایات دیتے تھے۔ کیونکہ ان میں کئی ایسے تھے جو چند ہی دنوں قبل مسلمان ہوئے تھے اور وہ ان کی بڑی عزت کرتے تھے اور برضا ورغبت ان کی اطاعت کرتے تھے۔ قریش بہت خوش تھے کہ شمال کی جانب ان کے پسندیدہ راستے پر اب پھر امن قائم ہوگیا لیکن ستر سے کم نوجوان نہ تھے جو ابوبصیرؓ کی چھاؤنی میں جا ملے تھے اور اب وہ قافلوں کے لیے آفت بن گئے تھے۔ بالآخر جب وہ بہت سی جانیں گنوا چکے اور خاصا سامان تجارت لٹا چکے تو قریش نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خط لکھا کہ ان "رہزنوں" کو اپنی جماعت میں لے لیں اور وعدہ کیا کہ وہ ان کی مکہ واپسی کا مطالبہ نہ کریں گے۔ چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبصیرؓ کو لکھا کہ وہ اب اپنے ساتھیوں کے ساتھ مدینہ آسکتے ہیں لیکن اس اثنا میں نوجوان قائد شدید طور پر بیمار پڑ چکا تھا اور جب خط پہنچا تو موت اس کے سرہانے کھڑی تھی۔ انھوں نے خط کو پڑھا اور اس کو اپنے ہاتھوں میں لیے اپنے خالق سے جا ملے۔ ان کے ساتھیوں نے ان کی نماز جنازہ ادا کی۔ ان کو دفن کیا اور ان کے مدفن کے قریب ہی ایک مسجد تعمیر کردی۔ پھر وہ وہاں سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری کی خاطر مدینے کے لیے روانہ ہوگئے۔[۳]

وہ جب مدینے کے مضافات میں آتش فشانی چٹانوں کے پاس پہنچے تو ولیدؓ

toobaa-elibrary.blogspot.com



کے اونٹ نے ٹھوکر کھائی اور انھیں گرا دیا۔ اس افتاد کے نتیجے میں ان کی انگلی ایک پتھر سے کٹ گئی۔ اس انگلی پر پٹی باندھتے ہوئے اور اپنی انگلی کو خطاب کرتے ہوئے انھوں نے شعر کہا ؎

تو تو محض ایک انگلی ہے جس سے خون جاری ہے
اللہ کی راہ میں تو کوئی زخم لگا نہیں

لیکن کٹی ہوئی انگلی کا زخم سڑ گیا اور مہلک ثابت ہوا۔ تاہم مرنے سے پہلے بہرحال وہ اپنے بھائی خالد کو ایک خط لکھ سکے جس میں انھوں نے ان پر زور دیا کہ وہ اسلام میں داخل ہو جائیں۔

صرف ایک مسلمان خاتون اس موقع پر مکے سے فرار ہوئیں اور مدینے میں انھوں نے پناہ لی اور یہ تھیں عثمانؓ کی سوتیلی بہن ام کلثومؓ۔ ان کی ماں اروی اور عقبہ کی بیٹی ــــ عقبہ کو بدر سے واپس ہوتے ہوئے قتل کر دیا گیا تھا ــــ لیکن اب ایک وحی نازل ہوئی جس میں مسلمان عورت کو کفار کے پاس واپس کرنے کی ممانعت کر دی گئی تھی۔ اس لیے جب ام کلثومؓ کے دو حقیقی بھائی ان کو واپس لینے آئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں واپس نہیں کیا اور قریش نے بغیر احتجاج کیے آپ کے انکار کو قبول کر لیا۔ صلح نامے میں عورتوں کا ذکر نہ تھا۔ پھر زیدؓ، زبیرؓ اور عبدالرحمٰنؓ ابن عوف نے اُن سے شادی کی خواہش کی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو صلاح دی کہ زیدؓ سے شادی کر لیں۔ انھوں نے اس مشورے پر عمل کیا۔

حدیبیہ کی صلح کے بعد کے مہینے میں عائشہؓ اور ان کے باپ کو ایک بڑے سانحے سے دوچار ہونا پڑا جو بعد میں ایک بڑے انبساط کا سبب بھی بن گیا اُم رومانؓ بیمار پڑیں اور ان کا انتقال ہو گیا۔ وہ بقیع میں مدفون ہوئیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی نماز جنازہ کی امامت فرمائی اور ان کی قبر میں اُترے۔ ان کے

toobaa-elibrary.blogspot.com



انتقال کی خبر مکے پہنچی ہی تھی۔ ان کے بیٹے عبد الکعبہ نے یہ خبر سنی۔ ممکن ہے کہ ان کے غم و الم نے ایک ایسے اقدام کی تحریک کی ہو جس کے بارے میں ــــ بلاشبہ ــــ وہ کچھ دنوں سے سوچ رہے تھے۔ جو بات بھی رہی ہو۔ بہر حال ان کی ماں کی موت پر زیادہ دن نہ گزرے تھے کہ وہ مدینے آئے اور اسلام میں داخل ہو گئے۔ انھوں نے بیعت کی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام بدل کر عبد الرحمٰن رکھ دیا۔

اس زمانے میں وہی ایک نو مسلم نہ تھے۔ ہفتوں اور مہینوں کے گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ بات واضح تر ہوتی گئی کہ قرآن نے اس صلح کو "فتح مبین" کا نام کیوں دیا۔ مکے اور مدینے کے باشندے اب ایک دوسرے سے بے خوف اور مطمئن مل سکتے تھے اور باہم آزادانہ گفتگو کر سکتے تھے۔ اگلے دو سال کے دوران اسلامی جماعت کی تعداد دوگنی سے زیادہ ہو گئی۔

زیارت سے واپس آنے کے فوراً بعد ایک آیت نازل ہوئی جس پر ہر ایک نے بڑی خوشی منائی۔ "ہو سکتا ہے کہ اللہ تمھارے اور اُن لوگوں کے درمیان جن سے تمھاری دشمنی ہے، محبت پیدا کر دے۔" یہ الفاظ معلوم ہوتا ہے ایک عام اشارہ تھے اسلام لانے کے بہت سے واقعات کی جانب جو اب وقوع پذیر ہوئے لیکن ان الفاظ کا مطلب کچھ لوگوں کے نزدیک ایک مخصوص غیر متوقع قریبی تعلق کی جانب اشارہ تھا (جس کو اب قائم ہونا تھا) جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور قریش کے سرداروں میں سے ایک کے مابین قائم ہونے جا رہا تھا۔

حدیبیہ سے کچھ مہینے پہلے حبش سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے رشتہ دار اور برادر نسبتی عبد اللہ ابن جحش کے انتقال کی خبر آئی تھی۔ اسلام لانے سے پہلے وہ عیسائی تھے اور حبش ہجرت کرنے کے کچھ دنوں بعد وہ پھر عیسائی ہو گئے تھے۔ اس سے ان کی اہلیہ ــــ (اُمِ حبیبہؓ، ابو سفیان کی بیٹی جو اسلام پر قائم رہیں ــــ کو بڑی مایوسی ہوئی۔

toobaa-elibrary.blogspot.com



ان کے شوہر کے انتقال کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی کے پاس پیغام بھیجا اور خواہش کی کہ وہ آپؐ کی نیابت کریں اور آپؐ کا عقد بیوہ سے کر دیں۔ خود ان کے پاس براہ راست کوئی پیغام نہیں بھیجا لیکن وہ ایک خواب دیکھ چکی تھیں کہ کوئی شخص آیا اور اس نے ان کو اُم المؤمنین کہہ کر خطاب کیا۔ اس کا مطلب انھوں نے یہ لیا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی ہو جائیں گی۔ اگلے دن انھیں نجاشی کا پیغام ملا جس نے خواب کی تصدیق کر دی پیغام ملنے پر انھوں نے اپنے رشتہ دار خالدؓ ابن سعید کو نامزد کیا کہ وہ ان کا عقد کر دیں اور انھوں نے اور نجاشی نے جعفرؓ اور دوسرے بھائیوں کی موجودگی میں عقد کی تکمیل کر دی۔ عقد کے بعد نجاشی نے اپنے محل میں ولیمہ کا انتظام کیا اس میں تمام مسلمان مدعو تھے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جعفرؓ کے پاس بھی پیغام بھیجا تھا کہ انھیں خوشی ہو گی اگر وہ اور ان کے ساتھی سب آ کر مدینے میں سکونت اختیار کریں۔ جعفرؓ نے بلا تاخیر سفر کی تیاری شروع کر دی۔ نجاشی نے ان کو دو کشتیاں دیں۔ یہ طے ہوا کہ اُم حبیبہؓ ان کے ساتھ سفر کریں گی اور مدینے میں دوسری ازواج مطہراتؓ کے پہلو میں ایک اور حجرے کی تعمیر شروع ہو گئی۔

نجاشی تنہا حکمراں اور والیِ ریاست نہ تھا جس کو اس زمانے میں آپؐ نے خط لکھا ہو۔ جب آپؐ نے خندق میں ایک بظاہر نہ فتح ہونے والی چٹان کو ٹکڑے ٹکڑے کیا تھا تو اس سے جو روشنی پہلی ہی بار میں نمودار ہوئی تھی اس میں آپؐ نے یمن کے محل دیکھے تھے اور تیسرے اور آخری وار سے جو روشنی پھیلی اس میں آپؐ نے مدائن میں کسریٰ کا قصرِ ابیض دیکھا تھا۔ جہاں تک اسلامی ریاست کی وسعت کے بارے میں اس تیقن کا تعلق تھا جو اس وقت آپؐ کو دیا گیا تھا اس میں اور ان دو روشنیوں میں اتنا علاقہ تھا کہ یمن اب فارس کی حکمرانی میں تھا۔ چنانچہ نبی صلی اللہ

toobaa-elibrary.blogspot.com



علیہ وسلم کے اندر تحریک پیدا ہوئی کہ فارس کے فرماں روا کو خط لکھیں۔ اس کو اپنی رسالت سے مطلع کریں اور اس کو اسلام کی دعوت دیں۔ ہو سکتا ہے اس پیغام کی کامیابی کی آپ زیادہ امید نہ رکھتے ہوں لیکن یہ ضروری تھا کہ اس کے سامنے صحیح انتخاب کے امکان کو پیش کیا جائے قبل اس کے کہ کوئی دوسرا اقدام ہو۔

جہاں تک تین روشنیوں میں سے دوسری روشنی کا تعلق ہے اس نے شام کے محلوں کو نمایاں کیا تھا اور اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان علاقوں نیز مغرب میں اسلام کی اشاعت کا تیقن حاصل ہوا تھا۔ اب آپؐ نے ہرقل کے نام ایک خط ارسال فرمایا۔ رومی شہنشاہ کے نام خط کا بھی وہی انداز تھا جو فارس کے بادشاہ کے نام خط کا تھا اور اس کو آپ نے شام کے گورنر کے نام بھیج دیا۔ اسی قسم کا ایک خط مصر کے حکمراں مُقوقِس کو اسکندریہ بھی بھیجا گیا۔

اس اثنا میں کسریٰ نے دوسرے ذرائع سے یثرب کے عرب بادشاہ کی بڑھتی ہوئی طاقت کے بارے میں سن لیا تھا اور یہ بھی کہ وہ نبی ہونے کا مدعی ہے۔ چناں چہ اس نے یمن میں اپنے نائب باذان کو حکم بھیجا اور ہدایت کی کہ محمدؐ کے بارے میں مزید واضح تر معلومات مہیا کرے۔ باذان نے فی الفور دو قاصد مدینے بھیجے تاکہ وہ خود مشاہدہ کر سکیں اور اس کے پاس خبر لے کر واپس آئیں۔ فارس کے دربار کے رواج کے مطابق وہ ریش تراشیدہ اور بڑی بڑی مونچھیں رکھے ہوئے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ان کی وضع قطع ناگوار تھی۔ آپ نے بے ساختہ سوال فرمایا "تمھیں ایسا کرنے کو کس نے کہا؟" انھوں نے جواب دیا "آقا نے" مطلب تھا خسرو نے؛ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "میرے رب نے مجھے حکم دیا ہے داڑھی بڑھانے اور مونچھیں کترنے کا" آپ نے انھیں رخصت کر دیا اور فرمایا کہ اگلے دن آئیں۔ اس رات جبرئیلؑ نے آپ کو بتایا کہ اسی دن جس دن قاصد وارد ہوئے تھے

toobaa-elibrary.blogspot.com



فارس میں بغاوت ہوگئی، خسرو مارا گیا۔ اب اس کا بیٹا اس کی جگہ حکمراں ہے۔ چنانچہ جب قاصد واپس آئے تو آپ نے ان کو یہ اطلاع دی اور ہدایت کی کہ اس خبر کی اطلاع اپنے آقا نائب السلطنت کو کر دیں۔ پھر آپ نے فرمایا "اس سے بتا دینا کہ میرا دین اور میری سلطنت کسریٰ کی قلمرو سے آگے تک پھیل جائے گی۔ میری جانب سے اس سے کہنا کہ اسلام میں داخل ہو جاؤ اور جتنے علاقے پر تم حکمراں ہو میں اس کی تمہارے لیے توثیق کر دوں گا اور تم کو یمن کے لوگوں پر بادشاہ مقرر کر دوں گا۔"

وہ صنعا روانہ ہوئے اس حال میں کہ انھیں کچھ سمجھ میں نہ آرہا تھا۔ انھوں نے آپ کا پیغام بازان کو پہنچا دیا۔ اس نے کہا ہم دیکھیں گے کس افتاد کا سامنا ہوتا ہے اگر انھوں نے جو کچھ کہا ہے وہ سچ ہے تو اس کا مطلب ہے کہ وہ نبی ہیں اور خدا نے ان کو بھیجا ہے لیکن قبل اس کے کہ وہ حقیقت حال معلوم کرنے کے لیے کسی کو فارس بھیجے ایک پیغام بر نئے بادشاہ شیرویہ کی طرف سے آ پہنچا اور جو کچھ ہوا تھا اس کی خبر دی اور اس سے اطاعت کا مطالبہ کیا۔ جواب دینے کے بجائے بازان مسلمان ہو گیا اور اس کے ساتھ ہی اس کے دو قاصد (جو مدینے آئے تھے) اور دوسرے فارس کے باشندے بھی مسلمان ہو گئے۔ پھر اس نے مدینے میں کہلا بھیجا (کہ وہ اور اس کے ساتھی مسلمان ہو گئے ہیں) اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن پر اس کی حکومت کی توثیق کر دی۔ یہ ابتدا تھی اس کے تکمیل کی جو خندق کی پہلی روشنی میں آشکارا ہوا تھا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مکتوب خسرو کی موت کے بعد مدائن پہنچا۔ اس لیے اس کے جانشین کو دیا گیا۔ جس نے اس کا واحد جواب یہ دیا کہ خط کو چاک کر کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ نے فرمایا، "اے رب اس کی سلطنت کو بھی ایسے ہی پارہ پارہ کر دے۔"

toobaa-elibrary.blogspot.com



زیارت سے واپسی کے بعد انہی ہفتوں میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی پر ایک ایسے طریقے سے جو ابھی تک استعمال نہیں ہوا تھا حملہ ہوا۔ عرب کے یہودیوں کی ہر نسل میں ایک یا دو ماہر جادوگر دریافت ہو سکتے تھے۔ ان میں سے ایک اب بھی مدینے میں سکونت گزیں تھا۔ اس کا نام لبید ابن اعصم تھا۔ وہ بڑا ماہر جادوگر تھا۔ اس نے اپنی بیٹیوں کو بھی یہ پراسرار فن سکھلا دیا تھا کہ اس کی موت کے ساتھ یہ فن ضائع نہ ہو جائے۔ لبید کو اب ایک بھاری رشوت ملی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر زیادہ سے زیادہ جتنا بھی مہلک جادو ہو سکے کر دے۔ اس کام کے لیے اس کو آپ کے بالوں کی کنگھی کے کچھ ٹکڑوں کی ضرورت تھی جن کو حاصل کرنے کا ممکن ہے بیچ کے کسی آدمی کے ذریعہ جو قطعاً ناواقف یا معصوم رہا ہو اس کی کسی بیٹی نے بندوبست کر لیا۔ اس نے بعد میں گیارہ گرہیں ڈالیں اور اس کی بیٹیوں نے ہر گرہ پر منتر پھونکا۔ پھر اس نے اس جادو کو ایک نر کھجور کے خوشے کے غلاف میں رکھا اور اس کو ایک گہرے کنوئیں میں ڈال دیا۔ جادو کا اثر گرہوں کے کھلنے سے ہی زائل ہو سکتا تھا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جلد ہی احساس ہو گیا کہ کچھ سنگین قسم کی گڑبڑ ہے۔ ایک طرف آپ کی یادداشت متاثر ہوئی دوسری جانب کسی کام کے بارے میں آپ کو خیال ہوتا کہ آپ نے کیا ہے لیکن فی الواقع نہیں کیا ہوتا تھا۔[۱] آپ پر کمزوری کا بھی غلبہ ہونے لگا۔ جب آپ سے کھانے کے لیے اصرار کیا جاتا تو آپ کسی طرح اپنے آپ کو کھانے پر راضی نہ کر پاتے۔ آپ نے اللہ سے دعا کی کہ وہ آپ کو شفا دے۔ چنانچہ نیند میں آپ کو ایسا محسوس ہوا جیسے دو اشخاص ہیں ان میں سے ایک آپ کے سرہانے بیٹھا ہے اور دوسرا آپ کے پائیں۔ آپ نے سنا کہ ان میں سے ایک آپ کی کمزوری کا سبب اور کنوئیں کا نام بتا رہا ہے۔[۲] جب آپ بیدار ہوئے تو جبرئیل آپ کے

toobaa-elibrary.blogspot.com



پاس آئے۔ انھوں نے آپؐ کے خواب کی تصدیق کی اور آپؐ کو قرآن کی دو سورتیں دیں۔ ان میں سے ایک میں پانچ آیتیں ہیں اور دوسرے میں چھ۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے علیؓ کو کنویں پر بھیجا اور ہدایت کی کہ اس کے پاس کھڑے ہو کر دونوں سورتیں پڑھیں۔ ہر آیت پر ایک گرہ آپ سے آپ کھل جاتی یہاں تک کہ سب گرہیں کھل گئیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذہنی اور جسمانی صحت بحال ہو گئی۔[۸] پہلی سورۃ فلق ہے :

"کہو میں پناہ مانگتا ہوں، صبح کے رب کی، ہر اس چیز کے شر سے جو اس نے پیدا کی ہے اور رات کی تاریکی کے شر سے جبکہ وہ چھا جائے اور گرہوں میں پھونکنے والیوں کے شر سے اور حاسد کے شر سے جب وہ حسد کرے۔" ۸

اور دوسری الناس ہے :

"کہو میں پناہ مانگتا ہوں، انسانوں کے رب، انسانوں کے بادشاہ، انسانوں کے حقیقی معبود کی اس وسوسہ ڈالنے والے کے شر سے جو بار بار پلٹ کر آتا ہے جو لوگوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالتا ہے خواہ وہ جنوں میں سے ہو یا انسانوں میں سے۔"[۹]

یہ سورتیں تمام سورتوں کے بعد قرآن میں رکھی گئی ہیں۔ ان کو مُعوِّذتین کہا جاتا ہے[۹] پناہ لینے والی سورتیں۔ ان کی مسلسل تلاوت کی جاتی ہے برائیوں کے خلاف تحفظ کی خاطر۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ اس کنویں کو پاٹ دیا جائے اور اس کی جگہ پر اس کے قریب ایک دوسرا کھود دیا جائے۔ آپؐ نے لبید کو بلا بھیجا۔ جس نے اعتراف کیا کہ رشوت کی خاطر اس نے آپؐ پر جادو کیا تھا لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی۔

toobaa-elibrary.blogspot.com



## حوالجات، حواشی، تشریحات:

۱ے اس فقرے میں عام طور پر یہ مفہوم معروف سمجھا جاتا ہے "یہ شخص اتنا ضدی ہے کہ اس کی ماں کو جلد ہی اس کی موت کا ماتم کرنا پڑے گا۔"

۲ے واقدی: ۲۴۴۔ بخاری: ۵۴۔ ابن اسحٰق: ۳۔۵۱،

۳ے ۲۰ : ۰

۴ے ملاحظہ ہو صفحہ ۹۹ (اصل تصنیف)

۵ے یہ تمام اثرات آپ کی ذات تک محدود تھے حتیٰ کہ دوسرے لوگوں کو یہ معلوم تک نہ ہو سکا کہ آپ پر کیا گزر رہی ہے۔ رہی آپ کی نبی ہونے کی حیثیت تو اس میں آپ کے فرائض کے اندر کوئی خلل نہ واقع ہونے پایا۔ کسی روایت میں یہ نہیں ہے کہ اس زمانے میں آپ قرآن کی کوئی آیت بھول گئے ہوں یا کوئی آیت آپ نے غلط پڑھ ڈالی ہو یا اپنی صحبتوں اور اپنے وعظوں اور خطبوں میں آپ کی تعلیمات کے اندر کوئی فرق واقع ہو گیا ہو یا کوئی ایسا کلام آپ نے وحی کی حیثیت سے پیش کر دیا ہو جو فی الواقع آپ پر نازل نہ ہوا ہو۔ یا نماز آپ سے چھوٹ گئی ہو اور اس کے متعلق بھی آپ نے سمجھ لیا ہو کر پڑھ لی ہے مگر نہ پڑھی ہو۔ ایسی کوئی بات معاذ اللہ پیش آجاتی تو دھوم مچ جاتی اور پورا ملک عرب اس سے واقف ہو جاتا کہ جس نبی کو کوئی طاقت چت نہ کر سکی تھی اُسے ایک جادوگر نے چت کر دیا لیکن آپ کی حیثیت نبوت اس سے بالکل غیر متاثر رہی۔ (تفہیم القرآن۔ مولانا مودودیؒ۔ ج ۶ ص ۷ ۔۵۵۴)

۶ے بخاری: ۱۰ ‏ ‏ ۷ے بیضاوی: ق/ ۱۱۳ ‏ ‏ ۸ے ۱۱۳

۹ے ۱۱۴۔ کچھ مفسرین کی رائے ہے کہ یہ دو سورتیں جن کا ترجمہ یہاں نقل کیا گیا نئی نازل شدہ نہیں تھیں بلکہ ہجرت سے پہلے ہی مکے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہو چکی تھیں۔

toobaa-elibrary.blogspot.com



## باب - ۶۹

# خیبر

مکّے سے صلح نے یہ ممکن بنا دیا کہ ان خطرات پر توجہ مرکوز کی جائے جو شمال کی طرف سے موجود تھے۔ ان میں سب سے بڑا اندیشہ خیبر سے تھا۔ یہ ایک قصبہ تھا جس میں یہودی آباد تھے اور جس کا بیشتر حصہ اسلام کے خلاف ناقابلِ اصلاح مخاصمانہ رویہ رکھتا تھا۔ یہ بات تقریباً قطعی اور یقینی تھی کہ جادوگر لبید کو انہی لوگوں نے رشوت دی تھی۔ حالانکہ یہ ممکن ہے کہ یہ فعل ان میں سے محض ایک

toobaa-elibrary.blogspot.com



فرد کارہا ہو لیکن کہیں زیادہ صریح اور عام وجہ اس بات کے لیے موجود تھے کہ بنی نضیر اور خیبر میں سکونت پذیر ان کے رشتہ داروں کے خلاف کارروائی کی جائے وجہ یہ نہیں تھی کہ اس کا امکان تھا کہ وہ یثرب پر حملہ آور ہوں گے سوائے ایک یا دو آدمیوں کے انھوں نے خندق کی مہم میں کوئی راست حصہ نہیں لیا تھا لیکن یہ وہی تھے جنھوں نے حملے کے لیے قریش کی ہر قسم کی ہمت افزائی کی تھی اور یہ انہی کا اثر تھا جس نے غطفان کے ان کے حلیفوں کو آمادہ کیا تھا کہ اس موقع پر قریش کا ساتھ دیں اور یہ بھی بڑی حد تک انہی کے وساطت سے ہو رہا تھا کہ غطفان اب بھی نخلستان کے خلاف برسرِ جنگ تھے۔ مدینے کو پوری طرح امن نصیب نہیں ہو سکتا تھا اگر خیبر کی وہی صورتِ حال برقرار رہتی جو کہ تھی۔

یہ بات بہت پہلے منکشف ہو چکی تھی کہ جلد یا بدیر اس سلسلے میں کچھ نہ کچھ کیا جانا چاہیئے اور اب وقت آگیا تھا کیونکہ نبیؐ کو یقین تھا کہ فتح قریب ہے۔ جس کا تازہ ترین وحی میں وعدہ کیا گیا تھا ـــــ ایک ایسی فتح جس کے نتیجے میں مالِ غنیمت کی بھی فراوانی ہوگی ـــــ کوئی دوسری چیز نہیں ہو سکتی تھی سوائے خیبر کی فتح کے، لیکن اس کا اطلاق تمام ان لوگوں پر نہیں کیا جا سکتا تھا جو اسلام کا اعلان کرتے تھے۔ وحی نے واضح کر دیا تھا کہ وہ بدوی جو عمرے کے سفر میں شرکت سے قاصر رہے تھے اس کی وجہ ان کی مفاد پرستانہ ذہنیت تھی۔ چونکہ سفرِ زیارت میں لوٹ کی کوئی امید نہ تھی اس لیے ان کے نزدیک اس سفر کی مشقت اٹھانا بے سود تھا۔ چنانچہ ان کو ایک ایسی فتح میں شرکت کی اجازت نہ دی جانی چاہیئے تھی جو بلاشبہ عرب کی دولت مند ترین قوم کے خلاف حاصل ہونے جا رہی تھی۔

اس کا مطلب تھا کہ نسبتاً مختصر فوج کے ساتھ کوچ کیا جائے اس کا ایک فائدہ یہ بھی تھا کہ آخری لمحے تک منصوبے کو راز میں رکھا جا سکتا تھا لیکن جب منصوبے

toobaa-elibrary.blogspot.com



کی اطلاع ہو ہی گئی تو اس طرح کہ ایک زبان سے دوسری زبان تک۔ وہ ایک امر واقعی کی حیثیت سے نہیں بلکہ لطیفے کی شکل میں پہنچی۔ خیبر کی ناقابلِ نفوذ طاقت تقریباً ضرب المثل تھی۔ قریش اور دوسرے دشمنانِ اسلام یہ آس لگائے بیٹھے تھے کہ کاش یہ خبر صحیح ہو۔ اگر ایسا ہوا تو محمدؐ کو بالآخر ایک شکست فاش سے دوچار ہونا پڑے گا۔ ساتھ ہی یہ ڈر بھی ان کو لگا ہوا تھا کہ ہو سکتا ہے کہ یہ خبر صحیح نہ ہو۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ آپؐ فتورِ عقل میں مبتلا نہیں ہیں۔ اور جہاں تک خود خیبر والوں کا تعلق ہے ان کو اپنے اوپر ایسا اعتماد تھا کہ انھوں نے اس خبر کی صحت پر یقین کرنے سے ہی انکار کر دیا۔ انھوں نے اس بات تک کی زحمت نہ اٹھائی کہ اپنے حلیفوں سے مدد کے طالب ہوتے تا آنکہ مدینے سے یقینی اطلاع ملی کہ محمدؐ روانہ ہونے ہی والے ہیں تب جا کر کنانہ نے جو ان کا فی الواقع سردار تھا بعجلت غطفان سے ملاقات کی اور پیش کش کی کہ اگر وہ ان کو کمک پہنچائیں تو اس فصل کی آدھی کھجور ان کو دے دی جائے گی۔ انھوں نے اس تجویز سے اتفاق کر لیا اور وعدہ کیا کہ چار ہزار فوج سے ان کی مدد کریں گے۔ خیبر کے یہودیوں کا معمول تھا کہ سب کے سب دس ہزار جنگ جو ہر دن اسلحہ بند اور صف بستہ ہوتے تھے۔ غطفان کی کمک کو ملا کر یہ تعداد چودہ ہزار تک پہنچتی تھی۔ مدینے سے جو اطلاع ملی تھی اس کے مطابق حملہ آور فوج کی تعداد صرف سولہ سو تھی۔

نبیؐ کے روانہ ہونے سے پہلے قبیلۂ اوس کے ایک صاحب جن کو ابو عبسؓ کہتے تھے۔ نبیؐ کی خدمت میں ایک مسئلہ لے کر آ گئے۔ ان کے پاس سواری کے لیے ایک اونٹ تھا۔ ان کا لباس بوسیدہ تھا اور کوچ کے دوران سامان رسد بہم پہنچانے کا نہ کوئی وسیلہ تھا نہ اس کا کہ گھر والوں کے گزر بسر کے لیے کچھ چھوڑ جائیں۔ یہ بات الگ رہی کہ اپنے لیے نیا لباس خریدیں۔ بہت سے اور لوگ بھی تھے جن کا حال کچھ ایسا

toobaa-elibrary.blogspot.com



ہی تھا۔ ہر چند کہ ابو عبسؓ کا معاملہ خستہ حالی کی انتہائی صورت تھی۔ کافی کچھ سفر زیارت پر خرچ ہو چکا تھا اور جو کچھ اب تک مالِ غنیمت کے طور پر حاصل ہوا تھا وہ غربت زدہ نومسلموں کی اضافہ پذیر تعداد کے مقابلے میں جو ہر سمت سے مدینے آ رہی تھی کہیں کم تھی۔ نبیؐ نے ابو عبسؓ کو ایک لمبی عمدہ عبا عطا فرمائی۔ اس وقت بس یہی موجود تھی لیکن کوچ کے دوران ایک دو دن بعد آپؐ نے ملاحظہ فرمایا کہ اس کے مقابلے میں وہ بہت ہی معمولی عبا زیب تن کیے ہوئے ہیں۔ آپؐ نے ان سے دریافت کیا کہ وہ عبا کیا ہوئی جو میں نے تم کو دی تھی۔ ابو عبسؓ نے جواب دیا "میں نے اس کو آٹھ درہم میں فروخت کر دیا پھر میں نے اپنی زادِ راہ کے لیے دو درہم کے کھجور خریدے اور دو درہم گھر والوں کے گزر بسر کے لیے چھوڑ دیا' اور چار درہم کی ایک عبا خرید لی۔" نبیؐ نے تبسم فرمایا اور کہا "اے عبس کے باپ تم اور تمہارے ساتھی فی الواقع نادار ہیں لیکن اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے اگر تم بچے رہے اور تھوڑے دن اور زندہ رہے تو وافر سامان تمہارے پاس ہو گا اور اپنے خاندان کے لیے بہت کچھ چھوڑو گے۔ تمہارے پاس بہت درہم ہوں گے، بہت غلام ہوں گے لیکن یہ تمہارے لیے بھلا نہ ہو گا۔"[۵]

کوچ کے دوران دو کیمپوں کے بیچ نبیؐ نے فوج کو روکا اور قبیلۂ اسلم کے ایک شخص کو جس کا نام ابن الاکوعؓ تھا' بلایا۔ آپؐ جانتے تھے کہ وہ بہت خوش الحان ہیں۔ آپؐ نے فرمایا، "سواری سے اترو اور ہم کو اپنے ان گانوں میں سے ایک گانا سناؤ جو اونٹ پر سفر کرتے ہوئے تم گاتے ہو۔" بدوی عرب ایک جگہ سے دوسری جگہ سفر کرتے ہیں تو اپنے اونٹوں کے لیے گانا گاتے ہیں۔ وہ ایک طرح کی نظمیں ہوتی ہیں۔ قدیم نغمے یکسانیت لیے ہوئے، خیال انگیز اور پُر اثر، ان میں ایک طرح

toobaa-elibrary.blogspot.com



کی سنجیدگی اور غمناکی بھی ہوتی ہے۔ ابن الاکوعؓ نے کچھ الفاظ جو غزوۂ خندق کے موقع پر نبیؐ نے سکھلائے تھے ترنم سے گا کر سنائے۔

اللہ تیرے بغیر ہمیں ہدایت نہ نصیب ہوتی
نہ ہم صدقہ دیتے نہ تیری عبادت کرتے

یہ نغمے کا ابتدائی شعر تھا جب انھوں نے گانا ختم کیا تو نبیؐ نے ان سے فرمایا۔ اللہ تم پر رحم فرمائے۔ اس پر عمرؓ نے احتجاج کیا۔ آپ نے اس کو ناگزیر بنا دیا اے اللہ کے رسولؐ۔ کاش آپ ہم کو ان سے نسبتاً زیادہ دنوں لطف اندوز ہونے کا موقع عنایت فرماتے۔ ان کا مطلب یہ تھا —— جیسا کہ سب جانتے تھے —— کہ نبیؐ نے جلد ہی ان کی شہادت کی پیش گوئی فرمائی تھی۔ کیوں کہ تجربے کی بنا پر وہ جانتے تھے کہ نبیؐ جس کے لیے رحمت کی دعا فرماتے ہیں وہ شخص اغلب یہ ہے کہ زیادہ دن تک زندہ نہیں رہتا۔

دو ڈھائی دن بعد اب صرف ایک شام کا سفر ان کے منزلِ مقصود تک پہنچنے کے لیے رہ گیا تھا۔ اب یہ بات اہم تھی کہ خیمہ زن ہونے کے لیے ایک ایسی جگہ کا انتخاب کریں جو خیبر اور اس کے حلیفوں کے درمیان رکاوٹ بن جائے۔ اس مقصد کے پیش نظر نبیؐ نے ایک راہبر مہیا کیے جانے کی خواہش کی اور رات کے دوران وہ ایک کھلے میدان میں جو خیبر کی دیواروں کے سامنے تھا پہنچ گئے۔ اس وقت بڑا اندھیرا تھا۔ کیونکہ شروع مہینے کا چاند غروب ہو چکا تھا اور ایسی خاموشی سے وہ قریب پہنچ گئے کہ قصبے میں کسی کو جنبش تک نہ ہوئی۔ نہ کسی پالتو چڑیا یا درندے نے قصبے کے لوگوں کو چوکنا کیا۔ صرف مرغ کے بانگ دینے کے وقت خاموشی ٹوٹی۔ مسلمانوں کے کیمپ میں اس صبح خاموشی سے نماز ادا ہوئی اور نماز ادا کرنے کے بعد وہ چپ چاپ اپنے سامنے اس چمن حجاز کو دیکھتے رہے

toobaa-elibrary.blogspot.com



جس کو بتدریج بڑھتی ہوئی روشنی نمایاں تر کرتی جارہی تھی۔ جب قلعہ بند بستی پھلوں سے لدے کھجور کے باغات اور لہلہاتے غلے کے کھیتوں کے درمیان ابھرنے لگی۔ آفتاب بلند ہوا اور کھیتوں میں کام کرنے والے اپنے پھاوڑے اور ٹوکریاں لے کر نکلے تو انھیں بڑی حیرت ہوئی یہ دیکھ کر کہ ان کے سامنے پُرہیبت انداز میں ساکت صامت ایک فوج موجود ہے۔ "محمدؐ اور ان کا لشکر" انھوں نے پکار کر کہا اور اپنے قلعوں میں واپس بھاگ گئے۔ "اللہ اکبر" فتح مندانہ انداز میں اور اللہ پر زور دیتے ہوئے نبیؐ نے فرمایا "تباہ ہوا خیبر" پھر آپؐ نے نازل شدہ آیات تلاوت فرما کر شکست پر مہر تصدیق ثبت فرما دی۔ "جب وہ ان کے صحن میں اُترے گا تو وہ صبح ان لوگوں کے لیے بہت بُری ہو گی جنھیں متنبہ کیا جا چکا ہے۔" لیکن بجائے یہ کہنے کے کہ اترتا ہے آپؐ نے فرمایا "ہم اترتے ہیں"۔

یہودیوں نے عجلت میں ایک جنگی کونسل منعقد کی لیکن اپنے سرداروں میں سے ایک کے خبردار کرنے کے باوجود انھوں نے فیصلہ کیا کہ وہ اپنے قلعوں کی فصیلوں پر تکیہ کریں گے۔ انھوں نے کہا کہ یثرب کے قلعوں اور ہمارے پہاڑی قلعوں کا کوئی مقابلہ نہیں۔ وہ اپنے قلعوں کو پہاڑی قلعہ کہنا پسند کرتے تھے۔ یہ فیصلہ کہ الگ الگ ٹولیوں میں ہو کر جنگ کریں گے بڑی حد تک اس کی بنیاد ان کی سب سے بڑی کمزوری پر تھی اور وہ تھی اتحاد کا فقدان۔ وحی نے نبیؐ کو یثرب کے یہودیوں کے بارے میں جو خبر دی تھی وہ خیبر والوں کے بارے میں بھی صحیح تھی۔ "تم انھیں اکٹھا سمجھتے ہو مگر ان کے دل ایک دوسرے سے پھٹے ہوئے ہیں۔" یہ ان کی بدنصیبی تھی کہ ان کا سامنا یکایک ایسی فوج سے تھا جو ہر چند کہ مختصر تھی لیکن اس کے اندر وہ نظم و ضبط سرایت کیے ہوئے تھا جو ان نازل شدہ آیات کا منشا ہے۔ "اللہ کو پسند وہ لوگ ہیں جو اس کی راہ میں اس طرح صف بستہ

toobaa-elibrary.blogspot.com



ہو کر لڑتے ہیں گویا وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں ۔ ایسے آدمیوں کی فوج جو اس نازل شدہ آیت کے وعدے سے خوش تھی ۔ بارہا ایسا ہوا کہ ایک قلیل گروہ اللہ کے اذن سے ایک بڑے گروہ پر غالب آگیا ہے ۔ اللہ صبر کرنے والوں کا ساتھی ہے۔

پہلے دن جب نبیؐ نے قریب ترین قلعہ پر حملہ کیا تو دوسروں کے فوجی دستے مل کر محاصرہ کرنے والوں پر حملہ آور ہونے کے لیے نہ نکلے بلکہ اپنی فصیلوں کے پیچھے اپنی قلعہ بندیوں کو مضبوط کرنے میں مشغول رہے ۔ اس حکمت عملی نے عددی نامساوات کے فرق کو کم کر دیا لیکن ایک اجنبی علاقے میں اور ایک لڑائی کے بجائے کئی لڑائیوں نے مسلمانوں کی استقامت کو آزمائش میں ڈال دیا ۔ خیبر کے لوگ عرب کے ماہر ترین تیر انداز تھے ۔ اس سے پہلے مسلمانوں کو اپنی ڈھالیں استعمال کرنے کی ایسی سخت تربیت کبھی نہ ملی تھی اور لڑائی کے شروع میں عورتیں تیر کے زخموں کی تیمار داری میں مشغول رکھی گئیں ۔ نبیؐ کی ازواج میں سے دوسری بار مسلسل ام سلمہؓ کے نام قرعہ پڑا تھا اور دوسری عورتیں جو فوج کے ساتھ زخمیوں کی مرہم پٹی کرنے اور صفوں کے پیچھے پانی بہم پہنچانے کے لیے آئی تھیں ان میں تھیں صفیہؓ، ام ایمنؓ نسیبہؓ، ام سلیمؓ ۔ آخرالذکر انسؓ کی ماں تھیں ۔

کئی دنوں تک کوئی کامیابی نہ ہوئی لیکن چھٹی رات جب پہرے کی کمان عمرؓ کے ذمہ تھی، ایک جاسوس پکڑا گیا اور اپنی جاں بخشی کے عوض اس نے مختلف قلعوں کے بارے میں قیمتی معلومات بہم پہنچائی ۔ اس نے بتایا کون سے قلعے ایسے ہیں جن کو وہ آسانی سے فتح کر سکتے ہیں اور ایک قلعہ سے ابتدا کرنے کا مشورہ دیا جس کی چوکسی اچھی نہیں ہو رہی تھی اور جس کے وسیع تہ خانوں میں اسلحہ کا بشمول منجنیقوں کے جو دوسرے قلعوں کے مقابلے میں استعمال کیے جا چکے تھے ایک ذخیرہ تھا ۔ کیونکہ یثرب کے مانند خیبر بھی خانہ جنگی کے مرض میں مبتلا رہتا تھا ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com



اگلے دن وہ قلعہ فتح ہوگیا اور منجنیق باہر لائی گئی، تاکہ دوسرے حملوں میں استعمال کی جائے۔ منجنیق سے پتھر کے ٹکڑے پھینکے جاسکتے تھے اور اس کے ذریعہ آدمیوں کو ایک ناقابلِ نفوذ چھت کے نیچے دیوار تک پہنچایا جاسکتا ہے تاکہ وہ دیوار توڑ کر اندر داخل ہوسکیں۔ جزوی طور پر ان مشینوں کے سبب آسان تر قلعے ایک ایک کر کے فتح ہوتے گئے۔ پہلی طاقتور مزاحمت کا سامنا ایک قلعہ پر ہوا جس کو ناعم کہتے تھے۔ یہاں فوجی دستہ بڑے زور شور سے باہر نکلا اور اس دن مسلمانوں کا ہر حملہ پسپا کر دیا گیا۔ نبیؐ نے فرمایا "کل میں جھنڈا ایک ایسے شخص کے ہاتھ میں دوں گا جس سے اللہ اور اس کا رسول محبت کرتا ہے۔ اللہ اس کے ہاتھ پر ہم کو فتح عطا فرمائے گا۔ وہ شخص ایسا نہیں ہے جو جنگ میں پیٹھ پھیرے۔"

اس سے پہلے لڑائیوں میں نبیؐ نسبتاً چھوٹے پرچم جھنڈے کے طور پر استعمال فرمایا کرتے تھے لیکن خیبر میں آپ ایک بڑا سیاہ جھنڈا لائے تھے جو حضرت عائشہؓ کی قبا سے بنایا گیا تھا۔ وہ اس کو عقاب کہتے تھے۔ یہ جھنڈا آپ نے علیؓ کو دیا۔ پھر آپ نے خود ان کے لیے اور ان کے دوسرے ساتھیوں کے لیے دعا فرمائی کہ خدا ان کو کامیابی عطا فرمائے۔ خوں ریز جنگ کے ایک اور دن بعد جس میں زبیرؓ اور لال پگڑی والے ابو دجانہؓ نے شاندار حصہ لیا۔ علیؓ نے آخری حملے کے لیے اپنے آدمیوں کو آگے بڑھایا۔ اس حملے نے دشمن کے فوجی دستے کو دھکیل کر بالکل قلعہ کے اندر پہنچا دیا۔ دروازوں پر مسلمان قابض ہوگئے۔ اس طرح قلعہ فتح ہوگیا لیکن اس سے پہلے ہی بہت سے لوگ پچھلے دروازے سے دوسرے قلعوں میں بھاگ گئے۔

'بنی غطفان کہاں ہیں؟' یہ ایک سوال تھا جو پورے خیبر میں گونج رہا تھا'

toobaa-elibrary.blogspot.com



لیکن اس کا جواب نہیں مل رہا تھا۔ یہ واقعہ ہے کہ وہ چار ہزار فوج کے ساتھ حسب وعدہ روانہ ہوئے تھے لیکن ایک دن کے کوچ کے بعد رات کے دوران انھوں نے ایک عجیب وغریب پکار سنی۔ انھیں پتا نہ تھا کہ آواز زمین سے آرہی ہے کہ آسمان سے ___ آواز نے تین بار مسلسل اور پیہم پکار کر کہا "تمھارے لوگ، تمھارے لوگ، تمھارے لوگ" اس کا مطلب لوگوں نے یہ سمجھا کہ ان کے خاندان خطرے میں ہیں اور وہ جہاں سے آئے تھے وہاں بہ عجلت واپس گئے۔ پہنچ کر جو دیکھا تو سب کچھ اپنی اصلی حالت پر تھا۔ لیکن اب واپس ہو چکے تھے تو دوبارہ روانگی کے لیے آمادہ نہ تھے۔ کچھ اس وجہ سے بھی کہ ان کو یقین تھا کہ بہت تاخیر سے پہنچیں گے اور دشمن کو شکست دینے میں ان کا کوئی حصہ نہ ہوگا۔

خیبر میں سب سے زیادہ ناقابل نفوذ قلعہ وہ تھا جس کو زبیر کا قلعہ کہتے تھے یہ ایک چٹان کی اونچی چوٹی کو تاج کی مانند زینت دیتا تھا۔ اس کے دروازوں تک ایک ڈھلوان سے پہنچا جا سکتا تھا اور تمام دوسری جانب بس چٹان ہی چٹانیں کھڑی تھیں۔ زیادہ تر جنگ جو جو دوسرے قلعوں سے بچ نکلے تھے اس قلعے کی فوجی چھاؤنی میں آملے تھے اور یہ فوجی دستہ جم کر فصیلوں کے اندر موجود تھا۔ نبیؐ نے تین دن تک ان کا محاصرہ کیا۔ اس کے بعد ایک یہودی آپؐ کے پاس ایک دوسرے قلعے سے آیا اور اس نے بتایا کہ یہ لوگ اتنے خفیہ وسائل رکھتے ہیں کہ تقریباً لامتناہی مدت تک مزاحمت کرنے کے قابل رہیں گے اور اس نے پیش کش کی کہ وہ اس شرط پر آپؐ کو اس راز سے واقف کر دے گا کہ اس کو اور اس کے خاندان کو اور اس کی جائداد کو تحفظ دیا جائے۔ نبیؐ نے اتفاق کر لیا اور اس شخص نے وہ جگہ بتائی جہاں ایک زیر زمین دریا قلعہ کی چٹان کے نیچے بہتا تھا۔

toobaa-elibrary.blogspot.com



اس کو کھود کر بند بنایا جائے۔ اندر سے اس دریا تک زینے آتے تھے اور چونکہ یہ چشمہ کبھی خشک نہ ہوتا تھا اس لیے وہ پانی اکٹھا نہ کرتے تھے۔ جب اس چشمے کو قلعہ سے کاٹ دیا گیا تو وہ پیاس سے مجبور ہو کر باہر آ گئے اور سفاکانہ جنگ کے بعد انھوں نے شکست کھائی۔

آخری قلعہ جس نے کسی قدر مزاحمت کی قموص تھا۔ یہ کنانہ کے خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔ یہ خاندان بنی نضیر کا سب سے دولت مند اور طاقت ور خاندان تھا۔ خاندان کے کچھ لوگ مدت سے خیبر میں سکونت پذیر تھے اور کچھ دنوں قبل جب ان کو یثرب سے جلاوطن کیا گیا تھا یہاں آ کر بس گئے تھے۔ یہی لوگ تھے جو خاص طور پر غطفان کی مدد پر تکیہ کیے ہوئے تھے جن کا ایفائے وعدہ سے قاصر رہنا ان کے لیے ہمت شکن مایوسی کا سبب بن گیا۔ مزید کم حوصلگی ان بری خبروں سے پیدا ہوئی جو پناہ گزیں قموص میں لائے۔ پھر بھی چودہ دن تک وہ ڈٹے رہے۔ پھر کنانہ نے کہلا بھیجا کہ وہ صلح صفائی کی خواہش رکھتا ہے۔ نبیؐ نے جواب میں کہلایا کہ آپؐ بات چیت کے لیے تیار ہیں۔ چنانچہ وہ سردار اپنے خاندان کے کچھ لوگوں کے ساتھ قلعہ سے اتر کر آیا اور اس پر اتفاق ہو گیا کہ چھاؤنی کا کوئی شخص نہ قتل کیا جائے گا نہ قیدی بنایا جائے گا ــــــ نہ وہ نہ ان کے خاندان بشرطیکہ وہ خیبر چھوڑ دیں اور ان کی ساری ملکیت فاتحین کی جائداد ہو جائے۔ نبیؐ نے ایک اور شق کا اضافہ کیا وہ یہ تھی کہ ان کی جاں بخشی کی اور آزادی سے جانے دینے کی ذمہ داری کالعدم ہو جائے گی اس شخص سے متعلق جو اپنی ملکیت کو چھپانے کی کوشش کرے گا کنانہ اور دوسرے لوگوں نے اس سے اتفاق کر لیا۔ نبیؐ نے ابوبکرؓ، عمرؓ، علیؓ اور زبیرؓ اور یہودیوں میں سے دس اشخاص کو بلایا کہ اس سمجھوتے پر گواہ بن جائیں۔

toobaa-elibrary.blogspot.com



لیکن جلد ہی یہودیوں اور مسلمانوں دونوں پر یہ بات واضح ہوگئی کہ خاصی دولت خفیہ رکھی جا رہی ہے کہاں تھا وہ بنی نضیر کا شہرت یافتہ خزانہ جو وہ مدینے سے لائے تھے اور جس کی نمائش انھوں نے بڑھ چڑھ کر اس کے راستوں پر نکلتے ہوئے جلوس میں کی تھی۔ نبیؐ نے کنانہ سے اس کے بارے میں دریافت کیا۔ اس نے جواب دیا کہ خیبر پہنچنے کے بعد سے یہ سارا خزانہ قلعہ بندی یا اسلحہ خریدنے کے لیے فروخت کر دیا گیا تھا۔ یہودی جانتے تھے کہ وہ جھوٹ بول رہا ہے اور کہیں زیادہ ڈرے ہوئے بھی تھے کیوں کہ اب ان میں سے بہت سے یقین رکھتے تھے کہ وہ نبیؐ کے حضور میں ہیں۔ ان کی رائے تھی کہ آپؐ کی پیروی ان کے لیے ضروری نہیں کیوں کہ آپؐ ان میں نہیں بھیجے گئے ہیں ـــــ لیکن یہ بات عبث ہوگی کہ آپؐ کو دھوکہ دینے کی کوشش کی جائے۔ ان میں سے ایک شخص جو دل سے کنانہ کی بھلائی چاہتا تھا اس کے پاس گیا اور اس سے درخواست کی کچھ مخفی نہ رکھے۔ کیونکہ اگر اس نے ایسا کیا تو نبیؐ کو یقیناً اس کی خبر دے دی جائے گی۔ کنانہ نے غضب ناک ہو کر اس کو ڈانٹا لیکن ایک دن کے اندر خزانے کا پتہ چل گیا اور کنانہ اپنے ایک رشتہ دار کے ساتھ جس کے بارے میں معلوم ہوا کہ اس اخفا میں اس کا شریک ہے قتل کر دیا گیا اور دونوں کے خاندان کو قیدی بنا لیا گیا۔

قموص کے فتح ہونے کے بعد باقی قلعوں نے انہی شرائط پر ہتھیار ڈال دیئے۔ پھر یہودیوں نے باہم مشورہ کیا اور ایک وفد نبیؐ کی خدمت میں روانہ کیا اور تجویز رکھی کہ چونکہ وہ اپنی اراضیات اور باغات کے بندوبست میں مہارت رکھتے ہیں۔ مناسب ہوگا کہ آپؐ انھیں اپنے گھروں میں رہنے دیں وہ سالانہ پیداوار کا نصف آپؐ کو دیتے رہیں گے۔ نبیؐ نے اس تجویز سے اتفاق کر لیا لیکن یہ شرط عائد کی کہ اگر مستقبل میں آپؐ نے ان کو وہاں سے نکالنے کا فیصلہ

toobaa-elibrary.blogspot.com



کیا تو وہ اس کے پابند ہوں گے۔ اس کے بعد یہ خبر پھیل گئی کہ مسلمان اپنی مہم کو فدک تک وسعت دینا چاہتے ہیں۔ یہ شمال مشرق میں ایک چھوٹا لیکن زرخیز نخلستان تھا۔ اور جب فدک کے یہودیوں کو ان شرائط کی اطلاع ہوئی جو خیبر پر عائد کی گئی تھیں تو انھوں نے کہلا بھیجا کہ وہ بھی انہی شرائط پر ہتھیار ڈالنے پر تیار ہیں۔ اس طرح فدک نبیؐ کی ملکیت میں آگیا۔ جس طرح اور سارا علاقہ جو جنگ کے ذریعہ نہیں حاصل کیا گیا تھا۔

جب ساری شرائط پر راضی نامہ ہوگیا اور جب فتح مند فوج آرام کر چکی تو سلام بن مشکم کی بیوہ نے ایک بھیڑ بھونی اور اس کے ہر حصے کو ایک مہلک زہر سے آلودہ کیا۔ اس نے خاص طور پر اس زہر کو دست میں مرکوز کیا۔ اس کو دریافت کرنے پر معلوم ہوا تھا کہ نبیؐ بھیڑ کے دوسرے حصوں سے زیادہ شانے کو ترجیح دیتے ہیں۔ پھر وہ اس کو کیمپ میں لائی اور آپؐ کے سامنے رکھا۔ آپؐ نے اس کا شکریہ ادا کیا اور جو صحابہؓ موجود تھے ان کو اپنے ساتھ کھانے میں شرکت کی دعوت دی۔

اتفاق سے اس موقع پر آپؐ کے برابر بشرؓ نامی قبیلۂ خزرج کے ایک صاحب بیٹھے تھے۔ یہ ان براءؓ کے لڑکے تھے جو یثرب کے مسلمانوں کو عقبۂ ثانیہ میں لے گئے تھے اور وہ پہلے شخص تھے جنھوں نے مکے کی جانب رُخ کر کے نماز ادا کی تھی۔ نبیؐ نے بھیڑ کے گوشت کا ایک لقمہ لیا۔ بشرؓ نے بھی ایسا ہی کیا اور اس کو نگل گئے لیکن نبیؐ کے منہ میں جو کچھ تھا اس کو آپؐ نے دوسروں سے یہ کہتے ہوئے اُگل دیا "اپنے ہاتھ روک لو، یہ دست مجھ سے کہتا ہے یہ زہر آلود ہے۔" آپؐ نے اس عورت کو بلا بھیجا اور اس سے دریافت کیا کہ کیا اس نے اس کو زہر آلود کیا ہے اس نے سوال کیا "آپؐ سے کس نے کہا؟" آپؐ نے جواب دیا

toobaa-elibrary.blogspot.com



خود دست نے، اور پوچھا "تم نے یہ کیوں کیا؟" اس نے کہا "آپ اچھی طرح جانتے ہیں جو کچھ آپ نے میری قوم کے ساتھ کیا ہے میرے باپ، چچا اور شوہر کا قتل کیا ہے اس لیے میں نے اپنے جی میں سوچا کہ اگر معاملہ ایک بادشاہ سے ہے تو اس سے چھٹکارا پالوں گی ــــ اور ایک نبیؐ سے ہے تو اس کو زہر کی خبر مل جائے گی۔" بِشر کا چہرہ اب تک ہم رنگِ خاکستر ہو چکا تھا اور وہ اس کے بعد انتقال کر گئے، لیکن اس کے باوجود نبیؐ نے عورت کو معاف کر دیا۔[۶]

وہ تنہا عورت نہ تھی جس نے مسلمانوں کے ہاتھوں اپنا باپ اور شوہر کھویا تھا۔ قیدیوں میں جو کنانہ کے خزانے کو چھپانے کے نتیجے میں حراست میں لیے گئے، اس کی بیوہ صفیہ بھی تھی۔ اس حُیَیّ کی بیٹی جس نے بنی قریظہ کو رسولؐ کے ساتھ کیے ہوئے معاہدے کو توڑنے پر اکسایا تھا اور جو انھیں کے ساتھ غزوۂ خندق کے بعد قتل کر دیا گیا تھا۔ صفیہ کی عمر سترہ[۱۷] سال تھی اور کنانہ سے اس کی شادی نبیؐ کے مدینے سے روانہ ہونے سے ایک دو مہینے قبل ہی ہوئی تھی۔ یہ رشتۂ ازدواج جتنے دنوں قائم رہا خوش گوار نہیں رہا۔ اپنے باپ اور اپنے شوہر کے برخلاف صفیہ انتہائی پاک فطرت خاتون تھیں۔ انھوں نے اپنے بچپن سے لوگوں کو ایک نبی کے بارے میں بات کرتے سنا تھا کہ وہ جلد ہی آنے والا ہے۔ اس خبر سے ان کا ذہن اور تخیل معمور تھا پھر لوگوں نے مکے میں ایک عرب کا چرچا کیا۔ قریش کا ایک آدمی ہے جو دعویٰ کرتا ہے کہ وہ نبی ہے۔ پھر خبر ملی کہ وہ قبا پہنچ گیا۔ یہ سات سال پہلے کی بات تھی جب ان کی عمر دس سال تھی اور انہیں اپنے باپ اور چچا کا خفیہ طور پر قبا کے لیے روانہ ہونا تاکہ وہ اپنے کو مطمئن کر لیں کہ وہ ایک فریبی شخص ہے اچھی طرح یاد تھا لیکن جو بات سب سے بڑھ کر ان کے حافظے میں ثبت ہو کر رہ گئی تھی وہ یہ تھی کہ رات دیر گئے واپس آنے

toobaa-elibrary.blogspot.com



پر دونوں انتہائی مایوسی کی حالت میں تھے ان کی باہمی گفتگو سے واضح تھا کہ وہ یقین کرتے تھے کہ نو وارد نبیٔ موعود ہے لیکن وہ ارادہ رکھتے تھے کہ اس کی مخالفت کریں۔ ان کا نوعمر ذہن یہ معمہ سمجھنے سے قاصر تھا۔

اپنی شادی کے فوراً بعد اور نبیؐ کے خیبر کے سامنے ورود سے کچھ ہی دنوں پہلے انھوں نے ایک خواب دیکھا تھا۔ انھوں نے ایک ضیا بار چاند کو آسمان میں معلق دیکھا اور انھوں نے جان لیا کہ اس کے نیچے شہر مدینہ ہے۔ پھر وہ چاند خیبر کی جانب بڑھنے لگا۔ وہاں پہنچ کر وہ ان کی آغوش میں آگیا۔ جب وہ بیدار ہوئیں تو انھوں نے جو کچھ خواب میں دیکھا تھا کنانہ سے بیان کیا۔ خواب کا حال سن کر اس نے ایک زور کا تھپڑ ان کے منہ پر رسید کیا اور بولا اس کا ایک ہی مطلب ہے وہ یہ کہ تو شاہ حجاز محمدؐ کی آرزو رکھتی ہے۔" وہ جب قیدی کی حیثیت سے نبیؐ کی خدمت میں لائی گئیں اس وقت بھی تھپڑ کا نشان ان کے چہرے پر موجود تھا۔ آپؐ نے ان سے دریافت فرمایا وہ نشان کیسا ہے؟ اور انھوں نے آپؐ سے اپنے خواب کا حال بیان کیا۔ ادھر دِحیہ کلبیؓ جو غزوہ بدر کے بعد مسلمان ہو گئے تھے انھوں نے خواہش کی کہ خیبر کے مالِ غنیمت میں، ان کے حصے کے طور پر یا ان کے حصے کے ایک جزو کے طور پر صفیہ ان کو دے دی جائیں۔ اور نبیؐ نے اس سے اتفاق بھی کر لیا تھا لیکن ان کا خواب سننے کے بعد آپؐ نے دِحیہ کو کہلا بھیجا کہ وہ صفیہؓ کے بجائے ان کی رشتہ دار کو قبول کر لیں۔ پھر آپؐ نے صفیہؓ سے کہا کہ وہ ان کو آزاد کرنے کے لیے تیار ہیں، اور پیش کش کی کہ وہ چاہیں تو یہودیت پر قائم رہیں اور اپنے لوگوں میں ہی رہیں اور چاہیں تو مسلمان ہو جائیں اور آپؐ کے ساتھ رشتۂ ازدواج میں داخل ہو جائیں انھوں نے کہا "میں اللہ اور اس کے رسول کا انتخاب کرتی ہوں اور مدینہ واپس

toobaa-elibrary.blogspot.com


ہوتے ہوئے وہ پہلے ہی مرحلے میں رشتۂ ازدواج میں منسلک ہوگئے۔

مہم ابھی انجام کو نہ پہنچی تھی کیونکہ سیدھے اس راستے واپس ہونے کے بجائے جس سے وہ آئے تھے نبیؐ نے قدرے مغرب کا رُخ کیا اور وادی القریٰ کے یہودیوں کے قلعہ کا محاصرہ کرلیا۔ وہ خیبر کے ساتھ ساز باز کیے ہوئے تھے اور تین دن بعد یکساں شرائط پر انھوں نے ہتھیار ڈال دیے۔

ابن الاکوع قبیلۂ اسلم کا وہ شخص جس نے جانب شمال کوچ کے دوران گانا سنایا تھا خیبر میں قلعہ پر حملے کے دوران جاں بحق ہوا تھا خود اس کی اپنی تلوار کسی طرح مڑ کر اس کے جسم سے ٹکرا گئی اور اس کو ایک مہلک زخم لگا گیا۔ اس کے مرنے پر انصار میں سے ایک نے کہا کہ اس کو شہدا میں شمار نہیں کیا جاسکتا۔ نبیؐ نے فرمایا "جو ایسا کہتا ہے دروغ بیانی کرتا ہے۔ وہ باغہائے جنت سے اس طرح گزر رہا ہے جیسے کوئی تیراک پانی سے گزرتا ہے۔"[۵] شہادت سے سرفراز ہونے کے بارے میں ایک اور سوال وادی القریٰ میں اٹھا۔ یہاں نبیؐ کا حبشی غلام ایک اونٹ پر سے کجاوہ اتار رہا تھا کہ ایک تیر آکر اس کو لگا اور وہ مرگیا لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "وہ دوزخ میں ایک قبا کے نیچے جل رہا ہے۔ یہ قبا اس نے خیبر میں چرائی تھی اور اب وہ شعلوں کی قبا بن گئی ہے۔"[۶]

آپؐ اپنے اصحاب کو ہمیشہ خبردار کرتے رہتے تھے کہ آپؐ کی امت میں آپؐ کے ساتھ زندگی بسر کرنے کا شرف ایک عظیم ذمہ داری عائد کرتا ہے۔ کیونکہ اللہ عادل ہے اور وہ ان کی جانچ پرکھ زیادہ سختی سے کرے گا بہ نسبت ان لوگوں کے جو بدتر زمانے میں گزارہ کر رہے ہوں گے۔ جب بدی کی مزاحمت زیادہ مشکل ہوگی۔ آپؐ نے فرمایا "یقیناً تم لوگ ایسے زمانے میں ہو کہ جو کوئی قانون الٰہی کے معاملے میں دسویں حصے کے برابر فروگزاشت کرے گا تباہ ہوگا لیکن

toobaa-elibrary.blogspot.com



ایک زمانہ آئے گا کہ جو شخص قانونِ الٰہی کے دسویں حصے پر بھی عمل کرے گا نجات پالے گا۔[۱۱]

## حوالجات، حواشی، تشریحات:

۱۔ واقدی: ۶۳۶

۲۔ ۳۷: ۱۷۷

۳۔ ۵۹: ۱۴

۴۔ ۶۱: ۴

۵۔ ۲: ۲۹۴

۶۔ بخاری: ۵۱: ۲۸

۷۔ ابن اسحٰق: ۵-۳۵۴

۸۔ وہ بڑے خوش جمال شخص تھے۔ نبیؐ نے ان کے بارے میں فرمایا "میں نے جن لوگوں کو دیکھا ہے ان میں جبریلؑ سے سب سے زیادہ مشابہ دحیہ کلبی ہیں"۔ ابن سعد: ۳، ۱۰۹۰

۹۔ واقدی: ۲۶۲

۱۰۔ ابن اسحٰق: ۷۷۵

۱۱۔ ترمذی: ۳۱، ۷۹

toobaa-elibrary.blogspot.com



باب۔ ۷۰

# آپ سب سے زیادہ کس کو پیار کرتے ہیں

جب فاتح فوج اپنی سات ہفتوں کی غیر حاضری کے بعد مدینہ واپس پہنچی تو معلوم ہوا کہ جعفرؓ اپنے ساتھیوں کے ساتھ پہلے ہی وہاں وارد ہو چکے ہیں۔ وہ ستائیسؓ سال کی عمر میں حبش گئے تھے اور اب ان کی عمر چالیس سال تھی۔ انھوں نے نبیؐ کو تیرہ سال سے نہیں دیکھا تھا اگرچہ دونوں کے مابین مسلسل مراسلت کا رابطہ قائم رہا تھا۔ نبیؐ نے ان سے معانقہ کیا اور ان کی دونوں آنکھوں

toobaa-elibrary.blogspot.com



کے بیچ پیشانی کو بوسہ دیا۔ بعد ازاں آپؐ نے فرمایا "مجھے نہیں معلوم کہ دو میں سے کس واقعہ پر میری شادمانی اور سرور زیادہ ہے۔ جعفرؓ کی آمد پر یا خیبر کی فتح پر!" جعفرؓ کے ساتھ ان کی اہلیہ اسماءؓ تھیں۔ اور ان کے تین بیٹے تھے عبداللہ، محمد اور عون۔ تینوں حبش میں پیدا ہوئے تھے۔

ان کے ساتھ اُم حبیبہؓ بھی تھیں جن کا حجرہ ان کے استقبال کے لیے تیار تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان کی یکجائی کی تقریب میں ایک اور ولیمہ کا اہتمام کیا گیا۔ اُم حبیبہؓ کی عمر اس وقت تقریباً پینتیس ۳۵ سال تھی۔ دوسری ازواجِ مطہراتؓ، باستثنائے عائشہؓ ان کو مکّے ہی سے جانتی تھیں۔ مزید برآں وہ زینبؓ کی بھاوج تھیں اور سودہؓ اور اُم سلمہؓ ابتدائی دنوں میں ایک ساتھ حبش میں ان کی قریبی ملنے جلنے والی خواتین رہ چکی تھیں۔ ان کی آمد متوقع تھی اور اس سے کوئی ہلچل نہ واقع ہوئی۔ اُم حبیبہؓ کے مقابلے میں ازواجِ مطہرات کے لیے ان کے گھرانے میں ایک اور غیر متوقع اضافہ خوبرو اور کم سن صفیہؓ کا ان کے لیے زیادہ فکرمندی کا باعث تھا۔ ان کے مدینہ پہنچنے پر نبیؐ نے عارضی طور پر ہمیشہ میزبانی کے لیے تیار حارثہ کے مکان میں ان کو مقیم کر دیا۔ عائشہؓ نے جب ان کی خوب صورتی کے بارے میں سُنا تو انھوں نے اُم سلمہؓ کے پاس کسی کو بھیج کر دریافت کیا کہ ان کی نئی ساتھی کیسی ہیں۔ اُم سلمہؓ نے کہا "وہ واقعی خوب صورت ہیں اور رسولؐ ان سے بہت محبت کرتے ہیں" عائشہؓ حارثہؓ کے گھر گئیں اور عورتوں کی بھیڑ میں مل گئیں جو نئی دلہن کو دیکھنے آئی تھیں۔ وہ خود منہ پر نقاب ڈالے ہوئی تھیں۔ انھوں نے اپنی شناخت ظاہر نہ کی۔ وہ بھیڑ میں کسی قدر پیچھے رہیں لیکن خاصا قریب بھی تھیں کہ خود اندازہ کر سکیں کہ اُم سلمہؓ نے جو اطلاع دی تھی کیا وہ صحیح ہے۔ پھر وہ اس گھر سے چل دیں۔ نبیؐ جو وہاں موجود تھے انھوں نے ان کو پہچان

toobaa-elibrary.blogspot.com



لیا اور ان کے پیچھے تشریف لے گئے اور دریافت کیا کہ اے عائشہؓ تم نے ان کو کیسا پایا؟ عائشہؓ نے کہا "جیسی سب یہودنیں ہوتی ہیں میں نے اُن کو ویسا ہی پایا۔" نبیؐ نے فرمایا "ایسا نہ کہو، وہ اسلام میں داخل ہو چکی ہیں اور انھوں نے اپنا اسلام اچھی طرح ثابت کر دیا ہے۔"

اس کے باوجود اپنے باپ کی وجہ سے خاص طور پر صفیہؓ کا پہلو کمزور تھا۔ "اے حیَیّ کی بیٹی" یہ طرزِ خطاب بجائے خود عزت و احترام کا حامل تھا لیکن لہجہ اور آواز بدل کر تحقیر آمیز بن جاتا تھا۔ ایک موقع پر وہ اشکبار نبیؐ کی خدمت میں آئیں۔ اس لیے کہ ان کی ہی ساتھیوں میں سے ایک نے ان کو کم رتبہ ثابت کرنے کی کوشش کی تھی۔ آپؐ نے فرمایا "اُن سے کہو کہ میرے باپ ہارونؑ ہیں اور میرے چچا موسیٰؑ۔"

رسولؐ کی تمام ازواج میں سے صفیہؓ ہی عمر میں عائشہؓ سے حفصہؓ کے مقابلے میں بھی قریب تر تھیں۔ ان کی عمر اب بائیس سال تھی۔ اس کی وجہ سے شروع میں عائشہؓ کو خوف لاحق ہوا لیکن جیسے جیسے دن اور ہفتے گزرے دونوں کمسن ترین بیویوں نے ایک دوسرے کے لیے ایک خاص قسم کی ہمدردی محسوس کرنی شروع کر دی اور حفصہؓ نے بھی نو وارد سے دوستی کر لی۔ بعد کے دنوں میں عائشہؓ نے کہا۔ "ہمارے دو گروہ تھے ایک میں مَیں، حفصہؓ، صفیہؓ اور سودہؓ اور دوسرے میں اُم سلمہؓ اور باقی بیویاں۔"

اس وقت عائشہؓ کی عمر کا سولہواں سال تھا۔ ایک اعتبار سے خاصی عمر تھی دوسرے پہلوؤں سے نہیں تھی۔ ان کے جذبات ہمیشہ ان کے چہرے سے عیاں رہتے تھے اور تقریباً ہمیشہ ان کی زبان سے بھی۔ ایک موقع پر نبیؐ نے ان سے فرمایا "اے عائشہؓ تم جب مجھ سے غصہ ہوتی ہو تو تمھارا غصہ اور جب خوش

toobaa-elibrary.blogspot.com



ہوتی ہو تو تمھاری خوشی مجھ سے پوشیدہ نہیں رہتی۔" انھوں نے کہا "اے وہ کہ جو مجھے اپنے ماں باپ سے زیادہ عزیز ہیں آپ یہ بات کیسے جان لیتے ہیں؟" آپ نے فرمایا "جب تم خوش ہوتی ہو تو قسم کھاتے ہوئے کہتی ہو نہیں، قسم ہے محمد کے رب کی، لیکن جب غصہ ہوتی ہو تو کہتی ہو نہیں، قسم ہے ابراہیمؑ کے رب کی۔"[۱۵]

ایک دوسرے موقع پر جب نبیؐ ان کے پاس توقع کے برخلاف تاخیر سے تشریف لائے تو انھوں نے کہا "آج ابھی تک آپ کہاں تھے؟" آپ نے فرمایا "اے چھوٹی خوب صورت عورت! میں ام سلمہؓ کے پاس تھا۔" انھوں نے کہا "کیا آپ ابھی ام سلمہؓ سے سیر نہیں ہوئے" اور جب آپ صرف مسکرا دیئے تو انھوں نے مزید کہا "اے اللہ کے رسولؐ اپنے بارے میں آپ مجھے بتایئے کہ اگر آپ ایک وادی کی ڈوڑھاؤ کے درمیان کھڑے ہوں جن میں سے ایک چری نہیں گئی ہے اور دوسری چری جاچکی ہے تو آپ اپنے گلے کو کس میں چرائیں گے؟" نبیؐ نے فرمایا "اس میں جو نہیں چرائی گئی ہے۔" انھوں نے کہا "میں آپ کی دوسری بیویوں کی مانند نہیں ہوں ان میں ہر عورت سوائے میرے شوہر والی رہ چکی ہے۔" نبیؐ مسکرا دیئے اور کچھ نہ کہا۔[۱۶]

عائشہؓ اچھی طرح جانتی تھیں کہ وہ تنہا اپنے لیے نبیؐ کو مخصوص نہیں کرسکتی تھیں۔ وہ ایک عورت تھیں اور آپ بیس مردوں جیسے تھے۔ آپ کے بارے میں وحی نے وضاحت کی تھی کہ آپ خُلقِ عظیم کے مالک ہیں گویا کہ آپ اپنی ذات میں ایک پوری دنیا ہیں جس کا موازنہ خارجی کائنات سے کیا جاسکتا ہے اور کچھ پہلوؤں سے پراسرار طور پر اس سے ہم آہنگ بھی۔ انھوں نے اکثر دیکھا تھا کہ خواہ فاصلے پر بجلی کڑکے آپ کے چہرے کا رنگ بدل جاتا ہے۔ ہوا کا ایک تیز جھونکا بھی نمایاں طور پر آپ کو متاثر کرتا تھا یہاں تک کہ ایک موقع پر جب

toobaa-elibrary.blogspot.com


موسلادھار بارش ہو رہی تھی آپؐ نے اپنا سر، کندھا اور سینہ تک کھول لیا اور کھلی فضا میں باہر چلے گئے تاکہ براہ راست اپنی جلد پر اس فیاضی کو لے کر جو آسمان کی جانب سے ہو رہی تھی زمین کی مسرت میں شریک ہو جائیں۔

عائشہؓ اس وجہ سے بھی کم رشک کے جذبات نہ رکھتی تھیں کہ آپؐ دوسروں سے مختلف تھے لیکن وہ جانتی تھیں کہ محبت کے برخلاف رشک محض اس زندگی کی چیز ہے۔ جنت کا بیان کرتے ہوئے ایک سے زیادہ بار وحی نے وعدہ کیا "اور ہم تمہارے سینے میں جو کینہ ہوگا اس کو نکال دیں گے"۔ ایک دن انھوں نے نبیؐ سے کہا "اے اللہ کے رسولؐ جنت میں آپؐ کی بیویاں کون ہوں گی؟" آپؐ نے فرمایا "تم ان میں شامل ہو ــــ اور تمام زندگی عائشہؓ نے ان الفاظ کو اپنا بیش قیمت خزانہ قرار دیا۔ اسی طرح اس بات کو بھی جو آپؐ نے فرمائی "یہ ہیں جبرئیلؑ اور وہ تمھیں سلام کہتے ہیں۔" انھوں نے جواب دیا "ان پر اللہ کی سلامتی، رحمت اور برکات ہو"۔

اپنے رشک کے بارے میں بعد کے دنوں میں وہ کہا کرتی تھیں "مجھے رسولؐ کی دوسری بیویوں میں سے کسی پر بھی اتنا رشک نہ آتا تھا جتنا خدیجہؓ پر۔ کیونکہ آپؐ ان کا مسلسل اور پیہم ذکر فرمایا کرتے تھے اور اس لیے کہ اللہ نے آپؐ کو حکم دیا تھا کہ خدیجہؓ کو جنت میں قیمتی پتھروں کے ایک محل کی خوشخبری دے دیں۔ جب کبھی آپؐ کوئی بھیڑ قربان کرتے تھے تو اس کا اچھا خاصا حصہ ان خواتین کو بھیجتے جو حضرت خدیجہؓ کی قریبی اور بے تکلف سہیلیاں رہ چکی تھیں کئی بار میں نے ان سے کہا "ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے خدیجہؓ کے سوا دنیا میں کوئی عورت رہی ہی نہ ہو"۔

عائشہؓ کا مشاہدہ اور ردّ عمل بہت فوری ہوتا تھا۔ خیبر کے فوراً بعد یا شاید اس سے کچھ پہلے ابوالعاصؓ کی والدہ ہالہ اپنے بیٹے اور بہو زینبؓ سے

toobaa-elibrary.blogspot.com



اور لوپتی امامہ سے ملنے مدینے آئی تھیں اور ایک دن جب نبیؐ عائشہؓ کے حجرے میں تھے' دروازے پر کھٹکا ہوا' اور ایک عورت کی آواز سنائی دی جو اندر آنے کی اجازت چاہ رہی تھی۔ نبیؐ کے چہرے کا رنگ زرد پڑ گیا اور کپکپی طاری ہو گئی۔ عائشہؓ نے فی الفور سبب جان کر اور رشک کے جذبے سے مغلوب ہو کر آپؐ کو ملامت کی کیونکہ عائشہؓ نے جان لیا تھا کہ ہالہؓ کی آواز میں آپؐ نے ان کی بہن خدیجہؓ کی آواز سن لی تھی۔ آپؐ نے بعد میں اس خیال کی توثیق کی اور فرمایا کہ ان کی اجازت طلبی کا انداز بھی آپؐ کی متوفیہ بیوی جیسا تھا۔

سودہؓ نے جب آپؐ بوڑھی ہو چکی تھیں اپنی باری عائشہؓ کو دے دی تھی ان کو یقین تھا کہ آپؐ اس سے بہت خوش ہوں گے اور باقی گھر والے بشمول دوسری بیویوں کے اس بات میں شک نہ رکھتے تھے کہ اب جو بیویاں زندہ ہیں ان میں نبیؐ سب سے زیادہ عائشہؓ سے محبت کرتے ہیں۔ یہ محض قیاس اور اٹکل نہ تھی کیونکہ وقتاً فوقتاً صحابہ میں سے کوئی نہ کوئی آپؐ سے سوال کرتا تھا کہ اے اللہ کے رسول دنیا میں آپؐ سب سے زیادہ کس سے محبت کرتے ہیں اور ہر چند کہ آپؐ نے ہمیشہ اس سوال کا ایک ہی جواب نہیں دیا۔ کیوں کہ آپؐ کی فرطِ محبت کا رخ ایک سے زائد سمتوں میں تھا ــــ اپنی بیٹیوں سے، ان کے بچوں سے، علیؓ سے، ابوبکرؓ سے، زیدؓ سے اور اسامہؓ سے ــــ کبھی جواب ہوتا تھا عائشہؓ۔ لیکن دوسری بیویوں میں سے کسی ایک کا بھی نام آپؐ نے نہیں لیا۔ یہی وجہ تھی کہ مدینے میں معمول سا بن گیا تھا کہ اگر کوئی شخص نبیؐ کی توجہ حاصل کرنے کے لیے اپنی درخواست کے ساتھ کوئی ہدیہ پیش کرنا چاہتا تھا جیسا کہ قرآن نے سفارش کی تھی تو وہ اپنی پیش کش کو اس وقت تک کے لیے ملتوی رکھتا تھا کہ نبیؐ عائشہؓ کے حجرے میں ہوں۔

toobaa-elibrary.blogspot.com



اس مفروضے پر کہ اس وقت نبیؐ سب سے زیادہ مسرور ہوں گے ۔۔۔ اور آپ کی توجہ کے حصول کا وہ موزوں ترین موقع ہوگا۔ اس کے لیے آپ کے اندر اس موقع پر سب سے زیادہ آمادگی پائی جاتی ہوگی۔ اس صورتِ حال نے نبیؐ کے گھرانے میں ناراضگی پیدا کی اور امّ سلمہؓ اپنی جانب سے اور دوسروں کی نمائندگی کرتے ہوئے آپ سے یہ درخواست کرنے کے لیے حاضر ہوئیں کہ آپ یہ اعلان فرما دیں کہ کوئی شخص جو ہدیہ پیش کرنا چاہتا ہو وہ اس وقت کا انتظار کیے بغیر کہ آپ ایک مخصوص گھر میں ہوں، ہدیہ پیش کرے۔ نبیؐ نے ان کو کوئی جواب نہیں دیا۔ انھوں نے دوبارہ یہی بات کہی اور پھر بھی آپ خاموش رہے تب انھوں نے تیسری بار درخواست کی تو آپ نے فرمایا "عائشہؓ کے بارے میں مجھ کو تکلیف نہ پہنچاؤ ۔۔۔ کیونکہ مجھ پر وحی نازل نہیں ہوتی مگر جب کسی بھی دوسری بیوی کے سوا میں عائشہؓ کی چادر میں ہوتا ہوں" ام سلمہؓ نے عرض کیا میں اللہ سے استغفار کرتی ہوں کہ میں نے آپ کو اذیت پہنچائی۔ لیکن دوسری بیویاں اتنے پر بس کرنے والی نہ تھیں۔ انھوں نے فاطمہؓ سے کہلا بھیجا کہ وہ اُن کی جانب سے مداخلت کریں اور آپ سے کہیں کہ آپ کی بیویاں آپ کو اللہ کا واسطہ دیتی ہیں کہ ابوبکرؓ کی بیٹی کے معاملے میں ان کے ساتھ انصاف کریں۔ فاطمہؓ بادلِ ناخواستہ اس تجویز پر راضی ہوگئیں لیکن کچھ دنوں تک انھوں نے اس کو التوا میں ڈال رکھا یہاں تک کہ بالآخر ان کی رشتہ دار جحش کی بیٹی زینبؓ ان کے پاس آئیں اور ان پر زور دیا۔ چنانچہ وہ آپ کے پاس گئیں اور ان سے جو کہنے کو کہا گیا تھا وہ انھوں نے آپ سے کہا۔ نبیؐ نے فرمایا "میری چھوٹی بیٹی کیا تم اس چیز کو عزیز نہیں رکھتی ہو جس کو میں رکھتا ہوں"۔ اور جب انھوں نے اثبات میں جواب دیا تو آپ نے فرمایا "تو ان سے محبت رکھو" ۔۔۔ مطلب تھا عائشہؓ

toobaa-elibrary.blogspot.com



سے۔ پھر آپؐ نے فرمایا "زینبؓ نے تم کو بھیجا ہے نا؟" فاطمہؓ نے جواب دیا۔ "زینبؓ نے اور دوسروں نے۔" نبیؐ نے فرمایا "میں بقسم کہتا ہوں کہ یہ وہی ہیں جنھوں نے یہ معاملہ کھڑا کیا ہے۔" اور جب فاطمہؓ نے اس کا اقرار کر لیا تو آپؐ مسکرا دیے۔ وہ ازواج مطہرات کے پاس واپس گئیں اور جو کچھ ہوا تھا ان سے بیان کیا۔ انھوں نے کہا "اے اللہ کے رسولؐ کی بیٹی تم تو ہمارے کچھ کام نہ آئیں؟" اور اصرار کیا کہ دوبارہ جائیں لیکن فاطمہؓ نے انکار کر دیا۔ اس لیے انھوں نے زینبؓ سے کہا تم خود جاؤ۔ چنانچہ وہ نبیؐ کے پاس گئیں جنھوں نے بالآخر عائشہؓ سے فرمایا کہ ان سے بات کریں اور انھوں نے جو دلائل دیے اس کے خلاف زینبؓ کچھ نہ کہہ سکیں۔ نبیؐ کے لیے لازم تھا کہ ازواج کے ساتھ مساویانہ اور منصفانہ برتاؤ کریں اور دوسروں کی ہمت افزائی فرماویں کہ ان کی مثال کی پیروی کریں لیکن اپنی بیویوں کے معاملے میں دوسروں کے مساویانہ برتاؤ کی ذمہ داری آپؐ پر نہیں تھی۔ اور نہ آپؐ کی حیثیت نے اجازت دی ہوگی کہ آپؐ مداخلت فرمائیں۔ آپؐ کا کام تو یہ تھا کہ جو ہدیہ پیش کیا جائے شکریہ کے ساتھ قبول فرمالیں اور بقیہ امور کو ہدیہ دینے والوں پر چھوڑ دیں۔ جب زینبؓ چلی گئیں تو آپؐ نے عائشہؓ سے فرمایا کہ "حقیقت یہ ہے کہ تم ابوبکرؓ کی بیٹی ہو۔"

نبیؐ کے گھرانے میں رشک ناگزیر تھا اور آپؐ نے کوشش کی کہ جہاں تک ممکن ہو سکے اس کو ہلکا کیا جائے۔ ایک بار آپؐ ایک کمرے میں داخل ہوئے جہاں آپؐ کی بیویاں اور خاندان کے دوسرے لوگ جمع تھے۔ آپؐ کے ہاتھ میں سنگِ الماس کا ایک ہار تھا۔ کسی نے ہدیتاً پیش کیا تھا۔ ان سب کو وہ ہار دکھاتے ہوئے آپؐ نے فرمایا کہ یہ ہار میں اس کو دوں گا جس سے میں سب سے زیادہ محبت کرتا ہوں۔ کچھ بیویوں نے طنزیہ انداز میں سرگوشی کرتے ہوئے

toobaa-elibrary.blogspot.com



کہا کہ یہ ہار آپؐ ابوبکرؓ کی بیٹی کو دیں گے لیکن آپؐ نے ان کو کافی دیر تک حالتِ انتظار میں رکھنے کے بعد اپنی نواسی امامہؓ کو پکارا اور اس کے گلے میں ہار پہنا دیا۔

وہ اپنے نواسوں علیؓ اور فاطمہؓ کے بیٹوں سے بھی کم محبت نہ کرتے تھے۔ آپؐ فرماتے تھے مجھے اپنے اہل بیت میں سب سے زیادہ حسنؓ اور حسینؓ سے محبت ہے۔ اسامہؓ کا شمار بھی آپؐ کے پوتے کی حیثیت سے ہوتا تھا اور ایک سے زائد بار آپؐ نے ایک ہاتھ ان کا اور ایک حسینؓ کا پکڑا اور دعا فرمائی "میں ان سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان سے محبت فرما" ؎

---

## حوالجات، حواشی، تشریحات:


۱؎ ابن سعد: ۸، ۴۷

۲؎ ایضاً: ۸، ۵۵

۳؎ ۷: ۴۴ - ۱۵: ۴۷

۴؎ ابن سعد: ۸، ۵۵

۵؎ بخاری: ۲۰۰۶۳

۶؎ حوالہ سابق

۷؎ بخاری: ۵۱/۸

۸؎ ایضاً: ایضاً - ابن سعد: ۸، ۱۲۳

۹؎ ابن سعد: ۴/۱، ۴۳

toobaa-elibrary.blogspot.com


باب - ۱۷

# خیبر کے بعد

خیبر کی مہم کے بعد چھ نسبتاً چھوٹی مہمات عمل میں آئیں جن میں سے دو باالترتیب عمرؓ اور ابوبکرؓ کی سربراہی میں تھیں۔ یہ مہمات ہوازن کے معاند قبائل کے خلاف تھیں جن کے علاقے نے یمن کی شاہراہ کو مسدود کر رکھا تھا۔ دوسری مہمات مشرق اور شمال کی جانب غطفان کے قبائل کے خلاف تھیں۔ ان میں سے دو بنی مُرّہ کے خلاف تھیں جن کا علاقہ نخلستان فدک سے متصل تھا جو اب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ملکیت میں تھا۔

toobaa-elibrary.blogspot.com


اصل مالک ہونے کے بجائے اجیر ہو جانے کے سبب فدک کے یہودیوں کو بدوؤں کے خلاف تحفظ کی حاجت تھی لیکن ان ٹیڑوں کی تعداد کا مدینے میں ان کی اصل طاقت سے کم اندازہ لگایا گیا۔ چنانچہ پہلی مہم میں صرف تیس۳۰ آدمی بھیجے گئے اور تقریباً وہ سب کے سب شہید ہو گئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فی الفور دو سو آدمیوں کی ایک دوسری جمعیت روانہ کی اور اس فوج نے دشمن کو خاصے جانی نقصانات کے ساتھ بھاگ کھڑے ہونے پر مجبور کر دیا۔ کچھ لوگ قید بھی کر لیے گئے۔ کچھ اونٹ اور بھیڑیں مال غنیمت کے طور پر حاصل ہوئیں۔ سترہ۱۷ سالہ اُسامہؓ کو اس مہم میں حصہ لینے کی اجازت دے دی گئی تھی۔ خندق کی لڑائی میں وہ فوج کی صفوں کے پیچھے رہے تھے لیکن یہ حقیقی معنی میں ہر اعتبار سے ان کی پہلی مہم تھی۔ اس مہم کے معرکے کے دوران مرّہ کے ایک شخص نے ان کی نو عمری کا مذاق اڑایا اور اس کو جلد ہی اپنی اس حرکت پر نادم ہونا پڑا۔ وہ پہلے ہی سے اپنا دم خم دکھانے پر تلے ہوئے تھے۔ اُسامہؓ نے اب غصے میں بھر کر اس شخص کا ــــــ حالانکہ ہدایت کی گئی تھی کہ سب اکٹھا رہیں۔ ایک دوسرے سے الگ نہ ہوں ــــــ ریگستان میں دور تک پیچھا کیا، اس سے لپٹ گئے اور اس کو زخمی کر دیا۔ اس پر قبیلۂ مرّہ کے اس شخص نے بآواز بلند کہا لاالٰہ الّا اللہ، لیکن اس تصدیق کے باوجود اُسامہؓ نے اس پر ایسا وار کیا کہ وہ جاں بحق ہو گیا۔

مہم کے سربراہ غالبؓ ابن عبداللہ تھے۔ لڑائی کے بعد جو پہلا خیال ان کے دماغ پر مسلط تھا وہ یہ تھا کہ اُسامہؓ کہاں ہیں۔ وہ اور فوج کا ہر آدمی جانتا تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو زیدؓ کے بیٹے سے بڑی محبت ہے اس لیے اس کے باوجود کہ فتح حاصل ہو گئی تھی چھاؤنی میں ایک ہلچل مچی ہوئی تھی کہ ایک گھنٹہ رات گزرنے کے بعد اُسامہؓ واپس آ گئے۔ غالبؓ نے سختی سے اُن سے باز پرس کی۔ نوجوان اُسامہؓ نے کہا میں

toobaa-elibrary.blogspot.com



نے ایک ایسے شخص کا پیچھا کیا جو میرا مذاق اُڑا رہا تھا اور جب میں نے اس کو جالیا اور زخمی کر دیا تو اس نے کہا لا الٰہ الا اللہ۔ غالبؓ نے کہا ”اس پر تم نے اپنی تلوار نیام میں رکھ لی؟“ اسامہؓ نے کہا ”نہیں، جب تک کہ میں نے اس کو اجل آشنا نہ کر دیا۔“ یہ سننا تھا کہ سارے کیمپ میں شور مچ گیا اور سب نے زور و شور سے ان کو ملامت کرنی شروع کر دی۔ ندامت اور شرمندگی سے مغلوب ہو کر انھوں نے اپنا منہ اپنے ہاتھوں میں چھپا لیا۔ مدینے واپس ہوتے ہوئے دورانِ سفر وہ کھانا نہ کھا سکے کسی طرح کھانے کے لیے ان کی طبیعت آمادہ نہ ہو سکی۔ ایک وحی نازل ہو چکی تھی جس سے سن رسیدہ لوگ ایک یا دو ایسے معاملات کے تعلق سے باخبر تھے جن میں حوالہ تھا اس بات کا کہ ایک مسلمان جہاد کے دوران ایک کافر کو قتل کرنے جا رہا تھا کہ اس نے اسلام کا اعلان کر دیا اور مسلمان نے زرہ اور اسلحہ اور مال غنیمت جس کا وہ اپنے آپ کو حق دار سمجھتا تھا کے ہاتھ سے نکل جانے کے خیال سے برہم ہو کر کہا ”تم مومن نہیں ہو“ اور اس کو قتل کر دیا۔ اسامہؓ کے معاملے میں قتل کا اصل محرک مالِ غنیمت کا لالچ نہ تھا بلکہ پاس آبرومندی تھا۔ لیکن اصول تو ایک ہی تھا کہ جو اسلام کا اعلان کر دے اس کو قتل نہ کیا جانا چاہیے۔ آیات یہ تھیں: ”اے ایمان لانے والو جب تم اللہ کی راہ میں جہاد کے لیے نکلو تو دوست دشمن میں تمیز کرو اور جو تمھاری طرف سلام سے تقدیم کرے اسے فوراً نہ کہہ دو کہ تو مومن نہیں ہے۔ اگر تم دنیوی فائدہ چاہتے ہو تو اللہ کے پاس تمھارے لیے بہت مال غنیمت ہے۔ آخر اسی حالت میں تم خود بھی تو اس سے پہلے مبتلا رہ چکے ہو۔ پھر اللہ نے تم پر احسان کیا۔ لہٰذا تحقیق سے کام لو۔ جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے باخبر ہے؟“[۵]

مدینے پہنچتے ہی اسامہؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپؐ نے پیار سے انھیں لپٹا لیا۔ پھر فرمایا ”اچھا اب مجھے مہم کے بارے میں بتلاؤ۔“ اسامہؓ

toobaa-elibrary.blogspot.com



نے مدینے سے روانگی کے بعد جو سارے واقعات پیش آئے تھے سب بیان کیے اور جب انھوں نے بتلایا کہ اس شخص کو قتل کر دیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سوال کیا: اسامہ کیا تم نے اس کے بعد بھی کہ اس نے لا الٰہ الا اللہ کہہ دیا، اس کو قتل کر دیا؟ انھوں نے جواب دیا: اے اللہ کے رسولؐ یہ تو اس نے قتل سے بچنے کے لیے کہا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اچھا تو کیا تم نے اس کا دل چیر کر دیکھا تھا کہ وہ سچ بولتا ہے یا جھوٹ؟ اسامہؓ نے کہا آئندہ میں پھر کبھی کسی ایسے شخص کو قتل نہ کروں گا جو لا الٰہ الا اللہ کہہ دے اور وہ بعد کے دنوں میں کہا کرتے تھے کہ کاش میں اس دن داخل اسلام ہوا ہوتا؟ کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دین میں داخل ہونا ماضی کے گناہوں کو کالعدم کر دیتا ہے۔

خیبر سے واپسی کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم خود زیادہ تر مدینے میں ہی قیام پذیر رہے۔ متفرق معمولی مہمات کے باوجود جنوب کی جانب صلح صفائی کی صورت حال اور شمال کی سمت فتحیابی نے ان مہینوں کو نسبتاً امن اور خوش حالی کا زمانہ بنا دیا تھا حالانکہ جنوبی حجاز سے جو دولت حاصل ہوئی تھی اس نے کچھ مسائل بھی کھڑے کر دیے تھے۔ ایک صبح عمرؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر آئے۔ گھر کے قریب پہنچے تو انھوں نے عورتوں کو بلند آواز میں باتیں کرتے سُنا۔ ان کے نزدیک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں یہ بات نامناسب تھی۔ مزید براں اس بات نے کہ یہ قریش کی عورتیں تھیں یعنی مہاجرین کی۔ ان کی اس رائے کی توثیق کر دی کہ وہ مدینے کی عورتوں سے بری عادتیں سیکھتی جا رہی ہیں۔ کیونکہ مدینے کی عورتیں نسلوں سے اپنے اوپر کم قابو رکھنے والی اور مکے کی عورتوں کے مقابلے میں زیادہ بیباک رہی تھیں۔ یہ بات وہ اچھی طرح جانتی تھیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم درخواست رد کرنے کو ناپسند فرماتے ہیں اور وہ آپ سے باصرار درخواست کر رہی تھیں کہ مال غنیمت کے طور پر پانچویں حصے میں جو کپڑے موصول ہوئے ہیں آپ ان کو دے دیں۔ کمرے کے ایک حصے میں پردہ

toobaa-elibrary.blogspot.com



پڑا ہوا تھا۔ جب عمرؓ کی اجازت طلبی کی آواز سنی گئی تو یکبارگی مکمل خاموشی ہوگئی اور عورتیں پردے کے پیچھے چھپ گئیں۔ اتنی جلد کر جب عمرؓ داخل ہوئے تو انھوں نے پایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہنسی کی وجہ سے کچھ کہہ نہیں پا رہے ہیں۔ عمرؓ نے کہا "اللہ کے رسولؐ اللہ آپ کی زندگی کو معمور تبسم کر دے۔" نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "عجیب وغریب بات! عورتیں ابھی ابھی میرے پاس تھیں اور تمھاری آواز سن کر کتنی جلد پردے کے پیچھے بھاگ گئیں۔" عمرؓ نے کہا "اغلب یہ ہے کہ میرا نہیں یہ آپ کا حق ہے۔ ان عورتوں کو آپ سے ڈرنا چاہیے مجھ سے نہیں۔" پھر ان عورتوں کو مخاطب کرتے ہوئے انھوں نے کہا "اے دشمنانِ خود، تم مجھ سے ڈرتی ہو، اللہ کے رسول سے نہیں۔" انھوں نے جواب دیا۔ "ہے تو ایسا ہی، آپ اللہ کے رسولؐ کی بہ نسبت زیادہ روکھے اور سخت گیر ہیں۔" نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "یہ سچ ہے ابن الخطاب۔" مزید فرمایا "قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ شیطان تمھیں کسی راستے پر آتے دیکھ لیتا ہے تو راہ چھوڑ کر کترا جاتا ہے۔"[۵۹]

قریبی زمانے میں جو دولت حاصل ہوئی اور آسانیاں بہم پہنچیں تو ان میں اُم ایمنؓ تک کی ہمت ہوئی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک مطالبہ کریں۔ انھیں مدت سے ایک اونٹ کی ضرورت محسوس ہو رہی تھی جس کو وہ اپنا کہہ سکیں۔ اب وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور آپ سے عرض کیا کہ ان کو ایک سواری مہیا فرما دیں۔ آپ نے سنجیدگی سے ان کی طرف دیکھا اور فرمایا "میں تمھیں اونٹ کے بچے پر سوار کروں گا۔" وہ جھٹ بولیں "اللہ کے رسولؐ، مجھے نہیں چاہیے۔" ان کا خیال تھا کہ آپ انھیں اونٹ کے بجائے اونٹ کا بچہ دینے کے بارے میں کہہ رہے ہیں۔ آپ نے دوبارہ فرمایا "میں تو تمھیں اونٹ کے بچے ہی پر سوار کروں گا۔"[۶۰] یہ سوال وجواب چلتا رہا تا آنکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے پر تبسم نمودار ہوا اور اُم ایمنؓ نے جان لیا کہ

toobaa-elibrary.blogspot.com



آپ انھیں چھیڑ رہے ہیں اور یہ کہ ہر اونٹ لازمًا اونٹ کا بچہ ہی ہوتا ہے۔

ایک دوسرے دن بہرحال عمرؓ نے پایا کہ آپ کم بشاش ہیں۔ اپنے رخسار کے نیچے ہاتھ رکھے اور اس پر سر ٹکائے لیٹے ہوئے ہیں۔ آپ نے فرمایا، اے عمرؓ! یہ لوگ مجھ سے وہ چیز طلب کرتے ہیں جو میرے پاس نہیں ہے۔ خیبر جاتے وقت اس دولت کی فراوانی کا تذکرہ کرتے ہوئے جس کا رُخ موعودہ فتح کے نتیجے میں مدینے کی جانب ہونے والا تھا آپ نے فرمایا تھا کہ وہ تم لوگوں کے لیے بھلی نہ ہوگی؟ حقیقت بھی یہی تھی جس کی جانب آپؐ نے اشارہ فرمایا تھا اور یہ بات آپؐ کے اپنے گھرانے پر بھی اتنی ہی منطبق ہوتی تھی جتنی دوسروں پر۔ اس زمانے تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کا خاندان انتہائی کفایت شعاری سے گزر بسر کرتا تھا۔ عائشہؓ نے کہا خیبر سے پہلے وہ جانتی ہی نہ تھیں کہ شکم سیر ہو کر کھجور کھانا کیا ہوتا ہے۔ نبی کے زیر کفالت روز افزوں اشخاص کی غربت کا یہ عالم تھا کہ آپؐ کی بیویاں صرف وہی طلب کرتی تھیں جو ضروری ہوتا اور وہ بھی ہمیشہ نہیں۔ جو چیزیں فی الواقع دی جاتی تھیں وہ دوسروں کو دے دی جاتیں یا فروخت کر دی جاتیں تاکہ اس سے حاصل شدہ رقم صدقات میں صرف کر دی جائے لیکن اب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خوشی تھی کہ آپؐ اپنی بیویوں کو ہدیہ دے سکتے تھے اور جہاں تک بیویوں کا تعلق ہے وہ مانگ سکنے میں سست رفتار نہ تھیں جس کی وجہ سے کبھی کبھی مسائل پیدا ہوتے تھے۔ کیوں کہ مساوات کا تقاضا تھا اور انصاف کا بھی کہ جو ایک کو دیا جائے وہی دوسری کو بھی لازمًا دیا جائے۔

ساتھ ہی انھوں نے آپؐ کی رعایت کا دوسرے طریقوں سے فائدہ حاصل کرنا شروع کر دیا۔ ایک دن عمرؓ نے کسی بات پر اپنی بیوی کو تنبیہ کی تو انھوں نے بڑے تیکھے انداز میں ان کو جواب دیا اور جب عمرؓ نے ان کو قائل کرنے کی کوشش کی تو انھوں نے جواب دیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں آپؐ کو پلٹ کر جواب دیتی

toobaa-elibrary.blogspot.com



ہیں تو وہ کیوں نہ دیں۔ انھوں نے مزید کہا "اور ان میں سے ایک ہے ان کی بیٹی جو صبح سے رات تک بے تکان جو کچھ دل میں آتا ہے ان سے کہتی رہتی ہے۔" اس گفتگو سے اذیت محسوس کر کے عمرؓ حفصہؓ کے پاس گئے۔ انھوں نے اس بات سے انکار نہ کیا کہ ان کی ماں جو کچھ کہتی ہیں وہ سچ ہے۔ انھوں نے بیٹی سے کہا "تم میں نہ عائشہؓ کی شان ہے اور نہ زینبؓ کی خوب صورتی۔" اس توقع کے ساتھ کہ وہ اس طرح حفصہؓ کی خود اعتمادی کو متزلزل کر دیں گے لیکن جب انھوں نے دیکھا کہ ان کی بات کا کوئی اثر نہ ہوا تو مزید کہا "کیا تم کو اتنا یقین ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نعوذ باللہ کبھی توغدا غضب ناک ہو کر تم کو تباہ نہ کر دے گا؟" پھر وہ اپنی رشتہ دار ام سلمہؓ کے پاس گئے اور کہا "کیا یہ صحیح ہے کہ تم لوگ جو جی میں آتا ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہتی ہو اور احترام ملحوظ رکھے بغیر ان کو جواب دیتی ہو؟" ام سلمہؓ نے کہا "قسم ہے ان تمام چیزوں کی جو خیر و بہتر ہیں۔ کیا ضرورت لاحق ہوئی تم کو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی بیویوں کے بیچ میں پڑو۔ ہاں خدا کی قسم ہمارے دل میں جو کچھ ہوتا ہے ہم برملا کہتے ہیں اور اگر وہ ہم کو چھوٹ دیتے ہیں تو یہ ان کا معاملہ ہے۔ اگر وہ ہمیں منع کر دیں تو ہم ان کے اس سے زیادہ اطاعت شعار ہیں جتنا ہم تمھارے ہیں۔" عمرؓ نے محسوس کیا کہ واقعی وہ بہت دور تک چلے گئے تھے اور ام سلمہؓ کی یہ ملامت ٹھیک ہے لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ نبیؐ کے گھر میں سب خیر و عافیت ہی نہ تھی۔

نسبتاً یکایک جو تلافی عمل میں آئی وہ ایک اعتبار سے ایک بالکل غیر متوقع واقعے کے سبب عمل میں آئی۔ مقوقس کے نام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکتوب کا جس میں اس کو اسلام کی دعوت دی گئی تھی دفع الوقتی کے انداز میں جواب دیا گیا لیکن مصر کے حکمراں نے اپنے جواب کے ساتھ ایک قیمتی ہدیہ ـــــ ایک ہزار پیمانہ سونا، عمدہ کپڑے کے بیس ملبوسات، ایک نر، ایک مادہ خچر روانہ کیا اور ان سارے

toobaa-elibrary.blogspot.com



تحائف سے بڑھ چڑھ کر ایک بوڑھے خواجہ سرا کی نگرانی میں دو قبطی عیسائی کنیزیں روانہ کیں۔ ایک کا نام ماریہ تھا دوسری کا شیریں۔ دونوں بہنیں تھیں۔ دونوں ہی خوب صورت تھیں لیکن ماریہ غیر معمولی طور پر خوش جمال تھیں۔ آپ نے ان کے حسن و جمال پر حیرت کا اظہار فرمایا۔ شیریں کو حسانؓ ابن ثابت کو عطا کر دیا اور ماریہ کو اس گھر میں قیام پذیر فرمایا جو مسجد سے متصل تھا اور جس میں اپنا حجرہ بننے سے پہلے صفیہؓ رہ چکی تھیں۔ وہاں آپ دن میں بھی اور رات میں بھی تشریف لے جاتے تھے لیکن آپ کی ازواج کی جانب سے ان کے خلاف ایسا علانیہ رشک کا اظہار ہوا کہ وہ (ماریہ) افسردہ خاطر ہو گئیں تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مدینے کے شہری علاقے میں قیام پذیر کر دیا۔ عائشہؓ اور دوسری ازواج کو اس بندوبست سے شروع میں اطمینان ہوا لیکن جلد ہی ان کو پتا چلا کہ انھوں نے کوئی کامیابی نہیں حاصل کی تھی۔ کیوں کہ آپ اب پہلے سے کم وہاں نہ جاتے تھے اور فاصلہ بڑھ گیا تھا تو غیر حاضری بھی طویل ہوتی تھی۔

وہ سب جانتی تھیں کہ اگر آپ ایسا کرتے ہیں تو آپ کو اس کا حق حاصل ہے ——— ایک ایسا حق جس حق کو ابراہیمؑ اور ان سے پہلے سے تسلیم کیا جاتا رہا تھا۔ کیا وہ سب کی سب ——— سوا صفیہؓ کے ——— ابراہیمؑ اور ہاجرہ کے ازدواجی رشتے کا نتیجہ نہ تھیں جو کنیز (؟) تھیں۔ مزید برآں موسیٰؑ پر جو احکام نازل ہوئے تھے وہ ان حقوق کی تائید کرتے تھے اور قرآن خود صراحت کے ساتھ آقا کو اجازت دیتا ہے کہ وہ اس کی آزاد مرضی سے اس سے تمتع کر سکتا ہے لیکن ازواج مطہرات یہ بھی جانتی تھیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بے حد حساس ہیں اور انھوں نے اس کی فکر کی کہ آپ کی پوری خانگی زندگی ان کی بامقصد اور غیر مخفی ردِّ عمل کے زیر اثر رہے۔ خاص طور سے حفصہؓ نے ایسے احساس کا اظہار کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بالآخر قسم کھانے پر آمادہ ہو گئے کہ آپ ماریہ سے مزید ملاقات نہ کریں گے۔ اس موقع پر عائشہؓ، حفصہؓ

toobaa-elibrary.blogspot.com



کی ہمنوا تھیں۔

اب جو وحی نازل ہوئی جس کو سورۂ تحریم[۴] کہا جاتا ہے اس لیے کہ اس کی ابتدا ہوتی ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تنبیہ کرنے سے کہ انھوں نے ماریہ کو اپنی زندگی سے کیوں بے دخل کر دیا۔ "اے نبی، تم کیوں اس چیز کو حرام کرتے ہو جو اللہ نے تمھارے اوپر حلال کی ہے[۹]؟" پھر آپ کو اپنی قسم سے بری کرنے کے بعد آیات میں حفصہؓ اور عائشہؓ کو خطاب کیا گیا ہے۔ حالانکہ نام سے نہیں۔ "اگر تم دونوں اللہ سے ندامت کا اظہار کرو تو یہ تمھارے لیے بہتر ہے، کیوں کہ تمھارے دل سیدھی راہ سے ہٹ گئے ہیں اور اگر نبی کے مقابلے میں تم نے باہم جتھہ بندی کی تو جان رکھو اللہ اس کا مولیٰ ہے اور اس کے بعد جبرئیل اور تمام صالح اہل ایمان اور سب ملائکہ اس کے ساتھی اور مددگار ہیں[۹]۔" اگلی آیات میں سب ازواج مطہرات کو خطاب کیا گیا ہے۔ "بعید نہیں کہ اگر نبی تم سب بیویوں کو طلاق دے دے تو اللہ اسے ایسی بیویاں تمھارے بدلے میں عطا فرما دے جو تم سے بہتر ہوں۔ سچی مسلمان، باایمان، اطاعت گزار، توبہ گزار، عبادت گزار اور روزہ دار خواہ شوہر دیدہ ہوں یا باکرہ[۱۰]۔"

سورۂ سلسلۂ انبیاء کی تاریخ کی دو بری اور دو اچھی مثالوں پر ختم ہوتی ہے:

"اللہ کافروں کے معاملے میں نوحؑ اور لوطؑ کی بیویوں کو بطور مثال پیش کرتا ہے۔ وہ ہمارے صالح بندوں کی زوجیت میں تھیں مگر انھوں نے اپنے شوہروں سے خیانت کی اور وہ اللہ کے مقابلے میں ان کے کچھ کام نہ آ سکے۔ دونوں سے کہہ دیا گیا، جاؤ آگ میں جانے والوں کے ساتھ تم بھی چلی جاؤ اور اہل ایمان کے معاملے میں اللہ فرعون کی بیوی کی مثال پیش کرتا ہے جبکہ اس نے دعا کی "اے میرے رب، میرے لیے اپنے ہاں جنت میں ایک جگہ بنا دے اور مجھے فرعون اور اس کے عمل سے بچا لے اور ظالم قوم سے مجھ کو نجات دے" اور عمران کی بیٹی مریمؑ کی مثال دیتا ہے جس نے اپنی شرم گاہ

toobaa-elibrary.blogspot.com



کی حفاظت کی تھی۔ پھر ہم نے اس کے اندر اپنی طرف سے روح پھونک دی اور اس نے اپنے رب کے ارشادات اور اس کی کتابوں کی تصدیق کی اور وہ اطاعت گزار لوگوں میں سے تھی ۔"

جب آپؐ ازواج مطہراتؓ کے سامنے سورۃ کی تلاوت ختم فرما چکے تو آپؐ نے ان پر چھوڑ دیا کہ وہ آیات کے مندرجات پر غور کریں اور خود ایک چھت دار دالان میں جو آپؐ کے پاس حجروں کے علاوہ واحد جگہ تھی تشریف لے گئے۔ سارے مدینے میں خبر پھیل گئی کہ آپؐ نے بیویوں کو طلاق دے دی ۔ عمرؓ کو رات میں خبر ملی۔ فجر کے وقت وہ معمول کے مطابق مسجد گئے، لیکن نماز کے بعد اس سے پہلے کہ عمرؓ آپؐ سے مخاطب ہو سکتے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دالان میں چلے گئے ۔ عمرؓ حفصہؓ کے پاس گئے، اور انھیں اشکبار پایا۔ "کیوں رو رہی ہے تو؟" اور قبل اس کے کہ وہ جواب دے سکتیں انھوں نے مزید کہا "کیا میں نے کہا نہیں تھا، تم سے کہ یہ ہونا ہے ؟ کیا اللہ کے رسولؐ نے تم کو طلاق دے دی ہے ؟" حفصہؓ نے جواب دیا "میں نہیں جانتی، لیکن وہ وہاں اس دالان میں عزلت گزیں ہیں ۔" اس دالان میں داخلہ مسجد سے تھا۔ اب عمرؓ لوٹ کر اس میں گئے ایک جماعت مسجد میں منبر کے قریب بیٹھی تھی ۔ ان میں سے کچھ اشکبار تھے۔ وہ تھوڑی دیر ان لوگوں کے پاس بیٹھے پھر اپنے جذبات پر قابو نہ پا سکے اور دالان کے دروازے پر گئے، جہاں ایک حبشی لڑکا جو آپؐ کا خادم تھا کھڑا تھا۔ انھوں نے لڑکے سے کہا "عمر کے لیے داخل ہونے کی اجازت مانگو۔" وہ اندر گیا اور یہ کہتا ہوا واپس آیا کہ میں نے آپ کا نام لیا لیکن وہ خاموش رہے ۔ عمرؓ جہاں اور لوگ بیٹھے تھے واپس گئے ۔ پھر تھوڑی دیر بعد داخل ہونے کی اجازت لینے گئے۔ پھر انھیں بتایا گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی جواب نہ دیا۔ ایسا ہی تیسری بار بھی ہوا لیکن جونہی عمرؓ واپس ہونے کے لیے مڑے، لڑکے نے پکار کر کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں

toobaa-elibrary.blogspot.com



کر اندر آسکتے ہیں۔ عمرؓ اندر گئے اور انھوں نے آپ کو ایک کھردری چٹائی پر ٹیک لگائے لیٹے دیکھا۔ آپ کی پیٹھ جو کسی قدر کھلی ہوئی تھی اس پر دکھائی دے رہا تھا کہ جلد پر دباؤ کے سبب نشان بن گیا ہے۔ ایک چمڑے کا گدا جس میں کھجور کے ریشے بھرے تھے آپ کے پہلو میں تھا اور اس پر آپ ٹیک لگائے ہوئے تھے۔ آپ کی نگاہیں نیچی تھیں۔ جب عمرؓ داخل ہوئے تھے تو آپ نے ان کی جانب نگاہ اٹھا کر نہیں دیکھا۔ عمرؓ نے کہا "اے اللہ کے رسولؐ، کیا آپ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی؟" نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرؓ سے آنکھیں چار کر کے فرمایا "نہیں، میں نے طلاق نہیں دی ہے۔" "اللہ اکبر" عمرؓ نے ایسی بلند آواز میں کہا کہ ان کی آواز پڑوس کے تمام گھروں میں سنائی دی۔ ام سلمہؓ نے بعد میں بیان کیا کہ "میں رو رہی تھی اور جب کوئی میرے پاس آتا تھا تو سوال کرتا تھا کیا رسولؐ نے تم کو طلاق دے دی ہے۔ میں جواب دیتی تھی "خدا کی قسم میں نہیں جانتی۔" یہ سلسلہ جاری رہا یہاں تک کہ عمرؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔ ہم نے ان کی تکبیر سنی — ہم سب اپنے حجروں میں تھے — اور ہم نے جان لیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سوال کے جواب میں "نہیں" فرمایا ہے۔ فی الواقع ہر شخص کے دل میں ایک ہی سوال تھا اور لوگوں کو یقین تھا کہ یہی سوال عمرؓ کے لیے بالخصوص اپنی بیٹی کے تعلق سے آج فکر مندی کا باعث ہوگا۔ عمرؓ نے کہا "میں وہاں کھڑا رہا اور رسولؐ کی حالت کا اندازہ کرنے کی کوشش کرتا رہا۔ میں نے کہا "ہم قریش کے مرد عادی تھے کہ اپنی بیویوں پر حکم چلائیں لیکن جب ہم مدینے آئے تو ہم ایسے لوگوں کے درمیان تھے جن پر ان کی بیویاں حاوی ہیں۔" انھوں نے دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے پر خفیف سی مسکراہٹ کے آثار نمودار ہوئے۔ اس لیے کہ وہ کہتے رہے جو کچھ انھوں نے خبردار کرنے کے طور پر پہلے حفصہؓ سے کہا تھا۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے۔ اس پر عمرؓ کو جرأت ہوئی کہ بیٹھ جائیں۔ ایک بار

toobaa-elibrary.blogspot.com



پھر ان کو اس کمرے کے خالی ہونے کا احساس ہوا ــــ فرش پر ایک چٹائی تین چمڑے کے گدّے اور مزید کچھ نہیں ــــ انھوں نے صلاح دی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے لیے کچھ مزید راحت اور آرام حاصل کرنا چاہیے۔ موازنے کے طور پر انھوں نے یونان اور فارس کا تذکرہ کیا لیکن ان کی بات یہ کہہ کر کاٹ دی گئی "اے ابن خطاب کیا تم کو اس میں کوئی شبہ ہے کہ ان لوگوں کی اچھی چیزیں یعنی ان کی دنیوی (عارضی) زندگی کے لیے ہی ہیں۔"

یہ نئے چاند کے طلوع ہونے کا زمانہ تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں پر ظاہر کر دیا کہ مہینے گزرنے سے پہلے تک وہ ان میں سے کسی سے ملنا نہیں چاہتے تھے۔ جب مہینے کا چاند بالکل ڈوب چکا تھا آپ پہلے عائشہؓ کے حجرے میں تشریف لے گئے۔ وہ آپ کو دیکھ کر خوش تو ہوئیں لیکن ان کو تعجب تھا۔ انھوں نے آپ سے کہا "ابھی تو صرف انتیس راتیں ہوئیں۔" آپ نے پوچھا "تم کو کیسے معلوم ہوا؟" انھوں نے جواب دیا "میں گنتی رہی ہوں ــــ میں نے کتنا ان کا شمار کیا ہے۔" آپ نے فرمایا "لیکن یہ مہینہ تیس کا نہیں انتیس کا ہے۔" وہ بھول گئی تھیں کہ قمری مہینہ کبھی تیس کے بجائے انتیس کا بھی ہوتا ہے۔ پھر آپ نے ایک دوسری وحی کی خبر دی جو آپ پر نازل ہوئی تھی اور جس نے آپ پر لازم گردانا تھا کہ ممکن صورتوں میں سے ایک کے انتخاب کی ان کو پیش کش کریں۔ آپ نے فرمایا کہ آپ نے ان کے باپ سے خواہش کی ہے کہ اس معاملے میں ان کو مشورہ دیں۔ اور اس طرح آپ کی مدد کریں۔ "نہیں" عائشہؓ نے کہا "کسی کی حاجت نہیں کہ مجھ سے متعلق آپ کی مدد کرے۔ تاہم مجھے بتائیے اے اللہ کے رسولؐ کہ معاملہ کیا ہے؟" پھر آپ نے نئی نازل شدہ آیات کی تلاوت فرمائی: "اے نبیؐ اپنی بیویوں سے کہو اگر تم دنیا اور اس کی زینت چاہتی ہو تو آؤ میں تمھیں کچھ دے دلا کر بھلے طریقے سے رخصت کر دوں اور اگر تم اللہ اور اس کے

toobaa-elibrary.blogspot.com



رسول اور دارِ آخرت کی طالب ہو تو جان لو کہ تم میں سے جو نیکوکار ہیں اللہ نے ان کے لیے بڑا اجر مہیا کر رکھا ہے۔[۱۱]

---

## حوالہ جات، حواشی، تشریحات :

۱ ان کا تعلق کنانہ کے ایک قبیلے بنی لیث سے تھا۔ ۲ ۴ : ۹۴

۳ واقدی : ۷۵ ۴ بخاری : ۶۲/۶ ۵ ابن سعد : ۱۴۳/۸

۶ ابن سعد : ۱۴۱ ۷ ابن سعد : ۱۴۳/۸ ۸ ۲۴ : ۱ ۹ ۶۶ : ۵-۴

۱۰ ۷۱ : ۱۲-۹ ۱۱ ۳۳ : ۲۹

اضافۂ مترجم تفہیم القرآن ج ۶ ص ۱۷ : اگرچہ قرآن میں یہ نہیں بتایا گیا کہ وہ چیز کیا تھی جس کو حضورؐ نے اپنے اوپر حرام کیا تھا لیکن محدثین و مفسرین نے اس سلسلے میں دو مختلف واقعات کا ذکر کیا ہے جو اس آیت کے نزول کا سبب تھے۔ ایک واقعہ حضرت ماریہؓ قبطیہ کا ہے اور دوسرا واقعہ یہ کہ آپ نے شہد استعمال نہ کرنے کا عہد کر لیا تھا۔

ص ۱۷ : اکابر اہل علم نے ان دونوں قصوں میں سے اس دوسرے قصے (شہد استعمال نہ کرنے کے قصے) کو صحیح قرار دیا ہے اور پہلے قصے کو ناقابل اعتبار ٹھہرایا ہے۔ امام نسائی کہتے ہیں کہ "شہد کے معاملے میں حضرت عائشہؓ کی حدیث نہایت صحیح ہے اور حضرت ماریہؓ کو حرام کر لینے کا قصہ کسی عمدہ طریقے سے نقل نہیں ہوا ہے۔" قاضی عیاضؒ کہتے ہیں "صحیح یہ ہے کہ یہ آیت ماریہ کے معاملے میں نہیں بلکہ شہد کے معاملے میں نازل ہوئی ہے۔" قاضی ابوبکر ابن العربیؒ بھی شہد ہی کے قصے کو صحیح قرار دیتے ہیں اور یہی رائے امام نوویؒ اور حافظ بدرالدین عینیؒ کی ہے۔ ابن الہمام فتح القدیر میں کہتے ہیں کہ شہد کی تحریم کا قصہ صحیحین میں خود حضرت عائشہؓ سے مروی ہے جن کے ساتھ یہ معاملہ پیش آیا تھا اس لیے یہی زیادہ قابل اعتبار ہے۔ حافظ ابن کثیر کہتے ہیں "صحیح بات یہ ہے کہ یہ آیت شہد کو اپنے اوپر حرام کر لینے کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔"

toobaa-elibrary.blogspot.com


باب۔ ۷۲

# عُمرہ
# اور
# واقعاتِ مابعد

مہینے گزرتے رہے تاآنکہ صلح حدیبیہ پر تقریباً ایک سال گزر گیا۔ اب وقت آگیا تھا کہ قریش کے وعدے کے مطابق ـــــ وعدہ یہ تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب عمرہ کے مراسم ادا کرنے کے لیے حرم کعبہ تک محفوظ رسائی حاصل کرسکیں گے ـــــ مکے کی جانب روانگی کی جائے بشمول گزشتہ سال کے نئے زائرین کے اور باستثنائے ان کے جن کی وفات ہوچکی تھی یا جو غزوات میں

toobaa-elibrary.blogspot.com



شہید ہو چکے تھے۔ کل تعداد تقریباً دو ہزار تھی۔ ان لوگوں میں جو حدیبیہ کے موقع پر موجود نہ تھے۔ ایک شخص قبیلۂ دوس کے ابوہریرہؓ تھے۔ یہ غزوۂ خیبر کے موقع پر اپنے قبیلے کے دوسرے اشخاص کے ساتھ مدینے وارد ہوئے تھے اور چونکہ خستہ حال اور بے سہارا تھے۔ اصحاب صفہ میں شامل ہو گئے تھے۔ داخل اسلام ہونے کے بعد ان کا نام بدل کر عبدالرحمن کر دیا گیا تھا لیکن جانے گئے وہ ہمیشہ ابوہریرہؓ ہی کے نام سے۔ "بلی کے باپ" کیوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مانند وہ بھی بلی کے بہت شوقین تھے اور اکثر بلی کا بچہ رکھتے اور اس کے ساتھ کھیلا کرتے تھے۔ وہ جلد ہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے منظور نظر ہو گئے۔ آپ نے اس موقع پر ان کو قربانی کے اونٹوں کا نگراں بنا دیا۔

جب قریش کے لوگوں نے سنا کہ زائرین حرم کے علاقے کی حدود کے کنارے پہنچ چکے ہیں تو انھوں نے مکے کی وادی خالی کر دی اور گرد و پیش کی پہاڑیوں کی چوٹی پر چلے گئے۔ قریش کے تمام سردار کوہ بوقبیس پر باہم اکٹھا تھے۔ یہاں سے مسجد حرام کا منظر صاف نظر آتا تھا اور وہ گرد و پیش کے علاقے کا دور دور تک جائزہ بھی لے سکتے تھے۔ اب انھوں نے زائرین کی ایک لمبی قطار کو شمال مغربی درے سے نکلتے دیکھا۔ یہ راستہ شہر کے عین نیچے وادی کو جاتا ہے۔ ان کے کانوں نے پہلے ایک غیر واضح بھنبھناہٹ سنی جو بعد میں واضح ہو گئی۔ یہ زمانۂ قدیم سے چلی آتی صدا تھی لبیک اللّٰھم لبیک۔ "اے اللہ میں حاضر ہوں۔ میں حاضر ہوں سراپا اطاعت!"

برہنہ سر سفید لباس میں ملبوس آدمیوں کا ایک لمبا جلوس جس کے آگے قصواء پر سوار نبی صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ اونٹنی کی نکیل عبداللہؓ ابن رواحہ پکڑے آگے آگے چل رہے تھے۔ دوسرے لوگ کچھ اونٹوں پر سوار تھے۔ کچھ پیدل چل رہے تھے۔ انھوں نے

toobaa-elibrary.blogspot.com



قریب ترین راستے سے سیدھے بیت الحرام کا رُخ کیا۔ ہر شخص بالائی لباس کو قبا کی مانند پہنے ہوئے تھا لیکن مسجد حرام کے دروازے پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے احرام کو درست کیا ایک سرے کو دائیں بازو کے نیچے لے گئے۔ شانے کو برہنہ چھوڑ دیا۔ دونوں سروں کو بائیں کندھے پر لے گئے۔ اس طرح ایک سرا آگے کی جانب تھا۔ دوسرا پشت کی جانب تھا۔ دوسروں نے آپ کی تقلید کی۔ سوار حالت ہی میں آپ کعبے کے جنوب مشرقی گوشے کی سمت تشریف لے گئے اور اپنے عصا سے حجر اسود کو احترام کے ساتھ مَس فرمایا۔ پھر آپ نے بیت اللہ کے سات طواف کیے۔ پھر آپ صفا کی پہاڑی کی تلی کی جانب پلٹے، اور اس سے کر اور مروہ کی پہاڑی کے درمیان آئے گئے۔ کُل سات بار۔ یہ چکر آپ نے مَروَہ پر ختم فرمایا۔ جہاں اب قربانی کے بیشتر جانور لائے جاچکے تھے۔ وہاں آپ نے ایک اونٹ کی قربانی کی۔ خراش رض نے آپ کا سر مونڈا۔ انھیں نے حدیبیہ کے مقام پر بھی آپ کی یہ خدمت انجام دی تھی۔ اس عمل سے عمرہ کے مراسم کی تکمیل ہوگئی۔

پھر آپ کعبے میں داخل ہونے کے لیے حرم واپس آئے حالانکہ وہاں بت نصب تھے لیکن دروازے مقفل تھے اور کنجیاں قبیلۂ عبدالدار کے ایک رکن کے پاس تھیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو بھیجا کر کنجیاں مانگ لائے۔ لیکن قریش کے سرداروں نے جواب دیا کہ یہ بات معاہدے کے شرائط میں نہ تھی۔ بیت اللہ کے اندر داخلہ عمرہ کے مراسم کا حصہ نہیں ہے۔ چنانچہ کوئی مسلمان اس سال کعبے کے اندر داخل نہ ہوا لیکن جب آفتاب نصف النہار تک پہنچ چکا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال رض کو حکم دیا کہ کعبے کی چھت پر چڑھ جائیں اور نماز کے لیے اذان دیں۔ ان کی گرجنے دار آواز سے وادیٔ مکہ معمور ہوگئی اور وہ تیر کر لہرا کر پہاڑوں کی چوٹیوں تک پہنچی۔ پہلے تکبیر، پھر شہادتین ــــ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے رسولؐ ہیں۔ ابوقبیس سے سرداران قریش بلالؓ کو اچھی طرح پہچان سکتے تھے اور

toobaa-elibrary.blogspot.com


وہ حبشی غلام کو کعبے کی چھت پر دیکھ کر بہت برہم ہوئے۔ لیکن اس سب سے کہیں بڑھ کر ان کو احساس تھا دشمن کی فتح مندی کا اور اس سے پیدا ہو سکنے والے بے اندازہ ردِ عمل کا اور اب وہ یہ خیال کر کے بے حد پشیمان تھے کہ انھوں نے صلح نامے پر دستخط کیوں کیے —— وہ صلح نامہ جس میں ایک سال پہلے اپنا مفاد نظر آتا تھا۔

زائرین تخلیہ کردہ شہر میں تین دن قیام پذیر رہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خیمہ مسجد حرام میں نصب تھا۔ وہ مسلمان جنھوں نے ابھی تک اپنا اسلام ظاہر نہیں کیا تھا۔ رات کے اندھیرے میں چھپ کر پہاڑوں سے نیچے اتر آتے اور کئی لوگ باہم شاداں و فرحاں ملاقی ہوئے۔ عباسؓ نے جن کے اسلام کو قریش نے گوارا کر لیا تھا تین دنوں کا بیشتر حصہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ علانیہ بسر کیا۔ یہی زمانہ تھا جب انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی سالی میمونہؓ کے رشتے کی پیش کش کی۔ وہ اب بیوہ تھیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے رشتہ قبول کر لیا۔ میمونہؓ اور (عباسؓ کی اہلیہ) ام الفضل حقیقی بہنیں تھیں اور ان کے ساتھ ان کی سوتیلی بہن سلمیٰ، حمزہؓ کی بیوہ عباسؓ کے گھر میں رہتی تھیں اور سلمیٰ کے ساتھ ان کی بیٹی عمارہ بھی تھی۔ علیؓ نے صلاح دی کہ چچازاد بہن یعنی حمزہؓ کی بیٹی عمارہ کو بت پرستوں کے درمیان نہ چھوڑ دیا جانا چاہیے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور عباسؓ نے ان کی رائے سے اتفاق کیا اور چونکہ فاطمہؓ زائرین میں شامل تھیں یہ طے ہوا کہ وہ عمارہ کو اپنے ساتھ اپنے ہودج میں لے لیں گی۔

تین دن ختم ہوئے تو سہیل اور حویطب ابو قبیس سے اتر کر آئے اور انھوں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے کہا۔ آپ سعدؓ ابن عبادہ اور دوسرے انصار کے ساتھ تشریف فرما تھے —— "تمھارا وقت ختم ہو چکا اس لیے اب تم یہاں سے جاؤ۔" آپ نے فرمایا "تم اگر مجھے تھوڑی مہلت اور دے دو تو اس میں تمھارا کیا نقصان ہے میں تمھارے درمیان رہ کر اپنی شادی کی تقریب کر لوں اور تمھاری دعوت کا بندوبست

toobaa-elibrary.blogspot.com


کروں۔" انھوں نے بغیر نرم پڑے کہا "ہمیں تمہاری دعوت کی ضرورت نہیں، تم ہمارے یہاں سے جاؤ۔ اے محمدؐ، ہم تم کو اللہ کا واسطہ دیتے ہیں۔ اس معاہدے کا واسطہ دیتے ہیں جو ہمارے مابین ہو چکا ہے۔ تم ہمارا علاقہ چھوڑ دو۔ یہ تیسری رات تھی جو اب گزر چکی۔ سعدؓ کو ان کی اس بے مروتی پر غصہ آیا لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو یہ کہہ کر خاموش کر دیا "اے سعد جو ہمارے خیموں میں ہم سے ملنے آئے ہیں ان سے کوئی سخت کلامی نہیں۔" پھر آپؐ نے حکم دیا کہ رات ہونے سے پہلے ہر زائر شہر چھوڑ چکا ہو، لیکن اپنے غلام رافعؓ کو اس حکم سے مستثنیٰ کر کے حکم دیا کہ وہ پیچھے رہ جائے اور میمونہؓ کو اپنے ساتھ لائے۔ اس حکم کی انھوں نے تعمیل کی اور عقد کی تقریب سرِف کے مقام پر انجام پائی۔ یہ مقام حدودِ حرم سے چند میل کے فاصلے پر ہے۔

اس نئے ازدواجی رشتے نے دشمن کے ساتھ ایک نئی نوعیت کا تعلق استوار کیا جس کا پہلے سے علم نہ تھا۔ میمونہؓ، ام الفضلؓ اور ان کی سوتیلی بہن سلمیٰ اور اسماء سب کی سب ایک ہی ماں کی بیٹیاں تھیں لیکن میمونہؓ اور ام الفضلؓ کی باپ کی جانب سے ایک اور سوتیلی بہن تھی اس کا نام عصماء تھا۔ وہ قبیلہ مخزوم کے عظیم سردار ولید کی بیوہ تھی۔ اسی سے ولید کے یہاں خالد کی پیدائش ہوئی تھی۔ ازدواجی رشتے سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خالد کے خالو ہو گئے تھے۔

مدینے واپس آنے کے بعد ایک دن جب آپؐ دوپہر میں استراحت فرما رہے تھے، گرما گرم بحث مباحثے کی آواز آپؐ کے کانوں میں آئی۔ آپؐ کی آنکھ کھل گئی۔ آپؐ نے پہچان لیا کہ یہ آوازیں علیؓ، زیدؓ، اور جعفرؓ کی تھیں اور وہ باہم بحث و تکرار کر رہے تھے۔ یہ بھی ظاہر تھا کہ قیل و قال میں وہ جتنا آگے بڑھ رہے تھے اسی قدر اتفاق رائے سے دور ہوتے جا رہے تھے۔ جس حجرے میں آپؐ آرام فرما تھے۔ اس کا دروازہ کھول کر آپؐ نے ان لوگوں کو اپنے پاس بلایا اور دریافت فرمایا "آخر یہ بحث و تکرار کس بات پر

toobaa-elibrary.blogspot.com



ہو رہی ہے؟" وہ ایک ساتھ پکار اٹھے "یہ جھگڑا اس بات پر ہے کہ حمزہؓ کی بیٹی کا سرپرست اور ولی بننے کا حق کون سب سے زیادہ رکھتا ہے۔ حمزہؓ کی بیٹی جب سے مکے سے آئی ہے علیؓ کے گھر میں ہے اور یہ وقار کا مسئلہ ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میرے پاس آؤ۔ میں تمھارے درمیان فیصلہ کیے دیتا ہوں۔" جب سب آ کر بیٹھ گئے تو پہلے آپؐ نے علیؓ کی جانب رخ کیا اور دریافت فرمایا کہ اپنے حق کے بارے میں وہ کیا کہنا چاہتے ہیں۔ انھوں نے کہا "وہ میرے چچا کی بیٹی ہے اور وہ میں ہوں جو اسے مکے سے نکال کر لایا ہے۔ اس پر سب سے زیادہ میرا حق ہے۔" پھر آپؐ جعفرؓ کی جانب متوجہ ہوئے۔ انھوں نے کہا "وہ میرے چچا کی بیٹی ہے اور اس کی ماں کی بہن میرے گھر میں ہے۔" ان کی اہلیہ اسماء عمارہ کی خالہ تھیں۔ رہے زیدؓ تو انھوں نے بس اتنا کہا کہ وہ میرے بھائی کی بیٹی ہے۔ زیدؓ جب مدینے آئے تھے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حمزہؓ اور ان کی مواخاۃ کرا دی تھی۔ نیز حمزہؓ نے ایک دستاویز چھوڑی تھی جس کے ذریعہ وہ زیدؓ کو اپنے معاملات کا نگراں مقرر کر گئے تھے۔ اس میں شک نہیں کہ ان میں سے ہر ایک زیر بحث اعزاز کا اپنے آپ کو مستحق باور کرتا تھا۔ اس لیے فیصلہ سنانے سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر ایک کے بارے میں تحسین و آفرین کے کلمات ارشاد فرمائے۔ پھر آپؐ نے جعفرؓ سے فرمایا "تم شکل و صورت اور اخلاق و عادات میں مجھ سے مشابہ ہو۔" جب تک آپؐ نے دیکھ نہ لیا کہ آپؐ نے ان میں سے ہر ایک کو راضی اور مسرور کر لیا ہے آپؐ نے فیصلے کا اعلان نہ فرمایا۔ یہ فیصلہ جعفرؓ کے حق میں تھا۔ آپؐ نے فرمایا "تمھارا اس پر سب سے زیادہ حق ہے۔ ماں کی بہن ماں کے برابر ہوتی ہے۔" جعفرؓ نے زبان سے کچھ نہ کہا۔ اٹھے اور آپؐ کے گرد ایک رقاص کی مانند چکر کاٹا۔ آپؐ نے دریافت فرمایا "جعفر یہ کیا ہے؟" انھوں نے جواب دیا "یہ وہ ہے جو میں نے حبش کے لوگوں کو اپنے بادشاہ کے اعزاز میں کرتے دیکھا ہے۔ اگر نجاشی کسی شخص

toobaa-elibrary.blogspot.com



کے لیے مسرت کا کوئی تو سبب بہم پہنچاتا تھا تو وہ اٹھتا تھا اور اس کے گرد رقص کرتا تھا۔"

زیادہ مدت نہ گزری کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عمارہؓ کا رشتہ اپنے سوتیلے بیٹے سلمہؓ سے طے کر دیا۔ سلمہؓ کے باپ ابو سلمہ حمزہؓ کی بہن برہ کے بیٹے تھے۔ اس موقع پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کیا میں نے اب سلمہؓ کے احسان کا خاصا بدلہ کر دیا؟" آپ کا مطلب تھا کہ آپ سلمہؓ کے ممنون احسان تھے کہ انھوں نے اپنی ماں ام سلمہؓ کو آپ کے رشتۂ ازدواج میں دیا تھا اور اب آپ نے سلمہؓ کو شریک حیات بہم پہنچا دی۔

مکے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے داخلے کا مشاہدہ قریش کے عظیم ترین اشخاص نے کیا تھا لیکن ان میں دو نمایاں مستثنیٰ شخصیات تھیں۔ خالد اور عمرو۔ یہ دونوں ابوقبیس پر نہ تھے اور نہ مکے کے بالائی علاقے میں کسی دوسری پہاڑی پر یہ لوگ خیمہ زن تھے۔ دونوں آپ کے مکے سے قریب پہنچنے سے پہلے شہر سے چلے گئے تھے۔ شہر سے غیر حاضر رہنے کا فیصلہ انھوں نے اپنے طور پر آزاد مرضی سے کیا تھا اور ایسا کرنے کی وجہ دونوں اشخاص کے نزدیک یکساں بھی نہ تھی۔ لیکن ایک نکتے پر دونوں کے مابین مکمل اتفاق تھا نکتہ یہ تھا کہ حدیبیہ کی صلح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عظیم اخلاقی فتح تھی اور یہ کہ آپ کا مکے میں داخلہ ان کی جانب سے مزاحمت کا خاتمہ ثابت ہوگا۔ لیکن عمرو کی اسلام دشمنی میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی تھی جبکہ خالد عالم تذبذب میں تھے۔ ہر چند کہ اوپری طور پر یہ بات ظاہر نہ تھی۔ ان کی فوجی مہارت نے ہر اقدام میں جو قریش نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کیا ان کو دھکیل کر آگے کر دیا تھا لیکن بعد میں انھوں نے اعتراف کیا کہ احد اور خندق دونوں سے وہ اس خلش کے ساتھ واپس ہوئے تھے کہ لڑائی عبث تھی اور اپنا کوئی مفہوم نہ رکھتی تھی اور یہ کہ بالآخر فتح محمدؐ کی ہوگی اور غلبہ انہی کا ہوگا اور جب آپ حدیبیہ جاتے وقت ان کے فوجی دستے سے کترا گئے تھے تو وہ پکار اٹھے تھے "اس

toobaa-elibrary.blogspot.com



شخص کو آسان تحفظ مل گیا ہے۔ ایسا تحفظ جو ناقابلِ تسخیر ہے۔" یہاں کا اسلام کے خلاف آخری عمل تھا۔ اس کے بعد خیبر کی تسخیر وقوع پذیر ہوئی تھی۔

تاہم کچھ اور مختلف قسم کی باتیں تھیں جن کا لحاظ تھا۔ اپنی مرضی کے بالکل خلاف وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق ذاتی طور پر پسندیدگی کے جذبات رکھتے تھے اور اس خط سے جوان کے چھوٹے بھائی ولید نے اپنی موت سے پہلے ان کو لکھا تھا انھیں معلوم ہوا تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کبھی ان کے بارے میں دریافت فرماتے تھے اور آپ نے ارشاد فرمایا تھا، "اگر وہ اپنی زبردست توانائی بت پرستوں کے خلاف اور اسلام کے ہم پہلو رکھ دیں تو یہ ان کے لیے بہتر ہوگا اور ہم ان کو دوسروں پر فوقیت دیں گے۔ اس پر ولید نے خود اضافہ کیا تھا، "لو دیکھو میرے بھائی! تم نے کیا کھویا ہے۔"

یہ سب تو تھا ہی اس کے علاوہ قریب تر خاندانی اثر بھی کام کر رہا تھا۔ خالد کی ماں عصماءؓ جو بہت مدت سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حامی تھیں، ابھی کچھ ہی دنوں پہلے داخلِ اسلام ہو چکی تھیں اور اب ان کی خالہ میمونہؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی بن گئی تھیں۔ اس شادی کے تھوڑے ہی دنوں بعد خالد نے خواب میں دیکھا کہ وہ ایک بنجر علاقے میں سرگرداں ہیں۔ باہر نکلنے کی راہ چاروں جانب سے مسدود ہے۔ بالآخر وہ اس قید سے نکلے اور ایک ایسی سرزمین میں پہنچ گئے جو سرسبز اور زرخیز ہے جہاں چراگاہیں ہیں جو دور و نزدیک تک پھیلی ہوئی ہیں۔ انھوں نے جان لیا یہ ایک قسم کی پیش آگاہی ہے اور اس کے مفہوم کے جوہر اور مغز کو پالینے کے بعد انھوں نے پختہ ارادہ کر لیا کہ وہ مدینہ جائیں گے تاہم انھوں نے اس بات کو ترجیح دی کہ وہ ایک ساتھی کے ساتھ جائیں۔ کیا ان کا ہم خیال کوئی دوسرا ان کے ساتھ نہ تھا؟ عمروؓ کے بعد —— جس کا پتا نہ تھا —— ان کے جنگجو ساتھی عکرمہ اور صفوان تھے۔ انھوں نے دونوں کا عندیہ جاننے کی کوشش کی لیکن صفوان نے کہا، "خواہ قریش کا ہر شخص

toobaa-elibrary.blogspot.com



محمدؐ کا پیرو ہو جائے۔ میں ہرگز ان کی پیروی نہ کروں گا۔" عکرمہ نے بھی بہت کچھ ایسی ہی باتیں کہیں۔ خالد کو یاد آیا کہ دونوں کے باپ بدر میں مارے گئے تھے۔ صفوان نے تو ایک بھائی بھی کھویا تھا۔ وہ افسردہ خاطر تنہا ہی روانہ ہو گئے۔ لیکن ابھی وہ گھر سے نکلے ہی تھے کہ عبدالدار کے عثمان بن طلحہ سے ٹکرا گئے ـــــ یہ وہی صاحب تھے جنھوں نے ام سلمہ کی مدینے تک جرأت مندانہ مشایعت کی تھی۔ عثمان خالد کے قریبی دوست تھے۔ صفوان اور عکرمہ سے بھی قریب تر۔ لیکن خالد کو پہلے دو سے جو تلخ تجربہ ہوا تھا اس کی بنا پر وہ خاموش رہے نیز انھیں یہ بھی یاد آیا کہ عثمان نے اُحد میں اپنا باپ، دو چچا اور چار بھائی کھوئے تھے۔ وہ تھوڑی دیر خاموش ہمراہ چلتے رہے پھر خالد نے یک بارگی فیصلہ کیا کہ وہ لب کشا ہوں، اور عثمان کے چہرے پر متجسس نگاہ ڈالتے ہوئے انھوں نے کہا "ہماری حالت اپنے بل میں لومڑی جیسی ہے۔ اس سے بہتر نہیں۔ ایک گگرا پانی ڈال دو، باہر آکر رہے گی۔" وہ فی الفور سمجھ گئے کہ عثمان نے ان کا مطلب پالیا اس لیے انھوں نے بتایا کہ وہ کہاں جا رہے ہیں اور کیوں اور عثمان نے (جو خود بھی بتدریج اسی فیصلہ پر پہنچ رہے تھے) اب فیصلہ کر لیا کہ وہ ان کی معیت اختیار کریں گے۔ خالد بخوشی راضی ہو گئے کہ ان کا انتظار کریں گے۔ وہ گھر جا کر کپڑے اور کھانے پینے کا سامان لے آئیں۔ اگلے دن صبح سویرے دونوں مدینے کے لیے روانہ ہو گئے۔

جہاں تک عمرو کا تعلق ہے اسلام سے متعلق وہ عکرمہ اور صفوان کا ہم خیال تھا لیکن اس کو ان کے مقابلے میں صورت حال کی نزاکت کا زیادہ واضح شعور نہ تھا۔ اس نے اپنے قبیلے سہم کے کچھ نوجوانوں کو اور کچھ دوسروں کو جو اس کو اپنا لیڈر مانتے تھے اکٹھا کیا اور انھیں ترغیب دی کہ اس کے ساتھ حبشہ کی راہ لیں۔ اس نے بتایا کہ اگر آنے والے قریبی زمانے کی اقتدار کی ناگزیر کشمکش میں محمدؐ کامیاب اور ظفریاب

toobaa-elibrary.blogspot.com



ہوئے تو ان کے لیے محفوظ پناہ گاہ مہیا رہے گی اور اگر قریش غالب رہے تو وہ بہرحال مکے آ جائیں گے۔ اس نے کہا ہم نجاشی کے زیرِ اقتدار بسر کریں یہ بہتر ہے اس سے کہ محمدؐ کے ماتحت رہیں اور انھوں نے اس کی رائے سے اتفاق کیا۔

عمرو ایک زیرک اور عیار سیاست داں تھا۔ اس میں ثبات و استقلال بھی تھا۔ وہ آسانی سے ہمت ہارنے والا شخص بھی نہ تھا۔ وہ اس تاثر کو جو جعفرؓ اور ان کے ساتھیوں نے نجاشی پر قائم کیا تھا تخریبی حکمتِ عملی کے ذریعے زائل کرنے سے قاصر رہا تھا لیکن اپنی ذات کی حد تک اس نے نجاشی کی تشفی کر دی تھی اور اتنے دن ہمیشہ مسلمان پناہ گزینوں کے ذکر سے پہلو بچا کر اس نے بڑی تن دہی سے نجاشی کے ساتھ اپنے تعلقات برقرار رکھے تھے لیکن اب پناہ گزین مدینے جا چکے تھے اس لیے عمرو نے غلط قیاس قائم کر لیا کہ ان کے ساتھ نجاشی کی نئے دین کی موافقت میں سوچ کا بھی خاتمہ ہو چکا ہوگا۔ دربار کی پہلی ہی حاضری میں چمڑے کا اس کا قیمتی تحفہ بڑی خندہ پیشانی کے ساتھ قبول کر لیا گیا۔ نجاشی کو خاصا مائل بہ کرم دیکھ کر عمرو نے فیصلہ کیا کہ وہ بلا تاخیر حرفِ مطلب زبان پر لے آئے اور پناہ کی درخواست کر دے لیکن ایسا کرنے میں اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر حقارت آمیز انداز میں کیا اور اس کی اس حرکت نے یکبارگی شاہی غیظ و غضب کو بھڑکا دیا اور غصے سے بے قابو ہو کر نجاشی نے جو کچھ کہا اس کو سن کر عمرو ہکا بکا رہ گیا۔ واضح تھا کہ اس کے دربار میں اپنے مستقبل کی تعمیر کا بہترین وسیلہ — چمڑے کے قیمتی تحائف سے کہیں بڑھ کر — تھا محمدؐ کا پیرو ہو جانا۔ وہ اس تلخ حقیقت سے دوچار ہو گیا کہ جس پناہ گاہ کو پا لینے کی اس نے امید باندھی تھی اسی میں اسلام نے اس کو عریاں کر دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اپنے منصوبے کی ناکامی کے ساتھ اس کی مزاحمت بھی پاش پاش ہو کر منہدم ہو چلی۔ اس نے سوال کیا، شاہِ ذی وقار! کیا آپ اس کی تصدیق کرتے ہیں؟ مطلب تھا محمدؐ کی نبوت کی۔ نجاشی نے

toobaa-elibrary.blogspot.com



جواب دیا "میں خدا کے حضور اس کی گواہی دیتا ہوں۔ اے عمرو جو میں تم سے کہتا ہوں وہ کرو، ان کی پیروی کرو۔ خدا کی قسم جو وہ کہتے ہیں وہ سچ ہے۔ ان کے خلاف جو ترغیب آکھڑی ہوگی اس پر وہ فتح پالیں گے جیسے موسیٰؑ نے فرعون اور اس کے لشکر پر فتح پائی تھی۔"

تاریخ سے ان لوگوں کا پتا نہیں چلتا جو عمرو کے ساتھی تھے نہ یہ کہ انھوں نے کیا فیصلہ کیا لیکن خود عمرو ایک کشتی میں سوار ہوئے جس نے انھیں یمنی ساحل کی ایک بندرگاہ پر پہنچا دیا۔ وہاں انھوں نے ایک اونٹ اور کچھ کھانے پینے کا سامان خریدا اور شمال کی جانب چل پڑے اور جب وہ "ہدہ" پہنچے جو مکے سے مدینے جانے والے راستے پر پہلے مراحل میں سے ایک ہے تو انھوں نے خالد اور عثمان کو جالیا اور باقی راستے ان لوگوں نے ایک ساتھ سفر کیا۔

ان لوگوں کا مدینے میں بڑا پرسرت استقبال ہوا۔ خالدؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں فرمایا "آپ نے میرے سلام کا جواب دیا تو آپ کا چہرہ چمک اٹھا انھوں نے سب سے پہلے بیعت کی۔" اشہد ان لا الٰہ الا اللہ واشہد انک رسول اللہ"

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "حمد و ثنا ہے خدا کی جس نے تم کو ہدایت دی۔ میں ہمیشہ سے تم میں ایک ایسی ذہانت و ذکاوت کے آثار پاتا تھا جو میرے نزدیک بالآخر تمھیں ایسے ہی انجام تک پہنچائے گی جو بھلے انجام کے سوا نہ ہوگا۔" خالدؓ نے عرض کیا "اے اللہ کے رسولؐ، آپ نے دیکھا ہے ان تمام میدانوں اور معرکوں کو جن میں آپ کے خلاف اور حق کی ہٹ دھرم مزاحمت کی خاطر میں نے حصہ لیا اس لیے خدا سے میری گزشتہ غلط روش سے درگزر کی دعا فرمایئے۔" نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اسلام ماضی کی کوتاہیوں کو کالعدم کر دیتا ہے۔" خالدؓ نے عرض کیا "ایسا ہو تب بھی" ظاہر ہے کہ وہ ضمیر کی خلش سے دوچار تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی "اے اللہ خالد نے تیری راہ روکی تھی۔ اس کے گناہ کو معاف فرمایئے۔" پھر عثمانؓ (ابن طلحہ) اور عمروؓ نے بیعت کی۔ بعد کے دنوں

toobaa-elibrary.blogspot.com



ہیں عمروؓ کہا کرتے تھے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے آنکھیں چار نہ کرسکے۔ انھوں نے اس لمحہ آپ کے لیے ایسا ادب و احترام محسوس کیا۔

عمروؓ کے سوتیلے اور عمرؓ کے خالہ زاد بھائی ہشامؓ خندق کی لڑائی کے چند ہی دنوں بعد فرار ہوکر مکے سے مدینے پہنچ گئے تھے۔ تب ہی سے عبداللہ ابن عمروؓ ان کے بھتیجے بھی اُن سے آملے تھے۔ عبداللہ ابن عمرو کا ستر ھواں سال تھا۔ وہ بڑے مخلص مسلمان تھے اور ان کو روزہ دار رہنے سے شغف تھا۔ ان کے اندر صحابہ میں سب سے زیادہ ذی علم ہوجانے کے بھی آثار تھے۔ وہ نبیؐ کی بہت سی احادیث کو ضبط تحریر میں لائے۔ آپؐ نے ان کو احادیث لکھ لینے کی اجازت بھی مرحمت فرمائی۔ عبداللہ اور ہشام دونوں نے عمروؓ کے اسلام کی دعا کی تھی اور اُن سے عمروؓ کا دوبارہ آملنا دونوں کے لیے بڑی خوشی کی بات تھی۔

دو اور واقعات ان مہینوں میں خوشی کا موجب ثابت ہوئے۔ یہ واقعات تھے علیؓ اور جعفرؓ کے بھائی عقیل کا اسلام نیز مُطعم کے بیٹے جُبیر کا اسلام عقیدہ جس نے جبیر کے دل میں جڑ پکڑ لی تھی جب وہ بدر کے قیدیوں کا فدیہ ادا کرنے آئے تھے۔ اب ایک ایسی روئیدگی بن چکا تھا جس کو اکھاڑا نہ جاسکتا تھا۔ عقیل جب بیعت کرنے آئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے فرمایا "مجھے تم سے دُہری محبت ہے۔ مجھ سے قرابت قریبہ کے سبب اور اس محبت کے سبب جو میں نے اپنے چچا میں تمھارے لیے ہمیشہ پائی"۔[۸]

---

## حوالہ جات، حواشی، تشریحات:

۱۔ ملاحظہ ہو ص ص ۵۰۔۵۲ (اصل تصنیف)

۲۔ ابن سعد: ۴/۱/۲۴

۳۔ واقدی: ۷۴۳

۴۔ واقدی: ۷۴۰-۷۴۱

۵۔ ملاحظہ ہو ص ص ۱۱۵-۱۱۴

۶۔ ابن سعد: ۴/۳/۲۰۱

toobaa-elibrary.blogspot.com


باب۔ ۴۳

# اموات اور ایک ولادت کی اُمید

ہجرت کے بعد اس جشنِ مسرت کے سال کا ابتدائی نصف سوگواری کا زمانہ تھا۔ پہلی موت نبیؐ کے گھرانے میں آپؐ کی صاحبزادی زینبؓ کی تھی۔ ان کے آخری لمحات میں آپؐ ان کے پاس تھے۔ آپؐ نے اپنے داماد اور چھوٹی نواسی سے تسلی اور تشفی کے کلمات فرمائے۔ پھر امِّ ایمنؓ کو اور ان کی ساتھی سودہؓ اور امِّ سلمہؓ کو ہدایات کیں کہ تدفین کے لیے میت کو تیار کریں۔ جب غسل دیا جا چکا

toobaa-elibrary.blogspot.com



تو آپؐ نے اپنے پیراہن کو اتار کر دیا کہ کفن پوشی سے پہلے اس میں میت کو لپیٹ دیں پھر آپؐ نے جنازے کی نماز پڑھائی اور قبر کے پہلو میں جا کر دعا بھی فرمائی۔

ازواج مطہرات میں سے صرف خدیجہؓ تھیں جن سے آپؐ کی اولاد ہوئی۔ مدینے کے لوگوں کی آرزو تھی کہ ان کے شہر میں نبیؐ کے یہاں بچوں کی ولادت ہو۔ آپؐ کی موجودہ بیویوں میں سے صرف دو ــــــ اُمّ سلمہؓ اور اُمّ حبیبہؓ ــــــ کے ان کے پہلے شوہروں سے بچے ہوئے تھے۔ ہر نئے عقد پر شہریوں کی نئی امیدیں جاگ اٹھتی تھیں جو بتدریج دھندلی پڑ جاتیں۔ کیونکہ بعد کی کسی بیوی کے مقدر میں نہ تھا کہ نبیؐ کے بچے کی ماں بنے تاہم اب آپؐ کی سب سے بڑی صاحبزادی کی موت کے تھوڑے ہی دنوں بعد ایسا معلوم ہوا جیسے آپؐ ایک بچے کے باپ بننے جا رہے ہیں۔ آپؐ کی قبطی کنیز ماریہؓ ایک بچےؐ کی امید سے تھی۔ وہ پہلے ہی سے مدینے کے لوگوں کی مرکز توجہ تھی۔ انھیں معلوم تھا کہ نبیؐ اس سے محبت فرماتے ہیں اور وہ اس پر مہربان ہو کر آپؐ کو خوش کرنے کے خواہش مند تھے اور اب ان کی توجہ دوگونہ ہو گئی۔

عمرے سے واپس آنے کے تقریباً تین ماہ بعد نبیؐ نے پندرہ آدمیوں کو اسلام کے پیغامبر امن کی حیثیت سے سرحدِ شام کے قبائل میں سے ایک کی جانب بھیجا۔ لیکن ان کے دوستانہ سلام کا جواب تیروں کی بارش کی شکل میں ملا۔ اور لڑائی پر مجبور ہو کر سوا ایک کے سب کے سب مارے گئے۔

ایک اور دھکا لگا لیکن وہ نسبتاً کم اہمیت کا حامل تھا اس معنی میں کہ اس میں صرف ایک موت واقع ہوئی لیکن اس کے سیاسی مضمرات اہم تر تھے۔ پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دحیہ کلبیؓ کو قیصر روم کے نام خط دے کر بصرہ کے گورنر کے پاس بھیجا تھا وہ بے جواب رہا۔ دوسرا قاصد جو بصرہ روانہ کیا گیا اس کو راستے ہی میں

toobaa-elibrary.blogspot.com



روک کر قبیلۂ غسان کے ایک سردار نے قتل کر دیا۔ یہ وہ حرکت تھی جس کو سزا کے بغیر نظر انداز نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اس اندیشے کے باوجود کہ غسانی جو زیادہ تر عیسائی تھے قیصر کے نمائندے کو کمک روانہ کرنے پر راضی کر سکتے تھے۔

نبیؐ نے تین ہزار نفر کی ایک فوج یکجا کی اور زیدؓ کو اس کا سپہ سالار مقرر کیا۔ اس ہدایت کے ساتھ کہ اگر زیدؓ شہید ہو جائیں تو جعفرؓ اس فوج کے سربراہ ہوں گے ــــ اور ترجیحی ترتیب سے تیسرے نمبر پر عبداللہؓ ابن رواحہ کو نامزد کیا گیا۔ اگر یہ سب کے سب سربراہی سے معذور ہو جائیں تو وہ صاحب سپہ سالار ہوں گے جنھیں فوج منتخب کرے۔ نبیؐ نے زیدؓ کو سفید جھنڈا دیا اور دوسرے صحابہؓ کے ہمراہ فوج کی مشایعت فرمائی اس مقام تک جہاں وداع کی گھاٹی کی سمت زمین کی سطح بلند ہو جاتی ہے۔ وداع کی گھاٹی اُحد کے قدرے شمال کے پہاڑوں کے درمیان ایک خلا ہے۔

عبداللہؓ نے کجاوے پر اپنے ساتھ ایک یتیم لڑکے کو بٹھا رکھا تھا جو ان کی سرپرستی میں تھا۔ راہ میں لڑکے نے ان کو کچھ اشعار گنگناتے سُنا جو خود انھوں نے نظم کیے تھے۔ ان اشعار میں خواہش کی گئی تھی کہ جب فوج وطن واپس ہونے لگے تو ان کو پیچھے شام ہی میں چھوڑ دیا جائے۔ لڑکے نے کہا، میں نے یہ اشعار سُنے تو رونے لگا۔ انھوں نے اپنے کوڑے سے مجھے ٹھوکا دیا اور کہا "لڑکے تیرا کیا نقصان ہے اگر اللہ مجھے شہادت سے نوازے اور مجھے دنیا سے نجات پا کر چین نصیب ہو جائے۔ میں اس کی مشقت سے، فکروں سے، حادثات سے، آلام سے خلاصی پا جاؤں اور تو سواری پر محفوظ ہو جائے۔" اس کے بعد شب میں ایک منزل پر قیام کے دوران انھوں نے دو رکعت نماز ادا کی اور دیر تک دعا اور التجا میں محو رہے۔ پھر انھوں نے مجھے پکارا۔ میں نے کہا یہ میں حاضر ہوں آپ کی خدمت میں

toobaa-elibrary.blogspot.com



وہ بولے "انشاء اللہ یہ شہادت ہی ہے۔"[1]

جب یہ فوج شام کی سرحد پر پہنچی تو سننے میں آیا کہ نہ صرف شمالی قبائل ہی بڑی تعداد میں آئے تھے بلکہ قیصر کے نمائندے نے بھی شاہی فوج کی ایک بڑی کمک روانہ کی تھی۔ خبر تھی کہ سب ملا کر کل فوج ایک لاکھ تھی۔ زیدؓ نے اس خبر میں بے اندازہ مبالغے کے اغلب ہونے کی گنجائش کو تسلیم کرنے کے باوجود ایک جنگی کونسل منعقد کرنے کا فیصلہ کیا۔ بیشتر لوگوں کی رائے تھی کہ کسی کو بھیج کر نبیؐ کو فی الفور حالات کے اس سنگین رخ اختیار کرنے کی اطلاع دی جائے۔ اس صورت حال میں یا تو آپؐ فوج کو حکم دے کر واپس بلا لیں گے یا معاون فوج روانہ فرمائیں گے ـــــ لیکن عبداللہؓ نے کسی بھی ایسے اقدام کے خلاف زور شور سے تقریر کی۔ انھوں نے اُسی لاجواب کر دینے والے استدلال کا استعمال کیا جس کا استعمال اُحُد سے پہلے کیا جا چکا تھا اور جس کو بار بار مستقبل میں استعمال ہونا تھا۔ انھوں نے اپنی تقریر ان الفاظ پر ختم کی۔ "ہمارے سامنے دو بھلائیوں میں سے ایک یقینی ہے فتح یا شہادت ـــــ کہ ریاضِ جنت میں اپنے بھائیوں سے جا ملیں اور ان کے ساتھی بن جائیں پس چلو، بڑھو، حملہ بول دو۔"

عبداللہ کا عزم غالب رہا اور فوج شمال کی طرف بڑھتی رہی۔ اب بحیرۂ مردار کے جنوبی کنارے سے زیادہ دور نہ تھے۔ اس کنارے کی لمبی اور گہری گھاٹی کے درمیان وہ سلسلۂ کوہ حائل تھا جو مشرقی کنارے سے بلند ہوتا چلا گیا تھا۔ چند گھنٹوں کی مارچ نے ان کو دشمن کے سامنے کھڑا کر دیا۔ عرب اور رومی فوج کی ٹھیک ٹھیک مجموعی تعداد کچھ بھی رہی ہو، مسلمان ایک نگاہ میں دیکھ سکتے تھے کہ عددی اعتبار سے دشمن ان پر غالب ہے۔ ایسے پیمانے پر جس کا اس سے پہلے انھیں کبھی تجربہ نہ ہوا تھا نہ انھوں نے اس سے پہلے کبھی ایسی فوجی شان و شوکت کا مشاہدہ کیا تھا۔

toobaa-elibrary.blogspot.com



جیسی شاہی فوجی دستے کی تھی جو قلب فوج میں تھا۔ اس کے دونوں جانب عرب فوج تھی۔ قریش کی شان و شوکت ـــــ جب وہ بدر کے موقع پر وادی عقنقل سے اتر کر آئے تھے ـــــ اب زرہوں اور اسلحہ کی فراوانی اور قیمتی زین پوش سے آراستہ گھوڑوں کے طمطراق کے مقابلے میں جواب ان کی نگاہوں کے سامنے تھا ـــــ ہیچ تھی مزید برآں خود ان کی آمد دشمن کے نزدیک متوقع تھی اور ایک لشکر جرار جنگی انداز میں صف بستہ ان سے معرکہ آرا ہونے کے لیے تیار کھڑا تھا۔

فی الفور رزم آرائی کو ٹالنے کے خاطر ـــــ کیونکہ زمین کی ڈھلوان ان کے خلاف جاتی تھی ـــــ زیدؓ نے حکم دیا کہ فوج جنوب کی جانب موتہ کا رُخ کرے جہاں وہ بہتر پوزیشن میں ہوں گے۔ وہاں پہنچ کر انھوں نے اپنی پوزیشن مستحکم کرلی۔ دشمن جس کو اپنی عددی برتری کا زعم تھا اور جو کلیتاً فیصلہ کن جنگ کا تہیہ کیے ہوئے تھا۔ مسلمان فوج کے پیچھے موتہ پہنچا۔ جب وہ قریب آئے تو بجائے مزید پیچھے ہٹنے کے جس کی وہ توقع کرتے تھے زیدؓ نے حملے کا حکم دے دیا۔

اس لمحہ موتہ اور مدینہ کے درمیان کی مسافت نبیؐ کے لیے مختصر کر دی گئی۔ آپ نے زیدؓ کو سفید علم لیے اپنی فوج کے آگے میدان کارزار کی جانب بڑھتے دیکھا۔ آپ نے ان کو کئی بار مہلک زخم کھاتے اور بالآخر زمین پر گرتے دیکھا۔ اب جعفرؓ نے جھنڈا لے لیا اور لڑتے رہے۔ یہاں تک کہ ان کے زخموں سے زندگی رواں ہو کر نکل گئی۔ پھر عبداللہؓ نے جھنڈا سنبھالا اور دشمن کے خلاف جس حملے کی انھوں نے قیادت کی وہ قتل عام کے ساتھ پسپا کر دیا گیا۔ وہ خود شہید ہو گئے۔ اور ان کے آدمی تتر بتر ہو گئے۔ ایک دوسرے انصاری ثابت ابن ارقمؓ نے جھنڈا سنبھال لیا اور مسلمان جو منتشر تھے مجتمع ہو گئے۔ اس پر انھوں نے جھنڈا خالدؓ کو دے دیا جنھوں نے پہلے اس اعزاز سے انکار کیا اور کہا کہ ثابت اُس کا

toobaa-elibrary.blogspot.com



زیادہ حق رکھتے ہیں۔ ثابتؓ نے کہا بھلے آدمی تھامو اس کو، میں نے اس کو لیا ہی اس لیے تھا کہ تم کو دے دوں۔" چنانچہ خالدؓ نے کمان سنبھالی اور صفوں کو منظم کیا اور دشمن کی پیش قدمی خاصی جم کر رک پڑی۔ وہ بہت پیچھے پلٹ گئے اور مسلمان منظم طور سے پیچھے ہٹ جانے کی سہولت پا گئے۔ یہ فریق ثانی کے لیے فتح تھی لیکن وہ اس سے کوئی فائدہ نہ اٹھا سکا اور جہاں تک مسلمانوں کا تعلق ہے اس سے قطع نظر کہ ان کے تین سپہ سالار شہید ہو چکے تھے صرف پانچ مزید اشخاص جاں بحق ہوئے۔ اس طرح خالدؓ کے لیے پسپائی کی یہ حکمت عملی فتح کی نوعیت اختیار کر گئی اور جب نبیؐ نے صحابہؓ کو زیدؓ، جعفرؓ اور عبداللہؓ کی شہادت کی اطلاع دی تو آپؐ نے فرمایا "بعدازاں اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار نے جھنڈا سنبھالا اور اللہ نے ان کے لیے راہ کھول دی۔" یعنی یہ کہ مسلمان محفوظ مقام تک پہنچ جائیں۔ اس طرح خالدؓ سیف اللہ کے لقب سے مشہور ہوئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس جنگ کا حال بیان فرما رہے تھے اور آپؐ کے رخسار پر آنسو رواں تھے۔ نماز کا وقت آیا تو آپؐ نے اس کی امامت فرمائی اور فی الفور مسجد سے چلے گئے۔ بجائے اس کے کہ جماعت کی طرف رُخ کرتے جیسا کہ آپؐ کا معمول تھا۔ مغرب کی نماز میں بھی آپؐ نے ایسا ہی کیا اور عشاء کی نماز کے بعد بھی یونہی۔ اُس اثنا میں آپؐ جعفرؓ کے گھر تشریف لے جا چکے تھے۔ "اے اسماء!" آپؐ نے فرمایا "جعفرؓ کے بیٹوں کو میرے پاس لاؤ۔" آپؐ کے سنجیدہ چہرے پر نظر پڑی تو انھیں کچھ شک ہوا۔ وہ گئیں اور تینوں بیٹوں کو لے آئیں۔ نبیؐ نے بچوں کو چوما اور پھر آپؐ کی آنکھیں پُرنم ہو گئیں اور آپؐ اشکبار ہو گئے۔ "اے اللہ کے رسولؐ میرے ماں باپ آپؐ پر قربان آپؐ کیوں اشکبار ہیں؟ کیا جعفرؓ اور ان کے ساتھیوں کے بارے میں آپؐ کو خبر ملی ہے؟" "ہاں

toobaa-elibrary.blogspot.com



ایسا ہی ہے۔" آپؐ نے فرمایا "وہ آج شہید ہو گئے۔" ان کے منہ سے ایک نغانِ ماتم نکلی اور عورتیں دوڑ کر ان کے پاس پہنچ گئیں۔ نبیؐ اپنے گھر تشریف لے گئے اور حکم فرمایا کہ "اگلے دنوں کے لیے جعفرؓ کے گھر والوں کے واسطے کھانا تیار کیا جائے۔ ان کا غم انھیں مشغول خاطر رکھ رہا ہے اتنا کہ انھیں اپنی ضرورتوں کا ہوش نہیں۔"

ام ایمنؓ، اسامہؓ اور زیدؓ کے خاندان والے زیدؓ کے گھر میں تھے۔ آپؐ ان لوگوں سے تعزیت فرما چکے تھے۔ آپؐ واپس آ رہے تھے کہ زیدؓ کی چھوٹی بیٹی راہ میں آ گئی۔ اس کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ اس نے آپؐ کو دیکھا تو دوڑ کر آپؐ کی گود میں آ گئی۔ آپؐ بے اختیار رونے لگے۔ آپؐ نے بچی کو گود میں بھینچا تو آپؐ کا جسم ہچکیوں سے ہل رہا تھا۔ اتفاق سے سعد ابن عبادہؓ اس وقت ادھر سے گزرے۔ تسلی کے الفاظ ٹٹول کر ذہن سے نکالنے کے بعد انھوں نے دھیمی آواز میں کہا "اے اللہ کے رسولؐ یہ کیا ہے؟" "یہ ہے" نبیؐ نے فرمایا "محبوب کی جدائی کا غم۔"

اس شب نبیؐ نے جنت کو خواب میں دیکھا کہ زیدؓ وہاں تھے۔ جعفرؓ اور عبداللہؓ اور اس جنگ کے دوسرے شہداء۔ آپؐ نے دیکھا کہ جعفرؓ بال و پر کے ساتھ فرشتوں کی مانند پرواز کر رہے ہیں۔ فجر کے وقت آپؐ مسجد میں تشریف لے گئے۔ آپؐ کے صحابہؓ کو اندازہ ہوا کہ غم کا بوجھ آپؐ پر سے ہلکا ہو چکا ہے۔ نماز کے بعد آپؐ نے معمول کے مطابق جماعت کی جانب رخ فرمایا۔ پھر اپنا خواب بتانے کے لیے اسماءؓ کے پاس گئے۔ ان کو اس سے بڑی تشفی ہوئی۔

جب خالدؓ اور ان کے آدمی مدینے واپس ہوئے تو آپؐ نے مقوقس کی جانب سے بھیجا ہوا سفید خچر منگوایا۔ اس پر اپنے ساتھ جعفرؓ کے سب سے بڑے بیٹے کو سامنے بٹھایا اور شہر سے باہر فوج سے ملنے کے لیے تشریف لے گئے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com


بہت سے مرد اور عورتیں راستے کے دونوں جانب قطار باندھے کھڑے تھے اور جب فوجی ان کے سامنے سے گزرے تو انھوں نے تحقیر آمیز انداز میں ان کا مذاق اڑایا اور ان کے منھ پر خاک ڈالی۔ انھوں نے چلا کر کہا "کیا تم اللہ کی راہ میں جہاد کرنے سے بھاگے تھے؟" "وہ نہیں" نبیؐ نے فرمایا "یہ بھگوڑے نہیں ہیں۔ یہ تو لڑائی پر دوبارہ پلٹ کر جانے والے ہیں، انشاءاللہ۔" ۳۸

مُوتہ کے مقام پر جو ناکامی ہوئی اس نے شمالی عربوں کو نئی اسلامی ریاست کے خلاف اپنی مزاحمت کو تیز کرنے کے لیے جری بنا دیا، اور متصلاً اگلے ماہ خبر ملی کہ بلیؔ اور قضاعہ کے قبائل بڑی تعداد میں سرحدِ شام پر اکٹھا ہو رہے ہیں نیت یہ ہے کہ جانبِ جنوب مارچ کریں لیکن اس بار بظاہر قیصر کی جانب سے کسی کمک کا کوئی سوال نہ تھا۔ نبیؐ نے عمروؓ کو تین سو آدمیوں کا سربراہ بنا کر روانہ فرمایا۔ اس ہدایت کے ساتھ کہ جہاں لڑائی کی ضرورت ہو جنگ کریں، جہاں حلیف بنانا ممکن ہو حلیف بنائیں۔ مزید برآں اُن کے انتخاب کے سلسلے میں ہو سکتا ہے کہ فیصلہ کن یہ بات رہی ہو کہ عمروؓ کا زیرِ بحث قبائل میں سے ایک کے ساتھ قرابت کا تعلق تھا۔ ان کی ماں قبیلۂ بلی سے تھیں۔ راتوں کو کوچ کر کے اور نسبتاً پڑاؤ کے لیے الگ تھلگ مقام کا انتخاب کر کے انھوں نے دشمنوں کی اطلاع میں آنے سے اپنے آپ کو بچا لیا اور دس دن میں شامی سرحد پر پہنچ گئے۔ اس سال جاڑے کا موسم معمول سے پہلے آ گیا تھا اور مکّے اور مدینے کے لوگ اتنی دور تک شمال کے سفر کے عادی نہ تھے۔ جوں ہی وہ آخری پڑاؤ پر پہنچے، جلانے کی لکڑیاں اکٹھا کرنے میں لگ گئے لیکن عمروؓ نے ایک بھی الاؤ روشن کرنے کی ممانعت کر دی اور بڑبڑانے والوں کو یہ کہہ کر خاموش کر دیا "تم کو سمع وطاعت کا حکم دیا گیا ہے لہٰذا ایسا ہی کرو۔"

toobaa-elibrary.blogspot.com


بہت جلد یہ اندازہ کر لینے کے بعد کہ دشمن کی تعداد توقع سے بہت زیادہ ہے اور مقامی امداد کی کوئی امید نہیں۔ انھوں نے جُہینہ کے ایک آدمی کو نبیؐ کی خدمت میں روانہ کیا اور کمک کی درخواست کی۔ مزید دو سو آدمیوں کی معیت میں ابو عبیدہؓ کو روانہ کیا گیا۔ وہ مقرب ترین اصحاب میں سے ایک تھے اور انھوں نے ہر مہم میں شرکت کی تھی بنا بریں ان کو توقع تھی کہ ان کو اولیت اور فوقیت حاصل ہوگی لیکن عمروؓ نے اس موقف پر اصرار کیا کہ نووارد معاون فوج ہے اور اصل سپہ سالار خود وہی ہیں۔ نبیؐ نے ابو عبیدہؓ کو ہدایت کی تھی کہ دونوں فوجوں میں مکمل تعاون رہے اور کسی قسم کا افتراق واختلاف نہ پیدا ہو اس لیے بزرگ تر نے ہار مان لی۔ عمروؓ سے کہا "ایسی صورت میں کہ تم میری عدم اطاعت کا فیصلہ کرو خدا کی قسم میں تمہاری اطاعت کروں گا۔" نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع ملی تو آپؐ نے ابو عبیدہؓ کے حق میں برکت کی دعا فرمائی۔

عمروؓ اب اپنے پانچ سو فوجیوں کو لے کر سرحد شام میں داخل ہو گئے، اور جیسے جیسے انھوں نے پیش قدمی کی دشمن منتشر ہوتے گئے۔ صرف ایک موقع پر تیروں کا تبادلہ ہوا۔ باقی تمام کوچ کے دوران چھوڑی ہوئی ان چھاؤنیوں پر گزر تھا جن سے بہت قریبی زمانے کے قیام پذیر لوگ ہوا ہو چکے تھے اور معاند قبائل کی غیر موجودگی میں دوستانہ عناصر ـــ افراد اور جماعتوں نے ـــ جسارت کی کہ سامنے آئیں۔ چنانچہ عمروؓ نبیؐ کے نام اپنے ایک خط میں یہ دعویٰ کرنے کے قابل ہو گئے کہ انھوں نے اسلام کا اثر دوبارہ شامی سرحد پر قائم کر دیا۔

وہ اثر اب قبائل میں نخلستانِ یثرب کے گرد وپیش تیزی سے بڑھ رہا تھا اس کی وجہ محض روحانی نہ تھی بلکہ نبیؐ اب ایک خطرناک اور ناقابلِ فہم دشمن کی حیثیت سے دیکھے جانے کے بجائے ایک طاقت ور، قابلِ اعتماد اور فیاض حلیف

toobaa-elibrary.blogspot.com


سمجھے جاتے تھے۔ موازنہ کرنے پر دوسرے حلیف کم جاذبِ توجہ اور زیادہ مضرت کا احتمال رکھنے والے معلوم ہونے لگتے تھے۔ کئی معاملات میں سیاسی اور مذہبی محرکات اس طرح باہم مخلوط تھے کہ ان کو ایک دوسرے سے الگ نہیں کیا جا سکتا تھا لیکن ایک اور عنصر تھا جو آہستہ آہستہ کام کر رہا تھا مگر طاقتور بھی تھا، عمیق بھی اور سنجیدہ بھی جس کا سیاست سے کسی قسم کا کوئی بھی رشتہ نہ تھا اور وہ مسلمانوں کی بالارادہ اسلام کی اشاعت کی مساعی سے بھی کوئی علاقہ نہ رکھتا تھا۔ یہ تھی غیر معمولی متانت جو امتیازی خصوصیت بن جاتی تھی ان لوگوں کی جو نئے دین پر عمل کرتے تھے۔ قرآن اللہ کی توحید کی کتاب، کتابِ رحمت بھی تھی اور کتابِ جنت بھی۔ اس کی آیات کی تلاوت نے رسولؐ کی تعلیمات سے مل کر مؤمنین کو اس یقین سے معمور کر دیا تھا کہ ان کی رسائی بآسانی ہے ـــــ یعنی کچھ شرائط کو پورا کر کے جس کی ان میں طاقت ہو ـــــ ہر ممکن خواہش کی دائمی تشفی تک۔ اس یقین کے نتیجے میں حاصل ہونے والی مسرت ہی عقیدے کا عیار و معیار تھی۔ نبیؐ نے زور دے کر فرمایا "مومن کا ہر حال بہتر ہے۔ حالات کچھ بھی ہوں" [۴]

---

## حوالہ جات، حواشی، تشریحات:

[۱] واقدی : ۷۵۹

[۲] ابن سعد : ۳۲۱/۳

[۳] واقدی : ۷۶۵

[۴] نسائی : ۲۱/۱۳

toobaa-elibrary.blogspot.com


باب - ۴۷

# عارضی جنگ بندی
# کی
# خلاف ورزی

صلح نامے کے باوجود قبیلہ بکر کے کچھ لوگ خزاعہ سے اپنے جھگڑے کو طول دینے پر تلے ہوئے تھے اور عمروؓ کی شامی مہم پر زیادہ دن نہ گزرے تھے کہ بکر کے قبیلے نے خزاعہ پر شب خون مارا اور اس کے نتیجے میں اس قبیلے کا ایک شخص قتل ہوگیا۔ معرکہ جو برپا ہوگیا اس کے کچھ حصے نے حدودِ حرم تک وسعت اختیار کرلی۔ قریش نے اپنے حلیفوں کی اسلحہ سے مدد کی اور ایک دو آدمیوں نے پردہ شب میں لڑائی

toobaa-elibrary.blogspot.com


میں بھی حصہ لیا۔ خزاعہ کے قبیلے بنی کعب نے فی الفور اپنا ایک وفد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش آمدہ واقعے سے مطلع کرنے اور آپ سے مدد طلب کرنے کی خاطر مدینے روانہ کیا۔ آپ نے وفد کو اطمینان دلایا کہ وہ آپ پر بھروسہ کر سکتے ہیں اور انھیں ان کے علاقے میں واپس کر دیا۔ جب وفد رخصت ہو گیا تو آپ عائشہؓ کے حجرے میں تشریف لے گئے۔ ان کو آپ کے چہرے سے اندازہ ہوا کہ آپ بہت برہم ہیں۔ آپ نے ان سے کہا کہ وضو کی خاطر تھوڑا پانی لائیں اور جب آپ وضو فرما رہے تھے تو انھوں نے آپ کو فرماتے سنا: "مجھ کو مدد نصیب نہ ہو اگر میں بنی کعب کی مدد نہ کروں۔"[1]

اس دوران مکے کے لوگ بڑی الجھن میں مبتلا تھے۔ جو ہونا تھا وہ تو ہو چکا تھا لیکن اب اس کے ممکنہ عواقب و نتائج سے وہ اندیشہ ناک تھے۔ انھوں نے ابوسفیان کو روانہ کیا کہ صورت حال متقاضی ہو تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے غصّے کو فرو کرنے کی تدبیر کرے۔ راہ میں ابوسفیان کی ملاقات خزاعہ کے کچھ لوگوں سے ہوئی وہ اپنے گھر واپس ہو رہے تھے۔ اس کو اندیشہ ہوا کہ حد سے زیادہ تاخیر ہو گئی اور اس اندیشے میں اضافہ خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے بشرے کے آثار و انداز سے ہوا جن کی مدد سے آپ کے خیالات کی تہ تک پہنچنا اس کو مشکل نظر آیا۔ اس نے کہا "اے محمدؐ، حدیبیہ کی صلح کے وقت میں موجود نہ تھا تو آؤ ہم صلح نامے کو مستحکم اور اس کی مدت میں توسیع کر لیں۔" نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی درخواست کو اپنی طرف سے ایک سوال کے ذریعے ٹال دیا "کیا کوئی ایسا واقعہ پیش آیا ہے کہ تم اپنی جانب سے اس کی تنسیخ کر دو؟" ابوسفیان نے پریشان ہو کر کہا "خدا نہ کرے۔" آپ نے فرمایا "اسی طرح ہم بھی صلح نامے کے پابند ہیں اس مدت تک جس پر اتفاق ہو چکا ہے۔ ہم نہ اس میں کوئی ترمیم کریں گے نہ اس کی جگہ کوئی دوسرا صلح نامہ قبول کریں گے۔" عیاں تھا کہ آپ اس موضوع پر مزید کسی گفتگو کے لیے آمادہ نہیں ہیں اس لیے ابوسفیان اپنی

toobaa-elibrary.blogspot.com



بیٹی اُم حبیبہؓ کے پاس گیا۔ اس امید میں اس کی جانب سے صلح صفائی کی کوشش کریں گی۔ دونوں کی ملاقات پندرہ سال بعد ہو رہی تھی۔

موزوں ترین نشست نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کمبل تھا۔ ابھی ابوسفیان اس پر بیٹھنے ہی والا تھا کہ انھوں نے اس کے نیچے سے گھسیٹ کمبل لپیٹ دیا۔ ابوسفیان نے کہا "بیٹی کیا بات ہے یہ کمبل میرے شایان شان نہیں ہے یا پھر میں اس قابل نہیں ہوں کہ اس پر بیٹھوں؟" ام حبیبہؓ نے کہا "یہ نبیؐ کا کمبل ہے اور تم ایک بت پرست ہو، ایک نجس انسان"۔ پھر اپنی گفتگو جاری رکھتے ہوئے انھوں نے مزید کہا "میرے باپ تم قریش کے بڑے آدمی ہو اور ان کے سردار ہو۔ یہ کیسے ہوا کہ تم اسلام میں داخل ہونے سے قاصر رہے۔ تم پتھروں کی عبادت کرتے ہو جو نہ دیکھتے ہیں نہ سنتے ہیں" اس نے کہا "کیا خوب، میں محمدؐ کی پیروی کی خاطر ان کی عبادت چھوڑ دوں جن کی عبادت میرے آباؤ اجداد کرتے تھے"۔ پھر یہ محسوس کر کے کہ ان کے ذریعے کام نہ بنے گا وہ ابوبکرؓ اور دوسرے صحابہ کے پاس گیا کہ معاہدے کی تجدید کی سفارش کر دیں۔ اس کو اب یقین ہو چکا تھا کہ ـــ ہر چند کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات کہی نہیں ـــ آپؐ کے نزدیک لڑائی کے نتیجے میں معاہدہ منسوخ ہو چکا ہے اور اب خون خرابہ سے بچنے کی واحد صورت یہ ہے کہ کوئی بااثر آدمی انفرادی طور پر عام تحفظ کی ذمہ داری لے لے۔ اس نے ابوبکرؓ کے سامنے یہ متبادل تجویز رکھی لیکن انھوں نے جواب میں بس اتنا کہا "میں امان دیتا ہوں لیکن صرف اس امان کی گنجائش کے اندر جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے عطا کردہ ہو۔"

دوسرے صحابہ نے بھی قریب قریب اسی قسم کا جواب دیا۔ بالآخر ابوسفیان علیؓ کے گھر پہنچا اور بڑے زور و شور سے اپنی قرابت کا واسطہ دیا ـــ دونوں دو بھائیوں ہاشم اور عبدشمس کے پوتے تھے ـــ لیکن علیؓ نے کہا "ابوسفیان

toobaa-elibrary.blogspot.com



مجھے تمھارے حال پر افسوس ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے طے کرلیا ہے کہ وہ تمھاری درخواست قبول نہ فرمائیں گے اور اگر وہ کسی بات سے اختلاف کریں تو پھر کوئی بھی اس بات کی موافقت میں اُن سے کلام نہیں کرسکتا کیونکہ آپ کے اصحاب کو بخوبی معلوم ہے کہ وحی نے آپ کو ہدایت کی ہے: "معاملات کے بارے میں ان سے مشورہ کرو۔ اور جب تم عزم کرلو تو اللہ پر بھروسا کرو۔" اور تجربے کی بنا پر ان کو اندازہ ہوجاتا ہے کہ کب نبی صلے اللہ علیہ وسلم کسی حتمی فیصلے پر پہنچ گئے ہیں اور اس معاملے میں انھیں اندازہ ہوگیا ہے کہ آپ ایک پختہ فیصلے پر پہنچ چکے ہیں۔ ایسی صورت میں آپ کو اپنے فیصلے سے باز رکھنے کی کوشش ایک فعل عبث ہے۔" ابوسفیان اب فاطمہؓ کی طرف متوجہ ہوا۔ حسنؓ ماں کے سامنے فرش پر بیٹھے تھے۔ اس نے کہا "اے محمدؐ کی بیٹی اپنے فرزند سے کہو افراد کے مابین امان کا اعلان کردے تاکہ وہ ہمیشہ کے لیے عربوں کا سرخیل بن جائے۔" فاطمہؓ نے کہا "یہ کام بچوں کا نہیں ہے۔" ابوسفیان عالم یاس میں دوبارہ علیؓ کی طرف متوجہ ہوا اور اُن سے درخواست کی کہ (کشادکار کی) کوئی تدبیر بتائیں۔ علیؓ نے کہا "مجھے تو اس کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ سوا اس کے کہ تم کھڑے ہوکر آدمی اور آدمی کے مابین انفرادی امان کا اعلان کردو۔ تم کنانہ کے سربرآوردہ شخص ہو۔" ابوسفیان نے کہا "کیا اس قسم کا اعلان میرے کسی کام آئے گا؟" علیؓ نے جواب دیا "میں نہیں سمجھتا۔ لیکن کوئی اور صورت بھی تمھارے کچھ کرنے کی مجھے نہیں ملتی۔" چنانچہ ابوسفیان مسجد گیا اور اس نے بلند آواز میں پکار کر کہا "دیکھو میں آدمی اور آدمی کے درمیان امان کا اعلان کرتا ہوں۔ مجھے امید ہے کہ محمدؐ میری تائید سے قاصر نہ رہیں گے۔" پھر وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا اور کہا "اے محمدؐ، میں نہیں سمجھتا کہ تم میری امان سے براءت کروگے۔" لیکن آپ نے صرف اتنا کہا "ابوسفیان یہ تمھارا خیال ہے۔" اور اموی سردار

toobaa-elibrary.blogspot.com



بڑے شک اور تذبذب کی حالت میں مکہ واپس گیا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مہم کی تیاری شروع کر دی۔ ابوبکرؓ نے دریافت کیا کیا وہ بھی تیار ہو جائیں۔ آپ نے جواب دیا کہ انھیں تیاری کر لینی چاہیے اور فرمایا کہ وہ قریش کے خلاف مہم پر جا رہے ہیں۔ ابوبکرؓ نے عرض کیا "کیا ہمارے لیے لازم نہیں ہے کہ جنگ بندی کی مدت گزر جانے دیں؟" نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "انھوں نے ہم سے بدعہدی کی ہے اور معاہدے کو توڑا ہے۔ میں ان پر حملہ آور ہوں گا لیکن میں نے تم سے جو کہا ہے اس کو راز رکھو اور لوگوں کو قیاس آرائیاں کرنے دو، کوئی سوچے اللہ کے رسول کا رُخ شام کی جانب ہے کوئی اور سوچے کہ ثقیف کی جانب ہے، کوئی اور خیال کرے کہ ہوازن کا ارادہ ہے۔ اے اللہ قریش نہ ہیں دیکھ پائیں۔ نہ ہماری کسی قسم کی خبر ان کو مل پائے کہ ہم کیا کرنے جا رہے ہیں تاکہ ہم یکایک ان کی سرزمین میں جا پہنچیں۔" اس دعا کے جواب میں آپؐ کو آسمان سے خبر دی گئی کہ مہاجرین میں سے ایک صاحب کو جن کا نام حاطبؓ ہے کسی طرح اس راز کا پتا مل گیا تھا، اور انھوں نے قریش کو ہونے والے حملے سے خبردار کرنے کے لیے ایک خط روانہ کر دیا ہے۔ انھوں نے قبیلہ مزینہ کی ایک عورت کو جو مکہ جا رہی تھی یہ خط دیا ہے اور اس نے اس خط کو اپنے بالوں میں چھپا لیا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے علیؓ اور زبیرؓ کو اس کے تعاقب میں روانہ فرمایا۔ ان دونوں نے جب اس کے سامان میں خط نہ ملا تو انھوں نے دھمکی دی کہ اگر اس نے خط باہر نہ کر دیا تو وہ اس کی تلاشی لیں گے۔ چنانچہ اس نے خط دے دیا اور وہ لوگ یہ خط نبیؐ کے پاس لے گئے۔ آپ نے خط لکھنے والے کو طلب کیا اور فرمایا "اے حاطب تم نے کس لیے یہ کام کیا ہے؟" انھوں نے جواب دیا "میں اللہ کے رسولؐ پر یقین رکھتا ہوں۔ میں نے اپنا عقیدہ نہیں تبدیل کیا ہے کسی دوسرے عقیدے نے اس کی جگہ نہیں لی ہے۔ میری مشکل یہ ہے کہ مکے کے لوگوں

toobaa-elibrary.blogspot.com



میں میرا کوئی اثر و رسوخ نہیں ہے، نہ میرے بااثر رشتہ دار وہاں ہیں۔ میں نے اپنے بیٹے اور اپنے خاندان کی خاطر جو ان کے درمیان قیام پذیر ہیں ان کی ہمدردی حاصل کرنے کی کوشش کی ہے۔" عمرؓ نے کہا "اے اللہ کے رسولؐ، مجھے اجازت دیجیے کہ میں اس کا سر قلم کر دوں۔ یہ شخص منافق ہے۔" لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کہا "اے عمرؓ تم کیا جانو کہ بدر میں شرکت کرنے والوں (حاطبؓ بدری صحابی تھے) پر اللہ کی نگاہِ کرم نہیں ہے۔" آپ نے فرمایا "کرو جو جی چاہے کیونکہ میں نے تم کو معاف کر دیا ہے۔"

اب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن قبائل میں اپنے قاصد بھیجے جن کے بارے میں آپ محسوس فرماتے تھے کہ ان کی مدد پر آپ بھروسا کر سکتے ہیں۔ پیغام عام قسم کا تھا کہ اگلے ماہ کے شروع میں مدینے میں موجود رہیں۔ اگلا مہینہ رمضان کا مہینہ تھا۔ بدویوں نے اخلاص کے ساتھ آپ کی طلب کا جواب دیا اور جب مقررہ دن آیا تو وہ فوج کسی بھی اس فوج سے جو مدینے سے روانہ ہوئی، سب سے بھاری فوج تھی۔ کوئی قابل جنگ مسلمان پیچھے نہ رہ گیا۔ مہاجرین کی تعداد سات سو تھی۔ ان میں تین سو سوار تھے۔ انصار چار ہزار تھے اُن میں پانچ سو سوار تھے اور قبائل بشمول اُن کے جو راہ میں آملے، سب ملا کر کل تعداد دس ہزار نفر تھی۔ سوار دستہ اونٹ پر سفر کر رہا تھا۔ کوتل گھوڑے ساتھ تھے اور سوا چند قریب ترین صحابہ کے کسی کو پتا نہ تھا کہ دشمن کون ہے جس کے خلاف یہ مہم رواں دواں ہے۔

جب یہ لوگ آدھے راستے پر تھے، عباسؓ، ام الفضلؓ اور ان کے بیٹے (مکے کی جانب سے) آتے ہوئے ملے۔ عباسؓ طے کر چکے تھے کہ اب ان کے لیے وقت آگیا ہے کہ مکہ چھوڑ دیں اور مدینے میں سکونت اختیار کر لیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دعوت دی کہ مہم میں شامل ہو جائیں۔ انھوں نے دعوت قبول کر لی۔ اس سے میمونہؓ کو بڑی خوشی ہوئی جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس مہم میں

toobaa-elibrary.blogspot.com



سفر کر رہی تھیں۔

اُم سلمہؓ بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھیں اور اگلے ایک مرحلے میں ان کو بتایا گیا کہ قریش کے دو آدمی کیمپ میں موجود ہیں اور ان سے بات کرنا چاہتے ہیں۔ ان میں سے ایک ان کے سوتیلے بھائی عبداللہ تھے ــــ دونوں کے باپ ایک تھے اور ماں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی عاتکہؓ تھیں۔ اور دوسرے شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے بڑے چچا حارث کے بیٹے ابوسفیان تھے جو کسی زمانے میں حلیمہؓ کے زیر پرورش رہے تھے۔ ان کے ساتھ ان کے چھوٹے بیٹے جعفر تھے۔ دونوں آدمی آپ کی بعثت سے پہلے آپ کے بہت قریب تھے۔ اس کے بعد دونوں آپ کے خلاف ہو گئے۔ اب یہ لوگ معافی کی درخواست لے کر آئے۔ اُم سلمہؓ سے یہ خواہش کرنے کہ ان کی سفارش کر دیں۔ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئیں اور کہا "آپ کی بیوی کا بھائی اور آپ کی پھوپھی کا بیٹا حاضر ہے اور آپ کے چچا کا بیٹا بھی جو آپ کا رضاعی بھائی بھی ہے۔" لیکن آپ نے فرمایا "میں کوئی ضرورت نہیں سمجھتا ان سے ملنے کی۔ جہاں تک میرے بھائی ــــ آپ کا مطلب اُم سلمہؓ کے بھائی عبداللہ سے تھا ــــ کا تعلق ہے انھوں نے مجھ سے مکے میں کہا تھا جو کچھ بھی کہا تھا اور جہاں تک میرے چچا کے بیٹے کا تعلق ہے وہ میرے لیے باعث ذلت بنا ہے۔ اس نے میری تحقیر کی ہے۔" ابوسفیان نے اپنی نظموں میں آپ کی ہجو کی تھی۔ اُم سلمہؓ نے ان کی جانب سے وکالت کی لیکن کوئی اثر نہ ہوا۔ جب انھوں نے اپنے نتیجہ کوشش سے انھیں آگاہ کیا تو ابوسفیان نے کہا "وہ مجھ سے ملاقات کریں ورنہ میں بیٹے کا ہاتھ پکڑ لوں گا اور ریگستان کی راہ لوں گا اور اس وقت تک سرگرداں اور آوارہ دشت و صحرا رہوں گا جب تک ہم دونوں بھوک اور پیاس سے ہلاک نہ ہو جائیں اور تم ــــ اس کی مراد نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے تھی ــــ تمھارے ساتھ میری

toobaa-elibrary.blogspot.com



قرابت کے علاوہ سب سے بڑھ کر درگزر کرنے والے شخص ہو۔" جب اُمِ سلمہؓ نے آپؐ کے سامنے اس کی یہ بات دہرائی تو نرم پڑ گئے اور اپنے خیمے میں اس سے ملنے پر راضی ہو گئے۔ آپ کے سامنے دونوں نے عقیدے کا اعلان کر دیا اور دونوں نے بعد میں اپنے اسلام کو اچھی طرح ثابت بھی کر دیا۔

انہی دنوں کوچ کے دوران نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کتیا کو قریبی زمانے میں پیدا ہونے والے اپنے بچوں کے جھول کے ساتھ سڑک کے کنارے بیٹھا پایا۔ وہ انھیں دودھ پلا رہی تھی۔ آپ کو اندیشہ لاحق ہوا مبادا کوئی اس کی مشغولیت میں خلل انداز ہو جائے اس لیے قبیلۂ ضمرہ کے جُعیلؓ سے آپ نے کہا کہ اس کے پاس کھڑے ہو کر نگرانی کریں تاآنکہ ہر فوجی دستہ گزر جائے۔ جُعیل نام اب بھی ان کے ساتھ چپکا ہوا تھا حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام بدل کر عمروؓ کر دیا تھا۔

قُدید کے مقام پر بنی سُلیم بھی فوج میں شامل ہو گئے۔ یہ نوسَو سواروں کا ایک مضبوط دستہ تھا۔ ان کے نمائندوں میں سے ایک نے کہا "آپ خیال کرتے ہوں گے کہ ہم لوگ آپ کی جماعت سے تعلق نہیں رکھتے۔ تاہم ہم لوگ آپ کے ماموں ہیں ــــ وہ حوالہ دے رہا تھا ہاشم کی ماں عاتکہ کا جو ان کے قبیلے کی عورت تھی ــــ اس لیے ہم آپ کے پاس آئے ہیں کہ آپ ہمیں آزمائیں۔ ہم جنگ میں عزم و ثبات کا ثبوت دینے والے، مقابلہ ہو تو جری اور بہادر اور دین پر ثابت قدم رہنے والے شہ سوار ہیں۔"

اصل فوج جو مدینے سے آئی تھی۔ اسی کی مانند یہ لوگ بھی اپنے جھنڈے کھلے اور لپیٹے ہوئے تھے اور پرچم ساتھ لائے تھے۔ اب انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ ان پرچموں کو اپنے دست مبارک سے باندھ دیں اور ان میں سے اپنے منتخب کیے ہوئے لوگوں کو عطا فرما دیں۔ لیکن ابھی جھنڈا لہرانے کا وقت

toobaa-elibrary.blogspot.com



نہیں آیا تھا اور نہ آپ نے یہ بتایا تھا کہ کدھر کا رُخ ہے۔ ابتدا ہی میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو بھیج کر فوج میں اعلان کرا دیا تھا کہ جو روزہ رکھنا چاہتا ہو، وہ روزہ رکھے اور جو توڑنا چاہتا ہو وہ توڑ دے۔ رمضان کے سفر میں روزہ توڑنے کی اجازت تھی بشرطیکہ چھوڑے ہوئے روزوں کی تعداد بعد میں پوری کر دی جائے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور کئی دوسرے لوگوں نے روزہ رکھا یہاں تک کہ حدودِ حرم سے ایک خاص مسافت پر پہنچ گئے۔ تب آپ نے حکم دیا کہ روزہ توڑ دیا جائے۔ جب فوج نے مرّ الظہران کے مقام پر منزل کی تو آپ نے بتا دیا کہ روزہ توڑنے کا سبب دشمن کا سامنا کرنے کے لیے طاقت بہم رکھنا ہے۔ اس اطلاع نے کچھ لوگوں کی کاوش اور جستجوئے حقیقت کو نقطۂ شکست (Breaking Point) تک پہنچا دیا۔

مرّ الظہران سے ایک دن کے لمبے کوچ اور دو دن کے آسان سفر کے ذریعہ مکہ پہنچا جا سکتا تھا۔ لیکن صلح نامے کے پیش نظر یہ قرین قیاس نظر نہ آتا تھا کہ یہ مہم قریش کے خلاف ہو گی۔ ان کا کیمپ ایک ایسے راستے پر بھی تھا جو ہوازن کے دشمن قبائل کے علاقے کی طرف جاتا تھا یا ہو سکتا ہے کہ حجاز کے شمالی چمن (یثرب) پر قبضہ حاصل کرنے کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنوبی چمن کو فتح کرنے کا تہیہ کر لیا ہو — ابھی تک ناقابلِ دست رس طائف — جو لات کا مرکزِ عبادت تھا۔

یہ دیکھ کر کہ یہ سوال کہ دشمن کون ہے ایک زبان سے دوسری زبان پر منتقل ہوتا جا رہا ہے۔ کعبؓ ابن مالک نے پیش کش کی کہ نبیؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر ان سے دریافت کریں۔ تاہم ان کو جرأت نہ ہوئی کہ سیدھا سوال کریں۔ وہ وہاں گئے جہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خیمے کے باہر بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ آپ کے سامنے جھکے اور چار مترنم اشعار جو انھوں نے اس موقع کے لیے نظم کیے تھے سنائے۔ ان اشعار کے مضمون کا خلاصہ یہ تھا کہ لوگ اس مقام پر پہنچ گئے ہیں کہ تلوار بے نیام

toobaa-elibrary.blogspot.com



کریں۔ وہ پوچھتے ہیں ان تلواروں کی دھار کس دشمن کا مقدر ہے اور یہ کہ اگر تلواریں طاقت گفتار رکھتیں تو وہ بھی یہی سوال کرتیں؟ لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے (اس شاعرانہ کاوش کا) جواب محض ایک تبسم تھا اور کعب کو (بارگاہ نبوی سے) بے نیل مرام واپس ہونا پڑا۔

یہ جاننے کی مسلمانوں کی خلش کہ ان کی منزل کیا ہے اصل حقیقت تک پہنچنے سے قاصر رہی لیکن اس کا اس خلش سے کوئی مقابلہ نہ تھا جو اسی سوال کے تعلق سے قریش اور ہوازن کو لاحق تھی۔ ہوازن کا بڑا قبیلہ زیادہ تر پہاڑی علاقے کے ان ڈھلوانوں پر پھیلا ہوا تھا جو نجد کے میدان کی جنوبی انتہا پر پھیلی ہوئی تھیں۔ طائف انہی ڈھلوان میں سے ایک پر واقع تھا۔ یہاں ثقیف کا قبیلہ سکونت گزیں تھا۔ یہی یہاں بت کدے کے متولی بھی تھے۔ انھوں نے ممکنہ صورت حال کا مقابلہ کرنے کے لیے، پہلے اپنے ساتھی ہوازن کے قبیلوں کو یہ فوری پیام بھیجا کہ یثرب سے دس ہزار فوج جنوب کی راہ پر ہے اس لیے ان کو بدترین صورتِ حال کے لیے تیار رہنا چاہیے۔ بیشتر قبائل نے اس پیغام کو سامنے رکھ کر تیاریاں شروع کر دیں۔ چنانچہ طائف کے شمال میں ایک موزوں مقام پر فوج کا جماؤ ہونے لگا۔

جہاں تک قریش کا تعلق ہے وہ اس قیاس کو ترجیح دیتے تھے کہ مکے کی بجائے طائف خطرے میں ہے لیکن ان کو اس بات کا احساس تھا کہ انھوں نے خود معاہدے کی خلاف ورزی کی ہے۔ یہ احساس اور اس کے ساتھ یہ بات کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے معاہدے کی تجدید سے انکار کر دیا تھا، انھیں مایوسی کی حد تک خوف زدہ رکھ رہا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس سے واقف تھے اور تاکہ ان کے خوف میں مزید اضافہ ہو، آپ نے حکم فرمایا کہ لوگ پھیل جائیں اور اندھیرا ہونے کے بعد ہر شخص ایک الاؤ روشن کرے۔ حدود حرم کے مضافات سے (فاصلے کی قربت کے سبب) دس ہزار الاؤ روشن

toobaa-elibrary.blogspot.com


دیکھے جاسکتے تھے اور جلد ہی مکے والوں تک یہ خبر پہنچا دی گئی کہ محمدؐ کی فوج ان کے قیاس وگمان اور اندیشے سے کہیں بھاری بھرکم ہے۔ چنانچہ بہ عجلت منعقد کی گئی ایک مجلس مشاورت میں ابوسفیان کی یہ تجویز قبول کرلی گئی کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جائے اور ایک بار پھر آپؐ سے گفت وشنید کرے۔ ابوسفیان کے ساتھ خدیجہؓ کے بھتیجے حکیم ——— جنھوں نے جنگ بدر کو رکوانے کی بھرپور کوشش کی تھی۔ اور خزاعہ کے بُدیل بھی گئے ——— بُدیل نے حدیبیہ کے موقع پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کی تھی اور کچھ ہی دنوں پہلے اپنے کچھ ہم قبیلہ اشخاص کے ساتھ (قریش کی جانب سے) شکست عہد کے بارے میں اطلاع دینے مدینہ گئے تھے۔ جب یہ لوگ مسلمانوں کے کیمپ کے قریب پہنچے۔ اتنے قریب کہ اونٹوں کی بلبلاہٹ سنائی دے رہی تھی تو انھوں نے ایک شخص کو سفید خچر پر سوار آتے دیکھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ انھیں سے ملنے آرہا تھا۔ یہ عباسؓ تھے جو کیمپ سے چپکے سے نکل آئے تھے اس توقع میں کہ کوئی شہر جاتا ہوا مل جائے گا جو قریش کے پاس ان کا یہ پیغام لے جاسکے گا کہ قبل اس کے کہ وقت ہاتھ سے نکل جائے وہ ایک وفد نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجیں۔ جب وہ ایک دوسرے سے جان پہچان کر چکے سلام کلام ہو گیا تو عباسؓ ان کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خیمے میں لے گئے۔ ابوسفیان نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا "محمدؐ تم عجیب وغریب قسم کا انبوہ جمع کر لائے ہو ——— کچھ جانے پہچانے کچھ اجنبی اور انجانے ——— اپنے اقربا کے خلاف"۔ لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بات کاٹ کر فرمایا "تم نے حدیبیہ کے معاہدے کی خلاف ورزی کی۔ نقض عہد کے مرتکب ہوئے۔ حد سے تجاوز کرنے والے تم ہو۔ تم نے بنی کعب پر حملے کو بڑھاوا دیا۔ حدود اللہ اور حدود حرم کے تقدس کو مجروح کیا۔" ابوسفیان نے موضوع بدلنے کی کوشش کی۔ اس نے کہا "حیف ہے۔ کاش تم نے اپنی برہمی اور

toobaa-elibrary.blogspot.com


جنگی حکمتِ عملی کا رُخ ہوازن کی جانب کیا ہوتا۔ وہ قرابت کے لحاظ سے بعید تر ہیں اور ہمارے خلاف خونخوار تر حریف مقابل بھی۔" نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "میرا رب مجھے وہ سب عطا فرمائے گا ــــــ فتح مکہ کے ذریعہ اسلام کو سربلندی عطا فرما کر، ہوازن کو راہِ فرار اختیار کرنے پر مجبور کر کے ــــــ وہ ان کے ساز و سامان کو مالِ غنیمت بنا کر اور ان کے خاندان والوں کو قیدی بنا کر، مجھے مالا مال کر دے گا۔" پھر آپؐ نے ان تینوں اشخاص سے فرمایا۔ "شہادت دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔" ابوسفیان یہ شہادت دے کر خاموش ہو گیا اور جب اس سے رسالت کی تصدیق کو کہا گیا تو اس نے کہا۔ "محمدؐ اس بارے میں مجھے اب بھی شک ہے۔ میرا دل گواہی نہیں دیتا۔ اس کو کچھ مہلت دو۔" آپؐ نے اپنے چچا سے فرمایا اس شب کے لیے ان لوگوں کو اپنے خیمے میں لے جایئے۔ صبح ہوئی تو پورے کیمپ میں فجر کی اذان ہوئی۔ ابوسفیان اس کی آواز سے بری طرح ہل گیا۔ اس نے سوال کیا "کیا کرنے جا رہے ہیں آپ لوگ؟" عباسؓ نے کہا "نماز"۔ ابوسفیان نے دریافت کیا "دن رات میں کتنی بار نماز ادا کی جاتی ہے؟" اور جب بتایا گیا کہ پانچ بار تو اس نے کہا "خدا کی قسم یہ تو حد سے زائد ہے۔" پھر اس نے لوگوں کو بڑے اشتیاق سے ہجوم کرتے دیکھا۔ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو سے گرنے والے پانی کے حصول کی خاطر کہ اس کو اپنے اوپر مل لیں، ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کے لیے کوشاں تھے۔ کچھ نہیں تو ایک بچا ہوا قطرہ ہی حاصل ہو جائے۔ (والہانہ شیفتگی کا یہ منظر دیکھ کر) اس نے کہا "ابوالفضل، میں نے یہ شان و شکوہ تو کہیں اور نہیں دیکھا۔" عباسؓ نے کہا "تم پر لعنت، ایمان لے آؤ۔" ابوسفیان نے کہا "مجھے ان کے پاس لے چلو۔" اب نماز کے بعد عباسؓ دوبارہ اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گئے۔ اس نے آپ کی رسالت کی تصدیق کی۔ اس امرِ حقیقت کی کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ عباسؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک طرف لے گئے اور عرض کیا: "اللہ کے رسولؐ آپ اچھی

toobaa-elibrary.blogspot.com


طرح جانتے ہیں کہ ابوسفیان عزوشان کے شیدائی ہیں۔ انھیں کوئی رعایت دے دیجئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "میں دوں گا" اور آپؐ اموی سردار کے پاس تشریف لے گئے۔ اور ہدایت کی کہ وہ قریش کے پاس جائیں اور ان سے کہیں جو کوئی ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے گا اس کو امان ہے۔ جو کوئی مسجد حرام میں داخل ہو جائے گا اس کو امان ہے۔

---

## حوالہ جات، حواشی، تشریحات:

۱۔ واقدی: ۷۹۱

۲۔ ۳ : ۱۵۹

۳۔ ابن اسحٰق: ۸۰۸-۸۰۷۔ واقدی: ۷۹۴

۴۔ ابن اسحٰق: ۸۱۰-۸۰۹

۵۔ ملاحظہ ہو صفحہ ۶۲ (اصل تصنیف)

۶۔ واقدی: ۸۱۱

۷۔ واقدی: ۸۰۴

toobaa-elibrary.blogspot.com


باب-۷۵

# فتح مکہ

نقل وحمل کے اونٹوں پر خیمے لادے جا چکے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جھنڈوں اور پرچموں کو طلب کیا تھا کہ آپؐ کی خدمت میں پیش کیے جائیں۔ ان کو آپؐ نے علم سے باندھا اور ہر ایک اس علم بردار کو دیا۔ جس کا آپؐ نے اس مقصد سے انتخاب فرمایا تھا۔ آپؐ نے عباسؓ کو ہدایت کی کہ وادی کے تنگ سرے تک ابوسفیانؓ کے ساتھ جائیں اور وہاں ان کو روک رکھیں تاکہ فوج جب اس جگہ سے گزرے تو ان کو

toobaa-elibrary.blogspot.com


اس کی تعداد کا اندازہ ہو سکے۔ اس کے بعد بھی کافی وقت رہے گا کہ وہ قریش کے پاس واپس جائیں اور آپ کا پیغام انھیں پہنچا دیں۔ کیونکہ ایک تنہا آدمی بمقابلے فوج کے زیادہ سیدھے راستے سے مکہ پہنچ سکتا ہے۔

"وہ کون ہے؟" ابوسفیانؓ نے ایک شخص کی طرف اشارہ کیا جو فوج کے آگے آگے تھا جب فوج نگاہ میں آئی۔ "خالدؓ ابن ولید" عباسؓ نے جواب دیا اور جب وہ ان لوگوں کے برابر آئے تو خالدؓ نے تین بار نعرۂ تکبیر بلند کیا۔ خالدؓ کے ساتھ قبیلۂ سُلیم کا سوار دستہ تھا۔ ان کے بعد زبیرؓ زرد عمامے میں ملبوس پانچ سو مہاجرین اور دوسرے لوگوں کے دستے کے آگے آگے تھے۔ وہ جب ابوسفیانؓ کے پاس سے گزرے تو انھوں نے بھی تین بار تکبیر کہی اور جب ان کے ساتھ ان کے آدمیوں نے بھی اس نعرے کو ایک ساتھ دُہرایا تو پوری وادی گونج گئی۔ ایک دستے کے بعد دوسرا دستہ گزرتا رہا اور ہر ایک کے گزرنے کے وقت ابوسفیانؓ سوال کرتے رہے کہ وہ کون ہے اور ہر بار حیرت کا اظہار کرتے رہے۔ کبھی اس لیے کہ کوئی قبیلہ اب تک قریش کے حدود اثر سے بہت باہر رہا تھا، کبھی اس لیے کہ ابھی کچھ دنوں تک کوئی مخصوص قبیلہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف تھا۔ جیسا کہ قبیلہ غطفان کے قبیلے اشجع کا معاملہ تھا جس کے پرچموں میں سے ایک پرچم نُعیم لے کر چل رہے تھے جو خود ان کے اور سہیل کے سابق دوست تھے۔

ابوسفیانؓ نے کہا "تمام عربوں میں سے یہ لوگ محمدؐ کے شدید ترین دشمن تھے؟"

عباسؓ نے کہا "اللہ نے ان کے دلوں میں اسلام داخل کر دیا۔ یہ اللہ کا فضل ہے۔"

آخری دستہ خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا۔ اس میں سب کے سب مہاجر اور انصار تھے۔ ان کے اسلحے کی چمک ایسی تھی کہ وہ سیاہی مائل سبز نظر آ رہے تھے کیونکہ وہ سر سے پیر تک زرہ بکتر اور اسلحہ میں ڈوبے ہوئے تھے۔ ان کی صرف آنکھیں دکھائی دیتی تھیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا جھنڈا ابن عبادہؓ کو دیا تھا جو

toobaa-elibrary.blogspot.com


اس فوجی ٹکڑی کے آگے آگے چل رہے تھے۔ جب وہ اُن دو آدمیوں کے پاس سے گزرے جو راستے کے ایک جانب کھڑے تھے تو انھوں نے پکار کر کہا: "ابوسفیان! یہ قتل عام کا دن ہے۔ وہ دن جب حُرمتیں پامال ہوں گی۔ وہ دن جب اللہ قریش کو ذلیل کر دے گا۔" نبی صلی اللہ علیہ وسلم فوجی دستے کے بیچ میں تھے۔ آپ قصواء پر سوار تھے اور آپ کے دونوں جانب ابوبکرؓ اور اُسیدؓ تھے۔ جن سے آپ باتیں کر رہے تھے۔ ابوسفیانؓ نے پکار کر کہا جب وہ آپ سے اتنا قریب ہوئے کہ آپ ان کی آواز سُن سکیں۔ "اللہ کے رسولؐ، کیا آپ نے لوگوں کے قتل کا حکم دیا ہے" اور انھوں نے وہ سب دہرا دیا جو سعدؓ (ابن عبادہ) نے کہا تھا۔ "میں آپ کو اللہ کا واسطہ دیتا ہوں۔" انھوں نے مزید کہا "آپ کی قوم کی جانب سے۔ کیوں کہ آپ سب سے زیادہ قرابت کا پاس کرنے والے ہیں۔ انتہائی مہربان اور فیاض ہیں۔" "یہ رحم کا دن ہے۔" نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "یہ وہ دن ہے جس دن اللہ نے قریش کو عزت دی۔" پھر عبدالرحمٰنؓ ابن عوف اور عثمانؓ نے آپ سے عرض کیا "اللہ کے رسولؐ بعید نہیں کہ سعدؓ قریش پر ایک پُرتشدد زوردار حملہ کر دیں۔ ہمیں ان کے بارے میں یقین نہیں۔" چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سعدؓ کو کہلا بھیجا کہ جھنڈا اپنے بیٹے قیسؓ کو دے دیں جو نسبتاً نرم مزاج انسان تھے اور جھنڈے کا قیسؓ کے ہاتھوں میں ہونا سعدؓ ہی کے ہاتھوں میں ہونا تھا۔ لیکن سعدؓ نے بغیر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے راست حکم کے جھنڈا قیس کو دینے سے انکار کر دیا۔ تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سرخ عمامہ خود سر سے اتارا اور نشانی کے طور پر سعدؓ کے پاس بھیجدیا۔ اس کے بعد جھنڈا فی الفور قیسؓ کو دے دیا گیا۔

جب فوج گزر چکی تو ابوسفیانؓ بڑی عجلت اور تیز رفتاری سے مکے واپس پہنچے اور اپنے گھر کے باہر کھڑے ہو کر پوری طاقت سے انھوں نے چلا کر تیزی سے اکٹھا ہوتے

toobaa-elibrary.blogspot.com



ہوئے ہجوم میں اعلان کیا "اے اہل قریش محمدؐ یہاں موجود ہیں ایک ایسی فوج کے ساتھ جس کی تم مزاحمت نہیں کرسکتے۔ ان کے ساتھ دس ہزار نفر مسلح فوج ہے اور انھوں نے مجھے یہ حق دیا ہے کہ جو کوئی میرے گھر میں داخل ہو جائے گا وہ محفوظ ہوگا۔ اب ہند گھر سے نکل کر باہر آئی اور اس نے اپنے شوہر کی مونچھ پکڑ کر کہا "اس ناکارہ اور بزدل شخص کو قتل کردو۔ تو بدنصیب لوگوں کو تحفظ دینے چلا ہے" "ستیاناس ہو تیرا" انھوں نے چیخ کر کہا "اس عورت کے فریب میں نہ آؤ۔ اپنی قوتِ فیصلہ استعمال کرو۔ کیونکہ اب تمھارے دروازے پر ایسی فوج کھڑی ہے جس کی تم مزاحمت نہیں کرسکتے۔ لیکن جو کوئی ابوسفیانؓ کے گھر میں داخل ہوگا، محفوظ ہوگا۔" ہجوم سے آواز آئی "اللہ تجھ کو ہلاک کرے۔ ہماری اتنی بڑی تعداد کے لیے تمھارے گھر کی کیا حقیقت ہے (اس میں گنجائش ہی کہاں ہے)"۔ انھوں نے جواب دیا "جو کوئی اپنے گھر کا دروازہ بند کرے گا محفوظ ہوگا اور جو مسجد حرام میں داخل ہوگا محفوظ ہوگا۔" یہ سننا تھا کہ مجمع منتشر ہوگیا۔ کچھ اپنے گھروں میں چلے گئے اور کچھ مسجد حرام کی طرف چل دیئے۔

فوج ذی طویٰ کے مقام پر رکی۔ یہ مقام شہر سے دور نہیں ہے۔ یہاں سے شہر نظر آتا ہے۔ یہی وہ مقام تھا جہاں دو سال پہلے ان کا راستہ روکنے کے لیے خالدؓ کو متعین کیا گیا تھا لیکن اب وہاں مزاحمت کا نام ونشان نہ تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے پورا شہر خالی ہے۔ بالکل وہی منظر جو گزشتہ سال ان کی آمد پر تھا لیکن اس بار ان کے قیام کے لیے تین دنوں کی قید نہ تھی اور جب قصواءؐ رکی تو آپؐ نے اللہ کا شکر ادا کرنے کے لیے سجدے میں سر جھکا دیا۔ اتنا کہ ریش مبارک کجاوے کو چھونے لگی۔ بعدازاں آپؐ نے فوج کی صف بندی کی۔ میمنہ کی کمان خالدؓ کے سپرد کی۔ میسرہ کی زبیرؓ کو۔ فوج کی وہ ٹکڑی جس میں آپؐ تھے جو قلب کی حیثیت رکھتی تھی اس کے آپؐ نے دو حصے کیے۔ ایک حصے کی سربراہی سعدؓ (ابن عبادہ) اور ان

toobaa-elibrary.blogspot.com



کے فرزند کر رہے تھے اور نصف باقی جس میں آپؓ تھے اس کے آگے ابو عبیدہؓ تھے۔ حکم ملنے پر انھیں ٹکڑوں میں بٹ جانا تھا اور شہر میں چار سمتوں سے داخل ہونا تھا۔ خالدؓ کو نشیبی حصے سے اور دوسرے لوگوں کو تین مختلف دروں سے گزر کر پہاڑیوں کی سمت سے۔

اس فوج گراں کے بہت اوپر ابو قُبیس کی پہاڑی ڈھلوانوں پر دو شکلیں موجود تھیں اور تیز نگاہ امتیاز کر سکتی تھی کہ ان میں سے ایک کسی قدر خمیدہ ضعیف العمر ہے، جس کے ہاتھ میں ڈنڈا ہے۔ اس کو ایک عورت راستہ دکھا رہی ہے اور سہارا دے رہی ہے۔ یہ دو شکلیں ابو بکرؓ کے والد اور بہن ابو قحافہ اور قُریبہ کی تھیں۔ اس صبح جب خبر ملی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ذوطویٰ پہنچ چکے ہیں۔ نابینا معمر شخص نے بیٹی سے کہا کہ وہ اس کو پہاڑ پر لے چلے اور جو کچھ اس کو نظر آسکے، اس سے اس کو باخبر کرے۔ جب وہ جوان اور توانا تھا تو مکّے کی دوسری جانب پہاڑیوں پر ابرہہ کے ہاتھی اور لشکر کو دیکھنے چڑھ گیا تھا۔ اب وہ بوڑھا ہو چکا تھا اور کئی سال ہوئے اس کی بینائی جاتی رہی تھی لیکن کم از کم اتنا تو تھا کہ بیٹی کی آنکھیں اس کی نگاہ بن سکیں گی۔ جن کی مدد سے دس ہزار کی اس فوج کو دیکھ سکے گا جس میں اس کا بیٹا اور دو پوتے تھے۔ قُریبہ جو کچھ دیکھ سکتی تھی وہ بتاتی جاتی تھی۔ "ایک گھنی سیاہی" اس نے بوڑھے کو بتایا۔ "یہ سوار دستہ ہے جو سمٹ کر قطار باندھے حکم کا انتظار کر رہا ہے" پھر لڑکی نے دیکھا کہ وہ سیاہ ہیولیٰ پھیلنا شروع ہوا۔ یہاں تک کہ وہ چار واضح ٹکڑیوں کی شکل اختیار کر گیا اور اس کے باپ نے کہا جتنی جلد ہو سکے اس کو گھر لے چلے۔ وہ ابھی راستے ہی میں تھے کہ ایک سوار دستہ اُن کے پاس سے تیزی سے گزر گیا اور ایک شخص زین سے جھکا اور چاندی کا وہ ہار جھپٹ لے گیا جو قریبہ کے گلے میں تھا۔ اس ایک واردات کے علاوہ انھیں کوئی مضرت نہ پہنچی اور

toobaa-elibrary.blogspot.com



وہ دونوں بخیریت گھر پہنچ گئے۔

ابوقبیس کی پہاڑی پر وہ تنہا نہ تھے۔ اس کے ایک دوسرے حصے پر عکرمہ صفوان اور سہیل بکر اور ہذیل کے اپنے حلیفوں اور قریش کے ایک دستے کے ساتھ اکٹھا تھے۔ انھوں نے لڑائی کا تہیہ کر رکھا تھا اور جب انھوں نے خالدؓ کے ماتحت سپاہیوں کو شہر کے نشیبی داخلے کا رخ کرتے دیکھا تو وہ نیچے اترے اور ان پر حملہ کر دیا لیکن ان کا خالدؓ اور ان کے آدمیوں سے کوئی مقابلہ نہ تھا۔ خالدؓ نے ان کو مار بھگایا۔ ان میں سے کوئی تیس کو انھوں نے قتل کر دیا اور خالدؓ کے دستے کے صرف دس آدمی شہید ہوئے۔ عکرمہ اور صفوان گھوڑے پر سوار ہو کر ساحل کی جانب فرار ہو گئے۔ سہیل اپنے گھر گیا اور اندر سے دروازہ مقفل کر لیا۔

لڑائی تقریباً ختم ہو چکی تھی۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اذاخر کے درّے سے مکّے کے بالائی حصے میں داخل ہوئے۔ وہاں سے نیچے بازار کی جانب آپؐ نے دیکھا تو آپؐ کو بڑی مایوسی ہوئی۔ یہ دیکھ کر کہ تلواریں نیام سے باہر تھیں۔ "کیا میں نے لڑنے سے منع نہیں کیا؟" آپؐ نے دریافت کیا لیکن جب آپؐ کو بتایا گیا جو کچھ پیش آیا تھا تو آپؐ نے فرمایا۔ "اللہ کو اس میں بہتری منظور تھی۔"

اب وہ اپنا سرخ چمڑے کا خیمہ جو ابو رافعؓ نے اب آپؐ کے لیے مسجد حرام سے قریب ہی نصب کر دیا تھا، دیکھ سکتے تھے۔ آپؐ نے اس کی جانب اشارہ کر کے جابرؓ کو بتایا — جابرؓ آپؐ کے پہلو میں تھے — اور حمد و شکر کی نفل نماز پڑھنے کے بعد آپؐ نے نیچے کا رخ کیا۔ آپؐ نے فرمایا۔ "میں کسی گھر میں نہیں داخل ہوں گا۔" ام سلمہؓ، میمونہؓ اور فاطمہؓ خیمے میں آپؐ کا انتظار کر رہی تھیں۔ آپؐ کے آنے سے بالکل پہلے ہی ام ہانیؓ آگئی تھیں۔ اسلامی قانون نے واضح کر دیا تھا کہ مسلمان عورت اور کافر مرد کے درمیان رشتۂ ازدواج ساقط تصور کیا جانا چاہیے۔ اور یہ

toobaa-elibrary.blogspot.com



ضابطہ اُم ہانیؓ کے ہبیرہ کے ساتھ شادی پر بھی منطبق ہوتا تھا۔ ہبیرہ نے مکّے کے مفتوح ہو جانے کا پہلے ہی اندازہ کر لیا تھا اور نجران جا کر رہنے لگے تھے لیکن ازدواجی رشتے سے اُم ہانیؓ کے دو رشتہ داروں نے جن میں سے ایک ابوجہل کا بھائی تھا جس نے خالدؓ کے خلاف لڑائی میں حصہ لیا تھا اور اس کے بعد بھاگ کر ام ہانیؓ کے گھر میں پناہ لی تھی۔ پھر جب علیؓ ان کے گھر ان کو خوش آمدید کہنے گئے تو انھوں نے دونوں مخزومیوں کو وہاں دیکھا۔ وہ تلوار نکال لی اور دونوں کو قتل کر دیا ہوتا۔ اس کے باوجود کہ ام ہانیؓ ان کو امان دے چکی تھیں لیکن اُم ہانیؓ نے ان پر عبا ڈال دی اور ان کے اور علیؓ کے بیچ آ کر کہا۔ "خدا کی قسم پہلے تم مجھے قتل کرو۔" یہ سن کر علیؓ ان کے گھر سے چلے گئے اور اب ام ہانیؓ نے اپنے گھر میں قفل لگایا اور انھیں وہاں چھوڑ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی سفارش کرنے آئی تھیں۔ وہاں پہنچیں تو انھوں نے دیکھا کہ فاطمہؓ علیؓ سے کم ان سے ناراض نہ تھیں "کافروں کو پناہ دیتی ہو؟" انھوں نے کہا، لیکن فاطمہؓ کی ملامت ابھی ختم نہ ہوئی تھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے۔ انھوں نے بڑی محبت سے اپنی چچیری بہن کو سلام کیا اور جب انھوں نے آپ کو بتایا جو واقعہ پیش آیا تھا تو آپ نے فرمایا۔ "ایسا نہیں ہوگا جس کو تم امان دو اس کو ہم امان دیتے ہیں جس کو تم تحفظ عطا کرو تو وہ محفوظ ہے۔"

آپ نے غسل فرمایا اور آٹھ رکعت نماز پڑھی۔ اس کے بعد ایک گھنٹہ یا اس سے زائد آرام فرمایا۔ پھر آپ نے قصواء کو لانے کی ہدایت کی اور اپنی زرہ اور خود زیب تن کرنے کے بعد آپ نے تلوار حائل کی لیکن ہاتھ میں ایک چھڑی لے لی اور آپ کا مغفر اوپر تھا۔ کچھ لوگ جو سواری میں صبح کے وقت آپ کے ساتھ تھے وہ پہلے ہی خیمے کے باہر صف بستہ تھے۔ جب آپ مسجد حرام میں تشریف لے گئے اور احترام کے ساتھ آپ نے اپنی چھڑی سے حجر اسود کو مس کیا۔ اس دوران تکبیر کہتے جاتے تھے۔ جو

toobaa-elibrary.blogspot.com



لوگ آپ کے ساتھ تھے وہ دہرا رہے تھے۔ اللہ اکبر۔ اللہ اکبر۔ مسجد حرام میں جو مسلمان موجود تھے انھوں نے بھی تکبیر کہنی شروع کر دی۔ پورا مکہ صدائے تکبیر سے گونج اٹھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ کے اشارے سے انھیں خاموش ہو جانے کی ہدایت فرمائی۔ پھر آپ نے سات بار کعبے کا طواف فرمایا۔ محمد ابن مسلمہؓ آپ کی اونٹنی کی نکیل تھامے ہوئے تھے۔ عمرے کے موقع پر خزرج کے ایک شخص کو یہ اعزاز عطا ہوا تھا۔ اس لیے برمحل تھا کہ اس بار یہ اعزاز قبیلۂ اوس کے کسی شخص کو حاصل ہو۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کعبے سے مڑ کر اب بتوں کی طرف متوجہ ہوئے جو کعبے کو ایک دائرے کی شکل میں گھیرے ہوئے تھے۔ ان کی کل تعداد ۳۶۰ تھی۔ ان بتوں اور کعبے کے درمیان آپ سواری پر آتے جاتے رہے اور وحی کے یہ الفاظ آپ کی زبان پر جاری تھے "حق آیا اور باطل فنا ہوا اور باطل فنا ہونے کی ہی چیز ہے"۔ ایک ایک کر کے اپنی چھڑی سے آپ بتوں کی جانب اشارہ فرماتے جاتے تھے اور آپ کے اشارے کے ساتھ ہر بت منہ کے بل زمین پر آ رہا تھا۔ دائرہ پورا کرنے کے بعد آپ سواری سے اُترے اور مقام ابراہیم پر نماز ادا فرمائی۔ یہ جگہ اس زمانے میں کعبے سے متصل تھی۔ پھر آپ چاہ زمزم پر تشریف لے گئے اور وہاں آپ کو عباسؓ نے پینے کے لیے زمزم پیش کیا اور آپ نے ہمیشہ کے لیے بنی ہاشم کے روایتی حق کی توثیق فرما دی کہ زائرین کو پانی پلائیں (سقایہ) لیکن جب علیؓ کعبے کی کنجی آپ کے پاس لائے اور عباسؓ نے یہ خواہش کی کہ ان کے خاندان کو کعبے کی نگرانی سونپ دی جائے تو آپ نے فرمایا "میں تمھیں صرف وہ چیز دیتا ہوں جو تم سے چھن گئی تھی۔ وہ چیز نہیں دیتا ہوں جو دوسروں سے چھن جائے گی"۔ اس کے بعد آپ نے عبدالدار کے ان صاحب کو بلایا جو اس سے پہلے مدینے میں خالدؓ اور عمروؓ کے ساتھ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ ان صاحب کا نام عثمانؓ ابن طلحہ تھا۔ آپ نے کنجی ان کو عطا فرمائی اور ہمیشہ کے لیے نگرانی کے روایتی حق کی ان کے قبیلے کے لیے توثیق فرما دی۔ عثمانؓ نے احترام کے ساتھ کنجی لے لی اور بیت اللہ

toobaa-elibrary.blogspot.com



کا دروازہ کھولنے گئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پیچھے گئے اور آپ کے بالکل ہی پیچھے اسامہؓ اور بلالؓ تھے۔ آپؐ نے ان کو اندر آنے کا حکم دیا (اور ان کے اندر پہنچنے کے بعد) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمانؓ کو ہدایت کی کہ اب دروازہ بند کر دیں۔

مریم عذرا اور مسیحؑ کی شبیہ اور ایک بوڑھے آدمی کی شبیہ جس کے بارے میں کہا جاتا تھا کہ ابراہیم علیہ السلام ہیں کے علاوہ دیوار کا اندرونی حصہ کفار کے دیوتاؤں کی شبیہ سے ڈھکا ہوا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مریم اور حضرت عیسیٰؑ کی شبیہ پر ہاتھ رکھ کر عثمانؓ کو ہدایت کی کہ ابراہیمؑ کی شبیہ کو چھوڑ کر باقی سب کو مٹا دیں۔ کوئی رہنے نہ پائے۔ ؎

آپؐ تھوڑی دیر اندر تشریف فرما رہے بعدازاں عثمانؓ سے کنجی لے کر آپؐ نے دروازہ کھولا۔ پھر دہلیز پر کھڑے ہوئے۔ کنجی آپؐ کے ہاتھ میں تھی۔ آپؐ نے فرمایا "حمد وثنا اس خدا کی جس نے وعدہ پورا فرمایا۔ اپنے بندے کی مدد کی اور قبائل کو ہزیمت خوردہ بنایا۔ یہ تنہا اس کا فضل ہے"۔ مکے کے باشندے جنھوں نے مسجد میں پناہ لی تھی ان کے ساتھ اب وہ بھی آملے تھے جو پہلے اپنے گھروں میں پناہ لیے ہوئے تھے۔ یہ سب ٹولیوں میں یہاں وہاں کعبے کے آس پاس بیٹھے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اب ان کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا "تم کیا کہتے ہو؟ اور تم کیا سوچتے ہو؟" انھوں نے جواب دیا۔ "ہم اچھا ہی کہتے ہیں اور اچھی ہی توقع رکھتے ہیں۔ ایک شریف اور فیاض بھائی اور ایک شریف اور فیاض بھتیجا۔ اب آپ حکم فرمائیں۔" پھر آپؐ نے اُن سے عفو و درگزر کی بات کی اور بات وہی تھی جو وحی کے مطابق حضرت یوسفؑ نے اپنے بھائیوں سے کہی تھی جب وہ مصر میں ان کے پاس آئے تھے۔ آپؐ نے فرمایا "میں وہی بات کہتا ہوں جو میرے بھائی یوسف نے کہی تھی۔ آج تم پر کوئی گرفت نہیں۔ اللہ تمھیں معاف کرے وہ سب سے بڑھ کر رحم فرمانے والا ہے۔" ؎

toobaa-elibrary.blogspot.com



ابوبکرؓ اپنے والد سے ملنے کی خاطر مسجد سے جا چکے تھے اور اب وہ ابو قحافہ کا ہاتھ پکڑے واپس آئے۔ ان کے پیچھے ان کی بہن قریبہ تھیں۔ "تم نے بڑے میاں کو گھر ہی میں کیوں نہ رہنے دیا۔ میں خود ان کے پاس چلا جاتا۔" "اللہ کے رسولؐ" ابوبکرؓ نے کہ "یہ زیادہ مناسب بات ہے کہ وہ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوں بجائے اس کے کہ آپؐ ان کے پاس تشریف لے جائیں۔" نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ ابو قحافہ کے ہاتھ میں دیا اور انھیں اپنے سامنے بٹھالیا۔ انھیں دعوت دی کہ توحید و رسالت کا زبانی اقرار کریں جو انھوں نے برضا و رغبت کرلیا۔

یہ حکم فرمانے کے بعد کہ ہُبل کو جو سرنگوں بتوں میں سب سے بڑا تھا ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے اور باقی سب کو نذر آتش کر دیا جائے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان کروایا کہ جس کسی کے گھر میں بت ہو اس پر لازم ہے کہ وہ اس کو شکست کر دے۔ پھر آپؐ قریب کی پہاڑی صفا پر تشریف لے گئے جہاں پہلی بار آپؐ نے اپنے خاندان کو اللہ کا پیغام پہنچایا تھا۔ یہاں عقیدت و احترام سے آپؐ کے ان دشمنوں نے آپؐ کا استقبال کیا جو داخل اسلام ہونے کی خواہش رکھتے تھے ان میں مرد بھی تھے، عورتیں بھی۔ وہ سیکڑوں کی تعداد میں آپؐ کے پاس آئے۔ عورتوں میں ابوسفیانؓ کی بیوی ہند بھی تھی۔ وہ نقاب پوش آئی۔ اس کو اندیشہ تھا کہ کہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اسلام میں داخل ہونے سے پہلے ہی اس کے قتل کا حکم نہ فرما دیں۔ اس نے کہا "اللہ کے رسولؐ! حمد و ثنا ہے اس ہستی کی جس نے اس دین کو جسے میں پسند کرتی ہوں غلبہ عطا کیا۔ پھر انھوں نے چہرے سے نقاب الٹ دی اور کہا "عتبہ کی بیٹی ہند"۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "خوش آمدید" دوسری خاتون جو صفا پر حاضر ہوئیں وہ عکرمہ کی بیوی اُم حکیمؓ تھیں۔ جب وہ داخل اسلام ہو چکیں تو انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ ان کے شوہر کو عام معافی

toobaa-elibrary.blogspot.com



دے دیں۔ آپؐ نے ان کی خواہش پوری کر دی۔ حالانکہ عکرمہ اب بھی آپؐ سے برسرِ جنگ تھے۔ اُمّ حکیمؓ نے اس جگہ کا پتا لگا لیا جہاں وہ تھے اور انھیں واپس لانے کے لیے ان کے پیچھے گئیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سامنے اکٹھا بھیڑ پر چاروں طرف نگاہ ڈالی اور اپنے چچا کی طرف مڑ کر آپؐ نے فرمایا "اے عباسؓ! تمھارے بھائی کے دونوں بیٹے کہاں ہیں، عُتبہ اور مُعتّب؟" یہ عتبہ تھا جس نے باپ (ابولہب) کے دباؤ میں آ کر رقیہؓ سے شادی کرنے سے انکار کر دیا تھا معلوم ہوتا تھا کہ دونوں سامنے آنے سے خائف ہیں۔ "انھیں میرے سامنے لاؤ۔" نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ چنانچہ عباسؓ گئے، اور دونوں بھتیجوں کو لے آئے۔ دونوں اسلام میں داخل ہو گئے۔ اور بیعت کر لی۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر ایک کا ہاتھ پکڑا اور دونوں کے بیچ میں چلتے ہوئے ان کو باعظمت مقام کی طرف چلنے کی ہدایت کی جس کو ملتزم کہتے ہیں۔ یہ کعبہ کی دیوار کا وہ حصہ ہے جو سنگ اسود اور دروازے کے بیچ میں واقع ہے۔ وہاں آپؐ دیر تک دعا فرماتے رہے۔ آپؐ کے چہرے پر مسرت کے آثار دیکھ کر عباسؓ نے اس کے بارے میں سوال کیا۔ انھیں جواب ملا۔ "میں نے اپنے رب سے عرض کیا تھا کہ وہ میرے چچا کے ان دونوں بیٹوں کو مجھے دے دے، اور اس نے مجھے دے دیا۔" [۴]

کفر کے تین بڑے بُت کدوں میں سے نخلہ کے مقام پر مکے سے قریب ترین عزیٰ کا بُت کدہ تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اب خالدؓ کو بھیجا کہ بت پرستی کے اس مرکز کو مسمار کر دیں۔ ان کے قریب پہنچنے کی اطلاع ملی تو بت کدے کے نگراں نے اپنی تلوار دیوی کی گردن میں لٹکا دی اور اس سے کہا کہ "اپنا دفاع کرے اور خالدؓ کو قتل کر دے یا موحد بن جائے۔" خالدؓ نے بت کدے اور بت کو مسمار کر دیا، اور مکے واپس آ گئے۔ "تم نے کچھ دیکھا نہیں؟" نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا۔ "کچھ نہیں۔" خالدؓ

toobaa-elibrary.blogspot.com



نے جواب دیا: "تب تم نے اس کو ختم نہیں کیا!" نبیؐ نے فرمایا: "جاؤ اور اس کو مٹا کر آؤ!" چنانچہ خالدؓ پھر نکل گئے اور بت کدے کے ملبے سے ایک کالی عورت نکلی جو بالکل ننگی تھی۔ اس کے بال لمبے تھے اور زور زور سے ہوا میں لہرا رہے تھے "میری ریڑھ میں کپکپی دوڑ گئی"۔ خالدؓ نے بعد کے دنوں میں بتایا "لیکن انھوں نے چیخ کر کہا: "عزیٰ! تیرا انکار ہے اور تیری عبادت نہ کی جائے گی۔" اور اپنی تلوار نکال کر انھوں نے اس کو کاٹ کر گرا دیا۔ واپسی پر انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ "حمد و ثنا ہے اللہ کی جس نے ہم کو ہلاکت سے بچا لیا۔ میں اپنے والد کو عزیٰ کے واسطے سو بھیڑوں اور اونٹوں کا نذرانہ لے کر جاتے دیکھتا تھا۔ وہ اس دیوی پر ان جانوروں کو بھینٹ چڑھاتا تھا اور اس کی زیارت گاہ میں تین دن قیام کرتا تھا اور ہمارے پاس شاداں اور فرحاں واپس آتا تھا کہ اس نے یہ کارنامہ انجام دیا۔"[۵]

اس اثنا میں مکہ کے بیشتر باشندوں نے بیعت کر لی تھی۔ سہیل کا معاملہ استثنائی تھا۔ لیکن اپنے گھر میں پناہ گیر ہو کر اس نے اپنے بیٹے عبداللہ کو بلا بھیجا تاکہ اُن سے کہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس کے سفارشی بن جائیں عام معافی کے اعلان کے باوجود وہ مشکل سے یقین کر سکتا تھا کہ معافی کا اعلان اس سے متعلق ہو سکتا ہے لیکن جب عبداللہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کی تو آپؐ نے فوراً جواب دیا: "وہ محفوظ ہے اور اللہ کی امان میں ہے۔ تم اس سے کہو کہ باہر آئے" پھر آپؐ نے ان لوگوں سے جو گرد و پیش حاضر تھے فرمایا "سہیل کا سامنا ہو تو اس کو نگرِ گرم سے نہ دیکھنا۔ اس کو بلا روک ٹوک آنے دینا۔ واللہ! وہ ایک ذہین اور باعزت شخص ہے۔ وہ ایسا آدمی نہیں ہے جو اسلام کی سچائی کے لیے اندھا بن جائے۔" چنانچہ سہیل ادھر اُدھر جہاں چاہتا اپنی مرضی سے آتا جاتا لیکن مسلمان نہ ہوا۔

toobaa-elibrary.blogspot.com



جہاں تک صفوان کا تعلق ہے اس کے رشتہ دار عمیرؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے لیے دو ماہ کی مہلت حاصل کر لی تھی اور اس کے بعد اس کی تلاش میں نکل پڑے تھے۔ وہ انھیں شعیبہ پر جو اس زمانے میں مکے کی بندرگاہ تھی کشتی کا انتظار کرتے ملا۔ صفوان کو اعتبار نہ تھا اس لیے اس نے بلا تاخیر اپنے منصوبے کو تبدیل کرنے سے انکار کر دیا۔ عمیرؓ پھر آپ کی خدمت میں واپس گئے۔ آپ نے اپنا دھاری دار یمنی عمامہ دیا کہ اپنے رشتہ دار کے پاس تحفظ کی علامت وضمانت کے طور پر لے جائیں۔ اب صفوان کو یقین آگیا اس نے واپسی کا فیصلہ کر لیا اور مزید یقین حاصل کرنے کے لیے اس نے آپ سے کہا "محمدؐ، عمیر کہتے ہیں کہ اگر میں ایک خاص بات سے اتفاق کروں ـــــ اس کی مراد تھی داخل اسلام ہونا ـــــ تو ٹھیک ہی ہے۔ کیا کہنا، لیکن اگر نہیں تو آپ مجھے "دو ماہ کی مہلت دیتے ہیں۔" "یہاں قیام کرو۔" نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "نہیں جب تک کہ آپ مجھے واضح جواب نہ دیں۔" صفوان نے کہا۔ "تم کو چار ماہ کی مہلت ہے۔" نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور صفوان مکے میں قیام پر راضی ہو گیا۔

عکرمہؓ تینوں میں آخری شخص تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں فتح مکہ کے بعد حاضر ہوا۔ تاہم ان تینوں میں وہ پہلا شخص ہے جس نے پہلے اسلام قبول کیا۔ اس نے فیصلہ کیا تھا کہ تہامہ کی بندرگاہ سے کوئی کشتی لے گا جو حبش جا رہی ہو اور ابھی وہ کشتی میں قدم رکھنے ہی والا تھا کہ ناخدا نے کہا کہ پہلے اللہ سے اپنا تعلق درست کرو۔ "میں کیا کہوں؟" عکرمہ نے پوچھا۔ "کہو کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔" جواب ملا۔ اور اس شخص نے وضاحت کی کہ جہاز کی تباہی کے اندیشے سے وہ کسی ایسے مسافر کو قبول نہ کرے گا جو اس طرح اللہ کی وحدانیت کی تصدیق نہ کرے۔ یہ چار الفاظ لاالٰہ الا اللہ عکرمہ کی روح میں اتر گئے اور اس لمحہ ان کو پتا چلا کہ یہ الفاظ وہ اخلاص کے ساتھ بھی تو ادا کر سکتے تھے تاہم وہ کشتی میں سوار نہ ہوئے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com


اس کی واحد وجہ یہ تھی کہ ایسا کرنے کے پس پشت یہ خواہش تھی کہ وہ ان الفاظ کو ادا کرنے سے بچ نکلے یعنی محمدؐ کا پیغام قبول کرنے سے جس کا خلاصہ لاالٰہ الا اللہ تھا۔ اگر یہ پیغام وہ کشتی پر قبول کر سکتے ہیں تو اس کو وہ ساحل پر بھی قبول کر سکتے ہیں! سمندر پر جو ہمارا رب ہے: انھوں نے اپنے جی میں کہا، وہی خشکی پر بھی ہمارا رب ہے! اس اثنا میں ان کی بیوی اُن سے آملیں اور انھوں نے بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مکے میں ان کی حفاظت کی ضمانت دی ہے۔ دونوں فی الفور واپس ہو گئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہو گیا کہ وہ آرہے ہیں۔ آپؐ نے صحابہ کو ہدایت کی "ابوجہل کا بیٹا عکرمہ راہ میں ہے ــــــــــــ وحی کے ذریعہ معلوم ہو گیا ہے کہ مومن کی حیثیت سے آرہا ہے۔ اس کے باپ کو بُرا بھلا مت کہنا۔ کیوں کہ مرنے والوں کو بُرا بھلا کہنے سے زندوں کو کبیدگی ہوتی ہے اور ملامت مُردوں پر کچھ بھی اثر انداز نہیں ہوتی۔"

مکہ پہنچ کر عکرمہؓ سیدھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپؐ کے چہرے پر خوشی کے آثار تھے جب آپؐ نے ان کے اسلام لانے کے بعد یہ کہتے ہوئے کہ "آج تم مجھ سے کوئی چیز بھی طلب کروگے میں تم کو دے دوں گا۔" ان کو سلام کیا۔ میں آپ سے التجا کرتا ہوں کہ آپ دعا فرمائیں کہ "اللہ اس ساری عداوت کو جو مجھے اب تک آپ سے رہی ہے معاف فرما دے۔" نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی خواہش کے مطابق دعا فرمادی۔ پھر عکرمہؓ نے اس دولت کا تذکرہ کیا جو انھوں نے (شرک کی راہ میں) خرچ کی تھی اور ان لڑائیوں کا جن میں انھوں نے لوگوں کو حق کی راہ سے روکنے کے لیے حصہ لیا تھا اور انھوں نے کہا کہ وہ اب اس سے دگنی دولت اللہ کی راہ میں خرچ کریں گے اور اس سے دگنی کوشش اللہ کی راہ میں کریں گے ــــ اور وہ اپنے عہد پر ثابت قدم رہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

## حوالہ جات، حواشی اور تشریحات :

۱؎ ۱۷ : ۱۸

۲؎ واقدی ۸۴۳ - ازرقی : ۱/ ۱۰۷

لیکن دوسری روایات میں ان مستثنیات کا تذکرہ نہیں ہے بلکہ یہ ہے کہ آپ نے سب تشبیہوں کے مٹا دینے کی ہدایت فرمائی ۔

۳؎ ۱۲ : ۹۴

۴؎ ابن سعد : ۲/۱/۲ - ۴۱

۵؎ واقدی : ۳ - ۸۴۳

toobaa-elibrary.blogspot.com

باب - ۷۶

# غزوۂ حنین
# اور
# محاصرۂ طائف

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قریش کے خلاف آخری اور قطعی کارروائی نے ہوازن کو اپنی طاقتوں کو منظم کرنے سے باز نہ رکھا۔ آپؐ کے ذریعے مکّے کی آسان فتح اور تمام بتوں کے شکست ہونے سے ان کے اندیشے اپنی جگہ جوں کے توں باقی تھے سب سے زیادہ وہ عزیٰ کے بت کدے کے انجام کی اطلاع سے چوکنا ہوئے تھے۔ یہ بت کدہ ان کے اپنے لات کے بت کدے کا ہم رتبہ تھا۔ اس دوران کر

toobaa-elibrary.blogspot.com


حملہ آوروں نے مکے میں دو ہفتے گزارے۔ ہوازن نے طائف کے شمال اوطاس کی وادی میں بیس ہزار نفر فوج اکٹھا کرلی تھی۔

عبدشمس کے ایک آدمی کو مکے کا انچارج بنا کر چھوڑ جانے اور معاذ ابن جبل کو ـــــ جو قبیلہ خزرج کے ایک نوجوان تھے لیکن خاصی واقفیت اور آگاہی رکھنے والے شخص تھے ـــــ یہ ذمہ داری سپرد کرکے کہ جو لوگ نئے دین میں داخل ہوئے ہیں، دین سے متعلق تمام معاملات میں ان کی رہنمائی کریں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی پوری فوج کے ساتھ جس میں اب قریش کی دو ہزار اضافی فوج بھی شامل ہوگئی تھی، مکے سے باہر نکلے۔ آخرالذکر فوج میں بیشتر وہ لوگ تھے جنھوں نے ابھی ابھی آپ سے بیعت کی تھی لیکن ان میں کچھ ایسے بھی تھے بشمول سہیل اور صفوان جو ابھی تک اسلام میں داخل نہیں ہوئے تھے اور محض اس لیے فوج کے ساتھ ہولیے تھے کہ ہوازن کے خلاف اپنے شہر کا دفاع کریں گے۔ روانہ ہونے سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صفوان کو بلا بھیجا کہ اس سے سو زرہیں جن کے بارے میں معلوم تھا کہ اس کے قبضے میں ہیں اور متعلق اسلحہ عاریتاً حاصل کریں۔ "کیا معاملے کی نوعیت یہ ہے کر دو، ورنہ میں لے لوں گا؟" صفوان نے سوال کیا۔ "یہ تو قرض ہے جو واپس کردیا جائے گا۔" نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس جواب سے صفوان مطمئن ہوگیا۔ اس نے اس بات سے اتفاق کرلیا کہ زرہوں اور اسلحہ کے نقل و حمل کے لیے باربرداری کے اونٹ بھی وہ مہیا کرے گا۔ جب فوج آخری کیمپ میں پہنچی تو یہ سامان اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دے دیا۔

ہوازن کے جو قبائل ان کے خلاف آئے تھے وہ تھے ثقیف، نصر، جُشم سعد ابن بکر۔ ان کا سپہ سالار قبیلہ نصر کا مالک نامی تیس سال عمر کا ایک نوجوان تھا۔ اس نوجوان نے کم سنی کے باوجود اپنی بہادری اور شہزادوں جیسی شان و شوکت

toobaa-elibrary.blogspot.com



کے لیے شہرت حاصل کرلی تھی۔ معمر لوگوں کے مشورے کے برخلاف اس نے حکم دیا تھا کہ فوجی اپنی تمام عورتیں، بچے اور مویشی ساتھ لائیں۔ دلیل یہ تھی کہ یہ سب فوج کے عقب میں ہوں گے تو لوگ زیادہ بہادری اور بے جگری سے لڑیں گے۔ اس نے تین جاسوس روانہ کیے تھے کہ وہ مکے سے نکل کر قریب آتی ہوئی فوج کے بارے میں اس کو اطلاع بہم پہنچائیں لیکن زیادہ مدت نہ گزری کہ یہ جاسوس اس طرح واپس آئے کہ ان کے منہ سے بات نہ نکل رہی تھی۔ حیرت انگیز حد تک ٹوٹے بکھرے ان کے جوڑ جوڑ ہیبت سے ڈھیلے پڑ گئے تھے۔ کچھ تو ایسے کہ ان کے جوڑ قریب تھا کہ اپنی جگہ سے مل جائیں۔ "ہم نے سفید پوش لوگوں کو ابلق گھوڑوں پر سوار دیکھا۔" ایک نے کہا اور یکبارگی ہمارا وہ حال ہوا جو تم دیکھ رہے ہو۔" "ہم ارضی انسانوں سے نہیں معرکہ آرا ہونے جا رہے ہیں۔" دوسرے نے کہا۔ "بلکہ آسمانی مخلوق سے۔ ہمارا مشورہ مانو واپس ہو لو۔ کیونکہ ہمارے آدمی وہ کچھ دیکھیں گے جو ہم نے دیکھا ہے تو ان کا بھی وہی حال ہوگا جو ہمارا ہے۔" "ڈوب مرو شرم سے۔" مالک نے کہا "تم اس خیمہ گاہ کے بزدل لوگ ہو۔" اور اتنا خراب و خستہ حال تھا ان کے جسم و روح کا کہ اس نے حکم دیا کہ ان کو باقی فوج سے دور زیر حراست رکھا جائے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ پوری فوج میں سراسیمگی پھیلا دیں۔ پھر جو لوگ ان کے گرد و پیش تھے ان سے اس نے کہا "میرے سامنے کوئی باہمت آدمی لاؤ" لیکن جس شخص کا انتخاب کیا گیا وہ بھی اسی حال میں لوٹا جس میں دوسرے واپس ہوئے تھے۔ "انھوں نے بھی دشمن فوج کے ساتھ وہی ہیبت زدہ کرنے والے گھوڑ سوار دیکھے تھے۔" "ان کا دیکھنا ہی ناقابل برداشت تھا۔" اس نے ہانپتے ہوئے کہا لیکن مالک نے اس کی بات پر کان دھرنے سے انکار کر دیا اور اندھیرا ہو جانے کے بعد اس نے حنین کی وادی کی طرف بڑھنے کا حکم دے دیا۔ یہ وہ وادی تھی جس کے بارے میں وہ جانتا تھا کہ دشمن

toobaa-elibrary.blogspot.com


کولامحالہ اس سے گزرنا ہے۔ حنین کے اپنے سرے پر اس نے رک جانے کا حکم دیا یہاں سے راستہ ڈھلوان ہو کر اصل وادی کی تلیٹی میں پہنچتا تھا۔ دونوں جانب گھاٹیاں تھیں ان میں سے کچھ کافی وسیع تھیں اور ان کا داخلہ بہت کشادہ تھا جو اوپر سے دکھائی دیتا تھا اور نیچے سے بالکل ڈھکا ہوا تھا۔ ان میں سے ایک یا دو میں اس نے اپنے سوار دستے کے بیشتر حصے کو متعین کر دیا اور حکم دیا کہ جب وہ اشارہ کرے تو وہ دشمن پر ہلہ بول دیں۔ اور باقی فوج چٹان کی چوٹی کے قریب راستہ پر صف بستہ کر دی گئی۔

اس شب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں قیام کیا۔ وہ گھاٹی کے دوسرے کنارے سے زیادہ دور نہیں تھا۔ آپؐ نے اپنے آدمیوں کے ساتھ فجر کی نماز ادا فرمائی لوگوں کو جہاد پر ابھارا۔ پھر فتح کی خوشخبری سنائی۔ بشرطیکہ لوگ ثابت قدم رہیں۔ آسمان ابر آلود تھا اس لیے جب وہ وادی کے میدانی حصے میں اترے تو ابھی تقریباً مکمل تاریکی تھی۔ خالدؓ مقدمۃ الجیش میں تھے جیسا کہ اس سے پہلے موقع پر ـــــ وہ سُلیم اور دوسرے قبائل کی کمان کر رہے تھے۔ ان کے بعد مکے کی نئی مسلم ٹکڑی تھی۔ اس بار نبی صلی اللہ علیہ وسلم دُلدُل پر سوار تھے۔ اور فوج کے وسط میں تھے اور آپؐ کے ساتھ مہاجرین اور انصار کا وہی دستہ تھا جو فتح مکہ کے وقت آپؐ کے ساتھ تھا۔ اس فرق کے ساتھ کہ آپؐ کے گرد و پیش خود آپؐ کے خاندان کے اتنے ارکان تھے جتنے اس سے قبل کبھی نہیں تھے بشمول آپؐ کے رشتہ داروں عبداللہؓ (ابن جحش) اور ابوسفیان (ابن حارث) کے جو مکے کے راستے میں آپؐ سے آملے تھے۔ عباسؓ کے دو بڑے بیٹے فضل اور قثم اور ابولہب کے دو بیٹے عُتبہ اور مُعَتِّب بھی ساتھ تھے۔ فوج کے عقبی حصے میں مکے کے وہ باشندے تھے جو ابھی داخل اسلام نہیں ہوئے تھے۔

ہراول دستہ بلندی سے نشیب میں اترنا قریب قریب ختم کر چکا تھا نیم روشنی

toobaa-elibrary.blogspot.com

میں ہوازن کی مقامی فوج مقابل کے ڈھلوان پر اس کو عین اپنے اوپر منڈلاتی نظر آئی۔ یہ ایک مشکل اور پر آزمائش منظر تھا اس لیے اور کر فوج کی پشت پر ہزاروں اونٹ تھے جو کوتل تھے یا جن پر عورتیں سوار تھیں اور صبح کے دھندلکے میں ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ خود فوج ہی کا ایک حصہ ہیں عیاں تھا کہ اس سمت میں راستہ بند ہے لیکن اس سے پہلے کہ تازہ ہدایات حاصل کی جاسکتیں یا نئے احکام دیے جاتے، مالک نے اشارہ کر دیا۔ ہوازن کا دستہ یکبارگی چکر کاٹ کر گھاٹی سے نکلا اور خالدؓ اور ان کے آدمیوں پر ٹوٹ پڑا۔ یہ حملہ اتنا خوں ریز اور ایسا یکایک تھا کہ وہ بنی سُلیم کو مجتمع کرنے کے لیے کچھ نہ کر سکے جنھوں نے برائے نام بھی مزاحمت نہ کی بلکہ مڑے اور سر پر پیر رکھ کر بھاگے اور اس بھگدڑ میں مکے کے باشندوں کی صفوں کو جوان کے پیچھے تھیں درہم برہم کر گئے، اور وہ بھی ان کے پیچھے بھاگ نکلے اور اس ڈھلوان پر چڑھ گئے جس سے ابھی اُترے تھے۔ گھوڑوں اور اونٹوں کی بھگدڑ نے درّے کے تنگ ترین حصے کو بند کر دیا لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسی جگہ تھے جہاں سے کسی قدر دائیں جانب حرکت کی جاسکتی تھی اور آپؐ نے ان لوگوں کی مختصر جمعیت کی معیت میں جو آپ کے ساتھ سوار چل رہے تھے ــــ ابوبکرؓ، عمرؓ اور دوسرے مہاجرین اور کچھ انصار ــــ نیز آپؐ کے خاندان کے موجود افراد کے ساتھ راستے کے کنارے جم کر مقام کر لیا۔ حارث کے بیٹے ابوسفیانؓ آپؐ کے پہلو میں دُلدُل کی لگام پکڑے کھڑے تھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسروں کو پکارا کہ آپؐ سے آملیں۔ لیکن لڑائی کے شور و ہنگامے میں آپؐ کی آواز دب کر رہ گئی۔ اس لیے آپؐ عباسؓ کی طرف متوجہ ہوئے وہ غیر معمولی طور پر بلند آواز تھے۔ آپؐ نے ان کو ہدایت کی کہ پکار کر کہیں "اے درخت کے نیچے بیعت کرنے والے اصحاب۔ اے بَبُول کے نیچے بیعت کرنے والے صحابہ۔" فی الفور ہر طرف سے اس پکار کا جواب ملا " لبیک"۔ ہم حاضر خدمت

toobaa-elibrary.blogspot.com



ہیں اور انصار و مہاجرین آپ کے گرد اکٹھا ہوتے گئے یہاں تک کہ جلد ہی آپ کے ساتھ سو آدمی ہو گئے اور گھاٹی کے پار پہنچ کر انھوں نے ایک لمحے کے لیے دشمنوں کی پیش قدمی کو روک دیا۔ عباسؓ پکارے جا رہے تھے اور بہت ایسے لوگ جو پہلے بھاگ کھڑے ہوئے تھے پلٹ کر لڑائی میں شامل ہوتے جا رہے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم رکاب میں کھڑے ہو گئے۔ اس لیے کہ آپ کو بہتر طور پر دیکھا جا سکے اور آپ خود دونوں کو دیکھ سکیں۔ دشمن تازہ حملے کی تیاری کر رہا تھا اور آپ دست بدعا تھے "اے اللہ میں تجھ سے وعدہ پورا کرنے کی التجا کرتا ہوں۔" پھر آپ نے اپنے رضاعی بھائی سے فرمایا کہ وہ آپ کو کچھ کنکر اٹھا کر دے دیں اور آپ نے جیسا کہ بدر میں کیا تھا ان کنکروں کو دشمن پر پھینک مارا۔ لڑائی کا رخ یکایک پھر گیا۔ بظاہر لڑائی کا پانسہ پلٹنے کی وجہ سمجھ میں نہ آتی تھی ــــ یا غالباً مسلمانوں کو نظر نہ آتی تھی لیکن دشمنوں پر ظاہر تھی۔ کچھ ویسا ہی مشاہدہ جو اس سے پہلے جاسوسوں کو ہوا تھا۔ بعد میں وحی نازل ہوئی جس کے الفاظ یہ تھے: "اللہ اس سے پہلے بہت مواقع پر تمھاری مدد کر چکا ہے۔ ابھی غزوۂ حنین کے روز (اس کی دست گیری کی شان تم دیکھ چکے ہو) اس روز تم کو اپنی کثرت تعداد کا غرہ تھا مگر وہ تمھارے کچھ کام نہ آئی اور زمین اپنی وسعت کے باوجود تم پر تنگ ہو گئی اور تم پیٹھ پھیر کر بھاگ نکلے۔ پھر اللہ نے اپنی سکینت اپنے رسول پر اور مومنین پر نازل فرمائی اور وہ لشکر اتارے جو تم کو نظر نہ آتے تھے اور منکرین حق کو سزا دی کہ یہی بدلہ ہے ان لوگوں کے لیے جو حق کا انکار کریں پھر (تم یہ بھی دیکھ چکے ہو کہ) اس طرح سزا دینے کے بعد اللہ جس کو چاہتا ہے بخش دیتا ہے۔ اللہ درگزر کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔"[۱]

بھگدڑ بڑی زبردست تھی۔ مالک بڑی بہادری سے لڑ رہا تھا لیکن بالآخر ثقیف کے آدمیوں کے ساتھ طائف کے اپنے باحصار شہر میں پسپائی اختیار

toobaa-elibrary.blogspot.com



کر گیا۔ ہوازن کی اصل ٹولی کا نخلہ تک پیچھا کیا گیا اور بڑا قتل عام ہوا۔ وہاں سے وہ اوطاس کے مقام پر اپنے کیمپ میں پلٹ گئے' لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں سے ان کو بے دخل کرنے کے لیے فوج بھیج دی اور وہ پہاڑوں پر بھاگ گئے۔

لڑائی کی ابتدا میں مسلمانوں کے بہت آدمی شہید ہوئے تھے۔ بالخصوص بنی سُلیم کے لوگ جنھوں نے گھات لگائے ہوئے ابتدائی حملے کا سارا دباؤ جھیلا تھا لیکن پہلے حملے کے بعد نسبتاً کم ہی آدمی مارے گئے۔ ان کم لوگوں میں اُسامہؓ کے بڑے بھائی ایمنؓ تھے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو ہی میں حملے کے شکار ہوئے۔

ہوازن کی عورتیں اور بچے جو صفوں کے پیچھے تھے سب قیدی بنا لیے گئے' اور اونٹوں' بھیڑوں اور بکریوں کے علاوہ چار ہزار آؤنس (تولہ) چاندی بھی مالِ غنیمت میں دستیاب ہوئی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بُدَیل کو ان سب کا نگران مقرر کیا اور حکم دیا کہ قیدیوں سمیت ان کو قریب کی وادی جعرانہ لے جایا جائے۔ یہ وادی مکے سے دس میل کے فاصلے پر تھی۔

ہوازن کے دستوں میں بنی سعد ابن بکر کی بھی ایک ٹکڑی تھی۔ یہ وہ قبیلہ تھا جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بچپن کا زمانہ اور طفولیت کے ایام گزارے تھے اور ایک نسبتاً سن رسیدہ قیدی نے اپنے قید کرنے والوں کو ڈانٹ بتائی۔ اور یہ کہہ کر ملامت کی ' خدا کی قسم' میں تمھارے سردار کی بہن ہوں ' لوگوں نے ان کی بات پر یقین نہیں کیا۔ پھر بھی ان کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آئے۔ ' محمدؐ میں تمھاری بہن ہوں' انھوں نے کہا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عالم حیرت میں غور سے ان کو دیکھا وہ ستر ۷۰ یا اس سے زائد عمر کی ایک بوڑھی خاتون تھیں۔ ' تمھارے پاس اس کا کیا ثبوت ہے؟' آپ نے سوال فرمایا۔ سوال کے جواب میں انھوں نے فوراً آپؐ کو دانت کاٹنے کا ایک نشان دکھایا ' یہ تم نے کاٹا تھا' انھوں نے کہا ' جب میں

toobaa-elibrary.blogspot.com



تمھیں سُرار کی وادی میں لیے جا رہی تھی۔ ہم وہاں چرواہوں کے ساتھ تھے۔ تمھارا باپ میرا باپ تھا، تمھاری ماں میری ماں تھی؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کر وہ سچ بول رہی تھیں۔ فی الحقیقت وہ آپ کی رضاعی بہنوں میں سے ایک شیما تھیں۔ آپ نے ان کے لیے اپنا کمبل بچھا دیا اور اُن سے کہا کر اس پر بیٹھ جائیں۔ آپ کی آنکھیں پُرنم ہو گئیں جب آپ نے حلیمہ کے بارے میں اور اپنے رضاعی باپ کے بارے میں دریافت کیا اور انھوں نے بتایا کہ ان دونوں نے پوری عمر پا کر انتقال کیا۔ باتیں ختم ہو چکیں تو آپ نے پیش کش کی کہ دونوں باتیں ممکن ہیں۔ وہ چاہیں تو آپ کے پاس قیام کریں اور چاہیں تو بنی سعد کے قبیلے میں واپس جائیں۔ انھوں نے کہا کہ وہ اسلام میں داخل ہونا چاہتی ہیں لیکن اپنے قبیلے میں واپس بھی جانا چاہتی ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو خاصا تحفہ دیا اور مزید دینا چاہتے تھے اس لیے ان سے کہا کہ ان کے قبیلے کے لوگ خیمہ گاہ میں ہیں۔ ان کے ساتھ ٹھہریں۔ آپ واپس ہو کر ان سے پھر ملیں گے۔ پھر آپ فوج کے ساتھ طائف روانہ ہو گئے۔

قبیلۂ ثقیف کے پاس شہر میں خاصی رسد موجود تھی۔ جو سال بھر تک ان کا ساتھ دے سکتی تھی۔ ان کے پاس منجنیق کی مزاحمت کے بھی خاصے وسائل موجود تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا کہ جب دوسرے سارے وسائل ناکام ہو جائیں تو ان کا استعمال کیا جائے۔ وہ (اہل ثقیف) ماہر تیر انداز تھے۔ تیروں کے ہیبت ناک تبادلے ہوئے لیکن ایک ماہ گزر گیا۔ پھر بھی مسلمان فتح و کامرانی سے اتنے ہی فاصلے پر تھے جتنے پہلے دن تھے۔ کل دستیابی جو ہوئی تھی وہ یہ تھی کہ اس دوران کچھ لوگ داخل اسلام ہوئے تھے۔ اس لیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک منادی کے ذریعہ اعلان فرما دیا تھا کہ قبیلۂ ثقیف کا جو غلام بھی مسلمانوں سے آملے گا وہ آزاد ہو گا۔ تقریباً بیس غلام شہر سے کسی طرح بچ نکلنے میں کامیاب ہو گئے۔ کیمپ

toobaa-elibrary.blogspot.com



آگر انھوں نے بیعت کرلی۔ مشکل سے ابھی دوسرا ہفتہ گزرا ہی تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب دیکھا کہ آپؐ کے سامنے مکھن کا ایک پیالہ پیش ہوا۔ ایک مرغ آیا اور اس نے اس میں چونچ مار کر اس کو بکھیر دیا۔ "میں نہیں سمجھتا کہ آپؐ اُن سے جو کچھ چاہتے ہیں وہ آج حاصل کرلیں گے۔" ابوبکرؓ نے کہا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے اتفاق کرلیا۔

آپؐ شاید خود اس نتیجے پر پہنچ چکے تھے کہ ثقیف پر غلبہ حاصل کرنے کا بہترین طریقہ ان کا محاصرہ نہیں ہے۔ بہرحال وجہ جو کچھ بھی رہی ہو۔ آپؐ نے حکم دیا کہ محاصرہ اٹھا لیا جائے اور جعرانہ کی طرف کوچ کیا جائے۔ جب وہ شہر کا محاصرہ ترک کر کے جارہے تھے تو کچھ لوگوں نے کہا کہ یہاں کے باشندوں کے لیے آپ بددعا فرمائیے۔ ان کا جواب دیے بغیر آپؐ نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھادیئے اور فرمایا "اے اللہ ثقیف کو ہدایت دے، اور انھیں ہم سے قریب فرما دے۔"

جو لوگ طائف کی دیوار کے نیچے شہید ہوئے تھے ان میں سے ایک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپھی زاد اور ام سلمہؓ کے سوتیلے بھائی عبداللہ تھے جو ابھی بہت قریبی زمانے میں ہی داخل اسلام ہوئے تھے۔

---

## حوالہ جات، حواشی، تشریحات:

لہ ۹: ۷-۲۵

toobaa-elibrary.blogspot.com



باب - ۶۶

# مصالحتیں

جب فوج جعرانہ پہنچی تو دیکھا کہ قیدی ایک باڑے میں ہیں۔ کوئی تقریباً چھ ہزار عورتیں اور بچے۔ تمازتِ آفتاب سے بچاؤ کی تدبیر میں لگے ہیں۔ ان میں سے بیشتر پھٹے چیتھڑوں میں ملبوس ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ خزاعہ کے ایک شخص کو مکے بھیجا تاکہ ہر ایک (قیدی) کے لیے ایک نیا لباس خرید کر لائے۔ اس خریداری کی رقم اس چاندی سے ادا کی جانی تھی جو مالِ غنیمت کا حصہ تھی۔ اونٹ تعداد میں

toobaa-elibrary.blogspot.com



تقریباً چوبیس[۲۲] ہزار تھے۔ بھیڑ بکریوں کو شمار کرنے کی کسی نے کوشش نہ کی لیکن لوگوں کا اندازہ تھا کہ وہ بھی کم و بیش چالیس ہزار رہی ہوں گی۔

کئی لوگ مال غنیمت میں اپنا حصہ پا لینے کے لیے بے تاب تھے لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے آپ کو (مال غنیمت کی تقسیم کے سلسلے میں ایک مخصوص طرز عمل کے) اس حد تک پابند کر لینے پر آمادہ نہ تھے کہ وہ پابندی بعد میں ہٹ نہ سکے کیونکہ آپ کو پیشگی توقع تھی کہ ہوازن کے لوگ آپ کے پاس وفد بھیجیں گے اور فیاضانہ برتاؤ کی درخواست کریں گے۔ تاہم تقسیم کا ایک دائرہ تھا جس میں آپ تاخیر نہ کرنا چاہتے تھے۔ مال غنیمت میں آپ کا پانچواں حصہ اسی مقصد کی تکمیل کرتا تھا جس کی وہ رقم جو زکوٰۃ سے حاصل ہو اور ایک تازہ وحی نے افراد کے ایک نئے طبقے کی نشان دہی کی تھی جو ایسے سرمائے سے فائدہ اٹھا سکتا تھا یعنی "مؤلفۃ القلوب"۔ اس وحی میں کہا گیا تھا: "زکوٰۃ مسکینوں کے لیے ہے، حاجت مندوں کے لیے اور ان لوگوں کے لیے جو زکوٰۃ وصول کرنے کی خدمت انجام دیتے ہیں اور ان لوگوں کے لیے جن کی تالیف قلب مقصود ہو، قیدیوں اور غلاموں کو آزاد کرانے کے لیے اور قرض داروں کا قرض ادا کرنے کے لیے اور اللہ کی راہ میں اور مسافروں کے لیے ـــــ یہ ذمہ داری ہے جو خدا کی طرف سے عائد کی گئی ہے اور خدا علیم و حکیم ہے[۲۳]" سامنے کی ایک مثال قریش کے وہ لوگ تھے جو تازہ مسلمان ہوئے تھے۔ حالات کے دباؤ کے زیر اثر ـــــ جب کہ ان کی دنیا ـــــ عرب کفر کی دنیا ـــــ مکے میں نئے دین کے قدم جم جانے سے ٹوٹ کر بکھر گئی تھی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوسفیانؓ کو سو اونٹ دیے اور جب انھوں نے درخواست کی کہ ان کے دونوں بیٹوں یزید اور معاویہ کو فراموش نہ کیا جائے تو ان میں سے ہر ایک کو سو اونٹ دیے گئے۔ جس کا مطلب تھا کہ ابوسفیانؓ نے فی الواقع تین سو اونٹ پائے۔ یہ عمل دوسروں سے پوشیدہ نہ رہا۔ اب جبکہ خدیجہؓ کے بھتیجے

toobaa-elibrary.blogspot.com



حکیمؓ کو سو اونٹ دیے گئے تو انھوں نے مزید دو سو طلب کیے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فی الفور ان کو دے دیے۔ ابو سفیانؓ کے ہی معاملے کی طرح اس معاملے میں بھی کسی قسم کا تامل و تذبذب اس عطیے کے مقصد کو فوت کر دیتا لیکن پھر بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکیم سے فرمایا "یہ سازوسامان ایک سرسبز چراگاہ ہے جو کوئی اس کو نفس کی پاکیزگی کے ساتھ قبول کرے گا اس کو برکت ملے گی اور جو کوئی نفس کے پندار کے لیے قبول کرے گا وہ ایسا شخص ہوگا جو کھاتا جائے اور اس کو سیری نہ ہو۔ اوپر کا ہاتھ نیچے کے ہاتھ سے بہتر ہے اور خرچ کی ابتدا اپنے گھر والوں سے کرو جن کے کفالت کی تم پر ذمہ داری ہے۔" "قسم ہے اس کی جس نے آپؐ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے میں آپؐ کے بعد کسی سے کچھ نہ لوں گا۔" حکیمؓ نے کہا۔ انھوں نے عزم کر لیا تھا کہ آئندہ ان کا ہاتھ نیچے نہ رہے گا، اور انھوں نے صرف سو اونٹ لیے اور باقی سے دست بردار ہو گئے۔

عطیات پانے والوں میں وہ طبقہ بھی شامل تھا جو ابھی کنارے پر تھا۔ اس نے اسلام میں داخل ہونے کا فیصلہ نہ کیا تھا۔ ان میں سے بھی کچھ لوگوں کو سو اونٹ دیے گئے۔ ان میں اہم ترشخصیتیں صفوان اور سہیل کی تھیں۔ ان دونوں نے حنین کے مقام پر مخالف طاقتوں سے جنگ کی تھی اور جب مکے کے کچھ باشندوں نے جو ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے اور فوج کے پیچھے تھے، مسلمانوں کی ابتدائی بھگدڑ پر اطمینان کا اظہار کیا تھا تو صفوان نے ان کو زور سے ڈانٹا "اگر مجھے کسی آقا کے ماتحت ہی رہنا ہے تو میرے نزدیک بہتر ہوگا کہ وہ قبیلہ قریش سے تعلق رکھتا ہو بمقابلے ہوازن کے۔" جب انھوں نے سو اونٹ پا لیے تو صفوان نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چلے۔ آپؐ سوار ہو کر جعرانہ کی وادی سے گزرے کہ مالِ غنیمت کو دیکھ لیں۔ اس مقام پر اصل وادی کے دونوں طرف وادیاں تھیں اور ان میں سے ہر ایک میں خاص طور سے سبزے کی کثرت تھی اس لیے اس میں اونٹ ہی اونٹ

toobaa-elibrary.blogspot.com



بھیڑ، بکریاں تھیں اور آدمی تھے جو ان کی گلہ بانی کر رہے تھے۔ یہ دیکھ کر صفوان اس منظر پر حیرت زدہ ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے سوال کیا۔ "کیا اس وادی کو دیکھ کر تمھیں بہت مسرت ہوئی؟" اور جب صفوان نے گرمجوشی کے ساتھ اثبات میں جواب دیا تو آپ نے مزید فرمایا "یہ تمھاری ہے اور اس میں جو کچھ ہے وہ سب بھی۔" "میں گواہ ہوں" صفوان نے کہا کہ "کوئی متنفس اتنا بھلا نہیں ہو سکتا جتنے آپ ہیں اگر وہ نبی نہ ہو۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ اس کے رسول ہیں۔"

جہاں تک سہیل کا تعلق ہے تو جعرانہ ہی کے مقام پر ان کے آخری شکوک کا ازالہ ہوا۔ خواہ اپنے بیٹے عبداللہؓ سے تازہ شناسائی کے ذریعہ یا حنین کی معجزانہ فتح کے مشاہدے سے یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی اور فراخ دلی کے تجربے سے یا ان سب باتوں کے مجموعی اثر سے۔ لیکن ایک بار جب وہ اسلام میں داخل ہوئے تو بغیر ذہنی تحفظات کے۔ چنانچہ تین سال بعد جب عبداللہؓ لڑائی میں شہید ہو گئے اور ابوبکرؓ نے سوگوار باپ سے تسلی کے الفاظ کہے تو انھوں نے جواب دیا کہ مجھے بتایا گیا ہے کہ رسولؐ کا ارشاد ہے کہ "شہید اپنے ستر عزیزوں کی شفاعت کریں گے، اور مجھے امید ہے کہ میرا بیٹا مجھ سے پہلے شفاعت کے سلسلے میں کسی دوسرے کا نام نہ لے گا۔"

جعرانہ کے مقام پر جو لوگ مسلمان ہوئے ان میں قبیلہ مخزوم کے کچھ سربرآوردہ اشخاص تھے۔ ابوجہل کے دو بھائی۔ خالدؓ کے سوتیلے بھائی ہشام ـــــ نوجوان ولید ـــــ جن کا انتقال ہو چکا تھا ـــــ کے حقیقی بھائی ـــــ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی عاتکہؓ کا دوسرا بیٹا زہیر جس کا بھائی ابھی طائف کے مقام پر شہید ہو چکا تھا۔ یہ زہیر ہی پہلے آدمی تھے جنھوں نے کوئی دس سال قبل ابوجہل کی منشاء کے خلاف دارالندوہ میں بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب کے خلاف بائیکاٹ کو ختم کرنے کی حمایت کی تھی۔

toobaa-elibrary.blogspot.com



ان کی ماں اپنے دونوں بیٹوں سے پہلے ہی داخل اسلام ہو چکی تھیں۔

مسلمان فوج اب کئی دن وادی میں گزار چکی تھی لیکن اب بھی ہوازن کا کوئی وفد نہ آیا۔ اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مال غنیمت میں سے ہر شخص کو حصہ دے دیا۔ ابھی آپ نے تقسیم ختم نہ کی تھی کہ ہوازن کا وفد آ گیا۔ اور اس میں آپ کے رضاعی باپ حارث کا بھائی بھی تھا۔ آنے والے وفد میں چودہ اشخاص پہلے ہی مسلمان ہو چکے تھے، باقی اب اسلام میں داخل ہو گئے' اور انھوں نے اصرار کیا کہ ہوازن کے پورے قبیلے کو آپ کا رضاعی رشتہ دار قرار دیا جانا چاہیے۔ انھوں نے آپ سے فراخ دلی کی درخواست کی "ہم نے اپنی آغوش میں آپ کی پرورش کی۔ اپنی چھاتیوں سے آپ کو دودھ پلایا؟" انھوں نے کہا۔ آپ نے فرمایا کہ آپ نے ان کا انتظار کیا تھا یہاں تک کہ خیال ہوا کہ وہ نہ آئیں گے اور غنیمت تقسیم کی جا چکی بعد ازاں ہر چند کہ آپ کو ان کا جواب معلوم تھا۔ آپ نے اُن سے سوال کیا کہ انھیں کیا کچھ زیادہ عزیز ہے اپنی بیٹیاں اور بیٹے یا اپنا ساز و سامان اور جب انھوں نے کہا کہ ہمیں ہمارے بیٹے اور ہماری بیٹیاں زیادہ عزیز ہیں انھیں واپس کر دیجیے' تو آپ نے فرمایا " جہاں تک ان کا تعلق ہے جو میرے حصے میں پڑے ہیں یا بنی عبدالمطلب کے' وہ تمھارے ہیں اور میں دوسرے لوگوں سے تمھاری وکالت کروں گا۔ جب میں ظہر کی جماعت کی امامت سے فارغ ہو جاؤں تو تم کہنا ہم اللہ کے رسول سے درخواست کرتے ہیں کہ مسلمانوں سے ہماری سفارش فرمائیں اور مسلمانوں سے کہتے ہیں کہ وہ رسول سے ہماری سفارش کریں!"[۳]

جیسے ان کو ہدایت کی گئی تھی ویسے انھوں نے کیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جماعت کی طرف رخ کیا اور وضاحت فرمائی' کہ یہ لوگ خواہش کر رہے ہیں کہ ان کے بیوی بچوں کو انھیں واپس کر دیا جائے۔ مہاجرین اور انصار نے بلا تاخیر اپنے قیدی نبیؐ

toobaa-elibrary.blogspot.com



کی خدمت میں پیش کر دیئے۔ جہاں تک قبائل کا تعلق ہے ان میں سے کچھ نے ویسے ہی کیا اور کچھ نے انکار کر دیا۔ جنھوں نے انکار کیا ان کو سمجھایا گیا کہ قیدیوں کو واپس جانے دیں۔ اس کے معاوضے میں آئندہ تلافی کر دی جائے گی۔ چنانچہ وہ سب کے سب اپنے لوگوں میں واپس ہو گئے، سوا ایک جوان عورت کے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ننہالی رشتہ دار قبیلہ زہرہ کے سعد کے حصے میں پڑی تھی اس نے خواہش کی کہ وہ انھیں کے ساتھ رہ جائے گی۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی رضاعی بہن کو کچھ بھیڑ بکریاں اور مزید کچھ اونٹ دے کر رخصت کیا۔ ہوازن کا وفد رخصت ہو رہا تھا کہ آپ نے ان کے قائد مالک کے بارے میں دریافت کیا۔ انھوں نے بتایا کہ وہ طائف میں ثقیف سے جا ملا۔ "اس سے کہلا بھیجو" آپ نے فرمایا "کہ اگر وہ مسلمان کی حیثیت سے میرے پاس آئے تو میں اس کا خاندان اور اس کا ساز و سامان اور املاک واپس کر دوں گا اور اس کو سو اونٹ دوں گا"۔ آپ نے بالقصد مالک کے گھر والوں کو اپنی پھوپھی بنت تکمہ کے ساتھ مکے میں رکھا تھا اور اس کی املاک کو تقسیم ہونے سے روک رکھا تھا۔

طائف میں مالک کو جب پیغام پہنچا تو اس نے ثقیف سے کچھ نہ کہا اس ڈر سے کہ وہ اس کو قید کر دیں گے اگر ان کو اس کی نیت پر شبہ ہوا۔ وہ رات میں شہر سے نکلا اور سیدھے اسلامی فوج کے کیمپ میں جا پہنچا اور اسلام میں داخل ہو گیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہوازن کی روز افزوں اور کثیر التعداد مسلم برادری کا اس کو سربراہ بنا دیا۔ اس ہدایت کے ساتھ کہ ثقیف کو چین سے نہ بیٹھنے دے۔ اس طرح طائف کا محاصرہ اٹھنا اس کے باشندوں کے لیے محض مختصر ترین مہلت تھی۔ ایک دوسرے قسم کے محاصرہ نے، جس میں شدت تو کم تھی لیکن جس سے نپٹنا مشکل تھا — پہلے محاصرے کی جگہ لے لی۔

toobaa-elibrary.blogspot.com



نبی صلے اللہ علیہ وسلم اچھی طرح جانتے تھے کہ دین بجائے خود روح پر اثر انداز ہونے کی طاقت رکھتا ہے لیکن اس طاقت کا انحصار اس بات پر ہے کہ کس درجے میں اپنے آپ کو پابند کر کے دین کو قبول کیا گیا ہو نہ کہ محض نام کے طور پر۔ اس وابستگی کی رکاوٹوں ـــــ تلخی اور احساس محرومی وغیرہ ـــــ کو ہٹانا ہی مقصود تھا جس کی خاطر مؤلفۃ القلوب کو دینے کے سلسلے میں وحی نازل ہوئی۔ لیکن شروع میں یہ اصول سمجھ میں نہ آیا۔ دوسروں کو تو چھوڑیئے ابتدا میں نسبتاً زیادہ مدت سے صحابیت کا شرف رکھنے والوں تک کو اس میں بے محل رعایت کا پہلو نظر آیا جن عطیات کا تذکرہ کیا جا چکا ہے ان کے علاوہ قیمتی تحائف کچھ نمایاں قسم کے بدوؤں کو بھی دیئے گئے، جن کے اسلام میں بہت کچھ چوں وچرا کی گنجائش تھی جب کہ زیادہ استحقاق رکھنے والے ریگستانی باشندوں کو نظر انداز کیا گیا تھا۔ قبیلہ زُہرہ کے سعد نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ غطفان کے قبیلے عُیَینَہ اور قبیلہ تمیم کے اَقرع کو سو اونٹ دیئے گئے، اور ضَمرَہ کے ایک سچے مسلمان جُعَیل کو کچھ نہ دیا گیا مزید برآں یہ کہ آخر الذکر دونوں کے برخلاف انتہائی تنگ حال بھی ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ جُعیل تنہا اَقرع اور عُیَینَہ کی پوری بستی سے بڑھ کر قدر وقیمت رکھتے ہیں لیکن میں نے ان کے نفس کو مائل بہ مفاہمت کیا ہے تاکہ وہ بہتر طریقے پر خدا کی اطاعت میں داخل ہو جائیں جب کہ میں نے جُعَیل کو اس اسلام کے حوالے کر دیا ہے جس کو وہ پہلے ہی قبول کر چکے ہیں۔ ۵۰ھ

مہاجرین کی جانب سے مزید اعتراضات نہ ہوئے لیکن جعرانہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری عمل کے نتیجے میں ایک بڑھتی ہوئی بے اطمینانی قلب چار ہزار انصار میں موجود تھی۔ ان میں سے بیشتر تنگ حال ہو رہے تھے اور مال غنیمت کی غیر معمولی افراط سے

toobaa-elibrary.blogspot.com



انھیں کچھ فراوانی بہم نہیں پہنچی تھی۔ ان میں سے ہر ایک کو چار اونٹ یا ان کے مساوی بھیڑ بکریاں ملی تھیں۔ انھیں امید تھی کہ قیدیوں سے انھیں اچھا خاصا زرِ فدیہ ہاتھ آئے گا لیکن وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی کے لیے بلا تامل اپنے حصے سے دست بردار ہو گئے تھے۔

اس دوران ان کی نگاہوں کے سامنے قریش کے سو کے لگ بھگ باثر آدمیوں اور دوسرے قبائل کے چار سرداروں کو کثیر تحائف دیے گئے، لیکن ایک انصاری کو بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں سے کوئی تحفہ نہ ملا تھا۔ یہ بات مہاجرین کے معاملے میں بھی درست تھی لیکن یہ چیز مدینے کے شہریوں کے لیے وجہ تسلی نہ بن سکتی تھی کیوں کہ بیشتر تحائف قریش کے آدمیوں کو ملے تھے یعنی مہاجرین کے قریبی رشتہ داروں کو۔ "اللہ کے رسولؐ اپنی قوم سے جا ملے ہیں۔" انصار آپس میں کہہ رہے تھے "جنگ ہو تو ہم ان کے ساتھی ہیں لیکن جب مالِ غنیمت کی تقسیم کا وقت آئے تو ان کے ساتھی ان کی قوم اور ان کا خاندان ہے ہمیں معلوم نہیں کہ اس طرزِ عمل کی بنیاد کیا ہے اگر یہ خدا کی جانب سے ہے تو ہم صبر و تحمل کے ساتھ اس کو قبول کرتے ہیں اور اگر یہ محض ایک خیال ہے جو اللہ کے رسولؐ کے ذہن میں آیا ہے تو ہم ان سے کہیں گے کہ عنایت ہم پر بھی ہو۔"

جب جوش و خروش ان میں بڑھا تو سعدؓ ابن عبادہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بتایا کہ دلوں میں کیا ہے اور زبان پر کیا چرچا ہے۔

"اور اس سلسلے میں سعدؓ تمھارا کیا موقف ہے؟" نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سوال کیا۔

انھوں نے کہا۔۔۔ "میں بھی انھیں میں سے ایک ہوں۔ ہم جاننا چاہیں گے کہ اس طرزِ عمل کا ماخذ کیا ہے۔" نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدایت فرمائی کہ اس باڑے میں تمام انصار کو اکٹھا کیا جائے جس میں پہلے قیدی رکھے گئے تھے۔ سعدؓ کی اجازت سے کچھ مہاجرین بھی ان کے ساتھ ہو لیے۔ بعد ازاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس مجمع میں تشریف لے گئے اور حمد و ثنا کے بعد انھیں خطاب کیا:۔۔۔ "انصار کے لوگو! مجھے اطلاع ملی ہے کہ تم دل میں

toobaa-elibrary.blogspot.com



مجھ سے ناخوش ہو۔ کیا میں نے تم کو گمراہ نہیں پایا اور اللہ نے تم کو ہدایت دی۔ میں نے تم کو تنگ حال نہیں پایا اور اللہ نے تم کو دولت و ثروت بخشی۔ تم ایک دوسرے کے دشمن تھے، اور اللہ نے تمھارے دل جوڑ دیے؟" "یقیناً ہاں" انھوں نے جواب دیا۔ "اللہ اور اس کا رسولؐ انتہائی فیاض اور بے حد مہربان ہے" "کیا تم مجھ کو الٹ کر جواب نہ دو گے؟" آپؐ نے فرمایا۔ الجھن میں پڑ کر وہ بولے "ہم ایسا کہاں کر سکتے ہیں؟" "اگر تم چاہو؟" آپؐ نے فرمایا "تم مجھ سے کہہ سکتے ہو ــــ اور سچ کہو گے اور اس پر یقین بھی کیا جائے گا ــــ کہ تم ہمارے پاس آئے اعتبار و وقار سے محروم، ہم نے تم کو اعتبار بخشا۔ تمھیں لوگوں نے چھوڑ رکھا تھا ہم نے تمھاری مدد کی۔ تمھاری قوم نے تم کو ذات باہر کر دیا تھا ہم نے تم کو اپنا لیا۔ تم بے سر و سامان تھے ہم نے تم کو راحت دی۔ اے انصار کیا تمھارا دل اس دنیا کی چیزوں کے پا لینے کے لیے بے قرار ہے۔ اس بات پر کہ میں نے لوگوں کے دلوں کو راضی کیا ہے کہ وہ اللہ کی اطاعت کے دائرے میں داخل ہو جائیں جب کہ میں نے تمھیں تمھارے اسلام کے حوالے کیا۔ کیا تم اس پر بالکل قانع نہیں ہو اے انصار کہ لوگ بھیڑ بکریاں اور اونٹ لے جائیں اور تم اللہ کے رسول کو اپنے گھر لے جاؤ۔ اگر ساری دنیا ایک راہ پر جائے اور انصار ایک دوسری راہ پر تو میں اس راہ پر جاؤں گا جس پر انصار جائیں گے۔ اللہ انصار پر رحم فرمائے، ان کی اولاد پر اور ان کی اولاد کی اولاد پر۔" وہ رو پڑے اور اتنا روئے کہ ان کی داڑھیاں آنسوؤں سے تر ہو گئیں اور ایک آواز ہو کر انھوں نے کہا۔ "ہمارے حصے میں اللہ کا رسول آئے ہم اس پر بالکل راضی اور مطمئن ہیں۔"[۶]

---

toobaa-elibrary.blogspot.com


## حوالہ جات، حواشی، تشریحات

۱ ۹ : ۶۰

۲ واقدی : ۹۳۵

۳ ابن اسحٰق : ۱۷۷

۴ اسلام

۵ واقدی : ۹۳۸

۶ ابن اسحٰق : ۸۸۶

toobaa-elibrary.blogspot.com



باب - ۷۸

# فتح
# کے بعد

جعرانہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکے تشریف لے گئے۔ عمرہ کیا اور مدینے واپس گئے۔ آپ کے مدینہ پہنچنے کے تھوڑے ہی دنوں بعد عروہ ثقفی نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ یہ وہ شخص تھے جو مسلمانوں کے اپنے قائد کے احترام کے انداز کو دیکھ کر بہت متاثر ہوئے تھے۔ ابھی جو جنگ ہوئی تھی اس کے دوران وہ طائف میں نہیں تھے۔ یمن میں تھے۔ حنین کی جنگ میں مسلمانوں کی معجزانہ فتح کا حال

toobaa-elibrary.blogspot.com



معلوم ہوا تو اسلام قبول کرنے کے بارے میں ان کی نیم رضامندی نے مکمل رضامندی کی شکل اختیار کرلی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کرنے کی نیت نے ان کو مدینہ پہنچا دیا۔ بیعت کرنے کے بعد انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت چاہی کہ طائف واپس جائیں اور اپنے قبیلے کو اسلام کی دعوت دیں۔ "وہ تم کو قتل کر دیں گے۔" نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اللہ کے رسولؐ" عروہؓ نے کہا "میں ان کو اپنی پہلی اولاد سے زیادہ عزیز ہوں۔" "وہ تم کو قتل کر دیں گے۔" نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بات دہرائی' لیکن جب عروہؓ نے تیسری بار اجازت چاہی تو آپؐ نے فرمایا "تب جاؤ اگر تم جانا چاہتے ہو۔" ہوا وہی جو آپؐ نے فرمایا تھا۔ انھوں نے تیر اندازوں کے ذریعے ان کے گھر کو گھیر لیا۔ وہ تیر سے زخمی ہوئے اور زخم بعد میں جان لیوا ثابت ہوا۔ ان پر نزع کا عالم طاری تھا کہ خاندان والوں نے ان سے پوچھا کہ اپنی موت کے بارے میں ان کا کیا خیال ہے تو انھوں نے جواب دیا "یہ فضل خداوندی ہے جو اس نے اپنی رحمت سے مجھ پر فرمایا" پھر انھوں نے ہدایت کی کہ ان کو ان شہداء کے ساتھ دفن کیا جائے جو طائف کا محاصرہ کرتے ہوئے شہید ہوئے تھے اور گھر والوں نے ان کی وصیت کی پابندی کی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جب ان کی موت کی اطلاع دی گئی تو آپؐ نے فرمایا "سورۂ یٰسین میں جس شخص کا ذکر ہے عروہؓ اس کی مانند ہیں۔ اس نے اپنی قوم کو اللہ کی طرف بلایا۔ انھوں نے اس کو قتل کر دیا۔ وہ شخص حبیب تھا۔ پیشے کے اعتبار سے انطاکیہ کا بڑھئی تھا۔ اس نے اپنی قوم کو بلایا تھا کہ مسیح کا پیغام قبول کرے۔ اس سے پہلے انھوں نے پطرس نبی اور دوسروں کو مار بھگایا تھا انھوں نے اس کو قتل کر دیا اور قرآن کے الفاظ میں اُن سے کہا گیا "جنت میں داخل ہو جاؤ۔" انھوں نے کہا "کاش میری قوم کو معلوم ہوتا کہ اللہ نے میرے گناہ معاف کر دیئے اور مجھے عزت بخشی۔" عروہؓ کی موت کے بعد ان کے بیٹے اور بھتیجے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مدینے چلے گئے' اور طائف چھوڑ

toobaa-elibrary.blogspot.com



دیا۔ مدینہ پہنچ کر وہ اسلام میں داخل ہوگئے؂ اور اپنے رشتہ دار مغیرہؓ کے ساتھ سکونت اختیار کی جو مہاجرین میں سے ایک تھے۔

غزوۂ مؤتہ میں عبداللہؓ ابن رواحہ کی موت نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ صرف اپنے ایک قدر وقیمت رکھنے والے صحابی سے محروم کر دیا تھا بلکہ ایک قابل قدر شاعر سے بھی، کیوں کہ کہا جاتا ہے کہ آپ عبداللہؓ کے اشعار کو کعبؓ ابن مالک اور حسانؓ کے کلام کا ہم پلہ قرار دیتے تھے لیکن عام اتفاق اس پر تھا کہ دو عرب شاعر اس زمانے میں ایسے تھے جو باقی تمام شاعروں پر بازی لے گئے تھے۔ ان میں سے ایک لبیدؓ اور دوسرے ایک نسل پہلے کے شاعر زہیر ابن ابی سلمہ کا بیٹا ایک دوسرا کعب ــــ زہیر پچھلی نسل کا ممتاز شاعر تھا۔ ہر چند کہ کعب کا تعلق قبیلۂ مزینہ سے تھا لیکن اس نے زندگی کا بیشتر حصہ قبیلۂ غطفان میں گزارا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اسلام کا زبردست اثر جو خود اس کے قبیلے پر تھا اس پر نہ تھا۔

اس کے بھائی بجیرؓ حدیبیہ کے بعد اسلام میں داخل ہوگئے تھے لیکن کعب نے نئے دین کا بڑے شد و مد سے انکار کر دیا تھا اور آپ کے خلاف ہجویہ نظمیں لکھتا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو بتا دیا تھا کہ جو کوئی بھی اس مرتکب جرم کو قتل کر دے گا اس کا یہ عمل اللہ کی راہ میں ہوگا۔ بجیرؓ پہلے ہی کوشش کر چکے تھے ــــ لیکن عبث ــــ انھوں نے بھائی پر زور دیا تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو اور آپ سے عفو و درگزر کی درخواست کرے۔ جو کوئی نادم ہو کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے۔ آپ اس کو قتل نہیں کرتے ، وہ یہ سب کہہ چکے تھے اور اب فتح مکہ کے بعد انھوں نے اپنے پہلے پیغامات کے ساتھ ایک نظم بھی روانہ کر دی جس میں یہ اشعار تھے :

toobaa-elibrary.blogspot.com


پناہ صرف اللہ کے حضور میں ہے نہ عزیٰ و لات میں
وہیں مل سکتی ہے اگر تم پناہ پا سکتے ہو
ایک ایسے دن جب بچ نکلنے کی کوئی راہ نہیں ہے آدمیوں سے بھاگ کر پناہ
نہیں مل سکتی
پناہ صرف اس کو مل سکتی ہے جس کا دل اللہ کی اطاعت میں مخلص ہے۔[۵]

اب جو چہار طرف سے کثیر تعداد میں اسلام میں داخلہ شروع ہو گیا تو کعب نے محسوس کیا کہ جیسے زمین اس پر تنگ ہو رہی ہے اور جان کے ڈر سے وہ قبیلہ جُہینہ کے ایک شخص کے گھر جو مدینے میں تھا، پہنچا۔ یہ شخص اس کا دوست تھا۔ اس سے اس نے اسلام کا اقرار و اعلان کیا۔ اگلے دن مسجد میں وہ فجر کی نماز میں شامل ہوا اور نماز ختم ہونے کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا اور آپؐ کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر اس نے کہا "اے اللہ کے رسولؐ اگر زہیر کا بیٹا کعب ندامت کے ساتھ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہو ایک مسلمان کی حیثیت سے اور آپؐ سے درخواست کرے کہ اس کی جاں بخشی فرمائیں، تو کیا آپؐ اس سے ملنا پسند کریں گے، اگر میں اس کو آپؐ کے پاس لے آؤں؟" اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ہاں" تو کعب نے کہا "اے اللہ کے رسولؐ، میں زہیر کا بیٹا کعب ہوں؟" انصار میں سے ایک صاحب اچھل کر کھڑے ہو گئے اور اجازت چاہی کہ اس کا سر قلم کر دیں لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جانے دو اس کو کیوں کہ وہ نادم ہو کر آیا ہے اور اب وہ نہیں رہا جو تھا۔" پھر کعب نے ایک نظم پڑھی جو اس نے اسی موقع کے لیے کہی تھی۔ نظم روایتی بدوی اسلوب میں تھی۔ بڑی مترنم اور شان دار انداز بیان میں۔ اس نظم میں کئی فطری مناظر کی ہو بہو عکاسی تھی لیکن اس کا مرکزی مضمون معذرت خواہی تھا۔ یہ نظم مہاجرین اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی مدح کے اشعار پر ختم ہوتی تھی۔ نظم کا آخر الذکر حصہ اس طرح شروع ہوتا ہے:

toobaa-elibrary.blogspot.com



"رسولؐ ایک نور ہے، روشنی کا سرچشمہ ہے۔ اللہ کی تلواروں میں سے ایک بے نیام ہندی تلوار آپؐ کے گرد و پیش آپؐ کے قریشی ساتھی ہیں۔ مکّے کی وادی میں انھوں نے اسلام کا انتخاب کیا تو لوگوں نے کہا چل دو۔ چلے تو وہ گئے لیکن ناتواں انسان نہیں۔ نہ ایسے لوگوں کی مانند جو راہِ فرار اختیار کرتے ہیں۔ جھومتے ہوئے اپنی سواریوں پر معمولی کپڑوں میں لیکن یہ ہیرو تھے۔ پُروقار اور شائستہ اطوار۔ داؤدؑ کی بنی ہوئی زرہوں میں ملبوس جو جگمگا رہی تھیں، معرکہ کارزار کے لیے لیس۔"

جب وہ اپنی نظم ختم کر چکے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کی قادر الکلامی کے اعتراف کے طور پر اپنی دھاری دار عبا اتاری اور شاعر کے کندھوں پر ڈال دی۔ لیکن آپؐ نے بعد میں اپنے صحابہ سے فرمایا "کاش انھوں نے انصار کا اچھے ڈھنگ سے ذکر کیا ہوتا کیونکہ وہ یقیناً اس کے مستحق ہیں۔" یہ بات کعبؓ کو بتائی گئی تو انھوں نے ایک دوسری نظم انصار کی مدح میں کہہ دی۔ اس نظم میں جنگ کے دوران ان کی جرأت۔ اور جواں مردی کی تعریف کی گئی تھی۔ ان کی امان کے قابلِ اعتماد ہونے کا تذکرہ کیا گیا تھا اور میزبان کی حیثیت سے ان کی فیاضی کو خراجِ تحسین پیش کیا گیا تھا۔

اب یہ بات واضح ہو چکی تھی کہ ماریہؓ کے بچے کی ولادت کے سلسلے میں انھیں زیادہ انتظار نہیں کرنا ہے۔ سلمیٰؓ جو خدیجہؓ کے سب بچوں کی زچگی کے موقع پر ان کی دیکھ بھال کر رہی تھیں، اب ایک سن رسیدہ خاتون ہو چکی تھیں۔ پچیس سال پہلے انھوں نے فاطمہؓ کے اس دنیا میں آنے کے سلسلے میں مدد کی تھی لیکن سن رسیدگی کے باوجود انھوں نے اصرار کیا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر اس نئے بچے کے سلسلے میں ویسی ہی اپنی خدمات پیش کریں گی۔ چنانچہ جب خیال ہوا کہ ولادت قریب ہے تو وہ

toobaa-elibrary.blogspot.com



ماریہؓ کے حجرے میں منتقل ہوگئیں۔ ماریہؓ مدینے کے بالائی حصے میں سکونت پذیر تھیں۔

بچہ رات میں پیدا ہوا اور اسی رات جبرئیلؑ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ کو ایسے انداز میں خطاب کیا جیسے اس سے پہلے کبھی نہ کیا تھا "اے ابراہیم کے باپ۔"

پیدائش کے فوراً بعد سلمیٰؓ نے اپنے شوہر ابو رافعؓ کو یہ بتانے کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا کہ آپ کے یہاں ایک لڑکا ہوا ہے اور اگلی صبح مسجد میں فجر کی نماز کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہؓ کو اس ولادت کی خبر دی "اور میں نے اس کا نام رکھ دیا ہے۔" آپ نے مزید فرمایا "اپنے باپ ابراہیم کے نام پر۔" مدینے میں بڑی خوشی منائی گئی اور انصار کی عورتوں میں رقابت چل پڑی کہ کون اس کی رضاعی ماں ہوگی۔ قرعۂ انتخاب بالائی مدینہ کے ایک لوہار کی بیوی کے نام نکلا جو بچے کی ماں کے گھر کے قریب رہتا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر دن بیٹے کو دیکھنے تشریف لے جاتے تھے اور اکثر و بیشتر دوپہر میں وہیں آرام فرماتے تھے۔

کبھی کبھی ابراہیمؓ کو ان کے باپ کے گھر لایا جاتا تھا۔ عائشہؓ نے کہا کہ ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کو اپنی گود میں لیے ان کے یہاں آئے اور فرمایا "دیکھو مجھ سے کتنا مشابہ ہے۔" "میں تو کوئی مشابہت نہیں پاتی۔" عائشہؓ نے کہا۔ "کیا تم دیکھتی نہیں ہو اس کی جلد کتنی خوب صورت ہے اور جسم کتنا نفیس ہے۔" نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "تمام وہ بچے جنھیں بھیڑ کا دودھ پلایا جاتا ہے فربہ اندام اور خوشنما جلد والے ہوتے ہیں۔" عائشہؓ نے جواب دیا۔ بھیڑ کے ایک گلہ بان کو ہدایت تھی کہ رضاعی ماں کے پاس روزانہ وہ دودھ بھیج دیا کرے۔

مکّے سے واپس آنے کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم چھ مہینے مدینے میں رہے اور اس اثنا میں مختصر چھاپہ مار دستے باہر بھیجتے رہے۔ ان میں سے ایک دستہ قبیلۂ طے کے خلاف علیؓ کی سرکردگی میں بھیجا گیا۔ اس قبیلے کا علاقہ مدینے کے شمال مشرق

toobaa-elibrary.blogspot.com



میں واقع تھا۔ علیؓ کو پہلے منات کے معبد کو منہدم کرنے کے لیے بحراحمر کے ساحل پر قُدَید روانہ کیا گیا تھا۔ اس طرح عرب کی بت پرستی کے تین خاص مراکز میں سے صرف لات کا معبد طائف میں رہ گیا تھا لیکن فُلس کا مندر جو بت پرستی کا مرکز تھا، اور قبیلہ طے کے ان لوگوں کے لیے مخصوص تھا جو عیسائی نہ تھے۔ اس چھاپے کا مقصد اسی معبد کو مسمار کرنا تھا۔ طے، شاعر حاتم کا قبیلہ تھا۔ اس کا بیٹا عدی جو اپنے باپ کی طرح عیسائی تھا اس کی موت پر قبیلے کے سردار کی حیثیت سے اس کا جانشین ہوا تھا۔ علیؓ اور ان کے آدمی یکبارگی قریب جا پہنچے تو عدی اپنی بہنوں میں سے ایک کو چھوڑ کر اپنے قریبی خاندان کے ساتھ فرار ہو گیا۔ بہن جس کو چھوڑ گیا تھا وہ قبیلے کے دوسرے لوگوں کے ساتھ قیدی بن گئی۔ جب مدینے میں اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لایا گیا تو وہ آپ کے قدموں پر گر پڑی اور آپ سے درخواست کی کہ اس کو آزاد کر دیں، "میرا باپ ہمیشہ قیدی کو آزاد کر دیا کرتا تھا؟ اس نے کہا "مہمان کی اچھی میزبانی کرتا تھا۔ بھوکے کو کھانا کھلاتا تھا اور پریشاں حال کو راحت دیتا تھا اس نے کبھی بخشش طلب کرنے والے کو نامراد لوٹایا نہیں۔ میں حاتم کی بیٹی ہوں"! نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی شفقت سے اس کو جواب دیا۔ جو لوگ آپ کے گرد و پیش بیٹھے ہوئے تھے ان کی جانب رُخ کر کے آپ نے فرمایا "اس کو جانے دو۔ اس کا باپ نیک کاموں سے شغف رکھتا تھا۔ اللہ بھی نیک کاموں کو پسند کرتا ہے۔"

اس اثنا میں اسی کے قبیلے کا ایک شخص اس کی رہائی کی درخواست لے کر آ گیا تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اس کے حوالے کیا۔ ایک اونٹ اور عمدہ لباس اس کو دیا۔

وہ اپنے بھائی عدی کی تلاش میں نکلی اور اس کو ترغیب دی کہ مدینہ جائے۔ مدینہ پہنچ کر وہ اسلام میں داخل ہو گیا اور اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کر لی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

toobaa-elibrary.blogspot.com



نے اس کے لیے طے کی سرداری کی توثیق کر دی اور وہ اس کے بعد ایک مخلص اور با اثر اتحادی ثابت ہوا۔

انہی مہینوں اور رجب کی ابتدا میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نجاشی کے انتقال کی اطلاع ملی۔ مسجد نبوی میں اگلی نماز فرض کے بعد آپؐ جماعت کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا "آج ایک حق پرست شخص کا انتقال ہو گیا۔ اس لیے اٹھو اور اپنے بھائی اُصْحَمہؓ کے لیے دعا کرو۔ بعد ازاں آپؐ نے جماعت کی امامت فرمائی۔ بعد میں حبش سے خبریں ملیں کہ بادشاہ کی قبر پر مستقل روشنی دیکھی جاتی ہے۔[۱۱]

---

## حوالہ جات، حواشی، تشریحات

[۱] ملاحظہ ہو صفحہ ۲۵ (اصل تصنیف)

[۲] سورہ ۳۶

[۳] واقدی: ۹۶۱

[۴] ۳۶: ۷-۲۶

[۵] ملاحظہ ہو صفحہ ۹۳ (اصل تصنیف)

[۶] قرآن کے بیان کے مطابق (۳۴: ۱۰) داؤدؑ نے کڑیوں دار زرہ ایجاد کی۔

[۷] ابن اسحٰق: ۸۹۳

[۸] ابن ہشام: ۸۹۳

[۹] ملاحظہ ہو صفحہ ۳۷ (اصل تصنیف)

[۱۰] بخاری: ۶۳/۳۷

[۱۱] ابن اسحٰق: ۲۲۳

toobaa-elibrary.blogspot.com



باب۔ ۶۷

# غزوۂ تبوک

غزوۂ حنین پر زیادہ دن نہ گزرے تھے کہ شہنشاہ ہرقل نے مقدس صلیب یروشلم واپس پہنچادی اور یہ کارروائی رومیوں کی ایرانیوں پر آخری فتح کی تکمیل کی علامت بن گئی۔۔۔۔ وہ فتح جس کی وحی نے پیشین گوئی کی تھی اور جس کے بارے میں کہا تھا کہ اس دن اہل ایمان خوشی منائیں گے ۔ بےواقعی یہ خوشی منانے کا موقع تھا۔ ایرانیوں کو شام اور مصر دونوں مقامات سے اپنی فوجوں کا انخلا کرنا پڑا لیکن

toobaa-elibrary.blogspot.com



جہاں تک شام کا تعلق ہے ایک خطرے نے دوسرے خطرے کی جگہ لے لی تھی۔ معلوم ہوتا تھا کہ تنہا اسی سمت سے اسلامی ریاست خطرے میں ہے۔ مدینے میں افواہ کی گرم بازاری تھی کہ ہرقل نے یثرب کے خلاف اپنی لمبی مہم کے پیش نظر فوج کو ایک سال کی پیشگی تنخواہ دے دی ہے۔ کہا جاتا تھا کہ رومی جنوب میں بلقار پہنچ چکے ہیں اور انھوں نے عاملہ، غسان، جذام اور لخم کے قبائل کو جمع کر لیا ہے۔ یہ خبریں جزوی طور پر مبالغہ آمیز اور جزوی طور پر خلاف حقیقت تھیں۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ اب تک عام طور پر معلوم نہ تھا کہ ایرانی مہم کے دوران ہرقل نے یہ خواب دیکھا تھا کہ پورے شام پر ایک مختون شخص کی حکومت کا غلبہ ہے جس کو اس نے وہ مکتوب نگار قرار دیا جس نے اس کو اسلام کی دعوت دی تھی۔ یہ خواب اتنا زوردار اور اتنا واضح تھا کہ جنوب کی جانب اس کے کوچ اور ایک حد تک خود شام کے دفاع کو اس نے متاثر کیا۔ وہ اب یروشلم سے حمص لوٹ چکا تھا اور اپنے اس یقین کی بنا پر کہ پورا صوبہ ہی بالآخر اسلامی فوجوں کے ذریعے پامال ہو جائے گا اپنے جنرلوں کے سامنے یہ تجویز رکھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے معاہدۂ صلح کر لیا جائے اور شام کا صوبہ اس شرط پر دے دیا جائے کہ شمالی سرحدوں کے آگے مزید پیش قدمی نہ ہوگی۔ اس تجویز پر ان کی حیرت اور اس سے ان کی شدید ناگواری اور عدم اتفاق کے سبب اس نے اس تجویز کو ترک کر دیا مگر وہ اپنا خواب کبھی نہ بھولا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی یقین رکھتے تھے کہ اللہ ان کی اسلامی فوجوں کے لیے شام کا دروازہ کھول دے گا اور خواہ اس لیے کہ آپ کے نزدیک وقت آگیا تھا یا اس لیے کہ آپ چاہتے تھے کہ اپنی فوجوں کو ناگزیر شمالی مہم کے لیے کچھ تربیت دیں، آپ نے رومیوں کے خلاف مہم کا اعلان کر دیا اور اب تک کی ہمیشہ سے زیادہ مسلح اور بھاری فوج یکجا کرنے کے بندوبست میں لگ گئے۔ اب تک کا آپ کا معمول تھا کہ اپنے حقیقی ہدف کا اعلان نہ فرماتے تھے اور جہاں تک ممکن ہوتا تیاری کو راز رکھتے لیکن اس بار رازداری کی کوئی کوشش

toobaa-elibrary.blogspot.com



نہ کی گئی اور مکرر نیز حلیف قبائل کو احکام بھیجے گئے کہ ان پر لازم ہے کہ اپنے تمام مہیا سوار اور مسلح آدمی شام کی مہم کے لیے روانہ کریں۔

یہ ۶۳۰ء میں ماہ اکتوبر کی ابتدا تھی۔ اس مہینے میں موسم ہمیشہ گرم ہوا کرتا تھا۔ لیکن اس سال خشک سالی تھی اور گرمی معمول سے زیادہ۔ یہ وہ زمانہ تھا جب پکے پھل کھانے کے لیے مہیا تھے اس طرح مہم میں حصہ نہ لینے کے دو محرکات موجود تھے۔ ایک تیسری وجہ عسکر شامی کے طاقتور ہونے کی شہرت تھی۔ منافقین اور کچھ کمزور قسم کے مسلمان نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مختلف قسم کے عذرات لیے ہوئے آئے اور آپ سے اجازت چاہی کہ پیچھے گھر ہی پر رہ جائیں۔ بہت سے بدویوں نے بھی یہی کیا۔ چار خوش عقیدہ اشخاص بھی تھے — کعبؓ ابن مالک قبیلۂ خزرج کے دو دوسرے اور ایک صاحب قبیلۂ اوس کے — جنھوں نے عمداً یہ فیصلہ نہیں کیا کہ گھر بیٹھ رہیں اور نہ انھوں نے بہانے پیش کیے لیکن ان کو یہ بات بے محل معلوم ہوتی تھی کہ ایسے موسم میں مدینہ چھوڑا جائے۔ اس لیے وہ تیاریاں نہ کر سکے اور ایک دن سے دوسرے دن پر ٹالتے رہے۔ یہاں تک کہ وہ دن آگیا کہ وقت نکل چکا تھا اور فوج روانہ ہو چکی تھی لیکن مسلمانوں کی اکثریت قدرے عجلت کے ساتھ تیاری میں لگ گئی تھی اور نسبتاً دولت مند لوگ اعانت میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش میں تھے۔ عثمانؓ نے خاصی رقم سواری اور دس ہزار نفر کے مسلح اور تیار کرنے کے لیے دی۔ اس کے باوجود رقم کافی نہ تھی کہ سب کے سب لوگوں کے لیے جو جانا چاہتے تھے کام آسکے۔ بعد میں نازل ہونے والی آیات نے اس صورت حال کا ریکارڈ محفوظ کر لیا ہے۔* سات رونے والے — پانچ انصار اور دو مزینہ اور غطفان کے بدوی — جن کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجبوراً واپس کر دیا تھا کیونکہ آپ ان کے لیے سواری مہیا نہ فرما سکتے تھے وہ آپ کے پاس سے رخصت ہوئے تو ان کی آنکھوں میں آنسو تھے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com


جب سارے بدوی دستے آپہنچے تو فوج کی تعداد تیس ہزار نفر ہوگئی۔ ان میں دس ہزار سوار تھے۔ شہر کے باہر ایک چھاؤنی قائم کی گئی اور ابوبکرؓ اس کے نگراں بنائے گئے اس وقت تک کے لیے جب کوچ کی ساری تیاریاں مکمل ہو جائیں۔ جب ساری تیاریاں مکمل ہوگئیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہو کر نکلے اور فوج کی کمان اپنے ہاتھ میں لے لی۔

آپ نے علیؓ کو اپنے خاندان کی دیکھ بھال کے لیے پیچھے چھوڑ دیا لیکن منافقوں نے یہ افواہ پھیلائی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کو بار سمجھتے ہیں اس لیے آپ نے ان کی موجودگی سے پیچھا چھڑا لیا۔ یہ سن کر علیؓ اتنے پریشان ہوئے کہ انھوں نے اپنی زرہ پہنی، اپنے ہتھیار لیے اور پہلی ہی منزل پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جالیا۔ ارادہ یہ تھا کہ آپ سے درخواست کریں کہ ساتھ چلنے کی ان کو اجازت دے دیں۔ انھوں نے آپ کو بتایا کہ لوگ کیا کہہ رہے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "وہ جھوٹ بولتے ہیں۔ میں نے تم کو مدینے میں رُک جانے کا حکم اس کے لیے دیا جو میں اپنے پیچھے چھوڑ رہا ہوں۔ اس لیے واپس جاؤ اور اپنے اور میرے خاندان میں میری نمائندگی کرو۔ اے علیؓ کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ تمھارا مقام میرے لیے وہ ہو جو ہارونؑ کا موسیٰؑ کے لیے تھا سوا اس کے کہ میرے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں ہے۔"

شمال کی جانب کوچ کے دوران ایک دن صبح کے وقت یہ واقعہ پیش آیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کرنے میں تاخیر ہوئی۔ لوگ نماز کے لیے صف بستہ ہو چکے تھے اور آپ کا انتظار کر رہے تھے۔ یہاں تک کہ اندیشہ پیدا ہو گیا کہ ان کے نماز ادا کرنے سے پہلے ہی سورج نکل آئے گا۔ بعد ازاں یہ طے ہوا کہ عبدالرحمٰنؓ ابن عوف نماز کی امامت کریں۔ دو رکعتوں میں سے وہ ایک رکعت ادا کر چکے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے۔ عبدالرحمٰنؓ ابن عوف پیچھے ہٹنے ہی والے تھے لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو روکا کہ جہاں ہیں وہیں رہیں اور آپ خود جماعت میں شامل ہو گئے۔ جب لوگوں نے سلام پھیرا جس پر نماز ختم ہوتی ہے تو

toobaa-elibrary.blogspot.com


نبی صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے اور چھوٹی ہوئی رکعت پوری کی۔ جب نماز ختم کر چکے تو آپؐ نے فرمایا "تم نے بہت اچھا کیا تحقیق کہ ایک نبی مرتا نہیں ہے جب تک کہ وہ اپنی ہی قوم کے کسی پاکباز انسان کی امامت میں نماز ادا نہ کرلے ہو۔"

اُدھر مدینے میں فوج کے کوچ پر دس دن گزرنے کے بعد پیچھے رہ جانے والے ایک صاحب جو قبیلۂ خزرج سے تعلق رکھتے تھے اور جن کا نام ابو خیثمہؓ تھا اپنے باغ میں گئے۔ ایک دن جب بہت گرمی ہو رہی تھی پیڑوں کے سائے میں ــــــ وہاں دو جھونپڑیاں تھیں۔ انھوں نے دیکھا تو ان کی بیویوں نے ہر جھونپڑی میں پانی کا چھڑکاؤ کر رکھا تھا اور ہر ایک نے ان کے لیے کھانا تیار کر رکھا تھا اور پانی کو ان کے پینے کے لیے مٹی کے برتنوں میں ٹھنڈا کیا گیا تھا۔ وہ ایک جھونپڑی کے دروازے پر کھڑے ہوئے اور کہا "اللہ کا رسول بادِ سموم اور تمازت آفتاب کی زد میں ہے اور ابو خیثمہؓ ٹھنڈے سائے میں اس کے لیے کھانا تیار ہے اور دو خوب صورت عورتیں ہیں کہ اسے دعوت دے رہی ہیں اپنی جائداد میں آرام کی" بعد ازاں اپنی بیویوں کی طرف متوجہ ہوئے۔ "خدا کی قسم میں تم میں سے ایک کی جھونپڑی میں بھی داخل نہ ہوں گا جب تک کہ میں پہلے رسولؐ سے نہ جاملوں۔ اس لیے میرے واسطے سامان سفر تیار کرو۔ انھوں نے وہی کیا اور اونٹ پر کجاوہ رکھ کر وہ انتہائی تیز رفتاری سے فوج کے پیچھے چل دیے۔

مدینے اور یروشلم کے نصف راستے پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شب فرمایا "کل انشاء اللہ تم تبوک کے چشمے پر پہنچ جاؤ گے۔ تم وہاں آفتاب میں تمازت ہونے سے پہلے نہ پہنچو گے اور جو کوئی پہنچ جائے اُسے چاہیے کہ پانی کو ہاتھ نہ لگائے جب تک کہ میں نہ آجاؤں" لیکن پہلے دو آدمی جو وہاں پہنچے انھوں نے چشمے سے پانی پی لیا اور جب فوج کا آخری حصہ وہاں پہنچا تو وہ چشمہ ایک باریک دھار سے بھی کم رہ گیا تھا۔ نبی صلی اللہ

toobaa-elibrary.blogspot.com



علیہ وسلم نے ان دونوں آدمیوں کو سختی سے ملامت کی اور پھر دوسرے لوگوں سے کہا کہ جتنا بھی پانی وہ اپنے چلّو میں اکٹھا کر سکیں اس کو ایک پرانی چمڑے کی مشک میں ڈالتے جائیں۔ جب کافی پانی اکٹھا ہو گیا تو آپ نے اس میں اپنا ہاتھ اور منھ دھویا اور اس پانی کو چٹان پر ڈال دیا جو چشمے کا منھ ڈھکے ہوئے تھی۔ آپ اس پر ہاتھ پھیرتے رہے اور اللہ نے جو چاہا وہ دعا کرتے رہے۔ پھر بادل کی کڑک کی مانند ایک آواز ہوئی اور پانی کا فوارہ جاری ہو گیا اور وہ بہتا رہا بغیر اس کے کہ اس میں کوئی کمی واقع ہو۔ تمام لوگوں نے اپنی ضرورتیں پوری کر لیں۔ اس کے بعد بھی پانی کی روانی قائم رہی۔ آپ معاذؓ کی جانب متوجہ ہوئے جو آپ کے پہلو میں تھے اور فرمایا "ہو سکتا ہے اے معاذ کہ تم زندہ رہو اس جگہ کو دیکھنے کے لیے متعدد باغات کی وادی کی حیثیت سے۔" اور وہی ہوا جو آپ نے فرمایا تھا۔

آپ کو مایوسی ہوئی تھی اور افسوس بھی، چار مسلمانوں کی کوتاہی سے جو فوج کے ساتھ کوچ کرنے سے قاصر رہے تھے اور یہ مایوسی اور یہ افسوس ابو خیثمہؓ کے تعلق سے کچھ کم نہ تھا۔ وہ آپ کے تبوک پہنچنے سے چند دنوں بعد آملے تھے۔ ایک تنہا قریب آتا ہوا سوار دیکھا گیا لیکن اس سے پہلے کہ وہ پہچانا جائے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جیسے کہ آپ دعا کر رہے ہوں، "ہو جا ابو خیثمہ" پھر جب وہ شخص قریب آیا اور سلام کیا تو آپ نے فرمایا "حیف ہے تم پر اے ابو خیثمہ" لیکن جب انھوں نے پوری صورتِ حال پر روشنی ڈالی تو آپ نے ان کو برکت دی۔

فوج نے بیس دن تبوک میں قیام کیا۔ یہ واضح تھا کہ رومیوں کی جانب سے خطرے کی افواہ بالکل بے بنیاد تھی اور دوسری طرف شام کی موعود فتح کا وقت بھی نہیں آیا تھا لیکن انہی دنوں میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عیسائی اور یہودی برادری سے جو خلیج عقبہ کے سرے پر اور اس کے مشرقی کنارے کے متوازی سکونت پذیر تھے،

toobaa-elibrary.blogspot.com



صلح کا معاہدہ کیا۔ سالانہ خراج کے معاوضے میں اسلامی ریاست کی جانب سے ان کے تحفظ کی ضمانت دی گئی۔ بعد ازاں آپؐ فوج کے اصل حصے کے ساتھ مدینہ واپس تشریف لائے اور خالدؓ کو چار سو بیس سواروں کے ساتھ دومۃ الجندل روانہ فرمایا یہ مقام تبوک کے شمال مشرق میں ہے۔ یہ اہم قلعہ اس راستے پر ہے جو مدینے سے عراق کو جاتا ہے اور ان راستوں میں سے ایک پر بھی جو شام کو جاتے ہیں۔ اُکَیدِرؔ اس مقام کا عیسائی حکمران تھا وہ باہر شکار کے لیے نکلا تھا کہ خالدؓ نے یکبارگی چھاپہ مارا، اس کو قیدی بنا لیا اور مدینے لے آئے۔ مدینہ پہنچ کر وہ نبیؐ کا حلیف بن گیا اور اسلام میں داخل ہو گیا۔

---

## حوالہ جات، حواشی، تشریحات:

- ؂۱ ۳۰ : ۴
- ؂۲ ۹ : ۹۲
- ؂۳ ابن اسحٰق : ۸۹۷
- ؂۴ واقدی : ۱۰۱۲
- ؂۵ ملاحظہ ہو صفحہ ۴۰۴ (اصل تصنیف)

toobaa-elibrary.blogspot.com


باب - ۸۰

# تبوک کے بعد

بدر سے واپسی کی مانند تبوک سے واپسی بھی ایک المناک اطلاع ساتھ لائی تھی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک اور صاحبزادی مدینے سے آپ کی غیر حاضری کے دوران انتقال کر چکی تھیں اور اس بار ان کے انتقال کے وقت ان کے شوہر موجود نہ تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے مرقد پر دعا فرمائی اور آپ نے عثمانؓ سے فرمایا کہ اگر آپ کے ایک اور ناکتخدا بیٹی ہوتی تو آپ اس کا عقد اُن سے کر دیتے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com


وہ منافقین جنھوں نے تبوک کی مہم میں شرکت نہیں کی تھی۔ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنے عذرات پیش کیے جن کو آپؐ نے قبول کر لیا۔ ساتھ ہی آپؐ نے انھیں یاد دلایا کہ اللہ ان کے پوشیدہ ترین خیالات سے واقف ہے لیکن آپؐ نے ان تین اہلِ ایمان سے جو پیچھے رہ گئے تھے فرمایا کہ وہ آپؐ سے الگ رہیں یہاں تک کہ اللہ ان کے معاملے کا فیصلہ فرما دے اور آپؐ نے حکم دیا کہ کوئی شخص ان سے بات نہ کرے۔ پچاس دن تک وہ لوگ ایک ایسے شخص کی طرح گزر کرتے رہے جس کو برادری سے نکال دیا گیا ہو۔ لیکن پچاسویں دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی نماز کے بعد مسجد میں اعلان فرمایا کہ اللہ نے ان کا قصور معاف کر دیا ہے۔ وحی کے الفاظ میں جو اسی وقت نازل ہوئی تھی "اور ان تینوں کو بھی اس نے معاف کیا جن کے معاملے کو ملتوی کر دیا گیا تھا جب زمین اپنی ساری وسعت کے باوجود ان پر تنگ ہو گئی اور ان کی اپنی جانیں بھی ان پر بار ہونے لگیں اور انھوں نے جان لیا کہ اللہ سے بچنے کے لیے کوئی جائے پناہ خود اللہ ہی کے دامن رحمت کے سوا نہیں ہے تو اللہ اپنی مہربانی سے ان کی طرف پلٹا تاکہ وہ اس کی طرف پلٹ آئیں۔ یقیناً وہ بڑا معاف کرنے والا اور رحیم ہے۔"[1] لوگوں نے اس پر خوشی منائی اور کئی لوگ مسجد سے دوڑ کر گئے کہ تینوں اشخاص کو یہ مژدہ سنائیں۔ ان تینوں میں سب سے کم سن کعبؓ ابن مالک تھے۔ انھوں نے شہر سے باہر سب سے الگ تھلگ اپنا ایک خیمہ نصب کر لیا تھا۔ بعد کے زمانے میں انھوں نے بتایا کہ کس طرح انھوں نے اپنی جانب ایک گھوڑے کے دوڑتے ہوئے آنے کی آہٹ سنی اور ایک آواز جو پکار کر کہہ رہی تھی خوش خبری ہو کعب۔ یہ سنتے ہی وہ اللہ کے حضور سجدے میں گر پڑے۔ اس لیے کہ ظاہر تھا کہ خوش خبری اور کچھ نہیں ہو سکتی سوا ایک کے۔ پھر وہ مسجد گئے۔ "جب میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا" انھوں نے کہا "تو آپؐ کا چہرہ خوشی سے چمک رہا تھا۔" پھر آپؐ نے فرمایا "خوشی مناؤ اس دن کے آنے پر جس

toobaa-elibrary.blogspot.com


سے اچھا کوئی دن تم پر نہیں آیا۔ اس دن کے بعد جب تم کو تمھاری ماں نے جنا تھا۔" میں نے دریافت کیا "کیا یہ خوش خبری آپ کی جانب سے ہے اللہ کے رسولؐ یا اللہ کی جانب سے ہے؟" "نہیں، یہ اللہ کی جانب سے ہے۔" آپ نے جواب دیا۔ جب آپ کسی اچھی خبر سے خوش ہوتے تھے تو آپ کے چہرے پر چاند جیسی چمک پیدا ہو جاتی تھی۔

اسلام میں داخل ہونے کے بعد سے ہوازن کے سردار مالک بے کار نہیں بیٹھے تھے۔ بنی ثقیف اب بھی گھمنڈ کرتے رہے ہوں کہ طائف میں دشمن کا داخلہ ناممکن ہے لیکن اب وہ ہر طرف سے دور و نزدیک مسلمان برادریوں سے گھرے ہوئے تھے جو قافلہ بھی وہ باہر بھیجتے وہ حملے اور لوٹ مار کی زد سے محفوظ نہ رہتا۔ یہاں تک کہ اونٹ بکریاں تک وہ چراگاہ میں نہیں ہانک سکتے تھے بغیر یہ خطرہ مول لیے کہ مالکؓ کے آدمی ان کو ہانک لے جائیں گے۔ مالکؓ نے مزید اعلان کر دیا تھا کہ یہ معلوم رہنا چاہیے کہ ثقیف کا کوئی آدمی ان کے ہاتھ لگا تو وہ اس کو قتل کر دیں گے سوا اس صورت کے وہ اصنام پرستی ترک کر دے۔ چند مہینوں بعد ثقیف نے فیصلہ کیا کہ اب ان کے لیے کوئی متبادل صورت سوا اس کے نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک وفد روانہ کریں اور آپ سے عرض کریں کہ وہ اسلام قبول کرنا چاہتے ہیں اور ایک دستاویز کی درخواست کریں جس میں ان کی زمین، ان کے جانوروں اور ان کے آدمیوں کے تحفظ کی ضمانت دی گئی ہو۔

رمضان شروع ہو رہا تھا کہ تبوک سے واپسی ہوئی اور اسی مہینے میں طائف سے وفد آیا تھا۔ ان کو مہمان نوازی کے ساتھ خوش آمدید کہا گیا اور ان کے لیے مسجد سے قریب ہی ایک خیمہ نصب کر دیا گیا۔ یہ بات امر واقعی کی حیثیت رکھتی تھی کہ اسلام لانے کے بعد ان کے علاقے کو اسلامی ریاست کا تحفظ حاصل رہے گا لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بعض دوسرے درجے کے مطالبات سے اتفاق نہیں کیا۔ انھوں

toobaa-elibrary.blogspot.com



نے خواہش کی کہ تین سال تک "لات" کو غیر منہدم رہنے دیا جائے اور جب آپؐ نے انکار کر دیا تو وہ پہلے دو سال اور پھر ایک سال، یہاں تک کہ گھٹا کر ایک مہینے کی مہلت پر اتر آئے۔ لیکن ان کا مطالبہ پھر بھی انکار ہی سے دوچار ہوا۔ بعد ازاں انھوں نے درخواست کی کہ اپنے بتوں کو خود اپنے ہاتھوں مسمار کرنے کو اُن سے نہ کہا جائے اور انھیں یہ چھوٹ دی جائے کہ پانچ وقت کی نماز نہ پڑھیں۔ آپؐ نے زور دے کر فرمایا کہ ان پر نماز پڑھنا تو لازم ہے اور مزید یہ کہ "اس دین میں کوئی بھلائی نہیں جس میں فرض نمازیں نہ ہوں!" لیکن آپؐ نے اس بات سے اتفاق کر لیا کہ اُن سے نہ کہا جائے کہ اپنے بتوں کو وہ خود اپنے ہاتھوں مسمار کریں۔ یہ چھوٹ انھیں حسب خواہش دے دی جائے گی۔ آپؐ نے عُروہؓ کے بھتیجے مُغیرہؓ کو حکم دیا کہ وفد کے ساتھ جائیں اور "لات" کو مسمار کر دیں۔ نیز یہ کہ اپنی مدد کے لیے ابوسفیانؓ کو ساتھ لیتے جائیں۔"

اسلام میں داخل ہونے کے بعد مدینے میں وفد نے رمضان کے باقی روزے رکھے اور پھر طائف واپس ہوا۔ مکے میں ابوسفیانؓ اس جماعت سے آ ملے لیکن یہ مغیرہؓ تھے جنھوں نے بکر و تنہا بت کو مسمار کیا۔ ان کے قبیلے نے ان کی حفاظت کے لیے کچھ خاص انتظامات کیے تھے۔ اس ڈر سے کہ کہیں ان کا بھی وہی انجام نہ ہو جو عُروہؓ کا ہوا تھا لیکن کسی نے بھی دیوی کا انتقام لینے کی کوشش نہ کی۔ اس کے باوجود کہ عورتوں کی ایک بھیڑ نے اس سے محرومی پر شور ماتم برپا کر دیا تھا۔

دو آدمی جنھوں نے شہر کو حوالے کر دینے کا سب سے زیادہ ماتم کیا وہ نہ طائف کے شہری تھے اور نہ دیوی کے پرستار۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مکے کی جانب کوچ کیا تھا تو حنظلہؓ کا باپ ابوعامر اور وحشی، جس نے چھوٹا خنجر پھینک کر حمزہؓ کو شہید کیا تھا، دونوں نے طائف میں پناہ لی تھی جو ان کو ناقابل نفوذ قلعہ معلوم ہوتا تھا لیکن اب وہ کہاں پناہ لے پاتے۔ ابوعامر شام کی جانب فرار ہو گیا اور وہیں ایک مفرور کی حیثیت سے

toobaa-elibrary.blogspot.com



بے گھر در شخص کی حیثیت سے اس کا انتقال ہوا اور اس طرح اس کی وہ بددعا پوری ہوئی اور اسی پر چسپاں ہوئی جو اس نے بے خیالی میں خود اپنے آپ کو دے دی تھی۔ وحشی اب بھی ہچکچا رہا تھا کہ کہاں جائے کہ ثقیف کے ایک شخص نے اس کو یقین دلایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کسی ایسے شخص کو قتل نہ کریں گے جو مسلمان ہو جائے۔ اس لیے وہ مدینہ گیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر اس نے قاعدے کے مطابق شہادت دے دی۔ وہ ابھی یہ کر ہی رہے تھے کہ ایک مسلمان نے جو وہاں موجود تھے حمزہؓ کے قاتل کو پہچان لیا اور کہا "اللہ کے رسول یہ وحشی ہے۔" "ہونے دو" نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "کیونکہ ہزار کافروں کو قتل کرنے کے مقابلے میں ایک شخص کا اسلام مجھے زیادہ عزیز ہے۔" پھر آپ کی نگاہ ایک سیاہ چہرے پر ٹک گئی جو آپ کے سامنے تھا۔ "کیا تم فی الحقیقت وحشی ہو؟" آپ نے فرمایا اور جب اس شخص نے اثبات میں جواب دیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید فرمایا "بیٹھو مجھے بتاؤ تم نے حمزہؓ کو کیسے قتل کیا اور جب وہ اپنی بات ختم کر چکا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "افسوس ہے اپنا چہرہ میرے سامنے سے ہٹا لو اور اب میری نگاہ تم پر نہ پڑے"۔

جہاں تک ابو عامر کے چچا زاد بھائی ابن اُبی کا تعلق ہے غزوۂ تبوک جس ماہ میں ہوا اس کے بعد والے مہینے میں وہ خطرناک طور پر بیمار پڑا اور چند ہفتوں کے اندر یہ بات ثابت ہو گئی کہ اس کا انتقال ہو رہا ہے۔ اس کا انتقال جس روحانی کیفیت میں ہوا اس کے بارے میں روایات میں اختلاف ہے لیکن تمام روایات اس بات پر متفق ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی۔ آپ نے اس کی قبر کے قریب جب وہ دفن کیا جا چکا، دعا فرمائی۔ ایک حدیث کے مطابق جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز جنازہ ادا فرمانے کے لیے کھڑے ہو چکے تھے کہ عمرؓ ان کے پاس گئے اور ایک منافق کو ایسا اعزاز عطا کرنے کے خلاف احتجاج کیا لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کہتے

toobaa-elibrary.blogspot.com



ہوئے انھیں جواب دیا، "عمر تم میرے پیچھے کھڑے ہو۔ مجھے انتخاب کا اختیار دیا گیا ہے آج میں نے انتخاب کر لیا ہے۔ مجھ سے کہا گیا ہے "تم خواہ ایسے لوگوں کے لیے معافی کی درخواست کرو یا نہ کرو اگر تم ستّر مرتبہ بھی انھیں معاف کر دینے کی درخواست کرو گے تو اللہ انھیں ہرگز معاف نہ کرے گا۔" اگر مجھے معلوم ہوتا کہ میں ستّر سے زیادہ مرتبہ مغفرت طلب کروں تو اللہ تعالیٰ اس کو معاف کر دے گا تو میں اپنی مغفرت طلبی کی تعداد میں اضافہ کر لیتا۔" بعد ازاں آپؐ نے نماز جنازہ ادا کی اور جنازے کے ساتھ قبرستان تشریف لے گئے اور قبر کے برابر کھڑے ہو گئے۔ زیادہ وقت نہ گزرا تھا کہ منافقین کے سلسلے میں یہ آیات نازل ہوئیں: "اور آئندہ ان میں سے کوئی مرے اس کی نماز جنازہ بھی تم ہرگز نہ پڑھنا اور نہ اس کی قبر پہ کھڑے ہونا کیوں کہ انھوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا ہے اور مرے ہیں اس حال میں کہ وہ فاسق تھے۔" لیکن دوسری روایات کے مطابق یہ آیت پہلے ہی نازل ہو چکی تھی اور حصہ تھی اُن آیات کا جو تبوک سے واپسی کے فوراً بعد نازل ہوئی تھیں۔ یہ آیت ابن اُبی پر منطبق نہیں ہوتی تھی اس لیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کی عیادت کو تشریف لے گئے تھے اور آپؐ نے پایا تھا کہ موت کی قربت نے اس کو بدل دیا تھا۔ اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی تھی کہ آپؐ اپنا پیراہن اس کو دے دیں جس میں اس کو کفنایا جا سکے اور قبر تک اس کے جنازے کے ساتھ تشریف لے جائیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایسا کرنے پر راضی ہو گئے تھے۔ اس نے آپؐ سے یہ بھی کہا تھا کہ اللہ کے رسولؐ مجھے امید ہے کہ آپ میری نماز جنازہ ادا کریں گے اور اللہ سے میرے گناہوں کی معافی کی درخواست کریں گے۔ چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بات کو مان لیا اور جیسا آپؐ نے وعدہ کیا تھا ویسا ہی کیا۔ میت کے بیٹے عبداللہؓ ان تمام مواقع پر موجود تھے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com



ثقیف کا قبیلہ تنہا نہ تھا جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں وفد بھیجا۔ بلکہ بہت سے دوسرے وفود بھی جزیرۂ عرب کے تمام حصوں سے آئے۔ اس سال جو سالِ وفود کہلاتا ہے ـــــ کو ہجرت کا نواں سال تھا۔ سیرت نگاروں نے یہی نام دیا ہے۔ ان دوسرے آنے والے وفود میں وہ بھی تھے جو یمن کے مختلف حصوں سے آئے بشمول ان خطوط کے جو حمیری حکمرانوں نے روانہ کیے۔ ان خطوط کے ذریعہ انھوں نے بت پرستی اور بت پرستوں دونوں سے اظہار برأت کیا اور اسلام قبول کرنے کا اعلان کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسنِ اخلاق کے ساتھ ان کا جواب دیا اور اسلامی فرائض ادا کرنے کی تاکید کی اور حکم دیا کہ آپ کے قاصدوں کے ساتھ جن کو لازمی محاصل وصول کرنے کے لیے بھیجا جائے گا اچھا برتاؤ کریں۔ یہ محاصل مسلمانوں، عیسائیوں اور یہودیوں پر لازم تھے اور مختلف نوعیت کے تھے اور صراحت کی کہ یہودی یا عیسائی جو اپنے دین پر قائم رہیں ان کو اس سے روکا نہ جائے لیکن اُن پر لازم ہوگا کہ جزیہ ادا کریں ....... اور ان کو اللہ اور رسولؐ کا تحفظ حاصل ہوگا[۹] ایک تازہ ترین وحی میں مذہبی اختلافات کے بارے میں کہا گیا تھا "ہم نے ہر ایک کے لیے شریعت اور ایک راستہ مقرر کیا ہے"[۱۰] "اور اگر تمھارا خدا چاہتا تو تم سب کو ایک امت بنا سکتا تھا۔ لہٰذا بھلائیوں میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کرو۔ آخر کار تم سب کو خدا کی طرف پلٹ کر جانا ہے پھر تمھیں وہ اصل حقیقت بتا دے گا جس میں تم اختلاف کرتے رہے ہو"[۱۱]

تمام وفود فیصلہ کن نہیں تھے۔ عامر ابن طفیل وہ شخص جو بئرِ مؤنہ پر قتلِ عام کا ذمہ دار تھا اور اب قبیلہ بنی عامر کا سردار بھی تھا اپنے قبیلے کے دباؤ کے زیر اثر مدینے آیا۔ لیکن وہ خود ایک مغرور شخص تھا اور اسلام لانے کے عوض اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے خواہش کی کہ اس کو اپنا جانشین مقرر کر دیں۔ "یہ نہ تمھارے لیے ہے نہ تمھاری قوم والوں کے لیے"، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "مجھے کے ساکنوں کو میرے حوالے

toobaa-elibrary.blogspot.com



کیجیے اور دیہات کے باشندوں کو اپنے ماتحت رکھیے۔" عامر نے کہا "ایسا نہیں ہو سکتا۔" نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "لیکن میں تم کو سوار فوج کا نگراں بنا دوں گا کیونکہ تم اچھے گھوڑ سوار ہو۔" بدوی سردار کے لیے اتنا کافی نہ تھا۔ اس نے حقارت سے کہا "تو میرے کچھ ہاتھ نہ آئے گا؟" پلٹتے ہوئے مزید یہ "میں تمھارے خلاف اس سرزمین کو سواروں اور پیدلوں سے بھر دوں گا۔" جب وہ جا چکا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی "اے اللہ بنی عامر کو ہدایت دے اور اسلام کو عامر ابن طفیل سے چھٹکارا عطا کر۔" گھر پہنچنے سے پہلے ہی عامر کے ایک پھوڑا نکل آیا اور وہ گھر پہنچا ہی تھا کہ اس کا انتقال ہو گیا۔ اس کے قبیلے نے ایک اور وفد روانہ کیا۔ شاعر لبید اس وفد کے ارکان میں سے ایک تھا اور اب وہ اسلام میں داخل ہو گیا۔ روایات میں آیا ہے کہ انھوں نے شاعری ترک کرنے کا ارادہ کر لیا تھا۔ "اس کے بدلے اللہ نے مجھ کو قرآن عطا فرما دیا ہے۔" اس نے کہا۔ لیکن اس کے باوجود انتقال کے وقت تک وہ اشعار نظم کرتے رہے اور اپنی شاعرانہ صلاحیت کو اپنے دین کی خدمت کے لیے وقف رکھا۔

حج کا زمانہ قریب آ رہا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکرؓ کو اس کا امیر بنایا۔ وہ تین سو افراد کے ساتھ مدینے سے روانہ ہوئے لیکن زیادہ دن نہ گزرے تھے کہ ایک وحی نازل ہوئی جس کا اعلان مکے کے تمام زائرین کے سامنے خواہ وہ مسلمان ہوں یا بت پرست اہمیت رکھتا تھا۔ "یہ اعلان کرنے والا کوئی دوسرا آدمی نہ ہونا چاہیے میرے ہی گھر کا کوئی شخص ہونا چاہیے۔" نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور آپ نے علیؓ سے کہا کہ بہ عجلت روانہ ہوں اور زائرین کو جا لیں۔ انھیں ہدایت کی گئی کہ نازل شدہ آیات کی وادی منیٰ میں تلاوت کریں اور ان کے لیے یہ ضروری تھا کہ یہ بھی واضح کر دیں کہ اس سال کے بعد کسی شخص کو بھی بیت اللہ کے عریاں طواف کی اجازت نہ

toobaa-elibrary.blogspot.com



ہو گی ۔ اور یہ کہ بت پرست آخری حج کر رہے ہیں۔

جب علیؓ نے دوسروں کو جا لیا تو ابوبکرؓ نے ان سے پوچھا کیا وہ اس مہم کی سربراہی کے لیے آرہے ہیں۔ انھوں نے جواب دیا کہ وہ ان کے ماتحت ہیں چنانچہ وہ ساتھ روانہ ہوئے۔ ابوبکرؓ نماز کی امامت کرتے رہے اور خطبہ دیتے رہے۔ قربانی کے دن جب حاجی اپنے جانور قربان کرنے کے لیے منیٰ کی وادی میں اکٹھا ہوئے علیؓ نے پیغام خداوندی کا اعلان کیا۔ اس کا خلاصہ یہ تھا کہ بت پرستوں کو چار ماہ کی مہلت دی جاتی ہے جیسے چاہیں امن وامان کے ساتھ آئیں جائیں لیکن اس کے بعد اللہ اور اس کا رسولؐ ان سے متعلق ہر ذمہ داری سے بری ہوں گے۔ ان کے خلاف جنگ کا اعلان ہو گیا۔ وہ جہاں بھی پائے جائیں گے قیدی بنا لیے جائیں گے یا قتل کر دیے جائیں گے۔[۱۲] اس حکم میں دو استثناء تھے۔ ایک تو ان بت پرستوں کا جنھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کوئی خاص معاہدہ کر رکھا تھا اور اس پر نیک نیتی کے ساتھ قائم تھے۔ اس معاہدے کو نافذ قرار دیا جائے گا جب تک اس کی مدت ختم نہ ہو جائے۔ دوسرا استثناء کسی ایسے منفرد بت پرست کا تھا جو امان کی درخواست کرے اس کو امان دی جائے گی اور محفوظ مقام پر پہنچا دیا جائے گا لیکن پہلے اسلامی تعلیمات اس کے سامنے پیش کی جائیں گی۔ ایک آیت اور نازل ہوئی۔ معلوم ہوتا تھا جس کا خطاب خاص طور پر مکے کے ان مسلموں سے تھا جنھیں اندیشہ ہو سکتا تھا کہ بت پرستوں کی بے دخلی سے وہ کاروبار کے مواقع سے ہی نہیں بہت سے قیمتی تحائف سے بھی محروم ہو جائیں گے۔

"اے ایمان لانے والو مشرکین ناپاک ہیں لہٰذا اس سال کے بعد یہ مسجد حرام کے قریب نہ پھٹکنے پائیں اور اگر تمھیں تنگ دستی کا خوف ہے تو بعید نہیں کہ اللہ چاہے تو تمھیں اپنے فضل سے غنی کر دے۔ اللہ علیم و حکیم ہے۔"[۱۳]

toobaa-elibrary.blogspot.com



اس کے بعد والے سال تقریباً تمام سال نبی صلی اللہ علیہ وسلم گھر ہی پر رہے۔ یہ ہجرت کا دسواں سال تھا۔ ابراہیمؓ چلنے لگے تھے اور اب بولنا شروع کر رہے تھے۔ حسنؓ اور حسینؓ کی ایک چھوٹی بہن بھی تھی۔ خالہ کے نام پر جس کا نام زینب رکھا گیا تھا اور فاطمہؓ کے ایک چوتھا بچہ ہونے والا تھا۔ گھر کے اور افراد میں جعفرؓ کے تین بیٹے تھے۔ وہ اب ابوبکرؓ کے سوتیلے بیٹے تھے۔ انھوں نے ان کی ماں اسماءؓ سے شادی کرلی تھی۔ ان کے بھی ایک بچہ ہونے والا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی بہن ام الفضل سے خاص اُنس تھا۔ مکے میں آپؐ ان کے یہاں اکثر تشریف لے جاتے تھے۔ اور جب سے عباسؓ مدینہ آگئے تھے آپؐ ان کے یہاں اکثر جایا کرتے تھے۔ ان کا بڑا بیٹا جس کے نام پر ان کا نام تھا اب سیانا ہو چکا تھا اور شفقت کی علامت کے طور پر اس کو بڑی توجہ حاصل تھی۔ کم سے کم ایک موقع پر جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم میمونہؓ کے حجرے میں قیام کی باری پر تھے میمونہؓ نے اپنے بھانجے فضل کو اپنے ساتھ قیام کی دعوت دی۔

گزشتہ سال کی مانند اس سال بھی وفود آتے رہے۔ ان میں سے ایک وہ تھا جو مسیحی نجران سے آیا تھا۔ اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک معاہدہ کرنے کی خواہش کی۔ ان کے رسم و رواج رومیوں جیسے تھے اور ماضی میں ان کو قسطنطنیہ سے خاصی مالی امداد ملتی رہی تھی۔ وفد کے ارکان تعداد میں ساٹھ تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں اُن سے ملاقات کی اور جب ان کی عبادت کا وقت آیا تو آپؐ نے ان کو اپنی عبادت کی اجازت دی۔ انھوں نے مشرق کی طرف رخ کر کے عبادت کی۔

اپنے قیام کے دوران جب وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو عقیدے کے بہت سے نکات پر گفتگو ہوئی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے درمیان کچھ عدم اتفاق بھی پایا گیا۔ یہ اختلاف مسیح کی ذات سے متعلق تھا۔ اس کے بعد یہ آیات نازل ہوئیں۔ ؎ اللہ کے نزدیک عیسیٰ کی مثال آدم کی سی ہے کہ اللہ نے اسے

toobaa-elibrary.blogspot.com



مٹی سے پیدا کیا اور حکم دیا کہ ہو جا اور وہ ہو گیا۔[۱] " یہ اصل حقیقت ہے جو تمہارے رب کی طرف سے بتائی جا رہی ہے کہ تم ان لوگوں میں شامل نہ ہو جو شک کرتے ہیں۔ یہ علم آجانے کے بعد اب جو کوئی اس معاملے میں تم سے جھگڑا کرے تو اس سے کہو: اے محمدؐ کہ آؤ ہم اور تم خود بھی آجائیں اور اپنے بال بچوں کو بھی لے آئیں اور خدا سے دعا کریں کہ جو جھوٹا ہو اس پر خدا کی لعنت ہو۔"[۲] نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عیسائیوں کے سامنے ان آیات کی تلاوت کی اور انھیں دعوت دی کہ آئیں اور آپؐ کے گھر والوں کے ساتھ مل کر اس بحث کا فیصلہ اس طریقہ پر کر لیں جس کا مشورہ دیا گیا ہے۔ انھوں نے کہا کہ وہ اس کے بارے میں سوچیں گے اور اگلے دن جب وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انھوں نے دیکھا کہ علیؓ وہاں موجود تھے اور ان کے پیچھے فاطمہؓ اور ان کے دونوں بیٹے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک لمبی عبا پہنے ہوئے تھے۔ آپؐ نے اس کو اتنا پھیلایا کہ وہ سب بشمول آپؐ کے اس میں آگئے۔ یہی وجہ ہے کہ ان پانچوں کو آلِ عبا کہا جاتا ہے۔[۳] جہاں تک عیسائیوں کا تعلق ہے انھوں نے کہا کہ وہ اس کے لیے تیار نہیں ہیں کہ اپنے اختلاف کو مباہلے کی حد تک لے جائیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ ایک رعایتی معاہدہ کر لیا جس کے مطابق خراج کی ادائیگی کے معاوضے میں خود ان کو ان کے چرچ کو اور ان کے املاک کو ریاست کا تحفظ حاصل ہو گیا۔

اس سال کے ابتدائی مہینوں کی تشویش سے پاک مسرت ابراہیم کی علالت کے باعث خاتمے کو پہنچی۔ جلد ہی واضح ہو گیا کہ وہ جانبر نہ ہوں گے۔ ان کی ماں اور ماں کی بہن سیرینؓ ان کی دیکھ بھال کر رہی تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انھیں دیکھنے برابر جاتے تھے اور جب ان پر نزع کا عالم طاری تھا تو آپؐ ان کے پاس ہی تھے۔ بچے نے آخری ہچکی لی تو آپؐ نے اس کو گود میں لے لیا اور آپؐ کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے۔ ذرہ دام

toobaa-elibrary.blogspot.com



کی آپؐ کی ممانعت نے اس خیال کو عام کر دیا تھا کہ کسی کی موت پر اظہارِ غم کی ہمت شکنی ہونی چاہیے اور بہت ذہنوں میں یہ غلط خیال ابھی باقی رہ گیا تھا۔ "اللہ کے رسولؐ" عبدالرحمٰنؓ ابن عوف نے کہا۔ جو موجود تھے "یہ بات تو وہ ہے جس کی آپؐ نے ممانعت فرمائی ہے۔ مسلمان آپؐ کو گریہ کناں دیکھیں گے تو وہ بھی اشکبار ہوں گے۔" نبی صلی اللہ علیہ وسلم روتے رہے اور جب آپؐ نے اپنی آواز پر قابو پایا تو آپؐ نے فرمایا۔ "میں اس سے منع نہیں کرتا۔ یہ شفقت و رحمت کا تقاضا ہے اور وہ جو رحم کے جذبے سے خالی ہے اس پر رحم نہ کیا جائے گا۔ اے ابراہیم ایسا نہ ہوتا کہ دوبارہ ملنے کا وعدہ یقینی ہے اور یہ کہ یہ وہ راستہ ہے جس پر سب کو جانا ہے اور ہم میں سب سے بعد میں جانے والا پہلے جانے والے سے جا ملے گا تو ہم تمہاری موت پر اس سے زیادہ رنج و غم کرتے تاہم اے ابراہیم ہم تمہارے لیے غم زدہ ہیں۔ آنکھ آنسو بہاتی ہے، دل غمگین ہوتا ہے لیکن ہم زبان پر ایسی کوئی بات نہیں لاتے جو رب کو ناراض اور غضب ناک کرے۔"

آپؐ نے ماریہؓ اور سیرینؓ سے تسلی و تشفی کے کلمات کہے۔ انھیں یقین دلایا کہ ابراہیمؓ جنت میں ہیں۔ پھر تھوڑی دیر کے لیے ان کو ان کے حال پر چھوڑ کر، آپ عباسؓ اور فضلؓ کے ساتھ واپس تشریف لائے۔ نوجوان (فضل) نے میت کو غسل دے کر لٹایا۔ دونوں بزرگ اشخاص بیٹھے اس عمل کو دیکھتے رہے۔ پھر میت کو اپنے چھوٹے جنازے پر قبرستان لے جایا گیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جنازہ کی امامت فرمائی پھر اپنے بیٹے کے لیے قبر کے کنارے دعا فرمائی۔ اس کے بعد اسامہؓ اور فضلؓ نے میت کو قبر میں رکھا۔ قبر پر مٹی ڈالی جا چکی۔ پھر بھی آپؐ اس کے پہلو میں رکے رہے پانی کی مشک منگوائی اور حکم دیا کہ قبر پر چھڑک دیا جائے۔ کچھ ناہموار قبر پر ڈالی ہوئی مٹی میں رہ گئی تھی اس کو دیکھ کر آپؐ نے فرمایا۔ "جب تم کوئی کام کرو تو اس کو

toobaa-elibrary.blogspot.com



تکمیل کی حد تک کرو۔" اور خود اپنے ہاتھ سے مٹی برابر کی خود اپنے خاص عمل کے بارے میں فرمایا۔ "اس سے نہ کوئی فائدہ نہ نقصان، لیکن اس سے مصیبت زدہ کی روح کو تسلی ملتی ہے۔" [۳]

آپ ایک سے زائد بار ہر زمینی عمل میں تکمیل کو مطمع نظر بنانے پر پہلے بھی زور دے چکے تھے اور آپ کی بہت سی احادیث اس امر کی نشاندہی کرتی ہیں کہ اس نصب العین کو غیر دنیاوی اور بے نیازانہ ہونا چاہیے۔ علیؓ نے آپ کی اس سیاق و سباق میں ہدایت کا۔۔۔ کہا جاتا ہے ۔۔۔ ان الفاظ میں خلاصہ کر دیا "اس دنیا کے لیے کچھ کرو تو ایسے جیسے تمھیں ہمیشہ رہنا ہے اور آخرت کے لیے ایسے جیسے کل مرنا ہے۔" ہمیشہ اس دنیا سے رخصت ہونے کے لیے تیار رہنا ہی بے نیازی ہے۔ "دنیا میں اس طرح رہو جیسے کہ تم اجنبی یا راہ رو ہو۔" نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ابراہیم کی موت کے دن ان کی تدفین پر زیادہ وقت نہ گزرا کہ سورج کو گرہن لگا لیکن جب کچھ لوگوں نے اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سوگواری پر محمول کیا تو آپ نے فرمایا، سورج اور چاند اللہ کی دو نشانیاں ہیں ان کی روشنی کسی کی موت سے دھندلی نہیں پڑتی۔ تم ان کو گرہن لگے دیکھو تو تمھیں چاہیے کہ نماز پڑھو۔ یہاں تک کہ گرہن صاف ہو جائے۔" [۴]

---

## حوالہ جات، حواشی، تشریحات

۱۔ ۹ : ۱۱۸

۲۔ ابن اسحٰق : ۹۱۲

۳۔ ملاحظہ ہو صفحہ ۱۲۸ (اصل تصنیف)

۴۔ ابن اسحٰق : ۵۶۶

toobaa-elibrary.blogspot.com



۵ ۹ : ۸۰

۶ ابن اسحٰق : ۹۲۷

۷ ۹ : ۸۴

۸ تبوک سے واپسی پر کچھ زیادہ مدت نہ گزری کہ عبداللہ ابن اُبَی رئیس المنافقین مر گیا۔ اس کے بیٹے عبداللہؓ ابن عبداللہ جو مخلص مسلمانوں میں سے تھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کفن میں لگانے کے لیے آپ کا کُرتہ مانگا۔ آپؐ نے کمال فراخ دلی سے عطا کر دیا۔ پھر انھوں نے درخواست کی کہ آپؐ ہی اس کی نماز جنازہ پڑھائیں۔ آپؐ اس کے لیے بھی تیار ہو گئے۔ حضرت عمرؓ نے باصرار عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا آپ اس شخص پر نماز جنازہ پڑھیں گے جو یہ اور یہ کر چکا ہے۔ مگر حضورؐ ان کی یہ سب باتیں سن کر مسکراتے رہے اور اپنی اس رحمت کی بنا پر جو دوست دشمن سب کے لیے عام تھی آپؐ نے اس بدترین دشمن کے حق میں بھی دعائے مغفرت کرنے میں تامل نہ کیا۔ آخر جب آپؐ نماز پڑھانے کھڑے ہی ہو گئے تو یہ آیت نازل ہوئی اور براہِ راست حکم خداوندی سے آپؐ کو روک دیا گیا کیونکہ اب یہ مستقل پالیسی مقرر کی جا چکی تھی کہ مسلمانوں کی جماعت میں منافقین کو کسی طرح پنپنے نہ دیا جائے اور کوئی ایسا کام نہ کیا جائے جس سے اس گروہ کی ہمت افزائی ہو۔ (تفہیم القرآن ج ۲ ص ۲۲۰ ح ۸۸۔ اضافہ مترجم)

۹ میر اخوند۔ روضۃ الصفاء جلد ۲ ص ۷۰۱۔ ابتدائی آخذ کا حوالہ دیا ہے۔ نیز ملاحظہ ہو بخاری: ۷۶/۲۳

۱۰ ابن اسحٰق : ۹۵۶   ۱۱ ملاحظہ ہو صفحہ ۴۸ نوٹ ۱۵ (اصل تصنیف)   ۱۲ ۵ : ۴۸

۱۳ یہ سورہ بسم اللہ سے نہیں شروع ہوتی۔ صفات رحمت کا ذکر نہ پایا جانا اس پیغام کی شدید نوعیت کا مظہر ہے۔

۱۴ ۹ : ۲۸   ۱۵ مسیحؑ کی پیدائش کی نوعیت اس اعتبار سے آدمؑ سے ضرور مختلف تھی کہ ان کی ولادت رحم مادر سے ہوئی تھی جیسا کہ مصنف نے صراحت کی ہے لیکن قرآن کا منشا یہ ہے کہ بغیر باپ کے مسیحؑ کی معجزاتی پیدائش سے بڑھ کر حضرت آدمؑ کی پیدائش جو بغیر باپ اور ماں کے پیدا کیے گئے تھے معجزاتی ولادت دونوں کے مابین قدر مشترک ہے۔ دونوں کی تخلیق میں مماثلت کا پہلو یہ ہے کہ دونوں کی ولادت اللہ کی مداخلت سے ہوئی تھی۔ (مترجم)

۱۶ ق ۳ : ۶۱-۵۹   ۱۷ ابن سعد : ۱/۱ ۸۸-۹   ۱۸ حوالہ سابق

۱۹ بخاری : ۳/۸۱   ۲۰ ابن سعد : حوالہ سابق

toobaa-elibrary.blogspot.com


باب۔ ۸۱

# درجات

جو لوگ اسلام لائے ان میں قابل لحاظ تعداد ایسے لوگوں کی بھی تھی جن کے داخل اسلام ہونے کے عمل میں روحانی محرکات کی نمائندگی ناقص تھی۔ چناں چہ زیادہ مدت نہ گزری کہ مدینہ یہ آیات نازل ہوئیں۔ "یہ بدوی کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے، ان سے کہو تم ایمان نہیں لائے بلکہ یوں کہو کہ ہم مطیع ہو گئے۔ ایمان ابھی تمہارے دل میں داخل نہیں ہوا ہے اگر تم اللہ اور اس کے رسولؐ کی فرماں برداری اختیار کرو تو وہ تمہارے

toobaa-elibrary.blogspot.com



اعمال کے اجر میں کوئی کمی نہ کرے گا۔ یقیناً اللہ بڑا درگزر کرنے والا اور رحیم ہے۔ یہ اس آیت نے اسلام کی جماعتی درجہ بندی کی تکمیل کر دی۔ اطاعت بغیر ایمان کے پست ترین درجہ قرار پایا۔ بلند تر درجات یعنی باعتبار ایمان درجہ بندی کی موضوع ہے ــــ یا زیادہ صحیح یہ کہ موضوعات میں سے ایک موضوع ــــ سورۂ نور کا ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صلح حدیبیہ سے کچھ ماہ قبل نازل ہوئی تھی۔ پورے قرآن میں نور سے مراد ایمان ہے اور چار واضح درجات یہاں بیان ہوئے ہیں: اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے (کائنات میں)، اس کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق میں چراغ رکھا ہو چراغ ایک فانوس میں ہو، فانوس کا حال یہ ہو کہ جیسے موتی کی طرح چمکتا ہوا تارا اور وہ چراغ زیتون کے ایک ایسے مبارک تیل سے روشن کیا جاتا ہو جو نہ مشرقی ہو نہ غربی جس کا تیل آپ ہی آپ بھڑکا پڑتا ہو آگ اس کو نہ لگے (اس طرح) روشنی پر روشنی (بڑھنے کے تمام اسباب جمع ہو گئے ہیں)۔ اللہ اپنے نور کی طرف جس کی چاہتا ہے رہنمائی کرتا ہے وہ لوگوں کو مثال سے بات سمجھاتا ہے وہ ہر چیز سے خوب واقف ہے۔ ۲۵

صعودی ترتیب سے پہلے مشکوٰۃ ہے جو روشن ہے لیکن بذات خود روشنی اپنے اندر نہیں رکھتی پھر فانوس ہے جس کے اندر تیل کی شان و شوکت ہے اور آخر میں خود شعلہ۔ ان علامتوں کا تذکرہ ایک دوسری آیت کی یاد دلاتا ہے جو اس جملے سے شروع ہوتی ہے: "یہ مثالیں ہم لوگوں کے سامنے اس لیے بیان کرتے ہیں تاکہ وہ (اپنی حالت پر) غور کریں۔" "تاکہ وہ غور کریں" یہ اس بیان کی علت کا اضافہ ہے۔ اور پوری سورۂ نور دعوت غور و فکر ہے لیکن جہاں تک درجات کا تعلق ہے یہاں پر قرآن نے صرف اشارے سے کام لیا ہے۔ دوسرے مقامات پر کچھ بہت ابتدائی آیات سے شروع کر کے درجہ بندی بہت واضح ہے۔ ان آیات میں سے ایک وہ ہے جس میں انسانوں کو تین طبقات میں تقسیم کیا گیا ہے۔ دائیں بازو والے دائیں بازو والوں کی خوش نصیبی کا کیا کہنا اور بائیں بازو والے ــــ بائیں بازو والوں (کی بدنصیبی) کا کیا کہنا اور آگے والے

toobaa-elibrary.blogspot.com



تو پھر آگے والے ہیں۔ وہی تو مقرب لوگ ہیں؟[۴۶] جو دائیں ہیں محفوظ ہیں۔ جو بائیں ہیں وہ لعنت زدہ ہیں' جو آگے ہیں یعنی وہ جو بلند ترین درجہ پر ہیں ان کو عبداللہ کہا گیا ہے؟ "اللہ کافروں کے معاملے میں نوح اور لوط کی بیویوں کو بطور مثال پیش کرتا ہے۔ وہ ہمارے دو صالح بندوں کی زوجیت میں تھیں؟" وہ شامل ہو جا میرے (نیک) بندوں میں۔[۴۸] ان کے بارے میں کہا گیا ہے کہ وہ اللہ کے مقرب ہیں۔ یہ لقب جبرئیل کے لیے دوسرے فرشتوں سے انہیں ممتاز کرنے کے لیے استعمال کیا گیا ہے۔ دوسری ابتدائی آیات میں اہل ایمان کی جماعت میں تیسرے درجے کی نشاندہی کی گئی ہے۔ وہ نکوکار جو اصحاب المیمنہ اور السابقون کے بیچ میں ہیں۔ ان تین درجات کے مابین تعلق کی (اضافی) نوعیت کے بارے میں ان پر جنت کی برکات کے سلسلے میں جو بات کہی گئی ہے اس سے نتیجہ نکالا جا سکتا ہے۔ دائیں جانب کے جو لوگ ہیں ان کو خالص آب رواں پینے کو دیا جائے گا۔ "نیک لوگ جنت میں شراب کے ایسے ساغر پئیں گے جن میں آب کافور کی آمیزش ہوگی؟" اس شراب میں تسنیم (بلندی سے بہتے ہوئے آنے والے پانی کی) آمیزش ہوگی؟" یہ سب اگلے درجے کے لوگ ہیں جن کی رسائی اول بلند ترین فواروں تک ہوگی لیکن دائیں جانب کے لوگوں کو ایسا پانی پینے کو دیا جائے گا جو ان میں کسی فوارے کے پانی سے لیا ہوا ہوگا۔ اس کا مطلب ہوا کہ یہ لوگ وہ ہوں گے جو سب سے آگے والوں کے نقش قدم پر چلیں گے۔

برتری کے درجات کی بھی آیات میں نشاندہی کی گئی ہے جہاں دل کا تذکرہ ہے اکثریت کا ذکر کرتے ہوئے وحی کہتی ہے "حقیقت یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں مگر وہ دل اندھے ہو جاتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔"[۵۴] دوسری جانب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے نبیوں کی مانند فرمایا کہ آپ کا دل بیدار ہے جس کا مطلب ہے کہ اس کی آنکھیں کھلی ہوئی ہیں اور قرآن اشارہ کرتا ہے کہ اس امکان میں خواہ کچھ ہی حد تک دوسروں کی بھی شرکت ہو سکتی ہے کیوں کہ وہ کبھی کبھی براہ راست ان کو جو دل رکھتے ہیں

toobaa-elibrary.blogspot.com


خطاب کرتا ہے ” اولی الالباب “ عقل و ہوش رکھنے والے ” بھلا یہ کس طرح ممکن ہے کہ وہ شخص جو تمہارے رب کی اس کتاب کو جو اس نے تم پر نازل کی ہے حق جانتا ہے اور وہ شخص جو حقیقت کی طرف سے اندھا ہے، دونوں یکساں ہو جائیں۔ نصیحت تو دانش مند لوگ ہی قبول کرتے ہیں “ روایت میں آتا ہے کہ ابوبکرؓ کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ تم پر فوقیت رکھتے ہیں نماز روزے کے ذریعہ نہیں بلکہ وہ فوقیت رکھتے ہیں ایک ایسی چیز کے سبب جو ان کے دل میں ہے۔“

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے متبعین میں سے ایک کی دوسرے پر برتری کا اکثر تذکرہ کیا ہے۔ چناں چہ مکّے میں فتح کے موقع پر جب آپ کی موجودگی میں خالدؓ نے عبدالرحمٰنؓ ابن عوف کو غصے کے ساتھ پلٹ کر جواب دیا جنھوں نے خالدؓ کو ملامت کی تھی تو آپ نے فرمایا ”نرمی برتو خالد، جانے دو، میرے صحابہ کو ان کے حال پر چھوڑ دو اس لیے کہ تمھارے پاس اُحد کے برابر بھی سونا ہو اور تم سب کا سب فراخ دلی کے ساتھ اللہ کی راہ میں خرچ کر دو تو بھی میرے صحابہ میں سے کسی کے برابر نہیں ہو سکتے۔“

وحی کے مطابق ایک درجے اور دوسرے درجے کے مابین فرق اس دنیا کے مقابلے میں آخرت میں نسبتاً زیادہ ہوگا۔ ” دیکھو ہم نے کس طرح ایک کو دوسرے پر فوقیت دی ہے اور یقیناً آخرت درجے کے اعتبار سے بلند تر اور برتری رکھنے والی ہے۔“ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ” اہل جنت اپنے اوپر کے بلند مقام کو اس طرح دیکھیں گے جیسے ابھی دنیا میں مشرقی یا مغربی افق پر وہ روشن سیارے مشتری کو دیکھتے ہیں۔“ آدمی اور آدمی کے درمیان آپ کی تعلیم کے انداز سے بھی تفاوت کا اظہار ہوتا ہے۔ بعض تعلیمات کچھ لوگوں کے لیے مخصوص کی گئی ہیں جو ان کو سمجھ سکتے ہیں۔ ابوہریرہؓ نے کہا میں نے اپنی یادداشت کے لیے دو انبار محفوظ کر لیے ہیں جو اللہ کے رسولؐ سے مجھے بہم پہنچے تھے۔ ایک کو تو میں نے عام کر دیا ہے اور دوسرے کو میں ظاہر کروں تو تم میرا گلا کاٹ دو گے۔“

toobaa-elibrary.blogspot.com



انھوں نے اپنے حلق کی طرف اشارہ کیا۔[۵۸]

مکہ اور حنین کی فتح کے بعد مدینے واپس ہوتے ہوئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعض ساتھیوں سے فرمایا: "ہم جہاد اصغر سے جہاد اکبر کی طرف لوٹ رہے ہیں اور جب ان میں سے ایک نے دریافت کیا "اللہ کے رسول جہاد اکبر کیا ہے" تو آپ نے جواب دیا "نفس کے خلاف جہاد"۔[۵۹] پستی میں پڑے ہوئے ایک شخص کا نفس خود اپنے سے کش مکش کرتا رہتا ہے۔ اس کے پست ترین پہلو کے بارے میں قرآن کہتا ہے "یقیناً نفس امارہ بدی کا حکم دینے والا ہے۔" اس کا بہترین حصہ یعنی ضمیر کو نفس کو ہمیشہ ملامت کرنے والا کہا گیا ہے یعنی نفس لوامہ کا نام دیا گیا ہے۔[۶۰] اور یہی وہ ہے جو روح کی مدد سے نفس امارہ کے خلاف مستقل جہاد اکبر میں مشغول رہتا ہے۔

آخر میں نفس مطمئنہ ہے یعنی پورا نفس جو (تذبذب کے باعث) اپنے آپ سے برسرپیکار نہیں۔ اس نے لڑائی جیت لی ہے۔ ایسی ہی ان کی ارواح جو بلند ترین درجے پر سابقون' عبداللہ اور مقرب کی سطح تک پہنچے ہوئے ہیں۔ قرآن اس مکمل نفس کو ان الفاظ میں خطاب کرتا ہے "اے نفس مطمئن چل اپنے رب کی طرف اس حال میں کہ تو (اپنے انجام نیک سے) خوش (اور اپنے رب کے نزدیک) پسندیدہ ہے۔[۶۱] شامل ہو جا میرے (نیک) بندوں میں اور داخل ہو جا میری جنت میں۔" اس برکت کی دوگونہ نوعیت مبارک نفوس کے لیے دو جنتوں کے قرآن کے وعدے کی یاد دلاتی ہے اور خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی آخری حالت کا حوالہ لقائے رب (الی الرفیق الاعلیٰ) اور جنت کے ساتھ' نفس مطمئنہ کے لیے جنت میں داخلہ لقائے رب سے ہم رشتہ ہے اور "میرے بندوں میں داخلہ جنت میں داخلے کے برابر ہے۔ بلند ترین جنت یعنی لقائے رب' رضوان کے سوا کچھ نہیں۔ یہ آیات کچھ ہی دنوں پہلے نازل ہوئی تھیں: "ان مومن مرد و اور عورتوں سے اللہ کا وعدہ ہے کہ انھیں ایسے باغ دے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔

toobaa-elibrary.blogspot.com


اور وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔ ان سدا بہار باغوں میں ان کے لیے پاکیزہ قیام گاہیں ہوں گی اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اللہ کی خوشنودی حاصل ہوگی۔ یہی بڑی کامیابی ہے" [۱۷]
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیوی زندگی میں بھی بلند ترین درجہ حاصل کرنے کا ذکر کیا ہے اور یہ حدیث ان احادیث میں سے ہے جن کو حدیث قدسی کہا جاتا ہے کیوں کہ ان میں براہ راست اللہ کے الفاظ ہوتے ہیں "میرا بندہ کبھی اطاعت اور عقیدت سے اور اپنی آزاد مرضی سے میرے قریب نہیں آتا کہ میں اُسے محبت نہ کروں اور جب میں اس سے محبت کرتا ہوں تو اس کی سماعت بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے۔ بصارت بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے۔ ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور پیر بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے" [۱۸]

سب سے بڑی رضا کارانہ عبادت ذکر الٰہی ہے جس کا ترجمہ کیا جا سکتا ہے۔ "اللہ کی یاد" یا اس کو پکارنا۔ پہلی نازل ہونے والی آیات میں سے ایک میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا "اپنے رب کا ذکر کیا کرو اور سب سے کٹ کر اسی کے ہو رہو" [۱۸] اور ایک بعد کی آیت میں کہا گیا "یقیناً نماز فحش اور بُرے کاموں سے روکتی ہے اور اللہ کا ذکر اس سے بھی بڑی چیز ہے" [۱۹] دل کے اندھے پن اور اس کے علاج کے سلسلے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ہر چیز کے لیے ایک صیقل ہوتا ہے جو اس کے زنگ کو دور کرتا ہے اور دل کا صیقل اللہ کی یاد ہے" [۲۰] اور جب دریافت کیا گیا قیامت کے دن کس کا درجہ سب سے بلند ہوگا تو آپ نے جواب دیا "وہ مرد اور عورت جو اللہ کو بہت زیادہ یاد کرتے ہیں" اور جب دریافت کیا گیا "کیا ان کا درجہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے سے بھی بلند ہوگا تو آپ نے جواب دیا "خواہ اس نے کافروں اور بت پرستوں کے خلاف اتنی تلوار چلائی ہو کہ تلوار ٹوٹ گئی ہو اور وہ خود خون میں لت پت ہو گیا ہو پھر بھی اللہ کو یاد کرنے والے کا درجہ اس سے بلند ہوگا" [۲۱]

toobaa-elibrary.blogspot.com



## حوالجات، حواشی، تشریحات:

۱ ۳۹ : ۱۴

۲ ۲۳ : ۳۵

۳ ۵۹ : ۲۱

۴ ۵۶ : ۷ - ۴۰

۵ قرآن "عبداللہ" کا فقرہ دو معنوں میں استعمال کرتا ہے ایک عام مفہوم میں جہاں تک کہ شیطان بھی اس کا بندہ ہے اور دوسرا بہت خاص مفہوم میں جیسا کہ مذکورہ بالا آیات میں نیز ان آیات میں جس میں شیطان کو خطاب کیا گیا ہے، جہاں تک میرے بندوں کا تعلق ہے ان پر تجھ کو کوئی غلبہ حاصل نہ ہوگا۔

۶ ۷۲ : ۵ ؛ ۸۳ : ۲۷

۷ ۲۲ : ۴۶ ملاحظہ ہو ص ۸۹ (اصل تصنیف)

۸ ۱۲ : ۱۱۱ ؛ ۱۳ : ۱۹ وغیرہ

۹ الحاکم، الترمذی : نوادر الاصول

۱۰ ابن اسحٰق : ۸۵۳

۱۱ ۱۷ : ۲۱

۱۲ مسلم : ۵۱/ ۴

۱۳ بخاری : ۳/ ۴۲

۱۴ بیہقی : زہد

۱۵ ۱۲ : ۵۳

۱۶ ۷۵ : ۲

۱۷ یعنی برضائے باہم ملاحظہ ص ۹۵ (اصل تصنیف)

۱۸ ۸۹ : ۳۰-۲۷ ؛ ۹ : ۷۲

۱۹ بخاری : ۸۱/ ۳۷

۲۰ ۷۳ : ۸

۲۱ ۳۹ : ۳۵، بیہقی، دعوت، ترمذی : ۴۵

toobaa-elibrary.blogspot.com



باب - ۸۲

# مستقبل

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میری امت کے بہترین لوگ میری نسل کے لوگ ہیں۔ پھر وہ جوان کے بعد آئیں گے پھر وہ جوان کے بعد آئیں گے"۱ اور آپ نے اپنی نسل کے ممتاز افراد پر اظہار مسرت کیا یعنی وہ جن کو آپ اپنے اصحاب میں شمار کرتے تھے۔ ان میں سے دسؓ جو ایک موقع پر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ان کے لیے آپ نے جنت کا وعدہ فرمایا۔ یہ تھے ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ، عبدالرحمٰنؓ

toobaa-elibrary.blogspot.com



ابن عوفؓ، ابوعبیدہؓ، طلحہؓ، زبیرؓ، قبیلۂ زہرہ کے سعدؓ اور زیدؓ حنیف کے بیٹے سعیدؓ بھی ضمانت آپؐ پہلے ان میں سے کچھ کو دے چکے تھے اور احادیث کے مجموعوں میں آپؐ کی جانب سے عشرہ مبشرہ اور کچھ دوسرے لوگ جنھیں آپؐ نے جنت کی خوش خبری سنائی تھی ان کی آپؐ کی زبانی بڑے فضائل مذکور ہوئے ہیں جیسے ایک موقع پر آپؐ نے فرمایا، "تین اشخاص ایسے ہیں جنت جن کی تمنا کرتی ہے۔ یہ ہیں علیؓ، عمارؓ اور سلمانؓ۔" فاطمہؓ کو مخاطب کر کے آپؐ نے فرمایا، "اہل جنت کی بہترین عورت تم ہو، صرف عمران کی بیٹی مریم عذرا کو چھوڑ کر۔" قرآن بتاتا ہے کہ کس طرح فرشتے آئے، مریم سے کہا، "اس (خدا) نے برگزیدہ کیا ہے تم کو دنیا کی تمام عورتوں پر (۳:۴۲) یہ پیشین گوئی کرتے ہوئے کہ اگلی نسل کو آپؐ کی حکمت منتقل کرنے والے خاص لوگوں میں سے علیؓ کو ایک بڑا کردار ادا کرنا ہے۔ آپؐ نے فرمایا، "میں علم کا شہر ہوں اور علیؓ اس کا دروازہ ہیں" اور عمومی طور پر آپؐ کا ارشاد ہے "میرے اصحاب ستاروں کی مانند ہیں جس کی بھی تم پیروی کرو گے ہدایت پاؤ گے۔"

جب لوگ تبوک سے لوٹے تھے تو انھوں نے آپس میں کہنا شروع کر دیا تھا کہ اب ان کے جدال و قتال کا زمانہ انجام کو پہنچا اور اس خیال کو مختلف وفود کی آمد سے ایسی تقویت پہنچی ـــــ اور یہ وفود ہجرت کے تمام دسویں سال مسلسل آتے رہے۔ کہ بیشتر مسلمان اپنے اسلحہ اور زرہیں فروخت کرنے لگ گئے لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بارے میں سنا تو آپؐ نے ان کو ایسا کرنے سے روک دیا اور فرمایا، "میری امت کا ایک گروہ حق کے لیے لڑتا رہے گا جہاد ترک نہیں کرے گا دجال کے ظہور تک۔" آپؐ نے یہ بھی فرمایا، "اگر تم وہ جانتے جو میں جانتا ہوں تو تم ہنستے کم اور روتے زیادہ۔" "اور تم پر کوئی زمانہ نہیں آتا کہ اس کے بعد آنے والا اس سے بدتر نہ ہو۔" آپؐ نے خبردار کیا کہ آپؐ کی امت کے لوگ برائی کے راستے پر یہودیوں اور نصرانیوں

toobaa-elibrary.blogspot.com



کے نقشِ قدم کی پیروی کریں گے۔ "تم سے پہلے جو امتیں گزریں تم ان کے نقشِ قدم کی پیروی کرو گے قدم بہ قدم۔ یہاں تک کہ اگر وہ کسی گوہ کے بل میں بھی گئے ہوں گے تو تم اس میں بھی چلے جاؤ گے۔" ۹ انجام سے پہلے عام طور پر انسانیت پستی کے جس مقام پر پہنچے گی آپ نے اس کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا "اسلام آیا تو اجنبی تھا اور ایک بار پھر اجنبی ہو جائے گا" تاہم آپ نے وعدہ فرمایا کہ "اللہ انھیں چھوڑے گا نہیں۔ اللہ اس امت میں ہر سو سال پر ایک ایسے شخص کو بھیجتا رہے گا جو اس کے لیے دین کی تجدید کرے گا۔" ایک دوسرے موقع پر ان صحابہ نے جو آپ کی خدمت میں حاضر تھے، آپ کو ایک سے زائد بار فرماتے سنا "ملے میرے بھائیو!" انھوں نے عرض کیا "اللہ کے رسول کیا ہم آپ کے بھائی نہیں ہیں؟" آپ نے جواب دیا "تم میرے ساتھی ہو۔ میرے بھائی تو ان لوگوں میں ہیں جو ابھی آئے نہیں؟" ایک دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں "جو آخری دنوں میں آئیں گے۔" جس انداز میں آپ نے یہ بات فرمائی اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ اشارہ روحانی عظمت کے حامل اشخاص کی جانب ہے۔

آپ نے یہ بھی پیشین گوئی فرمائی۔ آخری ایام کی برائیوں کے باوجود ایک خلیفہ ایسا اُٹھے گا جس کو لوگ مہدی کہہ کر پکاریں گے۔ اس لفظ کے معنی ہیں ہدایت یافتہ مہدی کا تعلق میرے نسب سے ہوگا۔ اس کی پیشانی چوڑی ہوگی اور ناک عقابی ہوگی وہ زمین کو عدل وخیر سے بھر دے گا۔ جو اس سے پہلے ظلم وستم سے بھری ہوگی۔ سات سال تک وہ فرماں روائی کرے گا۔"

لیکن ان کی حکومت کے آخری زمانے میں یا اس کے بعد دجال آئے گا اس کی داہنی آنکھ اندھی ہوگی۔ اس میں بالکل روشنی نہ ہوگی جیسے وہ انگور ہو۔ وہ زمین میں بڑا بگاڑ پیدا کرے گا اور عجیب وغریب کرشمے دکھانے کے ذریعہ زیادہ سے زیادہ لوگوں کو اپنا ہمنوا بنائے گا لیکن مسلمانوں کی ایک جماعت اس سے جنگ کرے گی۔ جب

toobaa-elibrary.blogspot.com



وہ جنگ کے لیے پیش قدمی کر رہے ہوں گے۔" نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اور اسی اثنا میں کہ وہ نماز کے لیے اپنی صفیں درست کر رہے ہوں گے جس کی اذان ہو چکی ہوگی عیسیٰ ابن مریم کا نزول ہوگا اور وہ نماز کی امامت فرمائیں گے اور وہ دشمن خدا مسیح کو دیکھے گا تو اس طرح پگھل جائے گا جیسے نمک پانی میں گھلتا ہے۔ اس کو چھوڑ بھی دیا جائے گا تو بھی وہ پگھل کر ہلاک ہو جائے گا لیکن اللہ مسیح کے ذریعے اس کو قتل کرائے گا جو اپنے نیزے پر لوگوں کو اس کا خون دکھائیں گے۔"

آپ نے متعدد علامات کا بھی تذکرہ کیا جن سے لوگوں کو معلوم ہو جائے گا کہ ان آخری باتوں کے ظہور کا وقت بھی قریب آگیا ہے اور ایک علامت کے طور پر آپ نے بتایا کہ لوگ بلند و بالا عمارتیں تعمیر کرنے لگیں گے لیکن یہ پیشین گوئی ایک بڑے موقع پر کی گئی تھی جس کو پوری طرح نقل کیا جانا چاہیے۔ عبداللہ ابن عمرؓ اپنے والد کی سند سے روایت کرتے ہیں:

عمرؓ نے کہا۔ "ایک دن جب ہم لوگ رسولؐ کی خدمت میں حاضر تھے۔ ایک شخص ہمارے پاس آیا۔ اس کا لباس انتہائی سفید تھا اس کے بال انتہائی سیاہ تھے لیکن اس پر سفر کی کوئی علامت نہ تھی حالانکہ ہم میں سے کوئی اس کو جانتا نہ تھا۔ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زانو سے زانو ملا کر بیٹھ گیا اور آپؐ کے زانو پر ہاتھ رکھ کر اس نے کہا "محمد بتاؤ اسلام کیا ہے؟" اللہ کے رسولؐ نے جواب دیا "اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں، نماز ادا کرنا، زکوٰۃ دینا، رمضان کے روزے رکھنا اور مقدرت ہو تو بیت اللہ کی زیارت کرنا۔" اس نے کہا "تم نے صحیح کہا۔" ہمیں حیرت ہوئی کہ وہ سوال کرتا تھا اور جواب کی تصدیق بھی کرتا جاتا تھا۔ پھر اس نے پوچھا "ایمان کیا ہے؟" آپ نے جواب دیا "اللہ پر اس کے فرشتوں پر اس کی کتابوں پر ایمان لانا اور اس بات پر ایمان لانا کہ کوئی بدی یا نیکی وقوع پذیر نہیں ہو سکتی بدون

toobaa-elibrary.blogspot.com



اللہ کی مرضی کے۔" "تم نے سچ کہا۔" اس نے کہا "بتاؤ احسان کیا ہے؟" آپ نے جواب دیا "اللہ کی عبادت کرنا اس طرح جیسے تم اس کو دیکھ رہے ہو کیوں کہ خواہ تم اس کو نہ دیکھ رہے ہو، وہ تو بہرحال تم کو دیکھ ہی رہا ہے۔" اس نے کہا "تم نے سچ کہا۔" پھر سوال کیا "بتاؤ ساعت کے بارے میں؟" آپ نے جواب دیا "اس کے بارے میں جس سے سوال کیا گیا ہے اس سے زیادہ نہیں جانتا جتنا سوال کرنے والا۔" اس نے کہا "اس کی علامتیں بتاؤ؟" آپ نے فرمایا "کنیز اپنی مالکہ کو جنے گی[۸] اور وہ لوگ جو برہنہ پا، تنگ حال، گلہ بان ہوں گے بلند و بالا عمارتیں تعمیر کریں گے۔" پھر وہ اجنبی چلا گیا اور میں اس کے جانے کے بعد تھوڑی دیر رُکا رہا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا "جانتے ہو سوال کرنے والا کون تھا؟" میں نے کہا "اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔" آپ نے فرمایا "وہ جبرئیل تھے جو تمھیں تمھارے دین کی تعلیم دینے آئے تھے۔"[۹]

---

## حوالہ جات، حواشی، تشریحات

۱۔ بخاری: ۱/۶۳

۲۔ ص ۹، (اصل تصنیف)

۳۔ ترمذی: ۴۷/۳۳

۴۔ احمد ابن حنبل: ۳/۶۴ قرآن بتاتا ہے کہ کیسے فرشتوں نے مریم سے کہا "اس (خدا) نے تم کو دنیا کی تمام عورتوں میں سے برگزیدہ کیا ہے۔"

۵۔ ترمذی: ۴۶/۲۰۔ ۶۔ الفتح، بغوی: مناقب الصحابہ

۷۔ بخاری: ۲۷/۸۱

۸۔ بخاری: ۴۲/۱۳

۹ مسلم: ۶/۴۷

۱۰ مسلم: ۱-۲۳۲

۱۱ ابوداؤد: ۱/۳۲

۱۲ ابوداؤد: ۴/۳۵

۱۳ مسلم: ۳۰/۵۲

۱۴ مسلم: ۹/۵۲

۱۵ ایک عورت جو لڑکی جنے گی وہ ایسا کرکے محض لونڈی بن کر رہ جائے گی کیوں کر بعد میں آنے والے بچے والدین کا احترام ملحوظ نہ رکھیں گے۔ حدیث کا آخری حصہ سماجی انتشار اور بدنظمی کی پیشین گوئی کرتا ہے لیکن آخری فقرہ صحرا نوردی کے بجائے مقام آشنا زندگی کی خبر دیتا ہے یعنی بائیبل کے قابیل کے قتل پر مہر تصدیق ثبت ہو جائے گی۔

۱۶ مسلم: ۱/۱

toobaa-elibrary.blogspot.com



باب - ۸۳

# حجۃ الوداع

جب کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے زمانے میں مدینے میں ہوتے تھے تو آپؐ کا معمول تھا کہ اس مہینے کے وسط کے دس دنوں میں اعتکاف ... کرتے تھے۔ آپؐ کے بعض صحابہ بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے لیکن اس سال دس مقررہ دن اعتکاف کے بعد آپؐ نے صحابہ سے کہا کہ مزید دس دن اعتکاف میں رہیں یعنی ماہ رمضان کے آخر تک۔ چنانچہ انھوں نے ایسا ہی کیا۔ ہر سال رمضان میں جبرئیلؑ

toobaa-elibrary.blogspot.com



آیا کرتے تھے یقین حاصل کرنے کے لیے کہ نازل شدہ وحی میں سے کچھ آپ کی یادداشت سے نکل تو نہیں گیا ہے۔ اس سال نبیؐ نے فاطمہؓ سے راز کے طور پر ـــــ جو ابھی دوسروں پہ نہ منکشف کیا جانا چاہیئے تھا ـــــ فرمایا "جبرئیلؑ مجھے قرآن سناتے ہیں اور میں سال میں ایک بار انھیں سناتا ہوں لیکن اس بار انھوں نے دوبار سنایا ہے۔ اس سے میں اس کے علاوہ کوئی نتیجہ نہیں نکال سکتا کہ میرا وقت آگیا ہے۔"

شوال کا مہینہ گزر گیا اور سال کے گیارہویں ماہ مدینے میں اعلان کر دیا گیا کہ نبیؐ خود قافلۂ حج کی قیادت فرمائیں گے۔ یہ اطلاع ریگستانی قبائل کو بھی کر دی گئی اور ہر سمت سے ایک جمِ غفیر نخلستان میں آپہنچا۔ وہ سب اس خیال سے خوش تھے کہ راستہ بھر ہر قدم پہ انھیں نبیؐ کی معیت حاصل رہے گی اور یہ سفرِ حج کسی بھی سفرِ حج کے مقابلے میں جو سینکڑوں سال کے دوران کیا گیا ہوگا' بے مثال ہوگا۔ زائرینِ سب کے سب خدائے واحد کے پرستار ہوں گے۔ ان میں کوئی مشرک نہ ہوگا جو مشرکانہ مراسم سے اللہ کے گھر کو آلودہ کرے۔ مہینہ ختم ہونے سے پانچ دن پہلے نبیؐ مدینہ سے روانہ ہوئے۔ آپ کے ساتھ تیس ہزار سے زائد مرد اور عورتیں تھیں۔ آپ کی تمام ازواجِ مطہراتؓ ـــــ ہر ایک اپنے ہودج میں۔ ہم سفر تھیں۔ عبدالرحمٰنؓ ابن عوف اور عثمانؓ ابن عفان ان کے ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔ ابوبکرؓ کے ساتھ ان کی اہلیہ اسماءؓ بنت عمیس تھیں۔ پہلے ہی ایک مرحلے میں ان کے یہاں ایک بچے کی ولادت ہوئی۔ اس کا نام محمد رکھا گیا۔ ابوبکرؓ کا خیال تھا کہ اہلیہ کو مدینہ واپس بھیج دیں لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کہا کہ غسل کر کے اپنے آپ کو حج کے لیے پاک کر لیں اور جیسا کہ پہلے ارادہ تھا' سب کے ساتھ چلیں۔

مدینے سے روانگی کے دسویں دن غروب آفتاب کے وقت اس درّے میں پہنچے جس سے گزر کر فتح (مکّہ) کے دن آپ مکّے میں داخل ہوئے تھے۔ وہاں آپ

toobaa-elibrary.blogspot.com


نے رات بسر کی اور اگلی صبح آپ سوار ہو کر وادی میں اتر گئے۔ جب آپ ایسی جگہ پہنچے جہاں سے کعبہ نظر آتا تھا تو آپ نے ہاتھوں کو احتراماً اوپر اٹھا دیا اور اونٹ کی نکیل ہاتھ سے چھوٹ جانے دی۔ بعدازاں آپ نے نکیل بائیں ہاتھ سے پکڑ لی اور دایاں ہاتھ دعا کے لیے بلند کر کے یہ دعا فرمائی "اے اللہ اس گھر کی حرمت، برکت، شان و شوکت اور عزت و عظمت میں اضافہ فرما جو اس کو انسانیت کی طرف سے بہم پہنچ رہی ہے۔"

آپ حرم میں داخل ہوئے اور آپ نے کعبے کے گرد سات طواف کیے۔ اس کے بعد مقام ابراہیم میں کھڑے ہو کر دعا فرمائی بعدازاں صفا کی طرف تشریف لے گئے اور صفا اور مروہ کے درمیان سات بار سعی کی اور وہ لوگ جو آپ کے ساتھ تھے انھوں نے اپنی پوری کوشش کی کہ حمد و ثنا و دعا میں ہر مقام پر جو الفاظ آپ نے زبان سے ادا فرمائے ان کو یادداشت میں محفوظ کر لیں۔

حرم میں واپس آ کر آپ عبد الدار کے عثمانؓ کے ساتھ جو کلید بردار تھے کعبے میں داخل ہوئے اور پہلے کی طرح اس بار بھی آپ نے اندر داخل ہوتے وقت بلالؓ اور اسامہؓ کو ساتھ لے لیا لیکن اس شام جب آپ عائشہؓ کے پاس ان کے خیمے میں تشریف لے گئے تو انھوں نے دیکھا کہ آپ افسردہ خاطر ہیں۔ انھوں نے سوال کیا کیوں؟ آپ نے فرمایا "میں نے آج ایک ایسا کام کیا کہ کاش میں نہ کرتا۔ میں کعبے کے اندر داخل ہوا۔ ہو سکتا ہے میری امت کا کوئی شخص ـــــ آپ کی مراد تھی آنے والے برسوں میں ـــــ اس میں داخل نہ ہو پائے اور اس لیے وہ اپنے دل میں بے اطمینانی محسوس کرے۔ ہمیں اس کے طواف کا حکم دیا گیا ہے اس میں داخل ہونے کا نہیں۔"

پھر آپ نے ام ہانیؓ کی دعوت کے باوجود مکے کے کسی گھر میں قیام کرنے سے انکار کر دیا۔ نئے چاند کے آٹھویں دن آپ سوار ہو کر منیٰ کی وادی میں تشریف لے گئے۔ باقی زائرین نے بھی آپ کی تقلید کی۔ وہ رات وہاں گزارنے کے بعد آپ اگلے دن صبح کو عرفہ تشریف لے گئے۔ یہ کے سے تیرہ میل مشرق حدودِ حرم سے باہر بس قریب ہی ایک کشادہ وادی

toobaa-elibrary.blogspot.com


ہے۔ عرفہ اس راستے پر واقع ہے جو طائف کو جاتا ہے اور شمال اور مشرق کی جانب طائف کے پہاڑوں سے گھری ہے لیکن ان سب سے الگ اور چاروں طرف وادی سے گھری ہوئی ایک پہاڑی ہے اس کا نام بھی عرفہ یا جبل رحمت ہے۔ یہ اس زیارت گاہ کا مرکزی حصہ ہے جو بیشتر نشیبی زمین پر پھیلا ہوا ہے اور یہی وہ پہاڑی تھی جس پر اس دن نبیؐ ٹھہرے۔

مکہ کے کچھ باشندوں نے اس پر حیرت کا اظہار کیا کہ آپؐ اتنی دور تشریف لے گئے کیوں کہ دوسرے حاجی تو عرفہ جاتے تھے لیکن خود قریش کا معمول تھا کہ وہ حدود حرم کے اندر ہی رہتے تھے۔ کہتے تھے "ہم اللہ کی قوم ہیں!" آپؐ نے فرمایا "حضرت ابراہیمؑ نے ضابطہ بنایا تھا کہ اس دن عرفہ جانا حج کا لازمی حصہ ہے۔ قریش نے اس ضابطے کو ترک کر دیا۔" نبیؐ نے اس دن حج کی قدامت پر زور دیا اور "ابراہیمؑ کی سنت" کے الفاظ اکثر و بیشتر آپؐ کی زبان پر جاری رہے۔

قبائل پر یہ واضح کرنے کے لیے کہ امت مسلم میں خون کے جھگڑے آئندہ کے لیے ختم قرار دیے جاتے ہیں اور یہ کہ ہر فرد کی زندگی اور ملکیت مقدس ہے۔ آپؐ نے مجمع میں یہ اعلان کرنے کے لیے صفوان کے بھائی ربیعہؓ (ابن امیہ) کو مقرر کیا۔ ان کی آواز بلند اور طاقت ور تھی۔ آپؐ نے ان کو ہدایت فرمائی کہ یہ اعلان کریں کہ اللہ کے رسول فرماتے ہیں "دیکھتے ہو یہ کون سا مہینہ ہے؟" وہ خاموش رہے۔ انھوں نے خود ہی جواب دیا۔ "مقدس مہینہ" پھر انھوں نے سوال کیا "دیکھو سنو یہ کون سرزمین ہے؟" وہ پھر خاموش رہے انھوں نے جواب دیا "سرزمین حرم"۔ پھر سوال کیا "جانتے ہو کون سا دن ہے یہ؟" اور اس بار بھی انھوں نے ہی جواب دیا "حج اکبر کا دن"۔ بعد ازاں انھوں نے نبیؐ کی ہدایت کے مطابق اعلان کیا کہ "بالیقین اللہ نے ایک دوسرے کا خون اور مال تم پر حرام کیا ہے اس دن تک کے لیے جب تمھارا سامنا اپنے رب سے ہوگا۔

toobaa-elibrary.blogspot.com



جس طرح اس دن کو اللہ نے حرمت بخشی ہے تمھاری اس سرزمین میں اور تمھارے اس مہینے میں۔"

زوال کا وقت گزر گیا تو آپؐ نے ایک خطبہ دیا۔ خطبے کی ابتدا آپؐ نے اللہ کی حمد وثنا سے کی۔ پھر فرمایا "اے لوگو میری سنو، کیوں کہ مجھے نہیں معلوم کہ اس سال کے بعد میں پھر کبھی اس مقام پر تم سے ملوں گا۔" بعد ازاں آپؐ نے انھیں ایک دوسرے کے ساتھ نیک سلوک پر ابھارا اور انھیں یاد دہانی کرائی ان باتوں کی جن کے کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور ان کی جن سے منع کیا گیا ہے۔" آخر میں آپؐ نے فرمایا "میں تمھارے درمیان وہ چیز چھوڑے جا رہا ہوں کہ اگر تم اس کو مضبوطی سے پکڑ و گے تو وہ تم کو تمام غلطیوں سے محفوظ رکھے گی۔" یہ ایک واضح اشارہ تھا۔ اللہ کی کتاب اور رسولؐ کی حدیث کی جانب ۔۔۔ "اے لوگو میری بات سنو اور سمجھو۔" اس کے بعد آپؐ نے ان آیات کی تلاوت فرمائی جو ابھی ابھی نازل ہوئی تھیں اور جنھوں نے قرآن کو مکمل کر دیا تھا کیوں کہ وہ قرآن کی آخری نازل شدہ آیات تھیں۔ "آج کے دن کفار تمھارے دین پر غالب آنے سے مایوس ہو گئے ہیں۔ اس لیے ان سے ڈرو نہیں بلکہ مجھ سے ڈرو۔ آج میں نے تمھارے دین کو تمھارے لیے مکمل کر دیا اور تمھارے لیے دین کی حیثیت سے اسلام کو پسند کر لیا۔"[۱]

آپؐ نے اپنے مختصر خطبے کو ایک اہم سوال پر ختم کیا۔ "اے لوگو! کیا میں نے اپنا پیغام تمھیں ٹھیک ٹھیک پہنچا دیا؟" ایک زوردار گونج اثبات کی شکل میں ابھری ۔۔۔ "اے اللہ، ہاں" اور ہزاروں حلق سے نکل کر "اللّٰھم نعم" کی صدا بجلی کی کڑک کی مانند تمام وادی میں گونجتی چلی گئی۔ نبیؐ نے انگلی آسمان کی طرف اٹھائی "اے اللہ تو گواہ رہ۔"[۲]

فرض نماز ادا کی گئی اور باقی عرفہ کا دن ۔۔۔ اس دن کو اسی نام سے پکارا جاتا ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com


—— ذکر و دعا میں بسر ہوا اور جیوں ہی سورج غروب ہوا نبیؐ اپنے اونٹ پر سوار ہوئے اُسامہؓ سے کہا کہ وہ آپ کے پیچھے بیٹھ جائیں۔ آپ پہاڑی سے اُترے اور وادی کو پار کرکے مکہ کا رُخ کیا۔ سارے حجاج بھی آپ کے پیچھے ہی روانہ ہوگئے۔ یہ روایت تھی کہ اس مقام سے تیزی کے ساتھ گزر جایا جائے لیکن تیز روی کے ابتدائی آثار نظر آتے ہی آپ نے پکار کر فرمایا "دھیرے دھیرے، سکونِ دل کے ساتھ اور ہم میں جو قوی ہیں وہ کمزوروں پر نگاہ رکھیں۔" انھوں نے رات مزدلفہ میں بسر کی جو حدودِ حرم میں واقع ہے۔ وہاں انھوں نے چھوٹے کنکر اکٹھا کیے۔ یہ کنکریاں انھوں نے شیطان پر ماریں جن کو تین ستونوں کی شکل میں منیٰ کی وادی میں عقبہ کے مقام پر دکھایا گیا ہے۔ سودہؓ نے نبیؐ سے اجازت چاہی کہ دھند لکے میں مزدلفہ سے روانہ ہو جائیں۔ وہ قد و قامت میں بھاری بھرکم اور بیشتر عورتوں سے دراز تھیں۔ انھیں گرمی سے بڑی تکلیف ہوتی تھی اور سفر کی بڑی تکان تھی اور انھیں فکر مندی تھی کہ بھیڑ سے پہلے وہ کنکریاں مارنے کا عمل پورا کرلیں۔ اس لیے آپ نے انھیں ام سُلیم کے ساتھ آگے بھیج دیا۔ عباسؓ کے ایک بیٹے ان کی مشایعت کے لیے ساتھ گئے۔

رسولؐ نے خود فجر کی نماز مزدلفہ میں ادا کی۔ بعدازاں حجاج کو لے کر آگے آگے عقبہ تشریف لے گئے۔ آپ کے اونٹ پر فضلؓ آپ کے پیچھے بیٹھے تھے۔ یہی مقام تھا۔ یہی دن تھا بارہ سال پہلے جہاں خزرج کے لوگوں سے آپ کی ملاقات ہوئی تھی جنھوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کرلی تھی۔ اس طرح پہلے اور دوسرے عقبہ کی بیعت کی راہ ہموار ہوئی تھی۔ کنکریاں مارنے کے بعد جانور قربان کیے گئے۔ اور نبیؐ نے ایک شخص کو طلب کیا کہ آپ کا سر مونڈ دے۔ حجاج آپ کے گرد اکٹھا ہوگئے اس امید میں کہ آپ کے بالوں کی کوئی لٹ حاصل کرلیں گے۔ ابوبکرؓ نے بعد کے زمانے میں اس فرق کا تذکرہ کیا جو اُحُد کے خالد، خندق کے خالد اور اب

toobaa-elibrary.blogspot.com



(حجۃ الوداع) کے خالدؓ میں پایا گیا۔۔۔۔ خالدؓ نے عرض کیا، اللہ کے رسولؐ اپنے گیسوؤں کی لٹ میرے سوا کسی کو نہ دیجئے۔ میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں۔ اور جب وہ لٹ نبیؐ نے ان کو دے دی تو انھوں نے اس کو ادب و احترام کے ساتھ اپنے ہونٹوں اور آنکھوں سے لگا لیا۔

نبیؐ نے زائرین کو حکم دیا کہ کعبے کو جائیں اور پھر وہ رات اور اگلی دو راتیں منیٰ میں گزارنے کے لیے واپس آئیں۔ آپؐ خود سہ پہر کے آخر تک رُکے رہے۔ بعد ازاں عائشہؓ کو چھوڑ کر آپؐ کی تمام ازواج آپؐ کے ساتھ مکہ گئیں۔ عائشہؓ طہارت کی حالت میں نہ تھیں۔ چند دنوں بعد جب وہ اس قابل ہوئیں تو آپؐ نے ان کو حدودِ حرم سے باہر بھیج دیا۔ ان کے بھائی عبدالرحمٰنؓ ان کے ساتھ گئے۔ وہاں انھوں نے تازہ غسل کیا اور مکے جا کر کعبے کا طواف کیا۔

یمن کی مہم ختم کرنے کے بعد تین سو سواروں کا دستہ جس کو نبیؐ نے رمضان کے مہینے میں روانہ کیا تھا۔ اب جنوب کی جانب سے مکہ پہنچ رہا تھا۔ علیؓ اپنے دستے کے آگے سوار چل رہے تھے۔ انھیں بڑا اشتیاق تھا کہ جس قدر جلد ہو سکے نبیؐ سے ملاقات ہو جائے اور آپؐ کے ساتھ حج کر لیں۔ مالِ غنیمت میں سے (اسلامی) ریاست کے پانچویں حصے میں خاصی ململ تھی۔ جس سے پوری فوج کو لباس مہیا کیا جا سکتا تھا لیکن علیؓ فیصلہ کر چکے تھے کہ بغیر ہاتھ لگائے اس کو نبیؐ کی خدمت میں پیش کر دیا جائے۔ ان کی غیر موجودگی میں اس شخص کو جسے انھوں نے اس ململ کا نگراں بنایا تھا، بہلا پھسلا کر راضی کر لیا گیا کہ ہر شخص کو اس ململ سے ایک نیا لباس مہیا کر دیا جائے۔ ان کو لباس کی تبدیلی کی بڑی حاجت تھی۔ وہ لوگ تقریباً تین ماہ سے گھر سے باہر تھے جب وہ شہر میں داخل ہونے سے زیادہ دور نہ تھے۔ علیؓ سوار ہو کر اُن سے ملنے نکلے اور اس تبدیلی کو دیکھ کر جو لباس میں واقع ہوئی تھی، حیرت میں پڑ گئے۔ "میں نے

toobaa-elibrary.blogspot.com


ان کو یہ لباس دیا ہے۔" نائب کمان دار نے کہا "تاکہ جب وہ لوگوں میں جا ملیں تو ان کا لباس شستہ شائستہ اور لائقِ دید نظر آئے۔" وہ سب جانتے تھے کہ مکے میں ہر شخص ضیافت کے اعزاز میں اپنا بہترین لباس زیب تن کیے ہوگا۔ وہ چاہتے تھے کہ خود بھی بہترین لباس میں نظر آئیں۔ علیؓ نے محسوس کیا کہ وہ اس قسم کی آزادی کو برداشت نہیں کر سکتے۔ انھوں نے حکم دیا کہ وہ اپنے پہلے کپڑے پھر پہن لیں اور نئے کپڑے مالِ غنیمت میں دوبارہ واپس کر کے شامل کر دیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ فوج میں ناراضگی پھیل گئی۔ نبیؐ نے سنا اور فرمایا "اے لوگو، علیؓ کو الزام نہ دو۔ اس لیے کہ وہ اللہ کی راہ میں حد سے زیادہ دیانت دار ہیں۔" لیکن یہ الفاظ کافی نہ تھے یا ہو سکتا ہے کہ سب کے کانوں تک نہ پہنچے ہوں۔ ناراضگی جاری رہی۔

مدینہ واپس ہوتے ہوئے سپاہیوں میں سے ایک نے نبیؐ سے بڑی تلخی کے ساتھ علیؓ کی شکایت کی۔ آپ کے چہرے کا رنگ بدل گیا آپ نے فرمایا "کیا میں اہل ایمان پر ان کی جان سے زیادہ حق نہیں رکھتا؟" اور جب اس شخص نے اثبات میں جواب دیا تو آپ نے مزید کہا "جس سے قریب ترین میں ہوں اس سے قریب ترین علیؓ ہیں۔" بعد میں دورانِ سفر جب غدیر خم پر ٹھہرے تو آپ نے لوگوں کو اکٹھا کیا اور علیؓ کا ہاتھ پکڑ کر وہی الفاظ دہرائے اور اس پر مزید اس دعا کا اضافہ کیا۔ "اے اللہ اُس کا دوست رہ جو اس کا دوست ہو اور اُس کا دشمن رہ جو اس کا دشمن ہو۔" چناں چہ علیؓ کے خلاف جو آوازیں بلند ہو رہی تھیں وہ خاموش ہو گئیں۔

گزشتہ سال جو وفود آئے تھے ان میں سے ایک یمامہ میں عیسائی قبیلے کا بنی حنیفہ کا وفد تھا جن کا علاقہ نجد کے مشرقی سرحد کے برابر برابر تھا۔ انھوں نے اسلام میں داخل ہونے پر رضامندی کا اظہار کر دیا تھا لیکن اب ان کے ایک آدمی نے جس کا نام مسیلمہ تھا دعویٰ کیا کہ وہ خود بھی نبی ہے اور حجاج کے مکہ سے واپسی کے

toobaa-elibrary.blogspot.com



تھوڑے ہی دن بعد دو قاصد یمامہ سے ایک خط لائے ”اللہ کے رسول مسیلمہ کی جانب سے اللہ کے رسول محمدؐ کی جانب ۔ آپ پر سلام ہو۔ مجھ سے کہا گیا ہے کہ اختیارات میں آپ کا حصہ دار ہوں۔ آدھی زمین ہماری ہے اور آدھی قریش کی۔ حالانکہ وہ غاصبانہ حرکت کرنے والے لوگ ہیں۔“ نبیؐ نے قاصدوں سے پوچھا اس معاملے میں ان کا کیا خیال ہے۔ انھوں نے کہا ہمارا بھی وہی خیال ہے جو اس کا ہے۔ نبیؐ نے فرمایا ”خدا کی قسم اگر یہ بات نہ ہوتی کہ قاصدوں کو قتل نہ کیا جانا چاہیے۔ تو میں تمھارا سر قلم کر دیتا۔“ بعد ازاں آپؐ نے خط املا کیا کہ ان کے آقا کو دے دیا جائے۔ ”اللہ کے رسول محمدؐ کی جانب سے مسیلمہ کذاب کے نام۔ سلامتی ہو اس پر جو راہِ ہدایت کی پیروی کرے۔ یقیناً زمین اللہ کی ہے۔ وہ اپنے جس بندے کو چاہتا ہے اس کا وارث بناتا ہے اور انجام کار متقیوں کے حق میں ہے۔“

اس زمانے میں دو اور جعل ساز اٹھے۔ بنی اسد کا ایک سردار طلیحہ اور یمن کا اسود ابن کعب ــــ یمنی کو ایک مختصر کامیابی ہوئی اور اس نے ایک وسیع رقبے پر تیزی سے کنٹرول حاصل کر لیا لیکن اس کے گھمنڈ نے اس کے بہت سے متبعین کو اس کے خلاف کر دیا اور چند مہینوں کے بعد اس کو قتل کر دیا۔ طلیحہ کو خالدؓ نے بالآخر شکست دے دی اور دعویٔ نبوت ترک کر کے وہ اسلام کے لیے ایک طاقت بن گیا۔ جہاں تک مسیلمہ کا تعلق ہے اس کے مقدر میں تھا کہ وحشی کے نیزے سے اس کا جسم چھیدا جائے اور اسی دوران نُسَیبہ کے بیٹے عبداللہ نے اپنی تلوار سے ایک مہلک وار اس پر کر دیا لیکن یہ شکست کئی ماہ بعد وقوع پذیر ہوئی۔ فی الحال حج کا چاند غروب ہوا اور ہجرت کا گیارہواں سال شروع ہوا۔ یہ سارے فریبی اسلام کے لیے مضمر خطرے کی حیثیت رکھتے تھے۔ ان کے علاوہ قبیلۂ تمیم کی ایک عورت بھی تھی جس کا نام سجاح تھا۔ اس نے دعویٰ کیا کہ وہ نبیہ ہے لیکن نبیؐ ان سب کے خلاف کسی فوری

toobaa-elibrary.blogspot.com



اقدام کی جانب مائل نہ تھے۔ آپ کی توجہ شمال کی جانب تھی اور صفر کے آخری دنوں میں جو سال کا دوسرا مہینہ تھا یعنی مئی ۶۳۲ء میں آپ نے فیصلہ کیا کہ وقت آگیا ہے کہ موتہ کی شکست کو فتح سے بدلا جائے۔ آپ نے حکم دیا کہ شام کے ان قبائل کے خلاف مہم کی تیاریاں کی جائیں جو زیدؓ اور جعفرؓ کی شہادت کے موقع پر روم کی شاہی فوج کے دائیں بائیں لگے ہوئے تھے آپ نے زیدؓ کے بیٹے اسامہؓ کو بلایا اور اگرچہ وہ کمسن تھے ان کو تین ہزار نفر فوج کا کمانڈر مقرر کر دیا۔

---

## حوالہ جات، حواشی، تشریحات

۱۔ بخاری: ۶۱/ ۲۵

۲۔ واقدی: ۱۰۹۷

۳۔ ایضاً: ۱۱۰۰

۴۔ ۵: ۱۳

۵۔ ابن اسحٰق: ۹۶۹

۶۔ واقدی: ۱۱۰۸

toobaa-elibrary.blogspot.com



باب ۔۸۴

# انتخاب

نبی صلی اللہ علیہ وسلم برابر جنت کا ذکر کیا کرتے تھے اور جب آپ ایسا کرتے تو ایسے شخص کے انداز میں جو اس چیز کو دیکھ رہا ہو جس کا وہ بیان کر رہا ہے۔ اس تاثر کی تصدیق دوسری باتوں سے بھی ہوتی تھی۔ مثال کے طور پر ایک بار آپ نے ہاتھ پھیلایا جیسے کسی چیز کو لینا چاہتے ہوں اور پھر پیچھے ہٹا لیا۔ آپ نے کہا کچھ نہیں لیکن کچھ لوگ جو اس وقت آپ کی خدمت میں حاضر تھے انھوں نے آپ کے

toobaa-elibrary.blogspot.com



اس عمل کو دیکھا اور اس کے بارے میں آپؐ سے سوال کیا۔ آپؐ نے فرمایا "میں نے جنت کو دیکھا اور میں نے اس کے ایک خوشۂ انگور کے لیے ہاتھ پھیلایا۔ اگر میں نے اس کو لے لیا ہوتا تو تم اس کو اس وقت تک کھاتے جب تک کہ یہ دنیا باقی رہتی ہے" وہ آپؐ کے بارے میں یہ خیال کرنے کے عادی ہو گئے تھے کہ آپؐ کی ہستی ایک طرح پہلے ہی سے حیاتِ اُخروی میں ہے۔ شاید کچھ حد تک یہی وجہ تھی کہ جب آپؐ نے اپنی موت کا ذکر کیا اور بالواسطہ یہ اشارہ فرمایا ـــــ جیسا کہ آپؐ کبھی کبھی کیا کرتے تھے کہ وہ آنے والی ہی ہو سکتی ہے تو آپؐ کے الفاظ کا ان پر کم اثر ہوا۔ مزید براں، اس کے باوجود کہ آپؐ کی عمر تریسٹھ سال ہو چکی تھی۔ آپؐ اب بھی کہیں زیادہ نوجوان آدمی کا قد و قامت اور شادابی رکھتے تھے۔ آپؐ کی آنکھیں ابھی روشن تھیں اور آپؐ کے سیاہ بالوں میں دو ہی تین بال سفید تھے۔ تاہم ایک موقع پر آپؐ کی ایک بات ـــ جب آپؐ اپنی ازواج کے درمیان تشریف فرما تھے ـــــ خاصی بدفال تھی۔ وہ بات یہ سوال تھا کہ دوسری دنیا میں ان میں سے کون سب سے پہلے آپؐ سے جا ملے گا؟ آپؐ نے جواب دیا "وہ جس کا ہاتھ لمبا ہو گا۔ وہ سب سے جلد مجھ سے ملے گا" یہ سننا تھا کہ وہ سب ایک دوسرے کے بالمقابل اپنا بازو ناپنے لگیں۔ ایسا خیال ہے ـــ اگرچہ اس کی کوئی دستاویزی شہادت نہیں ہے ـــ کہ اس مقابلے میں سودہؓ فتح مند ہوئیں۔ کیوں کہ وہی سب سے لمبی اور عمومی طور پر سب سے بھاری بھرکم تھی۔ دوسری جانب ایک پستہ قد خاتون تھیں اور ویسا ہی ان کا بازو بھی تھا لیکن ان سب سے پہلے زینبؓ کا انتقال ہوا۔ (نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے) کوئی دس سال بعد۔ اس وقت ازواجِ مطہرات کو پتا چلا کہ لمبے ہاتھ والی سے نبیؐ کی مراد اللہ کی راہ میں زیادہ خرچ کرنے والی سے تھی۔ کیوں کہ زینبؓ انتہائی کشادہ دست تھیں اپنی ایک پیش رو کی مانند جن کا نام بھی یہی تھا اور جن کو (اپنی اسی صفت کی بنا پر)

toobaa-elibrary.blogspot.com



اُم المساکین کہا جاتا تھا۔

ایک رات جب نبیؐ کے شامی مہم کی تیاریوں کا حکم دینے پر زیادہ دن نہیں گزرے تھے ــــ اور فوج کی روانگی سے پہلے ــــ آپؐ نے اپنے ایک آزاد کردہ غلام کو قریب شام طلب کیا ــــ ان کا نام ابو مُوَاہِبَہؓ تھا اور فرمایا "مجھے حکم دیا گیا ہے کہ اہلِ قبور کے لیے دعائے مغفرت کروں۔ اس لیے میرے ساتھ آؤ" دونوں ایک ساتھ چلے اور بقیع پہنچے تو نبیؐ نے فرمایا "السّلام علیکم یا اہلِ القبور! خوش رہو اس موجودہ حال میں تمہارا حال کتنا بہتر ہے ان لوگوں کے مقابلے میں جو ابھی بقیدِ حیات ہیں: نفاق وافتراق کی آمد ہے ایسی جیسے ظلمت، بداماں امواج بالکل ایک دوسرے کے پیچھے بھی' اور ہر ایک دوسرے سے بدتر بھی" پھر آپؐ نے ابو مُوَاہِبَہ کی جانب رُخ کیا اور فرمایا "مجھے اس دنیا کے خزانوں کی کنجیاں اور یہاں حیاتِ جاوداں اور ساتھ ہی اس کے بعد جنت اور مجھے آزادی دی گئی ہے کہ میں (دونوں میں سے کسی ایک کو) پسند کروں۔ میں نے اپنے رب سے ملاقات اور جنت کا انتخاب کر لیا ہے"۔

ابو مُوَاہِبَہؓ نے کہا "لے لیجیے اس دنیا کے خزانوں کی کنجیاں۔ یہاں کی زندگیٔ جاوید اور جنّت" لیکن آپؐ نے فرمایا "میں پہلے ہی اپنے رب کی ملاقات اور جنّت کا انتخاب کر چکا ہوں"۔ بعد ازاں آپؐ نے بقیع کے مُردوں کے لیے دعائے مغفرت فرمائی۔[۳]

اس دن صبح سویرے یا شاید اگلے دن آپؐ کے سر میں شدید درد ہوا ایسا کہ اس سے پہلے کبھی نہ ہوا تھا لیکن اس کے باوجود آپؐ مسجد تشریف لے گئے اور نماز کی امامت فرمانے کے بعد منبر پر تشریف لے جا کر آپؐ نے شہدائے اُحُد کے لیے دعا فرمائی اس انداز میں ــــ یہی بعد میں بتایا گیا ــــ جیسے آپؐ یہ عمل آخری بار کر رہے ہوں۔ پھر آپؐ نے فرمایا "اللہ کے بندوں میں سے ایک بندہ ہے جس کو اللہ نے اختیار دیا ہے کہ خواہ وہ اس دنیا کا انتخاب کرے خواہ اُس دنیا کا جو اللہ کے

toobaa-elibrary.blogspot.com



ساتھ ہے اور بندے نے اسی کو چن لیا ہے جس میں اللہ کا ساتھ ہے۔" جب آپ نے یہ فرمایا تو ابوبکرؓ رونے لگے کیوں کہ وہ جان گئے کہ آپ اپنے ہی بارے میں فرما رہے ہیں، اور انتخاب کا مطلب ہے بہت قریبی زمانے میں آپ کی وفات۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ وہ سمجھ گئے ہیں چناں چہ ان کو ہدایت کرنے کے بعد کہ روئیں نہیں فرمایا "اپنی معیت اور اپنی داد و دہش کے ذریعہ میرے لیے سب سے زیادہ مددگار ابوبکرؓ رہے ہیں اور اگر (اپنے رب کے علاوہ) کسی مخلوق کو میں دوست بناتا تو وہ ابوبکرؓ ہوتے ـــــ لیکن ہماری معیت عقیدہ و ایمان کی معیت اور برادری ہے یہاں تک کہ اللہ اپنے حضور ہم سب کو بلائے۔" یہی موقع تھا جب آپ نے مسجد کے گرد بہت سے ذاتی مکانات کے کھلنے والے دروازوں پر نگاہ ڈالتے ہوئے فرمایا "دیکھو یہ دروازے جو مسجد میں کھلتے ہیں ان کو بند کر دو سوا ابوبکرؓ کے دروازے کے"۔ منبر چھوڑنے سے پہلے فرمایا "میں تم سے پہلے جاتا ہوں اور میں تمہارا گواہ ہوں۔ میری تم سے ملاقات کوثر پر ہوگی جسے کو میں یہاں سے جہاں میں کھڑا ہوں دیکھ رہا ہوں۔ مجھے اس بات کا اندیشہ نہیں ہے کہ اللہ کے علاوہ دوسروں کو بھی معبود بنالو گے لیکن میں تمہارے معاملے میں اس دنیا سے ڈرتا ہوں مبادا کہ تم دنیوی فائدوں کی خاطر ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی (رقیبانہ کشاکش کرنے لگو۔")

مسجد سے آپ میمونہؓ کے حجرے میں تشریف لے گئے۔ اس دن ان کی باری تھی جماعت سے ہم کلام ہونے کی وجہ سے تکان ہو گیا تھا اور آپ کا بخار بڑھ گیا تھا۔ ایک یا دو گھنٹے کے بعد آپ نے اس خواہش کے زیر اثر کہ عائشہؓ کو معلوم ہو جائے کہ آپ بیمار ہیں۔ آپ تھوڑی دیر کے لیے ان کے حجرے میں تشریف لے گئے۔ حضرت عائشہؓ کے سر میں بھی درد ہو رہا تھا۔ جب آپ ان کے حجرے میں پہنچے تو وہ کراہ رہی تھیں ـــــ "ہائے میرا سر" نبی نے فرمایا "نہیں عائشہؓ، یہ میرا سر ہے" لیکن آپ نے ان پر تجسس

toobaa-elibrary.blogspot.com



کے انداز میں ایک نگاہ ڈالی جیسے کہ آپؐ ان کے چہرے میں مہلک مرض کی علامت تلاش کر رہے ہوں۔ جب آپؐ کو کوئی علامت نہ ملی تو آپؐ نے فرمایا "میری خواہش تھی کہ ایسا ہو سکے ـــــ آپؐ کی مراد تھی ان کی موت ـــــ اس حال میں کہ میں زندہ ہوں ـــــ کہ میں تمھارے لیے رحمت و مغفرت کی دعا کر سکوں۔ تمھیں کفن دے سکوں اور تمھیں دفن کر سکوں۔" عائشہؓ کو نظر آ رہا تھا کہ آپؐ بیمار ہیں۔ آپؐ کی آواز اور لہجے سے وہ اندیشہ ناک ہوئیں۔ لیکن انھوں نے (اپنے اندیشوں کو) ہلکے انداز میں ٹالنے بہلانے کی کوشش کی اور آپؐ کے چہرے پر ہلکا سا تبسم لے آنے میں کامیاب ہو گئیں۔ بعدازاں آپؐ نے پھر دُہرایا "نہیں، بلکہ یہ ہے، ہائے میرا سر!" اور میمونہؓ کے حجرے میں تشریف لے گئے۔

آپؐ نے کوشش فرمائی کہ اپنے وہ معمولات قائم رکھیں جو صحت کی حالت میں آپؐ کے تھے۔ آپؐ ہمیشہ کی طرح مسجد میں نماز کی امامت فرماتے رہے لیکن آپؐ کی بیماری بڑھتی گئی۔ یہاں تک کہ وہ نوبت آئی کہ صرف بیٹھ کر آپؐ نماز ادا فرما سکتے تھے۔ آپؐ نے جماعت سے کہا کہ وہ بیٹھ کر نماز ادا کریں۔ جس بیوی کی باری تھی اس کے حجرے میں واپس ہو کر آپؐ نے ان سے سوال کیا۔ "میں کل کہاں ہوں گا؟" اور انھوں نے ان بیوی کا نام لے لیا جہاں آپؐ کو جانا تھا اور "پرسوں کہاں ہوں گا؟" آپؐ نے سوال کیا۔ انھوں نے جواب دے دیا لیکن ان کو خیال ہوا بار بار اس پوچھنے سے کہ شاید آپؐ عائشہؓ کے ساتھ ہونے کے لیے مضطرب ہیں۔ انھوں نے یہ بات دوسری ازواج سے بتائی۔ یہ جان کر وہ سب آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا "اللہ کے رسولؐ ہم سب اپنی باری اپنی بہن عائشہؓ کو دیتے ہیں۔" آپؐ نے ان کی پیش کش قبول کر لی لیکن اتنے کمزور ہو چکے تھے کہ بغیر مدد کے چل نہ سکتے تھے۔ اس لیے عباسؓ اور علیؓ آپؐ کو سہارا دے کر

toobaa-elibrary.blogspot.com



عائشہؓ کے حجرے میں لے گئے۔

آپؐ کو یہ اطلاع ملی کہ شامی مہم کے لیے اُسامہؓ جیسے نوجوان کے انتخاب پر بڑی تنقید ہو رہی ہے اور نتیجۃً تیاریوں میں ایک طرح کی سستی رونما ہے۔ آپؐ نے ضرورت محسوس فرمائی کہ اپنے ناقدین کو جواب دیں لیکن آپؐ کا بخار بہت تیز تھا اس لیے آپؐ نے اپنی ازواج سے فرمایا کہ مختلف کنووں کے پانی کی سات مشک آپؐ پر ڈالیں تاکہ (بخار کی شدت کم ہو) آپ باہر جا سکیں اور لوگوں کو شامی مہم کی تیاری پر آمادہ کر سکیں۔ حفصہؓ، عائشہؓ کے حجرے میں ایک برتن لے آئیں اور دوسری بیویاں پانی لے آئیں۔ آپؐ (ٹب قسم کے) برتن میں بیٹھ گئے۔ بیویاں آپؐ کے اوپر پانی انڈیلتی رہیں۔ پھر انھوں نے لباس تبدیل کرنے میں آپؐ کی مدد کی۔ آپؐ کے سر میں پٹی باندھی اور دو آدمی دونوں جانب سے سہارا دے کر آپؐ کو مسجد میں لے گئے۔ وہاں آپؐ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور جو لوگ اکٹھا ہوئے تھے ان سے خطاب فرمایا۔ آپؐ نے فرمایا "اے لوگو، اُسامہؓ کی فوج کو روانہ کرو کیونکہ ہر چند کہ تم کو ان کی قیادت پر اعتراض ہے جیسے اس سے پہلے ان کے باپؓ کی قیادت پر تھا۔ بایں ہمہ وہ سپہ سالاری کے اہل ہیں۔" آپؐ منبر سے اُترے اور پھر سہارا دے کر عائشہؓ کے حجرے میں پہنچا دیے گئے۔ جلدی سے تیاریاں کرلی گئیں اور اُسامہؓ اپنی فوج کے ساتھ جُرف کے مقام تک گئے۔ وہاں انھوں نے کیمپ کیا۔ یہ مقام مدینے کے شمال میں تقریباً تین میل کے فاصلے پر ہے۔

اگلی نماز کی اذان کے وقت نبیؐ نے محسوس کیا کہ آپؐ امامت نہیں کر سکتے خواہ بیٹھے ہی رہیں۔ اس لیے آپؐ نے اپنی ازواج سے فرمایا کہ ابوبکرؓ سے کہو کہ نماز میں لوگوں کی امامت کریں لیکن عائشہؓ کو اندیشہ تھا کہ ان کے والد کو نبیؐ کے مقام پر کھڑا ہونے میں بڑی تکلیف ہوگی۔ انھوں نے کہا "اللہ کے رسولؐ ابوبکرؓ بہت حساس آدمی ہیں۔ ان

toobaa-elibrary.blogspot.com



کی آواز بھی بہت طاقت ور نہیں ہے۔ قرآن کی تلاوت کرتے ہیں تو ان پر بڑی رقت طاری ہو جاتی ہے۔" نبیؐ نے فرمایا "ان سے کہو کہ نماز کی امامت کریں۔" جیسے عائشہؓ نے ان سے کچھ کہا ہی نہ ہو۔ انھوں نے دوبارہ کوشش کی۔ اس بار مشورہ دیا کہ عمرؓ آپؐ کی جگہ لیں آپؐ نے دوبارہ فرمایا "ابوبکرؓ سے کہو کہ نماز کی امامت کریں۔" عائشہؓ نے حفصہؓ کی جانب ملتجی نگاہوں سے دیکھا۔ اب حفصہؓ نے بولنا شروع کیا لیکن نبیؐ نے انھیں یہ کہہ کر خاموش کر دیا "تم ان عورتوں کی مانند ہو جنھوں نے حضرت یوسفؑ کو گھیر لیا تھا۔ ابوبکرؓ سے کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ الزام دینے والوں کو عیب چینی کرنے دو اور حوصلہ مندوں کو توقعات رکھنے دو۔ اللہ اور اہل ایمان اس کے علاوہ دوسرا بندوبست قبول نہ کریں گے۔" آپؐ نے آخری جملہ تین بار دہرایا اور آپؐ کی علالت کے دنوں میں ابوبکرؓ نماز کی امامت کرتے رہے۔

نبیؐ بیشتر اوقات عائشہؓ کے سینے پر یا گود میں سر رکھے لیٹے رہتے تھے لیکن جب فاطمہؓ آجاتی تھیں تو وہ ذرا ادھر اُدھر ہٹ جاتی تھیں تاکہ باپ بیٹی کچھ تنہا ایک ساتھ رہ سکیں ایسے ہی ایک موقع پر عائشہؓ نے دیکھا کہ آپؐ بیٹی کے کان میں کچھ کہہ رہے ہیں اس پر وہ رونے لگیں۔ بعدازاں آپؐ نے کوئی راز کی بات ان کے کان میں کہی اور وہ آنسوؤں کے درمیان مسکرا اٹھیں۔ جب وہ واپس جا رہی تھیں، عائشہؓ نے ان سے پوچھا کہ آپؐ نے اُن سے کیا کہا۔ انھوں نے جواب دیا "وہ راز کی بات ہے جس کو افشا نہیں کر سکتی ہوں۔" لیکن بعد میں انھوں نے بتایا کہ نبیؐ نے ان سے فرمایا تھا کہ اس بیماری میں جس میں آپؐ کی وفات ہوئی، "وفات پا جائیں گے" اس لیے میں رو دی۔ بعدازاں آپؐ نے مجھ سے بتایا کہ آپؐ کے کنبے میں پہلی میں ہوں گی جو ان کے بعد ہی پہنچوں گی۔ اس لیے میں ہنس دی۔"

بیماری کے دوران آپؐ بڑے کرب سے دوچار رہے اور ایک دن جب آپؐ کا

toobaa-elibrary.blogspot.com



کرب انتہا کو پہنچا ہوا تھا آپؐ کی زوجہ صفیہؓ نے آپؐ سے عرض کیا "اے اللہ کے نبیؐ کاش یہ تکلیف مجھ کو ہوتی جو آپؐ کو ہے"۔ اس پر دوسری بیویوں نے ایک دوسرے کو معنی خیز انداز میں دیکھا اور ایک دوسرے سے سرگوشی کرتے ہوئے کہا "یہ منافقت ہے"۔ نبیؐ نے ان کی طرف دیکھا اور فرمایا "جاؤ، اپنا منہ صاف کرو"۔ انھوں نے دریافت کیا "کیوں؟" آپؐ نے فرمایا "اس لیے کہ تم اپنی ساتھی کے ساتھ بدسلوکی کر رہی ہو۔ خدا کی قسم وہ بالکل سچ کہہ رہی ہیں اور پورے اخلاص سے کہہ رہی ہیں"۔ ۳۳

اُم ایمنؓ برابر آپؐ کی خدمت میں موجود رہتیں اور اپنے بیٹے کو آپؐ کی حالت کی اطلاع دیتی رہتیں۔ اُسامہؓ پہلے ہی فیصلہ کر چکے تھے کہ وہ اب جُرف سے مزید آگے نہ جائیں گے۔ یہاں تک کہ اللہ فیصلہ فرمادے لیکن ایک صبح ایسی خبر ملی کہ وہ مدینہ آگئے اور روتے ہوئے نبیؐ کی خدمت میں پہنچے۔ آپؐ اگرچہ پوری طرح ہوش میں تھے لیکن اتنے بیمار تھے اُس دن کہ بول نہ سکتے تھے۔ اُسامہؓ آپؐ کے اوپر جھکے اور آپؐ کو چوم لیا۔ نبیؐ نے ہاتھ اٹھایا۔ ہتھیلی اوپر کی جانب تھی۔ اللہ سے برکت مانگنے اور برکت پانے کے لیے۔ بعدازاں آپؐ نے ایسے اشارہ کیا جیسے آپؐ کے ہاتھ میں جو کچھ ہے اُس کو اُسامہؓ پر اُلٹ دے رہے ہیں۔ اُسامہؓ غمگین اپنے کیمپ واپس گئے۔

اگلا دن دوشنبہ تھا اور ربیع الاول کی بارہویں تاریخ اور اسلامی سن کا گیارہواں سال یعنی ۸ جون ۶۳۲ء۔ اُس صبح سویرے نبیؐ کا بخار کم ہو گیا اور حالانکہ آپؐ انتہائی کمزور ہو چکے تھے۔ نماز کی اذان نے آپؐ سے مسجد جانے کا فیصلہ کروا دیا۔ نماز شروع ہو چکی تھی۔ جب آپؐ مسجد میں داخل ہوئے تو لوگ آپؐ کو دیکھ کر خوشی کے مارے نماز چھوڑنے والے تھے کہ آپؐ نے اشارہ فرمایا کہ نماز جاری رکھیں۔ آپؐ ایک لمحہ کھڑے ان کو دیکھتے رہے اور ان کے چہروں پر عقیدت کے آثار کا مشاہدہ فرما کر خوشی سے آپؐ کا چہرہ چمک اٹھا۔ بعدازاں دمکتے ہوئے چہرے کے ساتھ آپؐ فضلؓ اور اپنے

toobaa-elibrary.blogspot.com


آزاد کردہ غلام ثوبانؓ کے سہارے آگے بڑھے۔ انسؓ نے کہا "میں نے کبھی بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے پر ایسا جمال نہیں دیکھا جیسا کہ اس گھڑی تھا۔" ابوبکرؓ کو اپنے پیچھے صفوں میں ہلچل کا احساس ہو گیا تھا۔ وہ جانتے تھے کہ اس کی ایک ہی وجہ ہو سکتی ہے اور وہ شخص جس کو وہ قریب آتا محسوس کر رہے تھے یقیناً نبیؐ ہی ہوں گے۔ اس لیے بغیر اپنا رُخ موڑے ہوئے وہ پیچھے ہٹے لیکن نبیؐ نے اپنا ہاتھ ان کے کندھے پر رکھا اور یہ کہتے ہوئے انھیں صف کے آگے کر دیا "تم ہی نماز کی امامت کرتے رہو۔" اس اثنا میں آپؐ ابوبکرؓ کے دائیں طرف بیٹھ گئے اور بیٹھے بیٹھے نماز ادا فرمائی۔

اس بظاہر صحت یابی پر بڑی خوشی منائی گئی اور نماز کے تھوڑی ہی دیر بعد اُسامہؓ اپنی چھاؤنی سے آ پہنچے۔ وہ آئے تو اس اندیشے سے کہ نبیؐ کی علالت نے مزید شدت اختیار کر لی ہوگی لیکن آپؐ کو بہتر دیکھ کر ان کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی۔ اللہ کے رسولؐ نے ان سے کہا "اللہ کی برکت کے ساتھ روانہ ہو جاؤ۔" اس لیے اُسامہؓ آپؐ سے رخصت ہوئے اور سوار ہو کر جُرف واپس گئے۔ وہاں انھوں نے اپنے آدمیوں سے کہا کہ شمال کی جانب کوچ کی تیاری کریں۔ اس اثنا میں ابوبکرؓ نے بالائی مدینہ جانے کی اجازت حاصل کر لی تھی۔ اسماء (بنت عمیس) سے شادی ہونے سے پہلے قبیلہ خزرج کے خارجہ کی بیٹی حبیبہؓ سے ان کی منگنی ہو چکی تھی۔ خارجہ وہ صاحب تھے جن کے یہاں نخلستان پہنچنے پر دس سال پہلے وہ مقیم رہے تھے اور ابھی کچھ دنوں پہلے اس لڑکی سے ابوبکرؓ کی شادی ہو گئی تھی۔ حبیبہؓ اب بھی سُنح کے مقام پر اپنے خاندان کے ساتھ رہتی تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے کر وہ اُن سے ملنے گئے۔

نبیؐ (نماز کے بعد) فضلؓ اور ثوبانؓ کے سہارے عائشہؓ کے حجرے میں واپس تشریف لے گئے۔ علیؓ اور عباسؓ آپؐ کے پیچھے پیچھے وہاں گئے لیکن زیادہ دیر وہاں

toobaa-elibrary.blogspot.com


رُکے نہیں اور جب وہ باہر آئے تو کچھ لوگوں نے جو ادھر سے گزر رہے تھے علیؓ سے پوچھا کہ نبیؐ کا کیا حال ہے۔ علیؓ نے کہا "الحمدللہ، بہتر ہیں"۔ لیکن جب سوال کرنے والے آگے بڑھ گئے تو عباسؓ نے علیؓ کا ہاتھ پکڑا اور کہا "میں بقسم کہتا ہوں کہ میں رسولؐ کے چہرے پر موت کی شکل پہچان رہا ہوں۔ میں اپنے قبیلے کے لوگوں کے چہروں پر ہمیشہ موت کے آثار کی شناخت کر لینے کی اہلیت رکھتا رہا ہوں۔ اس لیے آؤ ہم اُن سے بات کریں اگر ان کا اختیار و اقتدار ہم کو تفویض ہوتا ہے تو ہمیں معلوم ہو جائے گا اور اگر کسی دوسرے کو تفویض ہوتا ہے تو ہم آپؐ سے درخواست کریں گے کہ وہ لوگوں سے ہماری سفارش کریں کہ وہ ہم سے اچھا برتاؤ کریں"۔ لیکن علیؓ نے کہا "خدا کی قسم میں تو اس معاملے میں اللہ کے رسولؐ سے بات نہ کروں گا اس لیے کہ اگر انھوں نے اختیار و اقتدار کو ہم سے روک رکھا تو پھر کبھی بھی لوگ یہ اختیار ہمارے حوالے نہ کریں گے۔" ۱۹۰

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اب اپنے بستر پر آ گئے تھے۔ آپؐ لیٹے ہوئے تھے۔ آپؐ کا سر عائشہؓ کے سینے پر تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے آپؐ کی ساری طاقت جواب دے چکی ہو۔ اس کے باوجود جب عائشہؓ کے بھائی عبدالرحمٰنؓ ایک مسواک ہاتھ میں لیے حجرے میں داخل ہوئے تو انھوں نے دیکھا کہ نبیؐ اس کو اس انداز سے دیکھ رہے ہیں جیسے مسواک کرنا چاہتے ہوں۔ چنانچہ عائشہؓ نے بھائی کے ہاتھ سے مسواک لے لی۔ اور اس کو نرم کرنے کے لیے اپنے منہ میں رکھ کر کچلا۔ بعد ازاں نبیؐ کو دے دیا۔ آپؐ نے کمزوری کے باوجود اس کو خوب اچھی طرح دانتوں پر رگڑا۔

زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ آپؐ پر غشی طاری ہو گئی اور عائشہؓ نے سمجھا کہ نزع کی حالت ہے لیکن ایک گھنٹے کے بعد آپؐ نے آنکھیں کھولیں تب ان کو یاد آیا کہ آپؐ نے ان سے فرمایا تھا کہ کوئی نبی مرتا نہیں ہے جب تک کہ جنت میں اس کو

toobaa-elibrary.blogspot.com



اپنا مقام دکھلانہ دیا جائے اور اس کو انتخاب کی یہ آزادی نہ دے دی جائے کہ چاہے اس دنیا میں رہے چاہے تو موت سے ہمکنار ہو۔ وہ جان گئیں کہ یہ ضابطہ پورا کیا گیا اور اب آپ کا یہ آنکھ کھولنا آخرت کے مشاہدے سے واپسی کی علامت ہے۔

انھوں نے اپنے جی میں کہا وہ اب ہمارا انتخاب نہ کریں گے۔ پھر انھوں نے آپ کو زیر لب فرماتے سنا الی الرفیق الاعلیٰ فی الجنۃ ان لوگوں کے ساتھ جن کو اللہ نے اپنے فضل سے نوازاہے انبیاء، صلحاء، صدیقین اور شہداء کی رفاقت کے لیے سب سے بہتر وہ ہیں۔ۃ دوبارہ انھوں نے آپ کو زیر لب فرماتے سنا الی رفیق الاعلیٰ۔ یہ آخری الفاظ تھے جو آپ کی زبان سے ادا ہوئے جو انھوں نے سنے۔ بتدریج آپ کا سر ان کے سینے پر وزنی ہوتا گیا۔ یہاں تک کہ دوسری ازواج نے رنج و غم کا اظہار کرنا شروع کر دیا۔ عائشہؓ نے آپ کا سر تکیے سے لگا دیا اور انہی کے ساتھ خود گریہ وزاری میں شامل ہو گئیں۔

---

## حوالجات، حواشی، تشریحات

ۃ بخاری: ۸/۱۶

ۃ ابن سعد: ۶۔۷/۲

ۃ ابن اسحٰق: ۱۰۰۰

ۃ ابن اسحٰق: ۱۰۰۶

ۃ حوض کوثر: وہ آسمانی دریا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا گیا ہے۔ اس سے ایک چشمہ نکلتا ہے۔ وہ چشمہ ایک جھیل ہے جہاں جنت داخل ہوتے وقت اہل ایمان اپنی پیاس بجھائیں گے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com


۶ بخاری: ۷۳/۱۷۲

۷ ابن سعد: ۲/۲، ۳۰

۸ جب کسی قدر تاخیر سے یہ مہم سر ہوئی تو اسامہؓ نے ان الفاظ کی صداقت ثابت کر دی۔

۹ اشارہ ہے زلیخا اور اس کی دیدہ دلیر سہیلیوں کی جانب۔ ق: ۱۲/۶، ۳-۳۱

۱۰ ابن سعد: ۲/۲، ۲۰

۱۱ بخاری: ۶۲/۱۲

۱۲ ابن سعد: ۸۔ ۹۱

۱۳ ابن اسحٰق: ۱۰۱۱

۱۴ ق: ۳/۶۴

۱۵ ابن سعد: ۲/۲، ۲۷

toobaa-elibrary.blogspot.com



# جانشینی

# اور

# تدفین

وہ آثار جو پہلے عباسؓ نے دیکھے تھے جلد ہی دوسروں پر بھی ظاہر ہو گئے اور وقت آخر آنے سے پہلے ہی اُم ایمنؓ نے اپنے بیٹے کے پاس کہلا بھیجا تھا کہ نبیؐ وفات فرما رہے ہیں۔ اس وقت تک شمال کی جانب کوچ کے لیے خیمے اکھاڑے جا چکے تھے (مگر اب) اُسامہؓ نے فی الفور مدینہ واپس ہونے کے احکام صادر کر دیئے۔ بہت سے سن رسیدہ صحابہ بشمول عمرؓ فوج

toobaa-elibrary.blogspot.com


میں شامل تھے۔ جب شہر پہنچنے پر انھیں خبر ملی کہ وفات ہو چکی ہے تو عمرؓ نے اس پر یقین کرنے سے انکار کر دیا۔ انھیں قرآن کی ایک آیت کی تاویل کرنے میں سہو ہوا تھا۔ ان کا خیال تھا کہ اس آیت کا منشا یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان سب، ان کے بعد آنے والی نسلوں اور ان کے بعد تک باحیات رہیں گے۔ وہ مسجد میں جا کھڑے ہوئے اور انھوں نے لوگوں کو مخاطب کر کے یقین دلایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم محض روحانی طور پر اس دنیا سے غیر حاضر ہوئے ہیں اور واپس تشریف لے آئیں گے۔ جب وہ لوگوں سے اس طرح خطاب کر رہے تھے ابوبکرؓ گھوڑے پر سوار ہو کر سُخ سے آپہنچے۔ کیونکہ یہ خبر جلد ہی سارے نخلستان میں پھیل گئی تھی۔ کسی سے بات کرنے کے لیے رُکے بغیر وہ سیدھے بیٹی کے گھر گئے، اور وہ عبا جس سے جسم مبارک ڈھکا ہوا تھا آپ کے چہرے سے ہٹائی غور سے ایک ٹک دیکھتے رہے اور پھر آپ کی پیشانی کا بوسہ لے لیا اور فرمایا "میرے ماں اور باپ سے زیادہ (مجھ کو) عزیز، آپ نے موت کا مزہ چکھ لیا جس کا فیصلہ اللہ نے آپ کے حق میں فرمایا۔ اس کے بعد کسی موت سے آپ کو دوچار ہونا نہیں ہے۔" انھوں نے احترام کے ساتھ پھر آپ کے چہرے کو عبا سے ڈھک دیا اور اس مجمع کی طرف چلے گئے جس کو عمرؓ اب بھی خطاب کر رہے تھے قریب پہنچے۔ انھوں نے کہا "ذرا ٹھہرو عمرؓ، میری بات سنو۔" عمرؓ نے ان کی بات پر کوئی توجہ نہ دی اور اپنی ہی بات کہتے رہے۔ لیکن ابوبکرؓ کی آواز پہچان کر لوگ عمرؓ کو چھوڑ کر ایک نسبتاً زیادہ سن وسال کے آدمی کی بات سننے کے لیے مڑے۔ اللہ کی حمد وثنا کے بعد انھوں نے کہا ——— "اے لوگو! جو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی عبادت کرتا تھا ——— وہ سن لے ——— کہ بلاشبہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی وفات ہو چکی ہے اور جو اللہ کی بندگی کرتا رہا ہے ——— تو ہاں ——— بالیقین اللہ

toobaa-elibrary.blogspot.com



زندہ جاوید ہے اس کے لیے موت نہیں۔ بعدازاں آپؓ نے ان آیات کی تلاوت فرمائی جو غزوۂ اُحد کے بعد نازل ہوئی تھیں ___ "محمدؐ اس کے سوا کچھ نہیں کہ بس ایک رسول ہیں۔ ان سے پہلے اور رسول گزر چکے ہیں۔ پھر کیا اگر وہ مر جائیں یا قتل کر دیے جائیں تو تم الٹے پاؤں پھر جاؤ گے؟ یاد رکھو! جو اُلٹا پھرے گا وہ اللہ کا کچھ نقصان نہ کرے گا۔ البتہ جو اللہ کے شکرگزار بندے بن کر رہیں گے انھیں وہ اس کی جزا دے گا۔"

ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اُس دن ابوبکرؓ کی تلاوت سے پہلے لوگوں کو اس آیت کے نزول کی اطلاع ہی نہ تھی۔ آپ سے سنتے ہی یہ آیات لوگوں کے زبان زد ہوگئیں۔ عمرؓ نے بعد کے دنوں میں اپنا تاثر بیان کرتے ہوئے کہا "جب میں نے ابوبکرؓ کو ان آیات کی تلاوت کرتے سنا تو بھونچکا ہو کر زمین پر گر پڑا۔ میرے پیر مجھے سہارا دینے سے قاصر تھے ___ اور مجھے معلوم ہوگیا کہ اللہ کے رسول وفات پاچکے!"

علیؓ اب اپنے گھر واپس جاچکے تھے۔ ان کے ساتھ زبیرؓ اور طلحہؓ تھے۔ باقی مہاجرین ابوبکرؓ کے گرد جمع ہوگئے۔ اُسیدؓ اور ان کے قبیلے کے بہت سے لوگ بھی اس مجمع میں آملے لیکن بیشتر انصار ___ قبیلۂ اوس اور خزرج دونوں کے ___ ثقیفۂ بنی ساعدہ میں اکٹھا ہوئے۔ اس قبیلے کے سردار سعدؓ بن عبادہ تھے۔ ابوبکرؓ و عمرؓ کو اطلاع ملی کہ وہ اس سوال پر وہاں بحث کررہے ہیں کہ اب جبکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم وفات پاچکے ہیں اختیار و اقتدار کا حامل کس کو ہونا چاہیے۔ انھوں نے آپؐ کے اقتدار کو برضا و رغبت تسلیم کیا تھا لیکن آپؐ کی غیر موجودگی میں ان میں سے بیشتر کا جھکاؤ اس رائے کی طرف تھا کہ قابلہ کی اولاد پر حکومت یثرب کے کسی شخص کی ہونی چاہیے اور ایسا لگتا تھا کہ بس اب وہ سعدؓ کی بیعت کرنے ہی جارہے ہیں۔

toobaa-elibrary.blogspot.com



حضرت عمرؓ نے ابوبکرؓ پر زور دیا کہ ان کے ساتھ ثقیفہ چلیں۔ ابوعبیدہؓ ان کے ساتھ گئے۔ سعدؓ بیمار تھے اور ثقیفہ (چوپال) کے وسط میں لیٹے تھے۔ جسم کے گرد ایک عبا لپٹی ہوئی تھی۔ ان کی طرف سے ایک دوسرے انصاری مجمع کو خطاب کرنے جا رہے تھے۔ جب قریش کے یہ تین آدمی آپہنچے تو انھوں نے پہلے سے موجود لوگوں کے ساتھ روئے خطاب ان کی جانب بھی کر لیا۔ حمد وثنا کے بعد انھوں نے اپنی تقریر کی ابتدا ان الفاظ سے کی "ہم انصار اللہ اور اسلام کی نبرد آزما فوج ہیں اور آپ اے مہاجرین ہمارا ایک حصہ ہیں کیوں کہ آپ کی ایک جماعت نے ہمارے ساتھ سکونت اختیار کر لی ہے۔" بولنے والے نے اسی لہجے میں اپنا خطاب جاری رکھا۔ انصار کی ثنا وصفت کرتا رہا اور اس ثنا وصفت میں سے مہاجرین کو بھی کچھ تھوڑا حصہ دیتا رہا۔ جان بوجھ کر ان کی اس بے مثال حیثیت کو نظر انداز کرتے ہوئے کہ بجائے خود وہی پہلی اسلامی جماعت تھے۔ جب وہ اپنی بات ختم کر چکے تو عمرؓ بولنے ہی والے تھے لیکن ابوبکرؓ نے ان کو خاموش کر دیا۔ اور خود بہت سنبھال کر لیکن بڑے پر اعتماد انداز میں مجمع کو خطاب کرنا شروع کیا۔ انھوں نے انصار کی تعریف دہرائی لیکن وضاحت کی کہ اسلامی برادری پورے عرب میں پھیلی ہوئی ہے اور عرب بہ حیثیت مجموعی کسی ایسے شخص کا اقتدار نہ تسلیم کریں گے جو قریش نہ ہو کیوں کہ قریش ان کے درمیان بے مثال اور مرکزی حیثیت رکھتے ہیں آخر میں انھوں نے عمرؓ اور ابوعبیدہؓ کا ہاتھ پکڑا اور کہا کہ "میں ان دو آدمیوں میں سے ایک کو تمھارے سامنے پیش کرتا ہوں ان میں سے جس کی چاہو تم بیعت کر لو۔" بعد ازاں انصار میں سے ایک صاحب اٹھے اور تجویز رکھی کہ اقتدار کو دو اصحاب میں مشترک رکھا جائے (یعنی ایک مہاجر اور انصار میں سے ایک) ان کی اس تجویز سے ایک گرما گرم بحث چل نکلی یہاں تک کہ آخر میں عمرؓ نے مداخلت کی اور کہا "اے انصار! کیا تمھیں معلوم نہیں کہ رسولؐ نے ابوبکرؓ کو حکم فرمایا تھا کہ

toobaa-elibrary.blogspot.com



نماز کی امامت کریں؟" ہم جانتے ہیں۔" انھوں نے جواب دیا۔ عمرؓ نے کہا "اب تم میں سے کون ہے جو ان پر فوقیت کا طالب ہو؟" انھوں نے جواب دیا، "خدا نہ کرے کہ ہم میں سے کوئی ان پر فوقیت کا طالب ہو۔" اس پر عمرؓ نے ابوبکرؓ کا ہاتھ پکڑا اور ان کے ہاتھ پر بیعت کرلی۔ ابو عبیدہؓ اور دوسرے مہاجرین نے جو اُن سے آملے تھے ان کی تقلید کی۔ بعد ازاں تمام انصار نے بھی جو موجود تھے ابوبکرؓ کے ہاتھ پر بیعت کرلی۔ سوائے سعدؓ کے جنھوں نے آپ کو خلیفہ نہیں مانا۔ اور نتیجے میں شام کی جانب ہجرت کر گئے۔

ثقیفہ میں انھوں نے کچھ بھی طے کیا ہو یہ بات ہر کسی کے لیے ناقابل قبول ہوتی کہ جب تک ابوبکرؓ موجود ہیں کوئی دوسرا ان کے سوا مدینے میں مسجد نبوی میں نماز کی امامت کرے اور اگلے دن فجر کے وقت نماز کی امامت سے پہلے وہ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور عمرؓ نے کھڑے ہو کر اجتماع سے خطاب کیا اور ان سے کہا کہ "ابوبکرؓ کی بیعت کریں"۔ انھوں نے واضح کیا، "تم میں سب سے بہتر، رسولؐ کے ساتھی 'دو کے دوسرے جب وہ دونوں غار میں تھے'۔" یہ قرآنی زمانے کی آیت تھی جس نے ابوبکرؓ کی اس منزلت کی جانب اشارہ کیا تھا کہ ایک نازک موقع پر تنہا وہی رسولؐ کے ساتھی تھے۔ بیک آواز پوری جماعت نے ان کی اطاعت کا اعلان کر دیا۔ سب نے سوا علیؓ کے جنھوں نے کچھ دنوں بعد بیعت کی۔

بعد ازاں ابوبکرؓ نے اللہ کی حمد و ثنا کی اور لوگوں کو خطاب کیا۔ "میں تم پر حکمراں بنایا گیا ہوں حالانکہ میں تم سے بہتر نہیں ہوں۔ اگر میں ٹھیک کروں تو میری مدد کرو، میں غلط کروں تو مجھے درست کر دو۔ حق کی اطاعت وفاداری ہے اور حق سے بے پروائی غداری ہے۔ تم میں سے جو کمزور ہے وہ میری نگاہ میں طاقتور ہے جب تک کہ میں اس کا حق اس کو نہ دلا دوں انشاء اللہ، اور تم میں سے جو طاقتور

toobaa-elibrary.blogspot.com



ہے وہ کمزور ہے۔ یہاں تک کہ میں دوسروں کے حقوق اس سے لے لوں انشاءاللہ۔ میری اطاعت کرو جب تک میں اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کروں۔ میں اللہ اور اس کے رسولؐ کی نافرمانی کروں تو میری اطاعت تم پر واجب نہیں۔ نماز کے لیے اٹھو اللہ تم پر رحم فرمائے۔"

نماز کے بعد نبیؐ کے کنبے اور خاندان والوں نے فیصلہ کیا کہ اب آپؐ کے تدفین کی تیاری کرنا چاہیے لیکن اس بارے میں ان کے درمیان اختلافؓ تھا کہ یہ کام کیسے کیا جائے۔ پھر اللہ نے ان پر غشی طاری کر دی اور غنودگی کے عالم میں ہر ایک نے ایک آواز سنی جو کہہ رہی تھی۔ نبیؐ کو ان کے کپڑوں میں غسل دو۔ چنانچہ وہ عائشہؓ کے حجرے میں گئے۔ عائشہؓ نے عارضی طور پر حجرے کو خالی کر دیا تھا۔ قبیلہ خزرج کے اوسؓ ابن خولی نے اجازت چاہی کہ تدفین کی تیاری کے سلسلے میں انھیں انصار کی نمائندگی کا حق دیا جائے۔ انھوں نے کہا "اے علیؓ میں تمھیں اللہ کا واسطہ دیتا ہوں اور اس حصے کا جو اللہ کے رسولؐ میں ہمارا ہے۔" اور علیؓ نے انہیں حجرے کے اندر داخل ہونے کی اجازت دے دی۔ عباسؓ ان کے بیٹے فضلؓ اور قثمؓ نے کروٹ دلانے میں علیؓ کی مدد کی۔ اس اثنا میں اسامہؓ پانی ڈالتے رہے۔ ان کی مدد آپؐ کے ایک آزاد کردہ غلام شقرانؓ کر رہے تھے۔ علیؓ لمبے اونی لباس کے ہر حصے پر ہاتھ پھیر رہے تھے۔ اور کہہ رہے تھے "میرے ماں باپ سے زیادہ عزیز زندگی اور موت دونوں میں آپؐ کتنے شان دار ہیں۔" ایک دن کے بعد بھی نبیؐ کا جسم ایسا تھا کہ معلوم ہوتا تھا جیسے بس آپؐ سو رہے ہوں سوائے اس کے کہ نبض نہ چل رہی تھی اور سانس نہ آ رہی تھی گرمی نہ تھی اور نرمی نہ تھی۔

صحابہ کے درمیان اس بارے میں اختلاف واقع ہوا کہ آپؐ کو دفن کہاں کیا جائے۔ بہت سے لوگوں کا خیال تھا کہ آپؐ کی قبر آپؐ کے ان اصحاب کی قبر کے

toobaa-elibrary.blogspot.com



قریب ہونی چاہیئے جن کی نماز جنازہ آپ نے پڑھائی تھی اور جن کو خود دفن کیا تھا۔ اور ابراہیم اور آپ کی تین بیٹیوں کی قبر کے قریب ہونی چاہیئے۔ یہ قبریں بقیع غرقد میں تھیں۔ کچھ اور لوگوں کا خیال تھا کہ آپ کی تدفین مسجد میں عمل میں آنی چاہیئے۔ لیکن ابوبکرؓ کو آپ کی حدیث یاد تھی جس میں آپ نے فرمایا تھا کہ ہر نبی اسی مقام پر دفن ہوتا ہے جہاں اس کی وفات ہوتی ہے۔ چنانچہ اسی جگہ کے قریب جہاں آپ کا جنازہ رکھا ہوا تھا عائشہؓ کے حجرے کے فرش پر قبر کھودی گئی۔ ۵

بعدازاں مدینے کے سب لوگ آئے اور انھوں نے آپ کی نماز جنازہ ادا کی۔ وہ ٹولیوں میں آئے ــــ پہلے مرد ایک ٹولی کے بعد دوسری ٹولی جب سب مرد آچکے تو عورتیں آئیں اور ان کے بعد بچے۔ اس شب علیؓ نے اور ان لوگوں نے جنھوں نے آپ کا جنازہ تیار کیا تھا آپ کے جسد اطہر کو قبر میں رکھا۔

بڑا رنج والم تھا شہر نور میں ــــــــــــ جیسا کہ اب مدینے کو کہا جاتا ہے ــــــــ صحابہ رونے سے ایک دوسرے کو باز رکھ رہے تھے لیکن خود رو رہے تھے۔ ام ایمنؓ نے کہا "ہم ان کے لیے نہیں رو رہے ہیں"۔ جب ان کے آنسوؤں کے بارے میں ان سے سوال کیا گیا۔ "کیا میں جانتی نہیں ہوں کہ وہ جس دنیا میں تشریف لے گئے ہیں وہ ان کے لیے اس دنیا سے بہتر ہے۔ میں تو اس لیے رو رہی ہوں کہ آسمان سے ہم تک آنے والی خبروں کا سلسلہ ٹوٹ گیا" ۹

حقیقت یہ ہے کہ جیسے ایک بڑا دروازہ بند ہو گیا ہو لیکن انھیں یاد آیا جو آپ نے فرمایا تھا۔ "مجھے اِس دنیا سے کیا کام۔ میں اور یہ دنیا اس راہ رو اور درخت کی مانند ہیں جو درخت کے سائے میں تھوڑی دیر پناہ لیتا ہے پھر اس کو چھوڑ کر آگے چل دیتا ہے"۔ آپ نے یہ بات اس لیے فرمائی تھی کہ ان میں سے ہر

toobaa-elibrary.blogspot.com



ایک اپنے بارے میں بھی یہی کہہ سکے (دنیا سے اپنے تعلق کی یہی نوعیت قرار دے) اب اگر دروازہ بند ہوگیا تھا تو مومن کے لیے مرنے پر یہ کھل جائے گا۔ اب بھی ان کے کانوں میں آپؐ کے یہ الفاظ گونج رہے تھے۔ آپؐ نے فرمایا تھا "میں تم سے پہلے جاؤں گا۔ میں تمھارا گواہ ہوں گا۔ مجھ سے تمھاری ملاقات حوضِ کوثر پر ہوگی۔"

اس دنیا میں اپنا پیغام پہنچانے کے بعد اب آپؐ اس کی تکمیل کے لیے تشریف لے گئے جہاں آپؐ کی ہستی موجود رہے گی۔ البتہ حیاتِ ارضی کی محدودیت جیسی کوئی چیز اس سے متعلق نہ ہوگی ــــــ مفتاح الرحمت، مفتاح الجنت۔ روح الصدق رضی اللہ عنہ

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا۔

toobaa-elibrary.blogspot.com



## حوالہ جات، حواشی، تشریحات

۱۔ ۳ : ۱۴۴

۲۔ ابن سعد : ۲/۳، ۲۴

۳۔ خلیفہ عربی کا لفظ ہے، پورا لقب خلیفۃ الرسول۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نائب یا جانشین۔

۴۔ ۹ : ۴۰

۵۔ حضرت فاطمہؓ کی وفات کے کچھ ماہ بعد علیؓ نے ابوبکرؓ سے کہا "اللہ نے آپ کو جو فضیلت عطا کی ہے اور آپ کو جو فوقیت حاصل ہے اس سے ہم اچھی طرح باخبر ہیں اور کوئی فائدہ اس نے اگر آپ کو پہنچایا ہے تو اس پر ہم کو حسد نہیں ہے لیکن آپ نے ہم کو ایک طے شدہ معاملے سے دوچار کردیا کہ ہمارے لیے کوئی راہ انتخاب نہ چھوڑی۔ ہم محسوس کرتے تھے کہ نبیؐ سے قرابت قریبہ رکھنے کے سبب ہم اس معاملے میں کچھ استحقاق رکھتے ہیں۔ یہ سُن کر ابوبکرؓ کی آنکھیں پُرنم ہوگئیں، انہوں نے کہا" قسم ہے اس کی جس کے قبضے میں میری جان ہے کاش میرے اور اقربائے رسولؐ کے مابین سب کچھ اس سے بہتر ہوتا جتنا خود میرے اقربا اور میرے درمیان ہے۔" اور اس دن ظہر کے وقت برسرِ عام مسجد میں انہوں نے علیؓ کو اب تک انہیں خلیفہ کی حیثیت سے تسلیم نہ کرنے کی فروگزاشت سے بَری کردیا۔ علیؓ نے ابوبکرؓ کے استحقاق کی تصدیق کی اور ان سے بیعت کرلی۔ (بخاری — ۶۴، ۲۰۴)

۶۔ ابن اسحٰق : ۱۰۱۷

۷۔ عائشہؓ فرماتی ہیں "جب لوگوں نے آپ کو غسل دینے کا ارادہ کیا تو اس امر میں اختلاف واقع ہوا کہ آپ کا پیراہن اُتارا جائے جیسا کہ عام طور پر میت کے ساتھ کیا جاتا ہے، یا آپ کو آپ کے کپڑوں ہی میں غسل دیا جائے۔ پھر جب ان میں اختلاف واقع ہوا تو اللہ نے ان پر غنودگی طاری کردی یہاں تک کہ ان میں سے کوئی ایسا نہ تھا جس کی ٹھوڑی اس کے سینے پر نہ جھک گئی ہو۔ پھر حجرے کے ایک گوشے سے آواز

toobaa-elibrary.blogspot.com



سنائی دی، انہیں پتا نہ تھا آواز دینے والا کون ہے: "نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے کپڑوں میں غسل دو۔" وہ اٹھ کھڑے ہوئے انھوں نے آپ کو آپ کی قمیص میں ہی غسل دیا۔ پانی ڈالتے جاتے تھے اور قمیص کو اوپر ہی سے ملتے رگڑتے جاتے تھے۔ (مشکوٰۃ، ص ۵۴۸ بحوالہ بیہقی فی دلائل النبوت)

مقام دفن کے بارے میں بھی اختلاف تھا (مشکوٰۃ، ص ۵۴۸ ج ۲ بحوالہ لمعات) ابوبکر صدیقؓ کے بیان سے رفع ہوا۔ یہی صراحت مصنف نے بھی کی ہے۔ طریق غسل میں اختلاف کی صراحت بروایت عائشہؓ مذکورہ بالا حدیث میں ہے اور اسی حدیث پر مبنی مصنف کا بیان بھی ہے۔ (از مترجم)

۸۔ "جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو اس بارے میں اختلاف ہوا کہ کس مقام پر آپ کو دفن کیا جائے تو ابوبکرؓ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے کچھ فرماتے سنا ہے۔ آپ نے فرمایا "اللہ نے کسی نبی کی موت کو اس مقام کے سوا واقع نہیں فرمایا جو اس کو محبوب تھا" چنانچہ آپ کو آپ کے مقام استراحت (فراش) پر دفن کیا گیا۔ (عائشہؓ، مشکوٰۃ ص ۵۴۷ بحوالہ ترمذی)

۹۔ ابن سعد: ۲/۲، ۴۳ - ۸۳

۱۰۔ ابن ماجہ: ۲۷، ۳

۱۱۔ یہ اور دوسرے القاب رسولؐ کے ناموں کے روایتی مجموعوں سے لیے گئے ہیں۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

# وادی کے قریش

فہر اسماعیل علیہ السلام کی اولاد کے راست سلسلے میں ہے۔ فہر کے وہ اخلاف جو مضافات کے قریش کہلائے ان کا ذکر درج ذیل شجرے میں نہیں ہے۔

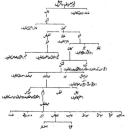


ہر قبیلے کے مورث اعلیٰ کے نام کے تحت ایک یا زائد ایسے اشخاص کے اسماء کا اندراج ہے جو نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے قرابت قریبہ رکھتے ہیں یا تاریخی اہمیت کے حامل ہیں۔

toobaa-elibrary.blogspot.com



# مآخذ و حوالہ جات (اصل تصنیف)

۱۔ قرآن پاک

سوانحی اور تاریخی تصانیف :

یہ تصنیف خاص کر ۸ ویں ۹ویں صدی عیسوی کے درج ذیل مصنفین کی تصانیف پر مبنی ہے۔

۱۔ محمد ابن اسحاق : سیرۃ رسول اللہ (Wustenfeld's Edition)
تحشیہ و تصیح محمد ابن عبدالملک ابن ہشام

۲۔ محمد ابن سعد: کتاب الطبقات الکبیر (Leyden Edition)

۳۔ محمد ابن عمر الواقدی: کتاب المغازی (Marsden Jonesis Edition)

مذکورۂ بالا کے علاوہ کہیں کہیں درج ذیل تصانیف کے حوالہ جات :

۱۔ محمد ابن عبداللہ الازرقی : اخبار مکہ

۲۔ محمد ابن جریر الطبری : (۱) تاریخ الرسل والملوک (Leyden Edition)
(۲) تفسیر

۳۔ عبدالرحمٰن ابن عبداللہ السہیلی : رَوضُ الأُنُف (اشاعت قاہرہ)

درج ذیل ۹ ویں صدی عیسوی کے آٹھ محدثین کے حوالہ جات۔ حوالہ کے ضمن میں وہی طریقہ برتا گیا ہے جو (Wensinck) نے اپنی تصنیف Hand Book of Early Mohammadan Tradition میں برتا ہے:

۱۔ محمد ابن اسمٰعیل البخاری

۲۔ مسلم ابن الحجاج القشیری

toobaa-elibrary.blogspot.com



IQBAL ACADEMY PAKISTAN
LIBRARY.
Acc. No. 21657
LAHORE.

۳۔ محمد ابن عیسیٰ الترمذی

۴۔ احمد ابن محمد ابن حنبل

۵۔ احمد ابن شعیب النسائی

۶۔ ابوداؤد السجستانی

۷۔ عبداللہ ابن عبدالرحمٰن الدارمی

۸۔ محمد ابن ماجہ

کہیں کہیں درج ذیل ۱۱ ویں صدی عیسوی کے مصنفین کے بھی حوالہ جات ہیں۔ یہ مجموعے (Wensinck) کی (Hand Book) میں شامل نہیں ہیں۔

۱۔ احمد ابن الحسین البیہقی : کتاب السنن الکبریٰ

۲۔ حسین ابن محمود الفرّاء البغوی : مشکوٰۃ المصابیح

(ترجمہ میں حوالہ جات اور حواشی کو بعینہٖ اصل تصنیف کے مطابق نقل کر دیا گیا ہے۔ مترجم کی جانب سے اندراجات کے ساتھ حوالہ درج کر دیا گیا ہے)۔

٭ ٭ ٭

AF.61

toobaa-elibrary.blogspot.com

ابوبکر سراج الدین (مارٹن لنگس) ۱۹۰۹ء میں لنکا شائر کے مشہور شہر رینج میں پیدا ہوئے۔ آکسفورڈ یونیورسٹی سے گریجویشن کیا اور کئی برس تک لتھوانیا یونیورسٹی آف کاناس میں انگریزی لسانیات سے وابستہ رہے۔

ابوبکر سراج الدین (مارٹن لنگس) کو تحقیق و جستجو کی دولت سے اللہ تعالیٰ نے بھرپور نوازا تھا، اس وجہ سے انھیں تمام مذاہب کے مطالعہ اور تحقیق کا شوق پیدا ہوا، تمام مذاہب کا بہ غائر مطالعہ کیا اور بہت جلد اس نتیجے پر پہنچ گئے کہ اسلام ہی زندگی کی سب سے بڑی صداقت ہے اور یہی وہ راستہ ہے جس پر چل کر حقیقی و دائمی کامیابی مل سکتی ہے۔ ۱۹۳۸ء میں پروفیسر شیخ عبدالواحد یحییٰؒ (رینے گینوں) کے ذریعے قبولِ اسلام سے مشرف ہوئے اور ایمان و ایقان کی پوری حرارت کے ساتھ مصر کا سفر کیا، وہاں قاہرہ یونیورسٹی میں انگریزی ادب کے استاد کی حیثیت سے تقرر ہوگیا —— قاہرہ کی علمی فضا میں انھیں مطالعہ و تحقیق کا مزید موقع ملا، ۱۹۵۲ء میں قاہرہ سے انگلینڈ آگئے، اور ایک بار پھر طالب علمی کی زندگی شروع کردی۔ لندن یونیورسٹی سے عربی کی ڈگری حاصل کی۔ ۱۹۷۱ء میں برٹش میوزیم میں اور نٹل مخطوطات اور مطبوعہ کتب کے نگراں مقرر کیے گئے، ۱۹۷۶ء میں ورلڈ آف اسلام نمائش کے مشیر کی حیثیت سے ان کا انتخاب ہوا۔

اسلام کا اصل سرمایہ عربی زبان میں ہے، ابوبکر سراج الدین (مارٹن لنگس) نے اس زبان میں کامل مہارت حاصل کر کے اسلام کے اصل مآخذ کا گہرائی سے مطالعہ کیا اور مختصر سی مدت میں اُن نکات تک رسائی حاصل کرلی، جن کے لیے عمریں لگانی پڑتی ہیں۔

ابوبکر سراج الدین (مارٹن لنگس) کی تصنیف... میں سے کئی کے تراجم فرانسیسی، عربی اور اردو وغیرہ... زیرِ نظر کتاب۔ "حیات سرورِ کائناتؐ" ... ہے، اس میں اُنھوں نے علمی گہرائی، فکر کی گیرائی اور دل لے سوز و گداز کے ساتھ سیرتِ رسولؐ کو پیش کرنے کی کوشش کی ہے اُسلوب کچھ ایسا ہے کہ دامنِ دل کھنچتا چلا جاتا ہے۔

*00024657*

toobaa-elibrary.blogspot.com